besturdubooks.wordpress.com

تقریرِ ترمذی

حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

تحقیق و تخریج و تحشیہ

عالم ربانی حضرۃ مولانا مفتی عبد القادر صاحب رحمہ اللہ

(شیخ الحدیث دار العلوم کبیر والا)

تقدیم و نظر ثانی

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

فون: 4540513-4519240

Email:taleefat@mul.wol.net.pk Ishaq90@hotmail.com

besturdubooks.wordpress.com

المسک الذکی یعنی

تقریرِ ترمذی

از حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

تحقیق و تخریج و تحشیہ

عالم ربانی حضرۃ مولانا مفتی عبد القادر صاحب رحمہ اللہ

(شیخ الحدیث دار العلوم کبیر والا)

تقدیم و نظر ثانی

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

ناشر

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان فون 540513-519240

besturdubooks.wordpress.com

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ

ضروری وضاحت

ایک مسلمان دینی کتابوں میں دانستہ غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ غلطیوں کی تصحیح واصلاح کیلئے ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون یقیناً صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

نام کتاب

تقریر ترمذی

تاریخ اشاعت..................محرم الحرام ۱۴۲۶ھ

ناشر..................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت..................سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان --- ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور --- مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ --- کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور --- دارالاشاعت اردو بازار کراچی

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K

ISLAMIC BOOKS CENTERE

119-121- HALLIWELL ROAD BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

besturdubooks.wordpress.com

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد- المسک الذکی یعنی تقریر ترمذی شریف کا جدید ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

بندہ اس موقع پر بے حد خوشی محسوس کر رہا ہے کہ اللہ پاک نے محض اپنے فضل وکرم سے یہ توفیق دی اس پر جتنا شکر کروں کم ہے۔ یہ سب ثمرہ ہے میرے مرشد ومربی حضرت عارف ربانی الحاج محمد شریف صاحب نور اللہ مرقدہٗ (خلیفۂ ارشد: حضرت مجدد الملت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ) کا بہر حال بندہ کو معلوم ہوا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی "تقریر ترمذی شریف" دار العلوم کراچی میں قلمی مسودات کی صورت میں موجود ہے۔ بس اس وقت سے دل میں شوق پیدا ہوا کہ اس کو کسی طرح حاصل کر کے شائع کیا جائے۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہٗ کی خدمت میں اس کی فوٹو کاپی کی گزارش کی گئی تو انہوں نے ازراہ عنایت اجازت مرحمت فرمائی۔ اور پھر انہی کے مشورہ سے عالم ربانی حضرت مولانا مفتی عبد القادر صاحب رحمہ اللہ نے باوجود عدیم الفرصتی کے اس پر تحقیق وتخریج وتحشیہ کا کام خوب عرق ریزی سے بخوبی انجام دیا۔

احقر ان سب حضرات کا بھی دل وجان سے ممنون ہے جنہوں نے اس عظیم کام میں تعاون کیا۔

خصوصاً حضرت الحاج محمد عشرت علی خان قیصر مدظلہٗ العالی فجزاهم الله خير الجزاء۔

نوٹ: قبل ازیں اس کتاب کا پہلا ایڈیشن کتابت سے شائع ہو چکا ہے۔

طالب دعا

احقر محمد اسحاق عفی عنہ

محرم الحرام ۱۴۳۶ھ

besturdubooks.wordpress.com

تعارف ونظر ثانی

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کی تصانیف اور مواعظ وملفوظات الحمد للہ مسلسل شائع ہوتے رہے ہیں اور شاید حضرتؒ کے قلم سے نکلا ہوا کوئی رسالہ یا مقالہ ایسا نہ ہو جو کسی نہ کسی شکل میں شائع نہ ہوا ہو۔

البتہ حضرتؒ کے افادات میں سے درس ترمذی کی تقریر اس سے پہلے احقر کے علم کی حد تک شائع نہیں ہوئی' یہ تقریر جس کا نام خود حضرتؒ ہی نے "المسک الذکی" تجویز فرمایا تھا۔ مسودہ کی شکل میں دارالعلوم کراچی کے کتب خانہ کے اس حصہ میں محفوظ تھی جو مجدد الملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ کی تصانیف اور مسودات وغیرہ کے لئے مختص ہے (اصل میں یہ تھانہ بھون کے کتب خانہ "مجلس خیر کا حصہ ہے۔ جو اس کے متولی حضرت مولانا شبیر علی تھانوی رحمہ اللہ نے دارالعلوم کراچی کے کتب خانہ میں منضم کر دیا تھا) یہ مسودہ مدت سے تشنۂ طباعت تھا۔

احقر کی درخواست پر محب محترم مولانا مفتی عبدالقادر صاحب مدظلہٗ نے طباعت کے لئے اس کی ترتیب وتہذیب کا کام اپنے ذمہ لیا۔ اور ضروریات کے مواقع پر اس پر مختصر حواشی تحریر فرمائے۔ اب یہ کتاب "ادارہ تالیفات اشرفیہ" ملتان کے زیر اہتمام شائع ہو رہی ہے۔

حضرت حکیم الامتؒ کی یہ تقریر ترمذی حضرتؒ کے ایک شاگرد نے قلمبند کی اور اس پر اپنی طرف سے بعض حواشی بھی تحریر کئے۔ جامع نے اس تقریر کو کہیں اردو' کہیں عربی اور کہیں فارسی میں تحریر کیا ہے اس لئے اصل مطبوع میں تینوں زبانیں موجود ہیں۔

اگرچہ صحیح ترمذی کی بہت سی شروح اور تقاریر شائع ہو چکی ہیں اور یہ تقریر ان کے مقابلہ میں مختصر ہے لیکن ہر بزرگ کا مذاق مختلف ہوتا ہے اور بعض اوقات کسی بزرگ کے ایک جملہ بلکہ ایک کلمہ سے پیچیدہ مسائل کی گتھیاں سلجھ جاتی ہیں اور ایک جملہ اور ایک فقرہ لمبے چوڑے مضامین پر بھاری ہو جاتا ہے اس لئے امید ہے کہ علماء اور طلباء ان شاء اللہ اس تقریر سے قدر دانی کے ساتھ استفادہ کریں گے۔ احقر نے مولانا مفتی عبدالقادر صاحب کے لکھے ہوئے حواشی کو بھی جستہ جستہ دیکھا ماشاء اللہ "قل ودل" کی تصویر ہیں۔ مولانا نے اپنی کاوش سے اس تقریر سے استفادہ کو آسان بنا دیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو قارئین کے لئے نافع اور مقبول بنائے۔

وما توفیقی الا باللہ

۴شنبہ ۱۲/۹/۱۴۱۵ھ

besturdubooks.wordpress.com

مختصر سوانح حیات
حالات و مصروفیات زندگی

پیدائش، وطن اور خاندان:

حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وطن مالوف ومقام پیدائش تھانہ بھون ضلع مظفر نگر یوپی ہندوستان تھا۔ آپ کا یوم ولادت باسعادت چہار شنبہ ۵ ربیع الاول ۱۲۸۰ھ ہے۔ قصبہ میں آپ کے آباؤ اجداد کا خاندان نہایت معزز وممتاز تھا۔ آپ کے والد ماجد منشی عبدالحق صاحب بڑے صاحب وجاہت، صاحب منصب اور صاحب جائیداد ورئیس تھے اور بڑے اہل دل بزرگ تھے۔

تعلیم وتربیت:

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نسباً فاروقی مذہباً حنفی تھے اور مسلکاً سلسلہ امدادیہ صابریہ چشتیہ سے وابستہ ہو کر منصب خلافت و رشد وہدایت پر فائز ہوئے۔ حضرت کا بچپن وطن ہی میں گزرا اور وہیں ناظرہ وحفظ قرآن اور عربی وفارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر علوم دینیہ کی تکمیل کے لئے ۱۲۹۵ھ میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور جید علماء اور مدرسین سے فیضان علوم حاصل کر کے ۱۳۰۱ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ گویا ادھر چودھویں صدی کا آغاز ہو رہا تھا اور اُدھر احیاء وتجدید دین مبین کے لئے یہ مجدد عصر تیار ہو رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فضل عظیم تھا کہ حضرت کو مدرسہ دارالعلوم دیوبند ایسی شہرۂ آفاق اور مستند درسگاہ میں تحصیل علوم اور تکمیل درسیات کا موقع نصیب ہوا جہاں خوش قسمتی سے اس وقت بڑے منتخب اور یگانۂ عصر وجامع کمالات وصفات اہل اللہ اور اساتذہ کا مجمع تھا۔ جن کے فیوض وبرکات علمی وایمانی کا آج بھی عالم اسلام معترف ہے۔ ان میں اکثر حضرات جناب حاجی امداد اللہ شاہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ العزیز کے سلسلہ سے وابستہ اور بعض ان کے خلفائے راشدین میں تھے۔ ایسے نورانی ماحول میں اور ان حضرات کے فیضان صحبت سے بعونہ تعالیٰ حضرتؒ کی باطنی صلاحیت واستعداد بھی تربیت پذیر ہوتی رہی۔

اساتذہ کی خصوصی توجہ اور تکمیل تعلیم:

یوں تو تمام بزرگوں اور اساتذہ کی توجہات خصوصی کی سعادت حضرتؒ کو حاصل تھی مگر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ العزیز اور مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہٗ العزیز کو خاص طور پر حضرتؒ کے ساتھ محبت وشفقت کا تعلق تھا اور حضرتؒ کو بھی ان بزرگوں کے ساتھ نہایت والہانہ عقیدت ومحبت تھی چنانچہ اکثر وبیشتر ان حضرات کا ذکر بڑے

besturdubooks.wordpress.com

کیف وسرور کے ساتھ فرمایا کرتے تھے۔

حضرتؒ کی دستار بندی ۱۳۰۱ھ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ العزیز کے متبرک ومقدس ہاتھوں سے ہوئی۔ اس سال مدرسہ دیوبند میں بڑا شاندار جلسہ منعقد ہوا۔ اس موقع پر حضرتؒ اپنے چند رفقاء کے ساتھ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت ہم میں ایسی استعداد نہیں ہے کہ ہمیں دستار کی فضیلت عطا کی جائے اس سے مدرسہ کی بڑی بدنامی ہوگی۔

یہ سن کر مولانا کو جوش آ گیا اور فرمایا" تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے یہاں چونکہ تمہارے اساتذہ موجود ہیں ان کے سامنے تمہیں اپنی ہستی کچھ نظر نہیں آتی اور ایسا ہی ہونا چاہیے باہر جاؤ گے تب تمہیں اپنی قدر معلوم ہوگی۔ خدا کی قسم جہاں جاؤ گے بس تم ہی تم ہوگے باقی سارا میدان صاف ہے' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

باطنی علوم واعمال:

حضرتؒ کے باطنی علوم واعمال کی تکمیل وتہذیب کے لئے بھی ایک یگانۂ عصر شیخ المشائخ حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب تھانوی ثم مہاجر مکی قدس سرہ العزیز سے شرف تعلق عطا فرمایا۔

۱۲۹۹ھ میں جب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ العزیز حج کے لئے تشریف لے جارہے تھے تو حضرتؒ نے ان کے ہاتھ ایک عریضہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں روانہ کیا جس میں استدعا کی کہ حضرت مولانا سے بیعت فرما لینے کے لئے سفارش فرمادیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت مولانا سے اس کا تذکرہ فرمایا اور پھر خود ہی ارشاد فرمایا کہ "اچھا میں خود ہی ان کو بیعت کئے لیتا ہوں"۔ اور حضرتؒ کو بھی تحریر فرمایا کہ "میں نے خود آپ کو بیعت کرلیا ہے مطمئن رہیں"۔

تدریس:

۱۳۰۱ھ میں جب حضرتؒ علوم درسیہ سے فارغ ہوئے تھے اسی زمانے میں کانپور کے مدرسہ "فیض عام" میں ایک مدرس کی ضرورت تھی' حضرت کو وہاں تدریس کے لئے بلایا گیا۔ آپ کئی سال تک اس مدرسہ میں درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے رہے' کچھ عرصہ کے بعد مدرسہ کے نظم ونسق سے غیر مطمئن ہوکر تعلق منقطع کرلیا۔ پھر کچھ ایسے اسباب پیدا ہوئے کہ کانپور کی جامع مسجد میں درس دینے لگے اور وہاں ایک مدرسہ قائم ہوگیا۔ اس مدرسہ کا نام حضرتؒ نے مسجد کی مناسبت سے مدرسہ جامع العلوم موسوم فرمایا۔ یہ مدرسہ یوماً فیوماً ترقی کرتا رہا اور کچھ مدت کے بعد مشہور ومعروف ہوگیا (اور اب تک بفضلہ تعالیٰ قائم ہے)

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ سے بیعت

دوران قیام کانپور شوال ۱۳۰۱ھ میں ایسے اسباب ووسائل رونما ہوئے کہ حضرتؒ اپنے والد صاحب کے ساتھ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت حاجی صاحبؒ سے ملاقات ہوئی اور دست بدست بیعت ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے ان کو کچھ دنوں کے لئے اپنے پاس رہنے کے لئے روکنا چاہا مگر حضرتؒ کے والد صاحب نے اس وقت

besturdubooks.wordpress.com

حضرت کی مفارقت کو گوارا نہ فرمایا اور اپنے ساتھ واپس لے آئے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت والا سے فرمایا کہ اب کی بار حج کو آؤ تو کم از کم چھ ماہ کے قیام کے ارادے سے آنا۔

خلافت واجازت:

حضرتؒ ۱۳۱۰ھ میں دوسری بار حج کے لئے تشریف لے گئے اور اپنی طلب صادق اور حضرت شیخ کے منشاء اور ان کی خواہش کے مطابق وہاں چھ ماہ تک قیام کا ارادہ کر لیا۔

حضرت حاجی صاحبؒ اسی موقع کے منتظر تھے چنانچہ نہایت شفقت ومحبت کے ساتھ اپنے مرید صادق کی تربیت باطنی کی طرف متوجہ ہو گئے اور اپنے نوخیز طالب وسالک طریق کی فطری صلاحیت واستعداد اور جوہر قابل کا اندازہ کرتے رہے اور وہ تمام علوم باطنی اور اسرار ورموز روحانی جو اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب مبارک پر وارد اور القاء فرمائے تھے حضرت کے قلب مصفیٰ میں منتقل فرماتے رہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اس قلیل عرصہ میں حضرت شیخ کی توجہات خاص سے حضرتؒ کا سینہ مبارک دولت معارف وحقائق باطنی کا خزینہ اور انوار وتجلیات روحانی کا آئینہ بن گیا۔ اور محبت حق سبحانہ وتعالیٰ کا اور محبت نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا سوز وگداز رگ و پے میں سرایت کر گیا۔

بالآخر ہر صورت سے مطمئن ہو کر اور اپنے ذوق ومسلک سے تمام تر ہم آہنگی کے آثار نمایاں دیکھ کر اپنا جانشین بنا لیا اور باذن اللہ تعالیٰ خلعت خلافت اور منصب ارشاد وہدایت سے سرفراز فرمایا اور خلق اللہ کی رہنمائی کے لئے تعلیم وتلقین کی اجازت مرحمت فرمائی۔ جب حضرتؒ کا وہاں سے واپسی کا وقت آیا تو بکمال محبت وشفقت گلے لگا کر فرمایا:۔

''میاں اشرف علی میں دیکھتا ہوں کہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے تم کو تمام معاصرین پر خاص فضیلت عطا فرمائی ہے۔'' ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

پھر ان دو وصیتوں کیساتھ رخصت فرمایا:۔ ''دیکھو وطن پہنچ کر تم کو باطنی کیفیات میں ایک حالت پیش آئے گی گھبرانا نہیں مجھ کو مطلع کرتے رہنا۔ دوسرے یہ کہ جب مدرسہ کی ملازمت سے دل برداشت ہو تو پھر وطن پہنچ کر ہماری خانقاہ اور مدرسہ میں توکلا علی اللہ مقیم ہو جانا' تم سے انشاء اللہ تعالیٰ خلق کثیر کو نفع پہنچے گا۔''

تھانہ بھون میں مستقل قیام:

حضرت نے دوران قیام کانپور درس وتدریس کے سلسلہ میں چودہ سال بسر کیے یہی زمانہ منجاب اللہ ان کے ذہنی و روحانی صلاحیت واستعداد کے نشوونما کا اور علوم ظاہری وباطنی کے بارآور ہونے کا تھا اور اسی زمانہ میں تجربہ ومشاہدہ کی بناء پر عام مسلمانوں کی اصلاح عقائد واعمال کے لئے دین مبین کی تبلیغ واشاعت کا ایک بے اختیار جذبہ اور شدید تقاضا دل میں پیدا ہو رہا تھا جس سے حضرتؒ ہر وقت متاثر رہنے لگے اور موجودہ انہماک واشغال کی زندگی سے طبیعت گھبرانے لگی۔ مستقبل میں

besturdubooks.wordpress.com

پیشِ نظر مقاصد کے حصول کے لئے فراغت قلب ویکسوئی درکار تھی۔ چنانچہ مدرسہ کی ملازمت ترک کرنے کا ارادہ کرلیا اور چند وجوہات ومعذورات پیش کر کے آخر کار ۱۳۱۵ھ میں سبکدوشی حاصل کر لی اور اپنے وطن تھانہ بھون تشریف لے گئے اور اس کی اطلاع اپنے پیرومرشد کو کردی۔ وہاں سے جواب آیا۔

"بہتر ہوا آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے۔ امید ہے کہ آپ سے خلائق کثیر کو فائدہ ظاہری و باطنی ہوگا اور آپ ہمارے مدرسہ اور خانقاہ کو از سرنو آباد کریں۔ میں ہر وقت آپ کے حال میں دعا کرتا ہوں اور آپ کا مجھے خیال رہتا ہے۔

قصبہ تھانہ بھون (ضلع مظفرنگر) بڑے شہروں (دہلی سہارنپور) سے دور اور ذرائع آمد و رفت کے اعتبار سے اس زمانے میں بالکل الگ تھلگ پرانے زمانے کے رئیسوں کی ایک بستی تھی۔ اس بستی سے بالکل باہر خانقاہ امدادیہ واقع تھی۔ یہ وہی خانقاہ تھی جہاں کچھ زمانہ پہلے اللہ تعالیٰ کے تین برگزیدہ خلوت گزیں بندے درویشانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ یعنی حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہیدؒ حضرت مولانا شیخ محمد صاحبؒ اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب۔

تبلیغ و وعظ اور تصنیف و تالیف

حضرتؒ نے خانقاہ میں مقیم ہوکر شروع ہی سے اپنی آئندہ زندگی کے انضباط اور اہم خدمات دین کے انصرام کے لئے اپنے مذاق فطری اور نصب العین کے موافق ایک لائحہ عمل مقرر فرمایا اور اسی کے مطابق اپنے پیش نظر کام کے سرانجام دینے میں مشغول ہوگئے۔ اس وقت آپ کی عمر تخمیناً ۳۵ سال تھی۔

اس کے بعد یہ مجدد وقت اپنی مسند رشد و ہدایت پر ایک نسخۂ اکسیر اصلاح امت لے کر بیٹھا۔

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں توکلاً علی اللہ قیام پذیر ہونے کے بعد حضرتؒ کی ساری زندگی تقریباً نصف صدی سے زائد تک تصنیف و تالیف میں اور مواعظ و ملفوظات ہی میں بسر ہوئی۔ ملک اور بیرون ملک ہزاروں طالبین حق و سالکین طریق تعلیم و تربیت باطنی اور تزکیۂ نفس سے فیض یاب اور بہرہ اندوز ہوکر بحمد اللہ امت مسلمہ کے رہبر و مرشد بن گئے جن کا فیضان روحانی اب تک جاری و ساری ہے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

اسی زمانے میں تقریباً چالیس سال تک حضرتؒ کا ملک کے طول و عرض میں بڑی کثرت سے تبلیغی دوروں کا سلسلہ جاری رہا۔ بڑے بڑے شہروں میں مشہور دینی درسگاہوں انگریزی تعلیم گاہوں اور اسلامی انجمنوں کے شاندار جلسوں میں بار بار حضرتؒ کے کثرت سے بڑے انقلاب انگیز اصلاحی وعظ ہوئے۔ بعض وقت وعظ کا یہ سلسلہ چار چار گھنٹہ تک جاری رہتا ہزاروں کی تعداد میں لوگ والہانہ انداز میں جمع ہوتے تھے اور دینی و دنیوی تقاضوں سے آگاہ ہوکر ایمانی تقویت حاصل کرتے۔

حضرت کے مواعظ کی تاثیر:

حضرتؒ کے مواعظ کا موضوع خاص طور پر عقائد کی اصلاح، اعمال کی درستی، معاملات کی اہمیت اور اخلاق کی پاکیزگی کے لئے ہوا کرتا تھا۔ حضرت کی مساعی و جد و جہد کا نتیجہ اس طرح ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کے ضمیر میں

besturdubooks.wordpress.com

اسلامی شعور وشعائر کا جذبہ بیدار ہونے لگا اور حق و باطل کا صحیح معیار واضح ہو گیا۔ اکثر و بیشتر مواعظ قلمبند ہوئے اور طبع ہو کر شائع ہوئے اور بہت سے وعظ صرف قلمبند ہو کر محفوظ رہے اور شائع نہ ہو سکے تاہم شائع شدہ مواعظ کی تعداد تقریباً چار سو سے زائد ہے۔ جو اب بھی وقتاً فوقتاً تجدیداً شائع ہو رہے ہیں اور ان سے مسلمان اب بھی فیض یاب ہوتے رہتے ہیں۔

بے دینی کا انسداد:

اس زمانے میں مسلمانوں میں دو بڑے خطرناک رجحانات شدت پکڑ رہے تھے۔ ایک طرف تو انگریز کے برسر اقتدار ہونے کی وجہ سے مغربی فلسفہ اور تہذیب و معاشرت کا اثر پھیل رہا تھا جس سے عام طور پر تعلیم گاہیں، تجارتی ادارے اور سرکاری محکمے اور عوام متاثر ہو رہے تھے۔

حضرتؒ نے اس فتنہ کے انسداد کے لئے بڑی شد و مد کے ساتھ تبلیغ شروع فرمائی اس موضوع پر سینکڑوں وعظ مختلف عنوان کے ساتھ بیان فرمائے اور متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں جو کثرت سے طبع ہو کر شائع ہوئیں۔ مثلاً انتباہات مفیدہ، بہشتی زیور، فروع الایمان، اصلاح الخیال، حیوۃ المسلمین، آداب المعاشرت، اصلاح انقلاب امت، وعظ اسلام حقیقی، محاسن اسلام اور دعوۃ الحق وغیرہ بعونہٖ تعالیٰ شرق سے غرب تک تمام ملک میں ہر طبقہ کے مسلمانوں کو ان سے خاطر خواہ نفع اور رہنمائی حاصل ہوئی۔

ہمہ گیر مصلحانہ تبلیغ کے اثرات:

اس ہمہ گیر مصلحانہ تبلیغ کا اثر یہ ہوا کہ مسلمانوں میں دینی شعور اور اسلامی شعائر کی طرف رجحان پیدا ہونے لگا۔ ہر طبقہ کے اکثر و بیشتر انگریزی تعلیم یافتہ لوگ خصوصاً سرکاری محکموں کے بڑے بڑے عہدہ دار وکیل بیرسٹر، جج، منصف، مجسٹریٹ، کثرت سے حضرتؒ کی تعلیمات سے متاثر ہوئے اور بعض تو حلقہ بگوش عقیدت ہو گئے اور بعض کی باطنی تعلیم و تربیت سے دینی حالت میں ایسی تبدیلی پیدا ہو گئی تھی کہ حضرتؒ نے ان کو اپنے ''خلفائے مجازین صحبت'' میں شامل فرمالیا تھا اس طرح حضرتؒ نے اس دور حاضر میں ایک ایسی زندہ مثال قائم فرمادی کہ مسلمان خواہ کسی مسئلۂ زندگی میں ہو اگر وہ چاہے تو پکا دین دار بن سکتا ہے۔ یہ حضرتؒ کی ایسی کرامت اور ایسا کارنامہ تبلیغ دین ہے جو ہر اعتبار سے انفرادیت کا درجہ رکھتا ہے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء

تصوف میں در آنے والی بدعات کا قلع قمع

دوسری اہم چیز جو حضرتؒ کے دل و دماغ میں کاوش و اضطراب پیدا کر رہی تھی وہ دور حاضر کی خانقاہی فقیری و درویشی کی ہیئت کذائی تھی جہاں کتاب و سنت سے بالکل بے گانہ اور بے نیاز ہو کر چند جوگیانہ رسوم اور طریقہ نفس کشی ہی کو واصل حق ہونے کا ذریعہ اور چند ملحدانہ عقائد کو حاصل تصوف و سلوک سمجھ لیا گیا تھا۔ یہ ایک عالمگیر فتنہ تھا جس میں اکثر دینی رجحان رکھنے والے نادان عوام مبتلا ہو رہے تھے۔ الا ماشاء اللہ حضرتؒ نے اپنی تمام مصلحانہ توجہ اور مجددانہ تبلیغ کی جدوجہد اسی طبقہ کے لئے بھی خاص طور پر مبذول فرمائی اور اس موضوع پر عقائد و اعمال کی اصلاح کے لئے متعدد کتابیں بھی تصنیف و تالیف فرمائیں۔ سینکڑوں وعظ و ملفوظات قلمبند کرا کے شائع فرمائے اور قرآن و حدیث کی غیر متزلزل سند کے ساتھ تمام باطل عقائد کا رد اور

besturdubooks.wordpress.com

تمام غیر اسلامی رسم و روایات اور غیر معقول اور ملحدانہ رموز و اسرار باطنی اور گمراہ کن اصلاحات کی تردید فرمائی اور نہایت نمایاں طور پر واضح کر دیا کہ طریقت یعنی تصوف و سلوک یا دوسرے الفاظ میں تہذیب اخلاق و تزکیہ نفس دین مبین ہی کا ایک اہم اور بنیادی رکن ہے اور اس پر شریعت و سنت کے مطابق عمل کرنا ایک درجہ میں ہر مسلمان پر فرض و واجب ہے۔

علوم دینیہ میں حضرت کی خدمات:

اسی طرح علوم دینیہ سے متعلق قرآن مجید کی تفاسیر میں احادیث سے استنباط میں، فقہ کی توجیہات میں، تصوف کی غایات میں جہاں جہاں خواص و عوام غلط فہمیوں اور غلط کاریوں میں مبتلا ہو گئے تھے وہاں اس مجدد عصر کی نظر اصلاح کارفرما نظر آتی ہے اور ان علوم کے ہر باب میں مفصل تصانیف موجود ہیں۔

یوں تو علوم دینیہ کے متعلق حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سب ہی تصانیف و تالیفات اپنے مضامین کی جامعیت و نافعیت اور انفرادیت کے اعتبار سے بے نظیر اور بے مثال ہیں۔ لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مطبوعہ مواعظ و ملفوظات اور تربیت السالک علوم ظاہری و باطنی کے ایک بحر بے کراں ہیں۔ ان مواعظ و ملفوظات میں اکثر و بیشتر آیات قرآنی، احادیث نبویہ، فقہ اور طریقت کے متعلق بہت ہی نادر اور نازک و لطیف تفاسیر، تشریحات، تنقید و تدقیق بیان کی گئی ہیں۔

ہمہ گیر تجدید و اصلاح:

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مصلحانہ و مجددانہ انفرادیت اس حقیقت سے واضح ہوتی ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تصانیف و تالیفات تمام مواعظ و ملفوظات یعنی تمام تحریری و تقریری کارنامہ ملاحظہ کیا جائے تو یہ بات نمایاں اور آشکارا نظر آئے گی کہ دین مبین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو اس حکیم الامت، مصلح شریعت و طریقت کے اصلاحی و تجدیدی جدوجہد کے احاطہ کے اندر نہ آ گیا ہو۔

علوم دینیہ کا بے نظیر و غیر فانی سرمایہ:

اللہ تعالیٰ کی کھلی ہوئی عطا کردہ توفیق و نصرت و اعانت سے کثیر التعداد کثیر الاشاعت اور کثیر المنفعت ایک بے نظیر و غیر فانی معتبر و مستند سرمایہ علوم دینیہ و حکم ایمانیہ یہ مجدد عصر امت مسلمہ کی رشد و ہدایت کے لئے اپنی مختصر حیات کے بعد آئندہ نسلوں کے واسطے چھوڑ گیا ہے جو مسلمانوں کے حق میں ایک عظیم انعام و احسان ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے اس مقبول بندے کو اپنے ابدی و سرمدی مقام قرب و رضا میں پیہم ترقی درجات عطا فرمائیں۔ آمین!

بحق سید المرسلین رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(مآثر حکیم الامت از عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی عارفی نور اللہ مرقدہٗ)

besturdubooks.wordpress.com

فہرست مضامین

تعارف وتظرثانی	۳۰
حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے درس کی خصوصیات	۳۰
المسک الذکی کی چند خصوصیات	۳۲
حالات امام ترمذی	۳۴
خصوصیات جامع ترمذی	۳۵
تعارف شروح جامع ترمذی	۳۷
باب ماجاء فی فضل الطهور	۳۹
باب ماجاء مفتاح الصلوٰة الطهور	۴۰
باب مایقول اذا دخل الخلاء	۴۱
باب فی النهی عن استقبال القبلة بغائط او بول	۴۲
باب ماجاء من الرخصة	۴۳
باب ماجاء من الرخصة فی ذالک	۴۵
باب فی الاستتار عند الحاجة	۴۵
باب کراهیة مایستنجی	۴۶
باب ماجاء فی کراهیة البول فی المغتسل	۴۶
باب المضمضة والاستنشاق من کف واحد	۴۷
باب ماجاء فی مسح الراس انه یبدأ بمقدم زوجالرأس الی مؤخره	۴۷
باب ماجاء انه یبدأ بمؤخر الراس	۴۷
باب ماجاء فی الوضوء مرة مرة	۴۷
باب المندیل بعد الوضوء	۴۸
باب الوضوء لکل صلوٰة	۴۸
باب کراهیة فضل طهور المرأة	۴۸
باب ماجاء ان الماء لاینجسه شیٔ	۴۸
باب فی ماء البحر انه طهورٌ	۴۹
باب التشدید فی البول	۴۹
باب الوضوع مما غیرت النار	۴۹
باب ماجاء فی سؤر الهرة	۴۹
باب المسح علی الخفین	۴۹
باب فی المسح علی الخفین ظاهرهما	۵۰
باب فی المسح علی الجوربین والنعلین	۵۰
باب ماجاء فی المسح علی الجوربین والعمامة	۵۰
باب فیمن یستیقظ ویری بللاً ولا یذکر احتلاماً	۵۰
باب فی المذی یصیب الثوب	۵۱
باب فی المنی یصیب الثوب	۵۱
باب فی الجنب ینام قبل ان یغتسل	۵۱
باب فی المستحاضة	۵۱
باب فی المستحاضة انها تجمع بین الصلوٰتین بغسل واحد	۵۱
باب ماجاء فی کم تمکث النفساء	۵۲
باب ماجاء اذا اراد ان یعود توضا	۵۲
باب ماجاء اذا قیمت الصلوٰة ووجد الخ	۵۲
باب ماجاء فی الوضوء من الموطی فی قوت المغتذے	۵۲
باب ماجاء فی التیمم	۵۳
باب ماجاء فی البول یصیب الارض	۵۴
باب ماجاء فی مواقیت الصلوٰة	۵۴
باب ماجاء فی التغلیس بالفجر	۵۵
باب ماجاء فی تاخیر الظهر الخ	۵۵
باب ماجاء فی تعجیل العصر	۵۶
باب ماجاء فی وقت صلوٰة العشاء الآخرة	۵۶

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء في الوقت الاول من الفضل	٥٧
باب ماجاء في السهو عن وقت صلوٰة العصر	٥٧
باب ماجاء في تعجيل الصلوٰة اذا اخرها الامام	٥٨
باب ماجاء في النوم عن الصلوٰة	٥٨
باب ماجاء في الرجل ينسى الصلوٰة	٥٨
باب ماجاء في الرجل تفوته الصلوات الخ	٥٨
باب ماجاء في كراهيت الصلوٰة	٥٩
باب ماجاء في الصلوٰة بعد العصر	٥٩
باب ماجاء في الصلوٰة قبل المغرب	٥٩
باب ماجاء فيمن ادرك ركعة الخ	٦٠
باب ماجاء في الجمع بين الصلوٰتين	٦٠
باب ماجاء بدء الاذان	٦١
باب ماجاء في الترجيع في الاذان	٦١
باب ماجاء في افراد الاقامة	٦٢
باب ماجاء في ان الاقامة مثنى مثنى	٦٢
باب في الترسل في الاذان	٦٢
باب ماجاء في ادخال الاصبع الاذن عند الاذان	٦٢
باب ماجاء في التثويب في الفجر	٦٣
باب ماجاء من اذن فهو يقيم	٦٤
باب ماجاء في كراهية الاذان بغير وضوء	٦٥
باب ماجاء ان الامام احق بالاقامة	٦٥
باب ماجاء في الاذان بالليل	٦٥
باب ماجاء في كراهية الخروج	٦٦
باب ماجاء في الاذان في السفر	٦٦
باب ماجاء في فضل الاذان	٦٦
باب ماجاء ان الامام ضامنٌ و المؤذن مؤتمنٌ	٦٧
باب ماجاء في كراهية	٦٧
باب منه ايضًا	٦٨
باب ماجاء كم فرض الله على عباده من الصلوٰت	٦٨
باب في فضل الصلوٰت الخمس	٦٨
باب ماجاء في فضل الجماعة	٦٩
باب ما جاء فيمن سمع النداء	٦٩
باب ماجاء في الرجل يصلي وحده ثم يدرك الجماعة	٧٠
باب ماجاء في الجماعة في مسجد	٧٠
باب ماجاء في فضل العشاء والفجر في جماعة	٧١
باب ماجاء في فضل الصف الاول	٧١
باب ماجاء في اقامة الصفوف	٧١
باب ماجاء ليليني منكم اولوا الاحلام والنهى	٧٢
باب ماجاء كراهية الصف بين السوارى	٧٢
باب ماجاء في الصلوٰة خلف الصف وحده	٧٢
باب ماجاء في الرجل يصلي و معه رجل	٧٣
باب ماجاء في الرجل يصلي مع الرجلين	٧٣
باب ماجاء في الرجل يصلي ومعه رجال ونساء	٧٤
باب من احق بالامامة	٧٤
باب ماجاء اذا ام احدكم الناس فليخفف	٧٥
باب ماجاء في تحريم الصلوٰة و تحليلها	٧٥
باب في نشر الاصابع	٧٧
باب في فضل التكبيرة الاُولٰى	٧٧
باب مايقول عند افتتاح الصلوٰة	٧٨
باب ماجاء في ترك الجهر	٧٩
باب من راى الجهر	٧٩
باب في افتتاح القراء بالحمدلله رب العلمين	٧٩
باب ماجاء انه لاصلوٰة الابفاتحة الكتاب	٧٩
باب ماجاء في التامين	٨١
باب ماجاء في السكتتين	٨١
باب ماجاء في وضع اليمين على الشمال في الصلوٰة	٨٢
باب رفع اليدين عند الركوع	٨٢
باب ماجاء في وضع اليدين على الركبتين	٨٣

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء انه يجافي يديه عن جنبيه	۸۳	باب ماجاء في ترك القراة	۹۴
باب ماجاء في التسبيح في الركوع والسجود	۸۳	باب ماجاء اذا دخل احدكم المسجد	۹۵
باب ماجاء من لايقيم صلبه في الركوع والسجود	۸۳	باب ماجاء ان الارض كلها مسجد الاالمقبرة	۹۵
باب مايقول الرجل اذا رفع راسه من الركوع	۸۳	باب ماجاء في فضل بنيان المسجد	۹۶
باب ماجاء في وضع الركبتين قبل اليدين في السجود	۸۴	باب ماجاء في كراهية ان يتخذ على القبر مسجدًا	۹۶
باب اخر منه	۸۴	باب ماجاء في النوم في المسجد	۹۸
باب ماجاء في السجود على الجبهة والانف	۸۴	باب ماجاء في كراهية البيع والشراء وانشاد الضالة والشعر في المسجد	۹۸
باب ماجاء في السجود على سبعة اعضاء	۸۵		
باب ماجاء في التجافي في السجود	۸۵	باب ماجاء في المسجد الذى اسس على التقوى	۹۹
باب ماجاء في وضع اليدين	۸۵	باب ماجاء في الصلوٰة في مسجد قبا	۱۰۰
باب ماجاء في اقامة الصلب	۸۶	باب ماجاء في اى المساجد افضل	۱۰۱
باب ماجاء في كراهية ان يبادر الامام	۸۶	باب ماجاء في المشى الى المسجد	۱۰۲
باب ماجاء في كراهية الاقعاء بين السجدتين	۸۷	باب ماجاء في القعود في المسجد وانتظار	۱۰۳
باب في الرخصة في الاقعاء	۸۷	باب ماجاء في الصلوٰة على الخمرة	۱۰۳
باب ماجاء في الاعتماد في السجود	۸۸	باب ماجاء في الصلوٰة على الحصير	۱۰۴
باب كيف النهوض من السجود	۸۸	باب ماجاء في الصلوٰة على البسط	۱۰۴
باب ماجاء في التشهد	۸۹	باب ماجاء في الصلوٰة في الحيطان	۱۰۴
باب كيف الجلوس في التشهد	۸۹	باب ماجاء في سُترة المصلى	۱۰۵
باب منه ايضًا	۹۰	باب ماجاء في كراهية المروربين يدى المصلى	۱۰۵
باب ماجاء في التسليم في الصلوٰة	۹۰	باب ماجاء لا يقطع الصلوٰة شئ	۱۰۶
باب منه ايضًا	۹۰	باب ماجاء انه لا يقطع الصلوٰة	۱۰۶
باب ماجاء ان حذف السلام سنة	۹۱	باب ماجاء في الصلوٰة في الثوب الواحد	۱۰۷
باب مايقول اذا سلم	۹۱	باب ماجاء في ابتداء القبلة	۱۰۸
باب ماجاء في وصف الصلوٰة	۹۲	باب ماجاء ان مابين المشرق والمغرب قبلة	۱۰۸
باب ماجاء في القراة في الصبح	۹۴	باب ماجاء في الرجل يصلى لغير القبلة	۱۰۹
باب ماجاء في القراة في الظهر والعصر	۹۳	باب ماجاء في كراهة ما يصلى اليه	۱۱۰
باب في القرأة في المغرب	۹۳	باب ماجاء في الصلوٰة في مرابض	۱۱۱
باب ماجاء في القرأة في صلوٰة العشاء	۹۳	باب ماجاء في الصلوٰة على الدابة	۱۱۱
باب ماجاء في القراة خلف الامام	۹۴	باب في الصلوٰة الى الراحلة	۱۱۱

باب ماجاء اذا حضر العشاء واقيمت الصلوٰة	۱۱۱
باب ماجاء في الصلوٰة عند النعاس	۱۱۲
باب ماجاء من زار قوما فلا يصل بهم	۱۱۳
باب ماجاء في كراهة ان يخص الامام نفسه	۱۱۳
باب من ام قومًا وهم له كرٰهون	۱۱۴
باب ماجاء اذا صلى الامام قاعد افصلوا قعودا	۱۱۴
باب منه	۱۱۵
باب ماجاء في الامام ينهض في الركعتين ناسيا	۱۱۶
باب ماجاء في مقدار القعود في الركعتين الاولين	۱۱۷
باب ماجاء في الاشارة في الصلوٰة	۱۱۷
باب ماجاء ان التسبيح للرجال	۱۱۷
باب ماجاء في كراهية التاؤب في الصلوٰة	۱۱۷
باب ماجاء ان صلوٰة القاعد الخ	۱۱۸
باب فيمن يتطوع جالسًا	۱۱۸
باب ماجاء ان النبي صلى الله عليه وسلم	۱۱۹
باب ماجاء لاتقبل صلوٰة الحائض الابخمار	۱۱۹
باب ماجاء في كراهية السدل في الصلوٰة	۱۲۰
باب ماجاء في كراهية مسح الحصى	۱۲۱
باب ماجاء في كراهية النفخ في الصلوٰة	۱۲۱
باب ماجاء في النهي عن الاختصار	۱۲۲
باب ماجاء في كراهة كف الشعر في الصلوٰة	۱۲۲
باب ماجاء في التخشع في الصلوٰة	۱۲۲
باب ماجاء في كراهية التشبيك	۱۲۲
باب ماجاء في كثرة الركوع والسجود	۱۲۳
باب ماجاء في قتل الاسودين في الصلوٰة	۱۲۴
اباب ماجاء في سجدة السهو قبل السلام	۱۲۴
باب ماجاء في سجدتي السهو	۱۲۴
باب ماجاء في التشهد في سجدتي السهو	۱۲۵
باب فيمن يشك في الزيادة والنقصان	۱۲۵
باب ماجاء في الصلوٰة في النعال	۱۲۵
باب ماجاء في القنوت في صلوٰة الفجر	۱۲۶
باب ماجاء في ترك القنوت	۱۲۶
باب ماجاء في الرجل يعطس في الصلوٰة	۱۲۶
باب في نسخ الكلام في الصلوٰة	۱۲۷
باب ماجاء في الصلوٰة عندالتوبة	۱۲۷
باب ماجاء متى يؤمر الصبي بالصلوٰة	۱۲۸
باب ماجاء في الرجل يحدث بعد التشهد	۱۲۸
باب ماجاء اذا كان المطرفا لصلوٰة	۱۲۸
باب ماجاء في الصلوٰة على الدابة	۱۲۸
باب ماجاء في الاجتهاد في الصلوٰة	۱۲۹
باب ماجاء في ركعتي الفجر من الفضل	۱۳۰
باب ماجاء في الكلام بعد ركعتي الفجر	۱۳۰
باب ماجاء في الاضطجاع بعد ركعتي الفجر	۱۳۰
باب ماجاء اذا قيمت الصلوٰة فلا صلوٰة	۱۳۰
باب ماجاء في من تفوته الركعتان قبل الفجر	۱۳۱
باب ماجاء في الاربع قبل الظهر	۱۳۱
باب ماجاء في الركعتين بعد الظهر	۱۳۱
باب ماجاء في الاربع قبل العصر	۱۳۱
باب ماجاء في الركعتين بعد المغرب	۱۳۲
باب ماجاء انه يصليهما في البيت	۱۳۲
باب ماجاء في فضل التطوع ست ركعات	۱۳۲
باب ماجاء ان صلوٰة الليل مثنٰى مثنٰى	۱۳۲
باب ماجاء في وصف صلوٰة النبي ﷺ	۱۳۳
باب في نزول الرب تبارك وتعالىٰ الى السماء الدنيا كل ليلة	۱۳۳
باب ماجاء في القراة الليل	۱۳۳
باب ماجاء في فضل صلوٰة التطوع في البيت	۱۳۴
ابواب الوتر باب ماجاء في فضل الوتر	۱۳۴

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء ان الوتر ليس بحتم ۱۳۵
باب ماجاء في كراهية النوم قبل الوتر ۱۳۵
باب ماجاء في الوتر بسبع ۱۳۶
باب ماجاء في الوتر بخمس ۱۳۶
باب ماجاء في الوتر بثلاث ۱۳۶
باب ماجاء في القنوت في الوتر ۱۳۶
باب ماجاء في الرجل ينام عن الوتر اوينسى ۱۳۷
باب ماجاء لا وتران في ليلة ۱۳۷
باب ماجاء في الوتر على الراحلة ۱۳۸
باب ماجاء في صلوٰة الضحیٰ ۱۳۹
باب ماجاء في صلوٰة الحاجة ۱۳۹
باب ماجاء في صلوٰة التسبيح ۱۳۹
باب ماجاء في صفة الصلوٰة على النبی ﷺ ۱۴۰
باب ماجاء في فضل الصلوٰة على النبی ﷺ ۱۴۰

ابواب الجمعة

باب فضل يوم الجمعة ۱۴۰
باب في الساعة التي ترجى في يوم الجمعة ۱۴۱
باب ماجاء في الاغتسال في يوم الجمعة ۱۴۱
باب في فضل الغسل يوم الجمعه ۱۴۱
باب في الوضوء يوم الجمعة ۱۴۲
باب ماجاء في التبكير الى الجمعة ۱۴۲
باب ماجاء في ترك الجمعة من غير عذر ۱۴۳
باب ماجاء من كم يؤتى الى الجمعة ۱۴۳
باب ماجاء في وقت الجمعة ۱۴۳
باب ماجاء في الخطبة على المنبر ۱۴۳
باب ماجاء في الجلوس بين الخطبتين ۱۴۴
باب ماجاء في القرأة على المنبر ۱۴۵
باب في الاستقبال اذا خطب ۱۴۵
باب في الركعتين اذا جاء الرجل والامام يخطب ۱۴۵
باب ماجاء في كراهية الكلام والامام يخطب ۱۴۶
باب ماجاء في كراهية الاحتباء والامام يخطب ۱۴۷
باب ماجاء في كراهية رفع الايدى على المنبر ۱۴۷
باب ماجاء في اذان الجمعة ۱۴۷
باب في الصلوٰة قبل الجمعة وبعدها ۱۴۷
باب في القائلة يوم الجمعة ۱۴۸
باب في من ينعس يوم الجمعة انه يتحول ۱۴۸
باب ماجاء في السفر يوم الجمعة ۱۴۸
باب في السواك والطيب يوم الجمعة ۱۴۸
باب في صلوٰة العيدين قبل الخطبة ۱۴۹
باب في التكبير في العيدين ۱۴۹
باب لاصلوٰة قبل العيدين ولا بعدها ۱۵۰
باب في خروج النساء في العيدين ۱۵۱

ابواب السفر ۱۵۱

باب التقصير في السفر ۱۵۱
باب ماجاء في كم تقصر الصلوٰة ۱۵۲
باب ماجاء في التطوع في السفر ۱۵۲
باب ماجاء في الجمع بين الصلوٰتين ۱۵۳
باب ماجاء في صلوٰة الاستسقاء ۱۵۴
باب في صلوٰة الكسوف ۱۵۴
باب ماجاء في صلوٰة الخوف ۱۵۵
باب ماجاء في سجود القرآن ۱۵۶
باب في خروج النساء ۱۵۶
باب في كراهية البزاق في المسجد ۱۵۷
باب ماجاء في السجدة في النجم ۱۵۷
باب ماجاء في من لم يسجد فيه ۱۵۸
باب ماجاء في السجدة في صٓ ۱۵۸
باب في السجدة في الحج ۱۵۸
باب ماجاء مايقول في سجود القران ۱۵۹

besturdubooks.wordpress.com

باب ماذكره في من فاته حزبه من الليل فقضاه ١٥٩
باب ماجاء في الذى يصلي الفريضة ١٥٩
باب ماذكر من الرخصة في السجود على الثوب في الحروالبرد ١٥٩
باب ماذكر في الالتفات في الصلوٰة ١٦٠
باب ماذكر في الرجل يدرك الامام ساجد ١٦٠
باب كراهية ان ينتظر الناس الامام وهم قيام عند افتتاح الصلوٰة ١٦٠
باب ماذكر في الثناء على الله والصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم قبل الدعا ١٦١
باب ماذكر في تطيب المساجد ١٦١
باب ماجاء ان صلوٰة الليل والنهار مثنى مثنى ١٦١
باب كيف كان يتطوع النبي ﷺ بالنهار ١٦٢
باب في كراهية الصلوٰة في لحف النساء ١٦٢
باب مايجوز من المشي والعمل في صلوٰة التطوع ١٦٣
باب ماذكر في قرأة سورتين في ركعة ١٦٣
باب ماذكر في فضل المشي الى المسجد وما يكتب له من الاجر في خطاه ١٦٥
باب ماذكر في الصلوٰة بعد المغرب انه في البيت افضل ١٦٥
باب في الاغتسال عند مايسلم الرجل ١٦٥
باب ماذكر من سيما هذه الامة من آثار السجود والطهور يوم القيامة ١٦٦
باب ما يستحب من التيمن في الطهور قوله كان يحب التيمن الخ ١٦٦
باب ذكر قدرما يجزئ من الماء في الوضوء ١٦٧
باب ماذكر في نضح بول الغلام الرضيع ١٦٧
باب ماذكر في الرخصة للجنب في الاكل والنوم اذا توضا ١٦٨
باب ماذكر في فضل الصلوٰة ١٦٨
آخر ابواب الصلوٰة ابواب الزكوٰة ١٦٩
باب ماجاء اذا اديت الزكوٰة فقد قضيت ماعليك ١٧٠
باب ماجاء في زكوٰة الذهب والورق ١٧١
باب ماجاء في زكوٰة الابل والغنم ١٧٢
باب ماجاء في زكوٰة البقر ١٧٣
باب ماجاء في كراهية اخذ خيارالمال في الصدقة ١٧٤
باب ماجاء في صدقة الزرع والثمر والحبوب ١٧٥
باب ماجاء ليس في الخيل والرقيق صدقة ١٧٦
باب ماجاء في زكوٰة العسل ١٧٦
باب ماجاء لازكوٰة على المال المستفاد حتى يحول عليه الحول ١٧٦
باب ماجاء ليس على المسلمين جزية ١٧٧
باب ماجاء في زكوٰة الحلي ١٧٨
باب ماجاء في زكوٰة الخضروات ١٧٩
باب ماجاء في الصدقة في مايسقى بالانهار وغيرها ١٧٩
باب ماجاء في زكوٰة مال اليتيم ١٨٠
باب ماجاء ان العجماء جرحها جبار ١٨١
باب ماجاء في الخرص ١٨١
باب في المعتدى في الصدقة ١٨٢
باب ماجاء في رضى المصدق ١٨٢
باب من تحل له الزكوٰة ١٨٣
باب ماجاء من لا تحل له الصدقة ١٨٣
باب من تحل له الصدقة من الغارمين ١٨٥
باب ماجاء في كراهية الصدقة للنبي ١٨٥
باب ماجاء في الصدقة على ذى القرابة ١٨٥
باب ماجاء ان في المال حقا سوى الزكوٰة ١٨٦
باب ماجاء في فضل الصدقة ١٨٧
باب ماجاء في حق السائل ١٩٠

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء في اعطاء المؤلفة قلوبهم ۱۹۰
باب ماجاء في المتصدق يرث صدقته ۱۹۲
باب ماجاء في كراهية العود في الصدقة ۱۹۳
باب ماجاء في نفقة المرأة من بيت زوجها ۱۹۳
باب ماجاء في صدقة الفطر ۱۹۳
باب ماجاء في تقديمها قبل الصلوٰة ۱۹۵
باب ماجاء في تعجيل الزكوٰة ۱۹۵
باب ماجاء في النهي عن المسئلة ۱۹۵

ابواب الصوم

باب ماجاء في فضل شهر رمضان ۱۹۶
باب ماجاء لا تقدموا الشهر بصوم ۱۹۸
باب ماجاء في كراهة صوم يوم الشك ۱۹۹
باب ماجاء في احصاء هلال شعبان لرمضان ۱۹۹
باب ماجاء في الصوم بالشهادة ۲۰۰
باب ماجاء شهرا عيد لاينقصان ۲۰۰
باب ماجاء لكل اهل بلد رؤيتهم ۲۰۱
باب ماجاء ما يستحب عليه الافطار ۲۰۲
باب ماجاء ان الفطر يوم تفطرون والاضحى يوم تضحون ۲۰۲
باب ماجاء اذا اقبل الليل وادبر النهار فقد افطر الصائم ۲۰۲
باب ماجاء في تعجيل الافطار ۲۰۲
باب ماجاء في بيان الفجر ۲۰۳
باب ماجاء في التشديد في الغيبة للصائم ۲۰۳
باب ماجاء في كراهية الصوم في السفر ۲۰۳
باب ماجاء في الرخصة في الصوم في السفر ۲۰۵
باب ماجاء في الرخصة للمحارب ۲۰۵
باب ماجاء في الرخصة في الافطار للحبلى ۲۰۵
باب ماجاء فيالصوم عن الميت ۲۰۵
باب ماجاء في الكفارة ۲۰۶
باب ماجاء في الصائم يذرعه القئ ۲۰۷
باب ماجاء في من استقاء عمدا ۲۰۷
باب ماجاء في الصائم ياكل ويشرب ناسيا ۲۰۸
باب ماجاء في كفارة الفطر في رمضان ۲۰۸
باب ماجاء في السواك للصائم ۲۱۰
باب ماجاء في الكحل للصائم ۲۱۱
باب ماجاء في مباشرة الصائم ۲۱۱
باب ماجاء لاصيام لمن لم يعزم من الليل ۲۱۲
باب ماجاء في افطار الصائم المتطوع ۲۱۳
باب ماجاء في ايجاب القضاء عليه ۲۱۳
باب ماجاء في وصال شعبان برمضان ۲۱۵
باب ماجاء في كراهية الصوم في النصف الباقي من شعبان لحال رمضان ۲۱۵
باب ماجاء في ليلة النصف من شعبان ۲۱۶
باب ماجاء في كراهية صوم يوم الجمعة وحده ۲۱۶
باب ماجاء في صوم يوم السبت ۲۱۶
باب ماجاء في صوم يوم الاثنين والخميس ۲۱۷
باب ماجاء في صوم الاربعاء والخميس ۲۱۷
باب ماجاء في كراهية صوم عرفة بعرفة ۲۱۷
باب ماجاء في عاشوراء اى يوم هو ۲۱۸
باب ماجاء في صيام العشر ۲۱۸
باب ماجاء في صيام ستة ايام من شوال ۲۱۸
باب ماجاء في ثلثة من كل شهر ۲۱۹
باب ماجاء في صوم الدهر ۲۱۹
باب ماجاء في سرد الصوم ۲۱۹

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی کراهیة الصوم یوم الفطر ۲۱۹
باب ماجاء فی کراهیة صوم ایام التشریق ۲۲۰
باب ماجاء فی کراهیة الحجامة للصائم ۲۲۰
باب ماجاء فی کراهیة الوصال فی الصیام ۲۲۱
باب ما جاء فی الجنب الخ ۲۲۲
باب ماجاء فی اجابة الصائم الدعوة ۲۲۳
باب ماجاء فی تاخیر رمضان ۲۲۳
باب ماجاء فی فضل الصائم اذا کل عندهٗ ۲۲۳
باب ماجاء فی کراهیة مبالغة الاستنشاق للصائم ۲۲۳
باب ماجاء فیمن نزل بقوک فلایصوم الاباذنهم ۲۲۴
باب ماجاء فی الاعتکاف ۲۲۴
باب ماجاء فی الصوم فی الشتاء ۲۲۵
باب ماجاء فی من اکل ثم خرج یدید سفرا ۲۲۵
باب ماجاء فی تحفة الصائم ۲۲۵
باب ماجاء فی الاعتکاف اذا خرج منه ۲۲۶
باب ماجاء فی قیام شهر رمضان ۲۲۶

ابواب الحج

ابواب الحج ۲۲۶
باب ماجاء فی حرمة مکة ۲۲۶
باب ماجاء من التغلیظ فی ترک الحج ۲۲۷
باب ماجاء فی ایجاب الحج بالزاد والراحله ۲۲۷
باب ماجاء کم اعتمر النبی صلی الله علیه وسلم ۲۲۷
باب ماجاء فی أی موضع احرم النبی ﷺ ۲۲۸
باب ماجاء فی افراد الحج ۲۲۹
باب ماجاء فی الجمع بین الحج والعمرة ۲۲۹
باب ماجاء فی التمتع ۲۳۰
باب ماجاء فی التلبیة ۲۳۰
باب ماجاء فی مواقیت الاحرام لاهل الآفاق ۲۳۱
باب ماجاء فی مالایجوز للمحرم لبسه ۲۳۱
باب ماجاء فی السراویل والخفین للمحرم اذا لم یجد الازار والنعلین ۲۳۱
باب ماجاء فی الذی یحرم وعلیه قمیص او جبة ۲۳۲
باب ماجاء مایقتل المحرم من الدواب ۲۳۲
باب ماجاء فی کراهیة تزویج المحرم ۲۳۲
باب ماجاء فی الرخصة فی ذلک ۲۳۳
باب ماجاء فی اکل الصید للمحرم ۲۳۳
باب ماجاء فی کراهیة لحم الصید المحرم ۲۳۳
باب ماجاء فی صید البحر للمحرم ۲۳۴
باب ماجاء فی الضبع یصیب بها المحرم ۲۳۵
باب ماجاء فی دخول النبی ﷺ مکة من اعلاها وخروجه من اسفلها ۲۳۵
باب ماجاء کیف الطواف ۲۳۵
باب ماجاء فی استلام الحجر والرکن الیمانی ۲۳۵
باب ماجاء فی تقبیل الحجر ۲۳۵
باب ماجاء فی السعی بین الصفا والمروة ۲۳۶
باب ماجاء فی الطواف راکبًا ۲۳۶
باب ماجاء فی فضل الطواف ۲۳۶
باب ماجاء فی الصلوٰة بعد العصر ۲۳۶
باب ماجاء فی کسر الکعبة ۲۳۷
باب ماجاء فی فضل الحجر الاسود والرکن والمقام ۲۳۷
باب ماجاء ان منی مناخ من سبق ۲۳۷
باب ماجاء فی تقصیر الصلوٰة بمنی ۲۳۷
باب ماجاء فی الوقوف بعرفات والدعاء فیها ۲۳۸
باب ماجاء ان عرفة کلها موقف ۲۳۹
باب ماجاء الافاضة من عرفات ۲۳۹

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج ۲۳۹
باب ماجاء فی رمی الجمار راکبًا ۲۳۹
باب کیف ترمی الجمار ۲۳۹
باب ماجاء فی الاشتراک فی البدنة والبقرة ۲۴۰
باب ماجاء فی اشعار البدن ۲۴۰
باب ماجاء فی تقلید الغنم ۲۴۰
باب ماجاء فی رکوب البدنة ۲۴۱
باب ماجاء فی طواف الزیارة باللیل ۲۴۱
باب ماجاء فی نزول الابطح ۲۴۱
باب ماجاء فی حج الصبی ۲۴۱
باب ماجاء فی العمرة اواجبة ھی ام لا ۲۴۲
باب ماجاء فی عمرة رجب ۲۴۲
باب ماجاء فی الاشتراط فی الحج ۲۴۲
باب ماجاء ان القارن یطوف طوافًا واحدًا ۲۴۲
باب ماجاء ۲۴۲
باب ماجاء مایقول عندالقفول من الحج والعمرة ۲۴۳
باب ماجاء فی المحرم یموت فی احرامه ۲۴۳
باب ماجاء فی الرخصة للرعاة ان یرموا یومًا ۲۴۳
اخر ابواب الحج ۲۴۴
باب ماجاء فی ثواب المرض ۲۴۴
باب ماجاء فی النھی عن التمنی للموت ۲۴۴
باب ماجاء فی الحث علی الوصیة ۲۴۴
باب ماجاء فی الوصیة بالثلث والربع ۲۴۵
بابماجاء فی کراھیة النعی ۲۴۵
باب ماجاء فی تقبیل المیت ۲۴۶
باب ماجاء فی غسل المیت ۲۴۶
باب ماجاء فی المسک للمیت ۲۴۶

باب ماجاء فی غسل من غسل المیت ۲۴۶
باب ماجاء ما یستحب من الاکفان ۲۴۷
باب ماجاء فی کم کفن النبی ﷺ ۲۴۸
باب ماجاء فی کراھیة النوح ۲۴۸
باب ماجاء فی الرخصة فی البکاء علی المیت ۲۴۹
باب ماجاء فی المشی امام الجنازة ۲۴۹
باب ماجاء فی المشی خلف الجنازه ۲۵۰
باب ماجاء فی کراھیة الرکوب خلف الجنازة ۲۵۰
باب ماجاء فی قتلی احدوذکر حمزة ۲۵۰
باب ماجاء فی التکبیر علی الجنازة ۲۵۱
باب مایقول فی الصلٰوة علی المیت ۲۵۲
باب ماجاء فی القراۃ علی الجنازة بفاتحة ۲۵۲
باب ماجاء فی کراھیة الصلٰوة علی الجنازة
عند طلوع الشمس وعند غروبھا ۲۵۲
باب فی الصلٰوة علی الاطفال ۲۵۲
باب ماجاء فی ترک الصلٰوة علی الشھید ۲۵۳
باب ماجاء فی الصلٰوة علی القبر ۲۵۳
باب ماجاء فی فضل الصلٰوة علی الجنازة ۲۵۳
باب ماجاء فی القیام للجنازة ۲۵۴
باب فی الرخصة فی ترک القیام ۲۵۴
باب ماجاء فی قول النبی ﷺ اللحدلنا والشق لغیرنا ۲۵۴
باب ماجاء فی الثوب الواحدیلقی تحت المیت ۲۵۴
باب ماجاء فی تسویة القبر ۲۵۴
باب ماجاء فی کراھیة الوطی علی القبور والجلوس
علیھا والصلٰوة الیھا ۲۵۵
باب ماجاء یقول الرجل اذا دخل المقابر ۲۵۵
باب ماجاء فی الرخصة فی زیارة القبور ۲۵۶

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء في الزيارة للقبور للنساء	٢٥٧
باب ماجاء في الدفن بالليل	٢٥٨
باب ماجاء في الشهداء منهم	٢٥٩
باب ماجاء في كراهية الفرار من الطاعون	٢٦١
باب ماجاء من احب لقاء الله احب الله لقاء ه	٢٦٢
باب ماجاء في من يقتل نفسه لم يصل عليه	٢٦٢
باب ماجاء في المديون	٢٦٢
باب ماجاء في من يموت يوم الجمعة	٢٦٢
باب ماجاء في تعجيل الجنازة	٢٦٣
باب اخر في فضل التعزية	٢٦٣
باب ماجاء في رفع اليدين على الجنازة	٢٦٣
باب ماجاء ان نفس المؤمن معلقة بدينه	٢٦٣
ابواب النكاح عن رسول الله ﷺ	٢٦٣
باب ماجاء في من ترضون دينه فزوجوه	٢٦٥
باب ماجاء في من ينكح على ثلث خصال	٢٦٦
باب ماجاء في النظر الى المخطوبة انه خطب امراة	٢٦٦
باب مايقال للمتزوج	٢٦٦
باب ماجاء فيما يقول اذا دخل على اهله	٢٦٦
باب ماجاء في الوليمة	٢٦٧
باب ماجاء في اجابة الداعي	٢٦٨
باب ماجاء في تزويج الابكار	٢٦٩
باب ماجاء لانكاح الابولي	٢٦٩
باب ماجاء في خطبة النكاح	٢٧٠
باب ماجاء في استيمار البكر والثيب	٢٧١
باب ماجاء في اكراه اليتيمة على التزويج	٢٧١
باب ماجاء في مهور النساء	٢٧٢
باب ماجاء في الرجل يعتق الامة ثم يتزوجها	٢٧٢
باب ماجاء في الفضل في ذالك	٢٧٥
باب ماجاء في المحلل والمحلل له	٢٧٥
باب ماجاء في نكاح المتعة	٢٧٦
باب ماجاء في النهي عن نكاح الشغار	٢٧٦
باب ماجاء لاتنكح المراة على عمتها ولا على خالتها	٢٧٧
باب ماجاء في الشرط عند عقدة النكاح	٢٧٧
باب ماجاء في الرجل يسلم وعنده عشر نسوة	٢٧٨
باب ماجاء في الرجل يشترى الجارية وهي حاملة	٢٧٩
باب ماجاء يسبي الامة ولهازوج هل يحل له وطيها	٢٧٩
باب ماجاء في كراهية مهر البغي	٢٨٠
باب ماجاء ان لايخطب الرجل على خطبة اخيه	٢٨٠
بابماجاء في العزل	٢٨٢
باب ماجاء في كراهية العزل	٢٨٣
باب ماجاء في القسمة للبكر والثيب	٢٨٣
باب ماجاء في الزوجين المشركين يسلم احدهما	٢٨٣
ابواب الرضاع	٢٨٦
باب ماجاء يحرم من الرضاع مايحرم من النسب	٢٨٦
باب ماجاء في لبن الفحل (شیرمرد۱۲ن)	٢٨٦
باب ماجاء لاتحرم المصة ولاالمصتان	٢٨٧
باب ماجاء في شهادة المراة الواحدة في الرضاع	٢٨٧
باب ماجاء ان الرضاعة لاتحرم الا في الصغر دون الحولين	٢٨٨
باب مايذهب مذمة الرضاع	٢٨٨
باب ماجاء في الامة تعتق ولها زوج	٢٨٨
باب ماجاء ان الولد للفراش	٢٩٠
باب ماجاء في الرجل يرى المراة فتعجبه	٢٩١
باب ماجاء في حق الزوج على المراة	٢٩١

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی حق المرأة علیٰ زوجها ٢٩٢
باب ماجاء کراهية اتيان النساء فی أدبارهن ٢٩٣
باب ماجاء فی کراهية خروج النساء فی الزينة ٢٩٣
باب ماجاء فی الغيرة ٢٩٤
باب ماجاء فی کراهية ان تسافر المرأة وحدها ٢٩٤
باب ماجاء فی کراهية الدخول علی المغيبات ٢٩٥

ابواب الطلاق واللعان ٢٩٦

باب ماجاء فی الرجل طلق امرأته البتة ٢٩٦
باب ماجاء فی أمرک بيدک ٢٩٦
باب ماجاء فی المطلقة ثلثا لاسکنیٰ لها ولانفقة ٢٩٧
باب ماجاء لاطلاق قبل النکاح ٢٩٨
باب ماجاء ان طلاق الامة تطليقتان ٣٠١
باب ماجاء فی الخلع ٣٠١
باب ماجاء فی الرجل يسأله ابوه ان يطلق امرأته ٣٠١
باب ماجاء فی طلاق المعتوه ٣٠٢
باب ماجاء فی الحامل المتوفی عنها زوجها تضع ٣٠٣
باب ماجاء فی عدة المتوفی عنها زوجها ٣٠٣
باب ماجاء فی کفارة الظهار ٣٠٤
باب ماجاء فی الايلاء ٣٠٤
باب ماجاء اين تعتد المتوفی عنها زوجها ٣٠٥

ابوب البيوع ٣٠٦

باب ماجاء فی ترک الشبهات ٣٠٦
باب ماجاء فی التبکير بالتجارة ٣٠٦
باب ماجاء فی الرخصة فی الشراء الیٰ اجل ٣٠٧
باب ماجاء فی کتابة الشروط ٣٠٧
باب ماجاء فی بيع من يزيد ٣٠٨
باب ماجاء فی بيع المدبر ٣٠٨
باب ماجاء فی کراهية تلقی البيوع ٣٠٩
باب ماجاء لا يبيع حاضر لباد ٣٠٩
باب ماجاء فی النهی عن المحاقلة والمزابنة ٣١٠
باب ماجاء فی کراهية بيع الثمرة قبل ٣١١
باب ماجاء فی کراهية بيع الغرر ٣١١
باب ماجاء فی کراهية بيع ماليس عنده ٣١٢
باب ماجاء فی کراهية بيع الولاء وهبته ٣١٣
باب ماجاء فی کراهية بيع الحيوان بالحيون انسئة ٣١٣
باب ماجاء فی الصرف ٣١٤
باب ماجاء فی ابتيا ع النخل ٣١٤
باب ماجاء البيعان بالخيار مالم يتفرقا ٣١٤
باب ماجاء فيمن يخدع بالبيع ٣١٥
باب ماجاء فی المصرات ٣١٦
باب ماجاء فی اشتراط ظهر الدابة عندالبيع ٣١٦
باب الانتفاع بالرهن ٣١٦
باب ماجاء فی شراء القلادة وفيها ذهب وخرز ٣١٧
باب ماجاء فی اشتراط الولاء والزجر عن ذالک ٣١٧
باب ماجاء فی المکاتب اذا کان عنده مايؤدی ٣١٨
باب ماجاء اذا افلس للرجل غريم فيجد ٣٢٠
باب ماجاء فی النهی للمسلم ان يدفع الی الذمی الخمر يبيعهاله ٣٢١
باب ماجاء ان العارية موداة ٣٢٢
باب ماجاء فی الاحتکار ٣٢٢
باب ماجاء فی بيع المحفلات ٣٢٢
باب ماجاء اذا اختلف البيعان ٣٢٢
باب ماجاء فی بيع فضل الماء ٣٢٣
باب ماجاء فی کراهية عسب الفحل ٣٢٣

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی ثمن الکلب ۳۲۴
باب ماجاء فی کراهیة ثمن الکلب والسنور ۳۲۴
باب ماجاء فی کراهیة بیع المغنیات ۳۲۵
باب ماجاء من الرخصة فی اکل الثمرة للماربها ۳۲۵
باب ماجاء فی النهی عن الثنیا ۳۲۵
باب ماجاء فی کراهیة بیع الطعام حتی یستوفیه ۳۲۶
باب ماجاء فی النهی عن البیع علی بیع اخیه ۳۲۶
باب ماجاء فی بیع الخمر والنهی عن ذالک ۳۲۶
باب ماجاء فی بیع جلود المیتة والاصنام ۳۲۶
باب ماجاء فی کراهیة الرجوع من الهبة ۳۲۷
باب ماجاء فی العرایا والرخصة فی ذلک ۳۲۸
باب ماجاء فی مطل الغنی ظلم ۳۲۹
باب ماجاء فی السلف فی الطعام والتمر ۳۲۹
باب ماجاء فی ارض المشترک یرید بعضهم بیع نصیبه ۳۲۹
باب ماجاء فی المخابرة والمعاومة ۳۲۹
باب ماجاء فی استقراض البعیر اوالشیء من الحیوان ۳۳۰
باب ماجاء فی بین الخصمین ۳۳۰
باب ماجاء فی امام الرعیة ۳۳۰
باب ماجاء فی هدایا الامراء ۳۳۱
باب ماجاء فی الراشی والمرتشی فی الحکم ۳۳۱
باب ماجاء فی قبول الهدیه واجابة الدعوة ۳۳۲
باب ماجاء فی التشدید علی من یقضی له بشیء لیس له ان یاخذه ۳۳۲
باب ماجاء فی ان البینة علی المدعی والیمین علی المدعی علیه ۳۳۳
باب ماجاء فی العبد یکون بین رجلین فیعتق احدهما نصیبه ۳۳۴
باب ماجاء فی العمری ۳۳۵
باب ماجاء فی الرقبی ۳۳۵
باب ماجاء فی الرجل یضع علی حائط جاره خشبا ۳۳۶
باب ماجاء ان الیمین علی مایصدقه صاحبه ۳۳۶
باب ماجاء فی الطریق اذا اختلف فیه کم یجعل ۳۳۸
باب ماجاء فی تخییر الغلام بین ابویه اذا افترقا ۳۳۹
باب ماجاء فی من یکسر له الشیٔ مایحکم له من مال الکاسر ۳۳۹
باب ماجاء فی حد بلوغ الرجل والمرأة ۳۳۹
باب ماجاء فی من تزوج امرأة ابیه ۳۴۰
باب ماجاء فی الرجلین یکون احدهما اسفل من الأخر فی الماء ۳۴۱
باب ماجاء فی من یعتق ممالیکه عند موته ولیس له مال غیرهم ۳۴۱
باب ماجاء فی من ملک ذامحرم ۳۴۲
باب ماجاء من زرع فی ارض قوم بغیر اذنهم ۳۴۲
باب ماجاء فی النحل والتسویة بین الولد ۳۴۳
باب ماجاء فی الشفعة ۳۴۳
باب ماجاء فی الشفعة للغائب ۳۴۳
باب اذا حدت الحدود ووقعت السهام فلاشفعة ۳۴۳
باب ماجاء فی اللقطة ۳۴۳
باب ماذکر فی احیاء ارض الموات ۳۴۶
باب ماجاء فی القطائع ۳۴۶
باب ماجاء فی المزارعة ۳۴۶
باب ماجاء فی الوقف ۳۴۷
ابواب الدیات عن رسول الله ﷺ ۳۴۷
باب ماجاء فی الدیة کم هی من الدراهم ۳۴۸
باب ماجاء فی الموضحة ۳۴۸

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فیمن رضخ راسه بصخرة ٣٤٨
باب ما جاء فیمن یقتل نفسا معا هدًا ٣٤٩
باب ماجاء فی حکم ولی القتیل فی القصاص والعفو ٣٤٩
باب ماجاء فی دیة الجنین ٣٤٩
باب ماجاء لایقتل مسلم بکافر ٣٥٠
باب ماجاء فی المراة ترث من دیة زوجها ٣٥١
باب ماجاء فی القصاص ٣٥١
باب ماجاء فی القسامة ٣٥١
ابواب الحدود عن رسول الله ﷺ ٣٥٢
باب ماجاء فی درء الحدود ٣٥٣
باب ماجاء فی الستر علی المسلم ٣٥٣
باب ماجاء فی التلقین فی الحد ٣٥٣
باب فی الرجم علی الثیب ٣٥٤
باب ماجاء فی رجم اهل الکتٰب ٣٥٥
باب ماجاء ان الحدود کفارة لاهلها ٣٥٥
باب ماجاء فی حد السکران ٣٥٦
باب ماجاء من شرب الخمر فاجلدوه ٣٥٦
باب ماجاء فی کم یقطع السارق ٣٥٦
باب ماجاء فی تعلیق ید السارق ٣٥٦
باب ماجاء فی الخائن والمختلس والمنتهب ٣٥٧
باب ماجاء الاقطع فی ثمر ولا کثر ٣٥٧
باب ماجاء ان لایقطع الایدی فی الغزو ٣٥٧
باب ماجاء فی الرجل یقع علی جاریة امرأته ٣٥٧
باب ماجاء فی المراة اذا استکرهت علی الزنا ٣٥٨
باب ماجاء فیمن یقع علی البهیمة ٣٥٨
باب ماجاء فی حد اللوطی ٣٥٨
باب ماجاء فی المرتد ٣٥٨
باب ماجاء فی حد الساحر ٣٥٩
باب ماجاء فی الغال مایصنع به ٣٥٩
باب ماجاء فیمن یقول للآخریا مخنث ٣٥٩
باب ماجاء فی التعزیر ٣٥٩
باب ماجاء مایوکل من صید الکلب ٣٥٩
باب ماجاء فی صید کلب المجوسی ٣٦٠
باب فی صید البزاة ٣٦٠
باب فی الذبح بالمروة ٣٦٠
باب ماجاء فی کراهیة اکل المصبورة ٣٦٠
باب فی ذکوٰة الجنین ٣٦٠
باب فی کراهیة کل ذی ناب وذی مخلب ٣٦١
باب ماجاء ما قطع من الحی فهو میت ٣٦١
باب فی قتل الحیات ٣٦١
باب من امسک کلبا ماینقص من اجره ٣٦٢
باب فی الذکوٰة بالقصب وغیره ٣٦٢
باب فی الجذع من الضان فی الاضاحی ٣٦٢
باب فی الاشتراک الاضحیة ٣٦٢
باب ماجاء ان الشاة الواحدة تجزیٔ عن اهل البیت ٣٦٢
باب قولهٗ ان الاضحیة لیست بواجبة ٣٦٣
باب فی الذبح بعد الصلوٰة ٣٦٣
باب ماجاء فی العقیقة ٣٦٣
ابواب النذور والایمان عن رسول الله ﷺ ٣٦٣
باب لانذر فیما لایملک ابن ادمؑ ٣٦٤
باب فی کراهیة الحلف بغیر الله ٣٦٥
باب فی من یحلف بالمشی والیستطیع ٣٦٥
باب فی کراهیة النذور ٣٦٨
باب فی وفاء النذر ٣٦٩

besturdubooks.wordpress.com

باب قضاء النذر عن الميت	۳۶۹	باب ماجاء في كراهية المقام بين اظهر المسلمين	۳۸۱
باب ماجاء في الدعوة قبل القتال	۳۶۹	باب ماجاء في تركة النبي ﷺ	۳۸۱
باب في البيات والغارات	۳۷۰	باب ماجاء في الساعة التي يستحب فيها القتال	۳۸۲
باب في سهم الخيل	۳۷۰	باب ماجاء في الطيرة	۳۸۲
باب ماجاء في السرايا	۳۷۱	باب ماجاء في وصية النبي ﷺ في القتال	۳۸۲
باب من يعطي الفئ	۳۷۱	باب فضل الجهاد	۳۸۳
باب هل يسهم للعبد	۳۷۱	باب ماجاء في فضل من مات مرابطاً	۳۸۳
باب ماجاء في اهل الذمة يغزون مع المسلمين		باب ماجاء في فضل النفقة في سبيل الله	۳۸۳
هل يسهم لهم	۳۷۱	باب ماجاء في فضل الرمي في سبيل الله	۳۸۳
باب في النفل	۳۷۲	باب ماجاء في ثواب الشهيد	۳۸۳
باب ماجاء في من قتل قتيلا فله سلبه	۳۷۳	باب في الغدو والرواح في سبيل الله	۳۸۵
باب في كراهية بيع المغانم حتى تقسم	۳۷۳	باب ماجاء فيمن خرج الى الغزو وترک ابويه	۳۸۶
باب ماجاء في كراهية وطي الحبالى من السبايا	۳۷۴	باب ماجاء في كراهية ان يسافر الرجل وحده	۳۸۶
باب ماجاء في طعام المشركين	۳۷۴	باب ماجاء في الرخصة في الكذب والخديعة	۳۸۶
باب ماجاء في قتل الاسرى والفداء	۳۷۵	في الحرب	
باب ماجاء في النهي عن قتل النساء والصبيان	۳۷۶	باب ماجاء في صفة سيف رسول الله ﷺ	۳۸۶
باب ماجاء في الغلول	۳۷۷	باب ماجاء في الثبات عند القتال	۳۸۶
باب ماجاء في قبول هدايا المشركين	۳۷۷	باب ماجاء في السيوف وحليتها	۳۸۷
باب ماجاء في سجدة الشكر	۳۷۷	باب ماجاء في المغفر	۳۸۷
باب ماجاء ان لكل غادر لواءً يوم القيامة	۳۷۸	باب مايستحب من الخيل	۳۸۷
باب ماجاء في النزول على الحكم	۳۷۸	باب ماجاء في الرهان	۳۸۷
باب ماجاء في الحلف	۳۷۸	باب ماجاء في كراهية ان ينزى الحمر على الخيل	۳۸۸
باب في اخذ الجزية من المجوس	۳۷۹	باب ماجاء في الاستفتاح بصعاليک المسلمين	۳۸۹
باب ماجاء ما يحل من اموال اهل الذمة	۳۷۹	باب ماجاء لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق	۳۸۹
باب ماجاء في الهجرة	۳۷۹	باب ماجاء في دفن الشهداء	۳۹۰
باب ماجاء في بيعة النبي ﷺ	۳۸۰	باب ماجاء لاتفادى جيفة الاسير	۳۹۰
باب ماجاء في التسليم على اهل الكتب	۳۸۰	باب ماجاء في الفئ	۳۹۰

besturdubooks.wordpress.com

ابواب اللباس عن رسول الله ﷺ	۳۹۰	باب ماجاء فی اکل لحوم الخیل	۴۰۱
باب ماجاء فی الحریر والذهب للرجال	۳۹۰	باب ماجاء فی الاکل فی انیة الکفار	۴۰۱
باب ماجاء فی لبس الحریر فی الحرب	۳۹۱	باب ماجاء فی الفارة تموت فی السمن	۴۰۲
باب ماجاء فی الرخصة فی الثوب الاحمر للرجال	۳۹۱	باب ماجاء فی اللقمة تسقط	۴۰۲
باب ماجاء فی جلود المیتة اذا دُبغت	۳۹۲	باب ماجاء فی الرخصة فی اکل الثوم مطبوخا	۴۰۲
باب ماجاء فی کراهیة جر الازار	۳۹۲	باب ماجاء فی تخمیر الاناء واطفاء السراج	
باب ماجاء فی ذیول النساء	۳۹۲	والنارعند المنام	۴۰۲
باب ماجاء فی کراهیة خاتم الذهب	۳۹۳	باب فی الحمد علی الطعام اذا فرغ منه	۴۰۳
باب ماجاء فی خاتم الفضة	۳۹۳	باب ماجاء فی الاکل مع المجذوم	۴۰۳
باب ماجاء ما یستحب من فص الخاتم	۳۹۳	باب ماجاء ان المؤمن یاکل فی معًا واحدٍ	۴۰۴
باب ماجاء فی الصورة	۳۹۳	باب ماجاء فی اکل لحوم الجلالة والبانها	۴۰۴
باب ماجاء فی الخضاب	۳۹۳	باب ماجاء فی فضل الثرید	۴۰۴
باب ماجاء فی الجمة واتخاذ الشعر	۳۹۳	باب ماجاء انهشوا اللحم نهشا	۴۰۵
باب ماجاء فی النهی عن الترجل الاغبا	۳۹۴	باب ماجاء فی الخل	۴۰۵
باب ماجاء فی مواصلة الشعر	۳۹۴	باب ماجاء فی اکل الدباء	۴۰۶
باب ماجاء فی رکوب المیاثر	۳۹۴	باب ماجاء فی الاکل مع المملوک	۴۰۶
باب ماجاء فی شد الاسنان بالذهب	۳۹۵	باب ماجاء فی فضل اطعام الطعام	۴۰۶
باب ماجاء فی النهی عن جلود السباع	۳۹۵	باب ماجاء فی التسمیة علی الطعام	۴۰۷
باب ماجاء فی نعل النبی ﷺ	۳۹۶	اخر ابواب الاطعمة ابواب الاشربة	۴۰۷
باب ماجاء فی کراهیة المشی فی النعل الواحدة	۳۹۶	باب ماجاء کل مسکرٍ حرام	۴۰۸
الجزء الثانی		باب ما اسکر کثیره فقلیله حرام	۴۰۸
		باب ماجاء فی الرخصة ان ینتبذ فی الظروف	۴۰۸
باب ماجاء علی ماکان یاکل النبی ﷺ	۳۹۹	باب ماجاء فی الحبوب الذی یتخذ منها الخمر	۴۰۸
ابواب الاطعمة عن رسول الله ﷺ	۳۹۹	باب ماجاء فی خلیط البسرو التمر ۔	۴۰۸
باب ماجاء فی اکل الارنب	۴۰۰	باب ماجاء فی الرخصة فی الشرب قائماً	۴۰۹
باب فی اکل الضب	۴۰۰	باب ماجاء ای الشراب کان احب الی رسول الله	۴۰۹
باب ماجاء فی اکل الضبع	۴۰۱	ابواب البروالصلة عن رسول الله ﷺ	۴۰۹

باب ما جاء فی بر الوالدین	۳۰۹
باب الفضل فی رضاء الوالدین	۳۰۹
باب ماجاء فی عقوق الوالدین	۳۱۰
باب ماجاء فی قطیعة الرحم	۳۱۰
باب ماجاء فی البخل	۳۱۱
باب ماجاء فی ظن السوء	۳۱۱
باب ماجاء فی المزاح	۳۱۱
باب ماجاء فی المراء	۳۱۱
باب ماجاء فی المداراة	۳۱۱
باب ماجاء فی الاقتصاد فی الحب والبغض	۳۱۲
باب ماجاء فی کثرة الغضب	۳۱۲
باب ماجاء فی تعظیم المؤمن	۳۱۲
ابواب الطب عن رسول الله ﷺ	۳۱۲
باب ماجاء فی الحمیة	۳۱۲
باب ماجاء فی کراهیة الکی	۳۱۳
باب ماجاء فی اخذ الاجر علی التعویذ	۳۱۳
باب ماجاء فی تبرید الحمی بالماء	۳۱۵
باب ماجاء فی دواء ذات الجنب	۳۱۵
باب ماجاء فی العسل	۳۱۶
ابواب الفرائض عن رسول الله ﷺ	۳۱۶
باب ماجاء فی من ترک مالاً فلورثته	۳۱۶
باب ماجاء فی میراث الاخوة من الاب والام	۳۱۶
باب ماجاء فی میراث الجد	۳۱۷
باب میراث الجدة	۳۱۷
باب ماجاء فی میراث الجدة مع ابنها	۳۱۸
باب ماجاء فی میراث الخال	۳۱۸
باب ماجاء فی ابطال المیراث بین المسلم والکافر	۳۱۸
باب ماجاء فی میراث المراة من دیة زوجها	۳۱۹
باب ماجاء فی ان المیراث للورثة والعقل للعصبة	۳۲۰
باب ماجاء فی الرجل یسلم علی یدی الرجل	۳۲۰
باب من یرث الولاء	۳۲۱
ابواب الوصایا عن رسول الله ﷺ	۳۲۲
باب ماجاء فی الوصیة بالثلث	۳۲۲
باب ماجاء لاوصیة لوارث	۳۲۳
باب ماجاء یبدأ بالدین قبل الوصیة	۳۲۳
باب النهی عن بیع الولاء وهبته	۳۲۳
باب ماجاء فی من تولی غیر موالیه اوادی	۳۲۳
باب ماجاء فی الرجل ینتفی من ولده	۳۲۳
باب ماجاء کل مولود یولد علی الفطرة	۳۲۴
باب ما جاء ان الله کتب کتابا الخ	۳۲۵
باب ماجاء لا عدوی ولاهامة ولاصفر	۳۲۶
باب ماجاء فی القدریة	۳۲۷
ابواب الفتن	۳۲۸
باب ماجاء لایحل دم امرئ مسلم الاباحدی ثلث	۳۲۸
باب ماجاء فی تحریم الدماء والاموال	۳۲۹
باب ماجاء لایحل لمسلم ان یروع مسلما	۳۲۹
باب ماجاء فی نزول العذاب اذالم یغیر المنکر	۳۳۰
باب ماجاء فی الامر بالمعروف والنهی	۳۳۱
باب ماجاء فی تغییر المنکر الخ	۳۳۱
باب سوال النبی ﷺ ثلثا فی امته	۳۳۱
باب ماجاء فی الرجل یکون فی الفتنة	۳۳۲
باب ماجاء فی رفع الامانة	۳۳۲
باب لترکبن سنن من کان قبلکم	۳۳۳
باب ماجاء فی انشقاق القمر	۳۳۳

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء في الخسف ۳۳۳

باب ماجاء في الاثرة ۳۳۳

باب ماجاء في اهل الشام ۳۳۳

باب ماجاء انه تكون فتنة القاعد فيها الخ ۳۳۴

باب ماجاء في الهرج ۳۳۴

باب حدثنا صالح بن عبدالله الخ ۳۳۴

باب ماجاء في قول النبي ﷺ بعثت انا والساعة ۳۳۵

باب ماجاء اذا ذهب كسرى فلاكسرى بعده ۳۳۵

باب ماجاء في الخلافة ۳۳۵

باب ماجاء ان الخلفاء من قريش الى ان تقوم الساعة ۳۳۵

باب ماجاء في الدجال ۳۳۵

باب ماجاء في علامات خروج الدجال ۳۳۷

باب ماجاء في فتنة الدجال ۳۳۷

باب ماجاء في ذكر ابن صياد ۳۳۹

ابواب الرؤيا ۳۴۳

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ۳۴۳

باب ان رؤيا المؤمن جزء من ستة واربعين
جزءاً من النبوة ۳۴۳

باب ذهبت النبوة وبقيت المبشرات ۳۴۳

باب ماجاء في قول النبي ﷺ من رانى فى
المنام فقد رانى ۳۴۳

باب ماجاء في الذى يكذب فى حلمه ۳۴۳

باب ماجاء فى رؤيا النبى ۳۴۴

ابواب الشهادات ۳۴۴

عن رسول الله صلى اى عليه وسلم ۳۴۴

ابواب الزهد عن رسول الله ﷺ ۳۴۴

باب ماجاء قلب الشيخ شابّ على حب اثنين ۳۴۴

باب ماجاء في معيشة النبي ﷺ واهله ۳۴۴

باب كراهية المدحة والمداحين ۳۴۵

ابواب صفة الجنة ۳۴۶

باب ماجاء في شان الحساب والقصاص ۳۴۶

باب ماجاء في شان الحشر ۳۴۶

باب ماجاء في شان الصراط ۳۴۶

باب ماجاء في صفة اَوَانى الحوض ۳۴۷

ابواب صفة الجنة عن رسول الله ﷺ ۳۵۳

باب ماجاء في صفة غرف الجنة ۳۵۳

باب ماجاء في صفة درجات الجنة ۳۵۳

صفة جهنم ۳۵۴

بابا ماجاء ان اكثر اهل النار النساء ۳۵۴

ابواب الايمان عن رسول الله ﷺ ۳۵۴

باب لايزنى الزانى وهو مؤمنٌ ۳۵۴

ابواب العلم عن رسول الله ﷺ ۳۵۴

باب ماجاء ان الدال على الخير كفاعله ۳۵۵

باب فى من دعا الى هدى فاتبع ۳۵۵

باب ماجاء في عالم المدينة ۳۵۵

باب ماجاء في فضل الفقه على العبادة ۳۵۵

ابواب الاستيذان والاداب ۳۵۶

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ۳۵۶

باب كيف رد السلام ۳۵۶

باب فى كراهية اشارة اليد فى السلام ۳۵۶

باب ماجاء فى التسليم على النساء ۳۵۷

باب ماجاء فى كراهية التسليم على الذى ۳۵۷

باب التسليم قبل الاستيذان ۳۵۷

باب ماجاء في تتريب الكتُب ۳۵۸

besturdubooks.wordpress.com

باب فی تعلیم السریانیة ۴۵۸
باب ماجاء فی کراھیة ان یقول علیک السلام مبتدأً ۴۵۹
باب ماجاء فی المصافحة ۴۵۹
باب ماجاء فی المعانقة والقبلة ۴۵۹
باب مایقول العاطس اذا عطس ۴۶۰
باب ماجاء کیف یشمت العاطس ۴۶۰
باب ماجاء فی کراھیة القعود وسط الحلقة ۴۶۰
باب ماجاء فی الاخذ من اللحیة ۴۶۱
باب ماجاء فی حفظ العورة ۴۶۱
باب ماجاء فی النھی عن الدخول علی النساء ۴۶۱
الا باذن ازواجھن
باب ماجاء فی کراھیة رد الطیب ۴۶۱
باب ماجاء فی الشوم ۴۶۱
باب ماجاء ان من الشعر حکمة ۴۶۳
ابواب الامثال عن رسول اللہ ﷺ ۴۶۳
باب ماجاء فی مثل اللہ عزوجل لعبادہ ۴۶۳
باب ماجاء مثل الصلوٰة والصیام والصدقة ۴۶۳
باب ماجاء مثل المؤمن القارئ للقران وغیر القاری ۴۶۴
باب ماجاء مثل ابن ادم واجله وامله ۴۶۴
ابواب فضائل القران عن رسول اللہ ﷺ ۴۶۴
باب ماجاء فی فضل فاتحة الکتاب ۴۶۶
باب ماجاء فی سورة البقرة وایة الکرسی ۴۶۶
باب ماجاء فی آل عمران ۴۶۷
باب ماجاء فی یٰسٓ ۴۶۸
باب ماجاء فی سورة الملک ۴۶۸
باب ماجاء فی اذا زُلزلت ۴۶۸
باب ماجاء فی تعلیم القران ۴۶۸
باب ماجاء فی من قرأ حرفًا من القران ماله من الاجر ۴۶۸
باب ماجاء کیف کانت قراءة النبی ﷺ ۴۶۹

ابواب القراءة عن رسول اللہ ﷺ ۴۶۹
باب ماجاء ان القران اُنزل علی سبعة اَحرفٍ ۴۶۹
باب ماجاء فی الذی یفسر القران برایه ۴۷۰
ومن سورة ال عمران ۴۷۱
من سورة النساء ۴۷۲
ومن سورة المائدة ۴۷۳
ومن سورةالانعام ۴۷۴
ومن سورة التوبة ۴۷۴
ومن سورة یونس ۴۷۹
سورة یوسف ۴۸۲
سورة الرعد ۴۸۳
سورة ابراھیم ۴۸۴
سورة النحل ۴۸۴
ومن سورة بنی اسرائیل ۴۸۴
سورة الکھف ۴۸۵
ومن سورة الحج ۴۹۱
سورة النور ۴۹۱
سورة الروم ۵۰۲
سورة لقمان ۵۰۳
سورة الاحزاب ۵۰۳
سورة الملائکة ۵۰۵
سورة صٓ ۵۰۵
سورة الزمر ۵۰۵
سورة الدخان ۵۰۷
سورة الاحقاف ۵۰۸
سورة الحجرات ۵۰۸
سورة قٓ ۵۰۹
سورة النجم ۵۰۹
سورةالقمر ۵۱۳

besturdubooks.wordpress.com

سورة الواقعة ۵۱۳
سورة الحديد ۵۱۳
سورة المجادلة ۵۱۳
سورة الحشر ۵۱۳
سورة الممتحنه ۵۱۴
سورة المنافقين ۵۱۵
ومن سورة التحريم ۵۱۵
من سورة نون والقلم ۵۱۷
ومن سورة الحاقة ۵۱۷
ومن سورة الجن ۵۱۸
ومن سورة القيامة ۵۱۸
قوله ومن سورة عبس ۵۱۸
ومن سورة اذا الشمس كورت ۵۱۸
ومن سورة البروج ۵۱۹
سورة ليلة القدر ۵۱۹
سورة لم يكن ۵۲۰
سورة الهٰكم التكاثر ۵۲۰
ومن سورة الفتح ۵۲۰
ومن سورة المعوذتين ۵۲۰

ابواب الدعوات ۵۲۱

باب ماجاء ان الداعي يبدأ بنفسه ۵۲۱
باب ماجاء في الدعاء اذا اصبح واذا امسٰى ۵۲۱
باب ماجاء في التسبيح والتكبير والتحميد عندالمنام ۵۲۱
باب ماجاء في الدعآءِ عند افتتاح الصلوٰة بالليل ۵۲۲
باب مايقول اذا خرج مسافرا ۵۲۲
باب ماجاء في جامع الدعوات عن رسول الله ﷺ ۵۲۲
باب ماجاء في عقد التسبيح باليد ۵۲۳

ابواب المناقب ۵۲۷

مناقب ابي بكر الصديق رضی اللہ عنہ ۵۲۹
مناقب ابي حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ۵۳۰
مناقب ابي محمد طلحة رضی اللہ عنہ ۵۳۳
مناقب عبدالرحمٰن ۵۳۴
مناقب عبدالله بن مسعود ۵۳۶
مناقب زيد بن حارثه رضی اللہ عنہ ۵۳۶
مناقب اسامة بن زيد رضی اللہ عنہ ۵۳۶
مناقب عبدالله بن عباس ۵۳۶
مناقب عبدالله بن الزبير ۵۳۷
مناقب انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۵۳۷
مناقب ابي هريرة رضی اللہ عنہ ۵۳۷
مناقب البراء بن مالک رضی اللہ عنہ ۵۳۷
مناقب سهل بن سعد رضی اللہ عنہ ۵۳۸
باب في من سب اصحاب النبي ﷺ ۵۳۸
باب ماجاء في فضل سيدتنا فاطمه رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۵۳۹
باب مناقب اهل بيت النبي ﷺ ۵۳۹

besturdubooks.wordpress.com

مقدمہ

از: عالم ربانی حضرۃ مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمدًا لمن کان عن الخلق غنیاً ولم یکن له من خلقه سمیًا انزل الکتاب مسکا ذکیًّا وفسره لحدیث فیه عرفاً شذیاوالصلوٰة والسلام علے من بعث اُمیا الی الناس جمیعا ولامته شفیعا وعلے اله واصحابه عربیا اوعجمیا وعلماء امته واولیاء ملته قدیما وحدیثا امابعد.

حق تعالیٰ نے دین متین کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور اپنی حکمت کاملہ سے حفاظت کو اسباب سے مربوط فرمایا ہے علماء ومعلمین، کتب واسفار، مدارس ومعاہد، درس وتدریس ان اسباب کی مختلف صورتیں ہیں جو مشاہدہ میں آ رہی ہیں لیکن خالق کل جل وعلا ان اسباب کے بغیر بھی اپنے دین کی حفاظت فرما سکتے ہیں۔ ونعم ماقال لقیم۔

ان سبب ہا در نظر ہا پردہ ہا است　　فی الحقیقت فاعل ہر شئی خدا است

خوش قسمت ہیں وہ نفوس جن کو حفاظت دین کی سعادت ملی اور بطور ذریعہ ان کو قبول کرلیا گیا اور جنہوں نے طیب خاطر سے اپنی توانائیاں اور جوانیاں واستعدادیں اس دین کی حفاظت پر صرف کیں۔ عیش وعشرت راحت وآرام کو اس مقصد عالی پر قربان کیا مال وجاہ سے قطع نظر کرکے دین کی خدمت بے لوث کرتے رہے اس آخری دور میں برصغیر میں جن نفوس قدسیہ کو یہ خدمت تفویض ہوئی علمائے دیوبند کی جماعت حقہ ان میں سرفہرست ہے جن میں ہر فرد ایک امت کے برابر ہے۔ ہدایت کا آفتاب ومہتاب ہے۔ ان افراد میں سے ایک فرد فرید حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ تھانوی ہیں جنہوں نے اپنی علمی ضیا پاشیوں سے ایک عالم کو منور فرمادیا اور روحانی شعاعوں سے قلوب کو جلا بخشی۔ بقول حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ۔

نقش بتاں مٹا دیا دکھایا جمال حق　　آنکھوں کو آنکھیں دل کو دل بنا دیا

آپ کی دینی خدمات کی وجہ سے آپ کو حکیم الامت اور مجدد الملت کے القاب سے ملقب کیا گیا۔ حضرت ایک طویل عرصہ تک کان پور کے مدرسہ جامع العلوم میں مختلف علوم وفنون کا درس دیتے رہے اور ہر علم میں پوری مہارت اور دستگاہ حاصل کی خصوصاً تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف سے آپکو بہت شغف رہا اور ان علوم میں آپ نے کمال حاصل فرمایا۔ اسی دوران آپ نے بارہا دورہ حدیث شریف کی کتابیں پڑھائیں۔ بخاری اور ترمذی کا درس دیا۔ ترمذی کے درس کو آپ کے ایک لائق شاگرد نے ضبط کرلیا۔ جس کو آج السک الذکی کی صورت میں شائع کیا جارہا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے درس کی خصوصیات

حضرت تھانویؒ کے ہاں درس کا طریقہ یہ تھا جس کو حضرت نے خود ہی بیان فرمایا ہے کہ میں درس دینے سے پہلے بوقت مطالعہ مشکل مضامین کی تسہیل ذہن میں کرلیتا اور ایک آسان عنوان ذہن میں سوچ لیتا پھر بوقت درس نہایت سہولت کے ساتھ بدوں تطویل اس کو آسان لفظوں میں بیان کرکے طلبہ کے ذہن میں اتار دیتا۔ اس صورت میں مجھ کو تعب برداشت کرنا پڑتا لیکن

besturdubooks.wordpress.com

طلباء کو بہت سہولت ہوجاتی۔ فرماتے ہیں کہ صدرا میں جب میں نے ایک مشکل مسئلہ مشاۃ بالتکریر کونہایت آسان لفظوں میں سمجھایا اور طلبہ سمجھ بھی گئے تو پھر میں نے ان کو بتایا کہ اس کتاب میں یہ مشکل ترین مقام ہے۔ وہ بہت حیران ہوئے کیونکہ ان کو مشکل ہونے کا احساس ہی نہ ہوا۔ آج کل مدارس میں عموماً لمبی تقریر کا رواج ہے۔ سبق کو زوائد اور لا حاصل بحثوں سے اس قدر بھر دیا جاتا ہے کہ اصل مقصد غائب ہوجاتا ہے اور بعض اساتذہ آسان مضمون کو بھی مشکل بنا دیتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اس طرز سے نفرت تھی۔ آپ کی تقریر مختصر اور جامع ہوتی بعض اوقات ایک لفظ میں علوم کے دریا جمع فرما دیتے گویا دریا کو کوزہ میں بند فرما دیتے۔ اکثر اکابر کا طریقہ اختصار اور جامعیت کا تھا۔ ہاں جب تفصیل کی ضرورت ہوتی تو تفصیل بھی پوری فرماتے۔

ایک مولوی صاحب نے حضرت سے دریافت فرمایا کہ قرآن مجید میں ہے ان الارض یرثھا عبادی الصالحون۔ یعنی زمین کے وارث اور مالک نیک بندے ہوں گے۔ حالانکہ آج کل اس کے خلاف مشاہدہ ہو رہا ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا۔ مولوی صاحب آپ نے اس کو قضیۂ دائمہ مطلقہ سمجھا ہے۔ حالانکہ یہ مطلقہ عامہ ہے جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے لئے کسی ایک زمانہ میں ثابت ہونا کافی ہے۔ کس قدر اختصار اور جامعیت کے ساتھ آپ نے اشکال دور فرما دیا۔

قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ سے کسی نے پوچھا کہ حدیث میں ہے من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد پس اس کو دیکھتے ہوئے موجودہ مدارس وخانقاہیں احداث فی الدین کے زمرہ میں داخل ہو کر ناجائز قرار پاتی ہیں۔ حضرت نے جواب دیا کہ یہ احداث فی الدین نہیں بلکہ احداث للدین ہے یعنی دین کو محفوظ رکھنے کے لئے یہ طریقے اختیار کیے جاتے ہیں۔ منع اول سے کیا گیا ہے۔ نہ ثانی سے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اکابر کا طرز تعلیم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں آج کل کے طرز تعلیم میں اخلاص کچھ کم معلوم ہوتا ہے۔ خدا نہ کرے بلکہ اپنے علو شان اور معاصر مدرسین پر تفوق روز افزوں ہے۔ میرے اکابر بالخصوص میرے والد صاحب اور میرے حضرت قدس سرہ، اس طرز تعلیم کے بہت مخالف رہے جیسا کہ آپ بیتی کے مختلف مواقع میں یہ مضمون بکثرت گزر چکا ہے کہ میرے حضرت اس کے بہت شدید مخالف تھے۔ بلکہ اکابر مدرسین کو مجمع میں تنبیہ بھی فرما دیا کرتے تھے کہ مجھے ہرگز یہ پسند نہیں ہے کہ ابتداء میں تو لمبی لمبی تقریریں کی جائیں اور سال کے ختم پر اوراق گردانی کی جائے میرے حضرت قدس سرہ کے زمانے میں کوئی کتاب نہ تو خارج از اوقات مدرسہ ہوتی تھی نہ رات کو ہوتی تھی اور نہ جمعہ کو ہوتی تھی۔ صرف حضرت اقدس کے اخیر زمانہ تعلیم میں ایک دو ماہ کے لئے گنگوہ سے بلائے جاتے تو وہ جمعہ کو پڑھاتے یا کچھ حصہ خارج از وقت مدرسہ پڑھاتے رات کو پڑھانے کے حضرت خاص طور سے اس وجہ سے بھی مخالف تھے کہ طلباء کو مطالعہ اور تکرار کا وقت نہیں ملتا اس لئے اس پر بڑی شدت سے نکیر فرماتے اور چونکہ وہی اثر اس سیاہ کار میں بھی ابتداء تعلیم سے مرکوز ہے اس لئے اس کے خلاف بہت ہی چبھتا ہے۔

میں آپ بیتی کے مختلف مواقع پر اپنے والد صاحب کا بھی یہ نظریہ لکھ چکا ہوں وہ فرمایا کرتے تھے کہ موجودہ مدارس کا یہ طرز کہ مدرس تقریر کرتا رہے اور طلباء کا کرم ہے کہ سنیں یا نہ سنیں۔ مدرس تقریر کرتا رہے اور طلباء ادھر ادھر نظری تفریح کرتے رہیں، کے بہت خلاف تھے۔ ان کا ارشاد تھا کہ اس حالت میں استعداد کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔

اسی طرز کے مطابق حضرت کی یہ تقریر اختصار جامعیت کی حامل ہے یہ اس زمانہ کی ضبط شدہ تقریر ہے جب اساتذہ مطالعہ میں تو بہت ہی کتب کھنگال ڈالتے مگر طلبہ کے سامنے اسی قدر بیان کرتے جتنا ان کے ذہن میں سما سکتا۔ یہ وہ دور تھا جس میں طلباء بھی نہایت ذی استعداد ہوتے تھے۔ اساتذہ سے بھی بعض دفعہ زائد شروح اور حواشی کو دیکھ کر آتے تو برابر تو دیکھ کر ہی آتے تھے پھر یہ شرح اگرچہ بظاہر مختصر ہے پھر معلوم ہوتا ہے کہ جامع نے ضبط کرنے میں اختصار سے کام لیا ہے اور بہت سے مضامین کو احیاء السنن پر محمول کیا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

المسک الذکی کی چند خصوصیات

۱- یہ شرح حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی وہ تقریر ہے جو آپ نے جامع ترمذی کے درس میں ارشاد فرمائی تھی یہ شرح باقاعدہ حضرت کی تصنیف نہیں ہے۔

۲- حضرتؒ کی تقریر کو جمع کرنے والے حضرت مولانا احمد حسن صاحب سنبھلی ہیں جو کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ احیاء السنن بھی فن حدیث میں ان کی تصنیف ہے۔

۳- اس شرح میں ایجاز واختصار سے کام لیا گیا ہے۔ طویل اور مفصل مسائل اور دلائل کو دوسری کتب پر محول کیا گیا ہے۔

۴- بعض ابواب کی شرح جامع نے ضبط نہیں کی یا ضبط تو کی لیکن پھر اس کو حذف کر دیا۔ ایسے ابواب کو جامع نے اپنی تصنیف احیاء السنن پر محول کر دیا ہو۔

۵- بہت سے مواقع میں جامع تقریر نے اپنی طرف سے فوائد کا اضافہ فرمایا اور بعض جگہ اضافات اصل سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ ایسے مقامات میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ جامع کی طرف سے اضافہ ہے۔

۶- جامع نے جو اپنی طرف سے اضافات کئے ہیں ان میں بعض بہت اہم اور وقیع ہیں جس سے شرح کا نفع مستزاد ہوا ہے البتہ بعض جگہ جامع سے اعتدال کا دامن چھوٹ گیا ہے اور انہوں نے اپنے شیخ کے خلاف راہ اختیار کی ہے اور بعض جگہ تو ائمہ احناف سے بھی ٹکرا کر تفرد اختیار کیا ہے، ایسے مواقع میں عموماً حاشیہ میں جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

۷- تصوف کے مسائل میں عموماً بسط سے کلام کیا گیا ہے اور اکثر ایسے مسائل جلد ثانی میں ہیں۔

۸- اس شرح میں بعض تحقیقات ایسی درج کی گئی ہیں جن سے بہت سی شروح خالی ہیں۔

۹- شرح میں جگہ جگہ کتب کے حوالے دیئے گئے ہیں اور کتاب کا نام اس امید پر نہیں لکھا گیا کہ تلاش کے بعد درج کر دیا جائے گا۔ مگر تلاش کا موقع نہیں ملا۔ ایسے مواقع میں بندہ نے اپنے مقدور کے مطابق حوالہ تلاش کرنے کی کوشش کی۔ بعض جگہ صراحۃً مل گیا اور بعض جگہ اصل کے قریب قریب مل گیا ان حوالہ جات کو درج کر دیا گیا بعض جگہ حوالہ نہیں ملا وہاں اپنی کوتاہی یعنی قلت تتبع کا اظہار کر دیا گیا ہے مثلاً یہ لکھا دیا گیا ہے لم اجدہ۔ اگر اہل علم کو حوالہ مل جائے تو بندہ کو اطلاع دیں۔ مہربانی ہوگی۔

۱۰- اصل شرح پر دو قسم کے حاشیے ہیں۔ ایک حاشیہ جامع کا ہے جس کے بعد عموماً لفظ جامع لکھا ہوا ہے۔ دوسرا حاشیہ کہیں کہیں احقر نے لکھا ہے اور عموماً اس حاشیہ کے بعد بندہ کا نام درج ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

المسک الذکی کا دوسرا حصہ جناب قاری محمد طاہر صاحب رحیمی مدظلہ کے سپرد ہوا تا کہ وہ اس پر نظر ثانی فرمائیں چنانچہ انہوں نے چند دنوں میں ہی نظر ثانی فرمائی اور کہیں کہیں حاشیہ بھی تحریر فرمایا اس حاشیہ پر ان کا نام تحریر کر دیا گیا ہے۔ جن مواقع میں ان کو اشکال ہوا وہاں انہوں نے نشان لگا دیا اور جناب قاری صاحب اور احقر نے غور کر کے ان مقامات کو حل کرنے کی کوشش کی۔ ابھی بہت اشکال حل نہیں ہوئے تھے کہ جناب قاری صاحب سعودیہ تشریف لے گئے اور اجتماعی غور کا سلسلہ موقوف ہوا پھر بندہ نے اپنی بساط کے مطابق اشکالات زائل کرنے کی کوشش کی۔

اگر اہل علم غلطی دیکھیں تو اطلاع فرمائیں بندہ شکر گزار ہوگا۔ حق تعالیٰ اس شرح کو حضرت حکیم الامتؒ اور جامع اور احقر کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائیں۔ اور اس سے تمام مسلمانوں کو عموماً اور طالبانِ علم کو خصوصاً نفع عطا فرمائیں۔

besturdubooks.wordpress.com

حالات امام ترمذی

نام ونسب: ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سودہ الترمذی آپ کے آباء اجداد مرو کے رہنے والے تھے۔ پھر ترمذ کی طرف آئے جو خراسان کے قریب ہے اس کے قریب ایک بستی بوغ ہے اس لئے ان کو بوغی بھی کہا جاتا ہے۔

لفظ ترمذ میں لغات: اس میں چار لغات ہیں (۱) دونوں کا ضمہ ترمذ (۲) دونوں کا فتح۔ ترمذ (۳) اول کا فتح، دوسرے کا کسرہ۔ ترمذ (۴) دونوں کا کسرہ۔ ترمذی تاریخ پیدائش۔ امام ترمذی ۲۰۹ھ

وفات: امام ترمذی ۲۷۹ھ امام صاحب کی کل عمر ۷۰ سال ہوئی جس کو مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ صاحب نے شعر میں بند فرمایا ہے۔

الترمذی محمد ذوزین عطر مداہ! عمرہ فی عین ۷۰/ع۔ ۹/ط۔ ۲۰۰/ر

مقام امام ترمذی: امام ترمذیؒ حدیث میں بڑا مقام رکھتے تھے۔ امام صاحب نے مشائخ کبار سے استفادہ کیا۔ امام بخاریؒ جو اس فن کے بہت ماہر ہیں نے امام ترمذی کو فرمایا۔ ما انتفعت بک اکثر مما انتفعت بی۔ ترجمہ: یعنی جتنا آپ نے مجھ سے نفع اٹھایا اس سے زیادہ میں نے آپ سے اٹھایا۔

اشکال: بعض حضرات کو اس پر اشکال ہوا کہ امام بخاریؒ نے امام ترمذی سے کیسے استفادہ کیا۔ حالانکہ امام بخاریؒ امام ترمذی کے استاد ہیں۔

جواب: یہ بات قابل اشکال نہیں کیونکہ جو قابل شاگرد ہوتا ہے استاد کو اس سے نفع پہنچتا ہے۔

قابل فخر بات: امام بخاریؒ نے امام ترمذیؒ سے دو حدیثیں سنی ہیں ایک تو حضرت علیؓ کی فضیلت میں جو بخاری جلد دوم میں ہے دوسری حدیث سورۂ حشر کی فضیلت میں یہ بھی جلد دوم میں ہے۔ حافظہ امام ترمذی: امام ترمذی بے پناہ حافظہ کے مالک تھے۔

واقعہ: امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ کے قریب جا رہا تھا۔ وہاں مجھے ایک محدث ملے میں نے ان کی احادیث بالواسطہ نقل کی ہوئی تھیں۔ میں نے کہا اچھا موقعہ ہے کہ میں ان سے بالمشافہ احادیث سن لوں۔ سند میں اتصال ہو جائے گا۔ میں نے درخواست کی انہوں نے قبول فرمایا میں اپنے خیمہ سے کاغذ اٹھانے گیا۔ افسوس وہ مجھے کاغذ نہ ملے۔ پھر میں سادہ کاغذ سامنے لے کر بیٹھ گیا۔ استاد نے احادیث پڑھنی شروع کیں۔ اچانک کاغذ پر نظر پڑ گئی استاد ناراض ہوئے کہ میری احادیث ضائع ہو جائیں گی۔ میں نے اپنا عذر بتایا۔ اور عرض کیا۔ جو احادیث آپ نے پڑھی ہیں وہ مجھے یاد ہو گئی ہیں۔ فرمایا سناؤ۔ میں نے تمام احادیث سنا دیں۔ استاد نے فرمایا تم نے پہلے یاد کر رکھی ہوں گی۔ میں نے کہا نہیں۔ آپ اور احادیث سنائیں میں زبانی سنا دوں گا۔ انہوں نے چالیس احادیث سنائیں جو مشہور نہ تھیں۔ بحمداللہ وہ بھی میں نے سنا دیں۔

besturdubooks.wordpress.com

استاد نے فرمایا۔ مارائت مثلک۔ میں نے تجھ جیسا نہیں دیکھا۔

حکایت: حکیم الامت کے مواعظ میں ہے کہ آخر عمر میں امام ترمذی نابینا ہوگئے۔ ایک سفر پر جارہے تھے جاتے جاتے آپ جھک گئے۔ سر کو جھکالیا۔ رفقاء نے سبب پوچھا۔ فرمایا کافی عرصہ میں پہلے یہاں سے گزرا تھا۔ یہاں ایک درخت ہوتا تھا۔ سر کو جھکانا پڑتا تھا۔ انہوں نے کہا یہاں کوئی درخت نہیں ہے۔ قافلہ کو فرمایا۔ رک جاؤ۔ تحقیق کرو۔ اگر میری بات غلط ہوئی تو میرے حافظے کے کمزور ہونے کی نشانی ہے۔ میں آئندہ حدیث نہیں بیان کروں گا۔ چنانچہ اس جگہ کے قریب ایک ضعیف العمر شخص تھا۔ اس نے کہا یہاں ایک درخت تھا جس کی وجہ سے سوار کو جھکنا پڑتا تھا اب اس کو کاٹ دیا گیا ہے۔

تصانیف امام ترمذی: ا۔ جامع ترمذی۔ ۲۔ شمائل ترمذی۔ ۳۔ العلل۔ ۴۔ اسماء الصحابہ۔ ۵۔ کتاب الجرح التعدیل۔ ۶۔ کتاب الزہد

خصوصیات جامع ترمذی

کتب احادیث میں جامع ترمذی کو خصوصی مقام حاصل ہے اس کتاب کے نام میں چند اقوال ہیں۔

۱- جامع الترمذی ۲- سنن الترمذی۔ زیادہ مشہور جامع ترمذی ہے۔

بعض نے جامع الکبیر بھی بتلایا ہے۔ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ یہ کتاب صحیح بخاری و مسلم سے زیادہ نافع ہے کیونکہ اس سے استفادہ کرنا آسان ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں۔ میں نے یہ کتاب تصنیف کی اور حجاز اور خراسان کے اہل علم کے سامنے پیش کی۔ انہوں نے اس کو پسند کیا اور فرمایا۔ **ومن کان فی بیتہ ھذا الکتاب فکانما فی بیتہ نبی متکلم۔**

ترجمہ: جس شخص کے گھر میں یہ کتاب ہو گویا نبی بیٹھے ہوئے باتیں کررہا ہے۔

جامع ترمذی کی چند خصوصیات یہ ہیں۔

۱۔ یہ کتاب جامع بھی ہے سنن بھی۔

۲۔ اس کتاب میں احادیث اور ابواب کا تکرار نہیں۔

۳۔ امام ترمذی فقہاء رحمہم اللہ کے مذاہب کو نام لے کر بیان کرتے ہیں۔

۴۔ فقہاء کے مستدلات بیان کرتے ہیں عموماً ہر قول کے لئے علیحدہ باب قائم کرے۔

۵۔ وفی الباب کہہ کر اس میں اور احادیث کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ کافی احادیث کا حوالہ دے جاتے ہیں۔ ترمذی میں احادیث کی جو کمی تھی وہ پوری ہوجاتی ہے۔

۶۔ ہر حدیث کا درجہ بیان کرتے ہیں۔ حسن۔ صحیح۔ ضعیف۔ وغیرہ۔

۷۔ اگر حدیث لمبی ہو اس کے حصے کر لیتے ہیں۔ اور ہر ٹکڑے کو مناسب باب میں بیان فرماتے ہیں۔

۸۔ اگر راوی میں اشتباہ ہو تو اس کی وضاحت کرتے ہیں اگر کنیت بیان ہو چکی ہو تو نام۔ اگر نام بیان ہو چکا ہو تو اس کی کنیت بیان کرتے ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

۹۔ اس کتاب کی ترتیب بہت آسان ہے یعنی حدیث تلاش کرنا بہت سہل ہے۔

۱۰۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں۔ میری کتاب کی تمام احادیث پر فقہاء کرام کا عمل ہے مگر دو حدیثیں ایسی ہیں جن پر عمل نہیں۔

(ا) حدیث ابن عباس کہ حضورؐ اکرم نے مدینہ منورہ میں بغیر کسی بارش کے اور خوف کے، سفر، مرض، کے ظہر، عصر، مغرب، عشاء کو جمع فرمایا۔ مگر احناف فرماتے ہیں کاش امام ترمذیؒ زندہ ہوتے تو ہم ان کو بتادیتے کہ ہم نے ان احادیث پر عمل بھی کیا کیونکہ ہم جمع صوری کے قائل ہیں۔ ظہر کو آخر وقت میں، عصر کو شروع وقت میں پڑھ لیا جائے تو نماز ہو جائے گی۔

(ب) دوسری حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ چوتھی مرتبہ شراب پی لے اس کو قتل کر دو۔ ہم نے اس پر بھی عمل کیا۔ جو چوتھی مرتبہ شراب پی لے۔ اس کو امام سیاستاً قتل کر دے حداً قتل نہیں کر سکتا۔

۱۱۔ اہمیت فی الدرس۔ یعنی مباحث کا استیعاب کیا جاتا ہے۔ دار العلوم دیوبند اور اس ملحقہ مدارس میں فقہی مباحث زیادہ تر جامع ترمذی میں ہی بیان کئے جاتے ہیں شاید اس کی وجہ یہ بھی ہو کہ امام ترمذیؒ فقہاء رحمہم اللہ کا نام لے کر مذہب بیان کرتے ہیں۔

۱۲۔ امام ترمذی تصحیح وتحسین کی راہ اعتدال پر چلتے ہیں۔ نہ متشدد ہیں۔ نہ متساہل ہیں۔

۱۳۔ جامع ترمذی میں صحیح حسن۔ ضعیف تین قسم کی احادیث ہیں۔ ضعیف کم ہیں۔ علامہ ابن الجوزی نے ترمذی کی ۲۳ احادیث کو موضوع قرار دیا ہے مگر علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے القول الحسن فی الذب عن السنن میں ان کی غلطی ثابت کی ہے۔ علامہ سراج الدین قزوینی نے فرمایا کہ ترمذی میں تین احادیث موضوع ہیں مگر جمہور نے ان کی موافقت نہیں کی۔

۱۴۔ امام ترمذیؒ احادیث پر حکم لگانے میں امام بخاریؒ کی تحقیقات کو بڑے اہتمام سے بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں وقال محمد اور اسی طرح اسماء وکنٰی کے بیان میں بھی امام بخاریؒ کی تحقیقات کا اہتمام کرتے ہیں اور کہیں کہیں امام دارمیؒ کی تحقیق کو بھی بیان کرتے ہیں۔

۱۵۔ جو حدیث امام ترمذیؒ کے فقہی مسلک کے خلاف ہوتی ہے بعض اوقات اس کے جواب بھی دیتے ہیں بسا اوقات اپنے مذہب کی وجوہ پر ترجیح بھی بیان کرتے ہیں۔

۱۶۔ جامع ترمذی کے تراجم سہل تر ہوتے ہیں۔

۱۷۔ امام ترمذی جرح وتعدیل کے بیان میں کافی تکرار سے کام لیتے ہیں یعنی ایک بات کو بار بار بیان فرماتے ہیں۔

۱۸۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ جامع ترمذیؒ میں چودہ علوم ہیں۔

۱۹۔ صحت کے اعتبار سے جامع ترمذی کا درجہ صحیحین کے بعد ہے بلکہ ہمارے علماء دیوبند جامع ترمذی کو صحت کے اعتبار سے سنن ابی داؤد اور سنن نسائی کے بعد شمار کرتے ہیں۔

۲۰۔ محدثین کی آراء مختلفہ میں احیاناً محاکمہ بھی فرماتے ہیں۔ کہیں کہیں حدیث کا صحیح محمل بھی بیان کرتے ہیں۔

۲۱۔ مجروح راوی پر جرح کرتے ہیں اور ثقہ کی توثیق کرتے ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

حافظ خطیب الدین القسطلانی نے جامع ترمذی کی مدح میں بہت سے اشعار کہے ان میں سے کچھ اشعار یہ ہیں۔

احادیث الرسول جلاء الهموم　　وبرء المرء من الم الكلوم

رسول اللہ کی احادیث غموں سے نجات ہیں　　اور انسان کو زخموں کے درد سے شفاء دیتی ہے

فلا تبغ بها ابدا بديلاً　　واعرف بالصحيح من السقيم

پس کبھی احادیث کی جگہ ان کا بدل تلاش نہ کر　　اور صحیح احادیث کو کمزور سے جدا کر کے پہچان لینا

وان الترمذی قد تصدی　　لعلم الشرع مغن عن علوم

اور امام ترمذی نے ارادہ کیا ہے　　علم شرع کا جو تمام علوم سے مستغنی کرنیوالا ہے

غدا خضر نضيرا فی المعانی　　فاضحی روضة عطر الشموم

معانی کے اعتبار سے یہ کتاب شاداب اور بارونق ہے　　پس گویا یہ مہکتا ہوا باغ ہے

فمن جرح و تعديل حراه　　ومن علل وفقه قويم

اس کتاب میں جرح وتعدیل بھی ہے　　احادیث کے علل اور مضبوط فقہ بھی ہے

ومن اثر ومن اسماء قوم　　ومن ذكر الكنى قصد فهيم

اس میں آثار اور راویوں کے نام ہیں　　اور کنیتوں کے ذکر بھی اس میں اچھا قصد کیا گیا ہے

تعارف شروح جامع ترمذی

۱۔ قاضی ابوبکر بن عربی کی شرح اس کا نام عارضۃ الاحوذی ہے۔

۲۔ ابن سید الناس کی شرح ہے۔　۳۔ علامہ ابن رجب حنبلی کی۔　۴۔ ابن الملقن کی۔

۵۔ ابن ارسلان بلقینی کی　۶۔ حافظ عراقی کی　۷۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کی۔

۸۔ علامہ جلال الدین سیوطی کی۔ اس کا نام ہے۔ قوۃ المغتذی اور اس کی تلخیص علامہ سلیمان دتی کی ہے۔

۹۔ علامہ ابوطیب سندھی کی۔　۱۰۔ علامہ ابوالحسن سندھی کی۔

۱۱۔ الکوکب الدری حضرت گنگوہیؒ کی تقریر جس کو مولانا محمد یحییٰؒ نے قلمبند کیا اور شیخ الحدیث صاحبؒ نے حاشیہ لکھا ہے۔

۱۲۔ تحفۃ الاحوذی غیر مقلد مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری کی ہے۔

۱۳۔ العرف الشذی تقریر حضرت کشمیریؒ کی　۱۴۔ الورد والشذی تقریر حضرت شیخ الہندؒ کی

۱۵۔ معارف السنن مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی اصل تقریر حضرت کشمیریؒ کی ہے اور وضاحت حضرت بنوریؒ نے کی ہے۔ یہ بہت اچھی شرح ہے۔

عبدالقادر عفی عنہ

خادم حدیث وافتاء دار العلوم کبیر والا

besturdubooks.wordpress.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السند[1] قوله الكروخي في القاموس كروخ كصبورة بلدة بهراة قوله الازدي في القاموس ابوحي باليمن ومن اولاده الانصار كلهم قولهٗ الترياقي في القاموس الترياق بلدة بهراة قوله الغورجي في المغني بغين معجمة مضمومة وسكون واؤ وبراء وجيم منسوب ولم اظفر بمعناه قوله الجراحي المروزي المرزباني الاول منسوب الى الجد والثاني كما في المغني الى مرو بزيادة زاء مدينة من خراسان والثالث كما فيه ايضاً منسوب الى المرزبان جد محمد ولم ارانداي جدله ولعلهٗ يكون جدًا بعيدا قوله المحبوبي نسبة الى الجد قول فا[1] قربه الشيخ الخ عندي[2] انه مقولة الراوي عن الشيخ ابى الفتح اعنى عمر بن طبرز دالبغدادي والله اعلم قوله الترمذي في المغني منسوب الى ترمذ بكسرتاء وميم مدينة من جيحون. باب ماجاء لاتقبل صلٰوة بغير طهور. عن ابن عمر عن النبي صلے الله عليه وسلم قال لاتقبل صلٰوة بغير طهور ولاصدقة من غلول قال هناد في حديثه الابطهور.

طہور سے مراد مطلق طہور ہے خواہ وہ پانی سے حاصل ہو یا تیمم سے حاصل ہو۔ پھر خواہ وضو ہو یا غسل ہو کیونکہ حدث کی بھی دو قسمیں ہیں ایک حدث اکبر دوسری حدث اصغر۔ حدث اکبر کے واسطے طہور اکبر چاہئے اور حدث اصغر کے واسطے طہور اصغر چاہئے۔ پس مراد عام طہور سے جیسا کہ حدث عام ہے اور نماز کے لئے ہر حدث سے طہارت لازم ہے اور غلول کے معنی ہیں غنیمت کے مال میں خیانت کرنا یعنی جو شخص کہ غنیمت کے مال میں خیانت کر کے صدقہ دے گا۔ وہ اللہ کے

1 وقائل اخبرنا في اول السند الشيخ عمر بن طبرز دالبغدادي تلميذ عبدالملك بن ابي القاسم كذا في شرح ابي الطيب ۱۲ جامع

2 هذا اجمال بعد التفصيل والفاء للعطف فقط عندي وهواجازة بالتحديث ۱۲ جامع

ب اى لا تصح فان الاجماع منعقد على ان الصلوٰة لا تصح الا انه تامل والحديث با للفظ الاول رواه مسلم وابن ماجه ايضا وسنده صحيح كما في الجامع الصغير ۱۲ جامع.

1 امام ترمذیؒ نے کتاب کے شروع میں الحمدللہ کو ذکر نہیں کیا حالانکہ احادیث شریفہ میں اس کا حکم آیا ہے اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ حدیث کا مقصود یہ ہے کہ ذکر اللہ سے ابتداء کرنا چاہئے تسمیہ سے ابتداء کرنے سے ذکر اللہ سے ابتداء ہوگئی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مصنف علیہ الرحمۃ نے الحمدللہ زبان سے پڑھ لی ہوگی حدیث میں لکھنے کا امر نہیں ہے۔ 2 بعض محققین نے اس کو ترجیح دی ہے کہ اس جملے کے قائل ابومحمد عبدالجبار ہیں اور الشیخ الثقۃ الامین کا مصداق شیخ ابوالعباس محبوبی ہیں وجہ ترجیح ایک تو یہ ہے کہ الثقۃ الامین کے الفاظ شیخ ابوالعباس کے نام کے بعد آتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صفت انہی کی ہے کہ وہ اقرب ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض محدثین رحمہم اللہ نے الفاظ کو اس طرح ضبط کیا ہے "انا الشیخ الثقۃ الامین ابوالعباس" ان الفاظ سے تصریح ہو جاتی ہے کہ یہ الفاظ ابوالعباس کی صفت ہیں۔ عبدالقادر

besturdubooks.wordpress.com

نزدیک قبول[1] نہیں ہوگا۔ یا یہ کہا جائے کہ غلول سے مراد عام ہے یعنی جو صدقہ حرام سے کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ قبول نہ ہوگا اگر کوئی کہے کہ اس جزو کا حدیث باب سے کیا تعلق ہے بظاہر تناسب معلوم نہیں ہوتا۔ سو جواب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہر قسم کے آدمی حاضر ہوتے تھے۔ ممکن ہے کہ اس وقت دو سائل ہوں جن میں سے ایک نے تو سوال کیا ہو طہور سے اور دوسرے نے سوال کیا صدقہ سے پس اس واسطے آپ نے دو جزو ارشاد فرمائے اور ایک جزو کا نقل کرنا اس موقعہ پر اور دوسرے جزو کا جدا بیان کرنا محدثین نے بے ادبی سمجھا۔ پس دونوں جزو کو ایک ہی جگہ بیان کر دیا۔ اس میں کمال ادب محدثین کا ثابت ہوتا ہے۔

پھر علماء میں باہم اسباب میں گفتگو ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں باہم ربط ہوتا تھا یا نہیں۔ سو اکثر احوال میں تو ربط نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ آپ کی مجلس شریف میں مختلف قسم کے آدمی ہوتے تھے۔ پس آپ ہر شخص سے اس کے مناسب ارشاد فرماتے تھے یہ وجہ ہے ربط نہ ہونے کی۔ اور وجہ یہ بھی کہ آپ امت کے معالج تھے ہر قسم کے امراض کا علاج فرماتے تھے اور کبھی ایسا ہوا کہ آپ کے کلام میں ربط ہوا تو یہاں پر بھی ربط ہو سکتا ہے چونکہ کلام اللہ میں اللہ تعالیٰ نے جہاں پر اقیموا الصلوٰۃ ارشاد فرمایا ہے تو اسی جگہ اتوا الزکوٰۃ بھی ارشاد فرمایا ہے پس جو مناسبت قرآن میں ہے اسی مناسبت سے آپ نے بھی دونوں حکموں کو یکجا ارشاد فرما دیا۔ **قولہ الا بطھور** اس جزو میں دو احتمال ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ راوی نے روایت بالمعنی کر دی ہو یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو بغیر طہور مروی ہو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سنا ہو۔ مگر پیچھے کے راوی نے الا بطھور روایت کیا اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں قول ارشد فرمائے ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو لفظ فرمانے کی یہ وجہ[2] ہے کہ آپ کی خدمت میں کثرت سے لوگ حاضر ہوتے تھے آپ نے ایک طرف منہ کر کے بلفظ بغیر طہور ارشاد فرما دیا اور دوسری طرف لفظ "الا بطھور" کے ساتھ کلام فرمایا۔ تا کہ لوگ خوب سمجھ لیں۔ پس مقصود تاکید ہے اور یہ بات ہمارے محاورات میں جاری ہے کہ جب بہت سے لوگ ہوتے ہیں تو بعض لوگوں سے کسی لفظ سے اور بعض سے دوسرے لفظ سے خطاب کیا جاتا ہے۔

باب ماجاء فی فضل الطھور

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ[3] قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توضأ العبد الخ قولہ کل خطیئۃ مراد ازاں صغیرہ است قول الصنابحی الذی الخ فی شرح ابی الطیب منسوب الی صنابح بن زاہر بطن من مراد و مقصود ترمذی جرح است در حدیثے کہ از صنابحی مروی گشتہ تقریرش آنکہ صنابحی......

دو کس است یکے صحابی کہ صنابح بن الاعسر ست لیکن او راوی ایں حدیث نیست انما حدیثہ قال سمعت النبی صلی اللہ

---

(۱) ای لا یثاب علیہ مطلقاً لانہ مال الآخرین واخذہ حرام فلا یثاب بتصدقہ بل یخشی علیہ الکفر اذا رجالوابہ لنفسہ کما یرجوہ بتصدق مالہ ۱۲ جامع. وعنوان العبادۃ اما بدنیۃ اومالیۃ والمرکبۃ منہما تؤل الیہما فناسب ذکرہما فی موضع اشعاراً بان المقبول الکامل عنداللہ عزوجل من صرف المال والجسم فی طاعتہ ولایتحل عنہ تعالیٰ بشئ وحب الانسان مقصورا ایضا فی الاموال والاجسام واما غیرہما فتابعۃ لہما وھذا عندی واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ جامع (۲) یحتمل انہ صلی اللہ علیہ وسلم قالہ فی جلسات تنقل کما سمع ۱۲ جامع (۳) قال الترمذی فیہ حدیث حسن صحیح قلت فی معناہ اقوال و اقواہا عندی ان الحدیث حسن علیٰ مذہب البعض وصحیح علی مذہب الآخرین فان الشرائط مختلفۃ عند القوم ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

علیہ وسلم الی مکاثر الحدیث و درتقریب آوردہ صنابح صحابی و من قال فیہ الصنابحی فقد وہم و دیگر تابعی کہ ازو ایں حدیث فضل وضو مروی گشتہ لیکن چوں مرسل ست کہ حکمش(۱) توقف ست نزد جمہور علماء لہٰذا مجروح ست البتہ ظاہر ضیع ابن ماجہ چنانچہ در شرح ابی الطیب ست آنست کہ ایں صنابحی ثالث آنست کہ عبداللہ نام دارد و غیر ابی عبداللہ لیکن ابن عبدالبر بودن او لا ابو عبداللہ و تابعی ترجیح دادہ اھ واللہ اعلم۔

قولهٗ الاحمسي: منسوب الى احمس في القاموس آلقب قريش وكنانة وجديلة ومن تابعهم في الجاهلية لتحمسهم في دينهم اولا لتجانهم بالحمساءِ وهي الكعبة لان جعرها ابيض الى السواد. قوله كل خطيئة نظر اليها یعنی ہر وہ خطا اور گناہ جس کی طرف دیکھا ہو یعنی اس کے محل کی طرف دیکھا اسی طرح کل خطیئۃ بطشتہا یداہ میں بھی محل گناہ مراد ہے۔

باب ماجاء مفتاح الصلوٰة الطهور

عن علي رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال مفتاح الصلوٰة الطهور و تحريمها التكبير وتحليلها التسليم.

قولہ۔ تحریمها التکبیر یعنی آنکہ بعضے آنچہ قبل نماز حلال بود از اکل و شرب و نحوہما بایں تکبیر حرام شدہ کذا معنی قول تحلیلها التسلیم و اگر نیک دیدہ شود مفہومش حسب قواعد حنفیہ آنست کہ باعتبار اصل وضع صلوٰۃ تحلیلش تسلیم و تحریمش تکبیر ست و نفس کفایت طریق دیگر در تحلیل و تحریم منافی آں نیست ہرگاہ کہ دلیلے شرعی برآں قائم باشد و آں دلیل حدیث اعرابی ست ذکرہ الترمذی ایضاً کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دے را تمام نماز تعلیم فرمودہ و ذکر سلام و تکبیر دراں نکردہ اگر فرض بودے البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذکر آں فرمودے و حدیث ابن مسعود ست۔ ذکرہ الترمذی ایضاً کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او را تشہد تعلیم فرمودہ ارشاد نمود اذا فرغت من ہذا فقد قضیت ما علیک و نیز حدیث تحلیل و تحریم خبر واحد ست و فرضیت بدلیل ظنی ثابت نمی شود و نیز در جملہ دیگر احتمال تقدیم خبر موجود ست پس مدلول آں تاثیر تکبیر و تسلیم باشد در تحریم و تحلیل نہ توقف تحریم و تحلیل بر تکبیر و تسلیم(۲) فافہم۔

(۱) قال ابوداؤد اما المراسيل فقد ان يحتج بها العلماء فيما مضى مثل سفيان الثوري ومالك والاوزاعي حتى جاء الشافعي فتكلم فيه و تابعه على ذالك احمد بن حنبل وغيره فاذا لم يكن مسند وغير المراسيل ولم يوجد المسند فالمرسل يحتج به وليس هو مثل المتصل في القوة ۱۲ جامع

۱؎ بعض محققین نے اسکو ترجیح دی ہے کہ اس حدیث کے راوی عبداللہ صنابحی ہیں اور یہ صحابی ہیں اسکی تائید طبقات ابن سعد کی حدیث سے ہوتی ہے اور وہ یہ ہے عن عطاء بن یسار قال سمعت عبداللہ الصنابحی یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشمس تطلع بین قرنی الشیطان الحدیث اس حدیث سے عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ کا سماع حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتا ہے۔ معارف السنن ۲؎ قولہ لتجانہم بالحمساء احمساء لقب ہے کعبۃ اللہ کا یہ ماخوذ ہے حمس سے جس کے معنی شدت اور مضبوطی کے ہیں اور کعبۃ اللہ کے پتھر نہایت مضبوط ہیں۔ (عبدالقادر) ۳؎ حاصل یہ ہے کہ اس حدیث وتحریمها التکبیر تحلیلها التسلیم) سے بعض ائمہ نے فرضیت تکبیر اور سلام پر استدلال کیا ہے حضرتؒ نے اس کے تین جواب ذکر کئے ہیں (۱) اس حدیث میں اصل قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ نماز کی ابتداء تکبیر سے اور انتہا سلام سے ہونا چاہئے اور اس سے کسی کو انکار نہیں لیکن اگر کسی نے ان الفاظ کی جگہ اور الفاظ استعمال کئے۔ سو اگرچہ اس نے قاعدہ کے خلاف کیا لیکن کیا اس کی نماز ہوگی یا نہ؟ لیکن اس بارہ میں یہ حدیث ساکت ہے اور اعرابی مسیئ الصلوٰۃ (اخرجہ الترمذی فی باب ماجاء فی وصف الصلوٰۃ) اور حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ناطق ہے (اخرجہ احمد فی مسندہ کذا فی بذل المجہود) اور ناطق کو ترجیح ظاہر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز ہو جائے گی (۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے بوجہ خبر واحد ہونے کے فرضیت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ وہ قطعی دلیل سے ثابت ہوتی ہے ہاں وجوب ثابت ہوتا ہے اس کا ہمیں انکار نہیں (۳) ان دونوں جملوں میں خبر مقدم ہے اصل ترکیب کے اعتبار سے عبارت یوں ہوگی التکبیر تحریمها والتسلیم تحلیلها اس عبارت سے حصر ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ تکبیر سے تحریم اور تسلیم سے تحلیل ہو جاتی ہے اس کا یہ مدلول نہیں ہے کہ تحریم تکبیر کے بغیر اور تحلیل تسلیم کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

besturdubooks.wordpress.com

باب مایقول اذا دخل الخلاء

عن انس بن مالک قال کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا دخل الخلاء قال اللّٰھمّ انی اعوذبک الخ.

قولہٗ الخبث والخبائث الاول جمع خبیث والثانی جمع خبیثةٍ یرید ذکور الشیاطین واناثھم.

قولہ: اضطراب ھوان یروی بعضھم علیٰ وجہ وبعضھم علیٰ آخرثم بینہ بقولہ روی الخ

وچوں عبارت مجمل ست آنرا شرح میکنم اینجا چند اختلاف ست یکے سعید وہشام را باشعبہ ومعمر کہ اولیں بواسطہ قتادہ از زید بن ارقم روایت میکنند وآخریں بواسطہ از نضر بن انس ودوم سعید را باہشام کہ سعید درمیان قتادہ وزید بن ارقم قاسم را زیادت میکند وہشام کسے را زیادت نمیکند وسوم شعبہ را با معمر کہ شعبہ بعد نضر عن زید بن ارقم میگوید ومعمر بعد نضر عن ابیہ انس میگوید و درمرقات الصعود از بیہقی روایت معمر را وہم گفتہ وقول محمد بن اسمٰعیل برائے رفع اختلاف اول ست پس ضمیر عنہما راجع بسوئے زید بن ارقم ونضر[1] ست پس قول ترمذی وقال سعید عن القاسم معنی آں عن قتادہ عن القاسم الخ ست وقال سعید مع مابعد خود یعنی وقال ہشام تفصیل عبارت سابقہ ست اعنی بہا روی ہشام الدستوائی وسعید بن ابی عروبۃ عن قتادہ ومقابل ایں عبارت ست و عبارت رواہ شعبۃ ومعمر عن قتادۃ عن النضر بن انس وتفصیل ایں عبارت درعبارت مابعد ست یعنی قال شعبۃ ومعنی قول او عن زید بن ارقم ایں ست کہ عن النضر بن انس عن زید بن ارقم ومعنی قول او قال عن النضر ایں است کہ عن قتادہ عن النضر ہٰکذا فہمت من شرح الترمذی السراج والی الطیب والفیصل ہذہ العبارۃ فی تصویرہ۔

زید بن ارقم	زید بن ارقم	زید	انس
قاسم	قتادہ	نضر	نضر
قتادہ	ہشام	قتادہ	قتادہ
سعید		شعبہ	معمر

باب ما یقول اذا خرج من الخلاء

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج من الخلاء قال غفرانک

قولہ ھذا حدیث غریبٌ حسن ثم بین الغریب بقولہ لانعرفہ الخ واما الحسن فالمرادبہ ماھوا المشھور عند اھل الفن وھو ماقصر عن درجة الصحیح ولایشکل بقول الترمذی فی العلل من اعتبار تعد دالطرق فی الحسن فانہٗ لیس شرطا فی مطلق معنی

---

[1] بعض شارحین کی رائے یہ ہے کہ امام ترمذی کے شیخ امام بخاری کے کلام "ویحتمل ان یکون قتادہ روی عنھما جمیعا" میں عنہما کی ضمیر کا مرجع قاسم اور نضر ہیں۔علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں اسی طرح فرمایا ہے (معارف السنن) (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

الحسن بل فيما حكم بكونه حسنا من غير صفة اخرى كما هو اصطلاحه[1]

اور لفظ غفرانک[2] کے اختیار کرنے کی یہ وجہ ہے کہ جو چیز ظاہر میں ہوتی ہے اس کی مثل ایک باطن میں بھی ہوتی ہے جب یہ سمجھ میں آ گیا تو اب جاننا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ نجاست ظاہری بدن سے دور فرمائی تو آپ نے باطنی نجاست کے دور کرنے کی بھی دعا تعلیم فرمائی جو بدن کے اندر ہے یعنی نجاست قلبیہ۔ تا کہ متطہرین ظاہری و باطنی طہارت سے مشرف ہوں۔ یا اپنی شان[3] کے مناسب خود بھی اس کی استدعا فرمائی۔

باب في النهي عن استقبال القبلة بغائط اوبول

عن ابی ایوب[4] الانصاری قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اتيتم الغائط فلاتستقبلوا القبلة بغائط ولابول ولا تستدبروها ولكن شرقوا او غربوا.

بعض لوگوں نے اس حدیث میں تخصیص کی ہے کہ یہ حکم میدان اور جنگل میں ہے اور اگلی حدیث جو کہ مروی ہے حضرت ابن عمرؓ سے وہ حدیث ان کی دلیل ہے اور امام صاحب[5] فرماتے ہیں کہ حدیث اپنے اطلاق پر باقی رہے گی کیونکہ حدیث میں تخصیص تو ہے نہیں لہذا بحکم المطلق یجری علی اطلاقہ۔ اطلاق ہی پر محمول ہوگی اور اس حدیث کا امام صاحب یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث[6] منسوخ ہے۔ اور امام احمد کے نزدیک استدبار قبلہ میں تو اجازت ہے اور استقبال میں نہیں ہے۔

قال الجامع. واجاب صاحب الملفوظ عن حديث ابن عمر في احياء السنن يحتمل ان يكون لعذر اوكان قعد صلى الله عليه وسلم منحرفا عن القبلة ولم يره ابن عمر حق الرؤيته في تلك الحالة فقال ماقال والرؤية الكاملة لاتحصل في مثل تلك الحالة اه وفيه ايضا ان النهي للكراهة التحريمية[7] اه

---

[1] فی اشعۃ اللمعات حدیث صحیح است کہ بنقل عدل تام متصل السند الی المنتہی ثابت شدہ باشد اگر ایں صفات بروجہ کمال وتمام پیدا است آنرا صحیح لذاتہ خوانند اگر نوعی از قصور ونقصان بداں راہ دارد وکثرت طرق جبرآں نقصان کردہ صحیح لغیرہ گویند اھ

[2] یعنی غفرانک استغفار کا صیغہ ہے حالانکہ بیت الخلاء میں جانا گناہ نہیں پھر استغفار کی تعلیم کیوں دی گئی ہے اس کا جواب دیا جا رہا ہے ایک جواب یہ بھی ہے کہ پیشاب پاخانہ سے فراغت حق تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اس نعمت کے شکر ادا کرنے میں کوتاہی کا احتمال تھا اس لئے اس کوتاہی پر استغفار تلقین فرمایا۔ (عبدالقادر)

[3] ولا يشكل عليك كونه معصوما و مطهرا وان هو الا مثل قوله صلى الله عليه وسلم اللهم اغفرلي ذنبي الحديث ونحوه وفائده رفع الدرجات واختيار هذه الصيغة للتواضع والاظهار بالمقصود في اداء حق الله تعالى فان احمدالايمكن له اداء حقه تعالى. جامع.

[4] والحديث نقله في المنتقى لابن تيميه وقال متفق عليه وليس فيه بغائط ولابول. ١٢ جامع

[5] ويؤيده ماقال ابو ايوب فقدمنا الشام الخ كما في الترمذى ايضاً في هذا الباب ١٢ جامع.

[6] فان الاحتياط فيه قال ابن مسعود ما اجتمع الحلال والحرام الاغلب الحرام كما في حاشية الهدايه عن الزيلعي. جامع ١٢

[7] قوله في الباب كنف بالضم جمع كنيف بمعنى جائے خلاء من القاموس والمنتخب ايضاً في جمع الفيفاء بمعنى صحراء كشاده كما في الصراح. جامع ١٢

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء من الرخصة في ذالک

قولهٗ عن جابر قال نهى النبى صلى الله عليه وسلم ان نستقبل القبلة الخ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستقبل قبلہ ہو کر پیشاب کیا سو جواب مجوزین کے نزدیک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواز فعل کے لئے ایسا عمل کیا کیونکہ نبی کی یہی شان ہوتی ہے کہ تمام افعال جائزہ کو خود کر کے دکھلا دے اگر کوئی عارض مانع نہ ہو۔ تا کہ لوگوں پر زیادہ اثر ہو کیونکہ قول سے زیادہ فعل کی تاثیر ہوتی ہے خواہ وہ افعال جائز ہوں یا سنن یا مستحب اور باقی تفصیل پچھلی حدیث میں گزر چکی[1] ہے۔

عن ابن عمر قال رقيت يوماً الخ بعض لوگوں نے اس حدیث کو مستدل بہ اور ناسخ قرار دیا ہے اور اس سے پہلی حدیث میں جو نہی ہے اس کو منسوخ کہا ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے یا ہو سکتا ہے کہ آپ منحرف ہوں انہوں نے اچھی طرح آپ کو نہ دیکھا ہو۔

اب یہاں ایک قاعدہ معلوم کرنا چاہئے کہ اگر دو حدیثوں میں کہیں تعارض ہو جائے اور یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ ایک ان دونوں میں سے ناسخ اور دوسری منسوخ ہے خواہ اول ناسخ ہو اور دوسری منسوخ یا برعکس ہو تو اس صورت میں ایک کو منسوخ کہیں گے اور اس میں کچھ قباحت نہیں اور اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہو اور ناسخ و منسوخ کا حال معلوم نہ ہو تو اس میں ایک جانب کے حرام ہونے کا قطعی حکم نہ کرنا چاہئے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ شارع کی رائے میں خدا جانے کیا مطلب ہے جس نے اس حکم کو حرام سمجھا ہے۔ شاید شارع کا مقصود اس کے خلاف ہو۔ اسی وجہ سے سلف نے بہت وسعت کو اختیار کیا ہے اور بعض متاخرین نے بہت تشدد کیا ہے۔ ایک جانب کے قطعاً حرام ہونے کا حکم کر دیا ہے۔ ایسے ہی بعض متعصبین کا طریقہ ہے کہ جس جگہ پر دو حدیثوں میں تعارض ہوا اور ایک حدیث پر خود عمل کر رہے ہیں تو دوسری حدیث میں کچھ نہ کچھ قباحت گھڑ کر نکال دی۔ تا کہ ہمارے مذہب کا ثبوت قوی ہو جائے اس کا باعث فقط تعصب ہے۔ یہ لوگ یہ خیال نہیں کرتے کہ یہ بات کہاں تک پہنچتی ہے ان کی اس کارروائی سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ میں بھی بدمذہبی تھی۔ معاذ اللہ!

پھر آگے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ حضرات سلف کا یہ طریقہ تھا کہ جب دو حدیثوں میں تعارض ہوا۔ اور ان میں سے کسی ایک کا منسوخ ہونا معلوم نہ ہوا۔ تو بلا تعصب شہادت قلب سے جس حدیث کو راجح پایا، اس پر عمل کر لیا۔ اور دوسرے کو بھی اس عنوان سے حکم بتلا دیا کہ ہماری سمجھ میں ایسا آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ متقدمین نے احادیث کے معنی کو سمجھنے کا قصد کیا ہے اور بعض متاخرین نے ظاہری لفظوں سے تمسک کر کے اور اس سے گنجائش نکال کر اس کا اتباع کیا ہے ہمیشہ لفظ کا جواب لفظ سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر دیتے رہے یہ اثر ہے ان کے تعصب کا۔

---

[1] وقول الترمذى بعد هذا الحديث وابن لهيعة ضعيف فاعلم انه مختلف فيه وليس ضعيفا مطلقا فقد صحح الامام احمد حديثه كما فى عمدة القارى وقال الحافظ ابن حجر الهيثمى ثقة مدلس وفصل ما يتعلق به فى احياء السنن. واذا اقام ثقة سندا واحتج به او وثق راويا ثم اختلف فيه لايضر بالاحتجاج عند جماعة من المحدثين وفصل ذلك فى مقدمة احياء السنن. جامع ۱۲

besturdubooks.wordpress.com

اب جاننا چاہئے کہ ہر شخص اپنے قلب سے شہادت نہیں طلب کرسکتا ہے ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے نور بصیرت مرحمت فرمایا تھا جس کو اصطلاح صوفیہ میں کشف اور حکماء کی اصطلاح میں عقل قدسی سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کی معرفت بہت دشوار ہے فکن علی حذر منه ولا تقس الناقص علی الکامل۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حدیث میں نہ تعارض ہے اور نہ معنی میں اغلاق ہے مگر پھر بھی ظاہری مدلول کے خلاف یوں فرماتے ہیں کہ ہماری سمجھ میں اس حدیث کے یہ معنی آتے ہیں جو ظاہر میں مستبعد معلوم ہوتے ہیں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو نور معرفت اور کشف بصیرت عنایت فرمایا تھا جہاں حدیث سنی فوراً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصود پر ذوقاً مطلع ہوگئے مثلاً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت وفات صاحب زادیؓ کے فرمایا تھا کہ ان کو تین یا پانچ یا سات بار غسل دو تو امام مالکؒ نے حدیث سنتے ہی فرمایا کہ مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حصول تطہیر ہے خواہ وہ تین بار میں حاصل ہو جائے۔ یا پانچ بار میں یا سات بار میں اور وہ اس مطلب پر کشف بصیرت سے مطلع ہوگئے۔

ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر لوگوں نے بہت سے اعتراض کئے ہیں کہ امام صاحب نے حدیث کو نہیں سمجھا۔ سو اصل یہ ہے کہ امام صاحب نے حقائق و معانی احادیث کو خوب سمجھا ہے اور الفاظ ظاہری معنی پر دلالت کرتے ہیں ان الفاظ کا مغز اور مقصود اصلی تو تامل و تدبر سے ہی معلوم ہوتا ہے۔ پس ظاہر پرست لوگوں نے ظاہری معنی خلاف مقصود کو دیکھ کر اعتراضات کرنا شروع کئے۔ اور اگر بصیرت اور تامل سے ان کی رسائی اس درجہ تک ہو جاتی جہاں تک کہ امام صاحب کی نظر دقیق پہنچی تو وہ مقصود اور مطلوب بالکل واضح اور ظاہر حدیث کے مطابق نظر آتا۔

اس کی مثال میں عرض کرتا ہوں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم[1] کی خدمت میں حضرت جبرئیل حاضر ہوئے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ آپ بنی قریظہ پر چڑھائی کیجئے اور میں جاتا ہوں اور جا کر ان کے دلوں میں رعب ڈالتا ہوں۔ پھر ان کے جانے کے بعد آپ نے حکم فرمایا۔ صحابہؓ کو۔ کہ سب لوگ عصر کی نماز بنی قریظہ میں جا کر پڑھیں۔ سو صحابہ کرام روانہ ہوگئے لیکن راہ میں نماز کا وقت آ گیا تو باہم اختلاف ہونے لگا کہ آیا نماز راستہ میں پڑھیں یا بنی قریظہ میں جا کر پڑھیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ بعض نے تو راہ میں نماز پڑھ لی اور بعض نے وہاں جا کر پڑھی اور جناب رسول مقبولؐ نے کسی کو بھی کچھ نہ کہا۔

اب یہاں غور کرنا چاہئے کہ امام صاحب ان حضرات کے مشابہ ہیں جنہوں نے حدیث بنی قریظہ کے مقصود معنے سمجھے ہیں اور بعضے مجتہدین ان کے مشابہ ہیں جنہوں نے یہ سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ بنی قریظہ میں جا کر نماز پڑھو۔ اس لئے ان صحابہ نے وہاں جا کر نماز پڑھی اور اس ظاہری طریق مامور بہا سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کی اور امام صاحب کی شان کے صحابہ نے یہ سمجھا کہ آپ کے اس فرمانے سے جلدی جلدی چلنا مقصود تھا۔ یعنی اس قدر تیز روی اختیار کریں کہ نماز وہاں جا کر پڑھ لیں[2]۔ اور ہمارے محاورے میں بھی ایسے الفاظ ایسے موقعوں پر مستعمل ہوتے ہیں لیکن اگر دونوں حضرات سے اس تعیین مقصود پر دلیل طلب کی جاوے تو کیا بیان کرسکتے ہیں ہرگز نہیں بیان کرسکتے کیونکہ یہ امر ذوقی اور ثمرہ بصیرت ہے۔

---

[1] یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے۔ (عبدالقادر عفی عنہ) [2] فانه لا وجه لتخصيص الصلوة في ذالك الموضع من حيث انها صلوة فالامر متوجه لعله خارجة عنها وهو التعجيل بالسير فتامل. ۱۲ جامع.

besturdubooks.wordpress.com

اسی طرح فقہاء مفسرین، محدثین سب کے لئے ایک خاص نور ہے جس کے ذریعہ سے اپنے کار منصبی کو انجام دیتے ہیں حق تعالیٰ کی خاص عنایت ان کے حال پر متوجہ ہوئی ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اس زمانہ میں جو اختلافات واقع ہو رہے ہیں وہ تین قسم کے ہیں ایک تو اولیٰ اور غیر اولیٰ میں۔ دوسرے واجب اور غیر واجب اور تیسرے حرام اور غیر حرام۔ سو اول میں تو پڑنا فضول ہے مثلاً امام صاحب کہتے ہیں آمین بالجہر نہ چاہئے اور دوسرے لوگ آمین بالجہر کرتے ہیں تو اس میں تو کوئی مہتم بالشان اختلاف نہیں اور باقی قسموں میں بھی انصاف اور نرمی سے کام لینا چاہئے۔

باب ماجاء من الرخصة في ذالك

ای فی البول قائماً ۱۲ جامع

عن حذيفة رضي الله تعالیٰ عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اتی سباطة الخ

پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔ اور اسے معلوم ہوا کہ آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا سو ممکن ہے کہ یہ حدیث حضرت عائشہ کو نہ پہنچی ہو۔ اور وہ نفی اپنے علم کے اعتبار سے کرتی ہوں اور اس جگہ جو آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اس کی وجہ لوگوں نے یہ بیان کی ہے کہ آپ کے پیٹھ میں درد تھا۔ اس وجہ سے آپ بیٹھ نہ سکے اور کھڑے ہو کر فراغت حاصل کی۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اس مقام میں بیٹھنے کا موقع نہ تھا۔[۱]

اور میری رائے میں یہ آتا ہے کہ آپ نے بیان جواز مقابل تحریم شامل للکراہت کے واسطے ایسا کیا تھا اور نبی کی یہی شان ہوتی ہے کہ افعال کو خود کر کے دکھلا دے۔[۲]

باب في الاستتار عند الحاجة

قولهٗ كان ابی حميدا فورثه مسروق قلت في شرح ابی الطيب هو الذی يحمل من بلاده صغيراً الیٰ بلاد الاسلام وقيل هو المجهول النسب بان يقول انسان هذا اخی او ابنی كذافي النهاية. قول فورثه مسروق من باب التفعيل يعني جعل مسروق ای ولا يعرف ۱۲ منه ابا اعمش وهو مهران وارثا. اما بطريق مولی الموالات اوبطريق حمل النسب عليه لان مهران كان مجهول النسب ولا يصح من المجرد لانه يلزم ح ان يكون مسروق وارثا و كيف يصح مع وجود اعمش بن مهران وفي شرح السراج پس وارث گردانيد اورا مسروق از اقربای وے كه در حضورا و مرده بودند پس گويا كه اور احكم حريت

---

[۱] یہ ایک جواب ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عادت بیان فرما رہی ہیں اور حضرت حذیفہؓ کی حدیث میں عادت کا ذکر نہیں۔ بلکہ جزئی واقعہ ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھر کے اندر کی بات فرما رہی ہیں۔ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث گھر کے باہر سے متعلق ہے۔ [۲] روی الحاكم والبيهقی من حديث ابی هريرة قال انما بال رسول الله صلى الله عليه وسلم قائما لجرح كان في مأبضه والمابض بهمزة ساكنة بعده موحدة ثم معجمة باطن الركبة فكانه لم يتمكن لاجله من القعود ولو صح هذا الحديث لكان فيه غنی عن جميع ماتقدم لكن ضعفه الدارقطني والبيهقي والاظهر انه فعل ذالك لبيان الجواز و كان اكثر احواله البول عن قعود. والله اعلم كذا في فتح الباری.

besturdubooks.wordpress.com

داد اھ والمسئلة مختلفة فيها ففي مؤطا الامام محمد عن سعيد بن المسيب قال ابی عمر بن الخطاب ان يورث احدا من الاعاجم الا ماولد في الكرب[1] قال محمد وبهذا ناخذ لا يورث الحميل يسبي وتسبى معه امرأة فتقول هو ولدی اوتقول هو اخي اويقول هي اختي ولا نسب من الانساب يورث الا ببينة الا الوالد والولد فانه اذا ادعى الوالدانه ابنه وصدقه فهو ابنه ولا يحتاج في هذا الٰى بينة الا ان يكون الولد عبدا فيكذبه مولاه بذلک فلا يكون ابن الاب مادام عبدا حتى يصدقه المولى والمرأة اذا ادعت الولد وشهدت امرأة حرة مسلمة على انها ولدته وهو يصد قها وهو حرفهوا بنها وهو قول ابی حنيفة والعامة من فقهائنا رحمهم الله اه وقول الترمذی لان سماعه منه بآخرة قلت معناه ان سماع زهير عن ابی اسحٰق في اخر عمر ابی اسحٰق وآخرة علی وزن فاعله.

(باب كراهية مايستنجی)

عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تستنجوا الخ

قلت في قوت المغتذی للامام السيوطي روی الطبراني وابو نعيم في الدلائل عن ابن مسعود قال بينما نحن عند رسول الله صلى الله عليه وسلم بمكة فذكر قصة الجن الٰی ان قال قلت من هؤُلاءِ يا رسول الله! قال هولآء جن نصيبين جاؤنی يختصمون في امور كانت بينهم وقد سالونی الزاد فرودتهم فقلت مازدو تهم قال الرجعة وما وجدوه من روث وجدوه تمرا وما وجدوه من عظم وجدوها كاسيا وعند ذالک نهی رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يستطاب بالروث والعظم اه و قوله الآتي عنقريب المذهب في قوت المغتذی في النهايه هو الموضع الذی يتغوط فيه وهو مفعل من الذهاب.

واضح ہو کہ یہ مضمون باب الاستتار سے یہاں تک جامع نے ضروری سمجھ کر بڑھادیا ہے حضرت کی تقریر وتحریر میں قلم بند نہ تھا۔

باب ماجاء في كراهية البول في المغتسل

عن عبدالله بن مغفل ان النبي صلى الله عليه وسلم نهی ان يبول الخ

---

[1] فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ یہ تھا کہ جو شخص حمیل ہو یعنی اس کو بلاد عجم سے منتقل کر کے بلاد عرب لایا جائے یا اس پر کوئی شخص بغیر بینہ کے نسب کا دعویٰ کرے مثلاً عورت کہے کہ یہ میرا بیٹا ہے تو اس کا نسب ثابت نہ ہوگا اور نہ وہ وارث ہوگا۔ امام ابوحنیفہؒ کا عمل حضرت عمرؓ کے فیصلہ پر ہے لیکن مسروقؒ کا فیصلہ کہ انہوں نے اعمش کے باپ مہران کو وارث بنایا حالانکہ وہ حمیل تھے بظاہر حضرت عمرؓ کے فیصلہ کے خلاف ہے اس لئے حضرت مسروقؒ کے اس فیصلہ میں چند توجیہات کا احتمال ہے اول یہ کہ انہوں نے بینہ کی بنیاد پر فیصلہ کیا ہو اس وقت بینہ یعنی گواہ میسر ہو گئے۔ دوم یہ کہ مہران سے اقرب کوئی اور شخص موجود نہ ہوگا۔ ان دو توجیہوں کے مطابق ان کا فیصلہ حضرت عمرؓ اور علماء احناف کے خلاف نہیں۔ سوم یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مسروقؒ کا اپنا اجتہاد ہو اور ظاہر ہے کہ ان کے اجتہاد سے حضرت عمرؓ کا فیصلہ مقدم ہے۔ حاشیہ کوکب۔ واللہ اعلم۔ عبدالقادر عفی عنہ ۱۲

بعض لوگوں نے تو یہ کہا ہے کہ یہ نہی اس غسل خانہ میں ہے جس میں کہ پانی جمع ہو جاتا ہو اس لئے جب کہ اس میں پیشاب کرے گا اور پھر غسل کرے گا تو ضرور ہے کہ چھینٹیں اس پر پڑیں گی۔ مگر میرے نزدیک یہ بہتر ہے کہ اگر جمع بھی نہ ہوتا ہو جب بھی اس غسل خانہ میں پیشاب نہ کرے۔

(في قوت المغتذى قال في النهايه المستحم الموضع الذى يغتسل فيه بالحميم وهو في الاصل الماء الحارثم قيل الاغتسال بايّ ماء كان استحمام. اشعث بن عبدالله ويقال له اشعث الا عمٰى قال عبد الغني هو اشعث بن جابر واشعث بن عبدالله واشعث الاعمٰى واشعث الحملي وقال الذهبي في الميزان وثقه النسائي وغيره واورده العقيلي في الضعفاء وقال في حديثه وهم واورد له هذا الحديث قال الذهبي قال العقيلي في حديثه وهم ليس بمسلم قال وانا اتعجب كيف لم يخرج له البخاري[1] و مسلم ۱۲ جامع)

باب المضمضة والاستنشاق من كف واحد

عن عبدالله بن زيد قال رايت النبى صلى الله عليه وسلم الخ

یہ فعل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے واسطے کر کے دکھلایا تھا لیکن مستحب یہی ہے کہ علیحدہ علیحدہ پانی لے۔ چنانچہ امام شافعی جن کا یہ مذہب ہے وہ بھی اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ علیحدہ علیحدہ پانی لے کر وضو کرے۔

باب ماجاء في مسح الرأس انه يبدأ بمقدم الــــرأس الٰى مؤخره

عن عبدالله بن زيد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ

اس طریق سے مسح کرنا مستحب ہے

باب ماجاء انه يبدأ بمؤ خر الرأس

عن الربيع الخ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے واسطے اس طریق سے بھی کر کے دکھا دیا لیکن بہتر طریق وہی ہے جو پہلی حدیث میں مذکور ہے۔

باب ماجاء في الوضوء مرة مرة

عن ابن عباس الخ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے ایک بار وضو کیا اور اس سے آگے کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دو بار وضو فرمایا یہ سب آپ نے بیان جواز کے لئے کیا تا کہ امت کو تکلیف اور تنگی نہ ہو مثلاً اگر کہیں پر پانی تھوڑا سا ہے تو ایک ایک بار وضو کر لینے میں کچھ حرج اور مضائقہ[2] نہیں ہے۔

---

[1] واضح ہو کہ جن ابواب کی شرح نہ جامع نے کی ہے اور نہ حضرت کی ان تحریرات میں ہے اس کے متعلق احیاء السنن میں دیکھا جائے۔ ۱۲ جامع [2] یعنی اصل سنت یہی ہے کہ ہر عضو کو تین تین بار دھویا جائے لیکن اگر کبھی ایک دفعہ یا دو دو دفعہ دھویا جائے تو بھی وضو ہو جائے گا۔ مگر اس کی عادت نہ بنانا چاہئے۔ (عبدالقادر)

besturdubooks.wordpress.com

باب المنديل بعد الوضوء

قوله . عن الزهرى الخ

قلت قال العلامة السيوطي اخرج تمام فى فوائده و ابن عساكر في تاريخه من طريق مقاتل ابن حبان عن سعيد بن المسيب عن ابى هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من توضأ فمسح بثوب نظيف فلاباس به ومن لم يفعل فهوافضل لان الوضوء يوزن يوم القيمة مع سائر الاعمال اه (اس باب کا مضمون بھی جامع نے اضافہ کیا ہے)

باب الوضوء لكل صلٰوة

قوله هذا اسناد مشرقي. قوله هذا اسناد مشرقي فى الحاشية يعني مارواه اهل المدينة بل رواهُ اهل المشرق وهم اهل الكوفة والبصرة اه قلت اشارة الٰى ضعف الحديث فان اهل المدينة هم اعلم بحديث رسول الله صلى الله عليه واٰله وسلم الا اذا دل علٰى خلافه دليل قوى فيعدل اليه واما مسئلة الباب فليراجع الٰى احياء السنن. (یہ باب بھی احقر (جامع) کا اضافہ کردہ ہے)

باب كراهية فضل طهور المرأة

قلت تعارضت الاخبار فى الباب كما يظهر من حديث هذا الباب الذى قبله فالذى يظهر لى هو ان النهى محمول على فضل طهور الاجنبية والنهى للتنزيه وفعل رسول الله صلى الله عليه وسلم محمول على اباحة استعمال فضل طهور زوجته فلا تعارض وهذا اظهر مما قيل فيه ولم اره فى شئ من الكتب والله تعالىٰ اعلم. (یہ باب بھی احقر کا مضاف ہے)

باب ماجاء ان الماء لاينجسه شئٌ

قوله عن ابى سعيد الخدرى الخ: یہ بیرِ بضاعۃ[1] ایک کنواں ہے مدینہ میں اس زمانہ میں اکثر لوگ اس میں حیض کے کپڑے اور مردے کتے وغیرہ ڈال دیا کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ اس کے نیچے ایک نالی تھی جس کے ذریعے اس کا تمام پانی ایک انصاری کے باغ میں چلا جاتا تھا کیونکہ اس نالی کا رخ اس باغ کی جانب تھا۔ اور وہ اس باغ تک ختم ہوتی تھی۔ پس اسی وجہ سے آپ نے ان کو اجازت دیدی تھی کہ اس کو استعمال کریں۔ اور یہ الفاظ فرمائے تھے۔ جو حدیث شریف میں مذکور ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ جب تک پانی متغیر نہ ہو اس وقت تک بوجہ جریان[2] طاہر ہے کیونکہ نجاست پانی متغیر پر اجماع ہے۔

---

[1] بعض شارحین نے لکھا ہے کہ وہ کنواں نشیب میں واقع تھا۔ لوگ حیض کے کپڑے اور اس قسم کی دوسری ناپاک اشیاء گھروں کے باہر پھینکتے تھے جیسا کہ عادت معروفہ ہے لیکن جب بارش ہوتی تو بارش کا سیلاب ان گندگیوں کو بہا کر کنوئیں میں لے جاتا۔ یہ مطلب نہیں کہ اس قسم کی ناپاک چیزیں کنوئیں میں قصداً ڈالتے تھے۔ (عبدالقادر) [2] جریان کا یہ مطلب نہیں جیسے نہر جاری ہوتی ہے۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ کنوئیں میں نجاست ٹھہرتی نہ تھی۔ اور جب کنوئیں سے نجاست نکل جائے اور خاص مقدار پانی کی نکل جائے تو کنواں پاک ہو جاتا ہے۔ (عبدالقادر)

besturdubooks.wordpress.com

باب فی ماء البحر انه طهورٌ

قوله قال عبدالله بن عمرو هو نارٌ قال الامام السیوطی قال ابن العربی ارادبه طبق النار لانه لیس بنار فی نفسه وفی شرح السراج. یعنی موذی است کہ مولدامراض است درجلد۔
یہ باب بھی احقر نے پڑھایا ہے۔

باب التشدید فی البول

قوله لا یستتر الخ قال الشیخ ابو الطیب فی احد الا قوال ای لا یجعل بینه وبین بوله سترة ای لا یتحفظ منه اھ قلت یؤیده ماورد فی بعض الروایات فی سنن ابی داؤد یستنزه موضع یستتر زاده الجامع ایضاً.

باب الوضوع مما غیرت النار

قوله عن ابی هریرة الخ
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو چیز آگ کی پختہ ہو۔اس کے کھانے سے وضو کرنا چاہئے بعض ائمہ حدیث کا تو یہی مذہب ہے عملاً بظاہر الحدیث۔ اور امام صاحب کے نزدیک وضو واجب نہیں ہوتا اوران کے نزدیک حدیث میں وضو سے مراد وضولغوی ہے وضوشرعی مرادنہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ آگ کی پختہ چیزوں میں اکثر چربی ہوتی ہے اس کے ازالہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ادب سکھلایا ہے۔[1]

باب ماجاء فی سؤر الهرة

قوله یا ابنة اخی قلت کانت زوجة ولده وهذا الخطاب علی عادة العرب ان بعضهم یقول لبعض یا ابن عمی وان لم یکونا ابنا عمین ویا اخا فلان وان لم یکن اخاله فی الحقیقة ویجوز فی تعارف الشرع لان المومنین اخوةٌ اھ محصل شرح ابی الطیب
یہ زیادت اس باب کی بھی احقر کی ہے۔

باب المسح علی الخفین

قوله عن صفوان بن عسال الخ
قال الامام السیوطی قال ابن عربی اے سفر هو کلمة یقال للواحد والجمع والذکرو

---

[1] اقول والله تعالٰی اعلم الحکمة فیه عندی ازالة اثر الحرارة الناشئة فی الجسم عن اکل المطبوخ ویؤیده ماورد فی الحدیث المعتبر انه کان صلی الله علیه وسلم کان یستحب ان یفطر علی شی لم تطبخه النار اوکما قال. احفظ مخرجه لکن مضمونه محفوظ عندی یقیناً. ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

الانثی سواء وقال ایضاً ان لاتنزع خفا فنا ثلثة ایام ولیا لیهن الا من جنابة ولکن من بول وغائط ونوم قال ابن العربی لکن حرف من حروف النسق وهی تختص بالاستدراک بعد النفی غالبا وربما یستدرک بها بعد الاثبات فتختص بالجملة دون المفرد وفی لفظ الحدیث اشکال لان قوله امرنا ان لاننزع خفا فنا الامن جنابة نفی معقب باستثناء فیصیر ایجابا وقوله بعد ذلک لکن استدراک من ایجاب بمفرد وذلک خلاف ماتقدم وفیه نظر ومعناه بعدتامل وفکر مقول فی رسالة للجیة المتفقهین الٰی معرفة غوامض النحویین وتقریبه امرنا ان نمسک خفا فنا فی السفر ثلثة ایام ولیالیهن لم یرخص فیهن الامساک عند الجنابة لکن عند البول والغائط والنوم ا ه قلت وجه صحة الترکیب عندی واللّٰه تعالٰی اعلم تقدیر[1] الفعل قبل قوله صلی اللّٰه علیه وسلم من بول وغائط و نوم فحصل الاستدراک بالجملة وهو لیس ببعید فافهم. (یہ باب بھی احقر کا مضاف ہے)

باب فی المسح علی الخفین ظاهرهما

قوله وکان مالک یشیر الخ ای یضعفه والجرح المبهم لایضرُّ

باب فی المسح علی الجوربین والنعلین

قوله: قال توضأ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الخ

هذا حکایة الفعل لاعموم لها فلا نترک به الکتٰب بخلاف الخف لتواتره واما الثخین فکالخف.

باب ماجاء فی المسح علی الجوربین والعمامة

قوله ان مسح علی العمامة یجزئه للاثر قلت یمکن انه اکتفی لاصل الناصیة[2] فلایترک الکتٰب لکون الحدیث ظنی الدلالت ظنی الثبوت.

باب فیمن یستیقظ[3] ویرٰی بللاً ولا یذکر احتلاماً

قوله وعبداللّٰه ضعفه الخ

قلت لکن کون ذالک مذهب کثیر من اهل العلم یؤید ثبوت اصل الحدیث کما حققه فی الفتح.

---

[1] یعنی فعل مقدر مان لیا جائے تو پھر جملہ بن جائے گا فعل یہ ہوگا ولکن لا ننزع عند البول والغائط والنوم۔ (عبدالقادر)

[2] یعنی یہ احتمال ہے کہ ناصیہ جو مقدار فرض ہے اس پر مسح کر کے پھر بقیہ مسح عمامہ پر کیا ہو لیکن مسح علی العمامہ پر اکتفا کرنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ (عبدالقادر)

[3] وقوله فی الباب ان النساء شقائق الرجال فی قوت المغتذی قال فی النهایة تظاهرهم وامثالهم فی الاخلاق والطبائع کانهن شققن منهم والان حواء خلقت من ادم وشقیق الرجل اخوه لابیه وامه. ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

باب في المذى يصيب الثوب

قوله. قال بعضهم يجزئه النضح.

قلت ان الاجماع منعقد على نجاستة وظاهر ان النجس لابدمن ازالته ومشاهدانه لايزول بالنضح فمن ثم يجب[1] الغسل

باب في المني يصيب الثوب

قوله فامطه عنک: قلت لم يرو انه ترکه بغير ازالة فلو لم يكن نجسالترکه احيانا لبيان الجواز فالمظنون کونه نجسا.

باب في الجنب ينام قبل ان يغتسل

وقوله. وهذا[2] اصح من حديث ابن اسحق الخ

قلت لاتعارض فلا ترجيح لجواز الامرين كيف وقدرواه مثل شعبة والثورى والاعمش ودعوى الغلط لا يسمع من غير دليل ولا دليل الا التعارض وقد علمت عدمه[3]

باب في المستحاضة

قوله حتى يجئ ذلک الوقت اى وقت الحيض اووقت الصلوٰة الاخرى فلا حجة فيه لاحد

باب في المستحاضة انها تجمع بين الصلوٰتين بغسل واحد

قوله كنت استحاض حيضة كثيرة شديدة قال الامام السيوطى استحاض هو من الافعال اللازمة البناء للمفعول اه وفى شرح ابى الطيب اى قوله حيضة ۱۲ منه بفتح الحاء بمعنى الحيض وهو مصدر استحاض على حدانبته الله نباتا ولا يضره الفرق في اصطلاح الفقهاء بين الحيض ولااستحاضة اذالكلام وارد على اصل[4] اللغة ويمكن ان يقال استعار احد الضدين للآخر مجازا والكثرة ناظرة الى الكمية والشدة الى الكيفية.

وقوله و كذلک فا فعلى كما تحيض النساء الخ قلت كذلک متعلق بلفظ فافعلى اى افعلي كذلک كل شهر والكاف بمعنى المثل وما مصدرية والمضاف محذوف وهو

---

[1] واما ورود لفظ النضح دون الغسل فهو اشارة الى غسله الخفيف فان ازالته لايحتاج الى المبالغة لئلايتوهم متوهم فى ازالته بالمبالغة. ۱۲ جامع [2] یعنی ابواسحٰقؒ نے جو یہ الفاظ روایت کئے ہیں لم یمس ماءً ان کا دوسری احادیث جن میں جنابت کی حالت میں سونے سے قبل وضو کرنا مذکور ہے سے تعارض نہیں ہے لہٰذا ترجیح کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ لم یمس سے ماء غسل تدکرنا مراد ہے (عبدالقادر عفی عنہ

[3] فى شرح ابى الطيب ولا يغلط الا اذا لم يمكن الجمع وقدردالسيوطى تغليط ابى اسحق فى حاشية على ابى داؤد اه وفاعل قوله يرون عندى بعض اهل الحديث غير شعبة والثورى والله تعالى اعلم. [4] یہ کثیرہ شدیدہ کی تشریح ہے

besturdubooks.wordpress.com

الوقت ای فافعلی ذلک کل شهر مثل زمان حیض النساء وطهرهن والمراد زمان عادتهن فی الحیض والطهر وزیدت العبارة للتوضیح وقوله اعجب الامرین یریدا نه اعجب الامرین[1] باعتبار السهولة والا فالا فضل مامر باعتبار الاجروهوالغسل لکل صلوة ولم یدل علیه صریح العبارة لکن یدل علیه السیاق وهوالاصح عندی وقیل فی تعیین الامر الاول غیر ذلک بسطه ابو الطیب والله تعالیٰ اعلم.

وقوله من قبل فی علم الله اریدبه ان التعیین فی علم الله تعالیٰ وانما ذکرت باعتبار عاداتِ النساء واعلم ان ظاهر الامر الثانی یدل علی ان المستحاضة لا ینقض وضوء هابمضی الوقت وهو خلاف المذهب فقال فی شرح ابی الطیب لکن مقتضی الاحادیث السابقة وجوب الوضوء لوقت کل صلوة اولکل صلوة اه قلت قد حققت فی احیاء السنن ان الوضوء یجب علیها لوقت کل صلٰوة وورد فیه ونقل فیه ایضا وهذا الحدیث منسوخٌ فان المبیح والمحرم اذا اجتمعا یقدم المحرم والله تعالیٰ اعلم هذا الباب زاده ایضا الجامع.

باب ماجاء فی کم تمکث النفساء

قوله اربعین یوما قلت الاجماع منعقد علی ان الاقل غیر مراد فتعین کون المراد اکثر.

باب ماجاء اذا اراد ان یعود توضأ

قولهٗ فلیتوضأ. قلت محمول علی الاستحباب

باب ماجاء اذا قیمت الصلٰوة ووجد الخ

قولهٗ قال اقیمت الصلٰوة فاخذبیدرجل فقد مه وکان امام القوم فی شرح ابی الطیب ضمیر قال راجع الٰی عروة وفاعل اخذ عبدالله بن ارقم واسم کان عبدالله بن ارقم اه ملخصازاده الجامع.

باب ماجاء فی الوضوء من الموطی فی قوت المغتذے

قال ابن العربی مفعل بکسر العین من وطی وهو اسم الموضع ای المکان القذرویکون بفتحها والمعنی واحد ویجوزمن الموطو بمعنی مفعول وقال فی النهایه ای مایوطؤ من الاذی فی الطریق اراد لانعید الوضوء منه لانهم کانوا لا یغسلونه اه

---

[1] امرین کی تعیین میں اختلاف ہوا ہے ایک قول وہ ہے جس کو حضرتؒ نے ترجیح دی ہے کہ امراول غسل کرکے جمع بین الصلوتین کرے۔ امر ثانی۔ غسل لکل صلوٰۃ ہے۔ دوسرا قول کہ امر ثانی یہ ہے کہ اختتام حیض پر ایک غسل کرکے ہر نماز کے وقت وضو کرنا۔ یہ امام شافعیؒ سے منقول ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ امر ثانی یہ ہے کہ تحری کرکے ایام حیض متعین کرے اور ان میں نماز چھوڑ دے پھر آخر حیض میں غسل کرکے ہر نماز کے وقت وضو کرے۔ (کذا افادہ فی حاشیۃ الکوکب) (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

قلت كل منهما صحيح ومافي النهاية اظهر وعليه فهو مصدر ميمي بمعني اسم المصدر وفي شرح ابي الطيب علي قوله ولانتوضأمن الموطي اى لانغسل ارجلنا اولا تنظف من الموطي اى من اجل موضع الوطي والمشي اه. قلت علي الشق الاول من شرح ابي الطيب المراد به الوضوء بمعني الغسل بالفتح ولكن الاولي الحمل علي الحقيقة وهو الوضوء الشرعي وليس ببعيد في هذا الموضع و في شرح ابي الطيب ايضا علي قوله يطهره مابعده يعني يطهره مابعده من المكان بزوال ماتشبث بالذيل من القذر اليابس كذا قاله بعض علمائنا وهذا علي تقدير صحة الحديث متعين عند الكل لانعقاد الاجماع علي ان الثوب اذا اصابته نجاسة لا يطهر الا بالغسل بخلاف الخف فان فيه خلافا وهكذا ذكره في المجمع وقول المصنف الا ان يكون رطبا يفيد تخصيص الحديث اه

قلت في المرقاة رواه مالك[1] و احمد والدارمي والشافعي وابوداؤد وسكت هو والمنذرى وقال ابن حجر اسناده حسن اه محصلا. زاده الجامع ايضا (فهو صالح عنده علي قاعدته ١٢ منه)

باب ماجاء في التيمم

قوله امره بالتيمم للوجه والكفين

قلت محط الفائدة لم يكن حد العضو بل كيفية التيمم وترك بيان الحد اعتماد اعلي القرائن. قوله عن ابن عباس انه سئل الخ قال الشارح ابو الطيبؒ وللجمهور ان الاستدلال باٰية الوضوء اولي لان التيمم والوضوء شرطان لصحة الصلوٰة واريد باليد في اية الوضوء اليدالي المرفق فكذا المراد في اية التيمم الا انه ترك القيد اعتماد اعلٰى اية الوضوء والمراد بالكفين في الحديث اليدان و في القاموس الكف اليد او الكوع اه ملخصا

قلت و ايضا القياس علي اية الوضوء اولٰي بان الوضوء والتيمم عبادتان محضتان لا تعلق لهما بالمعاملة بخلاف حد السرقة زاده الجامع. قوله باب قال الشارح المولي سراج احمد بالتنوين وبغير الترجمة وفي شرح ابي الطيب باب في الرجل يقرأ القران علي كل حال قوله ولايقرأ في المصحف قال ابو الطيب ظاهره ولايمس لكن يحمل علي ما اذا مسه لانه اذالم يمسه وينظر فيه ويقرأ جاز اه زاده الجامع

---

[1] فان كان في مؤطاه ولينظر فيه فهو صحيح فان الامام السيوطي قال في جمع الجوامع ما محصله ان كل مافي مؤطا الامام مالك من الاحاديث فهو صحيح اه قلت وان كان في بعضها ضعف. فالظاهر ان العلامة وجد له متابعا فحكم بكونه صحيحا وله شرحان عليه. ١٢ منه (جامع)

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی البول یصیب الارض

قوله تحجرت واسعا

قال ابو الطیب انک دعوت بمنع مالا منع فیه من رحمة الله تعالی وفی قوت المغتذی دخل اعرابی[1] المسجد زاده الدارقطنی فقال یا محمد متی الساعة فقال ما اعددت لها فقال لاوالذی بعثک بالحق ما اعددت لها من کبیر صلوة ولاصیام الاانی احب الله ورسوله فقال انت مع من احببت قال وهو شیخ کبیر لقد تحجرت واسعازاد الدارقطنی فقال النبی صلی الله علیه وسلم دعوه عسی ان یکون من اهل الجنة اه ملخصازاده الجامع

باب ماجاء فی مواقیت الصلٰوة

قوله کان الفئ مثل الشراک

قلت فی حاشیة شروح الترمذی عن منتهی الارب قال ابو عبیدة کل ماکانت علیه الشمس فزالت عنه فهو فی وظل ومالم یکن علیه الشمس فهو ظل افیاء وفیوء جمع وقال الشیخ ابو الطیب قال محی السنة الشمس فی مکة ونواحیها اذا استوت فوق الکعبة فی اطول یوم من السنة لم یرلشیٔ من جوانبها ظل فاذازالت ظهر الفیٔ قدر الشراک من جانب المشرق وهو اول وقت الظهر اه وفی شرح السراج وظاہر آنست کہ مراد عرض شراک باشد وسایہ اصلی آں رافی زوال گویند مختلف میگردد باعتبار اختلاف امکنہ واوقات وبعضے بلاد باشد کہ دردے در بعضے فصول اصلاسایہ اصلی نباشد چنانکہ درمکۂ معظمہ درتموز وہم[2] سرطان وہر بلدے کہ درتحت میل کلی بوداز جہت بودن آفتاب برسمت الراس وتفاوت آں برحسب عرض البلدست چنانکہ درعلم ہیأت تحقیق آں ہست اه. قولهٗ هذا وقت الانبیاء قبلک والوقت فیما بین الخ فی قوت المغتذی (کذا فی الاصل ۱۲ منه) قال ابن سید الناس یرید هٰذین ومابینهما اما ارادته ان الوقتین الذین اوقع فیهما الصلٰوة وقت لهما فتبین بفعله واما الاعلام بان مابینهما ایضاوقت فبینه قوله علیه الصلوة والسلام.

قولهٗ فانعم الخ فی شرح ابی الطیب ای اطال الابرادواخر الصلٰوة ومنه انعم النظرفیه

---

[1] ان صحابی کا نام ذوالخویصرہ یمانی ہے انہوں نے مسجد میں پیشاب کیا تھا اور انہوں نے دعا کی تھی اللهم ارحمنی و محمدا ولاتشرک فیه احدا یعنی "اے اللہ! مجھ پر اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت کر اور اس میں کسی اور کو شریک نہ کر" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "لقد تحجرت واسعا یعنی تونے وسیع چیز (رحمت الٰہی) کو تنگ سمجھ لیا۔ اور ان صحابی نے سوال کیا تھا متی الساعۃ اس لئے اس صحابی کو بائل یا سائل کہا جاتا ہے۔ (عبدالقادر عفی عنہ) [2] یعنی برج سرطان کے انیسویں درجہ پر جب سورج ہوتا ہے تو اس دن دوپہر کے وقت سورج مکہ مکرمہ کے سمت الراس پر ہوتا ہے اس وقت سایہ اصلی نہیں ہوتا۔ تصریح میں انیسویں درجہ کی بجائے تیئیسواں درجہ لکھا ہے اور یہ سولہ جولائی کا دن ہوتا ہے۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

اذا اطال التفکر فیه قاله فی المجمع قوله والشمس اخروقتها قلت کلام الشراح فیه مختلف فقال السراج درحالیکہ آفتاب درآخرت وقت بود زیادہ ازانچہ آفتاب بود درروز اول وقال الشیخ ابو الطیب والشمس مبتدأ خبرهٔ حیة محذوف والمراد به ههنا صفاء لونها قوله اخر وقتها بالتشدید. فعل ماض من باب التفعیل فوق ماکانت ای فوق الصلٰوة فی العادة ای اخرها تاخیراً زائد اعلی العادة بان اوقعها قبل الاصفرار اھ قلت علی الاول لفظ آخر علی زنة الفاعل وهو منصوب علی الظرفیة وخبر وکلمة فی مقدرة وفوق ماکانت بدل من اخر وقتها علی شرح ابی الطیب ظرف للماضی المذکور. زاده الجامع

باب ماجاء فی التغلیس بالفجر

قوله ان کان رسول الله صلی الله علیه وسلم الخ

فی قوت المغتذی قال ابن سید الناس (الیعمری الظاهری شارح الکتاب ۱۲ منه) علی معنے التاکید وان مخففة من الثقیلة المؤکده واللام لازمة بعدها[1] للفرق بینها وبین التی بمعنی ماوفی شرح ابی الطیب وقال ابن مالک اللام فیه للابتداء وقد دخل علی الخبر وهو جائز عند الکوفیة وعلی تقدیر مبتدأ محذوف عند البصریة ای لهو یصلی اه والمسئلة فصلت فی احیاء السنن زاده الجامع.

قوله قال یحیی بن سعید الخ فی هذا الباب افاد شیخی صاحب هذه الحواشی وقدرواه الترمذی فی باب من تحل له الزکٰوة فی ابواب الزکٰوة وحکی قول شعبة هناک مفصلاً اه

باب ماجاء فی تاخیر الظهر الخ

قوله . فابردوا عن الصلوة فی قوت المغتذی

قال ابن العربی معنی ابردوا اخر واالی زمن البرد ولا ینتظم ذلک مع قوله عن فان صورته اخروا عن الصلٰوة الاباضمار تقدیره اخروا انفسکم عن الصلٰوة وقد رواه مسلم فابردوا بالصلٰوة وهو انتظامه فی الظاهر اه وفیه ایضا وعن بمعنی الباء کما یقال رمیت عن القوس ای به وقیل عن ههنا[2] زاهدة ای ابردوا الصلٰوة یقال ابرد الرجل کذا اذا فعله فی برد النهار اه ملخصا. وفی شرح ابی الطیب والباء للتعدیة ای ادخلوها فی البرد اه زاده الجامع.

---

[1] یعنی لیصلی میں جولام ہے۔ [2] قوله زائدة الخ ابردوا عن الصلٰوة میں تین توجیہیں بیان فرمائی ہیں (۱) عن اپنے اصلی معنی میں ہو تقدیر عبارت یوں ہوئی اخروا انفسکم عن الصلٰوة (۲) عن بمعنی الباء ہو۔ اور باء تعدیہ کے لئے ہو (۳) عن زائدہ ہو جس کا کوئی معنی نہ ہو۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله واما ماذهب الشافعي الخ في هذا الباب افاد شيخي صاحب الحواشي مانصه يدل على ان الترمذی ليس[1] بشافعي اه قلت الظاهر ان المتبحرين من المحدثين لا يقلدون احدا الالما كان عملهم يوافق ببعض الائمة في اكثر المسائل ينسبون اليه اويقلدون في الجملة حيث يخالفون الذی يقلدونه متي ظهر قول المقلد بفتح اللام خلافا للحديث على زعمهم وهذا مسلك اهل التحقيق من اهل التحقيق من الامة المرحومة ولكن يجوز لكل احد من اهل العلم الاقدام عليه نعم اذا كان متبحرا في العلوم الدينية ولا يبعث مسلكه فتنة فلا باس به وانی مثله في هذا يجوز الزمان الا قليلا نادرازاده الجامع

باب ماجاء في تعجيل العصر[2]

قوله والشمس في حجرتها الخ

في شرح ابی الطيب المراد من الشمس الفئ بدليل قولها لم يظهر الفئ فهو تاكيد لما قبله و معنى لم يظهر لم يعل على البيت المراد من الحجرة دارها قاله السيوطي وقال ابن سيد الناس لم يظهر من حجرتها (ای فوق الميت ١٢ جامع) ای لم يصعد السطح وقال النووی (ای عرضها ١٢ منه) كانت الحجرة ضيقة العرصة قصيرة الجدار بحيث يكون طول (ای السقف ١٢ جامع) جدارها اقل من مساحة العرصة فاذا صار ظل الجدار مثله تكون الشمس بعد في اواخر العرصة لم يرتفع الفئ على الجدار الشرقي انتهى اقول وعلى مافسره ابن سيد الناس انه لم يصعد السطح يقتضي ان تكون العصر (بل بقی علی الارض ١٢ جامع) واقعة بعد المثل بشئ كثير بل ربما تكون بعد المثلين لانه قال لم يصعد السطح فعلم منه انه طلع على الجدار الشرقي وقد تقرر ان الجدار الشرقي كان اقصر من العرصة فثبت ان الظل زاد على المثل بشئ كثير ويؤيده مارواه النسائي في امامة جبريلؑ ثم اتاه حين كان ظل الرجل مثلي شخصه فصلي العصر وقال في الظهر فاتاه اليوم الثاني حين كان ظل الرجل مثل شخصه فصنع مثل ماصنع بالامس فصلي الظهر انتهى والله اعلم اه قلت والله تعالٰى اعلم الظاهر ماقاله النووی زاده الجامع.

باب ماجاء في وقت صلوٰة العشاء الآخرة

قوله لسقوط القمر لثالثة في شرح ابی الطيب ای وقت غروبه لثالثة ای في ليلة ثالثة

---

[1] یعنی ابراہ ظہیر کے مسئلہ میں امام ترمذی نے امام شافعی کے قول پر اعتراض وارد کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شافعی المسلک نہیں ہیں ۔ (عبدالقادر)

[2] فی شرح السراج از غبار بر آمد کہ در حجرہ شریف جانب غربی بود کہ بعد از زوال روشنی آفتاب درمیان حجرہ شریف عائشہ صدیقہ بود ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

من الشهر وفي شرح السراج ازیں حدیث گزاروں عشا دراول وقت مفہوم می شود زیرا کہ در بعضے اوقات بعد از دو ساعت ودر بعضے پس از سہ ساعت ماہتاب غروب می شود لیکن قبل از ثلث شب ادائے نماز خفتن مفہوم گشت اھ زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في الوقت الاول من الفضل

قوله الصلٰوة لاول وقتها قلت هذا مقابل الأخر ويؤيده الحديث الآتي حيث قابل بين الاول والآخرفا الاوسط داخل في الاول ثم حديث فضل الوقت الاول فيه عبدالله العمرى الذى ليس بقوى انتهي ماقاله صاحب التقرير قال الجامع وفي قوت المغتذى وللدار قطني من حديث ابى محذورة زيادة وسط الوقت رحمة الله تعالٰى وفي شرح ابى الطيب اولامراد منه (اى من الاول ۱۲ منه) الوقت المستحب وهوا حسن وفيه ايضاً قوله وليس هو بالقوى قال ميرک قد اخرج له الاربعة ومسلم موقوفا اقول فهذا يدل على توثيقه وتكلم فيه تكلم فيه يحيى بن معين من قبل حفظه اقول قالوا ان تضعيف يحيى بن معين الايضر وقال ابوداؤد ماذكرت في كتابى فهو ليس بضعيف يعنى اذالم يتكلم عليه وههنا لم يتكلم عليه اھ۔ قال الجامع فالتاويل[1] احسن من الكلام في السنه وقد تقرر عندهم ان الاختلاف في الراوى لايضر. قوله وما ذا يارسول الله في صحيح البخارى ثم اى قال برالوالدين قال ثم اى قال الجهاد وبه علم ان المراد وما ذا بعد ذلک والا لا يصح ان تكون الجملة موصوفة بالاحبية والافضلية اه قال الجامع تقرير حسن وهذا محازدت. قوله عن عائشة قالت ماصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة لوقتها الآخر مرتين حتى قبضه الله قال ابو عيسٰى هذا حديث غريب وليس اسناده بمتصل[2] قلت فلا يصح الاحتجاج به عند المحتجين وهذا جواب الزامي.

باب ماجاء في السهو عن وقت صلٰوة العصر

قوله اهله وماله: في شرح ابى الطيب روى بنصب الاامين ورفعهما والنصب هو الصحيح المشهور الذى عليه الجمهور على انه مفعول ثان ومن رفع فعلى انه مفعول مالم يسم فاعله ومعناه انتزع اهله وماله واما على رواية النصب فقال الخطابى وغيره

---

[1] قولہ فالتاویل احسن۔ یعنی الصلوۃ لاول وقتہا میں تاویل کرنا اس کی سند میں جرح کرنے سے بہتر ہے۔ تاویل یہ ہے کہ اول وقت سے اول وقت مستحب مراد ہے۔ بالکل ابتدائی وقت مراد نہیں ہے۔ [2] وقد حقق الباب في احياء السنن فانظر ثمه ۱۲ جامع۔ حذف روی گشتہ درری زیرا کہ ملاقات ابو یا عائشہ صدیقہ نہ بودہ کذافی شرح السراج ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

ومعناہ[1] نقص هو اهله وماله وسلب عنهم فبقى بلا اهل ولا مال فليحذر من تفويتها كحذره من ذهاب ماله واهله وفى قوت المغتذى ودخلت الفاء الخبر وهو فكانما لتضمن المبتدأ وهو الموصول معنى الشرط...... زاده الجامع.

باب ماجاء فى تعجيل الصلوٰة اذا اخرها الامام

قوله كانت لک نافلة قلت صريح فى كون الثانية هى النافلة

باب ماجاءَ فى النوم عن الصلوٰة

قوله: قال بعضهم لايصلى حتى تطلع الشمس[2] او تغرب قلت وعندنا لا يصلى وقت الطلوع ويصلى عند الغروب ولا دلالة للحديث[3] على الاطلاق

باب ماجاء فى الرجل ينسى الصلوٰة

قوله : ويروى عن ابى بكرة[4] الخ قلت دليل لنا فى الاحتراز عن الوقت المكروه وان خالفنا فى خصوصية العصر.

باب ماجاء فى الرجل تفوته الصلوات الخ

ذكر مفصلا فى احياء السنن ۱۲ جامع

قوله: ليس باسناده باس قلت يزيد مذهبنا ان مرسل[5] التابعى مقبول قاله صاحب التقرير قول فنزلنا بطحان فى شرح ابى الطيب تكرار لقوله قال يوم الخندق لبعد العهد وبطحان بضم اوله وسكون ثانيه واد بالمدينة وذكر ابو عبيد البكرى وغيره انه بفتح اوله وكسر ثانيه اھ ملخصا وفى قوت المغتذى قال ابن سيد الناس اختلفت الروايات فى الصلوٰة المنسية يوم الخندق ففى حديث جابر انها العصر وهى فى الصحيحين وفى المؤطا انها الظهر والعصر. لى هذا الحديث انها اربع صلوات ومنهم من جمع بين الاحاديث فى ذالک بان الخندق كانت وقعته اياما فكان ذلک كله فى اوقات مختلفة فى تلک الايام وهذا اولى من الاول[6] لحديث ابى سعيد فى ذلک واسناده صحيح جليل اھ ملخصا (الجامع ۱۲ منۀ قلت حديث

---

[1] نقص ہوا ہے یعنی وتر کی ضمیر ہو نائب فاعل ہے اور اہلہ وماله مفعول ثانی ہے [2] قال الجامع حقق المسئلة فى احياء السنن ۱۲

[3] قوله للحديث الخ حدیث یہ ہے فليصلها اذا ذكرها یعنی اس حدیث کا یہ مدلول نہیں کہ اگر مکروہ وقت میں نماز یاد آئے تو بھی پڑھ لیا کرو۔

[4] صحابى جليل كذافى تهذيب الاسماء كما فى حاشية الشروح الاربعة للترمذى. وفى شرح السراج تحت قوله اصحب كه حابليه اند. جامع ۱۲ [5] قوله مرسل التابعی مقبول۔ ابوعبیدہ کا سماع اپنے والد حضرت عبداللہ بن مسعود سے نہیں تو یہ حدیث مرسل ہے اور امام ترمذی کے ہاں مقبول ہے اس سے حنفیہ حضرات کی تائید نکلتی ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں مرسل حدیث مقبول ہے۔ عبدالقادر ۱۲

[6] قوله من الاول: عبارت میں اول شق مذکور نہیں مراد یہ ہے کہ تطبیق دینا ترجیح سے بہتر ہے

besturdubooks.wordpress.com

ابی سعید فرواہ الطحاوی[1] عن المزنی عن الشافعی حدثنا ابن ابی فدیک عن ابن ابی ذئب عن المقبری عن عبدالرحمٰن بن ابی سعید عن ابیہ قال حبسنا یوم الخندق عن الصلوٰۃ حتی کان بعد المغرب بھوی من اللیل کفینا وذلک قول اللہ عزوجل وکفی اللہ المؤمنین القتال وکان اللہ قویا عزیزا. قال فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلالاً فاقام الظھر. فصلاھا فاحسن صلاتھا کما کان یصلیھا فی وقتھا ثم امرہ فاقام العصر فصلاھا فاحسن صلوتھا کما کان یصلیھا فی وقتھا ثم امرہ فاقام المغرب فصلاھا کذلک قال وذلک قبل ان ینزل اللہ عزوجل فی صلوٰۃ الخوف فان خفتم فرجالاً اورکبانا اہ قال ابن سید الناس ھذا اسناد صحیح جلیل ورواہ احمد و ابن حبان و ابن خزیمہ فی صحیحھما وصححہ ابن السکن کما فی نیل الاوطار.

باب ماجاء فی کراھیت الصلوٰۃ بعد العصر وبعد الفجر

قولہ: نھی عن الصلوٰۃ الخ قلت حجۃ لابی حنیفۃ باطلاقہ فھو لکونہ ناھیا ینسخ الجواز.

باب ماجاء فی الصلوٰۃ بعد العصر

قولہ: فصلھما بعد العصر الخ قلت محمول عندنا علی الخصوصیۃ سواء ثبت یوما او کل یوم وانما یضر صلوۃ کل یوم الشافعی ومن معہ لانہ غیر ذات السبب قالہ صاحب التقریر وقولہ ثم لم یعدلھما قال ابو الطیب ای الیھما فاللام بمعنی الٰی اہ وفیہ ایضا وقد ذکر الطحاوی بسندہ حدیث ام سلمۃ وزاد فقلت یا رسول اللہ افنقضیھما اذا فاتتنا قال لا اہ قولہ حدیث ابن عباس اصحح حیث قال الخ قلت توضیحہ ان ھذا الحدیث فیہ ذکر صلوتہ صلی اللہ علیہ وسلم مرۃ فتوافق حدیث النھی حیث لم یبق فیہ مساغ للاستدلال علی الجواز لکونہ محتملا للنسخ وکذلک حدیث النھی یدل علی المنع فلم یتعارضا. وھذا مقصود ابی عیسیٰ[2] فی ظنی واللہ تعالیٰ اعلم ولکن الدلیل المذکور لکون الحدیث اصحہ عندی ضعیف[2] کما تری فتامل والمسئلۃ ذکرت فی احیاء السنن مفصلۃ زادہ الجامع.

باب ماجاء فی الصلوٰۃ قبل المغرب

قولہ: بین کل اذانین[3] صلوٰۃ لمن شاءَ الخ وقال فی الثالثۃ کراھیۃ ان یتخذھا الناس سنۃ فدل

---

[1] یہ حدیث طحاوی شریف کے اس باب میں ہے باب الرجل یکون فی الحرب فتحضرہ الصلوۃ وھو راکب ھل یصلی ام لا (ص۱۸۹ ج۱)

[2] یعنی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کو اس لئے اصح فرما رہے ہیں کہ اس کا نہی کی حدیث سے تعارض نہیں ہے اور باقی حدیثیں جن میں عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کا معمول ہونا مذکور ہے۔ جیسے حضرت عائشہؓ کی حدیث وہ صحیح نہیں ہیں کیونکہ وہ نہی کی حدیث کے معارض ہیں۔ حالانکہ یہ وجہ درست نہیں کیونکہ اگر خصوصیت کا قول کرلیا جائے تو وہ احادیث بھی معارض نہیں رہتیں واللہ اعلم۔ [3] قال ابن سید الناس المراد الاذان والاقامۃ فھو من باب التغلیب کالعمرین والقمرین طلبا للخفۃ اذا المذکر اخف من المؤنث کذافی قوت المغتذی ثم اعلم ان الشیخ ابن الھمام مشی علی نفی کراھۃ التنفل قبل المغرب فی فتح القدیر وتمامہ فیہ لکن وافق اصحاب المذھب (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صريحا على كراهة الادوام عليهما وهو المذهب المحقق عندنا وهوا الحق (رواه البخاری ۱۲ جامع)
لاحكم الكراهۃ[1] مطلقا و لا نفي كراهة الدوام. (يجری في كل نفل يؤدی اليه ۱۲ جامع.

باب ماجاء فيمن ادرک رکعة الخ

اى ادرک الوقت[2] فتكون الصلوٰة واجبة عليه ولا دليل على صحة الصلوٰة

باب ماجاء فى الجمع بين الصلوٰتين

قوله حنش بن قيس وهو ضعيف الخ لكن ذهاب اهل العلم اليه يؤيد صحة الحديث وهي باطلاقه حجة لابي حنيفة هكذا قال صاحب التقرير فان قلت الخصم لا يقول الا بالجمع للعذر بالسفر اوالمرض فكيف يكون حجة عليه وانتم لا تجيزون مطلقا لا بالعذر القوى والا الضعيف واما من اجاز الجمع من اهل[3] الحديث بغير عذر فهو البعض الشاذ فعليه حجة بلاريب ان صح قلت هذا الحديث حجة على تقدير الصحة وهو صحيح كمانبين عن قريب على من اجاز الجمع بغير عذر اوبعذر كغير[4] عذر و اما عدم جواز الجمع للعذر القوى فله قوله تعالىٰ ان الصلوٰة كانت على المومنين كتابا موقوتا. فهى تدل باطلاقه على عدم الجمع فان خبر الواحد لا يعارض الآية المتواترة فلابدمن تاويل فى احاديث الجمع قوله وحنش هذا الخ فى قوت المغتذى هذا الحديث اورده ابن الجوزى فى الموضوعات واعلم بحنش قال كذبه احمدؒ وقد اخرجه الحاكم فى المستدرک وقال حنش ثقة سكن كوفة واخرجه ايضا البيهقي في سننه وله شاهد موقوف على عمر بن الخطاب اه قلت الحديث صححه الامام السيوطى فى كنز العمال من رواية الحاكم فى المستدرک ولم يتعقبه الذهبي في مختصر المستدرک كما يدل عليه ايضا التزام السيوطي في كنز العمال وفي الجوهر النقي في الرد على البيهقي للعلامة علاؤ الدّين[5] الحنفي شيخ الحافظ الزيلعي...... مخرج احاديث الهداية باب الاثر الذى روى ان الجمع من غير عذر من الكبائر ذكر (اى

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) وهوا الكراهته فى باب آخر من الفتح فعارض كلامه والترجيح للآخروهو الموافقة او التساقط تنبه والمسئلة مستوفاة فى احياء السنن على طبق المذهب ۱۲ جامع. [1] یعنی دوام مکروہ ہے اس کے بغیر مکروہ نہیں ہے۔ [2] فى شرح ابى الطيب قال النووى اجمع المسلمون على انه ليس على ظاهره وفيه اضمار تقديره فقد ادرک حكم الصلوٰة اووجوبها اوفضلها اه قلت المسئلة مستوفاة فى احياء السنن. ۱۲ جامع [3] كما قاله الشيخ عبدالحیؒ فى مجموعة الفتاوى ۱۲ جامع [4] عذر كغير عذر الخ یعنی یہ حدیث (من جمع بين الصلوتين من غير عذر فقد اتى بابا من ابواب الكبائر) ان لوگوں کے خلاف حجت ہے جو بلا عذر یا بہت معمولی عذر کی بناء پر دو نمازوں کو جمع کرنے کو درست سمجھتے ہیں جیسے روافض اور اہل الظواہر اور جو حضرات عذر قوی جیسے سفر اور مرض کی وجہ سے جمع کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ یہ حدیث ان کے خلاف حجت نہیں لیکن آیت قرآنی ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا۔ ان کے خلاف حجت ہے۔ (عبد القادر ۱۲)

[5] قال الامام السيوطى فى شانه كان اماما فى الفقه والاصول والحديث ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

البیهقی ۲ ۱ جامع) فیه الاثر عن ابی العالیة عن عمر ثم قال مرسل ابو العالیة لم یسمع من عمر قلت ابو العالیة اسلم بعد موت النبی صلی الله علیه وسلم بسنتین ودخل علی ابی بکر وصلی خلف عمر و قد قدمنا غیر مرة ان مسلما حکی الاجماع علی انه یکفی لاتصال الاسناد المعنعن ثبوت کون الشیخصین فی عصر واحد وکذا الکلام فی روایة ابی قتادة العدوی عن عمرو فانه ادرکه کما ذکره البیهقی بعد فلا یحتاج فی اتصاله الی ان یشهده اه فثبت ان الحدیث مرفوعا و موقوفا محتج به والمسئلة مستوفاة فی احیاء السنن.

باب ماجاء بدء الاذان

قوله: فذلک اثبت قلت هذا اللفظ یدل علی انه صلی الله علیه وسلم کان اقرا لاذان باجتهاده وامامرواه ابوداؤد فی مراسیله ان عمر رضی الله تعالٰی عنه لمارای الاذان فی المنام اتی لیخبربه النبی صلی الله علیه وسلم وقد جاء الوحی بذلک فمارای ثمه الابلال یوذن فقال له النبی صلی الله علیه وسلم سبقک بذلک الوحی کما فی قوت المغتذی فهو یدل علی ان تقریر الاذان کان بوحی فالتطبیق بینهما علی ماظهرنی بان التقریر لاذان عبدالله بن زید کان بوحی ولکن تقوی الامر برؤیا عمرؓ فی الجملة فالاصل هوالوحی والبواقی من المؤیدات ولایخفی ان الادلة اذا زادت کان الثبوت اشد مع ان الوحی لایساویه دلیل مافافهم وقوله فیتحینون فی قوت المغتذی قال عیاض معناه یقدرون حینها لیاتوا الیها فیه وقوله ولینادی فی شرح ابی الطیب باثبات[1] الیاء علی لغة من یجری المعتل مجری الصحیح والا فالقیاس حذف الیاء لان اللام هی لام الامر ویمکن ان یقال ان اللام هی بمعنی کی والتقدیر وانما امرتک بالالقاء علیه لینادی بذلک اه قلت و معنی قوله صلی الله علیه وسلم کانه قال للرائی انک احق بالتاذین من غیرک لانک رایته لکن صوت بلال رضی الله عنه اعلی منک فهو اصلح له فالقه زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی الترجیع فی الاذان

قوله وقدروی عن ابی محذورة الخ قلت لعل مقصوده بیان سقوط الاحتجاج بحدیث ابی محذورة فی کون الاقامة سبع عشرة کلمة باثبات التعارض بین روایتیه قلت لکن هذه معلقة فلا تساوی ماذکر سابقا.

---

[1] قوله باثبات الیاء الخ بعض نسخوں میں یاء نہیں ہے پھر تو کوئی اشکال ہی نہیں

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء في افراد الاقامة

قوله عن انس بن مالک قال امر بلال الخ امام شافعی نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا ہوتا تھا پس معلوم ہوا کہ آپ نے حضرت ابو محذورہ کو یہی تعلیم فرمایا تھا۔ اور اکثر صحابہ کا یہی عمل رہا۔ اور امام صاحب فرماتے ہیں کہ بہت سی حدیثیں امام شافعی کے موافق مروی ہیں۔ اور بہت سی ہمارے موافق۔ اور جو ہمارے موافق ہیں وہ اکثر ہیں۔ سو اصل عمل تو حضرت بلال کا یہی تھا جو ہمارے مذہب میں مروج ہے اور کبھی ایتارا قامت بھی کر لیتے ہیں۔ اور اسی طرح...... حي علی الصلوٰة کو کبھی ایک بار کہہ لیا جوازاً۔ پس مستحب تو وہی طریق ہے جو ہمارا ہے اور جائز وہ بھی ہے جو امام[1] شافعی کا ہے۔

باب ماجاء في ان الاقامة مثنى مثنى

اس باب میں وہی تقریر بالا جاری ہوگی۔

باب في الترسل في الاذان

قوله: عن جابر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم الخ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان اور اقامت میں اتنا فاصلہ ہونا چاہئے جس میں کہ آدمی حوائج مذکورہ فی الحدیث سے اچھی طرح فارغ ہو جائے اور یہ امر مستحب ہے اور ترسل[2] کے معنی ہیں الفاظ آہستہ آہستہ کہنا یعنی جلدی نہ کرنا اور یہاں یہی مراد ہے اور اس حدیث کا یہ جزو یعنی ولا تقوموا الخ بھی اشفاقی ہے امت مرحومہ پر شفقت کی نظر سے آپ نے یہ ارشاد فرمایا۔ کیونکہ بعض اوقات اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی تھی اور کبھی صحابہ کو تکلیف ہوتی تھی کہ تکبیر کہنے کے بعد انتظاراً کھڑا رہنا پڑتا تھا اور آپ کو دولت خانہ سے تشریف لانے میں بہت جلدی کرنا پڑتی تھی۔ اب اگر کسی جگہ امام اور مقتدیوں میں سے کسی کو تکلیف نہ ہو تو قبل امام کے مسجد آجانے کے تکبیر کہہ کے نماز کے لئے تیار رہنا مضائقہ نہیں۔

وقوله اسناد مجهول قلت لمافي التقريب عبدالمنعم بن نعيم الاسواری ابو سعيد البصری صاحب السقامتروک من الثامنة اه

باب ماجاء في ادخال الاصبع الاذن عند الاذان

قولہ عن ابی جحیفۃ الخ کانوں میں انگلی دینے سے دو فائدے[3] ہیں ایک یہ ہے کہ بغیر کانوں میں انگلی دیئے ہوئے آواز منتشر ہوتی ہے یعنی ناک اور کان اور منہ سے نکلتی ہے اور جب کانوں میں انگلی دے لی گئی۔ آواز جمع ہو کر فقط منہ سے برآمد ہوگی اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جب خود اپنی آواز کو سنے گا اور ظاہر ہے کہ انگلی کان میں دینے سے اپنی آواز کم معلوم ہوگی۔ پس

---

[1] ومحل بسطه وتحقيقه كتاب احياء السنن ۱۲ جامع [2] في قوت المغتذى هو ترک العجلة مع الابانة والمعتصر هو كناية عن الداخل لقضاء حاجته واصل الاعتصار ر تجاع العطية ۱۲ جامع [3] وفي شرح ابي الطيب لكن صحح الحاكم وغيره الامر بترسل الاذان وادراج الاقامة وروى الشيخان خبر لاتقوموا حتى تروني اه والمسئلة مستوفاة في احياء السنن. ۱۲ جامع

[3] قولہ دو فائدے: الخ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ بہرے کو اذان کا علم ہو جائے گا۔ وہ آذان نہیں سنتا۔

besturdubooks.wordpress.com

سعی کرے گا کہ آواز بلند ہو لیکن بے حد آواز نہ بڑھانا چاہئے اور حدیث میں یہ جو مذکور ہے کہ حضرت بلالؓ نے نیزہ گاڑ دیا۔ سو اگر نیزہ نہ بھی گاڑتے تب بھی نماز درست ہو جاتی۔ اگر چہ جانور سامنے نکلتے کیونکہ ان کے نکلنے سے نماز نہیں باطل ہوتی۔ اور یہ جو اس حدیث میں ہے کہ آپ حلہ سرخ پہنے ہوئے تھے۔ علماء نے اس میں تاویل کی ہے کہ وہ حلہ تھا تو سرخ مگر مخطط تھا اور اس کے اندر کوئی مضائقہ نہیں۔ پس حمراء کے معنی یہاں خالص سرخ کے نہیں ہیں اور حبرۃ کہتے ہیں مخطط کو اور جس جگہ حبرۃ کا لفظ ہے وہاں تو تاویل کی حاجت نہیں اور جہاں حمراء کا لفظ ہے اس میں آٹھ قول منقول ہیں۔

بعض نے تو یہ کہا ہے کہ بالکل سرخ پہننا حرام ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مستحب ہے اگر چہ اس میں بھی لوگوں نے تاویل کی ہے کہ حمراء سے بھی مراد مخطط ہے لیکن نزاع لفظی[1] ہے کیونکہ لفظ حبرہ مفسر لفظ حمراء کا ہے اور وہ مستحب ہے، اور خالص سرخ ممنوع ہے اور بعض ائمہ کا یہ بھی مذہب ہے کہ تکبیر کے وقت بھی انگلیاں کانوں میں ڈالے مگر اس میں تو میرے نزدیک کچھ حاجت نہیں معلوم ہوتی ہے کیونکہ اذان سے تو غیر حاضرین کو مطلع کرنا مقصود ہے اور تکبیر سے یہ مقصود نہیں۔

باب ماجاء في التثويب في الفجر

قولہ لا تثوبن الخ: تثویب صبح کی اذان میں بالاجماع جائز ہے اور صبح کی اذان میں تثویب سے مراد الصلوة خير من النوم ہے اور ان الفاظ کو تثویب اس لئے کہتے ہیں کہ ان میں اعلام بعد الاعلام ہے اول تو حي على الصلوة میں دوسرے الصلوة خير من النوم میں اور بقیہ اوقات کی اذان میں تثویب جائز نہیں ہے بلکہ بدعت[2] ہے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ لوگوں نے بدعت کی یہ تعریف کی ہے کہ جو چیز قرون ثلثہ میں نہ ہو ایسی چیز کو رواج دینا بدعت ہے۔ مگر یہ تعریف اس زمانہ میں صادق نہ تھی۔ پس لازم آتا ہے کہ اس کو بدعت نہ کہا جاوے مگر یہ بات نہیں ہے (اى من حيث كونه عبادة ۱۲ جامع) پس میرے نزدیک بدعت کی تعریف ایک حدیث سے خوب سمجھی جاتی ہے اور وہ حدیث یہ ہے من احدث في امرنا هذا فهو رد۔ سو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت کی کامل تعریف بیان فرمادی ہے اور لفظ من اور في سے مطلب حاصل ہوتا ہے یعنی جو شخص ہمارے اس امر میں یعنی اس دین میں کوئی نئی بات[3] نکالے وہ بات مردود[4] اور غیر مقبول ہے اور یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں ہے اور جاننا چاہئے کہ بعض چیزیں تو ایسی ہیں جو دین میں نہ تھیں۔ مگر لوگوں نے ان کو دین سمجھ کر اس میں داخل کر دیا لیکن ان کی اصل دین میں موجود تھی۔ سو ایسی چیزوں کو بدعت شرعیہ نہیں کہہ سکتے ہیں کیونکہ ایسے امور کے دین میں داخل کرنے سے غیر دین کو دین میں داخل کرنا لازم نہیں آتا اور نہ اس کی وجہ سے کسی سنت کا انہدام لازم آتا ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے رمضان میں جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا مقرر فرمایا اور فرماتے تھے کہ کیا اچھی بدعت ہے یعنی بدعت بمعنی نئی چیز پس یہ بدعت لغویہ ہے شرعیہ نہیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح پڑھنا ثابت ہے چنانچہ آپ نے تین روز تک پڑھی بھی تھیں۔ تو حضرت عمرؓ کے اس فعل سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی تقویت ہوگئی۔ اور

---

[1] نزاع لفظی مراد ہے یعنی جو حمراء کو حرام کہتے ہیں وہ خالص سرخ مراد لیتے ہیں اور جو مستحب کہتے ہیں وہ مخطط سرخ دھاری دار مراد لیتے ہیں۔ عبدالقادر ۱۲

[2] فالمستدل به الحديث الصحيح من احدث في امرنا هذا فهو رد واحاديث الباب للتائيد فقط ۱۲ جامع

[3] حاصل یہ ہے کہ غیر دین کو دین سمجھنا بدعت ہے ۱۲ جامع [4] فان قيل لا يستلزم الرد كونه ماثما قلنا كيف لا فان الظاهر ان الشرع لا يرد شيئا الا محالة له وهو ماثم بلا ريب والاجماع ايضا منعقد على كون احداث البدعة معصية فافهم (۱۲ جامع)

besturdubooks.wordpress.com

امر کمال کو پہنچ گیا۔ اور اسی طرح جمع قرآن مجید کا مسئلہ ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمع قرآن کا قصد کیا اور حضرت صدیق اکبرؓ کو اس امر کا مشورہ دیا تو حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ اب نئی بات پیدا کرتے ہو جو حضورؐ کے زمانہ میں نہیں ہوئی۔ پھر یہ بات حضرت صدیق اکبرؓ کے خیال میں بھی آ گئی پس فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا۔ اس کام کے لئے یعنی یہ مشورہ بالکل صحیح اور درست ہے چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ کو حضرت صدیقؓ نے اس کام کے لئے مقرر کیا اور ان کی بھی یہی رائے ہوئی کہ قرآن مجید جمع کیا جاوے۔

اب غور کرو کہ قرآن مجید جمع ہونے سے کون سی سنت منہدم ہوئی۔ ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں ہوئی![1] اور بعضے چیزیں ایسی ہیں کہ لوگ ان کو دین میں تو نہیں داخل سمجھتے۔ مگر اس کو بطریق رسم استعمال کرتے ہیں اور کوئی دلیل شرعی اس کے منع پر موجود نہیں۔ پس اس کو بھی بدعت نہ کہیں گے مثلاً انگا پہننا کہ اس کو لوگ دین میں داخل نہیں سمجھتے اور ہے بھی نئی بات۔ پس یہ بدعت نہیں ہے مباح ہے۔ اور ایک بدعت کے احداث سے ایک سنت کا ارتفاع ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ کسی قوم میں جب کوئی نئی بات جاری ہوتی ہے تو حق تعالیٰ اس بدعت کے عوض ایک سنت[2] اٹھا دیتے ہیں۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو جاننا چاہئے کہ اگر تثویب ہر نماز میں جائز رکھی جاوے تو فائدہ اذان کا فوت ہوتا ہے کیونکہ اذان سے تو شارع کا یہ مقصود ہے کہ اس کو سن کر لوگ نماز کے لئے آ جاویں اور جب تثویب ہوگی تو لوگ اس کے منتظر رہیں گے اور اذان کا جو مقصود تھا فوت ہو جاوے گا۔ پس اس احداث بدعت سے ارتفاع سنت لازم آیا خوب سمجھ لو۔

باب ماجاء من اذن فهو يقيم

قوله: قال امرنی رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ

امام شافعیؒ کے نزدیک تو جو شخص اذان کہے وہی اقامت بھی کہے کیونکہ امر شرعی ہے لہٰذا اس پر عمل ہونا چاہئے۔ اور اس حدیث کا مطلب امام صاحب کے مذہب پر اور ایک قاعدہ سمجھ لینے کے سمجھنا چاہئے اور وہ قاعدہ امام صاحب کا یہ ہے کہ جو افعال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوئے وہ سب شرعی تھے یا نہیں۔ ظاہر یوں ہے کہ وہ سب افعال شرعی نہ تھے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سب اوصاف مجتمع تھے چنانچہ آپ بادشاہ بھی تھے اور رسول بھی تھے اور طبیب بھی تھے اور حکیم بھی تھے اور صلح کرانے والے بھی تھے یعنی ایسی بات کا حکم دینے والے تھے جس سے آپس میں رنج نہ پیدا ہو۔

بخاری میں ایک حدیث ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ روپیہ کا سکہ[3] مت کھودو۔ لوگوں نے بہت سی تاویلیں کی ہیں۔ مگر یہ بات اسی قاعدہ مذکورہ سے اس امر پر مبنی ہے کہ آپ نے یہ تمدنی مکانہ حیثیت سے ارشاد فرمائی اس لئے کہ اگر روپیہ پر سکہ نہ ہو تو خرابی کی بات ہے ہر وقت چاندی تولنی پڑے جب کوئی چیز خریدیں پھر اس میں احتمال ہے آیا اچھی ہے یا کھوٹی۔ پس اس واسطے آپ نے فرمادیا کہ سکہ روپیہ کا کھودا نہ جائے۔ اسی طرح حدیث میں جو آیا ہے کہ جب مکھی پانی میں واقع ہو جائے تو

---

[1] انظر الى نقوبهم عن البدعة افلم يكونوا يحبون الله ورسوله فدعوى المحبة من اهل البدعة مردودة. ۱۲ جامع

[2] قلت معناه عندی والله تعالىٰ اعلم ان البدعة لما احدثت لاجرم كانت مخالفة بطريق السنة فلزم ارتفاق تلك الطريق وهو السنة فافهم. ۱۲ جامع [3] یہ حدیث شریف بخاری میں ہے۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

چاہئے کہ اس کو غوطہ دے لے کیونکہ اس کے ایک پر میں شفا ہوتی ہے اور دوسرے میں مرض۔ اور پہلے مرض والے پر کو ڈالتی ہے۔ آپ کو حق تعالیٰ نے بذریعۂ وحی کے یہ بات معلوم کرادی تھی اگر کوئی شخص اس حکم کو نہ کرے[1] تو گنہگار نہ ہوگا۔ اس لئے کہ یہ حکم شرعی نہیں ہے بلکہ طبیبانہ ہے ایسے ہی یہاں پر سمجھنا چاہئے کہ آپ نے یہ حکم فقط مصالحت کی وجہ سے ارشاد فرمایا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اذان واقامت کا بڑا شائق ہو اور دوسرے کے اقامت کہنے سے اس کو رنج ہو تو اس صورت میں دو مسلمانوں میں رنج پڑے گا۔ اس کی مدافعت کے لئے یہ امر ارشاد فرمایا گیا۔ پس معلوم ہوا کہ امام صاحب کے نزدیک یہ امر شرعی نہیں ہے۔ فہو مقید بما اذا لحقہ الوحشۃ۔ (فیستحب عملا بمکارم الاخلاق ۔۱۲ جامع)

باب ماجاء فی کراھیة الاذان بغیر وضوء

قولہ لایؤذن[2] قلت للتنزیہ ثم ھو غیر مرفوع.

امام شافعیؒ کے نزدیک بدون وضوء کے اذان مکروہ تنزیہی ہے۔ اور امام صاحب کے نزدیک بغیر وضوء کے اذان کہنا خلاف مستحب ہے۔ پس اس سے معلوم ہوگیا کہ امام صاحب کے نزدیک اذان باوضو مستحب ہے۔

باب ماجاء ان الامام احق بالاقامة

اس باب میں جو حدیث ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ امام جب مصلے پر آجاوے اس وقت اقامت کہنی چاہئے یعنی اذان کے لئے تو حضور امام کی حاجت نہیں بغیر موجودگی امام اذان کہنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہاں اقامت بغیر حضور امام نہ کہنی چاہئے اور یہ اس وقت ہے کہ جب امام مثلاً کہیں گیا ہو اور موجود نہ ہو۔ اور اقامت کے بعد لوگوں کو ٹھہرنا پڑے گا۔ اور تکلیف ہوگی۔ امام کے انتظار میں اور جب کہ امام مسجد کے حجرے وغیرہ میں موجود ہو تو اس صورت میں بغیر اس کی موجودگی مصلے کے بھی تکبیر کہنا درست ہے۔

باب ماجاء فی الاذان باللیل

امام شافعیؒ کے نزدیک اگر وقت سے پہلے اذان ہوجائے تو اعادہ نہیں ہے۔ اور رات سے اگر کوئی اذان کہہ دے تو وہ کافی ہوجاوے گی۔ اور امام صاحب کے نزدیک وقت سے پہلے اذان کہنا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص مثلاً کہہ دے تو اعادہ کیا جاوے گا۔ اور امام ترمذی نے جو یہ کہا ہے کہ حدیث[3] غیر محفوظ ہے۔ خیر حدیث کو تو کیونکر کچھ کہا جاوے۔ پہلے وہ اتحاد زمانہ تو ثابت کردیں۔ آپ کے زمانہ میں رمضان المبارک میں سحری وتہجد کے لئے اذان کہی جاتی تھی۔ اور اب یہ حکم بھی منسوخ ہے

---

[1] نعم لو انکر ھذا الامر بعد ثبوت الحدیث الی حد التواتر بانہ قال ان الامر لیس کذلک وان قالہ فیکفر لانہ کذبہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذا الخبر. ۱۲ جامع [2] قولہ لایؤذن الا متوضی قال ابو الطیب النفی بمعنی النھی فیفید الکراھة لاجماع العلماء علی الجواز محدثا وھو مرفوع علی انہ فاعل لکونہ مستثنی مفرغا وفی نسخة منصوب والفاعل ضمیر المؤذن وللتقدیر لایؤذن مؤذن فی حال الاحوال الاحال کونہ متوضیا اہ قلت فی سند المرفوع معویة بن یحیی وھو ضعیف کما فی شرح السراج والمسئلہ حققت فی احیاء السنن. ۱۲ جامع [3] قولہ حدیث غیر محفوظ ہے الخ یعنی حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کہ حضرت بلالؓ نے فجر سے پہلے اذان پڑھی تو آپ نے حکم دیا کہ غلطی کا اعلان کرو۔

besturdubooks.wordpress.com

جیسا کہ ظاہر فعل[1] عمرؓ سے معلوم ہوتا ہے۔ وقوله منقطع غير مضر عند الحنفية لان مرسل الصحابي مقبول فهو كاف للاحتجاج وليس عند الخصم ما يدل على ان اذان الليل قد كفى للصبح.

باب ماجاء في كراهية الخروج من المسجد بعد الاذان

امام صاحب کے نزدیک بعد اذان کے مسجد سے برآمد ہونا مکروہ ہے۔ ہاں اگر کچھ عذر ہو تو مضائقہ نہیں[2]۔

باب ماجاء في الاذان في السفر

قوله: عن مالك بن الحويرث الخ ظاہر الفاظ حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں اذان کہیں اور دونوں اقامت کہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے پس حدیث کے الفاظ میں مجاز لیا جاوے گا۔ اور وجہ تثنیہ اختیار کرنے کی یہ ہے کہ دونوں کے مشورہ سے ایک شخص ان امور کو انجام دے گا۔ دوسری یہ وجہ ہے کہ جب ایک اذان کہے گا تو دوسرا جواب دے گا۔ اسی طرح اقامت کا جواب بھی دوسرا شخص دے گا خواہ فقط الفاظ اقامت کا یا تمام الفاظ اقامت کا اور دونوں بہتر ہیں[3]۔

باب ماجاء في فضل الاذان

عن ابن عباس الخ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص سات برس اذان کہے اس کے سب گناہ معاف ہو جاویں گے[4] اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص بارہ برس اذان کہے تو جنت اس پر واجب ہوگی (یحیٰی حسبنا اللہ ۱۲ جامع)

---

[1] قلت المسئلة ذكرت مفصلة في احياء السنن لكن دعوى النسخ مشكل والحق وهو احق بالاتباع ان الاذان في رمضان للسحور والتهجد جائز و مستحب(1) الأن كما كان نعم في الازمنة الاخيرى لم تثبت بل ثبت الانكار عن عمر كما ترى وحماد بن سلمة من الاعلام الاتقياء وقال ابن دقيق العيد يتحقق التعارض الا بتقدير ان بلالا يؤذن بليل في سائر العام وليس كذلك وانما كان في رمضان كما في شرح ابي الطيب. جامع [2] في فوت المغتذى قال ابن سيد الناس قال بعضهم ان هذا موقوف وقال ابو عمر هو مسند عندهم وقال لا يختلفون في هذا وذاك انهما مسندان مرفوعان يعني هذان وقول ابي هريرة من لم يجب يعني الدعوة. جامع

[3] رواه البخاري عنه واذا حضرت الصلوة فليؤذن لكم احدكم كذافي شرح ابي الطيب

[4] وفوت المغتذى روى ابن حبان من حديث ثوبان من حافظ على النداء بالاذان سنة اوجب الجنة وروى ابن ماجه من حديث ابن عمر من اذن ثنتى عشرة سنة وجبت له الجنة وكتبت له بتاذينه في كل يوم ستون حسنة وباقامة ثلثون حسنة وروى ابو الفتح من حديث ابي هريرة من اذن خمس صلوات ايمانا واحتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه قال ابن سيد الناس ولاتعارض بين هذه المدة المختلفة في الاقامة لوظيفة الاذان بالطول والقصر لاختلاف الثواب المرتب عليها ففي حديث ابي هريرة غفرله ما تقدم من ذنبه وهو ان كان ثوابا حسنا فليس فيه مايقتضي دخول الجنة ولا البراءة من النار لما قد يحدث عنه بعده مما قد يطلب بعهدته وحديث ثوبان المقيد بسنة اطول مدة واكمل ثوابا اذا الوعد فيه محقق فهو يقتضي السلامة مما يحول بينه وبين الجنة فيما تقدم له قبل الاذان تلك المدة وماتاخر عنها وحديث ابن عباس المقيد بسبع سنين كذلك ايضا اذا البراءة من النار امر زائد على دخول الجنة فليس كل من دخلها سلم من النار وحديث ابن عمر الاطول منها كلها مدة تضمن مع وجوب الجنة له زيادة بسبعين حسنة كل يوم على الاذان والاقامة يقتضي زيادة في رفع الدرجات في الجنة اه قلت لا يخفى عليك ان حديث السنة وحديث اسبع لمساوياح فيؤول احدهما بتاويل احرفا قول ان ايجاب الجنة لايقتضي ان لايدخل من وجبت له النار مطلقا ولا احتمال هذا في حديث السبع ولا ايجاب انما يلزم دخوله حتى وان كان بعد دخول جهنم ولو لحظة نعم يقتضي ان يموت مسلما غير كافر فافهم. والله تعالى اعلم ۱۲ جامع

---

(1) قوله مستحب الخ هذا رأى الجامع فلا يعمل به لان الفقهاء لم يقولوا به قال في الدر المختار لايسن لغيرها اى لغير الصلوات الخمس (۲) قوله هذا موقوف. يعني قول ابي هريرة اما هذا فقد عصى اباالقاسم صلى الله عليه وسلم (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

الحدیث (یعنی صغیرہ ۱۲ جامع) اور یہ ظاہر ہے کہ ایک نیکی کے عوض دس نیکیاں ملتی ہیں پس سات کو دس میں ضرب دینے سے اشارہ اس طرف ہوگیا کہ گویا اس نے ستر برس اذان کہی اور یہ عمر باعتبار اکثر امت محمدیہ کی ہے۔ اور جو ساٹھ ستر کے درمیان ہوتی ہے اور عمر طبعی بقول اطباء ایک سوبیس سال کی ہوتی ہے جس کی طرف بارہ کو دس میں ضرب دینے سے یہی اشارہ ہوگیا۔

باب ماجاء ان الامام ضامنٌ والمؤذن مؤتمنٌ

قوله عن ابی هریرةؓ الخ: مطلب یہ ہے کہ امام ضامن ہے جو کچھ نماز میں اس سے غلطی ہو اور وہ مقتدیوں کو اطلاع نہ کرے تو ان سب کی نماز کا وبال اس کے ذمہ رہے گا لہٰذا اس کو چاہئے کہ اگر کوئی ایسی غلطی ہو جائے کہ جس کا اثر مقتدیوں تک پہنچے تو ان کو اس غلطی پر ضرور مطلع کردے۔

اور مؤذن امانت دار ہے اس واسطے کہ وقت کا اندازہ اس کے اختیار میں ہے لوگ اس کے اعتبار پر وقت کا اعتبار کرتے ہیں لہٰذا اس کو پورا اندازہ کر کے وقت پر اذان دینا چاہئے۔

باب ماجاء فی کراهیة ان یاخذ المؤذن علی الاذان اجراً

قوله عن عثمان بن ابی العاص الخ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مؤذن ایسا ہونا چاہئے کہ اذان کی اُجرت نہ لے اور یہی متقدمین کا مذہب ہے مگر متاخرین نے بمجبوری جواز کا فتویٰ دے دیا ہے اور وہ یہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی ذات کو مسلمانوں کے کاموں میں مصروف کر دے اس کا نفقہ تمام مسلمانوں پر (بطریق فرض کفایہ ۱۲ جامع) واجب ہے اور پچھلے زمانہ میں بیت المال تھا اس سے ایسے حضرات کو حسبۃً للہ (نہ بطریق عوض و اجرت ۱۲ جامع) ان کو وظیفہ دیا جاتا تھا جس سے ان کی ضروری حاجت برآری ہو جاتی تھی۔ اس کے بعد بیت المال بھی جاتا رہا۔ اور بادشاہوں نے ایسے لوگوں کی تنخواہیں مقرر کر دیں کہ اس میں تو جھگڑا ہے کہ ماہانہ خرچ کا حساب کیا جائے اور اس کی مقدار ان کو دیا جاوے۔ اور اب بوجہ معدومیت سلطنت اسلامیہ یہ ذریعہ بھی جاتا رہا۔ پس اہل اسلام کے ذمہ ایسے حضرات کی ضروری خدمت واجب ہے خواہ ایک شخص اس کو پورا کردے یا بطریق چندہ خدمت کردی جاوے اور جاننا چاہئے کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں ایک تو واجب علی العین اور دوسری واجب علی الکفایہ۔ پھر واجب علی العین پر تو مطلقاً اجرت جائز نہیں۔ اور واجب علی الکفایہ میں جائز ہے۔ مگر ثواب عبادت کا نہ ملے گا۔ مثلاً کوئی شخص امامت کرے اور وہ اس پر اجرت

۱؎ قال الاشرف[1] یستدل بقوله الامام ضامن والمؤذن موتمن علی فضل الاذان علی الامامة لان حال الامین افضل من حال الضمین ثم کلامه وردبان هذا الامین یتکفل الوقت فحسب وهذا الضامن یتکفل ارکان الصلوٰة ویتعهد للسفارة بینهم وبین ربهم فی الدعاء فاین احدهما من الاخر وکیف لاوالامام خلیفة رسول الله والمؤذن -لمبغة بلال وایضا الارشاد الدلالة الموصلة الی الغفر والغفران مسبوق بالذنب قاله الطیبی کذافی المرقاة قلت وکفی بفضل الامامة انه صلی الله علیه وسلم واظب علیه مدة عمره ولم یؤذن مرة کما هو مقرر عند المحدثین وزید التقریر فیه فی احیاء السنن فانظر ثمه. ۱۲ جامع عفی عنه. ۲؎ وقد یقال ان کان قصده وجه الله تعالی لکنه بمراعاة للاوقات والاشتغال به یقل اکتسابه عما یکفیه لنفسه وعیاله فیا خذا الاجرة لئلایمنعه الاکتساب عن اقامة هذه الوظیفة الشریفة ولولا ذلک لم یاخذاجرافله الثواب المذکور بل یکون جمع بین العبادتین وهما الاذان (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

---

(۱) قولہ الاشرف الخ اس سے مولانا اشرف علی تھانوی کی تقریر مراد نہیں۔ بلکہ علامہ طیبی نے اپنے وقت سے پہلے کے عالم کا قول نقل کیا ہے۔ عبدالقادر عفی عنہ۔

besturdubooks.wordpress.com

لیتا ہے تو اس کو ثواب نماز کا ملے گا۔ مگر امامت کا نہ ملے گا۔ اور علیٰ ہذا القیاس اور عبادتوں کو بھی سمجھ لینا چاہئے اور اذان کا بھی یہی حکم ہے اور ترمذی نے جو استحبوا[1] کا لفظ کہا ہے اس سے مراد مقابل سنت مؤکدہ ہے۔ اور مشہور معنی مراد نہیں ہیں۔ یعنی جس نے اذان کہہ کر اجرت لی۔ اس نے سنت مؤکدہ کو ترک کیا۔ قلت الظاهر هو التحريم كراهة وهو المذهب الا بعارض كما افتى به المتاخرون۔ (۱۲ جامع)

باب منه ايضًا

قوله حلت الخ: من حلول الدين اى وجوبه فى وقته

باب ماجاء كم فرض الله على عباده من الصلوٰت

قوله عن انس بن مالك الخ

دوسرا جزو جو حدیث کا ہے یعنی ثم نودى يا محمد انه لايبدل القول لدى جس کے معنی ہیں کہ پھر ندا کی گئی اے محمدؐ! تحقیق شان یہ ہے کہ نہیں بدلا جائے گا قول نزدیک ہمارے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم نے تم پر پچاس نمازیں فرض کی تھیں۔ اگر ان سب کو ادا کیا جاتا تو ثواب زیادہ ہوتا جیسا کہ ظاہر ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ثواب اب بھی اسی قدر ملے گا کیونکہ ہم ایسا ہی لکھ چکے ہیں۔ اب اس کو بدلیں گے نہیں۔ گو عمل میں تخفیف کردی گئی ہے بمقتضائے رحمت۔ مگر ثواب بدستور رکھا گیا۔ بمقتضاء رافت۔ فافہم۔

باب فى فضل الصلوٰت الخمس

قولهٗ عن ابى هريرة الخ: ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص گناہ کبیرہ نہ کرے اس وقت اس کے گناہ[2] صلوٰۃ سے معاف کئے جاویں گے۔ ورنہ[3] نہ ہوں گے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ گناہ کبیرہ بجز توبہ کے معاف نہیں ہوتے مگر بعض علماء کے نزدیک حج سے گناہ کبیرہ معاف ہوجاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور شبہ مذکورہ جب وارد ہوتا ہے جبکہ ما کو خاص لیا جاوے یعنی یوں کہا جاوے کہ ما سے مراد خاص صغائر ہیں۔ اور حالانکہ مذہب اور مراد یہ نہیں ہے یعنی اجتناب کبائر عفو صغائر بالصلوٰۃ میں شرط نہیں۔ لوگوں نے اس کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ مگر میرے نزدیک یہ معنی ہیں کہ ما عام لے لیا جائے اس صورت میں حدیث سے یہ بات معلوم ہوگی کہ گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوں گے اور صغیرہ سے حدیث ساکت ہے اور ان صغیرہ کا معاف ہونا کلام اللہ سے معلوم ہوتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) والسعى على العيال وانما الاعمال بالنيات كذا فى رد المحتار جلد ۱ ص ۲۷۳ فى باب الاذان قال الجامع قد فصلت المسئلة فى رسالتى المسماة بتنزيه القران ورسالة المسماة . بهشتى جوهر على بهشتى گوهر فانظر ثمه تجدها كافيه مفصلة. ۱۲ جامع.

[1] قوله استحبوا کا لفظ کہا ہے الخ بظاہر یہ ناسخ کی غلطی ہے صحیح یہ ہے کہ ہوا کا جو لفظ کہا ہے اس سے مراد مقابل سنت مؤکدہ ہے (عبدالقادر عفی عنہ

[2] وهو ان كان محتملا لكن السياق ياباه بحيث ان الحديث لافادة فضل الصلوة واثرها ومن لا يجتنب الكبائر فكيف يحصل له فضل الصلوٰة مع انه صلاها والتخصيص المجتنب خلاف الظاهر. ۱۲ جامع

[3] قولہ "ورنہ نہ ہوں گے" اس مطلب کی تردید آگے حضرت کی تقریر میں آرہی ہے عند قولہ یعنی اجتناب کبائر عفو صغائر بالصلوٰۃ میں شرط نہیں نیز جامع نے بھی اس کی تردید کی ہے اور واقعہ میں یہ تحقیق قابل رد ہے اور یہ معتزلہ کا قول ہے کیونکہ ان کے ہاں مرتکب کبیرہ مسلمان نہیں۔ اس کے گناہ خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ معاف نہیں ہوتے۔ اہل سنت کے ہاں وہ مسلمان ہے (عبدالقادر)

besturdubooks.wordpress.com

چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں ان الحسنت یذھبن السیات معنی یہ ہیں ان الحسنت یذھبن الصغیرات اور کبیرہ کی نسبت قرآن مجید میں ارشاد ہے ان تجتنبوا کبائر ماتنھون عنه نکفر عنکم سیاتکم ماتنھون الخ میں اضافت بیانیہ ہے یعنی اگر تم کبائر سے بچو گے تو صغائر معاف کردیئے جاویں گے۔ چونکہ صغائر مقدمہ ہوتے کبائر کا۔ اور مشہور ہے کہ مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے۔ پس اس صورت میں صغائر معاف نہ ہوں گے یعنی جبکہ وہ صغائر باعث ہوجاویں صدور کبائر کا۔ اس لئے کہ وہ صغائر اب کبائر ہوگئے اور اگر ان کبائر کا صدور نہ ہوا تو مقدمات کبائر جو کہ ہنوز صغائر ہیں۔ معاف کردیئے جاویں گے۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ پیر کا بھی زنا ہوتا ہے اور ہاتھ کا بھی زنا ہوتا ہے۔ اور منہ کا بھی زنا ہوتا ہے۔ الحدیث۔ مگر ان کا زنا کب ہے جب کہ فرج ان کی تصدیق کرے۔ پس بعد تصدیق سب کبائر میں معدود ہوں گے اور اگر معصیت فرج سے بچ گیا تو وہ صغائر جو مقدمات نہیں معاف[1] ہوجاویں گے۔

وفي العربية لصاحب التقرير توجيه بعنوان اخروهو هذا كلمة ماعامة شاملة للصغائر والكبائر فالمعنى ان كونها كفارة لجميع المعاصي مقيدة بعدم غشيان (اى صدور هالا احاطتها ۱۲ جامع) الكبائر واما اذا غشي الكبائر فلايكون كفارة لجميعها اما كونها كفارة لبعضها فليس[2] بمنتف فافهم.

باب ماجاء في فضل الجماعة

قوله: عن ابن عمر الخ

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تنہا نماز پڑھنے کی نسبت جماعت کی نماز پڑھنے سے ستائیس حصہ زیادہ ثواب ملتا ہے۔ اور صحابہؓ سے جو منقول ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پچیس حصہ فضیلت ہے ان احادیث میں علماء نے یوں تطبیق دی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث محمول ہے جہری نمازوں پر اور دوسری حدیث سری نمازوں پر۔ وجہ یہ ہے کہ جہری نماز میں مقتدی قرأۃ سنتا ہے اور آمین کہتا ہے جو وہ فعل مستقل ہیں۔ بخلاف سری نمازوں کے۔ کیونکہ ان میں یہ دو عمل کم ہیں اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ تفاوت باعتبار اخلاص کے ہیں۔ جس کا اخلاص بڑھا ہوگا اس کو ستائیس درجہ ثواب[3] ملے گا۔

باب ما جاءَ فيمن سمع الندا

قولهٗ عن ابى هريرة الخ

مجیب سے یہاں مراد جواب باللسان نہیں ہے۔ بلکہ اجابت بالقدم مراد ہے اور اس حدیث سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ جماعت واجب ہے۔ مگر یہ استدلال صحیح نہیں ہے اس لئے ترک واجب پر کسی کے نزدیک احراق جائز نہیں ہے۔ اور امام صاحب کے نزدیک جماعت سنت مؤکدہ ہے اور سنت مؤکدہ کے ترک پر بھی احراق جائز نہیں۔ اور جناب

---

[1] اور بعد عزم علی المعصیۃ پھر عدم ارتکاب کا ثواب حدیث میں مصرح ہے۔ ۱۲ جامع [2] وليست هي الا الصغائر فلا نفي لها اى لكونها مكفرة وفي شرح ابى الطيب. والحاصل ان الصلوات مكفراة لجميع الذنوب مالم تكن يرتكب صاحبها الكبائر واذا ارتكبها لم تكن مكفرة لما سواها وتبقى عليه الكبائر ا ه. [3] اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلے پچیس کا ثواب حق تعالیٰ نے عطا فرمایا ہو اور پھر ستائیس کا۔ وہو الاظہر۔ ۱۲ جامع۔

besturdubooks.wordpress.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد احراق اس وجہ سے تھا اس زمانہ میں منافقین تھے۔ ان کا اذان کے بعد نہ آنا یہ صریح دلیل تھی ان کے نفاق کی۔ اس وجہ سے تشدیداً یہ فرمایا کرتے تھے مگر کبھی ایسا کیا نہیں اور یہ جو ترمذی نے کہا کہ بعض صحابہؓ یہ کہتے ہیں فلم یجب فلا صلوٰۃ لہ۔ سو بعض لوگوں نے اس میں مقدر مانا ہے وہ یہ ہے فلا صلوٰۃ کاملۃ لہ۔ میرے نزدیک اس تقدیر کی حاجت نہیں۔ بلکہ یہ قول بطریق تشدید اور تغلیظ کے ہے۔ تا کہ آئندہ کو اس وعید کو سن کر اجتناب کرلے

باب ماجاء فی الرجل یصلی وحدہ ثم یدرک الجماعۃ

قول جابر بن یزید فی اخری[2] القوم الخ

امام صاحب کے نزدیک تین وقتوں کی نماز میں شریک ہونا جائز نہیں ہے۔ عصر۔ مغرب۔ فجر اور امام صاحب کی دلیل وہ حدیث ہے جس کا مضمون[3] یہ ہے کہ جو شخص کہ صبح اور مغرب کی نماز تنہا پڑھے پھر جماعت میسر ہو جاوے تو وہ صبح اور مغرب کے وقت شریک نہ ہو۔ پس ان دونوں وقتوں میں تو شریک نہ ہونا اس حدیث سے معلوم ہو گیا۔ اور عصر پر اجماع ہے۔ اب یہ بات رہی کہ ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ان دونوں شخصوں کو اجازت دے دی تھی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک عام[4] اور خاص دونوں قطعی ہیں۔ پس جب مبیح و محرم[5] میں تعارض ہوتا ہے تو محرم امام صاحب کے نزدیک مقدم ہوتا ہے اس لئے تطبیق غیر ممکن ہے اور بعض لوگوں نے احادیث مبیحہ کو ترجیح دی ہے کیونکہ ان کے نزدیک صورت مذکورہ میں مبیح مقدم ہوتا ہے۔ وقولہ فانہا لکما نافلۃ فقیہ تصریح بکون الثانیۃ نافلۃ وبہذا خرج جوابہ بان الحدیث الاخر نہی عن النافلۃ فیقدم علی الصحیح۔

باب ماجاء فی الجماعۃ فی مسجد قدصلی فیہ مرۃ (ای بالجماعۃ ۱۲ ابو سعید)

قولہ عن ابی سعید الخ

اس حدیث سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ جماعت ثانیہ جائز ہے اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے اور ان کی دلیل وہ حدیث[6] ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ جماعت کی نماز نہیں ملی تھی تو آپ نے وہ نماز مکان میں جا کر پڑھی۔ اگر جماعت ثانیہ جائز ہوتی تو آپ مسجد ہی میں دوبارہ نماز پڑھ لیتے اور مسجد شریف کی فضیلت کیوں چھوڑتے۔ اور اس حدیث کا یہ جواب ہے کہ اس میں اقتداء المتنفل خلف المفترض مذکور ہے پس اقتداء المفترض خلف المفترض اس سے

---

[1] اور جناب رسول اللہ کا قصد احراق فرمانا گو عام تارکین جماعت پر محمول کیا جاوے تو بھی بعید نہیں کیونکہ آپ نے ایک امر مذموم پر اظہار غضب فرمایا۔ اور حقیقۃً احراق نہیں فرمایا اس صورت میں اتنی غلق پر مخصوصاً حمل کی حاجت نہ ہوگی۔ ۱۲ ابو سعید۔ [2] وقولہ فی اخری القوم فی الحدیث ای فی الجہۃ الاخری منہم ای ورائہم وفی روایۃ برجلین فی آخر القوم کذافی شرح ابی الطیب ۱۲ جامع [3] روی الدارقطنی باسناد صحیح مرفوعاً اذا صلیت فی اھلک ثم ادرکت الصلوٰۃ فصلہا الا الفجر والمغرب کذا فی اللمعات ۱۲ جامع

[4] تو یہ عام وخاص الخ عام سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہی عن الصلوٰۃ بعد الفجر حتی تطلع الشمس اخرجہ الترمذی وخاص سے مراد حدیث باب کا واقعہ ہے کہ ان دو شخصوں کو آپ نے فجر کے بعد نماز پڑھنے کی اجازت دی (عبد القادر عفی عنہ)

[5] ولو یعکس لنلایلزم النسخ مرتین فان الاصل ہو الاباحۃ فلما نسخت بالتحریم ثم ابیحت فلزم النسخ مرتین ہذا ملخص کلام العینی ویؤیدہ قول ابن مسعود ما اجتمع الحلال والحرام الا غلب الحرام وان ضعفہ البیہقی ۱۲ جامع

[6] اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط کذافی معارف السنن (عبد القادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

کہاں ثابت ہوتی ہے جو متنازع فیہ ہے اور ممکن ہے کہ وہ لوگ امام صاحب کو یوں جواب دیں کہ یہ کس طرح معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجہ عدم مشروعیت جماعت ثانیہ دولت خانہ میں جا کر نماز پڑھی۔

ممکن ہے کہ اور کوئی سبب ہو جس کی وجہ سے آپ نے ایسا کیا مگر ظاہر حدیث سے امام صاحب ہی کی تائید ہوتی ہے۔

اور امام صاحب کا مذہب اسباب میں قوی ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جماعت ثانیہ بچند شروط جائز ہے جس میں ایک شرط یہ ہے کہ ہیئت سابقہ بدل دی جائے یعنی جہاں پہلا امام کھڑا ہوا تھا وہاں دوسرا امام جماعت نہ کرے۔

باب ماجاء فی فضل العشاء والفجر فی جماعة

حدثنا محمود بن غیلان نابشر بن السری[1] الخ

اس حدیث کا بعض لوگوں نے یہ مطلب سمجھا ہے کہ جو شخص عشاء کی نماز با جماعت پڑھے گا اس کو نصف شب کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ اور اگر وہ شخص صبح کی نماز جماعت سے پڑھ لے تو اس کو ایک پوری رات کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ یعنی عشاء اور فجر باجماعت پڑھنے سے ڈیڑھ رات کی عبادت کا ثواب ملے گا لیکن اصل معنی اس حدیث کے یہ ہیں کہ صبح اور عشاء کی نماز باجماعت پڑھنے سے ایک رات کامل کی عبادت کا ثواب ملے گا۔

وقوله عن عثمان موقوفاقلت لاتتوهم الاضطراب فانه قدینشط الراوی فیرفع ویکسل اخری فیقف علی الصحابی

باب ماجاء فی فضل الصف الاول

قولهٗ عن ابی هریرة الخ

شرہا میں اضافت اضافی ہے یعنی ان کی ذات میں تو کچھ شر نہیں ہے مگر بوجہ عارض کے شر ہے۔

باب ماجاء فی اقامة الصفوف

قوله: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یسوی صفوفنا الخ

اس حدیث کے جزو اخیر کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ اول تو یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسخ کر دے گا تمہاری صورتوں کو۔ اور دوسرے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب میں مخالفت ڈال دے گا جس سے تمہارے درمیان آپس میں نااتفاق ہو جاوے گی۔ اس لئے کہ ظاہر کو باطن میں بھی بڑا دخل ہے۔ اگر ظاہر میں تمہاری جماعت سیدھی اور متفق رہے گی تو حق تعالیٰ اس کی برکت سے باطن کو بھی سیدھا اور متفق رکھے گا۔ سو اس وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تاکید فرمایا کرتے تھے۔

---

[1] بفتح مهملة وكسر راء خفيفة وشدة مثناة تحت كذافى المغنى ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء ليلينی[1] منكم اولوا الاحلام والنهى

قوله عن عبدالله الخ

اس حدیث سے جماعت کے کھڑے ہونے کی ترتیب معلوم ہوئی۔ یعنی سب سے اول میرے پاس بالغ لوگ کھڑے ہوں پھران کے بعد جو کہ قریب بلوغ کے ہوں۔ پھران کے بعد جو کہ بچے ہوں۔ پس معلوم ہوا کہ اس طرح پر تین صفیں کرنا چاہئیں اھ

قال الجامع فی شرح السراج فی تفسیر ثم الذین یلونهم الآخر چنانکه خنائی که علامت مروی وزنی هر دو دارند و متعین است که بعد ازوے صف نساء خواهدبود وفی قوت المغتذی قال بعضهم المراد ...... باولی الاحلام البالغون وباولی النهی العقلاء اه (وهو الاظهر ۱۲ جامع) وهو الاوجه فتوافق قوله صلی الله علیه وسلم خیر صفوف الرجال الخ وقول الترمذی روی عن النبی صلی الله علیه وسلم کان یعجبه الخ وقوله ماحذانعلاقط فی شرح السراج (الذی مر عقنریب ۱۲ جامع) الحذوالتقدیر والقطع

باب ماجاء كراهية الصف بين السوارى

قوله كنا نتقي الخ: امام صاحب کے نزدیک ستونوں کے درمیان جماعت کرنی مکروہ ہے اور دلیل عقلی یہ ہے کہ اس میں انقطاع جماعت کا ہوتا ہے اور جن لوگوں نے رخصت دی ہے اس سے مراد خلاف افضل ہے۔ اور اگر بوجہ تنگی جگہ کے ستونوں میں نماز جماعت سے پڑھ لیں تو کراہت نہیں[2]۔

باب ماجاء فی الصلوٰة خلف الصف وحده

قوله عن هلال الخ

مقولہ والشیخ یسمع متعلق ہے ہذا الشیخ کے یعنی جس وقت زیاد نے یہ حدیث پڑھی تو وہ شیخ خاموش رہے۔ اور رد نہیں کیا۔ پس معلوم ہوا کہ حدیث صحیح ہے کیونکہ انہوں نے سکوت فرمایا جو معرض بیان میں بیان ہے۔

وقوله ان يعيد الصلوٰة

بعض کا تو ایسا ہی مذہب ہے کہ جو شخص صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھے تو نماز پھر دہرائے اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے اور امام صاحب کے نزدیک نماز ہوجائے گی بکراہت۔ اور امام صاحب کی دلیل ایک دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] باثبات[1] الیاء قبل النون فی فتح الباری وثبت الیاء فی الجزم اجراء للمعتل مجری الصحیح کقراءة قنبل انه من یتقی ویصبر ۱۲ج مع

[2] قوله کراہت نہیں الخ علامہ سرخسیؒ نے مبسوط میں فرمایا ہے کہ ستونوں کے درمیان میں صف بنانا مکروہ نہیں کیونکہ وہ بھی مستقل صف ہے اگرچہ طویل نہ ہو۔ اور بعض حضرات نے روایات مختلفہ میں یوں تطبیق دی ہے کہ اگر ستونوں کے درمیان والی صفیں ٹیڑھی نہ ہوں تو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے (حاشیہ کوکب) (عبدالقادر عفی عنہ)

---

(1) قوله لیلینی الخ اس لفظ کو تین طریقہ سے پڑھا گیا اول لیلنی (یعنی دوسرے لام کے بعد اور نون سے پہلے یا نہیں ہے اور لام امر کی وجہ سے دو یاء گر چکی ہے دوم لیلینی یعنی دوسرے لام کے بعد یاء کا فتحہ ہے اور نون پر تشدید ہے یہ بھی قیاس کے مطابق ہے سوم لیلینی یعنی دوسرے لام کے بعد یا ساکن یہ قیاس کے خلاف ہے کیونکہ لام امر سے یاء گر جایا کرتی ہے مگر ایک لغت میں یاء کو باقی رکھتے ہیں جیسا کہ قنبل کو قراءة میں فانه من یتقی ویصبر ہے یا کو نہیں گرایا گیا۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

علیہ وسلم نماز جماعت سے پڑھا رہے تھے اور رکوع میں تھے کہ ایک صحابی[1] آئے اور انہوں نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ اگر میں آگے جا کر صف میں شریک ہوتا ہوں تو رکعت کا ثواب جاتا رہے گا۔ پس وہ اسی جگہ نیت کر کے شریک ہو گئے۔ پھر آہستہ آہستہ صف میں جا ملے۔ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نماز ان سے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری دین کی حرص کو زیادہ کرے مگر آئندہ ایسا نہ کرنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز باطل نہیں ہوئی۔ ورنہ آپ اعادہ کا حکم فرماتے۔ اور دوسرا فریق یہ جواب دے سکتا ہے کہ یہ ان کی تخصیص تھی۔ مگر یہ فقط احتمال ہی ہے جو ظاہر کے خلاف ہے اور جمہور کا مذہب امام صاحب کے موافق ہے اور یہ حکم اہل طریقت[2] کے لئے آپ نے ارشاد فرمایا کیونکہ ان کا مذہب ہے کہ اگر نماز میں ایک بار خشوع و خضوع نہ ہو تو اس کا اعادہ کرنا چاہئے اگر پھر بھی نہ ہو تو پھر اعادہ کرے۔

اسی طرح جب تک خشوع میسر نہ ہو اعادہ کرتا ہے (مگر وقت کراہت تنفل کے ایسا نہ کرے ۱۲ جامع) اور وہ حضرات اس امر کا دعویٰ کرتے ہیں کہ جو شخص ایسا کرے گا۔ اس کو ضرور خشوع و خضوع حاصل ہو جاوے گا۔ اور اس مسئلہ کا سمجھنا ایک اصل پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (والامر کذلک وقد جرب ۱۲ جامع)

شریعت کی بھی تعلیم فرماتے تھے اور طریقت کی بھی۔ پس باعتبار طریقت کے آپ نے یہ ارشاد فرمایا تا کہ بطریق مستحب و کامل نماز ادا ہو جاوے اور آپ نے شریعت و طریقت کو صاف صاف بیان فرما دیا ہے۔ البتہ حقیقت کو پوشیدہ فرمایا ہے مگر وہ بھی کلام اللہ و سنت رسول اللہ میں موجود ہے جن کو حق تعالیٰ نے سمجھ دی ہے وہ سمجھتے ہیں۔

باب ماجاء في الرجل يصلي و معه رجل

قوله عن ابن عباس الخ: اس حدیث کے مطابق عمل کرنا چاہئے لیکن اگر مقتدی ایسی صورت میں بائیں طرف کھڑا ہے تو نماز ہو جائے گی مگر خلاف سنت ہوگی۔ (ای کرہت۔ ۱۲ جامع)

باب ماجاء في الرجل يصلي مع الرجلين

قوله اذا كنا الخ: اس حدیث سے جیسا ثابت ہے ویسا ہی کرنا چاہئے اور حضرت ابن مسعودؓ سے جو مروی ہے تو شاید یا تو ان کا یہی مذہب ہوگا۔ یا کہا جاوے کہ جگہ نہ ہوگی اس وجہ سے انہوں نے مقتدیوں کو داہنے بائیں کھڑا کر لیا ہوگا۔

وقوله قد تكلم بعض الناس في اسمعيل بن مسلم الخ فلعل المقصود منه ترجيح الرواية الثانية على الاولى لكن الاولى تايدت بالعمل وايضا الثانية معلقة وايضا يحتمل الفعل كونه لعارض بخلاف القولي اه قال الجامع وفي شرح ابي الطيب اخرج مسلم من رواية ابراهيم عن علقمة والاسود انهما وخلا على عبدالله فقام بينهما فجعل احدهما عن يمينه والآخر عن شماله الحديث. وفي اخره هكذا رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم فعل واغرب ابن عبدالبر والمنذري والنووي فقالو ان الصحيح وقف هذا الحديث زاد المنذري والنووي

---

[1] اخرجہ البخاری والصحابی ہو ابوبکرۃ ۱۲ جامع [2] قولہ اہل طریقت الخ مراد وہ ہیں جو تقویٰ پر عمل کرتے ہیں۔ یعنی فتویٰ کے رو سے لوٹانے کی ضرورت نہیں اور تقویٰ کی رو سے لوٹانی چاہئے۔ احکام ظاہر کو شریعت اور احکام باطن کو طریقت کہتے ہیں۔ پھر اعمال باطن کی درستی سے قلب میں جلاء و ضیا پیدا ہوتا ہے جس سے حقائق منکشف ہوتے ہیں ان کو حقیقت کہتے ہیں (تربیت السالک) (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

ان مسلما اخرجه موقوفا واخرجه ابو داؤد مرفوعا واسناده ضعيف كذا قال وهو في مسلم من ثلث طرق . ثالثها مرفوعة واخرجه احمدؒ من وجه آخر عن عبدالرحمن بن الاسود عن ابيه قال دخلت انا وعلقمة على ابن مسعود بالهاجرة فلمازالت الشمس اقام الصلوٰة فقمت انا وصاحبي خلفه فاخذ بيدي وبيد صاحبي فجعلنا عن يمينه وعن يساره اقام بيننا وقال هكذا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنع وقدروى الطحاوي من حديث ابن سيرين قال ما ارى ابن مسعود فعل هذا الالضيق المسجد او لعذر آخر اه

باب ماجاء في الرجل يصلي ومعه رجال ونساء

قولهٗ عن انس الخ: اس حدیث سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ اگر تنہا شخص صف کے پیچھے کھڑا ہو کر نماز پڑھ لے تو نماز درست ہو جاتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ کو اپنے پیچھے کھڑا کیا اور وہ بالغ تھے اور یتیم نابالغ تھے اور نابالغ کی نماز کوئی چیز نہیں ہے مگر یہ کیسے معلوم ہوا کہ حضرت انسؓ بالغ تھے ممکن ہے کہ وہ بھی اس وقت نابالغ ہوں سو حضرت انسؓ کے بالغ ہونے کی کوئی صریح دلیل نہیں ہے اور یہ کہنا کہ صبی کی نماز کوئی چیز نہیں ہے محض غلط ہے اس لئے فرمایا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تمہارے لڑکے سات سال کے ہوں تو ان کو نماز سکھلاؤ اور اگر وہ نہ پڑھیں تو دس برس کی عمر میں مار کر پڑھاؤ۔ اگر نماز کوئی چیز نہ ہوتی تو آپ یہ حکم کیوں ارشاد فرماتے۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صبی کی نماز بھی معتبر ہے۔

اور حدیث باب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نماز نفل تھی اور لوگوں کے نزدیک نماز نفل بجماعت درست ہے مگر امام صاحب کے نزدیک اگر تین شخص مقتدی ہوں اور جماعت نفل کر لیں کبھی کبھی تو مضائقہ نہیں ورنہ مکروہ ہے اور وجہ یہ ہے کہ نوافل میں تو اخفاء مقصود ہے اور فرائض میں اظہار مطلوب ہے۔ اور اس میں بہت سی حکمتیں ہیں۔ منجملہ ان کے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو باہم ایک دوسرے کا حال معلوم ہو۔ اور رفاقت کا موقع ملے۔ اور نوافل[1] میں یہ مقصود نہیں۔ اور بعض صحابہ سنن مؤکدہ مکان میں جا کر پڑھا کرتے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ سنن و نوافل گھر میں پڑھنا بہتر ہے اور جماعت نوافل غیر معہودہ میں جماعت نوافل چار شخصوں سے زیادہ ثابت نہیں اور اس حدیث میں چار شخصوں کی جماعت مذکور ہے۔

وهذا الحديث الصحيح يدل على تقدم الامام على اثنين فافهم.

باب من احق بالامامة

قوله: يؤم القوم الخ: بعض ائمہ کا تو یہی مذہب ہے جو اس حدیث سے سمجھا جاتا ہے یعنی قاری کلام اللہ کا مقدم ہے عالم سے اور امام صاحب کے نزدیک عالم بالسنۃ مقدم ہے اور دلیل امام صاحب کی وہ حدیث ہے کہ جس میں یہ مضمون ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض وفات میں تھے تو آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کے لئے

---

[1] یعنی نوافل کے لئے اخلاص مخلص جس میں صورۃً بھی ریاء نہ ہو گھر میں پڑھنا بتایا گیا اور فرائض میں اظہار مذکور ہے حقیقۃً ریاء نہیں مگر صورۃً تو معلوم ہوتا ہے یہیں سے خلاص کا سبب وجہ ہے تہمت پاشان ہونا معلوم ہوتا ہے اور اس زمانہ میں سنن کا مکان میں پڑھنا تو ہے ہی کیونکہ آپ سنن روافض کا شعار ہو گیا ہے بعض شخص مسجد میں نہ پڑھتے ہوں رافضی سمجھا جاتا ہے لہٰذا تہمت سے بچنے کے لئے مسجد ہی میں پڑھنا چاہئے۔ هذا حاصل ما في ظفر جليل قلت اخرج البخاري في تاريخه الكبير مرفوعا اتقوا مواضع التهم كما في كنوز الحقائق ولم يطلع عليه الشوكاني فقال لا اصل له ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

ارشاد فرمایا۔ حالانکہ اقرا حضرت ابیؓ تھے ان کو نہیں ارشاد ہوا۔ اور اس جزو یعنی یوم القوم الخ کے معنی امام صاحب کے نزدیک یہ ہیں کہ وہ شخص ایسا ہو جو قراءۃ بھی اچھی طرح جانتا ہو اور عالم بھی ہو۔ اور اگر ایسا شخص نہ ہو تو اعلم بالسنۃ اولی ہے۔ پھر اور لوگ بترتیب مذکور امامت کریں۔ اور خصوم امام صاحب کو یہ جواب دے سکتے ہیں کہ جو اس زمانہ میں قاری ہوتا تھا وہ عالم بالسنۃ[1] بھی ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورۂ بقرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین برس میں پڑھی تھی۔ نیز آپ نے جو نماز پڑھانے کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کھڑا کیا تھا اس کی یہ وجہ تھی کہ آپ کو ان کا خلیفہ کرنا مقصود تھا۔ تاکہ لوگ حضرت ابوبکرؓ کی امامت صغریٰ سے ان کی امامت کبریٰ پر استدلال کرلیں۔ اور مخالفین کی طرف سے میں نے جواب اس لئے دیا کہ تم یہ نہ سمجھو کہ وہ نادری ہیں۔ اور کوئی دلیل ان کے پاس نہیں ہے۔ اور دوسرے جزو لایؤم الرجل الخ کے یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی شخص مثلاً کہیں نماز پڑھاتا ہے اور وہاں کے لوگ اس سے خوش ہیں۔ اور وہاں کوئی دوسرا شخص پہنچ جاوے تو اس کو وہاں نماز نہ پڑھانا چاہئے۔ ہاں اگر وہ اصلی شخص اجازت دے دے تو مضائقہ نہیں۔ کیونکہ بغیر اجازت پڑھانے میں لوگ بھڑکیں گے نیز اصلی امام مقتدیوں کی حالت سے واقف ہے اور نمازی اس کی عادت سے واقف ہیں اور اسی طرح کسی کی مسند پر بیٹھنا اس کی اجازت سے جائز ہے۔

باب ماجاء اذا ام احدکم الناس فلیخفف

قوله كان رسول الله صلى الله عليه وسلم من اخف الناس صلوة في تمام قال الجامع من اخف الناس خبر كان متعلقا بمحذوف منصوب وصلوة تميز من اسم التفضيل وهو يعمل فيه وفي تمام حال من صلوة اى مستقرة في تمام او صفة لها كذلك فافهم.

باب ماجاء في تحريم الصلوٰة و تحليلها

قوله مفتاح الصلوٰة الخ

جمہور کے نزدیک سوائے اللہ اکبر کے اور کسی اسم باری تعالیٰ سے نماز کو شروع کرنا کافی نہیں اور حضرت امام صاحب کے نزدیک اگر اور کسی نام سے اللہ تعالیٰ کے شروع کرے تو بھی کافی ہے مثلاً اللہ اعظم کہہ لے اللہ اکبر کی جگہ یا اور کوئی نام کہہ لے اور اختلاف باعتبار لفظ اور معنی کے ہے۔ جمہور کو تو لفظ مقصود ہیں اور امام صاحب کو معنی مقصود ہیں۔ اور اسی طرح جمہور کے نزدیک نماز سے خروج فقط السلام علیکم ورحمۃ اللہ سے حاصل ہوتا ہے اور امام صاحب کے نزدیک اگر کوئی شخص تشہد اخیر کے بعد قصداً حدث[2] کردے یا اور کوئی فعل[3] منافی صلوٰۃ کردے تو بھی نماز سے خارج ہوجاوے گا اور صاحبین کے نزدیک فقط اتمام تشہد اخیر سے خروج عن الصلوٰۃ ہوجاتا ہے۔

---

[1] یہ امام صاحب کا جواب نہیں ہوسکتا کیونکہ اس جواب میں امام صاحب کے موقف کو تسلیم کرلیا گیا ہے حقیقت میں یہ امام صاحب کی طرف سے یؤم القوم اقرءھم کا جواب ہے۔ (عبدالقادر عفی عنہ) [2] قولہ قصداً الخ اگرچہ قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے۔ [3] اعلم ان فرضية خروج المصلي بضعه مسئلة منسوبة الى الامام لم ينقل عنه مصرحا به وانما استنبطه ابوسعيد البردعي من قواعده ورده بعض الحنفية.

besturdubooks.wordpress.com

ویحتمل تقدیم[1] الخبر فی الجملتین (ای تحریمها التکبیر و تحلیلها التسلیم ۱۲ جامع) فیبطل الحصر ولولاهذا الاحتمال وادلة اخری لکان المطلوب ثابتا الخبر اذا کانما معرفا باللام تفید حصر المبتدافیه ۱۲ جامع

فاذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال وقوله ولاصلوة لمن لم یقرأ بالحمد وسورة فی فریضة اوغیرها

اس مسئلہ میں تین مذہب ہیں۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو سورۂ فاتحہ کا اور اس کے ساتھ میں ایک سورۃ کا پڑھنا فرض ہے اور سورۃ سے مراد یہ ہے کہ خواہ پوری سورۃ ہو یا مقدار تین آیت کی قرآن پڑھ لے اور امام شافعی کے نزدیک سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فاتحہ وسورۃ دونوں واجب ہیں اور امام کی دلیل حدیث اعرابیؓ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز تعلیم فرمائی تھی۔اور اس میں یہ بھی فرمایا تھا کہ پڑھ لو قرآن میں سے اس قدر کہ تم کو اس کا پڑھنا سہل ہو۔

اس حدیث سے امام صاحب کی کئی مسئلوں میں تائید ہوتی ہے اول تو قراءۃ فاتحہ میں کہ وہ فرض نہیں جیسا کہ گزرا۔اور دوسرا مسئلہ سلام کا ہے کہ وہ اس تعلیم میں مذکور نہیں۔جس سے معلوم ہوا کہ خروج بالسلام شرط نہیں بلکہ اور کسی طرح بھی خروج ہوسکتا ہے کیونکہ اگر شرط ہوتا اور ضروری ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ارشاد فرماتے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی کسی سے درخواست تعلیم صلوٰۃ کی کرے گا تو معلم بطریق احسن ہی متعلم کو سکھلا دے گا تاکہ اسی طرح اس پر عمر بھر عمل کرتا رہے جب یہ قاعدہ معلوم ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اعرابی کو وہی طریقہ بتایا تھا جو عمدہ تھا۔پس اگر امور غیر مذکورہ فی حدیث الاعرابی میں کوئی امر ضروری ہوتا تو آپ ضرور تعلیم فرماتے کیونکہ وہ وقت محل تعلیم تھا۔اس میں کوتاہی کیسے ہوسکتی ہے۔ امام صاحب نے نص قطعی اور حدیث جو خبر واحد ہے دونوں پر عمل کیا ہے۔بحکم اس نص کے تو مطلق قراءۃ کو فرض فرمایا ہے اور بحکم خبر واحد کے سورۃ فاتحہ کو واجب فرمایا ہے۔کیونکہ نسخ قرآن بخبر الواحد جائز نہیں ہے اور امام شافعی یہ جواب دیتے ہیں کہ ما تیسر سے مراد سورۃ فاتحہ ہے اور وہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ بہت سہل ہے اور سب کو یاد بھی ہوتی ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ترک فاتحہ سے اور امام مالکؒ کے نزدیک اگر فاتحہ اور سورت نہ پڑھے تو نماز نہ ہوگی اور امام صاحب کے نزدیک نماز ناقص ہوگی۔اس لئے کہ ترک واجب ہوگا جس سے نماز باطل نہیں ہوتی اور ابن مہدی نے جو فرمایا ہے کہ جس شخص سے نماز میں بعد تشہد بلاقصد حدث واقع ہوگیا میں اس کو بناء کا حکم کروں گا۔سو یہی مذہب امام صاحب کا ہے۔

انتهی کلام صاحب التقریر وقال الجامع اما قوله انما الامر علی وجهه ففی شرح ابی الطیب یعنی قوله تحلیلها التسلیم لایؤول بل یحمل علی ظاهره من ان السلام فرض لانه لایحل له ماحرم علیه فی الصلوٰة الا به فما لم یخرج من الصلوٰة الا به یکون فرضا کما

---

[1] گو اصل عبارت یوں تھی التکبیر تحریمها والتسلیم تحلیلها اس سے حصر ثابت نہیں ہوتا ہے۔ [2] قلت قدضعف هذا التاویل العلامة العینی کماذکر فی احیاء السنن ولایضرنا ضعف هذا الحدیث ایضافان حکم القراء ۃ بتعمیمها الذی قال به امامنا الاعظم فی هذا الموضع ثابت باحادیث یحتج بها وقد ذکرت فی احیاء السنن ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

ان مايدخل به فيها يكون فرضا وبه قال الامام الشافعي وغيره وقال علماؤنا انه واجب دون فرض اه قلت لم نقل بفرض التحريمة بهذا الخبر فقط بل لنا دليل اخرعليه وهو الاجماع (اى السلام ۱۲ جامع) بان الصلوٰة لا تنعقد الا بالتكبير فافهم.

باب في نشر الاصابع

قوله عن يحيى بن يمان عن ابن ابى ذئب عن سعيد بن سمعان عن ابى هريرة الخ فى قوت المغتذى نشرا صابعه اى بسطها رفع يديه مدا. يجوز ان يكون مصدرًا من المعنى كقعدت جلوسا اور حالامن رفع اه ملخصا قلت المراد من البسْط هو الترک على حالها وعدم ضمها لا البسط المفرط كمالا يخفى فانه الحال المعتدل ولم يدل دليل على افراط البسط واما جعل الترمذى هذا الحديث خطأ فهو جرح مبهم لايقبل وقدرواه الحاكم فى المستدرک عن ابى هريرة ايضا كما نقله الامام السيوطى فى الجامع الصغير وصححه. زاده الجامع عفى عنه.

باب فى فضل التكبيرة الاُولٰى

قوله من صلى الله الخ في شرح ابى الطيب قوله اربعين يوما فى جماعة اى مع ليا ليها لانه اذا ذكرت الايام بصيغة الجمع تدخل فيها الليالى والمتبادر منها التتابع ويحتمل الاطلاق ايضا وفضل الله اوسع اه ثم اعلم ان الترمذى اعترض على الحديث من اوجه يحصل بها الاضطراب الاول منها تفرد سلم بن قتيبة برفعه وقد روى موقوفا على انسؓ والجواب عنه ان الرفع زيادة وزيادة الثقة مقبولة وهو ثقة وذكر صاحب التقريب سلم بن قتيبة الشعيرى وقال صدوق وذكر ايضا سلم بن قتيبة الباهلي كذلک فايهما كان كان محتجا به على انه في حكم المرفوع فانه لايعرف بالرأى والثانى منها انه روى عن حبيب بن ابى ثابت وعن حبيب بن ابى حبيب البجلي فقلت كل منها محتج به كما فى التقريب ولا منافاة بينهما فان احدهما فى سند الموقوف واخر هما فى سند المرفوع ولوكان كذلک في سند واحد ايضا فكان لنا ان نقول انه روى من كل احدومابه باس والثالث منها عمارة بن غزية لم يدرک انس بن مالک فهو مرسل بمعنى منقطع والجواب عنه انه حجة عندنا وهذا الكلام كان على اسناد الحديث وعلى قواعد الحنيفة ولا يخالفه ظاهر الامر ولا يلزم علينا قواعد الغير فانها امور اجتهادية ولذاترى الاختلاف بين المحدثين

لـہ قوله المراد من البسط الخ نشر کے دو معنی آتے ہیں ایک عقد کی ضد اور دوسرے ضم کی ضد اور یہاں اول معنی مراد ہے۔ (حاشیہ کوکب) (عبدالقادر غفی عنہ

besturdubooks.wordpress.com

فان احدهم يصحح الحديث والآخر يضعفه اويحسنه حتى ان بعضهم يجعله موضوعًا وقد حققنا هذه الامور على قدر الضرورة فى احياء السنن ومقدمته والضعف لا يضر ايضا فى هذا المحل فانه من فضائل الاعمال و الضعاف تقبل فيها ثم رايت فى شرح الاحياء عن العراقى ما حصله ان رجال سند المفرفوع ثقات اه ومعناه عندى انه يوفق لامتثال الاوامر و النواهى فيدخل الجنة بغير عذاب وقدم النتيجة والثمرة وهو قوله براء ة من النار على العمل الذى هوالتوفيق بالامتثال وعبر عنه ببراء ة من النفاق للاهتمام به والتعجيل[1] ببشارة المقصود الاصلى والمراد من النفاق ماهوا عم من كل معصية سواء لم تصدر عنها اوصدرت فيوفق للتوبة عنها لان براء ة النفاق الاعتقادى اوبراء ة النفاق العملى الذى لا يشمل كل معصية لايكفى لبراء ة من النار وانما اوثر لفظ النفاق للاهتمام به والله تعالىٰ اعلم زاده الجامع عفى عنه

باب مايقول عند افتتاح الصلوٰة

قوله كان رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ

فى شرح ابى الطيب اى اسبحك سبحانا ووفقنى بحمدك والجملة الاولىٰ انشائيه الاخباريه فلا يلزم عطف الانشاء على الاخبار وقال ابن مالك وسبحان اسم اقيم مقام المصدر وهو التسبيح منصوب بفعل مضمر تقديره اسبحك سبحانا اى انزهك تنزيها من كل السوء والنقائص (اى ابين نزاهتك فانه تعالىٰ منزه قديما ١٢ منه) وقيل تقديره اسبحك تسبيحاً متلبسا ومقترنا بحمدك اه ملخصا قلت على التقديرين اللهم معترضة وفى قوت المغتذى من همزه فسرفى الحديث بالموتة وهى شبه الجنون ونفخه فسربالكبر ونفثه فسربالشعر قال ابن سيد الناس وتفيسر الثلثة بذلك من باب المجاز اه وقوله يتكلم فى على بن على الخ فى شرح ابى الطيب قال ابن الهمام وثقة وكيع و ابن معين وابوذرعة وكفى بهم حجة اه ملخصا قلت قدمر ان الاختلاف غير مضرقوله عن عائشة الخ قلت فى شرح ابى الطيب عن الطيبى عن التوربشتى رواه ابوداؤد باسناد حسن رجاله مرضيون اه محصلا.

---

[1] یعنی یہ جو ارشاد فرمایا کہ یہ شخص نفاق سے بری ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ احادیث میں نفاق کی جو علامات بتائی گئی ہیں۔ ان سے دور ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ تمام معاصی سے بری ہے یعنی اس سے معصیت صادر نہ ہوگی اگر ہوگئی تو جلدی توبہ کی توفیق ملے گی۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی ترک الجهر ببسم اللہ الرحمن الرحیم

قوله عن ابن عبداللہ بن مغفل الخ: اس قول سے فقط جہر تسمیہ کی نفی ہے اور اخفاء تسمیہ کی نفی نہیں ہے

باب من رای الجهر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قوله کان النبی صلی اللہ علیه وسلم الخ

اس حدیث سے استدلال مخالفین کا نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اس میں یہ احتمال ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتلایا ہو کہ ہم ایسا کیا کرتے ہیں اور اصل یہ ہے کہ حدیثیں دونوں جانب ہیں۔ بعض سے جہر اور بعض سے اخفاء ثابت ہوتا ہے۔ علماء حنفیہ نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ اصل مقصود تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اخفاء تھا اور بعض اوقات جو جہر فرماتے تھے تو وجہ اس کی یہ ہے کہ نماز میں ہر قسم کے لوگ اعرابی ناواقف حاضر ہوتے تھے ان کی تعلیم کے لئے آپ ایسا فرماتے تھے اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے برعکس سمجھا ہے۔

باب فی افتتاح القراء بالحمدللہ رب العلمین

قوله عن انس الخ

یہ حدیث تین معنی کو محتمل ہے اول تو یہ کہ یہ سب حضرات قراءۃ الحمدللہ الخ سے شروع فرماتے تھے اور بسم اللہ کسی طرح جہراً اور نہ سراً پڑھتے ہی نہ تھے سو یہ تو کسی کا مذہب[1] نہیں ہے دوسرے معنی یہ کہ قراءۃ بعد اخفاء بسم اللہ الخ شروع فرماتے تھے اور یہی مذہب (وھوالظاہر ۱۲ جامع) امام صاحب کا ہے اور تیسرے معنی جو امام شافعیؒ نے سمجھے ہیں اور وہ خود ترمذی نے بیان کر دیئے ہیں۔

باب ماجاء انه لاصلوٰۃ الابفاتحة الکتاب

قوله لا صلوٰۃ الخ

جاننا چاہئے کہ الحمد شریف کا نماز میں پڑھنا امام صاحب کے نزدیک واجب اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے اور حنفیہ کی تائید اول تو اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اعرابی کو نماز تعلیم فرمانا منقول ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں **اذا قمت الی الصلوۃ فکبر ثم اقرأ ماتیسر معک من القران الحدیث**۔ اگر قرأۃ فاتحہ فرض ہوتی تو آپ ضرور تعلیم فرماتے اس لئے کہ وہ وقت تعلیم کا تھا۔ دوسرے نص قطعی **فاقرء وا ما تیسر من القرآن** صاف دلالت کرتی ہے کہ مطلق قرآن فرض ہے پس اس آیت اور حدیث اعرابی کے اعتبار سے حنفیہ قرأۃ مطلق قرآن کو فرض فرماتے ہیں اور بوجہ حدیث الباب فاتحہ کو واجب کہتے ہیں اس لئے یہ خبر واحد ہے الہدایہ موجب زیادۃ علی النص نہیں ہوسکتی پس جو فاتحہ نہ پڑھے اور مطلق قرآن پڑھ لے نماز ہو جاوے گی مگر ناقص ہوگی۔ کیونکہ ترک واجب ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے

---

[1] قوله کان ابغض الیه الحدیث فی الاسلام فی هذا الحدیث قال ابو الطیب ابغض خبر مقدم لکان والحدث اسم مؤخر لانه معرفة وهو اولی بالابتداء واسم کان متدأ فی الاصل اه قلت المسئلة حققت تحقیقاتا مافی احیاء السنن وکل ماورد فیه من الجهر مرجوح کما بسطه ابن عبدالهادی الحنبلی فی تنقیح التحقیق ونقل نبذا منه الزیلعی فی نصب الرایه. ۱۲ جامع

[2] (بذل المجہود ص ۳۷ ج ۲) میں مدونہ کے حوالے سے یہ مسلک امام مالکؒ کا بتایا ہے۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

ہوتی ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ جس شخص نے ام القرآن کو نماز میں نہ پڑھا اس کی نماز ناقص ہے ناقص ہے اور اس میں لفظ خداج خداج کا واقع ہے جس کے معنی ناقص کے ہیں نہ کہ باطل کے۔ پس معنی حدیث کے یہ ہوئے لا صلوٰۃ کاملۃ لمن لم یقرأ الخ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نص میں تاویل کرتے ہیں کہ ما سے مراد سورۃ فاتحہ ہے کیونکہ وہ سہل ہے اور اکثر کو یاد ہوتی ہے اور حدیث اعرابی کو یوں توجیہ فرماتے ہیں کہ ان کو سورۃ فاتحہ یاد نہ ہوگی اس وجہ سے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ ارشاد فرمایا یعنی مطلق قرآن پر اکتفا کرنے کی اجازت دے دی علی ان القراۃ کما جاء فی حدیث اخر یعم الحقیقی والحکمی فلا یضر الحنیفہ ۱۲

اب یہ جاننا چاہئے کہ قراۃ فاتحہ کون کون سے نمازیوں پر واجب ہے اور ما تیسر میں ما عام سے بظاہر امام ومقتدی سب پر قراۃ واجب معلوم ہوتی ہے۔ مگر علمائے حنفیہ کے نزدیک فقط امام ہی پڑھے اور مقتدی خاموش رہیں اور ان کی دلیل اول تو وہ حدیث[۲] ہے جس میں ہے کہ امام کی قراۃ مقتدی کی قراۃ ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقتدی کی قراۃ حکمی ہے اور دوسری وہ حدیث[۳] جس میں یہ ہے کہ آپ نے ایک بار فرمایا کہ وہ سورت کون سی ہے۔ جس کو دو رکعت میں نہ پڑھا جاوے اور نماز ہو جاوے اور یہ تو جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ امام کے پیچھے نماز پڑھے۔

اب رہا یہ امر کہ مقتدیوں کو جو قراۃ خلف الامام سے منع کیا جاتا ہے تو اس باب میں کوئی حدیث[۴] نہیں ہے۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منع ثابت ہو۔ ہاں حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت عمرؓ کا قول ثابت ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قراۃ کرے اس کے منہ میں آگ کی چنگاری ہو اور اسی طرح سے بہت وعیدیں ہیں۔ ان دونوں حضرات کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ قراۃ خلف الامام امر محمود نہیں ہے ورنہ یہ حضرات اس قدر سخت الفاظ کیوں فرماتے اور علمائے حنفیہ کی تائید کلام اللہ سے بھی ہوتی ہے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا یعنی جبکہ کلام اللہ پڑھا جائے تو تم متوجہ ہو کر سنو اس کو اور خاموش رہو اور اگر فانصتوا[۵] فرماتے یعنی فاستمعوا فانصتوا تو اس صورت میں یہ ہو سکتا تھا کہ یہ معنے لئے جاویں کہ جس وقت قرآن مجید پڑھا جائے تو اس کی طرف متوجہ ہو کر سنو۔ پس خاموش رہو یعنی جہری نماز میں قراۃ خلف الامام نہ کرو اور اوقات نماز سری میں پڑھ لو تو مضائقہ نہیں۔ اس لئے کہ انصات مرتب تھا استماع پر اور استماع کہتے ہیں قصد سماع کو اور قصد سماع جبکہ سماع غیر ممکن ہو مثلاً صلوٰۃ سریہ یا حالت بعد عن الامام میں تو انصات بھی اس پر مرتب نہ ہوگا اب چونکہ واؤ جمع کے لئے لایا گیا تو یہ مراد نہیں ہو سکتی جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ اس شرط دو جزائیں ہیں ایسا ہی یہاں پر ہے۔ یعنی وہ جزائیں مستقل ہیں جس صورت میں کہ دونوں پر عمل ہو سکے گا دونوں محمول بہ ہوں گی۔ ورنہ جس پر عمل ممکن ہوگا اسی پر عمل لازم ہوگا یہ نہ ہوگا کہ ایک جزاء پر عمل غیر ممکن ہونے کے سبب دوسری جزاء پر عمل چھوڑ دیا جاوے حالانکہ اس دوسری جزاء پر عمل ممکن ہے۔ خوب سمجھ لو۔ یہ تقریر نفیس ہے اور مشہور یوں ہے کہ استماع کے معنی قصد سماع کے ہیں اگر فاستمعوا[۶] فرمایا جاتا تو صلوٰۃ

---

۱ یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے۔ مشکوٰۃ المصابیح ص ۷۸ (بحوالہ صحیح مسلم) ۲ ولفظہ من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ (اخرجہ احمد بن منیع فی مسندہ کذا فی فتح القدیر) (عبدالقادر عفی عنہ) ۳ یہ حدیث احقر کو نہیں ملی نہ طرز استدلال سمجھ میں آیا۔ ۴ مطلب یہ ہے کہ کوئی حدیث صریح منع میں نہیں ہے اگرچہ امر بانصات مسلم کی حدیث میں وارد ہوا ہے جو بظاہر مستلزم منع کو ہے وان تحتمل تاویلا بعیدا وقد حققت المسئلۃ فی احیاء السنن تحقیق عالی ۱۲ جامع ۵ اگر فانصتوا الخ یعنی اگر وانصتوا کی بجائے فانصتوا (فاء کے ساتھ) ہوتا۔ ۶ یعنی فاسمعوا۔ باب مجرد سے ہوتا۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

سر یہ اور حالت بعد عن الامام میں چونکہ سماع ناممکن ہے اس لئے انصات جو اس پر مرتب تھا وہ بھی مامور بہ نہ رہتا۔ مگر چونکہ استماع کا لفظ اختیار کیا گیا تو جہاں سماع ممکن بھی نہیں مگر استماع بمعنی قصد سماع وہاں بھی ممکن ہے لہٰذا جزاء کا ترتب لازم رہے گا لیکن یہ تقریر ضعیف ہے اس لئے کہ قصد سماع جو مطلوب ہے وہ تو فقط سماع کی وجہ سے مطلوب ہے اور جب سماع ممکن نہیں تو اس کا قصد محض لغو ہے جو کسی درجہ میں بھی عقلاء کو مطلوب نہیں ہو سکتا فضلا عن اہل الشرع تدبر۔

اور امام شافعیؒ کے نزدیک قرأۃ خلف الامام واجب ہے یعنی فاتحہ فقط۔ کیونکہ لفظ مَن[1] عام ہے مقتدی کو بھی شامل ہے اور امام کو بھی شامل ہے اور جو اقوال اوپر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اور حضرت ابن مسعودؓ کے مذکور ہوئے ان کا وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ وعیدیں محمول ہیں۔ ماسوا سورۃ فاتحہ پر۔ چنانچہ ان کے اہل مذہب فاتحہ خلف الامام پڑھتے ہیں اس طرح کہ امام سورۃ فاتحہ پڑھ کر کچھ دیر توقف کرتا ہے اور خاموش رہتا ہے اس عرصہ میں مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھ لیتا ہے۔

باب ماجاء في التامين

قوله عن[2] وائل بن حجر الخ

حدیثیں دونوں جانب ہیں یعنی رفع و خفض دونوں وارد ہیں کبھی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہر فرمایا اور کبھی اخفاء اور علماء حنفیہ اس طرح تطبیق دیتے ہیں کہ آپ کو اصل میں تو اخفاء مقصود تھا۔ مگر چونکہ آپ کی خدمت میں بدوی اور اعرابی بھی حاضر ہوا کرتے تھے۔ اس لئے تعلیماً کبھی آپ جہر بھی فرما دیتے تھے۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ سورۃ فاتحہ کے بعد کچھ اور بھی پڑھا جاتا ہے۔

اور علماء شافعیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقصود تو تھا جہر۔ چنانچہ آپ کا عملدرآمد اسی پر تھا اور اخفاء سے مراد یہ ہے کہ بہت زور سے آپ نہ فرماتے تھے چونکہ دونوں جانب احادیث ہیں۔ پس وسعت ہے جو جس کے مشائخ کا طریق ہو اس پر عمل کرے مگر فتنہ سے بچتا رہے کبھی بوجہ فتنہ کے مرجوع دلیل پر شرعاً عمل راجح ہو جاتا ہے۔ خوب سمجھ لو۔

وقوله اخطأ شعبة الخ قلت وعندنا يرجح رواية لشعبة لانه غير مدلس وما تكلم في رواية ليس بشيء.

باب ماجاء في السكتتين

قوله في حديث سمرة حتى يتراد اليه نفسه قلت هو حكمة حسنة ولا دليل على قول بعضهم ان هذه القرأة المؤتمين بل يدل الدليل على خلافه لوجهين الاول بيان الراوي. والثاني كونه خفيفا بحيث لم يلتفت اليه عمران ولو كان للقرأة كان اطول من الاول. قال الجامع في شرح ابي الطيب قوله حتى يتراد اليه نفسه اي يرجع اليه نفسه بفتحتين اه قلت قوله اذا دخل فاعله محذوف اي المصلي وقوله واذاقرء ولا الضالين تفسير لقوله واذا

---

[1] یعنی "لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتب" میں مَن کا لفظ امام اور مقتدی دونوں کو شامل ہے (عبدالقادر عفی عنہ)

[2] انظر في احياء السنن ماحقق بهذه المسئلة وبهذا الحديث فهو تحقيق عجيب. ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

فرغ من القراۃ وقولہ قال وکان یعجبہ ففاعل قال سمرۃ ومرجع الضمیر فی یعجبہ ھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

باب ماجاء فی وضع الیمین علی الشمال فی الصلوٰۃ

قولہ ورای بعضھم ان یضعھما الخ

یہ اختلاف باعتبار اولیٰ اور غیر اولیٰ ہونے کے ہے۔ بعض صحابہ ناف کے اوپر ہاتھ باندھتے تھے یعنی سینہ پر جیسا کہ اور احادیث میں لفظ صدر مصرح واقع ہوا ہے اور بعض صحابہ زیر ناف ہاتھ باندھا کرتے تھے۔ سو جو طریق جس کے مشائخ کا ہو وہ اسکو اختیار کرے۔

باب رفع الیدین عند الرکوع

قولہ عن ابیہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتاح الصلوٰۃ الخ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین جگہ رکعت میں رفع یدین منقول ہیں ایک تو تکبیر تحریمہ کے وقت اور دوسرا رکوع میں جاتے وقت[1] اور تیسرا درمیان سجدتین کے۔ سو ترک اخیر پر سب کا اجماع[2] ہوگیا ہے۔ اب باقی رہیں دو قسمیں تو اول قسم تو اجماعاً باقی ہے اور دوسری قسم مختلف فیہ ہے اور حدیثیں دونوں طرف ہیں۔ علماء شافعیہ فرماتے ہیں کہ آپ کو مقصود تو تھا رفع یدین کرنا۔ مگر بعض اوقات نہیں کرتے تھے تاکہ ترک کا جائز ہونا معلوم ہوجاوے اور علماء حنفیہ یہ فرماتے کہ یہ دیکھنا چاہئے کہ نماز میں اصل ترک ہے یا رفع۔ سو وہ فرماتے ہیں کہ اصل نماز میں سکون ہے اور اس قول کی تائید ہوتی ہے ایک حدیث[3] سے جس کا یہ مضمون ہے کہ صحابہ کرامؓ سلام پھیرتے وقت ہاتھ میں اٹھایا کرتے تھے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار یہ دیکھ کر فرمایا کہ کیا ہوگیا ہے کہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ اثنائے نماز میں تم ہاتھوں کو اس طرح اٹھاتے ہو جیسا کہ گھوڑے اپنی دم کو اٹھا کر دوڑتے ہیں اور آپ نے اس وقت فرمایا **اسکنوا فی الصلوٰۃ**۔ پس اب معلوم ہوگیا ہوگا کہ جب آپ نے سلام کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا جو کہ من وجہ داخل صلوٰۃ ہے اور من وجہ خارج صلوٰۃ ہے تو جو امور داخل صلوٰۃ ہی ہیں ان میں تو یہ حکم بطریق اولیٰ جاری ہوگا۔

اور رفع یدین کی توجیہ بعض نے یہ فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ امر اس واسطے فرمایا کرتے تھے کہ شاید کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ بوجہ بہرا ہونے کے تکبیر کی آواز نہ سن سکتا ہو تو وہ ہاتھ اٹھانے سے سمجھ لے گا کہ اب رکوع میں جارہے ہیں۔ اور بعض نے یہ کہا ہے کہ رفع یدین کی حکمت یہ تھی کہ جو لوگ بہت پیچھے صفوں میں کھڑے ہوتے ہیں وہ تکبیر کی آواز نہ سن سکیں گے۔ پس رفع یدین سے ان کو علم ہوجاوے گا اور جب امام رفع یدین کرے گا تو مقتدی بھی رفع یدین کریں گے۔ لہٰذا دور کے لوگوں کو علم ہوجائے گا۔

اور طریقت کا یہ مسئلہ ہے کہ جس قدر حرکتیں ہوتی ہیں سب پر فائدے مرتب ہوتے ہیں جیسا کہ مثلاً لا الہ میں ہے کہ اس طرح ضرب لگانا چاہئے تو اسی طرح جس وقت آپ کی زبان سے اللہ اکبر نکلتا تھا اس وقت ذوق وشوق میں ہاتھ اٹھ جاتے تھے جیسا کہ ہم لوگوں میں بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی ایسی بات ہوتی ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ اکبر کہا جاتا ہے تو اس کے

---

[1] اور رکوع سے اٹھنے کے بعد بھی احادیث میں رفع یدین مذکور ہے۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

[2] نیز اس حدیث میں یہ لفظ موجود ہیں وکان لا یرفع بین السجدتین ۱۲ جامع

[3] یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے (ص ۱۸۱ جلد ۱ باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ) (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

ساتھ ہاتھ اٹھ جایا کرتے ہیں ایسے ظہر کی نماز میں مشہور ہے کہ آپ کبھی کبھی آیت آواز سے پڑھ دیا کرتے تھے اور اس کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ لوگوں کے سنانے کے واسطے ایسا فرمایا کرتے تھے تا کہ فعلاً جواز جہراً یت معلوم ہو جاوے نیز یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں سورت پڑھی ہے اور اس زمانہ میں تعلیم احکام کی بہت ضرورت تھی۔

اور میرے نزدیک اصل وجہ یہ ہے کہ آپ پر ذوق وشوق کی حالت غلب ہوتی تھی جس میں یہ جہر واقع ہو جاتا تھا اور جب کہ آدمی پر غلبہ ہوتا ہے تو پھر اس کو خبر نہیں رہتی کہ کیا کر رہا ہے وقول ابن المبارک لایضر بعد ثبوتہ بالسند[1]

باب ماجاء في وضع اليدين على الركبتين في الركوع

قوله ان الركب سنت لكم في شرح ابي الطيب اى سن اخذها فسنة فعل مجهول وفا عله ضمير الركب وفيه مجاز الحذف قوله كانوا يطبقون التطبيق هو ان يجمع بين اصابع يديه ويجعلهما بين ركبتيه في الركوع والتشهد قاله في المجمع قوله كنا نفعل ذلك فنهينا عنه وقد اخرجه عن سعد بن ابى وقاص البخارى و مسلم في صحيحهما واللفظ للبخارى قال ابو يعفور سمعت مصعب بن سعد يقول صليت الى جنب ابى فطبقت بين كفي ثم وضعتهما بين فخذى فنهاني ابي وقال كنا نفعل ذلك فنهينا عنه وامرنا ان نضع ايدينا على الركب ١٥ زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء انه يجافي يديه عن جنبيه في الركوع

قوله و تريديه اى عوجهما من التوتير وهو جعل الوتر على القوس وفي النهاية جعلهما كالوترمن قولك وترت القوس واوترته شبه يدالراكع اذا مدهاقابضا على ركبتيه بالقوس اذا اوترت قوله فنحاهما عن جنبيه من نحي ينحي تنحيه اذا ابعد يعني ابعد مرفقيه عن جنبيه حتي كان يديه كا الوتر وجنبيه كالقوس كذا في شرح ابى الطيب زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في التسبيح في الركوع والسجود

قوله ليس اسناده بمتصل قلت غير مضر عندنا لان مرسل التابعي مقبول وقوله ما اتى على اية رحمة الخ محمول على النوافل بحديث اذا ام احدكم فليخفف

باب ماجاء من لايقيم صلبه في الركوع والسجود

قوله فصلوته فاسدة قلنا مأول عندنا لحديث مانقصت من ذلك نقص من صلوتك

باب مايقول الرجل اذا رفع راسه من الركوع

قوله الماجشون هو مثلثة الجيم معرب ماه گون اى شبه القمر وقيل شبه الورد كذا

---

[1] وقد حققت المسئلة في احياء السنن وفصل تحقيق قول ابن المبارك ايضا. ١٢ جامع

besturdubooks.wordpress.com

في المغني قلت اعرابه (وضم شين معجمه ۱۲ مغنی) کا عراب اللفظ المفرد لا كاعراب الجمع اوشبه الجمع وقوله عمي قال المولى سراج احمدؒ في شرحه للترمذی مفسرا ومعيناله يعقوب بن ابی سلمة الماجشون از رابعه بود بعد العشرين ومائة وفات كرداه وقوله سمع الله لمن حمده في شرح ابی الطيب ای قبل حمد من حمده واللام في لمن للمنفعة والهاء في حمده للكناية وقيل للسكتة والاستراحة وعلى كل تقدير يجب اسكانه كما حققنا في ما علقناه على الزيلعي وقال النووی قال العلماء معنى سمع ههنا اجاب ومعناه ان من حمدالله متعرضا لثوابه استجاب الله فاعطاه ماتعرض له فانا اقوال ربنا لک الحمد لتحصيل ذلک انتهی ثم الظاهر انه دعاء لان غرض السائل الاجابة فهو دعاء لقبول الحمد قوله ملْ السموت والارض بكسر الميم اسم ما يا خذه الا ناء اذا امتلأ وهو منصوب على الظرفية على المشهور وهو الذی اختاره ابن خالويه ورجعه واطنب في الاستد لال اقول لانه اسمه المقدارو اسماء المقادير تنصب غالبا على الظرفية تجوز اوحكي عن الزجاج انه يتعين الرفع اقول على انه صفة الحمدثم هو مجاز عن الكثرة قال المظهر هذا تمثيل وتقريب اذا لكلام لا يقدر بالمكائيل ولابسعة الادعية وانما المراد منه تكثير العدد حتى لوقدر ان تلک الكلمات تكون اجساما فملأ الاماكن...... لبلغت من كثرتها ماتملأ السموت والارضين انتهى اويقال هو تفخيم لسان الحمد اواجرها وثوابها ۱ ه زاده الجامع

باب ماجاء في وضع الركبتين قبل اليدين في السجود

قوله وروی همام عن عاصم هذا مرسلا قلت لا يضر لان زيادة شريک الثقة مقبول

باب اخرمنه

قوله يعمد في شرح ابی الطيب بكسر الميم وهمزة الاستفهام الانكاری محذوفة ...... فيرجع الى النهى ای لاينبغی له ان يقصد فيقدم اليدين على الرجلين في الوضع كالجمل والمقصود النهی عن البروک كبروک الجمل وذكر القصد بناء على انه فعل قصدی يترتب على القصد فنهى عن القصد مبالغة في النهی ۱ ه زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء في السجود على الجبهة والانف

قوله امكن انفه وجبهة الارض في شرح ابی الطيب ای اقدرهما من الارض فالارض منصوب بنزع الخافض وفي رواية من الارض ای وضعهما على الارض وفي القاموس

besturdubooks.wordpress.com

مکنته من الشئ وامکنته منه فتمکن واستمکن قوله ونحی یدیه عن جنبیه ای ابعدهما عنهما قوله ووضع کفیه حذو منکبیه[1] وفی مسلم من روایة وائل بن حجرانه سجدو وضع وجهه بین کفیه ومن یضع یدیه کذلک یکون یداه هذاء اذنیه فیعارض ما فی البخاری من حدیث ابی سعید انه علیه السلام لما سجد وضع کفیه حذومنکبیه قال ابن الهمام رحمه الله یقدم مافی مسلم علی مافی البخاری فان فلیح بن سلیمان الواقع فی سند البخاری وان کان الراجح تثبیة لکنه قد تکلم فیه فضعفه النسائی و ابن معین وابو حاتم و ابوداؤد ویحیٰی بن قطان والساجی وقدجاء فی احادیث متعددة انه کان یضع یدیه هذاء اذنیه ولوقال قائل ان السنة ان یفعل ایهما تیسر جمعا بین المرویات بناء علی انه کان صلی الله علیه وسلم یفعل هذا احیانا وهذا احیانا الا ان بین الکفین افضل لانه به تحصل المجافاة المسنونة مالا تحصل بالآخر کان حسنا اھ زاده الجامع.

باب ماجاء فی السجود علیٰ سبعة اعضاء

قوله وجهه قلت ولما صدق وضع الوجه بوضع الانف وحده قلنا باجزائه[2]

باب ماجاء فی التجافی فی السجود

قوله انظرالی عفرتی ابطیه الخ

قلت فی شرح ابی الطیب العفرة بضم مهملة وفتحها وسکون فاء بیاض لیس بالناصع بل تکون وجه الارض بمخالطة بیاض الجلد سواد الشعر وتثنیة العفرة للمضاف الیه (ای الخالص ۱۲ جامع) ولا یلزم منه ان لا یکون له شعر فانه اذا انتف بقی المکان ابیض وان بقی فیه اثار الشعر وهو یدل علی ان اثار الشعر هو الذی جعل المحل اعفراذلوخلی عنه جملة لم یکن اعفر وبه علم ان ابطیه صلی الله علیه وسلم کان علیهما شعر الا ان البیاض وجد بسبب النتف فلم یثبت ماقال بعض العلماء ان من خصائصه بیاض ابطیه حقیقة نعم من خصائصه صلی الله علیه وسلم ان ابطیه کانا نظیفین طیبی الرائحة ووجود الشعر مع عدم الرائحة الکریهة ابلغ فی الکرامة اھ زاده الجامع

باب ماجاء فی وضع الیدین ونصب القدمین فی السجود

قوله وهذا اصح من حدیث وهیب الخ قال الجامع ان وهیبا ثقة فذکر فی تهذیب التهذیب

---

[1] فی النهایه الحذو والحذاء الازاء والمقابل اھ وفیه ایضا الحذو التقدیر والقطع اھ قلت فهو هنا مصدر بمعنی الفاعل ای المقابل وهو منصوب علی الظرفیة. ۱۲ جامع عفی عنه [2] والمسئلة قد حققت مفصلة فی احیاء السنن. ۱۲ جامع.

besturdubooks.wordpress.com

ثلثة بهذا الاسم فالذى روى عنه الائمة الستة فيه كلام قليل لا يضرفان الاختلاف غير مضر كما مر والبواقى منها ثقات فالرفع الذي هو زيادة من الثقة وهو وهيب مقبول فالحديث موصولٌ مرفوع تامل زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في اقامة الصلب اذا رفع راسه من السجود والركوع

قوله قريبا من السواء خبر كانت اى كان مقدار مدة في الركوع و في السجود وفي وقت رفعه منهما قريبا من الاستواء والتماثل لاطويلا ولا قصيرا وذلک يستلزم اقامة الصلب ممن كن يسبح في الركوع والسجود ثلث التي هي ادنى مراتب الذكر المسنون فكيف ممن يزيد على ذالک قال الخطابي هذه اكمل صفة الجماعة واما الرجل وحده فله ان يطيل في الركوع والسجود...... اضعاف مايطول بين السجدتين وبين الركوع والسجدة اه زاده الجامع عنه.

باب ماجاء في كراهية ان يبادر الامام

قوله ولا نعلم بينهم في ذلک اختلافا في شرح ابى الطيب اما انه لايتقدمه فلا خلاف فيه واما انه يتا خرعن الامام ويكون بعده فمنهم من راى ان يكون مع الامام لكن الاوفق بالاحاديث ان يكون بعده كما عليه الجمهور اه وفيه ايضا ومذهبنا ان المتابعة بطريق المواصلة واجبة حتى لورفع الامام رأسه من الركوع اوالسجود قبل تسبيح المقتدى ثلثا فالصحيح انه توافق الامام ولورفع رأسه من الركوع والسجود قبل الامام ينبغي ان يعود ولايصير ذلک ركوعين اه قلت ورد في الحديث الصحيح انما جعل الامام ليؤتم به فاذاكبر فكبر وا واذا ركع فاركعو الحديث رواه الترمذى وقال حسن صحيح فهذا يقتضي المتابعة بطريق المواصلة والفاء في الجزاء للربط لا للتعقيب كما هو محقق في النحو فالا حسن عندى ان القول يحمل على الاولى وفعل لصحابة على الجواز فان الاول اقوى ولوكان القول والفعل كلا هما له صلى الله عليه وسلم لترجح القول فكيف اذا لم يكن كلا هماله لكن التطبيق اولى من ترک احدهما وقول ابى الطيب بترجيح ماعليه الجمهور لايستلزم على غيره فعندى الاوجه ماعليه الحنفية والله تعالى اعلم. والمسئلة قد حققت في احياء السنن فانظر ثمه فانه معدن الخلافيات الكثيرة على سبيل التحقيق زاده الجامع عفي عنه.

---

[1] يعنى حضور صلى اللہ علیہ وسلم کے قول فاذا كبر فكبروا سے متابعت بطریق المواصلة کا امر معلوم ہوتا ہے۔ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل جو حدیث براء میں مذکور ہے "لم يحن رجل منا ظهره حتى يسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم فنسجد" اس سے مواصلت کی نفی ہوتی ہے تو تطبیق اس طرح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اولویت پر اور صحابہ کرام کا عمل جواز پر محمول ہے۔ (عبد القادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء في كراهية الاقعاء بين السجدتين

قوله لا تقع الخ

اقعاء کہتے ہیں کتے کی طرح بیٹھنے کو اور وہ اس طرح بیٹھتا ہے کہ دونوں ہاتھوں کو کھڑا کر لیتا ہے اور سرین پر بیٹھتا ہے اور پچھلے دونوں پیروں کو بچھالیتا ہے ایک تو اقعاء کے یہ معنی ہیں اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ جب سجدہ سے اٹھے تو سیدھا نہ بیٹھے بلکہ ایڑیوں پر بیٹھے اور پیروں کو کھڑا رکھے اور دونوں طرح اقعاء کرنا علماء حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ بے عذر کے واسطے۔ اور اگر کوئی عذر نہ ہو تو کراہت نہیں جیسا کہ حدیث آئندہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر عمل تھا اور یہ عمل حالت کبر میں تھا جبکہ نشست و برخاست میں تکلیف ہوتی تھی۔ پس اس دشواری کی وجہ سے آپ یہ اقعاء فرما لیتے تھے۔ اور امام شافعی کے نزدیک اقعاء کا تھا الکل مکروہ ہے اور بالمعنے الثانی جائز ہے۔ انتهى كلام صاحب التقرير قال الجامع قدمر توثيق الجعفي والمسئلة قد حققت في احياء السنن.

باب في الرخصة في الاقعاء

قوله هي السنة. سنت کی دو قسمیں ہیں ایک قسم تو یہ ہے کہ کسی فعل کو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے قصداً ومطلوباً کیا ہو اور دوسری قسم یہ ہے کہ کسی فعل کو آپ نے اس طرح نہ کیا ہو۔ بلکہ کسی عذر کی وجہ سے کر لیا ہو۔ چنانچہ یہ اقعاء آپ کا قصداً نہ تھا۔ عذر کی وجہ سے تھا۔ سو عذر کی وجہ سے حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے انتہی کلام صاحب التقریر جامع کہتا ہے کہ اقعاء جو حدیث میں واقع ہے اس کی تفسیر مسلم میں ہے۔ عن طاوس قلنا لابن عباس في الاقعاء على القدمين فقال هي السنة كما في شرح ابي الطيب وفيه ايضا لكن ورد في خبر مسلم الاقعاء بين السجدتين منة.

اور خلاصہ مسئلہ کا یہ ہے کہ اقعاء دونوں معنی میں حدیث میں مستعمل ہوا ہے۔ سو پہلی تفسیر کے اعتبار سے تو اتفاقاً منہی عنہ ہے اور نہایہ کی کلام سے اصلی معنی اقعاء کے پہلے ہی معلوم ہوتے ہیں اور دوسرے معنی کو قیل سے تعبیر کیا ہے لیکن چونکہ مسلم میں مفسر اندکور ہے اس لئے اس معنی کا بھی اعتبار ہوگا لیکن کراہت دونوں معنی پر باقی ہے پہلے معنی پر تو ظاہر ہے اور دوسرے معنی پر کہ اصلی نشست بین السجدتین آپ کی یہ نہ تھی چنانچہ بخاری کو اس حدیث سے ظاہر ہے۔

عن عبدالله بن عمر في حديث طويل وقال انما سنة الصلوٰة ان تنصب رجلک اليمنى تفرش اليسرى فقلت انک تفعل ذلک فقال ان رجلاي لاتحملاني وفي مسلم عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم وساق الحديث وفيه وكان يقول في كل ركعتين التحية وكان يفرش رجله اليسرى ينصب رجله اليمنى الحديث ولفظ كان يدل على الاستمرار الا اذا دل دليل على خلافه وقد حقق ذلک في احياء السنن والجلوس عام سواء كان بين السجدتين او لقرأة التحية تامل.

وقوله جفاء في شرح ابي الطيب قال النووي ضبطناه بفتح الراء وضم الجيم اى......

besturdubooks.wordpress.com

بالانسان وكذا نقله القاضي عياض عن جميع رواة مسلم قال وضبطه ابن عبدالبر بكسر الراء و اسكان الجيم قال ابن عبدالبر ومن ضم الجيم فقد غلط ورد الجمهور على ابن عبدالبر وقالوا الصواب الضم وهوالذى يليق به اضافة الجفاء اليه انتهى. والحاصل ان هذه الهيئة جفاء بالانسان تبعا وبالرجل اصالة لكن الجمهور نظروا الى ان نسبة الجفاء لاتكون الا الى العقلاً فانكروا الكسر ويؤيد هم ثبوت الرواية بالضم والله اه اه زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في الاعتماد في السجود

قولهٗ اذا تفرجوا في شرح ابي الطيب اى اذا اعتدلوا سمي الا عتدال به لما فيه من التفرج عن الارض اى البعد عنها وانما اشتكوا للحوق المشقة بسبب الاعتماد على الكفين. قوله فقال استعينوا بالركب اى بوضع المرفقين على الركبتين كما فسره ابن عجلان احد رواته عند ابي داؤد و ظاهره الرخصة في ترك التفريج للمشقة عليهم اه وفي شرح السراج يا آنكه درحالت سجود مرافق را بزا نو هاچسپانيد تا بآساني سجده توانيد كرو اه وقوله كان رواية هؤلاء اصح الخ قلت لعل المراد الاعتماد على رواية الجماعة وترك رواية الليث باعتبار السند فان كان كذلك لا يضر عند غيره فان مثل هذا الجرح لا يقتضي رد الرواية فانه يمكن ان الليث رواه عن المذكور والجماعة روته عن المذكور الأخر ولا تنا في بينهما فافهم و تفقه زاده الجامع عفي عنه.

باب كيف النهوض من السجود

قوله اذا كان في وترمن صلاته في شرح ابي الطيب اى في الركعة الاولى والثالثة وظاهره جواز جلسة الاستراحة وحمل علماؤنا ذلك على ضعف المزاج بكبراو كسل لحديث[1] الباب الآتي ولاشك انه لانهوض الافي الاولى والثالثة فيعارض الحديث الباب الا ان يقال يمكن الجمع بان يجلس ثم يقوم على صدور قدميه الا ان المتبادر من قوله كان ينهض على صدور قدميه عدم الجلوس بعد السجدة وهوالذى فهمه المصنف والا لا كتفى بالباب الواحد ويمكن ان يقال قوله ونهض على صدور قدميه احتراز على الاعتماد على اليدين عندالقيام لا عن جلسة الاستراحة اه

قلت لكن يرد الاحتمال الاخير مارواه ابوداؤد بسند صحيح عن عباس اوعياش بن

---

[1] وه حديث يہ ہے كان النبي صلى الله عليه وسلم ينهض في الصلوٰة على صدور قدميه۔

besturdubooks.wordpress.com

سهل الساعدى انه كان في مجلس فيه ابوه وكان في اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وفي المجلس ابو هريرة وابو حميد الساعدى وابواسيد فذكر الحديث وفيه ثم كبر فسجد ثم كبر فقام ولم يتورك ومارواه ابوبكر بن ابي شيبة بسند حسن على النعمان بن ابي عياش قال ادركت غير واحد من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فكان اذا رفع راسه من السجدة في اول ركعة والثالثة قام كما هو ولم يجلس فافهم. والتفصيل في احياء السنن وفي شرح ابي الطيب قوله عليه العمل عند اهل العلم يدل على حسنه لانه لولم يكن حسنابل ضعيفا لما عملوا به عندالمعارضة اه. قلت هذا احتمال محض فانه يمكن ان لم يبلغهم الحديث المعارض والعمل على الحديث الضعيف اولى من العمل بالقياس وعليه الحنيفة فالانصاف ان العمل على حديث ضعيف لا يقتضي حسنه بل يقتضي قوته في الجملة تامل فهذا حق حقيق ان يقبل. زاده الجامع عفي عنه. قوله

باب ماجاء في التشهد

قوله عن عبدالله بن مسعود الخ وقوله عن ابن عباس الخ

دونوں طرح التحیات پڑھنا درست ہے جس طرح جس کے مشائخ کا معمول ہو اس طرح عمل کرے انتہی کلام صاحب التقریر۔ قال الجامع في شرح ابي الطيب قوله اذا قعدنا[1] في الركعتين ان نقول لا يصح ان يكون ظرفا لعلمنا لفساد المعنى ولا لقوله ان نقول لان ان الناصبة للفعل موصول حرفي ولا يجوز تقدم مافي حيز الموصول (اى متعلق بدو هوالصلة ۱۲ منه) عليه اسميا كان اوحرفيا فالوجه ان يكون ظرفا لان نقول المقدور ويكون المذكور بيانا له اه

باب كيف الجلوس في التشهد

قوله افترش رجله اليسرى. قلت هذا حجة الحنفية والحكاية وان لم يكن لها عموم لكن انضمام[2] القرائن من اهتمامه للنظر في صلوته صلى الله عليه وسلم ثم بيانه يدل على نظره في جلسات متعددة فافهم وايضا لوكان هيئة القعود الاخير غير هذا لماسكت عنه فالسكوت في معرض البيان بيانٌ انتهى كلام صاحب التقرير وقال الجامع روى مسلم في صفة صلاته صلى الله عليه وسلم عن عائشة كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستفتح صلاته بالتكبير والقرأة بالحمدلله رب العلمين الى ان قالت وكان يقول في كل ركعتين

---

[1] معنی یہ ہو جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تعلیم دی جب ہم بیٹھے اور اس کا فاسد ہونا ظاہر ہے (عبدالقادر) [2] یعنی قرائن سے معلوم ہوتا ہے افترش رجله اليسرى دونوں قعدوں کو شامل ہے پس یہ اعتراض نہ ہوگا کہ ان الفاظ سے آپ کے فعل کی حکایت بیان کی گئی۔ اور حکایت فعل عموم پر دال نہیں ہوتی۔

besturdubooks.wordpress.com

التحية وكان يفرش رجله اليسرى وتصب رجله اليمنى كما في شرح ابي الطيب فهذا صريح في كونه سنية النبي صلى الله عليه وسلم لورد كان فيه وقد مر عنقريب في حاشية باب الرخصة في الاقعاء حديث ابن عمر المروى في البخارى وفيه انما سنة الصلوٰة الخ

باب منه ايضًا

قوله اقبل بصدر اليمنى على قبلته (اى مقابلا على القبلة ۱۲ جامع) (وفى البخارى عن حميد و قعد على مقعدته ۱۲ تقرير) قلت في شرح السراج اين مستلزم ايستاده داشتن اوست اه قلت لادلالته فيه للشافعي فقول المصنف احتجوا الخ لا يتم فان هذه العبارة تصدق على من نصب رجله اليمنى بطريق مذهب الحنفيه ايضا تامل زاده الجامع.

باب ماجاء في التسليم فى الصلوٰة

قوله عن يساره الخ خلافا لما لک فيما ذکروه واولوا تلقاء وجهه انه عند السلام يكون وجهه نحو القبلة ثم يلتفت لان الالتفات منفي لاسيما والرواية ضعيفة. (ستاتى ۱۲ جامع)

باب منه ايضًا

قوله تسليمة واحدة الخ قلت في شرح السراج زيلعى در تخريج گفته است اخرجه الترمذى وابن ماجه وممن ضعفه البيهقى والترمذى وابن عبدالبر والدار قطنى والبغوى واستنكره ابن ابى حاتم والطحاوى وغيرهما وصوبوا وقفه وغفل الحاكم فصححه على شرط الشيخين وصححه وابن حبان ايضا اه فثبت ان الحديث مختلف في صحته وضعفه وقدمر ان الاختلاف غير مضر فالحديث صحيح مرفوع كما صححه الحاكم وابن حبان قاله الجامع والان اشرع التقرير. صاحب التقرير.

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دونوں طرف یعنی داہنے اور بائیں سلام نہیں پھیرا کرتے تھے۔ بلکہ اپنے منہ کے مقابل سلام فرمایا کرتے تھے۔ اس باب میں لوگوں نے یوں تطبیق دی ہے اور اس طرح احادیث کو جمع کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر تو داہنی اور بائیں جانب سلام پھیرا کرتے تھے مگر کبھی جواز کے اظہار کے لئے منہ کے سامنے بھی فرمادیتے تھے تاکہ معلوم ہوجائے کہ یوں بھی جائز ہے اور بعض علماء نے یوں احادیث کو جمع کیا ہے کہ جب آپ سلام کو شروع کرتے تھے تو اس وقت منہ مبارک بجانب قبلہ ہوتا تھا اور سلام کرتے ہوئے داہنے اور بائیں متوجہ ہوجاتے تھے۔

لہ یہ اعتراض اس وقت صحیح ہے جبکہ امام شافعی کا استدلال اقبل بصدر اليمنى على قبلته سے ہو لیکن یہ احتمال ہے کہ ان کا استدلال ابوحمید ساعدی کی حدیث کے ان الفاظ سے ہو " وقعد على شقه متوركا" یہ الفاظ اگرچہ مصنف نے اختصار یہاں ذکر نہیں کئے لیکن چند ابواب کے بعد باب ماجاء في وصف الصلوة میں ابوحمید ساعدی کی طویل حدیث بیان کی ہے اس میں یہ الفاظ ذکر کئے ہیں۔ (عبدالقادر)

جاننا چاہئے کہ طریقت کا ایک مسئلہ ہے اور وہ یہ ہے کہ سلام فرشتوں کو (بھی) کیا جاتا ہے اور فرشتے حسب کشف اہل سلوک کے داہنے اور بائیں اور سامنے کھڑے رہتے ہیں۔ اور وہ ہمارے احکام کے مکلف نہیں ہیں پس ان کا کھڑا رہنا معتبر نہیں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرف ان کو دیکھتے تھے اس طرف ان کو سلام کرتے تھے اور یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ وہ ملائکہ پشت کے پیچھے نہیں کھڑے ہوتے ہیں۔

انتهي قال الجامع ان الملئكة يمشون خلف رسول الله صلي الله عليه وسلم كما في الجامع الصغير في باب الشمائل عن الحاكم في المستدرک وابن ماجه. بسند صحيح كان اذا مشي اصحابه امامه وتركوا ظهره للملائكة اه[1] ان تكون هذه الملئكة غير الكاتبين لاعماله او الذين يكتبون فيكون الامر خاصا به (اى بين) ما اولالف فيجعل بمنزلة حين نحو بينما زيد يفعل كذا وبينا يفعل كذا وهذا سواءً كان الكاتب واحدا او كثيرا فان رسول الله صلي الله عليه وسلم لا سيئة له فتكتب وقد ثبت بالحديث ان الكاتب للحسنات علي يمين المكلف والكاتب للسيئات علي يساره فالذى هو امامه يحتمل ان يكون معينا لهم ويحتمل ان يكون مقررا لامر آخر سواء كان الذى هو امامه واحدا اوكثيرا. تامل.

باب ماجاء ان حذف السلام سنة

قولهٗ عن ابي هريرة الخ: في قوت المغتذى قال ابن سيد الناس (الظاهرى اليعمرى) هذا مما يدخل في المسند[2] عنه اهل الحديث او اكثرهم وفيه خلاف بين ارباب الاصول معروف اه وفي النهايه هو تخفيفه وترک الاطالة فيه ويدل عليه حديث النخعي التكبير جزم والسلام جزم فانه اذا جزم السلام وقطعه فقد خففه وحذفه اه وفي قوت المغتذى واغرب المحب الطبرى فقال معناه لا يمد ولا يعرب بل يسكن آخره وهذا الاخير مردود كما بسطته في الفتاوى اه وفي تلخيص الحبير لان استعمال لفظ الجزم في مقابل الاعراب اصطلاح حادث لا هل العربية فكيف يحمل عليه الالفاظ النبوية اه تامل زاده الجامع عفي عنه.

باب مايقول اذا سلم

قوله عن عائشة الخ: قلت هذا محمول علي غالب الاحوال لئلايعارض الروايات الاخرى اه كلام صاحب التقرير وقوله اذا اراد ان ينصرف في حديث ثوبان رضي الله تعالى

---

[1] یعنی صاحب تقریر حضرت تھانوی کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے پیچھے نہیں آتے تھے اور حاکم اور ابن ماجہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے پیچھے پیچھے چلتے تھے تو اس میں تطبیق کی ایک صورت یہ ہے کہ پیچھے چلنے والے کراما کاتبین کے علاوہ ہوں جیسے حفظہ اور دائیں بائیں اور سامنے آنے والے کراما کاتبین ہوں یا یہ آپ کی خصوصیت ہو کہ آپ کے کراما کاتبین ادب کی وجہ سے آپ کے پیچھے پیچھے چلتے ہوں۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

[2] یعنی صحابی کا کسی کام کو سنت کہنا مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

عنه فمعناه اذا اراد الذهاب بعد الصلٰوة لان هذا الذكر كان بعد الفراغ عن الصلٰوة وليس المراد انه اذا اراد ان يسلم كما يوهمه ظاهره ويصرح بما قلناه مارواه مسلم عن ثوبان قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا انصرف من صلاته استغفر ثلثا وقال اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت ذوالجلال والاكرام.

باب ماجاء في وصف الصلٰوة

قوله فصل فانک لم تصل الخ. اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نفی کمال صلٰوۃ کی ایسے الفاظ سے فرمایا کرتے تھے کہ جس سے ظاہر میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ نماز بالکل نہیں ہوئی۔ وقوله فان كان معک قران الخ هذا دليل الحنفية في عدم افتراض تعيين الفاتحة وقوله كان هذا اهون عليهم الخ هذا صريح في مذهب الحنفية ان ترک الواجب يكون موجبا للنقصان لا للفساد انتهٰى كلام صاحب التقرير قال الجامع قوله انتقصت من صلوتک ليس عاما لان فيه من الفرائض القرأة وبنقصانها من قدر الفرض لاتصح الصلٰوة فهو عام مخصوص البعض بادلة اخرى. اه

اگر کہا جائے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اول ہی بار نماز کا طریقہ کیوں نہ بتلا دیا۔ جو اس قدر مشقت مصلی کو نہ پیش آتی۔ تو جواب یہ ہے کہ اس کو خود چاہیے تھا کہ وجہ نقصان دریافت کرتا جب اس نے اپنی احتیاج ظاہر نہ کی۔ آپ نے بطریق زجر تاخیر فرمائی اور وقت نماز کا باقی تھا۔ دوسرے یہ بھی احتمال ہے کہ اس کے عدم استکشاف پر آپ کو یہ شبہ ہوا ہو کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص واقف احکام صلٰوۃ تو ہے لیکن غفلت سے ایسا ہی ہے ورنہ طریقہ دریافت کرتا۔ اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ اہتمام حفظ کے لئے ایسا فرمایا ہو۔ اور اس کی عدم استکشاف کا یہ عذر ہو سکتا ہے وہ اپنے نفس میں اپنے کو واقف صلٰوۃ سمجھا ہو۔ اور اس بناء پر اعادہ کیا ہو کہ پہلے غفلت کی وجہ سے مجھ سے غلطی ہو گئی۔ اب صحیح طور پر پڑھ لوں۔ جب چند بار کے پڑھنے میں بھی باقاعدہ نماز ادا نہ ہو سکی تو سمجھا کہ جب باوجود اہتمام کے میں باقاعدہ ادا نہ کر سکا تو اس کا سبب جہل ہے لہٰذا طریقہ دریافت کیا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فائدہ): قوله في الحديث الذى بعد هذا يحيى بن سعيد القطان اعلم ان لايروى الاعن ثقة عندى كما في فتح البارى وكنز العمال.

قوله قال بلى في حديث ابى حميد الساعدى يعنى بوجه خاص هو الاعتناء بالنظر الى حفظ الصلٰوة عنه

باب ماجاء في القرأة في الصبح

قوله يقرأ في الفجر الخ

اس میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہ آپ پوری سورۃ قاف پڑھتے ہوں جس میں یہ الفاظ بھی ہیں جو حدیث میں مذکور

---

[1] یعنی آپ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ یہ شخص نماز کا صحیح طریقہ جانتے کے باوجود غفلت کر رہا ہے یا اس کو طریقہ آتا ہی نہیں۔ [2] یعنی پہلی دفعہ متنبہ نہ کرنے سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ جب عاجز ہو کر خود سیکھنے کی درخواست کرے گا تو اس وقت جو کچھ بتایا جائے گا۔ وہ خوب یاد ہو جائے گا۔

besturdubooks.wordpress.com

ہیں۔اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ آپ اسی جگہ سے شروع فرماتے ہوں۔

باب ماجاء فی القرأة فی الظهر والعصر

قوله عن جابر بن سمرة الخ

یہاں سے دو طرح قراءۃ ثابت ہوئی۔سو تطبیق یوں ہے کہ اگر گرمی کے دن ہوں اور نمازیوں کو تکلیف ہونے کا اندیشہ ہو بڑی سورۃ پڑھنے سے تو اوساط مفصل سے نماز پڑھاوے۔اور اگر جاڑے کے دن ہوں اور کسی کو تکلیف نہ ہو تو طوائل سے نماز پڑھاوے کچھ مضائقہ نہیں ہے اور ایک صورت تطبیق کی یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اگر مقتدی سب آگئے ہوں اس صورت میں چھوٹی سورتوں سے نماز پڑھاوے تاکہ لوگوں کو گھبراہٹ نہ ہو۔اور اگر مقتدی سب جمع نہ ہوں تو بڑی سورت سے......نماز پڑھاوے تاکہ اور لوگ بھی جماعت میں شریک ہوجاویں لیکن مقتدیوں کو پریشانی کا ہر حال میں خیال رکھے۔اور لوگوں نے اس باب میں اختلاف کیا ہے کہ ظہر فجر کے ساتھ ملحق ہے۔یعنی جس طرح کہ صبح کی نماز میں بڑی سورتیں پڑھی جاتی ہیں اسی طرح ظہر میں بھی پڑھی جائیں۔[1]

یا ظہر نماز عصر کیساتھ ملحق ہے یعنی جیسے کہ عصر میں مختصر قراءۃ پڑھی جاتی ہے اسی طرح ظہر میں بھی مختصر قراءۃ کی جاوے۔اور صبح کی نماز تو سب کے نزدیک طوائل سے پڑھانی چاہئے۔اور اسی طرح مغرب کی نماز میں قصار پڑھنی چاہئیں۔اس پر بھی اجماع ہے۔
اب رہی ظہر اور عصر ان میں تعیین نہیں کی جاسکتی کہ آیا طوال سے نماز پڑھائی جاوے یا اوساط سے یا قصار سے کیونکہ حدیثیں ہر جانب ہیں۔کبھی تو آپ نے طوال سے ظہر۔عصر پڑھائی اور کبھی اوساط سے اور کبھی قصار سے۔پس تعیین تو نہیں ہوسکتی۔لیکن یہ ضرور خیال رکھنا چاہئے کہ اس قدر قراءت نہ پڑھی جائے جس سے وقت ناقص ہوجاوے۔نیز یہ بھی خیال رہے کہ مقتدیوں کو ناگوار نہ ہو۔پھر ان دونوں باتوں کا لحاظ رکھ کر جو سورت چاہے وہ پڑھے وفی الحاشیہ العربیہ لصاحب التقریر۔

قوله قدر تنزيل السجدة فيه حجة للحنفية فی القراءة بالظهر بطوال المفصل فيقدم على ماكتب عمر[2]

باب فی القرأة فی المغرب

قوله عن عباس الخ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی سورۃ مرسلات سے اور حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی ہے۔سورۃ طور سے اور سورۃ اعراف سے بھی تو آپ کثرت کو دیکھنا چاہئے کہ کثرت سے آپ نے کن سورتوں سے نماز پڑھائی ہے۔سو کثرت[1] سے آپ نے قصار مفصل سے نماز پڑھائی ہے۔

باب ماجاء فی القرأة فی صلوٰة العشاء

قوله نحو سورة المنافقين قلت لم يروان سورة المنافقين من الاوساط بل المعنى

---

[1] اکثر فقہاء حنفیہ کا بھی قول ہے۔(عبدالقادر عفی عنہ) [2] قلت یہ قول عمرؓ وقول ابی بکرؓ المذکور فی الکتاب والتفصیل فی احیاء السنن ۱۲ جامع

تساوی سورة المنافقین کالغاشیة والفجر یقرأها۔

باب ماجاء فی القرأة خلف الامام

قوله عن عبادة الخ: اس مسئلہ میں تین مذہب ہیں واجب۔ جائز۔ منع۔ اور ہر شخص اپنی دلیل اسی حدیث کو بتلاتا ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ واجب ہے ان کی دلیل تو صریح ہے یہی حدیث کیونکہ آپ فرماتے ہیں لاتفعلوا الخ یعنی کچھ مت پڑھا کرو مگر ام القرآن کو اور پھر اس کی علت بیان فرماتے ہیں کہ جو شخص اس کو نہ پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔ پس اس طریق پر وجوب صریح ثابت ہوا۔ اور جو لوگ جواز کے قائل ہیں وہ یوں فرماتے ہیں کہ نہی کے بعد جو استثناء ہوتا ہے اس کے لئے حکم اباحت کا ثابت ہوا کرتا ہے۔

اور فانه لاصلوٰة الخ کا یہ جواب دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورة کا وصف بیان فرمایا ہے کہ یہ ایسی سورت ہے کہ اگر کوئی شخص اس کو نہ پڑھے تو اس کی نماز[1] نہ ہوگی۔ اور دوسری سورتوں میں یہ وصف نہیں ہے اور جو لوگ منع کے قائل ہیں وہ اس طرح تقریر کرتے ہیں کہ یہ دیکھنا چاہئے کہ علت منع کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مقتدیوں کے پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرأة ثقیل ہو جاتی تھی۔

اب یہ دیکھنا چاہئے کہ یہ حضرات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأة فرماتے تھے تو آہستہ پڑھا کرتے تھے یا جہر سے۔ سو یہ ثابت ہو گیا ہے کہ یہ حضرات آہستہ پڑھا کرتے تھے (جیسا کہ انی اراکم[2] الخ سے معلوم ہوتا ہے اگر رویۃ بمعنی تجویز وظن لی جاوے جیسا کہ مسلم میں ہے قد ظنت ان بعضکم خالجنیها وفی ابی داؤد لعلکم تقرؤن خلف امامکم اھ کمافی شرح ابی الطیب۔ اور یہی مراد صحیح ہے تاکہ تطبیق بین الروایات ہو جاوے۔ پس اگر جہر سے وہ حضرات پڑھتے تو یقیناً آپ کو معلوم ہو جاتا۔ پھر ظنت کے کیا معنی قالہ الجامع عفی عنہ) پس اس حالت میں آپؐ پر ثقیل ہونے کے کیا معنی تو وجہ یہ ہے کہ آپؐ کے قلب پر بطریق کشف اور ذوق ان کا پڑھنا وارد ہوتا تھا۔ پس اس وجہ سے آپ نے منع فرمایا۔ اور چونکہ وجہ منع فاتحہ پڑھنے میں بھی پائی جاتی ہے تو نہی[3] مقتضی ہے نہ پڑھنے کو اور لاصلوٰة[4] لمن لم یقرأ الخ سے ثابت ہوتا ہے کہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور حنفیہ کے نزدیک جب مبیح اور محرم میں تعارض ہوتا ہے تو محرم کو ترجیح دی جاتی ہے۔ لہذا ایسا ہی یہاں بھی ہے۔ پس اس اعتبار سے حنفیہ اس حدیث کو اپنی دلیل قرار دیتے ہیں۔ اور تینوں فریق کے پاس احادیث ہیں۔

باب ماجاء فی ترک القرأة خلف الامام اذا جهر الامام بالقرأة

قوله انصرف من صلوته الخ

یہ حدیث مانعین کی دلیل صریح ہے اور مجوزین اس میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ حدیث محمول ہے غیر فاتحہ پر۔ اور جاننا چاہئے

---

[1] یعنی جملہ فانہ لاصلوٰة والا ماقبل کی علت نہیں بلکہ شاہد ہے۔ معنی یہ ہوں گے کہ چونکہ فاتحہ ہر نماز میں پڑھی جاتی ہے اس لئے وہ خوب یاد ہو چکی ہے اس سے امام کے پیچھے پڑھا تو کچھ حرج نہیں کیونکہ امام کو خلجان نہ ہوگا۔ (عبدالقادر عفی عنہ) [2] بصیغة المجهول ای اظن قاله ابو الطیب۔ ۱۲ جامع

[3] نہی پر دلالت کرنے والی اور نصوص بھی ہیں جیسا کہ آیت مبارکہ واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون اور صحیح مسلم کی حدیث ہے واذاقرء فانصتوا (عبدالقادر عفی عنہ) [4] قلت فی اجزاء هذه القاعده فی کلام واحد متصل نظر قوی الا ان یتکلف ویقوی بقوله تعالی واذا قری القرآن الخ فافهم والمسئلة حققت فی احیاء السنن ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

کہ ایک مسئلہ طریقت کا ہے اور وہ یہ ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے احوال باعتبار مورد تجلی اللہ حق سبحانہ کے مختلف تھے اور سورۃ فاتحہ دعا ہے اور امام اسی لئے مقرر کیا جاتا ہے تا کہ سب کی طرف سے حق تعالیٰ کے سامنے عرض ومعروض کر دے۔

چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک بار چند لوگ حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم آپ سے مباحثہ کریں گے قرأۃ خلف الامام کے باب میں۔ آپ نے فرمایا میں سب لوگوں سے مباحثہ نہیں کر سکتا تم لوگ اپنے لوگوں میں سے ایک شخص کو مباحثہ کے لئے تجویز کرلو۔ اور اسی پر مدار ہار جیت کا رکھو اگر وہ ہار جائے تو تم سب گویا ہار گئے اور اگر وہ کامیاب ہو جائے تو تم سب کامیاب سمجھے جاؤ گے ان لوگوں نے یہ امر منظور کر لیا۔ پس امام صاحب نے فرمایا کہ جب تم لوگ دنیا کے کام میں یہ انتظام کرتے ہو تو جماعت کی صورت میں فقط امام کی عرض وگزارش کے کافی ہونے میں کیا کلام ہے اور اسی وجہ سے ایاک نعبدو ایاک نستعین فرمایا گیا ورنہ ایاک اعبدو و ایاک استعین فرمایا جاتا اھ کلام الامام الاعظم۔

اب یہ سمجھنا چاہئے کہ بادشاہوں کی مختلف حالت ہوتی ہے کبھی تو ان کے ادب وجلال کا یہ مقتضی ہوتا ہے کہ ایک آدمی عرض کرے اور باقی سب خاموش دست بستہ کھڑے رہیں اور کبھی انبساط کی شان ہوتی ہے جس میں بادشاہ چاہتا ہے کہ سب لوگ ہم سے طلب کریں۔ سو اگر حالتِ انبساط میں اگر کوئی شخص بے تکلف رہے اور ادب نہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر حالت جلال میں ادب نہ کیا تو غضب آ جائے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے جو اسماء مقدسہ ہیں ان میں سے ہر نام کی ایک وقت میں تجلی ہوتی ہے۔ بعض اوقات باسط کی۔ سو اگر اس وقت کچھ ادب نہ کریں تو کچھ حرج نہیں ہے اور کبھی قابض کی تجلی ہوتی ہے جس کا مقتضا یہ ہے کہ ضرور ادب کیا جاوے پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ جب دیکھتے تھے کہ اس وقت تجلی باسط کی ہے تو اس وقت سب پڑھتے تھے۔ اور جس وقت دیکھا کہ اس وقت تجلی قابض کی ہے اس وقت مقتدی لوگ خاموش رہتے تھے اور امام سب کی طرف سے عرض معروض کرتا تھا یہ نکتہ ہے سورۃ فاتحہ خلف الامام کے پڑھنے اور نہ پڑھنے کے باب میں۔

باب ماجاء اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین

قوله فلیرکع رکعتین.

جاننا چاہئے کہ ان دونوں رکعت سے مراد تحیۃ المسجد ہے۔ اگر کوئی عذر نہ ہو تو پڑھ لے ورنہ نہ پڑھے واجب نہیں ہے والامر محمول علی الاستحباب والدلیل علیه الذوق الاجتهادی.

باب ماجاء ان الارض کلها مسجد الا المقبرة والحمام

قوله وکان عام روایته. الخ ای اکثر روایات محمد بن اسحق بهذا الواسطة عن ابی سعید لکن هذا الحدیث مع کونه بهذه الواسطة لیس فیه عن ابی سعید انتهی کلام صاحب التقریر قال الجامع الحدیث بهذا اللفظ رواه الامام احمد فی مسنده وابو داؤد و ابن ماجه وابن حبان فی صحیحه والحاکم فی المستدرک وسنده صحیح کما فی الجامع الصغیر للامام السیوطی.

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی فضل بنیان المسجد

قوله عن عثمان الخ

مثلہ کے یہ معنی ہیں کہ جس درجہ کا اخلاص ہوگا اسی درجہ کا نفیس مکان اس کو جنت میں ملے گا۔ تو گویا اصل عبارت یوں ہے بنی اللہ له مثل خلوصه[1] اور یہ مطلب نہیں ہے کہ جیسا مکان مسجد کا یہ بناوے گا۔ اسی طرح کا اس کے لئے بھی بنایا جاوے گا۔ اور جس طرح مسجد میں ہر شخص کو حق صلوٰۃ حاصل ہوتا ہے اسی طرح اس مکان میں بھی لوگوں کو اشتراک حاصل ہوگا۔ اس لئے یہ معنی نہیں ہوسکتے کیونکہ جنت[2] میں ہر شخص کا جدا مکان ہوگا قوله من بنی لله مسجدا صغیرا الخ اگر کوئی شخص مسجد گھونسلہ کے برابر بناوے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے بھی ایک محل تیار کرے گا (روی الامام احمد فی مسنده بسند صحیح عن ابن عباس مرفوعا من بنی لله مسجدا ولو کمفحص قطاة لبیضها بنی الله بیتا فی الجنة کما فی الجامع الصغیر ۱۲ جامع) اور اس حدیث کے معنی میں لوگوں نے اشکال کیا ہے کہ ایسی چھوٹی مسجد کس کام کی۔ کیونکہ اس میں نماز وغیرہ تو پڑھ نہیں سکتا لیکن حقیقت میں کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ معنی یہ ہیں کہ مثلاً تعمیر مسجد میں کوئی ۵ روپے صرف کردے تو جس قدر جگہ اس رقم سے تیار ہوگی تو گھونسلہ کے برابر ہی ہوگی۔ مثلاً پس مراد یہ ہے کہ اگر تھوڑا سا بھی تعمیر مسجد میں صرف کرے گا۔ اور تھوڑی سی بھی اس تعمیر میں مشقت اٹھاوے گا۔ تب بھی اس کو مکان جنت میں مل جاوے گا۔

باب ماجاء فی کراهیة ان یتخذ علی القبر مسجدًا

قوله لعن رسول الله الخ

زائرات القبور کے بارہ میں بعض لوگوں نے تو یہ کہا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ کیونکہ ابتداء اسلام میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً زیارت قبور سے نہی فرمائی تھی اور وجہ یہ تھی کہ نیا اسلام تھا اور یہود وغیرہ کی عادت تھی کہ انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ کیا کرتے تھے۔ اور ناسخ اس کی یہ حدیث ہے۔

قد کنت نهیتکم عن زیارة القبور فقد اذن لمحمدٍ فی زیارة قبر امه فزوروها فانها تذکر الآخرة

اور اس حدیث کو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تحقیق میں نے تم کو زیارۃ قبور سے منع کیا تھا پھر مجھ کو اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی اجازت دی گئی (اور وہ اجازت چونکہ امت کو بھی عام ہے اور تمام[3] قبور کو عام ہے) سو تم زیارت کیا کرو۔ اس لئے کہ وہ زیارت آخرت کو یاد دلاتی ہے۔ اور جو لوگ نسخ کے قائل ہیں۔ وہ یہ فرماتے ہیں کہ اس میں حکم عام ہے عورتوں کو بھی اور مردوں کو بھی اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث (لعلن زائرات القبور) منسوخ......نہیں ہے۔ بلکہ معلل بے علت کے ساتھ اور وہ علت یہ ہے کہ وہاں جاکر جزع فزع رونا پیٹنا اور بال نوچنا سو اس واسطے نہی فرمائی گئی۔ پس جہاں یہ علت نہ ہوگی۔ وہاں نہی بھی نہ ہوگی۔ اور زیارت قبور جائز ہوگی۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بھائی کی قبر پر تشریف لے گئیں تھیں اور

---

[1] مع ملاحظة امور اخری ایضا من الانفاق وتحمل المشقة والتوسع فی العمارة ۱۲ جامع [2] نیز جنت میں آزادی وراحت ہوگی اور اشتراک اس کے خلاف ہے۔ [3] المراد به زیارة قبور المسلمین فان الزیارة اکرام لها وتذکیر للزائرین فالاول یقتضی ان لایجوز زیارة قبور الکافرین والثانی یجوزها اذا کان للاعتبار والتذکیر الا للاکرام لها والدلیل علیه ما ورد فی الحدیث من المرور علی قبری المعذبین حال البکاء فافهم ۱۲ جامع عفی عنه

besturdubooks.wordpress.com

وہاں کچھ اشعار بھی پڑھے تھے اگر نا جائز امر ہوتا تو حضرت عائشہؓ کیوں ایسا کرتیں اور یہ حدیث بھی ترمذی باب الجنائز میں ہے۔

قولہ والمتخذین علیھا المساجد یعنی بنا لینے والے قبروں پر مساجد یعنی سجدہ گاہ اور اس میں دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ کہیں اولیاء اللہ کے مزار ہیں اس لئے وہاں یہ سمجھ کر کہ محل نزول رحمت الٰہیہ ہے اس کے قریب مسجد بنالیں اس طرح کہ وہ مسجد نہ تو مابین القبور رہو اور نہ خاص قبر پر ہو تو اس میں باعتبار اصل حکم کے کچھ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اس شخص کی نیت اچھی ہے کہ مقصود برکت حاصل کرنا ہے۔ لیکن عوام کو اس سے بھی روکنا ضرور ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ قبور پر سجدہ کیا جاوے یہ حرام ہے اگر بطریق تعظیم ہو اور بنظر عبادت کفر ہے۔

اور قبور پر چراغ جلانے کو باعتبار ظاہر حدیث کے بعض نے منع کیا ہے اور بعض نے اس نہی کو معلل کہا ہے اور بیان کیا ہے کہ دو سبب سے چراغ جلانے کو منع کیا گیا ہے۔ اول تو یہ کہ اس میں اسراف ہے اور دوسرے یہ کہ اس میں قبروں کی تزئین ہے اور ان کی تشہیر ہے اور وہ محل گمنامی اور موضع فنا ہیں پس ایسی جگہ کی تزئین اور تشہیر کس طرح محمود ہو سکتی ہے۔

پس جہاں دو علتیں نہ ہوں وہاں چراغ جلانا قبور پر مضائقہ نہیں مثلاً کسی قبر پر زائرانِ شب کو بھی آتے ہیں اور وہاں اندھیرا رہتا ہے تو چونکہ زائرین کو بوجہ ظلمت شب تکلیف ہوتی ہے۔ پس اس وجہ سے اگر چراغ جلا دیا جائے تو مضائقہ نہیں کیونکہ وہاں دونو علتیں نہی کی موجود نہیں مگر اس زمانہ میں چونکہ ایسے اعمال میں بے شمار مفاسد ہو گئے ہیں۔ اسلئے علی الاطلاق لوگوں کو منع کرنا واجب ہے۔

حضرت شاہ مولانا عبدالحقؒ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں (یعنی ممدوح کے زمانہ میں) قبور کا پختہ بنانا اور ان پر چراغ جلانا کچھ مضائقہ نہیں ہے البتہ پہلے زمانہ میں منع تھا۔ کیونکہ وہ حضرات اہل بصیرت تھے اور ان کی نظروں میں اولیاء اللہ کی قدر و منزلت تھی اور اس زمانہ میں ایسے حضرات بہت کم ہیں اور عوام الناس زیادہ ہیں اور یہ لوگ بغیر ایسی چیزوں کے بزرگوں کی وقعت نہیں کرتے اور ان کے فیوض و برکات سے محروم رہتے ہیں۔

دوسرے یہ بات ہے کہ کفار کے معابد خوب آراستہ ہیں تو اگر بزرگوں کے مزار آراستہ نہ ہوں تو ایک گونہ اسلام کی ہتک ہے۔ پس تزئین مزارات اولیاء میں شوکت اسلام ہے۔ انتہی التقریر۔ جامع کہتا ہے کہ حضرت شیخ قدس سرہ کی تقریر میں احقر کے نزدیک کچھ کلام ہے چنانچہ علت اولیٰ میں تو یہ کلام ہے کہ فیوض و برکات اگر بمعنی تذکیر آخرت وحصول ثواب تلاوۃ قرآن بر قبور لیا جاوے تو یہ مقصود گور غریباں میں بطریق احسن حاصل ہوتا ہے کیونکہ تذکیر وہاں زیادہ ہوتی ہے اور دنیا سے دل وہاں زیادہ سرد ہوتا ہے اور حصول ثواب امر مشترک ہے۔ اور اگر فیوض و برکات سے مراد فیض اصطلاحی بین الصوفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ لیا جاوے تو وہ مخصوص ہے زائرین اہل نسبت کے ساتھ اور اہل نسبت عوام میں داخل نہیں۔ پس علت اولیٰ تو بایں معنی ساقط ہے۔

ہاں علت ثانیہ البتہ بعض ازمنہ میں فی الجملہ مؤثر ہے لیکن شوکت اسلام اس پر موقوف نہیں کہ مردہ بزرگوں کی قبور پر چراغ جلائے جائیں۔ بلکہ اگر حاجت ہو تو زندہ مسلمانوں کو اپنے متعلق اس قسم کی عزت کا خیال حسب مصلحت مناسب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ اس ناچیز کی تحقیق ہے جو محض اظہار حق کے لئے تحریر کر دی گئی۔ العیاذ باللہ! حضرت شیخ پر اعتراض مقصود نہیں اور یہ تمام گفتگو اس زمانہ کے اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ حسب فرمودہ شیخی و مرشدی صاحب تقریر اس وقت میں تو مطلقاً منع کرنا مناسب ہے خوب سمجھ لو۔

باب ماجاء فی النوم فی المسجد

قوله کنا ننام الخ محمول علی الحاجة وقول ابن عباسؓ محمول علی من له ماوی سوی المسجد وان لم یکن له مثوی غیره فلا باس له به کما ان طلبة العلم فی زماننا لا یجدون مسکنا غیر المساجد فلا باس لهم به ا ه التقریر قال الجامع ان النائم لا یحفظ من خروج الریح منه وفیه ایذاء للملئکة فلهذا لاینوم فیه بغیر حاجة وقد حققت المسئلة مفصلة فی احیاء السنن من اداب المسجد۔

باب ماجاء فی کراهیة البیع والشراء وانشاد الضالة والشعر فی المسجد

قوله انه نهی عن تناشد الاشعار فی المسجد وعن البیع والشراء فیه وان یتحلق الناس فیه یوم الجمعة قبل الصلوٰة

اشعار پڑھنا اگر اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ہوں تو ان کا پڑھنا مسجد میں منع نہیں ہے کیونکہ ایسے اشعار مسجد کے موضوع لہ کے خلاف نہیں اور یہ نہی متعلق ہے ان اشعار کے جو لغو ہوں دین سے ان کا تعلق نہ ہو۔ اور انشاد ضالہ میں چونکہ رفع صوت ہے اس واسطے اس سے منع کیا گیا ہے کیونکہ مسجد عبادت کے لئے موضوع ہے نہ کہ چیخ و پکار مچانے کے لئے **والتی ضلت فی المسجد مستثناة من هذا الحکم فلا بأس بانشادها فیه للحاجة واما التی ضلت فی غیر المسجد فانشادها ممنوع عنه۔**

اور مسجد میں بیع وشراء بھی منع ہے۔ پس یہاں جامع مسجد میں جو کنجڑے اشیاء لا کر فروخت کرتے ہیں[۱] یہ بھی جائز نہیں ہاں اگر کوئی شخص مکان سے اس نیت سے چلے کہ جامع مسجد میں جا کر نماز پڑھوں گا۔ اور اگر وہاں کوئی شے فروخت ہوتی ہوگی تو وہ بھی خرید لوں گا تو اس شخص کو کچھ گناہ نہیں۔ کیونکہ یہ گھر سے نماز کا ارادہ کر کے چلا تھا اور اصل مقصود اس کا نماز پڑھنا تھا اور دوسرا خیال تبعا ہے بخلاف اس صورت کے کہ یہ نیت ہو کہ جامع مسجد میں جا کر خریداری کریں گے اور اصل مقصود یہی ہو اور نماز پڑھنے کا خیال بالتبع ہو تو یہ شخص گنہگار ہوگا اور نہی عن التحلق میں وہ حلقہ مراد ہے کہ دو دو چار چار آدمی مختلف مقامات پر حلقہ کر لیں اور دنیا کی باتیں کرنے لگیں یا سب ہی آدمی ایسا کریں مدار نہی اس پر ہے کہ دنیا کی باتیں مسجد میں منع ہیں۔ اور جمعہ کی قید اس لئے لگائی کہ اس روز اجتماع زیادہ ہوتا ہے۔ پس یہ احتمال وہاں قوی ہے پس اہتمام نہی بھی تاکید سے کیا گیا۔

اور حلقہ وسیعہ جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وقت استماع خطبہ کے فرمایا کرتے تھے اس لئے ان کا منہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک کی طرف[۲] رہے اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ بلکہ مستحب ہے **قوله وقد سمع شعیب الخ**

۱؎ یہ جائز ہوگا اس وقت ہے جبکہ مسجد میں آنے سے ان کا مقصود سودا فروخت کرنا ہی ہو اگرچہ فروخت مسجد کے باہر کریں یا مسجد کے اندر سودا فروخت کرنے سے یہ شور مچا کر نمازیوں کی نماز خراب کرنے لگیں اگر یہ ساری باتیں نہ ہوں اور سودا مسجد کے باہر بیچیں تو جائز ہے۔ عبدالقادر ۲؎ اس ہیئت کو توجہ الی الخطبہ میں دخل اس لئے ہے۔ ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

قلت رواية عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده حجة عندالبخاری لانه لما سمع منه يحمل جميع عنعنه على السماع كما تقرر فى موضعه انتهى كلام صاحب التقرير وفى فوت المقتدى وان يتعلق الناس فيه يوم الجمعة قبل الصلوة حمله الجمهور على الكراهة وذلک لانه ربما قطع الصفوف مع كونهم مامورين بالتكبير يوم الجمعة والتراص فى الصفوف الاول فلاول وقال الطحاوی اذا عم المسجد وغلبه فهو مكروه وغير ذلک فلا باس به.

وقوله قدروی عن النبی صلى الله عليه وسلم فى غير حديث رخصة فى انشاد الشعر قال ابن العراقى يجمع بينها وبين احاديث النهى بان يحمل احاديث الرخصة على الشعر الحسن الماذون فيه كهجاء حسان للمشركين وملاحةٍ وغير ذالک ويحمل النهى على التفاخر والهجاء ونحو ذلک اه ملخصا

باب ماجاء فى المسجد الذى اسس على التقوى

قوله هو هذا قلت يحتمل ان يكون النزاع فى عموم المسجد المؤسس على التقوىٰ للمسجد النبوی بعد الاتفاق على صدقه على مسجد قباء فاثبت احدهما بطريق الدلالة لان المسجد الذى اسسه الصحابة لما كان مؤسسا على التقوى كان المسجد الذى اسسه النبی صلى الله عليه وسلم كذلک بالاولى ونفاه الأخر نظرا الى عبارة النص فقضى رسول الله صلى الله عليه وسلم للمثبت فافهم

کلام اللہ کی آیت اور حدیث شریف کے ملانے سے خوب مطلب واضح ہوتا ہے پس قرآن مجید میں اسباب میں جو آیت ہے وہ یہ ہے

لا تقم فيه ابدًا لمسجد اسس على التقوى اور اس سے اوپر کی آیت یہ ہے والذين اتخذوا مسجدا ضرارًا

اور جس وقت پہلی آیت نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو مسجد قبا میں رہتے تھے بلایا اور فرمایا کہ تم لوگ کس قسم کی طہارت کیا کرتے ہو حق تعالیٰ نے تمہاری مدح فرمائی ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری طہارت بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ ہم پانی سے استنجا کیا کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اس پر ہمیشہ عمل جاری رکھنا پس معلوم ہوا کہ مسجد قبا مسجد اسس على التقوىٰ ہے اور پھر آپ نے اپنی مسجد کو جو اس کا مصداق فرمایا تو اس اعتبار سے فرمایا کہ جب صحابہؓ کی بنائی ہوئی مسجد اس فضیلت کا مصداق ہے تو آپ کی بنائے مسجد تو بطریق اولیٰ اس کا مصداق ہے کیونکہ آپ کا تقویٰ ان حضرات سے بدرجہ بڑھ کر ہے۔ اور وفى ذلک خير كثير سے یہ مراد نہیں کہ اس میں یعنی مسجد نبوی میں خیر کثیر نہیں ہے اور اس میں ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس میں تو خیر کثیر ہے ہی۔ کیونکہ آپ کی بنائی

besturdubooks.wordpress.com

ہوئی ہے لیکن اس میں بھی خیر کثیر ہے اور اس تاویل سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ اھ التقریر۔

احقر کے نزدیک مسجد نبوی کو اس مضمون میں داخل کرنے کی یہ وجہ ہے کہ شاید کوئی شخص مسجد قبا کو مسجد نبوی سے بڑھ کر خیال کرتا۔ کیونکہ اس کا اہل کا ذکر اہتمام و مدح کے ساتھ قرآن مجید میں کیا گیا ہے۔ اب اس قول سے یہ شبہ جاتا رہا۔ اور فی ذالک خیر کثیر سے توہم اس کی معمولی درجہ کی فضیلت کا جاتا رہا یعنی اس کی فضیلت معمولی نہیں۔ بلکہ بڑی فضیلت ہے۔ هاتان الحكمتان مما القيتا في روعي بغير تفكر والله تعالىٰ اعلم بالصواب.

واما مافي قوت المغتذى عن البعض ويحتمل ان يقال ان المسجد الموصوف بكونه اسس على التقوىٰ من اول يوم يصدق على كل من المسجدين لان كلا منهما اسسه النبي صلى الله على وسلم علىٰ التقوىٰ فاسس مسجد قباء في اول قدومه حين نزل في بني عمرو بن عوف ثم حين دخل المدينة اسس بها مسجده صلى الله عليه وسلم ويمكن ارادة كل من المسجدين بالاٰية وعين النبي صلى الله عليه وسلم مسجد المدينة لفضله على مسجد قباء وصدق الاسم عليه اه

فلا يرد[1] كلام صاحب التقرير لان خصوصيته صلى الله عليه وسلم بمسجده في بنائه وتعلقه به ثم تفضيله على جميع المساجد الا المسجد الحرام على قول الجمهور لاتخفى بالنسبة الى مسجد قباء فافهم فانه نفيس ولطيف وقوله استرى ففي شرح ابي الطيب عن القاموس ماراه محارة ومراء وامترى فيه وتمارى شك اه

باب ماجاء في الصلوٰة في مسجد قبا

قوله ولا نعرف لاسيد بن ظهير شيئا الخ

في قوت المغتذى قال العراقي هذا النفي ليس بعيد بل له ثلثة احاديث اخرحديث النهي عن كراء المزارع اخرجه النسائي وحديث المبتاع من السارق اخرجه النسائي ايضا وسنده جيد. وحديث اجازة رافع بن خديج يوم احد اخرجه الطبراني وسنده جيد ايضا اه قلت تحقيق حسن فلله تعالىٰ درالحافظ العراقي قدس سره لكن الترمذي نفى مانفى باعتبار علمه كما تدل عليه عبارته وعلم المخلوق غير محيط فلا اعتراض عليه واما قوله ابو الابرد اسمه زياد مديني فقال العراقي ليس له عند المصنف الا هذا الحديث

---

[1] یعنی صاحب تقریر حضرت تھانویؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد نبوی کے بانی خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور مسجد قباء کے بانی صحابہ کرام تھے اور قوت المغتذی کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے بانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے ان دونوں کلاموں میں تعارض نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بناء و تعمیر اور دیگر امور میں جتنی خصوصیت مسجد نبوی کے ساتھ تھی اتنی مسجد قباء کے ساتھ نہ تھی اس لئے یہ کہنا اس اعتبار سے درست ہے کہ آپ صرف مسجد نبوی کے بانی تھے۔ واللہ اعلم۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

ولایعرف اسمه ولا یعرف روی عنه الاعبد الحمید بن جعفر وقد ذکره فی الکنی فیمن لایعرف اسمه ابو احمد[1] الحاکم فی الکنی وابن ابی حاتم فی الجرح والتعدیل وابن حبان فی الثقات ولم یذکره النسائی فی الکنی وانه لایذکر فی کتابه من اصحاب الکنی الامن عرف اسمه غالبا وقول المصنف اسمه زیاد و تبعه المزی علیٰ ذلک فالظاهر انه وهو التبس علیه بابی الاوبر الحارثی فانه اسمه زیاد اه مافی قوت المغتذی محصلا زاده الجامع۔

باب ماجاء فی ای المساجد افضل

قوله عن ابی هریرة الخ

جوشخص مسجد حرام میں ایک نماز پڑھے اس کو ایک لاکھ نماز کا ثواب ملے گا۔ اور جو مسجد نبوی یا مسجد بیت المقدس[2] میں پڑھے گا۔ اس کو پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملے گا یہ مضمون حدیث ابن ماجہ میں ہے۔ انتہی التقریر قال المؤلف قد وردت الروایات مختلفۃ فی الباب وقد استوفیناها فی احیاء السنن فلهذا لم نذکر ههنا

قوله لا تشد الرحال الخ

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص نماز میں زیادہ ثواب حاصل کرنے کا قصد کرے تو وہ ان مساجد کی طرف کجاوے یعنی سفر کرے اس نیت سے اور مساجد میں نماز پڑھنے کے لئے سفر نہ کرے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ تین مسجدیں مخصوص ہیں فضل ثواب کے ساتھ اور ان کے علاوہ دوسری مسجدیں فضیلت میں مساوی ہیں مثلاً محلہ محلہ کی مسجدیں باہم مساوی ہیں اسی طرح مساجد جوامع بھی فضل میں مساوی ہیں مثلاً اگر کوئی شخص کانپور کی جامع مسجد میں نماز پڑھے جب بھی اتنا ہی ثواب پاوے گا۔ جتنا کہ کانپور سے سفر کر کے دہلی کی جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے ثواب ہوتا ہے۔

اسی طرح ایک محلہ کی مسجد چھوڑ کر دوسرے محلہ کی مسجد میں جا کر نماز پڑھنا بحیثیت مسجد ہونے کے کچھ فضل نہیں رکھتا۔ دونوں جگہ ثواب یکساں ہے لہٰذا اس نیت سے سفر بیکار ہے پس اس سے نہی فرمائی گئی۔

بعض لوگوں نے مستثنیٰ منہ کو عام قرار دے کر زیارت نبوی کے سفر کو بھی منہی عنہ سمجھا ہے یعنی لاتشدد الرحال من مکان الی مکان الاثلثة مساجد۔ حالانکہ یہ غلطی ہے۔ پس چونکہ مستثنیٰ میں مساجد مذکور ہیں اس لئے مستثنیٰ منہ میں بھی مساجد مراد ہیں۔ ورنہ ایسا عموم مراد لینے سے قطع نظر اس کے کہ مستثنیٰ و مستثنیٰ منہ میں مغایرت ہو سفر لزیارة الوالدین ولطلب العلم بھی حرام قرار دیا جاوے گا۔ حالانکہ طلب علم فرض ہے اس کے لئے سفر بھی بوقت حاجت فرض ہوگا۔ فان مایتوقف علیه الفرض یکون فرضا اور زیارت والدین مستحب ہے چنانچہ حدیث سے استحباب ثابت ہے اور جب زیارت مستحب ثابت ہوئی

---

[1] هو استاذ صاحب المستدرک ۱۲ جامع [2] ابن ماجہ کی اس روایت سے مسجد نبوی اور مسجد بیت المقدس کا درجہ مساوی معلوم ہوتا ہے۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ مسجد نبوی کا درجہ مسجد بیت المقدس سے زیادہ ہے جیسا کہ فتاویٰ شامی ص ۶۱۷ ج ۱) میں ہے اور اس کی دلیل ترمذی شریف کے اسی باب کی حدیث ہے صلوٰۃ فی مسجدی هذا خیر من الف صلوٰۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام اور یہی حدیث صحیحین میں بھی ہے اس حدیث میں مسجد نبوی کو مسجد حرام کے علاوہ تمام مساجد سے افضل قرار دیا گیا ہے اور یہ حدیث ابن ماجہ شریف کی حدیث سے اقویٰ ہے نیز ابن ماجہ شریف کی حدیث میں تاویل کی گئی ہے یعنی بالنسبة الی مایلیه کذا فی المرقات۔ شرح المشکوٰۃ

besturdubooks.wordpress.com

تو وہ عام ہے خواہ بسفر ہو یا بے سفر۔ پس یہ معنی صحیح نہیں بلکہ صحیح معنی اسی تقدیر میں ہیں جبکہ مستثنیٰ منہ جنس مستثنیٰ سے قرار دیا جاوے۔ اور زیارت نبویہؐ سے اس حدیث میں تعرض نہیں ہے۔ دیگر احادیث سے استحباب ثابت ہے اور اہل طریقت کے نزدیک زیارت شریفہ واجب ہے اور اہل حقیقت کے نزدیک فرض بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے اھ التقریر

قال الجامع في قوت المغتذى قيل هو نفي بمعنى النهي وقيل المجرد الاخبار لانهي قال النووى معناه لافضيلة في شد الرحال الى مسجد غير هذه الثلثة ونقله عن جمهور العلماء (قلت الاول هوالصحيح عندى ۱۲ جامع) وقال العراقي من احسن محال الحديث ان المراد منه حكم المساجد فقط وانه لاتشد الرحال الى مسجد من المساجد غير هذه الثلثة واما قصد غير المساجد من الرحلة في طلب العلم زيارة الصالحين والاخوان والتجارة والتنزه ونحوذلك فليس داخلافيه وقد ورد ذلك مصرحا في رواية احمد ولفظه لاينبغي للمطي ان يشد رحاله الى مسجد ويبتغي فيه الصلوٰة غير المسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ ومسجدى هذا. وقال الشيخ تقي الدين السبكي ليس في الارض بقعة لها فضل لذاتها حتى تشد الرحال اليها لذلك الفضل غير البلاد الثلثه (بالفتح ۱۲ جامع) قال و مرادى بالفضل ماشهد الشرع باعتباره ورتب عليه حكما شرعيا واما غيرها من البلاد فلايشد اليها لذا تهابل لزيارة اوجهاد اوعلم اونحوذلك من المندوبات او المباحات قال وقد التبس ذلك على بعضهم فزعم ان شد الرحال الى الزيارة لمن في غير الثلاثة داخل في المنع وحو خطأ لان الاستثناء (وهو الشيخ العلام ابن تيميه ۱۲ جامع) انمايكون من جنس المستثنیٰ منه فمعنى الحديث لاتشد الرحال الى مسجد من المساجد او الى مكان من الامكنة لاجل ذلك المكان الا الى الثلثة المذكورة وشد الرحال الى زيارة اوطلب علم ليس الى المكان بل الى من في ذلك المكان.

مسجد الحرام هو من اضافة الموصوف الى الصفة وهو جائز عندالكوفيين والبصريون يتاولونه الى مسجد البلد الحرام اى المحرم اه

وفي نيل الاوطارقد ثبت بالصاد حسن في بعض الفاظ الحديث لاينبغي للمطي ان يشد رحالها الى مسجد تبتغي فيه الصلوٰة غير مسجدى هذا والمسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ اه

باب ماجاء في المشي الى المسجد

قوله اذا قيمت الصلوٰة الحديث.

بعض لوگوں نے اس حدیث کو شفقت پر محمول کیا ہے یعنی دوڑنے میں تکلیف ہوگی اور کوئی کام ایسا ہی نہیں جو بغیر دوڑ

---

[1] يدل على ان الكراهة تنزيهية لان السفر في هذا الوجه يكون لغوا وان كان من المباحات نعم لواعتقد فيه زيادة الثواب لكان مبتدعا خافا سقا والسفر لذلك ايضا يكون محرما اومكروها تحريما. ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

دھوپ کے نہ ہو سکے بلکہ اجازت ہے کہ آہستہ اور وقار سے چلنے میں اگر کچھ نماز فوت ہو جاوے یعنی جماعت سے نہ ملے تو اس کو خود پورا کر لے پھر تکلیف اٹھانا کیا ضرور ہے۔

اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ نہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقصود تھی۔ یعنی من حیث کونہ امراً شرعیاً لا اشفاقیاً اور وجہ اس کی یہ ہے کہ دوڑنے کے سے سانس پھول جاوے گا۔ پس قراۃ اچھی طرح نہ ادا ہو سکے گی۔ نیز خشوع و خضوع میں بوجہ اضطراب جسم و حواس کمی ہوگی۔ اور یہ دونوں امر مطلوب فی الصلوٰۃ ہیں۔ لہٰذا ایسی چیز سے نہی فرمادی گئی۔ جس سے ان امور میں کمی پیدا ہو۔ انتهى التقرير قال الجامع وفي قوت المغتذي وعليكم السكينة بالرفع على الابتداء والخبر والجملة حال هذا. هذا هوالمشهور في الرواية وذكر القرطبي انه نصب على الاغراء اى الزموا السكينة وذكر في حكمته ذلک امران احدهما تكثير الخطا (بضم الاول والثالث ۱۲ جامع) فان بكل خطوة حسنة والثاني ان الآتي الى الصلوٰة في صلوٰة ينبغي ان يكون متاديا بآداب الصلوٰة من الخشوع وترک العجلة ٥١

قلت الوجه الوجيه والاصل الاصيل ماذكره الشيخ صاحب التقرير من الوجه الثاني في التقرير والبواقي توابع فافهم. وقوله هذا اصح من حديث يزيد بن زريع فاقول لعل الوجه فيه ان الطريق التي جعلها اصح تقوى بالسند الذي ذكره آخرا لكن لامنافاة بينهما ولا ترجيح فيمكن ان الزهرى سمع عن سعيد بن المسيب وعن ابى سلمة كليهما فتارة اسند الى هذا وتارة الى ذلک والله تعالى اعلم والحديث عزاه الامام السيوطى بغير لفظ لكن فقط في الجامع الصغير الى الشيخين وابن ماجه والنسائي وابى داؤد الامام احمد في مسنده.

باب ماجاء في القعود في المسجد وانتظار الصلوٰة من الفضل

قوله لا يزال احدكم الخ

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص نماز جماعت کا مسجد میں جا کر انتظار کرتا ہے اس کو ویسا ہی ثواب ملتا ہے جیسا کہ نماز پڑھنے والے کو۔ انتهى التقرير قال الجامع وفي شرح ابى الطيب تصلي على احدكم اى تستغفر له وقوله اللهم اغفرله بيان لقوله تصلي بتقدير القول وافاد قوله في المسجد انه لوانتقل الى موضع اخر من صلاته من المسجد يكون محرزا لذالک الثواب وبه ترجح احد الاحتمالين من قوله صلى الله عليه وسلم ان الملئكة تصلي على احدكم مادام في مصلاه كمارواه البخارى.

باب ماجاء في الصلوٰة على الخمرة

قوله عن ابن عباسؓ الحديث.

خمرہ کے معنی ہیں چھوٹے بوریے کے اور محدثین کو اسباب کے جداگانہ منعقد کرنے کی یہ ضرورت واقع ہوئی کہ یہ جو مسئلہ ہے کہ سجدہ کی حالت میں پیشانی کو زمین پر رکھنا چاہئے تو اس سے بعض لوگ یوں سمجھے کہ پیشانی بدوں حائل زمین پر رکھنی

besturdubooks.wordpress.com

لازم ہے۔ پس اس قول کی تردید کے لئے محدثین نے جداگانہ باب منعقد کیا تا کہ معلوم ہو جاوے کہ جناب رسول اللہؐ نے اس چیز پر بھی سجدہ کیا جو آپ کے اور زمین کے درمیان حائل تھی۔ اور نیز اس باب سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خمرہ پر اپ نے نماز پڑھی ہے۔ پس دو فائدے حاصل ہوئے اور خمرہ کے معنی ہیں چھوٹی چٹائی۔

باب ماجاء فی الصلوٰة علی الحصیر

قوله صلى على حصير.

جاننا چاہئے کہ حصیر پر نماز پڑھنا کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ مگر بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مستحب زمین پر نماز پڑھنا ہے میں کہتا ہوں کہ استحباب کی یہ وجہ ہے کہ شریعت میں تواضع مقصود ہے پس جب زمین پر پیشانی رکھے گا تو عبد ہونا اچھی طرح صادق آوے گا۔ اور جو شخص یہ خیال کرے کہ زمین پر نماز پڑھنے سے کپڑے خراب ہو جاویں گے تو اسے اختیار ہے کچھ بچھا کر زمین پر نماز پڑھ لے۔ خواہ قالین بچھا کر پڑھے کیونکہ اگر یہی خیال دل میں رہا کہ کہیں میرے کپڑے خراب نہ ہو جائیں تو نماز میں یکسوئی نہ ہوگی اور وہ مطلوب ہے پس جس طرح خشوع وخضوع حاصل ہو اس طرح نماز پڑھے۔ انتہی التقریر جامع کہتا ہے کہ اگر عادت ڈالے اس امر کی کہ زمین پر نماز پڑھا کرے اور یکسوئی میں بھی خلل نہ پیدا ہو تو زمین پر نماز پڑھنا بہت بہتر ہے۔ وفی شرح السراج وحصیر شامل ست بوریا خورد وکلاں ہر دو را اھ۔

باب ماجاء فی الصلوٰة علی البسط

قال السراجؒ فی شرح الترمذی موحده وسین مهمله جمع بساط والمراد به الحصیر لما فی البخاری عن انس فقمت الی حصیر لناقد اسود من طول. نغیر تصغیر نغر جانوری ست پرند برابر کنجشک این حدیث دلیل ست بر اجازت اطفال بر بازی طیور وجواز سوال از شئی معلوم چرا که بر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم معلوم[1] بود که بچۂ کنجشک ابو عمیر مرده است اه ملخصا. وفی شرح ابی الطیب فیه دلیل لمن یقول ان المدینة لیس لها حرم کحرمة مکة لان دار انسؓ کانت فی المدینة واما احتمال انه کان خارج الحرم فلایتم به الدلیل فضعیف اه ملخصا. وفی شرح ابن العربی علی الترمذی وفیه کنیة من لم یولد له او التسمی باسم بصورة الکنیة کابی الصدیق لایعرف اسمه وفیه التصغیر للمرء اوالشئ اذالم یکن علی طریق التحقیر و فیه ان صید المدینة غیر محرم اه ملخصا

باب ماجاء فی الصلوٰة فی الحیطان

قوله کان یستحب:

حیاطن جمع حائط کی ہے اور حائط اس باغ کو کہتے ہیں کہ جس کے گرد ہر چار طرف دیوار ہو۔ وجہ استحباب کی یہ ہے کہ

---

[1] لم اطلع علیه لکن قرینة السیاق تدل علیه حیث کان هذا الکلام علی سبیل المفاکهة والملاعبة لا علی طریق الاستفهام فافهم. ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

وہاں ہر طرح کا آرام ہے کواڑ بند کردیئے تنہائی بھی ہوگئی۔جس سے خشوع اچھی طرح میسر ہوتا ہے۔اور چاہیں گڑگڑاویں یا کچھ بھی ہو۔خلوت میں بے تکلفی ہوتی ہے۔اور طرح طرح کے درخت ہوتے ہیں جن کے دیکھنے سے فرحت ہوتی ہے اور درخت حق تعالیٰ کی تسبیح کرتے پس وہ باغ محل رحمت بھی ہے اور بہت سے فائدے ہیں انتھی التقریر۔ قال الجامع قال صاحب النهایه الحائط البستان من النخل اذا کان علیه حائط و هو الجدار کذا فی قوت المغتذی وفیه ایضا قال ابوداؤد هوالطیالسی وفیه ایضا والحسن بن ابی جعفر قد ضعفه یحیی قال العراقی انما ضعفه من جهة حفظه دون ان یتهم بالکذب اھ

باب ماجاء فی سُترة المصلی

قوله اذا وضع احدکم الخ

اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ جب کوئی شخص سترہ گاڑ کر نماز پڑھے تو پھر اس سترہ کے پیچھے سے کوئی نکل جاوے تو کچھ حرج نہیں ہے نہ گزرنے والے پر اور نہ مصلی پر۔اور سترہ ایک ہاتھ کا ہو یا زیادہ کا ہو اور سترہ گاڑنے کی یہ وجہ ہے کہ اس کی وجہ سے طبیعت منتشر نہیں ہوتی۔جس سے خشوع وخضوع میں کمی ہو اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص دری بچھادے اور پھر اس پر درمیان دری کے بیٹھے تو اس وقت اس کی حالت اور ہوگی۔اور اگر دری پر بیچ میں جانماز چھوٹی سی بچھا کر بیٹھے تو اس وقت اس کی اور کیفیت ہوگی۔جو چاہے اور جب چاہے تجربہ کرلے اور وجہ یہ ہے کہ انسان کا طبعی خاصہ ہے کہ جگہ معین پر طبیعت منتشر نہیں ہوتی ہے اور دوسری مثال یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا اسباب پھیلا ہوا ہو تو اس وقت اس کی طبیعت کو ہر طرف تعلق ہوگا۔ اور جب وہ اسباب جمع کر کے یکجا رکھ دیا جائے تو اس کی طبیعت کا اور حال ہوگا۔یعنی جو انتشار پہلے تھا وہ سب رفع ہو جائے گا اور طبیعت کو استقلال ہو جاوے گا۔پس اس وجہ سے سترہ گاڑنا مقرر کیا گیا۔

باب ماجاء فی کراهیة المرور بین یدی المصلی

قوله ان زید بن خالد الخ

فی قوت المغتذی المرسل هو بسر المذکور کما افصح به فی روایة الصحیح فقال ارسله ۱۲ قوله لو یعلم المار بین یدی المصلی زاد ابو العباس السراج فی مسنده والمصلی فجعل الذم لهما معا وحمله الغزالی فی الاحیاء علی ما اذا صلی علی الطریق اوقصر فی الدفع ماذا علیه زاد ابن ابی شیبة فی مصنفه یعنی من الاثم کذا فی قوت المغتذی.

قوله فقد روی عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال لان یقف احدکم مائة عام خیر له من ان یمر بین یدی اخیه وهو یصلی فی قوت المغتذی اخرجه ابن حبان فی صحیحه من حدیث ابی هریرة والمراد بالمرور ان یمر بین یدیه معترضا اما اذا مشی بین یدیه غیر معترض ذاهب الجهة القبلة فلیس داخلا فی الوعید ۱۲ زاده الجامع عفی عنه

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء لا يقطع الصلٰوة شئ

قوله عن ابن عباس . قال كنت رديف الخ

جمہور کا تو یہی مذہب ہے کہ نماز کو کوئی شئ قطع نہیں کرتی کیونکہ عموم حدیث سے حمار وکلب ومراۃ سب مساوی ثابت ہوتی ہیں۔ پس جب ان میں سے ایک قاطع نہیں تو دوسرے جو باقی رہے وہ بھی قاطع نہیں اور اسی لئے یہ باب جدا قائم کیا گیا ہے۔ تاکہ دوسری حدیث جو اس کے بعد ہے اس کا اس حدیث سے جواب ہو سکے۔ انتھی التقریر ..... قال الجامع فی قوت المغتذی علی اتان بفتح الهمزة والمثناة من فوق هي الانثى من الحمير ولايقال اتانة والحمار يطلق على الذكر والانثى كالفرس.

باب ماجاء انه لا يقطع الصلٰوة الا الكلب والحمار والمرأة

قوله اذا صلّى الخ

سیاہ کتے کو شیطان سے تشبیہ دینے کی یہ وجہ ہے کہ شیطان موذیات میں سے ہے اور کالا کتا بھی بڑا موذی ہوتا ہے۔ کاٹنا بھی زیادہ ہے اور زہریلا بھی زیادہ ہوتا ہے اس لئے یہ تشبیہ دی گئی اور عورت کو قاطع اس واسطے فرمایا گیا کہ شیطان اس کے ساتھ بھی رہتا ہے لوگوں کو بہکاتا ہے کہ تم اس کی طرف دیکھو اور حمار کو قاطع اس واسطے فرمایا گیا کہ ..... شیطان کو اس کے ساتھ بھی زیادہ علاقہ ہے دوسرے یہ بے وقوف بہت ہوتا ہے چنانچہ اپنا پیشاب خود سونگھتا ہے اور جمہور کی دلیل حدیث سابق ہے۔ اور بعض لوگوں کا اسی حدیث کے ظاہر پر عمل ہے نیز وہ حدیث[1] بھی جمہور کی دلیل ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے شیطان کو نماز میں پکڑ لیا تھا۔ اور میں نے قصد کیا کہ اس کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دوں مگر مجھ کو دعا یاد آ گئی بھائی سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تو جب آپ نے نماز میں شیطان کو پکڑ لیا۔ جب نماز نہیں گئی پس اس کے سامنے گزرنے سے بطریق اولیٰ نہ جاوے گی۔

اور جو لوگ بطلان کے قائل ہیں وہ جواب دے سکتے ہیں کہ ممکن ہے آپ نے اس حالت میں سترہ گاڑ لیا ہو۔ گو اسکا ثبوت نہیں لیکن احتمال تو ہے ہی۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور میں سامنے لیٹے رہتی تھی۔ لیکن لیٹے رہنے اور مرور میں فرق ہے صورت اولیٰ میں۔ چونکہ معلوم ہے کہ ایک شخص لیٹا ہے لہٰذا اطمینان میں فرق نہ آوے گا بخلاف مرور کہ اس صورت میں دل چاہے گا کہ دیکھنا چاہئے کہ کون ہے انتھی التقریر قال الجامع فی قوت المغتذی

كآخرة الرحل بالمد وكسر الخاء اوكوا سطة الرحل قال العراقي يحتمل ان يراد بها وسطه ويحتمل (چوبسین پالان ستره. ۱۲ جامع شرح السراج) ان يراد بها مقدمه (فانه تتوسط بين المركوب والراكب ۱۲ جامع) ويحتمل ان النبي صلى الله عليه وسلم قال ذلك جميعا ويحتمل

---

[1] یہ حدیث صحیحین میں ہے (مشکوٰۃ ص ۹۱ پر بھی ہے) (عبد القادر عفی عنہ)

انه شک فی بعض رواۃ اسناد المصنف فان ذکر واسطة الرحل انفرد به المصنف

قطع صلاته الکلب الاسود والمرأة والحمار. زاد احمد والکافر وزاد ابو داؤد والخنزیر وهذا منسوخ عندالجمهور ذکر ه الطحاوی وابن عبدالبر. والکلب الاسود شیطان. حمله بعضهم علی ظاهره وقال ان..... الشیطن یتصور بصورة الکلاب الاسود. وقال بعضهم لما کان الکلب الاسود اشد ضررا من غیره واشد ترویعامن غیره کان المصلی اذاراٰه اشتغل عن صلاته به فربما اداه ذلک الی قطع صلاته فسقی ذلک قاطعا باعتبار مایتخوف منه یؤل الیه وکذلک تاولوا قطع المرأة والحمار للصلوة فانه یخاف من ذلک فالمرأة تفتن والحمار ینهق والکلب یروع اھ

قلت ان النسخ یحتاج الی علم التاریخ ولم یعلم کما فی شرح ابی الطیب فالظهران المراد بالقطع نقص الصلوٰة اشغل القلب بهذاه الاشیاء کما اوله الامام النووی نقله عند ابو الطیب واماوجه التخصیص بهذه الاشیاء فهو یستنبط مما ذکرناه عن قوت المغتذی من قوله لما کان لکن اثره قطع الخشوع لاقطع الصلوٰة کما ذهب الیه القائل المذکور لئلا تفترق الادلة ولمراد بالقطع فی الحدیث الذی مرقیل هذا هو قطع الصلوٰة باعتبار نفسها فافهم.

باب ماجاء فی الصلوٰة فی الثوب الواحد

قوله عن عمر بن ابی سلمة الخ

اگر کسی کے پاس دو کپڑے نہ ہوں تو ایک ہی کپڑے میں ستر ڈھانک کر نماز پڑھ لے اور جس کے پاس اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے زیادہ کپڑے اور اچھے کپڑے ہوں تو وہ ان کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھ لے۔ اس زمانہ میں صحابہؓ بہت مفلس تھے کسی کے پاس فقط لنگی تھی اور کسی کے پاس فقط چادر تھی اسی سے نماز پڑھا کرتے تھے۔ انتهی التقریر. قال الجامع اما قول الترمذی قالو الا باس بالصلوٰة الخ فان کان المراد به تفصیل الجواز و عدم الجواز فالاختلاف حقیقی والا یمکن ان یکون الاختلاف لفظیا حیث من قال یصلی الرجل الخ قاله استحبابا وسنة ومن قال لاباس الخ قاله جوازا اویقال ان القائل الاول اعتبرحال الضرورة والضیق والثانی اراد حال الوسعة وعدم الضرورة وعلی کل حال انما یجب ستر العورة فافهم وفی شرح ابی الطیب زاد الشیخان واضعا طرفیه علی عاتقیه والعاتق مابین المنکب الی اصل العنق قال الطیبی الاشتمال التوسح والمخالفة بین طرفی الثوب بان یاخذ الذی القاه علی منکبه الایمن من تحت یده الیسرے ویاخذ طرفه الذی القاه علی منکبه الایسر من تحت یده الیمنی ثم یعقدهما علی[1] صدره یعنی لئلایکون سدلاً وکذا قال ابن السکیت وفی قوت

---

[1] وقوله قبایان به بستن هر دو طرف بر سینه بر تقدیریست که گوشهای چادر دراز باشد و هم گشته روشن بوده اگر بسیار دراز بود حاجت به بستن نباشد ۱۲ اشرح السراج (جامع)

besturdubooks.wordpress.com

المغتذى قال العراقي كيف الجمع بينه وبين النهي عن اشتمال الصماء والجواب ان النهي ورد من اشتمال مخصوص فيحمل اشتماله المطلق على غير مورد النهي وقدفسر اشتمال هذا بانه كان مخالفا من طرفيه وهو مخالف الاشتمال الصما اه

باب ماجاء في ابتداء القبلة

قوله: ستة اوسبعة عشر شهرا في شرح ابي الطيب بحذف التنوين من ستته قاله السيوطي ووجه انه مركب تقديرا اه قلت يعني اصله ستة عشر وفي فتح الباري قوله وكان يحب ان يوجه الى الكعبة جاء بيان ذلك فيما اخرجه الطبري وغيره من طريق على ابن ابي طلحة عن ابن عباس قال لماها جر النبي صلى الله عليه وسلم الى المدينة واليهود اكثر اهلها يستقبلون بيت المقدس ... امره الله ان يستقبل بيت المقدس ففرحت اليهود فاستقبلها سبعة عشر شهرا وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحب ان يستقبل قبلة ابراهيم فكان يدعو وينظر الى السماء فنزلت[1] ومن طريق مجاهد قال انما كان يحب ان يتحول الى الكعبة لان اليهود قال يخالفنا محمد ويتبع قبلتنا فنزلت[2] وظاهر حديث ابن عباس هذا ان استقبال بيت المقدس انما وقع بعد الهجرة الى المدينة لكن اخرج احمد من وجه اخر عن ابن عباس كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي بمكة نحوبيت المقدس والكعبة بين يديه والجمع بينهما ممكن بان يكون امر صلى الله عليه وسلم لما هاجر ان يستمر على الصلاة بيت المقدس واخرج الطبراني من طريق ابن جريج قال النبي صلى الله عليه وسلم اول ماصلى الى الكعبة ثم صرف الى بيت المقدس وهو بمكة فصلى ثلث حجج ثم هاجز فصلى اليه بعدقد ومه المدينة ستة عشر شهرًا ثم وجه الله الى الكعبة اه

قلت دل هذا التقرير على ان النسخ وقع مرتين وذهب الى ذلك الشيخ ابن العربي من المالكية ومال اليه العلامة السيوطي وظاهره[3] يدل على نسخ القطعي بخبر الواحد فاجيب عنه ان الخبر الواحد اذا حف بالقرائن الدالة على اليقين يفيد اليقين والله تعالى اعلم ومن يجوز نسخ القطعي بخبر الواحد لايحتاج اليه ومحل البسط انما هو علم الاصول.

باب ماجاء ان مابين المشرق والمغرب قبلة

قوله مابين المشرق والمغرب قبلة.

یہ حکم اہل مدینہ کے لئے ارشاد فرمایا گیا ہے کیونکہ ان کا قبلہ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے اور سب جگہ کا یہ حکم نہیں

---

[1] فنزلت: یعنی آیت شریفہ قد نری تقلب وجهک في السماء نازل ہوئی [2] اوپر والی آیت مراد ہے [3] یعنی صرف ایک صحابی کے خبر دینے سے صحابہ کرام نے بیت المقدس سے رخ بدل کر بیت اللہ کی طرف کرلیا اس سے معلوم ہوا کہ قطعی حکم کا خبر واحد سے نسخ جائز ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

ہے اور مدینہ معظمہ میں قبلہ کی شناخت کا یہ طریقہ ہے کہ مغرب کو داہنے جانب اور مشرق کو بائیں طرف کرو اس کے درمیان میں جو جانب ہے وہ قبلہ ہے وہ قول ابن عمر کا ہے۔

وقوله لااروی عنه شیئا یدل علی ان التوثیق امراجتهادی ومن ثم یختلف فیه وقوله اختار ابن المبارک الخ قلت لعله مع کونهم[1] بین المشرق والمغرب. انتهی التقریرقال الجامع وفی شرح السراج واین محمول ست برقبلة مدینه مطهره که واقع است بجانب جنوب زیراکه آن شمالی مکه معظمه ست ویامراد آن ست که هیچ جهتی از جهات نیست میان مشرق و مغرب مگر آنکه قبله ست مرقومی رابحسب اختلاف جهات بلاد اه

باب ماجاء فی الرجل یصلی لغیر القبلة فی الغیم

قوله قال کنا الخ

متقدمین نے فثم وجہ اللہ کے معنی حقیقی مراد لئے ہیں یعنی جہاں کہیں تم منہ پھیرو تو اسی طرف اللہ تعالیٰ کا منہ ہے۔ لیکن متقدمین نے یہ بھی کہا ہے کہ حق تعالیٰ کسی جہت کے ساتھ مقید نہیں ہے اور ہم ان ظاہری معنی کی تصدیق کرتے ہیں لیکن اصلی مراد نہیں سمجھ سکتے کہ اس سے کیا غرض ہے۔

اور متاخرین نے بضرورت اس کے معنی مجازی متعین فرمائے ہیں اور وہ ضرورت یہ ہے کہ متقدمین کی توجیہ پر نصاریٰ کے ساتھ تشبہ[2] ہوتا تھا کیونکہ نصاریٰ بھی یہی کہتے ہیں کہ تین خدا ہیں مگر ہم سمجھ نہیں سکتے ہیں۔ پس انہوں نے وجہ اللہ کے معنے ذات اللہ کے لئے ہیں تو حاصل یہ ہوا کہ متقدمین کے نزدیک یہ لفظ معنی حقیقی پر محمول ہے۔ اور متاخرین کے نزدیک معنی مجازی پر۔

اب یہ جاننا چاہئے کہ اگر کوئی شخص مثلاً قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں تو قیاس تو مقتضی تھا کہ نماز اس کی ہو جاتی۔ مگر چونکہ اس نے حق سبحانہ وتعالیٰ کی عدول حکمی کی اس وجہ سے شرعاً نماز نہیں ہوگی اور اس جہت کے ساتھ مقید کرنے میں بہت[3] فائدے ہیں نیز یہ ایک امر تعبدی ہے جس پر ثواب مرتب ہوتا ہے

انتهی التقریر قال الجامع وفی قوت المغتذی لا نعرفه الا من حدیث اشعث: قال العراقی تابعه تابعه علیه عمر بن القیس الملقب بسندل عن عاصم اخرجه ابوداؤد الطیالسی فی مسنده والبیهقی فی سننه قال الا ان عمر بن قیس مشارک الاشعث فی الضعف بل ربما یکون اسوأ حالامنه فلا عبرة حینئذ بمتابعته وانماذکرته لیستفاد اه

---

[1] عبداللہ بن المبارک کا یہ فرمان کہ ہذا لاہل المشرق کا مطلب بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ مشرق ان کے پیچھے ہوگا اور مغرب سامنے ہوگا تو یہ کہنا صحیح ہوا کہ ان کا قبلہ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔ بعض حضرات نے یہ مطلب لیا ہے کہ اہل المشرق سے وہ علاقے مراد ہیں جو قبلہ سے شمال مشرق میں ہیں ان کا قبلہ مشرق شتاء اور مغرب صیف کے درمیان ہے (من عرف الشذی والکوکب الدری) (عبدالقادر عفی عنہ) [2] لیکن یہ تشبہ متقدمین کے نزدیک موثر ظاہر نہ ہوا اس وجہ سے انہوں نے تاویل کا اہتمام نہیں کیا و ہو عندی کذلک و ہو الحق۔ ۱۲ جامع [3] منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ جہت مقرر کرنے کے بعد سب لوگ ایک ہی طرف نماز پڑھیں گے۔ جس کو یکسوئی قلب میں حالت جماعت میں خاص اثر ہے۔ دوسرے انتظام کا مقتضا تقریر قواعد ہے تیسرے تنہا نماز پڑھنے والے کی بھی طبیعت پریشان نہ ہوگی۔ کیونکہ ہر طرف نماز پڑھنے کی اجازت ہوتی نماز میں جس طرف چاہتا اس طرف منہ پھیر لیتا جس سے قلب منتشر ہوتا۔ چوتھی جہت نماز کی اس قدر وقعت نہ ہوتی۔ جس قدر حالت تعیین میں ہے۔ ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی کراھة ما یصلی الیه

وفیه قوله نھی ان یصلی الخ

مزبلہ میں نماز پڑھنے سے اس لئے منع فرمایا کہ وہاں گندگی اکثر ہوتی ہے اور مجزرہ میں اس سبب سے کہ وہاں خون وغیرہ ہوتا ہے اور مقبرہ میں اس وجہ سے کہ وہاں نماز پڑھنے میں گور پرستوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اور قارعۃ[1] الطریق میں اس واسطے کہ اگر وہاں سے گزرنے والا بچ کر نکلے گا تو اس کو تکلیف ہوگی اور تکلیف کا باعث یہ نمازی ہوا۔ اور اگر اس نے اس کی رعایت نہ کی تو یہ گاڑی وغیرہ کے نیچے دب کر مر جائے گا یا کم سے کم خیال تو منتشر ہو ہی گا۔ اور حضور قلب میسر نہ ہوگا۔ اور حمام میں نہی کہ یہ علت ہے کہ وہاں تصویریں ہوتی ہیں پس وہاں نماز پڑھنے سے تصویر پرستوں کے ساتھ مشابہت ہوگی۔ یا یہ کہ اس میں بھی مثل مزبلہ کے اکثر گندگی رہتی ہے پس وہاں نماز پڑھنے سے نہی فرمائی گئی اور معاطن ابل سے یوں منع کیا گیا کہ اونٹ جو پیشاب کرتا ہے تو یہ سیدھے کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کرتا۔ بلکہ کچھ ترچھے ہو کر کیا کرتا ہے سو اس کے پیشاب کرنے سے چھینٹیں زیادہ اڑا کرتی ہیں۔ دوسری یہ وجہ ہے کہ یہ جانور بلند زیادہ ہوتا ہے پس اس سے ضرر کا اندیشہ ہے کیونکہ احتمال ہے کہ پیر وغیرہ سے مصلی کو دبا دے۔

اور فوق بیت ظہر اللہ پر نماز نہ پڑھنے کی وجہ بعض لوگوں نے یہ بیان کی ہے کہ چھت پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں اپنا رخ کس طرف کرے گا۔ ہاں کوئی چیز مثل ٹٹی[2] وغیرہ اگر سامنے کھڑی کر لے تو ان کے نزدیک پھر وہاں نماز جائز ہے کیونکہ وہ شخص مثل اس مصلی کے ہو جائے گا جو کعبہ میں اس کی کسی سمت کی طرف نماز پڑھے کیونکہ وہ ٹٹی گویا کعبہ کا جزو قرار دی جاوے گی۔

لیکن میرے نزدیک اس نہی کی وجہ بے ادبی ہے بیت اللہ کی۔ یعنی فوق البیت نماز پڑھنے میں بے ادبی ہے بیت اللہ کی پس کراہت ثابت ہوگی۔ اور چونکہ بیت اللہ ساتوں آسمانوں تک ہے حکماً لہذا جواز میں کلام نہیں پس پہلی وجہ صحیح نہیں ہو سکتی جس کے لئے ٹٹی وغیرہ کھڑی کر کے جواز کا فتویٰ دیا جاوے۔

اور مرابض کے معنی ہیں نشست گاہ بکریوں کی اور اعطان نشست گاہ ابل اھ التقریر۔

قال الجامع قال ابن ملک وانما ذکر الظھر مع الفوق اذلا یکرہ الصلوٰۃ علی موضع ھو (غیر داخل فیه ۱۲ جامع) فوق البیت کجبل ابی قبیس کذا فی شرح ابی الطیب وقد مرالکلام فی العمری و توثیقه عن البعض والحدیث رواہ عبد بن حمید فی مسندہ وابن ماجه ایضا کما فی نیل الاوطار وفیه ایضا صححه ابو السکن قلت وقد مران الاختلاف غیر مضرفا الحدیث صحیح وانما صححه من صحح لتوارد المتابعات او بوجودہ سندا بغیر رجال الترمذی وفی النیل اعطان بدل معاطن ا ھ وھو جمع مطعن کمجلس کما فی شرح ابی الطیب وفیه ایضا او جمع عطن وھو الموضع الذی یبرک فیه الابل عند

---

[1] والظاھر انه من قبیل اضافة الصفت الی الموصوف ای الطریق التی یقرعھا الناس بارجلھم. کذا فی شرح ابی الطیب

[2] ٹٹی سے مراد بانس یا لکڑی کی آڑ ہے۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

الرجوع من الماء ويستعمل في الموضع الذي يكون فيه الابل بالليل ايضا ويويده خبر مسلم نهى عن الصلوٰة في مبارك الابل اھ محصلا۔

باب ماجاء في الصلوٰة في مرابض الغنم واعطان الابل

قوله صلوا في مرابض الغنم الخ

وجہ یہ ہے کہ بکریاں شریر نہیں ہوتی ہیں نیز ان کے پیشاب سے زیادہ چھینٹیں نہیں اڑتی ہیں۔ بخلاف[1] ابل کے۔

باب ماجاء في الصلوٰة على الدابة حيث ما توجهت به

قولہ عن جابر الخ یہ حکم نفل نماز کا ہے کہ جس طرف راحلہ متوجہ ہو جائے اسی طرف سواء نماز نفل پڑھ لے مضائقہ نہیں۔ مگر ہاں یہ ضرور ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے اس راحلہ کو مستقبل القبلہ کر لے۔ پھر وہ راحلہ جس طرف چاہے منہ کر لے مضائقہ نہیں۔ انتهى التقرير قال الجامع هذا الجواز مخصوص بمن كان خارج المصر عندالحنفيه وقد ورد في البخارى كان عبدالله بن عمر يصلى في السفر على راحلته اينما توجهت به يومئ[3] وذكر عبدالله ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يفعله وفى فتح البارى واختلفوا في الصلوٰة على الدواب في السفر الذى لا تقصر فيه الصلوٰة فذهب الجمهور الى ذلك في كل سفر غير مالك اھ وفيه ايضا واحتج الطبرى للجمهور من طريق النظر ان الله تعالى جعل التيمم رخصة للمريض والمسافر وقد اجمعوا على ان من كان خارج المصر على ميل اواقل ونية العود الى منزله لا الى سفر آخر ولم يجد ماء انه يجوز له التيمم قال فكما (على اختلاف الاقوال بين الامة ۱۲ جامع) جازله التيمم في هذا القدر جازله التنفل على الدابة لا شتراكهما في الرخصة اھ

باب في الصلوٰة الى الراحلة

قوله عن ابن عمر الخ

اگر کوئی شخص راحلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے یا اس کو سترہ بنا کر نماز پڑھے تو کچھ حرج نہیں ہے اھ التقرير قال الجامع قوله ان يستتر به بدل اشتمال من قوله لايرون الخ

باب ماجاء اذا حضر العشاء واقيمت الصلوٰة فابدأ وابالعشاء

قوله اذا حضر العشاء

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کھانا سامنے آ جائے اور نماز قائم کی جاتی ہو تو پہلے کھانا کھا لے اور یہ اس وقت

---

[1] ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اونٹوں کے باڑے ہموار نہ ہوتے تھے نماز پڑھنے میں دشواری ہوتی تھی۔ اور بکریوں کے باڑے ہموار ہوتے تھے۔ (کذا فی العوارف) (عبدالقادر عفی عنہ)۔ [2] هذا القيد عند البعض وقال باطلاق العلامة العينى لاطلاق المروى كما يتحصل من حاشية الهدايه ۱۲ جامع [3] اى للركوع والسجود لمن لم يتمكن من ذلك وبهذا قال الجمهور كذا في فتح البارى ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

میں ہے جبکہ کھانا خراب ہوجانے کا خیال ہو اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ کھانے دو طرح کے ہوتے ہیں بعضے تو ایسے ہوتے ہیں کہ سرد ہو کر زیادہ مزیدار ہوجاتے ہیں مثلاً زردہ وفیرنی۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ٹھنڈے ہوجانے سے خراب ہوجاتے ہیں جیسے پلاؤ وغیرہ۔ پس دوسری صورت میں تو ابتداء بطعام کرنی چاہئے اور پہلی صورت میں ابتداء بصلوۃ اور کھانا بگڑنے کا خوف نہ ہو مگر بھوک یا اشتیاق اس درجہ کا ہو جس سے درصورت عدم خواہش نماز میں انتشار قلب کا اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں بھی ابتداء بطعام کرے اور جو نہ بھوک ہو نہ اشتیاق بوجہ مذکور تو ابتداء بصلوۃ کرے۔ وقوله قال وتعشى اى قال نافع وتعشى الخ كما سياتى انتهى التقرير.

قال الجامع وفى قوت المغتذى قال العراقى المراد بحضوره وضعه بين يدى الأكل لا استواء الطعام اوغرفه فى الاوعية كما فى حديث ابن عمر المتفق عليه اذا وضع و كما فى حديث عائشة اذا قرب اه

قلت من علله بانتشار القلب فى حال الصلوٰة بعدم الطعام فالحكم اعم عنده سواء كان الطعام فى الاوعية او بين يدى الأكل الا ان مدلول الحديث الذى ثبت بعبارة النص انما هو الثانى بالنظر الى جميع طريقه والعموم يتحصل باشتراك العلة تامل والعلة عندى مارجحه الترمذى وقد نقله البخارى عن ابى الدرداءؓ حكيم الامت فان الطعام تابع للعبادة و ذريعة الى تحصيلها وان كان نعمة عظيمة من الله تعالىٰ فلا يرجح حفظه على حفظ الجماعة.

واما ما اشتهر[1] على السنة العوام بالهند من مثل الخبز يصغر على الله تعالىٰ ويفضل على محمد صلى الله عليه وسلم فغلط ظاهر فان رسول الله صلى الله عليه وسلم خلق له كل شيء اى كل شى موجود تابع وجوده لوجده صلى الله عليه وسلم فكيف يفضل شيء عليه والتعظيم لشيء والتوقير له لا يدل على فضل الموقرله مطلقا فانه كان يوقر العباسؓ فهل من احد يقول ان العباسؓ يفضل عليه بل هو من مكارم الاخلاق ووضع الشى على محله والقدر لنعمته تعالىٰ والفضل الكلى امر اخر تامل ودقق.

باب ماجاء فى الصلوٰة عند النعاس

قوله اذا نعس الخ فى قوت المغتذى بفتح العين وقد حمله طائفة على صلوة الليل وقال النووى مذهبنا ومذهب الجمهور انه عام فى صلوٰة النفل والفرض[2] فى اليل والنهار اه ملخصا وفى شرح ابى الطيب قوله فليرقد امر استحباب فيترتب عليه الثواب ويكره له الصلوٰة حينئذ.

---

[1] یعنی عوام جاہلوں میں یہ جو مشہور ہے کہ روٹی کا درجہ اللہ تعالیٰ سے کم ہے اور (نعوذ باللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روٹی کی تعظیم کرتے تھے۔ سو یہ بالکل غلط ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا حضرت عباسؓ کی تعظیم کرتے تھے حالانکہ ان کا درجہ حضورؐ سے کم تھا۔

[2] لیکن اگر فرض قضا ہونے کا خطرہ ہو تو کسی طرح نیند کو دفع کر کے فرض ادا کرے۔

besturdubooks.wordpress.com

وقوله فيسب منصوب عطفا على يستغفر وهو منصوب بلام كي ويجوز دفعه على الاستيناف وقوله يذهب اى يريد وقصد اه ملخصا زاده الجامع عفي عنه (لكن معنى اللام في فيسب غير ماد ۱۲ جامع)

باب ماجاء من زار قوما فلا يصل بهم

قوله عن ابی عطية رجل منهم فی شرح السراج مالک بن عامر الهمدانی ابو عطية الوداعی الكوفی داومردے از بنی عقیل بودو مصلائے بنی عقیل نماز میگذارد اہ ملخصا

وفی شرح ابی الطیب قوله یاتینا فی مصلنا ای مسجدنا بالبصرة قوله ليتقدم بعضكم حتى احدثكم ای حتی نفرغ من الصلوة اونصلی فاحدثكم بسبب عدم تقدمی ثم قال بعد الفراغ سمعت الخ ففی الكلام حذف وفی ابی داؤد فقلنا له تقدم فصله فقال لناقد موارجلا منكم يصلی بكم وساحدثكم لم لا اصلی بكم سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول الحديث قوله فليؤمهم رجل منهم فانه احق من الضيف وكانه امتنع من الامامة مع الاذن منهم عملا بظاهر الحديث اه قال الجامع ويحتمل ايضا انه امتنع لان الاذن منهم حصل فی حال عدم العلم بالفتوی مكانهم لم يعلموا ان الحق لهم نعم لو علموا ثم جازو ماقاله ابو الطيب زاده الجامع عفی عنه

باب ماجاء في كراهة ان يخص الامام نفسه

قوله ولايؤم قومًا

فی شرح ابی الطیب منصوب على انه معطوف على ينظر وكذلک يخص منصوب بالعطف على منصوب وكذلک قوله ولا يقوم وقال الطيبی الحاقن الذی حبس بوله والحاقب وهو الحابس الغائط اه ملخصا

قوله فان فعل فقد خافهم قلت هذا الحكم مخصوص عندی والله تعالٰی اعلم بادعاء الذی يدعوبه الامام ويؤمن الماموم فان الماموم لا يدعوا فی هذه الحال وانما يعتمد علی الامام ويكتفی به عانه ويؤمن عليه ظنا منه انه يدعولهم ايضا فلما لم يد عو الامام لهم كان خادعالهم والا فلا يجب الدعاء علی احد لاحد فافهم ولقد انشرح صدری بهذا التاويل وقال السراج وتحقيق واردشده اند۔ احاديث صحيحه از آنحضرت كه دعا میفرمود درتمام نماز بالافراد درحالت امامت دررکوع وسجود وتشہد وقومہ وجلسہ۔ چنانکہ درکتب احادیث مسطور ند اھ زادہ الجامع عفی عنہ

besturdubooks.wordpress.com

باب من ام قومًا وهم لهُ کرٰهون

قوله ورجل سمع حي علي الفلاح ثم لم يجب قلت يعني اجابة القدم فانه المقصود الاصلي وقد ورد فيه الاحاديث الدالة اى في وجوب اجابة القدم والاجابة باللسان ليست بواجبة وقد حقق الكلام في هذا الباب من احياء السنن فانظر هناک لانعيده خوف التطويل.

وقوله لا يصح لانه قدروى الخ قلت لعل هذا مبنى على قاعدة اكثر المحدثين ان الحديث اذا روى مرفوعا و موقوفا يجعلونه موقوفا فكذلک حکم الترمذی علی کونه مرسلا ولكن الصحيح في القاعدة المذكورة ان الرافع اذا كان ثقة حكم على صحة الرفع لانه زيادة ثقة فتقبل كما قاله النووی هذه القاعدة ونقل ذلک عنه الزيلعي في تخريج احاديث الهداية وقوله محمد بن القاسم الاسدی ففی قوت المغتذی قال العراقي لم ارله عند المصنف الاهذا الحديث وليس له في بقية الكتب شئ وهو ضعيف جدا كذبه احمد والدارقطني وقال احمد احاديثه موضوعة اه

قلت الظاهر ان الترمذی لم يعتمد على ان احاديثه موضوعة والا لم يخرج هذا الحديث قوله تكلم فيه احمد بن حنبل الخ هذا كلام الترمذی في الحديث غير الكلام الذی مرمن كونه مرسلا وهذا مسلم والاول غير مسلم تامل زاده الجامع عفي عنه. قوله ثلثة لاتجاوز صلوتهم اذا نهم فی قوت المغتذی ای لاترفع الى السماء كما في حديث ابن عباس عند ابن ماجه لاترفع صلوتهم فوق رؤسهم مشبرا وهو كناية عن عدم القبول كما في حديث ابن عباس عندالطبرانی لايقبل الله لهم صلوة اه

باب ماجاء اذا صلى الامام قاعد افصلوا قعودا

قوله عن انس الخ

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور سب لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ بیٹھ کر ہی نماز پڑھی لیکن یہ حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہوگیا۔ اور وجہ اس کی یہ تھی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقصود یہ تھا کہ کفار کے ساتھ کسی طرح مشابہت نہ ہونے پائے۔ پس چونکہ شاہان سابق کا دستور تھا کہ خود بیٹھے رہتے تھے اور لوگ ان کے ہر چہار طرف ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے تو مقتدیوں کے کھڑے ہونے اور امام کے بیٹھے رہنے میں ان لوگوں کے ساتھ تشبہ ہوتا اور اس وقت اسلام تھا حادث۔ سو آپ نے اس لئے ایسا عمل فرمایا پھر جب اسلام خوب قوی ہوگیا۔ اور مسلمانوں کی طرف سے بوجہ بعد زمانہ کفر اس بات سے اطمینان ہوگیا کہ وہ رسوم جاہلیت کی طرف مائل نہ ہوں گے تو یہ حکم منسوخ کردیا گیا۔

اور امام احمدؒ کے نزدیک یہ حکم اب بھی باقی ہے۔ اور جس حدیث میں یہ آیا ہے کہ آپ نے مرض وفات میں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور مقتدی سب کھڑے تھے۔ تو اس حدیث کا امام احمدؒ یہ جواب دے سکتے ہیں کہ کبھی آپ نے اس طرح کیا اور کبھی اس طرح

besturdubooks.wordpress.com

کیا لہٰذا دونوں[1] طرح جائز ہے لیکن جمہور کا اجماع ہو گیا ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے اور مقتدیوں کی نماز اس طرح پڑھنے سے درست نہ ہوگی۔ انتہی التقریر

وقال الجامع ولک ان تقول ان القول مقدم علی الفعل ولم یثبت النهی عنه کما ثبت الامر به وانما ثبت فعلهٗ فقط وهو لا یساوی القول وغایته ان یقال انه علیه الصلوٰة والسلام لم ینههم عن القیام خلفه[2] حین صلی بهم جالسا فینتفی به الوجوب لاالجواز والاولویة تثبت من خارج فلیتأمل فی الجواب عنه واللّٰه تعالٰی اعلم۔

باب منه

قوله عن عائشة قالت صلی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم خلف ابی بکر الخ

یہ جو دوسرا[3] قول ہے حضرت عائشہؓ کا یہ منسوخ ہے کیونکہ اب اجماع ہو گیا ہے کہ اگر امام نماز بیٹھ کر پڑھائے تو مقتدیوں پر واجب ہے کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھیں۔ اور یہ جزو جو منسوخ ہو گیا ہے اس پر عمل ابتداء اسلام میں تھا جس کا مفصل بیان اس سے پہلی حدیث کی تقریر میں گزر چکا ہے۔

اب اس باب میں گفتگو ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھائی ہے یا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی ہے اور اس میں تین صورتیں ہیں۔ اول تو یہ کہ نماز تو پڑھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکبر تھے پس راوی نے خیال کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی ہے۔

یہ مضمون اسی حدیث کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ اقتداء کرتے تھے ابوبکر کا۔ اور ابوبکر اقتدا کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ پس ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز تو پڑھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ مگر چونکہ آپ کی آواز بوجہ ضعف کے بہت آہستہ تھی۔ اس واسطے حضرت ابوبکرؓ تکبیر بآواز کہہ دیتے تھے۔ راوی نے غلطی سے ان ہی کو امام تصور کر لیا تو ایک صورت تو یہ ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ آپ کا مرض وفات کئی روز تک رہا تھا سو احتمال ہے کہ کبھی حضورؐ نے خود نماز پڑھائی ہو اور کبھی حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھائی ہو۔ اور راوی نے حضرت ابوبکرؓ کی نماز تو روایت کر دی اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہیں روایت کی۔

اور تیسری صورت یہ ہے کہ اول نماز پڑھانے تو حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوئے ہونگے اور لوگوں نے ان کو کھڑے ہوتے

---

[1] یہ جواب اس صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ جلوس المقتدین خلف الامام الجالس امام احمدؒ کے نزدیک جائز ہو لیکن ان کا مذہب جیسا کہ فتح الباری میں منقول ہے یہ ہے کہ جلوس المقتدین خلف الامام الجالس واجب ہے۔ ۱۲ جامع [2] قیل فی الجواب ان هذا خاص بالنبی صلی اللّٰه علیه وسلم کما یقول عروة ابن الزبیر بلغنی انه لا ینبغی لاحد غیر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم (کنز العمال عن عبدالرزاق) ویمکن ان یقال ان قوله واذا صلی قاعدًا فصلوا قعودا اجمعون، ردعلی الذین لایاتمون بام اذا کان لهم وترد له شفع یقومون وهو جالسٌ ویجلسون وهو قائم فامرهم النبی صلی اللّٰه علیه وسلم باقتداء حال الامام قیاما وقعودا مع ان وجوب القیام فی الصلوٰة مقطوع به لقوله تعالٰی وقوموا للّٰه قانتین فلا یترک الکتاب بخبر الواحد واللّٰه اعلم [3] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دوسرے قول سے یہ قول مراد ہے اذا صلی الامام جالسًا فصلوا جلوسًا۔ ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

دیکھا۔ اور جب ہی فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکان سے تشریف لے آئے اور حضرت ابوبکرؓ پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ اب جن لوگوں نے ان کو کھڑے ہوتے دیکھا انہوں نے یہ روایت کر دی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی اور فی الواقع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تھی۔

باب ماجاء فی الامام ینهض فی الرکعتین ناسیا

قوله: فلما قضی صلوته الخ

اس بارہ میں اختلاف ہوا ہے کہ سجدہ سہو کا سلام پھیرنے سے پہلے ہے یا اس کے بعد۔ سو اس میں تین مذہب ہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک تو قبل سلام کے ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک قبل سلام کے بھی ہے اور بعد سلام کے بھی اور وہ یہ فرماتے ہیں کہ احادیث سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کمی ہو گئی تو وہاں آپ نے قبل سلام سجدہ سہو فرمایا ہے اور جہاں کہیں زیادتی ہو گئی وہاں آپ نے بعد از سلام سجدہ کیا لہٰذا دونوں طرح جائز ہے۔ اور امام صاحبؒ کے نزدیک سجدہ سہو بعد سلام کے ہے۔

قوله فلا اروی عنه شیئا: اقول هذا غیر مضر عندی لانه وان لم یعرف لکن لما ذکر السنة یمکن لکل احد النظر فی الرجال انتهی التقریر. قال الجامع قد حققت المسئلة لمفصلة فی احیاء السنن فلانعیده خوف الاطالة واما ابن لیلی فاربعة رجال والذی تکلم فیه کثیرا هو محمد بن ابی لیلی لکنه ایضالیس بمجمع علیه ضعفه بل هو مختلف فیه وقدمر توثیق الجابر الجعفی عن البعض وان الاختلاف غیر مضر فتامل.

وقوله فسبح به القوم فی شرح ابی الطیب ای قالو سبحان الله لیرجع عن القیام ویجلس علی الرکعتین وقوله وسبح بهم ای قال سبحان الله مشیرا الیهم ان یقوموا فالباء بمعنی اللام کقوله تعالیٰ فکلا احذنا بذنبه وقوله فحدیثه اصح قلت لم یظهر لی وجه کونه اصح والحدیث سیاتی فی باب ماجاء فی سجدتی السهو قبل السلام وقال فیه ابو عیسٰی هناک حدیث ابن بجینة حدیث حسن وقال فی الحدیث الذی هو دلیل الحنفیة وهو حدیث زیاد بن علاقة هذا حدیث حسن صحیح وقدروی هذا الحدیث من غیر وجه فکلامه متعارض حیث یدل هناک انه ادنی درجة منْ هذا ویدل فی هذا الموضع بخلافه تامل والحاصل بالجملة ان کلا منهما قابل للاحتجاج ولقد انصف الامام ابوبکر بن العربی فی قوله وتعلق ابو حنیفة بان السجود استدراک وذلک یکون بعد تمام الصلوٰة لئلایطرأ بعده مثله وما ادق هذالنظر لولا السنة التی وردت بخلافه لکن قوله لولا السنة الخ متعقب فان ابا حنیفة لم یخالف السنة وقد طولنا الکلام فی احیاء السنن فی هذا الباب فانظر هناک.

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء في مقدار القعود في الركعتين الاولين

قوله فعليه سجدتا السهو قال المقرروالحديث يدل عليه اما ارسال ابی عبيدة فلا يضر لان مرسل التابعي وتبعه مقبول اه قال الجامع معنى قوله والحديث يدل عليه انما هو ان الحديث دل على عدم الزيادة في القعدة الاولى على التشهد لان وجوب سجدة السهو لم يثبت بهذا الحديث بل بحديث آخر ومعنى قول الترمذی حديث حسن ای حسن منقطع وقوله فاقول حتى يقوم فيقول حتى يقوم في شرح ابی الطيب يعنی قال شعبة حين اختفى سعد بكلمة سائلا عن سعد كانه على الرضف حتى يقوم فقال حتى يقوم ای كانه على الرضف حتى يقوم فقوله فاقول يقول مضارعاد بمعنى الماضی اشعار الاحضار تلك الحالة لضبط الحديث ويدل عليه مارواه النسائی عن ابن مسعودؓ قال كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في الركعتين كانه على الرضف قلت حتى يقوم قال ذلك يريد اه

باب ماجاء في الاشارة في الصلوٰة

قوله وقال لا اعلم الا انه قال اشارة باصبعه قال المقرر يعنی قال ابن عمرواوغيره من الرواة وكذلك في شرح السراج قوله نابل صاحب العباء قال الجامع في شرح السراج درتقريب ست نابل صاحب العباوالاكسية والشمال بكسرالجمعة مقبول اه قال الجامع ۔ والمسئلة مفصلة فی احياءالسنن ۔

باب ماجاء ان التسبيح للرجال

قوله التسبيح للرجال الخ.

اگر امام کونماز میں سہو ہوجائے تو اگر مرد اس کو جتلادیں اور آگاہ کریں تو سبحان اللہ کہیں اور اگر عورتیں آگاہ کریں تو تصفیق کریں اور یہ اس لئے کہ ۔۔ ت کی آواز باعث فتنہ ہے انتہی التقریر قال الجامع اور علاوہ سہو امام کے اگر اور کوئی حاجت ایسی پیش آئے جس نے نمازی کو دوسرے لوگوں کے اس امر سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہو کہ وہ نماز میں مشغول ہیں یا اس جگہ موجود ہیں تو بھی آگاہی بطریق مذکورہی کی جاوے ۔ وفی شرح ابی الطيب قال فی تاج المصادر التصفيق فی الحديث ماخوذ من صفق احدى اليدين على الاخرى لا ببطونهما[1] ولكن بظهور اصابع اليمنى على الراحة من اليد اليسرى اه

باب ماجاء في كراهية التثاؤب في الصلوٰة

قوله عن ابی هريرة الخ: مطلب یہ ہے کہ جمائی آنے کا سبب سستی ہے اور نماز میں سستی ہونے

---

[1] وهذا هذه صورة اللهوايضا فلا ينبغی فعله ۱۲ جامع.

besturdubooks.wordpress.com

سے حق تعالیٰ کی یاد میں خلل پڑتا ہے جس سے شیطان خوش ہوتا ہے کہ اتنی دیر غفلت رہی یہی غنیمت ہے پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تدبیر فرمائی کہ جہاں تک ممکن ہو اس کو روکے اور ایک طریقہ روکنے کا یہ ہے کہ کھکھار لے تب بھی جاتی رہے گی کیونکہ جمائی تو بے اختیاری سے آتی ہے اور کھکھارنا اختیار سے ہوتا ہے پس خیال دوسری جانب منتقل ہو جائے گا کہیں تخ اس درجہ کا نہ ہو جس سے نماز فاسد ہو جائے۔ انتھی التقریر

قال الجامع فی قوت المغتذی قال العراقی فی هذه الروایة تقییده بالصلٰوة وفی الصحیحین اطلاق ذلک وقد صرح النووی فی التحقیق بکراهة التثاؤب فی غیر الصلٰوة ایضا لکونه من الشیطان قال ابن العربی وکذلک فلیکظمه فی کل حال قال وخص الصلوة لانها اولی الاحوال به وقال العراقی روی ایضا عن یزید بن الاصم قال ماتثاؤب رسول الله صلی الله علیه وسلم فی صلوةٍ[1] قط اه ملخصا

باب ماجاء ان صلٰوة القاعد الخ

قولہ من صلی قائماً الخ، نائم سے مراد یہاں لیٹنے والا ہے اور مطلب حدیث کا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حالت صحت میں باوجود قدرت علی القیام نوافل بیٹھ کر پڑھے تو اس کو نصف ثواب ملے گا اور چونکہ بلا عذر حنفیہ کے نزدیک لیٹ کر نماز جائز نہیں ہے اس لئے اس کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص بیٹھ کر نماز نفل پڑھ سکتا ہے اور اس اعتبار سے وہ معذور نہیں مگر اس کو تکثیر نوافل مقصود ہے اور زیادہ نشست سے تھک جاوے گا اور اس اعتبار سے معذور ہے۔ پس ایسے شخص کو لیٹ کر نوافل جائز ہیں لیکن اس کا ثواب کم ہو جاوے گا۔ اور یہ مطلب نہیں ہے کہ جو شخص قیام یا قعود سے معذور ہو اور وہ قعود اور اضطجاع سے نماز پڑھے تو اس کا اجر کم ہو جاوے گا۔ اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی ایسا بندہ بیمار پڑتا ہے جو حالت صحت میں بہت سے نوافل و وظائف پڑھا کرتا تھا تو حق تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ اس کا پورا ثواب لکھو۔ یعنی جس قدر یہ عبادات کیا کرتا تھا۔ اور اب ان میں کمی ہو گئی یا بالکل موقوف ہو گئیں۔ بوجہ مرض کے تو ان عبادات کا کامل ثواب اس کے لئے لکھو کیونکہ اگر وہ اچھا ہوتا تو حسب عادت ان عبادات کو بجا لاتا۔ اور اب بوجہ معذوری سے ادا نہیں کر سکا۔ یعنی ہماری رحمت سے اجر جاری رہے گا۔ گو کام بوجہ عذر جاتا رہا۔

فائدہ: جامع کہتا ہے کہ اس حدیث کا مذہب حنفیہ پر انطباق بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہے۔ احیاء السنن میں اس کی پوری تحقیق ہے وہ مقام ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ اور ابقاء اجر سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بندوں کو بھی ایسا برتاؤ اپنے نوکروں وغیرہ سے کرنا چاہئے کہ وفاداری کا مقتضا ہے یعنی اگر ان کے کاروبار انجام دینے والے بیمار ہو جاویں اور خدمت نہ بجا لا سکیں تو ان کے اجر میں جہاں تک ممکن ہو کمی نہ کریں اور تخلق باخلاق اللہ تعالیٰ کے عامل ہوں۔

باب فیمن یتطوع جالسًا

قولہ عن حفصۃ الخ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر میں جتنی نوافل پڑھیں سب

---

[1] اس عبارت سے شبہ پڑتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے باہر جمائی لیتے تھے مگر یہ صحیح نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ آپ نے نماز کے اندر اور نماز کے باہر کبھی جمائی نہیں لی۔ عمدۃ القاری میں ہے ماتثاؤب نبیٌّ قط۔ ۱۲ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

کھڑے ہوکر پڑھیں مگر ہاں ایک برس وفات سے پہلے سے بیٹھنے لگے تھے کیونکہ آپ کی عمر مبارک ۶۳ سال کی تھی کسی قدر ضعف ہوگیا تھا اور دوسری وجہ بیٹھنے کی یہ تھی کہ قرآن مجید کی سورتیں اول تو آپ طویل پڑھتے تھے دوسرے بہت ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے۔ میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا تھا کہ شب میں جو نوافل پڑھے جاویں ان میں کیسی سورتیں پڑھنی چاہئیں۔ آیا بہت طویل یا اوسط انہوں نے ارشاد فرمایا کہ جس طرف طبیعت مرغوب ہو اس کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ کیونکہ بعض اوقات ذوق وشوق ہوتا ہے۔ تو جی چاہتا ہے کہ خوب قراۃ پڑھیں۔ پس ایسے وقت طوال کا پڑھنا مناسب ہے۔ اور کبھی جی چاہتا ہے کہ کثرت سے رکوع وسجود کریں سو اس وقت رکوع وسجود زیادہ کرنا چاہئے یہ قاعدہ کلیہ مولانا قدس سرہ نے ارشاد فرمایا تھا انتھی التقریر۔ **قال الجامع۔ قوله ركع وسجد (فى شرح ابى الطيب) وهو قائم لاشك ان الركوع والسجود ينافيان القيام فالمراد انه اذا اراد ان يركع ويسجد وهو قائم من قيامه الى ركوعه ومن قومته التى هى القيام ايضا الى سجوده اه**

باب ماجاء ان النبى صلى الله عليه وسلم قال انى لاسمع الخ

قوله قال انى لاسمع الخ.

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقتدیوں کی رعایت[1] فرماتے تھے پس ایسے ہی اس زمانہ میں اماموں کو چاہئے کہ مقتدیوں کی رعایت کیا کریں۔

یہاں ایک اعتراض ہوسکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض اولیاء اللہ اور بعض صحابہ بھی ایسی نماز پڑھتے تھے کہ اس میں بالکل مستغرق ہوجاتے تھے اور دنیا اور ومافیہا کی کچھ خبر ان کو نہیں رہتی تھی۔ تو کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ کی نماز نہیں پڑھتے تھے جس سے آپ بھی دنیا ومافیہا سے غافل ہوجاتے؟ اور پھر کسی کے رونے دھونے کی آپ کو خبر نہ ہوتی۔

جواب یہ ہے کہ پہلے یہ معلوم کرنا چاہئے کہ مقامات بہت ہیں چند مقام یہاں بیان کردیے جاتے ہیں۔ اول ناسوت، دوسرا ہاہوت، تیسرا لاہوت، چوتھا جبروت، پانچواں ملکوت۔ سو جو شخص پہلے مقام میں ہوتا ہے اس کو اس عالم کی کچھ خبر نہیں رہتی کہ کیا ہورہا ہے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ منتہی تھے...... پس مقام ناسوت میں بھی آپ پر سب کچھ منکشف ہوجاتا تھا۔ اور ہر جگہ حق تعالیٰ ہی نظر آتا تھا۔ لہٰذا اس عتبار سے آپ ہر شئے باعتبار اس کے مظہر حق ہونے کے منکشف ہوجاتی تھی۔ اور استغراق حالت اولیٰ ووسطیٰ میں ہوتا ہے اور انتہاء میں نہیں ہوتا اس لئے کہ مقصود تک پہنچنے کی ابتدائی اور درمیانی حالت میں حاجت ہوتی ہے۔ سو اگر یہ لوگ ماسوی اللہ سے رو کے نہ جاویں تو رسائی وہاں تک نہیں ہوسکتی ہے۔

باب ماجاء لاتقبل صلٰوة الحائض الابخمار

قوله لا تقبل صلٰوة الحائض الخ امام شافعیؒ کے اگر عورت کے سر کے بالوں سے کچھ بھی کھل جائیں گے تو نماز نہ ہوگی اور امام صاحبؒ کے نزدیک ربع سر سے کم کھل جاوے گا تو اس کی نماز ہوجاوے گی اور ایسے ہی امام صاحب سے منقول ہے کہ اگر اس کا منہ اور دونوں ہاتھوں کا بطن اگر کھلا رہے گا تب بھی نماز ہوجائے گی اور دیگر ائمہ کے نزدیک اگر دونوں پیر اور

---

[1] تب ہی تو آپؐ نے بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز کو مختصر فرمادیا۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

دونوں ہاتھ مع بطن اور کف کے اگر کھلے رہیں تو نماز ہوجائے گی۔ اور قاعدہ اس امر کا مقتضی ہے کہ جب بوجہ ضرورت منہ اور بطن کف کے کشف کی اجازت ہے تو ظہر کف اور پیروں کے کشف کی بھی بوجہ حاجت اجازت ہونی چاہئے۔ امام صاحب کے مذہب پر مگر روایت امام صاحب سے اسی طرح ہے انتہی التقریر

فائدہ: قال الجامع قد تركت هذا الد واية عن الامام فی احياء السنن واختير خلاف ذلک فانظر هناک واما كون كشف الر ں اقل من الربع غير مضر فی الصلوٰة وفی غيرها فلعله لان الربع عرف فی حكم الكل فی مواضع والحاجة دعية الی عفو ترک الاقل منه لعدم امكان الاحتراز عنه.

وقوله لاتقبل الخ فی شرح ابی الطيب ای لاتصح صلوة البالغة الابستر العورة فذكر العام واراد الخاص لان نفی القبول الذی هو العام لايدل علی نفی الصحة الذی هو الخاص فلابد من الارادة المذكورة وانما قلنا ذلک للاجماع علی وجوب ستر العورة وفی قوت المغتذی المراد من بلغت سن الحيض لامن هی ملابسة الحيض فانها ممنوعة من الصلوٰة ولفظ ابن خزيمة صلوة امرأة قد حاضت اه

باب ماجاء فی كراهية السدل فی الصلوٰة

قوله نهی رسول الله صلی الله عليه وسلم عن السدل فی الصلوٰة۔ سدل کے معنی ہیں کپڑا اپنے سامنے بغیر اس کے دونوں جانب لٹکانا۔ بعض لوگوں نے تو کہا ہے کہ سدل نماز میں مکروہ ہے کیونکہ یہود ایسا کرتے تھے پس سدل سے ان کے ساتھ تشبہ ہوتا تھا۔ اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر ایک کپڑا پہنے ہے اور دوسرا کپڑا اس پر پہن لے اور پھر اس میں سدل کیا تو مضائقہ نہیں۔

فائدہ: قال الجامع فی قوت المغتذی قال ابو عبيد هواسبال الرجل ثوبه من غيران يضم جانبيه بين يديه (ای بين يدی المصلی وهو ظرف للاسبال ۱۲ جامع) فان ضم فليس بسدل وعبارة غيره ان يضع وسط الرداء علی رأسه ويرسل طرفيه عن يمينه وشماله من غيران يجعلهما علی كتفيه اه قلت مآلهما واحد وهوارسال الثوب بين يدی المصلی بغير ضم طرفيه ثم اعلم ان العلة اما ان تكون كشف الستر او التشبه باليهود او مخالفة العرف فقول الترمذی وقال بعضهم انما كره السدل فی الصلوٰة اذلم يكن عليه الا ثوب واحد يستقيم علی صورة كون العلة كشف الستر لا علی البواقی وقوله عسل بن سفيان قلت ترجمته مستوفاة فی تهذيب التهذيب وتكلم فيه كثير الاابن حبان فانه قال ثقة ويخطیء علی قلة روايته اه كما قال.

وفی الجامع الصغير عن ابی هريرة رضی الله عنه (نهی رسول الله صلی الله عليه وسلم

besturdubooks.wordpress.com

۱۲ جامع) عن السدل فی الصلوٰة وان یخطی الرجل فاہ رواہ احمد فی مسندہ والاربعة والحاکم فی المستدرک وسندہ صحیح. (منہم الترمذی ۱۲ جامع)

باب ماجاء فی کراهیة مسح الحصی فی الصلوٰة

قولهٗ: قال اذا قام الخ: اس حدیث[1] کے معنے میرے نزدیک یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت محیط کو جب تک مقید نہ سمجھے گا تو خشوع وخضوع نہیں ہوسکتا ہے پس جب مصلی یہ سمجھے گا اور پھر حصی کو دور کرے گا تو خشوع میں کمی ہوگی سو اس وجہ نہی فرمائی گئی پھر بعضے لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ایک بار حصے دور کرنے سے کچھ مضائقہ نہیں ہے یعنی نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور امام صاحب کا اس بارہ میں یہ مسلک ہے کہ جس امر کی تعیین اللہ ورسول نے نہیں کی اس کی تعیین نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ یہ امر مبتلی بہ کی رائے پر موقوف ہے پس جس مقدار کو کہ وہ عمل کثیر سمجھے وہ مفسدِ صلوٰۃ ہے اور جس کو قلیل سمجھے وہ مفسد نہیں اور یہ قاعدہ امام صاحب کا بہت عمدہ ہے۔ انتہی التقریر۔

قال الجامع تواجهه ای تقبل الیه من کل جهته وانما خص جانب القبلة لکونه اشرف من...... جمیع الجهت وقوله فمرة واحده فی شرح ابی الطیب بالنصب ای افعله مرة واحدة وقال العسقلانی ویجوز الرفع فیکون التقدیر فالجائز مرة واحدة اوفمرة واحدة تکفی اوتجوز اه قلت قوله هذا اعنی مرة واحدة لایدل علی ان من فعله مرتین تفسد صلوته فلا ینافی مامر من قاعدة الامام الآن فان الحدیث لاتعرض فیه بفساد الصلوٰة بل المراد انه من احتاج الیه احتیاجًا شدیدًا فیجوز له العمل القلیل ویقل فی القلیل ایضا علٰی قدر الطاقة تامل

باب ماجاء فی کراهیة النفخ فی الصلوٰة

قولهٗ عن ام سلمة الخ . چونکہ نفخ سے خشوع وخضوع باطل ہوتا ہے اور وہ مقصود فی الصلوٰۃ ہے۔ اس لئے اس سے نہی کی گئی ہے انتهی التقریر قال الجامع. قوله میمون ابو حمزة الخ قلت هو مختلف فیه ففی تهذیب التهذیب قال ابو عوانة قلت لمغیرة کیف تحدث عن ابی حمزة قال لم یکن یجترئ علی ان یحدثنی الابحق وذکرله ابن عدی احادیث وقال ولمیمون الاعور غیر ماذکرت واحادیثه خاصة عن ابراهیم ممالا یتابع علیه اه ملخصًا.

وفی قوت المغتذی قوله عن ابی صالح مولی طلحة عن اُم سلمة قال الذهبی فی المیزان هو مولا ها واسمهٗ ذکوان لایعرف وقال المزی فی التهذیب اسمهٗ زاذان ولیس له فی الکتب الاهذا الحدیث عنه المصنف اه قلت علی قاعدة ابن حبان تزول الجهالة الحالیة والعینیة اذا روی عن المجهول الثقة وروی هو عن الثقة وهنا کذلک . وقوله واهل الکوفة قلت ان تقید بخروج الحروف

---

[1] اس حدیث سے یہ مراد ہے اذا قام احدکم الی الصلوٰة فلا یمسح الحصی فان الرحمة تواجهه۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

فصحيح والا لافان النفخ عند الحنفية لايفسد الصلوٰة الا بذلک۔

باب ماجاء فی النهی عن الاختصار فی الصلوٰة

قوله عن ابی هريرة الخ. وجہ نہی کی یہ ہے کہ اختصار فعل متکبرین کا ہے اور بعضوں نے تشبہ بمشی الشیطان کے ساتھ معلل کہا ہے۔ بہر حال نماز اس طرح نہ پڑھنی چاہئے۔ انتهى التقرير قال الجامع فی شرح السراج اخرجه عبدالرزاق عن ابی هريرة قال اذا قام احدكم الى الصلوٰة فلا يجعل يده فی خاصرته فان الشيطن يحضر ذلک اه قلت ليس فيه مشی الشيطان فتنبه.

باب ماجاء فی كراهة كف الشعر فی الصلوٰة

قولهٗ وهو معقوص شعره فی قوت المغتذی هو خاص بالرجال دون النساء لان شعرهن عورة يجب ستره فی الصلوٰة فاذا نقضته ربما استرسل وتعذر ستره اه قلت ظهر الحديث ان الحسنؓ كان معقوصا شعره لا انه يعقص فی حال الصلوٰة والترجمة لاتطابقه فان كف الشعر قديفضی الٰی بطلان الصلوٰة اذا ارتكب المصلی عملا كثيرا والذی عقصه من قبل الصلوٰة ثم صلی مع ذلک ولم يحمل فی هذه الحال عملا ما او عمل قليلا فلا تفسد بل تكره فبينهما بون بعيد تامل زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی التخشع فی الصلوٰة

وفی قوت المغتذی. قوله تشهد فی كل ركعتين وتخشع وتضرع وتمسكن قال العراقی المشهور فی هذه الرواية انها افعال مضارعة حذف منها احدی التائين ويدل عليه قوله فی رواية ابی داؤد ان تشهد ووقع فی بعض الروايات بالتنوين فيها علی الاسمية وهو تصحيف من بعض الرواة وقال فی النهاية تمسكن ای تذل وتخضع وهو تفعل من المسكون والقياس ان يقال تسكن وهو الاكثر الافصح وقد جاء علی الاول احرف قليلة قالو تمندع وتمنطق وتمندل اه زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی كراهية التشبيک بين الاصابع فی الصلوٰة

قولهٗ اذا توضا احدكم الخ علماء حنفیہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص ظہر کی نماز سے پہلے چار سنتیں پڑھ لے تو پھر بات چیت (دنیا کی) نہ کرے اور اسی حدیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے کیونکہ وہ شخص (حکماً) ابھی سے نماز میں داخل سمجھا جاتا ہے اس لئے اس کو گفتگو وغیرہ کرنا نامناسب ہے لوگوں نے ان حضرات پر طعن کیا ہے کہ یہ مسئلہ ان کا مجوزہ بے اصل ہے سو یہ ان لوگوں کی حماقت ہے اس لئے کہ ان کا استدلال تو حدیث

besturdubooks.wordpress.com

سے ہے پھر اس کو بے اصل کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ انتہی التقریر قال الجامع فی شرح ابی الطیب قولہٗ اذا توضأ احدکم فاحسن وضوء ہ بمراعاۃ السنن و حضور القلب وتصحیح النیۃ وھو قید خرج مخرج العادۃ لان شان المسلم ذٰلک لا انہ قید اللنھی عن التشبیک بل النھی اذالم یحسن الوضوء اولٰی لئلا یجمع بین المکروھین کراھتہ ترک الاحسان فی الوضوء وکراھتہ التشبیک قولہ فانہ تعلیل لعدم التشبیک یعنی فانہ فی حکم الصلٰوۃ ثوابا فلا یفعل مالا یفعل ومنہ اخذ المصنف الترجمۃ لانہ لما نھی عن التشبیک عند...... الذھاب الی الصلٰوۃ لکونہ کانہ فی الصلٰوۃ فلان ینھی عنہ فی الصلٰوۃ اولٰی اہ ملخصا قلت المسئلۃ مذکورۃ فی احیاء السنن فانظر ثمہ. وفی طریق اللیث رجل مجھول لکن قاعدۃ ابن حبانؒ ان المجھول اذا روی عن الثقۃ وروی عنہ الثقۃ والحدیث لم یکن منکر افھو فی حکم المعروف وکعب بن عجرۃ صحابی کما ھو ظاھر وسعید المقبری ھو من رجال الستۃ ثقۃ کما فی میزان الاعتدال فالجھالۃ غیر مضرۃ تامل والحدیث لاینکر لانہ رواہ غیر واحد عن ابن عجلان مثل حدیث اللیث کما قال الترمذی وفی تھذیب التھذیب وروی (ای المقبری) عن کعب بن عجرۃ وقیل عن رجل عنہ اہ فعلی ھذا لعل ادخال الرجل بینھما وھم فافھم تامل.

باب ماجاء فی کثرۃ الرکوع والسجود

قولہ قال لقیت الخ۔ اس باب میں اختلاف کیا گیا ہے کہ طول قیام بہتر ہے یا کثرت رکوع وسجود میرے نزدیک دن کو تو چاہیے کثرت رکوع وسجود۔ کیونکہ دن کو فرصت کم ہوتی ہے اور شب کے وقت طول قیام کرے کیونکہ رات کے وقت بوجہ عدم مشغولی کاروبار طول قیام کے ساتھ کثرت رکوع وسجود بھی ممکن ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی فرمایا کرتے تھے کیونکہ بوجہ مشغولی تبلیغ احکام دن کو تو آپ عدیم الفرصت رہتے تھے اور اگر آپ کو فقط طول قیام کا لحاظ ہوتا تو کثرت رکوع و سجود میں دن میں کمی فرمادیتے اور بجائے اس کے طول قیام فرماتے۔ انتہی التقریر قال الجامع وقد ورد تفسیر القنوت فی الحدیث بالقیام وقد اوردتہ مفصلا فی احیاء السنن واما قولہ الا ان یکون رجل الخ ففی شرح ابی الطیب ای وظیفۃ مررۃ من صلٰوۃ اللیل فیاتی بھا ولا یطول القیام لئلا تفوت وظیفہ صلاتہ وھواحب لانہ اتی بوظیفتہ وقدربح بکثرۃ السجود فحصلت لہ فائدتان فائدۃ الوظیفۃ وفائدۃ کثرۃ السجود ویدل علٰی ھذا المعنی استثناؤہ من طول القیام فلایصح ان یقال ان المراد بالجزء طول القیام اہ ملخصًا قلت یحتمل ان یکون الاستثناء منقطعًا وھو الاصح عندی لکن العبارۃ ح غیرواضعۃ ولک ان تقول انما وردفی فضل القیام لفظ التفضیل بخلاف فضل السجود فلا تعارض ویکون طول القیام افضل ولا حاجۃ الی الاستدلال بفعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فان القول اقوی منہ فیرجح تامل.

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی قتل الاسودین فی الصلوٰۃ

قولہ عن ابی ھریرۃ الخ حدیث سے اس امر کی رخصت معلوم ہوتی ہے کہ سانپ اور بچھو کو نماز میں قتل کر دے مگر حدیث اس حکم سے ساکت ہے کہ نماز باقی رہے گی یا باطل ہو جاوے گی پھر علماء حنفیہ میں اسباب میں اختلاف ہوا ہے بعض تو یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ ایک قدم آگے بڑھ کر ماردیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور اگر اس کے پیچھے دوڑنا پڑا تو نماز جاتی رہے گی۔ اور بعض کا یہ قول ہے کہ مطلقاً باطل ہو جائے گی انتہی التقریر۔

قال الجامع ان المسئلة مستوفاة فی احیاء السنن وفی قوت المغتذی روی البیھقی من حدیث ابی ھریرة مرفوعا کفاک الحیة ضربة بالسوط اصبتھا ام اخطاتھا وھذا ان صح الخ اھ قلت ان ثبت بسند محتج به یدل علی ان الاجازة مقصورة علی العمل القلیل ولا تفسد به الصلوٰة والبواقی من احکام المتعلقة به لادلالة علیھا فی الحدیث تامل.

اباب ماجاء فی سجدة السھو قبل السلام

قولہ وعلیہ جلوس..... امام صاحب کا مذہب اس باب میں میرے نزدیک بہت عمدہ ہے کہ انہوں نے تمام احادیث کو جمع کر لیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب سجدہ سہو بعد سلام کے کرے گا اس وقت قبل سلام بھی ہو جاوے گا اور بعد سلام بھی اس طرح کہ جب سلام کے بعد سجدہ کیا تو بعد سلام ہونا ظاہر ہے اور قبل سلام اس طور کہ اس سجدہ کے بعد پھر سلام پھیرے گا تو یہ سجدہ اس سلام سے قبل ہوگا۔ وقولہ[1] یذکر اناعر الخ یحتاج الی نقل صحیح انتھی التقریر قال الجامع وبعد الثبوت ایضا محتمل بین اج یفعله اباحة وبین ان یفعله نسخا للسابق.

باب ماجاء فی سجدتی السھو

قولہ عن عبداللہ بن مسعود الخ..... اس مسئلہ میں حنفیہ اور شافعیہ کا اختلاف ہے کہ اس شخص کی نماز ہوئی یا نہیں۔ کیونکہ یہ شخص بول پڑا درمیان نماز میں۔ سو علمائے شافعیہ تو یہ کہتے ہیں کہ اس کی نماز ہوگئی اس لئے کہ یہ شخص سہواً بولا۔ اور سہواً بولانا معاف ہے یعنی وہ شخص تھا تو نماز میں مگر اس کو یقین ہو گیا تھا کہ میں نماز میں نہیں ہوں۔ اس وجہ سے بول پڑا جیسا کہ کسی کا روزہ ہو اور اس کو روزہ یاد نہ رہے اور کچھ کھا پی لے تو روزہ نہیں جاتا اور علماء حنفیہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں نماز جاتی رہے گی۔ اور اس کا قیاس روزہ پر کیسے ہو سکتا ہے اس لئے کہ روزہ تو عبادت وجودی نہیں یعنی اس کی کوئی ہیئت ایسی ظاہر نہیں جو مذکر صوم ہو اور نماز عبادت وجودی ہے اور اس کی ہیئت مذکر صلوٰۃ ہے پس ایسی صورت میں بولنا بڑی سخت غفلت ہے اور حنفیہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ اور میری رائے میں یہ آتا ہے کہ حدیث کو منسوخ نہ کہا جائے بلکہ یہ کہا جائے کہ انہوں نے چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی تھی اس لئے نماز نہیں باطل ہوئی کیونکہ آیت کریمہ[2] استجیبو

---

[1] ویذکر الخ یعنی امام ترمذی کا یہ فرمانا کہ سجدہ سہو قبل السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل ہے اس کے لئے نقل صحیح کی ضرورت ہے۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

[2] ھذہ الآیة توجب الاجابة ولا تعرض بالفساد بعدمه نعم ظاھرھا یقتضی ان لاتفسد فانھا لو فسدت لبینه صلی اللہ علیه وسلم فان التاخیر فی البیان من اوانه لایجوز۔ ۱۲ جامع عفی عنه.

besturdubooks.wordpress.com

للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم سے ثابت ہے کہ آپ سے کلام کرنا مبطل صلوٰۃ نہیں۔

باب ماجاء فی التشهد فی سجدتی السهو

قوله عن عمران بن حصین الخ: قعدہ آخیرہ میں تشہد امام صاحب کے نزدیک فرض ہے اور دوسرے لوگوں کے نزدیک بھی غالباً اور اس کی فرضیت قیاس سے ثابت ہوئی ہے (یعنی قعدۂ اولیٰ میں جو تشہد ہے اور وہ واجب ہے اس پر قیاس کیا گیا ہے تشہد اخیر کو کسی حدیث میں صراحۃ تشہد اخیر اور اس کا وجوب وارد نہیں۔ لیکن مجمع الزوائد میں تشہد فی القعدة الاخیرہ مرفوعاً بروایت امام احمد وبسند صحیح[1] وارد ہے۔ وقد نقل فی احیاء السنن فانظر ثمه. ۱۲ جامع) اور فرضیت کی دوقسمیں ہیں ایک علمی دوسری عملی قیاس سے جو فرضیت ثابت ہوتی ہے وہ عملی ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس کا انکار کرے تو وہ کافر نہیں ہوتا۔ بخلاف فرض علمی کے کہ اس کا منکر کافر ہے

انتهی التقریر. قال الجامع انما بحث هنا بحث التشهد الاخیر مع ان الموضع موضع التشهد بعد سجود السهو لانه التشهد الاخیر وارتفع ماتشهد فی اخر الصلوٰة بسجود السهو وقام هذا مقامه فاخذ حکمه.

باب فیمن یشک فی الزیادة والنقصان

قوله عن عیاض بن هلال الخ۔ اس باب میں تین قسم کی حدیثیں وارد ہوئی ہیں اول یہ ہے کہ اقل پر بنا کرے مثلاً کوئی شخص ہے کہ اس نے تین رکعت پڑھی تھیں۔ پھر اس کو شک ہوا کہ دو پڑھی ہیں یا تین تو اس کو چاہئے کہ وہ دو پر بنا کرے دوسرے قسم یہ ہے کہ پھر شروع[2] سے نماز پڑھے۔ اور تیسری قسم یہ ہے کہ تحری کرے جس طرف گمان غالب ہو اس پر عمل کرے اسی وجہ سے مذاہب مختلف ہوگئے اور امام صاحب نے تینوں قسم کی حدیثوں کو جمع کرلیا ہے..... چنانچہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو پہلی مرتبہ شک ہوا ہے اس کو چاہئے کہ استیناف کرے (کیونکہ پہلی بار استیناف دشوار نہیں ۱۲ جامع) اور جو شخص ایسا ہے کہ اس کو اکثر شک ہوجاتا ہے اس کو چاہئے کہ تحری کرے اور ظن غالب پر عمل کرے (کیونکہ ایسے شخص کو ہر بار استیناف سخت دشوار ہے والحرج مدفوع بالنص ۱۲ جامع) اور جو شخص ایسا ہے کہ اکثر اس کو شک ہوتا ہے لیکن گمان غالب اس کا کسی جانب نہیں جاتا تو وہ اقل پر بناء کرے (کہ اس کے لئے یہ صورت آسان ہے ۱۲ جامع) امام صاحب نے اس جمع بین الاحادیث میں بڑی فقاہت سے کام لیا ہے۔

باب ماجاء فی الصلوٰة فی النعال

قوله یصلی فی نعلیه قال نعم. نعلین پہن کر نماز پڑھنا سنت ہے لیکن بعض جگہ یہ امر بے ادبی اور خلاف تہذیب سمجھا جاتا ہے پس وہاں ایسا نہ کرنا چاہئے عرب میں جوتہ پہن کر نماز پڑھنے کی عادت[3] تھی وہاں اس کو کوئی مذموم کسی درجہ میں نہ سمجھتا تھا۔ اسی وجہ سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا کیا اور ہندوستان میں یہ رواج نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا بے

---

[1] وهو غیر مرفوع انما هو قول ابن عمر وقد فصل فی احیاء السنن ۱۲ جامع [2] ویؤیدهما رواه الترمذی الحاکم والبیهقی کما فی شرح السراج بلفظ خالفوا الیهود فانهم لایصلون فی نعالهم ولا خفافهم ۱۲ جامع [3]

besturdubooks.wordpress.com

تہذیبی اور بے[1] ادبی شمار کیا جاتا ہے پس اس عارض کی وجہ سے آج کل نعلین پہن کر نماز نہ پڑھے ورنہ باعتبار اصل کے سنت ہے۔

باب ماجاء فی القنوت فی صلوٰۃ الفجر

قولہ کان یقنت فی صلوٰۃ الصبح والمغرب۔ قنوت میں حنفیہ اور شافعیہ کا اختلاف ہوا ہے چنانچہ شافعیہ کے نزدیک قنوت صبح کی نماز میں ہمیشہ پڑھے اور دیگر اوقات میں بوقت نزول بلاء اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے اور حنفیہ کے نزدیک تمام اوقات میں دفع بلاء کے لئے پڑھے اور بغیر نزول بلا کسی وقت نہ پڑھے۔ اور اگلی حدیث ان کی دلیل ہے جو صریح ہے اثبات مطلوب میں۔ اور مغرب میں بغیر نزول بلاء کے قنوت پڑھنا اجماعاً[2] منسوخ ہے۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قنوت پر دوام کرنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقصود تو تھا لیکن کسی عارض کی وجہ سے آپ نے کبھی ترک بھی فرما دیا۔ جیسے کہ تراویح کی نماز میں آپ نے تین روز تک پڑھ کر چھوڑ دی تھی اور فرمایا تھا اس وجہ سے ترک کی گئی ہے کہ کہیں فرض نہ ہو جائے بوجہ اس کے مقبول ہونے کے یعنی یہ ایسی مقبول نماز ہے کہ اس پر دوام کرنے سے اندیشہ فرضیت کا ہے۔ پس یہاں پر بھی یہ ممکن ہے کہ بوجہ خوف تاکد آپ نے ترک فرمایا ہو اور حنفیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے صبح کی نماز[3] میں قنوت پڑھنا لیکن بوجہ ایک عارض[4] کے۔ اور وہ عارض یہ تھا کہ چند صحابہؓ کو ایک[5] جگہ مشرکین کے پاس حضورؐ نے بھیجا تھا سو اس باب میں ایک ماہ تک آپ نے قنوت پڑھی تھی پھر ترک کر دی گئی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قنوت پڑھنا لعارض تھا نہ کہ مقصود اور اسی طرح اب بھی نوازل کے وقت ایسا کرنا جائز ہے۔

باب ماجاء فی ترک القنوت

قولہ نحواً من خمس سنین فی شرح ابی الطیب ای مدۃ مجموع ملازمۃ الجمیع والظاہر واللہ اعلم انہ اراد مدۃ خلافۃ علی کرم اللہ وجہہ اھ زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی الرجل یعطس فی الصلوٰۃ

قولہ صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلموں کی تعریف ارشاد فرمائی کہ یہ کلمے ایسے ہیں کہ میں نے اب دیکھا ہے کہ فرشتے جھگڑا کرتے تھے اس باب[6] میں کہ ان کلمات کو کون لے جائے اور اکثر تابعین نے جو ایسے موقع پر حمد باللسان سے منع فرمایا ہے تو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ انہوں نے بغیر دلیل ایسا فرمایا بلکہ ان کے پاس دلیل ہے اور وہ دلیل یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو جو شخص اس کے پاس ہو اور اس کو سنے تو وہ یرحمک اللہ کہے پس گویا الحمد للہ کہنے کے لئے لازم ہے یرحمک اللہ کہنا...... سو جو شخص چھینکے اور الحمد للہ کہے اور دوسرا

---

[1] اس زمانہ میں جوتوں میں نماز پڑھنے میں یہود کی مخالفت تھی اور آج کل جوتے اتار کر نماز پڑھنے میں مخالفت ہے کیونکہ آج کل یہود و نصاریٰ جوتوں سمیت نماز پڑھتے ہیں۔ [2] والمسئلۃ مستوفاۃ فی احیاء السنن فانظر ثمہ۔ ۱۲ جامع۔ [3] اور اسی طرح دیگر نمازوں میں بھی آپ سے قنوت پڑھنا ثابت ہے رواہ ابوداؤد وقد ذکر فی احیاء السنن ۱۲ جامع۔ [4] فلوردفی الصحیح من حدیث انسؓ انما قنت رسول اللہ اراہ کان بعث قوما یقال لہم القراء زھاد سبعین رجلا الی قوم من المشرکین دون اولئک وکان بینہم وبین رسول اللہ عہد فقنت رسول اللہ شہرا یدعو علیہم کذافی حاشیۃ الشروح الاربعہ ۱ ۵ ۱۲ جامع۔ [5] وہ صحابہ کرامؓ شہید کر دیئے گئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظالموں کے خلاف بددعا فرمائی تھی۔ (عبدالقادر عفی عنہ) [6] وکان ذلک لاظہار فضل الکلمات لا علی سبیل الجدال المذموم ۱۲ جامع۔

besturdubooks.wordpress.com

شخص اس کا جواب دے تو اس مجیب کی نماز جاتی رہے گی۔ اس لئے کہ یہ اس جواب میں خطاب ہے بندوں کی طرف اور ایسے کلام سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

پس معلوم ہو گیا کہ یرحمک اللہ نہ کہنا چاہئے تا کہ نماز فاسد نہ ہو اور الحمد للہ کو یہ جواب لازم تھا اور انتفاء لازم مستلزم ہے انتفاء ملزوم کو سو اس وجہ سے تابعین نے ممانعت فرمائی ہے اور چھینکنے والے کے الحمد للہ زبان سے یا دل میں کہنے سے نماز باطل نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہے اور نماز کا مقصود[1] بھی یہی ہے پس نماز میں منافی نماز کوئی فعل نہیں صادر ہوا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان کی بہت مدح فرمائی۔ سو جواب یہ ہے کہ مدح کلمات کی فرمائی نہ کہ اس تکلم بہذہ الکلمات کے جو ایک فعل ہے مصلی کا۔ اور اگر کوئی کہے کہ آپ نے منع کیوں نہیں فرما دیا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا۔ جیسا کہ جماعت میں سب کے پیچھے کھڑے ہونے والے کو جو بوجہ خوف فوت رکوع اس جگہ کھڑے ہو گئے تھے اور صف میں آ کر شامل نہ ہوئے آپ نے لاتعد میں نہی عن ہذا الفعل فرمائی تھی اور مدح ان کی اپنے اس قول زادک اللہ حرصا میں ضمنا ارشاد فرمائی تھی۔ تو جواب یہ ہے کہ امر جائز سے ہر وقت نہی کرنا ضرور نہیں جائز کام تھا اس وجہ سے آپ نے سکوت کیا حدیث میں تو فقط عاطس فی الصلوٰۃ کے ان کلمات پڑھنے کا بیان ہے۔ اور ان کلمات کی مدح ہے باقی اور دیگر ادلہ سے ثابت ہیں انتہی التقریر۔

قال الجامع قوله مباركا فيه مباركا عليه يعني بورك فيه من باطن وظاهر والقصد به المبالغة في فضل الحمد وقوله كما يجب الطاف زائدة مؤكدة بمعنى الحب ومامو صوفة واصل العبارة كانه قيل حمدا كائنا كما يحبه ربنا ويرضى به وفي شرح ابی الطيب قوله ايهم يصعد بها قال الطيبي جملة ايهم يصعد سدت مسد مفعولي ينتظرون المحذوف على التعليق[2] انتهى ای غير عامل ۱۲ منه

باب في نسخ الكلام في الصلوٰة

قوله ونهينا عن الكلام قلت الكلام مطلق في هذا القول فيعم[3] العمد والنسيان.

باب ماجاء في الصلوٰة عندالتوبة

قوله واذ حدثني رجل من اصحابه ظاهره انه لايصدقه بلاحلف وهو مخالف لما علم من قبول خبر الواحد العدل بلا حلف فالظاهر ان مراده بذلك زيادة التوثيق بالخبر والاطمينان به اذا الحاصل بخبر الواحد الظن وهو ممايقبل الضعف والشدة ومعنى صدقته اى على وجه الكمال وان كان القبول الموجب للعمل حاصلا بدونه قوله صدق ابوبكر اى علمت صدقه في ذالك على وجه الكمال بلا حلف اه وقوله ثم يقوم اى للتوبة بالصلوٰة عن الذنب.

---

[1] لیکن ان کلمات کا اس وقت کہنا نہ چاہئے کیونکہ کوئی شخص مشترک ہے یعنی یہ کلمات بھی حمد باری تعالیٰ ہیں اور اذکار نماز بھی لیکن اذکار نماز مقصود اصلی مامور بہ ہیں بخلاف ان کلمات کے ۱۲ جامع [2] قوله علی التعلیق یعنی منتظرون محذوف ہے لیکن وہ عامل نہیں ہے ورنہ ایہم کی یا پر نصب ہوتا حالانکہ رفع ہے بلحاظ معنی ۱۲

[3] قال الجامع قد فصلت المسئلة في احياء السنن وفي تقرير معنى الآية بحث نفيس في حاشيتنا ابانة البيان على بيان القرآن لابدلك لحل الآية من مطالعته ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء متی یؤمر الصبی بالصلوٰۃ

قولہ علموا الصبی الخ۔ اس حدیث سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ بعد دس سال کی عمر کے جو نماز ترک ہو اس کو قضا کرنا چاہئے کیونکہ ان کے نزدیک اس عمر کے بعد نماز واجب ہو جاتی ہے۔ اور وہ لوگ استدلال کرتے ہیں واضربوہ علیہا ابن عشرۃ۔ تقریر استدلال کی یہ ہے کہ اگر نماز اس حالت میں واجب نہ ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرب کا حکم کیوں فرماتے پس معلوم ہوا کہ واجب ہے اور ترک واجب کے قضاء لازم ہے اور جمہور کے نزدیک بعد بلوغ نماز واجب ہوتی ہے۔ اور امر ضرب ان کے نزدیک تادیب اور تربیت کے لئے ہے تا کہ عادت ہو جائے اور بعد بلوغ اس کا ادا کرنا سہل ہو ورنہ دفعۃً بعد بلوغ تمام احکام کا سیکھنا اور ان پر عمل کرنا دشوار ہے۔

باب ماجاء فی الرجل یحدث بعد التشہد

قولہ اذا احدث الخ ای عمد الئلایلزم مخالفۃ الاجماع وفیہ دلیل علیٰ عدم فرضیتہ لفظ السلام وکذا قولہ فقد قضیت ماعلیک.

باب ماجاء اذا کان المطر فالصلوٰۃ فی الرِّحال[1]

قولہ عن جابر الخ.

اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر بارش وغیرہ ہو اور اسی کی وجہ سے کیچڑ وغیرہ ہو اور جماعت میں حاضر نہ ہو سکے وہ اپنے مکان میں نماز پڑھ لے۔ اور یہ حکم جو حدیث میں مذکور ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجہ ایک دوسرے عذر کے ارشاد فرمایا تھا۔ یعنی خیمہ[2] آپ کا چھوٹا تھا جس میں سب لوگ نہیں سما سکتے تھے۔ اور بوجہ بارش اور کیچڑ تھی لیکن جہاں یہ عذر نہ بھی ہو وہاں بھی یہ حکم عام ہے کیونکہ عذر تو وہاں بھی موجود ہے اور حضور جماعت میں مشقت متحقق ہے۔

باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی الدابۃ فی الطین والمطر

قولہ انہم الخ

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ اگر سفر میں ہو اور بارش اور اس کی وجہ سے کیچڑ ہو اور سواری سے اترنے کی کہیں جگہ نہ ہو تو دابہ پر نماز پڑھنا جماعت کے ساتھ جائز ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ سب سواریاں قریب قریب کھڑی کر دی جائیں اور امام اپنا دابہ سب سے آگے کھڑا کر لیوے اور سب کا رخ قبلہ کی جانب ہو انتہی التقریر۔

قال الجامع وفی شرح ابی الطیب قولہ فاذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استدل النووی بھذا وغیرہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم باشر الاذان بنفسہ وعلیٰ استحباب الجمع

---

[1] فی شرح ابی الطیب الرحل المنزل سواء کان من حجر او مدر او خشب او شعر او صوف او وبر او غیرھا وجمعہ الرحال ۱۲ جامع

[2] خیمہ کا چھوٹا ہونا قرینہ سفر سے معلوم ہوا ۱۲ جامع [3] امام محمدؒ کے ہاں سواریوں پر اس طرح نماز باجماعت پڑھنا درست ہے لیکن شیخین کے نزدیک امام متعدد ہونے کی وجہ سے جماعت درست نہیں ہے۔ ان کی طرف سے یہ جواب ہو سکتا ہے کہ حدیث ضعیف ہے کہ عثمان بن یعلیٰ مجہول ہے۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

بين الاذان والامامة ذكره في شرح المهذب مبسوطا وفى الروضة مختصرا ووردت روايات اخرى صريحة بذلك في سنن[1] سعيد بن منصور ومن قال لم يباشر صلى الله عليه وسلم هذه العبادة بنفسه والغز[2] فى ذلك بقوله ماسنة امربها رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يفعلهما فقد غفل قاله في قوت المغتذى وقال الملا على القارئ فى شرح المشكوٰة جزم النووى بانه صلى الله عليه وسلم اذن مرة فى السفر واستدل له بخبر الترمذى وردبان احمد اخرجه في مسنده من طريق الترمذى فامر بلا لافاذن وبه يعلم اختصار رواية الترمذى وان معنى اذن فيها امر بلالا بالاذان كبنى الامير المدينة ورواه الدارقطني ايضا بلفظ فامر بلا لافاذن قال السهيلى والمفصل يقتضي على المجمل انتهى قال الجامع فوقع الشك كذلك في اقامته صلى الله عليه وسلم هل اقام بنفسه اوامر بها وذهب الحافظ ابن حجرؒ فى فتح البارى الىٰ ما ذهب اليه على القارئ وقال العلامة السيوطیؒ فى قوت المغتذى وقد بسطت المسئلة في شرح المؤطا وفي حواشي الروضة اه فلينظر فيهما ان تيسير الک۔

باب ماجاء فى الاجتهاد فى الصلوٰة

قوله فقيل له اتتكلف الخ

اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے عرض کیا تھا کہ آپ اس قدر عبادت کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ حق تعالیٰ نے معاف کر دیئے ہیں۔ پس اس قدر مشقت اٹھانے کی کیا حاجت ہے تو آپ نے جواب میں یہ فرمایا کہ جب حق تعالیٰ نے مجھ پر اس قدر فضل فرمایا ہے تو مجھ کو اور بھی زیادہ شکر ادا کرنا چاہیے۔

جاننا چاہئے کہ واصلین کی یہی حالت ہوتی ہے اور مرتبے دو ہیں ایک واصلین کا مرتبہ اور ایسے حضرات کا محنت اور مشقت کرنا ہم لوگوں کی نظر میں گراں معلوم ہوتا ہے کہ بڑی مشقت میں مبتلا ہیں حالانکہ حقیقت میں ان کو اس حالت میں بڑی راحت اور لذت ہوتی ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی شخص اپنے دوست کے پاس رات کے وقت جاوے اور وہاں جاکر زنجیر دروازے کی ہلاوے پس وہ دوست باہر نکل آوے اور باتیں کرنے لگے تو اس وقت اس شخص کو کیسی کچھ لذت و

---

[1] في التحرير المختار عن السندى قال السيوطى ظفرت بحديث اخر مرسل ولم يتيسر لى اخرجه سعيد بن منصور فى سننه قال اذن رسول الله صلى الله عليه وسلم مرة فقال حى على الفلاح وهذه رواية لاتقبل التاويل اه قلت وذلک لقوله مرة افاده الشيخ المرشد ولدروى الحديث المذكور الضياء المقدسى في المختاره بسند صحيح مرسل كما في كنز العمال

[2] قولہ الغز۔ یعنی عزیزی اور علقمی نے۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

راحت معلوم ہوگی اگرچہ کھڑے کھڑے تمام رات گزر جائے۔ اور اگر وہ دوست یوں کہہ دے کہ تم چلے جاؤ تو اس کے حق میں جو دوست کے گھر آیا ہے غضب آجائے اور یہی معنی ہیں النوم[1] اخو الموت کے اور دوسرا مرتبہ ہے طالبین کا۔ اس کی ایسی مثال[2] ہے کہ جیسے کوئی اپنے کسی دوست کے پاس شب کے وقت جائے اور جا کر کنڈی ہلادے اور وہاں سے کچھ آواز نہ آئے تو وہاں کھڑا رہنا فضول ہے پس اس لئے آپ نے طالبین کو زیادہ محنت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

باب ماجاء في ركعتي الفجر من الفضل

قوله. قدروى احمد بن حنبل الخ في نسخة الشروح الاربعة في اخر هذه العبارة حديثا صحيحا وهو الاظهر والاصوب والمقصود منه تقوية صالح بن عبدالله شيخ الترمذي فافهم زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في الكلام بعد ركعتي الفجر

قولهٗ. عن عائشة رضي الله عنها الخ

اس باب میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ بعد سنتوں فجر کے قبل فرض پڑھنے کے بات چیت کرے یا نہیں۔ بعض نے تو یہ کہا ہے کہ مکروہ ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی ضرورت اور حاجت ہو تو جائز ہے بے ضرورت بولنا مکروہ ہے جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

باب ماجاء في الاضطجاع بعد ركعتي الفجر

قولهٗ اذا صلى احد كم الخ: اس حدیث سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ جو شخص فجر کی سنتوں کے بعد نہ لیٹے داہنی کروٹ پر تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ اور امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ امر معلل بعلت ہے اور وہ علت یہ ہے کہ جو شخص تہجد پڑھے اور اس کو تکان ہو جائے تو وہ بطریق استراحت لیٹ جائے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لیٹنا بھی اس وقت اسی وجہ سے تھا کہ آپ تہجد و وتر پڑھ کر اور پھر صبح کی سنتیں پڑھ کر استراحت کے لئے لیٹے رہتے تھے۔

باب ماجاء اذا قيمت الصلوٰة فلا صلوٰة الا المكتوبة

قوله عن ابی هريرة: اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جماعت کھڑی ہو جانے کے وقت سنت وغیرہ کچھ نہ پڑھنا چاہئے۔ مگر ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جب صبح کی جماعت ہوتی ہو تو اگر کسی نے سنتیں فجر کی نہ پڑھی ہوں وہ سنتیں ادا کرے پس یہ حدیث عام مخصوص البعض ہے۔

فائدہ: جامع کہتا ہے کہ وہ حدیث مرفوع مخصص ضعیف اور اس میں سخت شبہ تصحیف کا ہے اور اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے پس اس حدیث کی تخصیص نہیں ہو سکتی ہاں اس باب میں آثار کثیرہ صحابہؓ سے وارد ہیں جو احیاء السنن میں نقل کئے گئے ہیں اور اس حدیث ضعیف کی بحث بھی اور نیز مسئلہ پر کلام بھی مفصلاً اسی کتاب میں ہے۔

---

[1] هذا لفظ الحديث الذي اورده العلامة السيوطي في الجامع الصغير ۱۲ جامع عفي عنه

[2] قولہ ایسی مثال۔ دونوں مثالوں کا حاصل یہ ہے کہ واصل کو عبادت میں لذت حاصل ہوتی ہے اور طالب کو وہ لذت نہیں ملتی (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی من تفوته الرکعتان قبل الفجر یصلیهما بعد صلوٰة الصبح

قوله فلا اذن الخ: بعض علماء کا تو یہی مذہب ہے کہ اگر کسی شخص کی صبح کی دو سنتیں فوت ہوگئی ہوں تو اس کو چاہئے کہ وہ بعد نماز فجر قبل طلوع آفتاب کے پڑھ لے اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے اور وہ اس جز یعنی فلا اذن کے معنی یہ بیان کرتے ہیں فلا بأس اذن اور امام صاحبؒ کے نزدیک صورت مذکورہ میں سنتیں بعد طلوع آفتاب پڑھنی چاہئیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک جب مبیح ومحرم میں تعارض ہوتا ہے تو محرم مقدم کیا جاتا ہے اور یہاں ایسا ہی ہے کہ یہ حدیث مبیح اور وہ حدیث[1] جس میں صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک نماز پڑھنے کی ممانعت ہے محرم ہے پس وہ مقدم ہوگی اور یہ جواب اس صورت میں ہے جبکہ اس حدیث کے معنی وہی لئے جاویں جو ابھی مذکور ہوئے ہیں ورنہ اس کے دوسرے معنی بھی ہو سکتے ہیں جو امام صاحب کے مذہب پر دال ہیں یعنی فلا تصل اذن کیونکہ لا کا معمول کوئی خاص لفظ تو مذکور نہیں[2] ہے اور نیز اس حدیث کے بعد جو حدیث ہے وہ امام صاحب کی دلیل ہے اور اس کا غریب ہونا مضر فی الاحتجاج نہیں۔

باب ماجاء فی الاربع قبل الظهر

قوله یصلی قبل الظهر. قلت ظاهره عدم الفصل بالسلام وقد فهم الترمذی هکذا بقرینة ذکر مذهب من قال بالسلام فی مقابلته انتهی التقریر قال الجامع اما قوله کنا نعرف الخ فالمراد به تقویة عاصم وترجیحه علی الحارث ای الحارث العور وان کان کل منهما قد تکلم فیه لکن ذلک الکلام فیهما غیر مضر فی الاحتجاج.

باب ماجاء فی الرکعتین بعد الظهر

قوله رکعتین قبل الظهر قلت لعله صلی الله علیه وسلم صلی اربعا فی بیته وهاتان تحیة المسجد اوترک الاربع احیانا بیانا لعدم فرضیته وقد عرف بعضهم السنة المؤکدة بانها ما واظب علیه صلی الله علیه وسلم وترکها احیاناً.

باب ماجاء فی الاربع قبل العصر

قوله یفصل بینهن الخ قلت ظاهره التشهد لا السلام بقرینة المؤمنین فیکون حجة للحنفیة فی افضلیة الاربع کما فهمه اسحق بن ابراهیم[3]

---

[1] وہ حدیث یہ ہے لا صلوٰة بعد العصر حتی تغرب الشمس ولا صلوٰة بعد الفجر حتی تطلع الشمس رواه الشیخان (محمد اسحاق رفعی عنہ)

[2] وہذا الکلام مع قطع النظر من ضعف السند والسند ضعیف کما حقق فی احیاء السنن ۱۲ جامع [3] فی شرح ابی الطیب فی شرح الحدیث الذی بعد هذا الحدیث غریب حسن قال العراقی جهت عادة المصنف ان یقدم الوصف بالحسن علی الغرابة وقدم هنا غریب علی حسن فالظاهر انه یقدم الوصف الغالب وهذا الحدیث لایعرف الامن هذا الوجه وانتفت فیه وجوه المتابعات والشاهد فغلب علیه وصف الغرابة فلذا قدمه اه قلت لیس هذا اللفظ فی بعض نسخ الترمذی بهذه الصفة بل فیه حسن غریب لعله غلط والظاهر صحة اللفظ الذی فی نسخة العراقی. ۱۲ جامع

باب ماجاء في الركعتين بعد المغرب والقراءة فيهما

قوله عن عبدالله الخ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں سورتوں کو ان دونوں وقتوں میں اس وجہ سے کہ ان دونوں سورتوں میں توحید کا بیان ہے اور ہر چند کہ ہر وقت میں حق تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی ہوتی ہے مگر ان دونوں وقتوں میں بہت بڑی نشانی ہے کہ وقت بالکل متغیر ہو جاتا ہے پس اس وقت میں مناسب ہے کہ توحید بیان کی جائے۔ سو اس وجہ سے آپ ان دونوں سورتوں کی ان اوقات میں کثرت فرماتے تھے۔

باب ماجاء انه يصليهما في البيت

قوله عن ابن عمر الخ: سنتوں کے باب میں بھی وارد ہوا ہے کہ اپنے گھروں میں جا کر پڑھو مگر اب کچھ ایسی حالت ہوگئی ہے کہ بعد نماز کے گھر میں جانے سے انتشار ہو جاتا ہے اس وجہ سے لوگ مسجد ہی میں پڑھ لیتے ہیں۔ مناسب تو یہی ہے کہ مکان ہی جا کر پڑھیں۔

فائدہ: فی الواقع گھر میں جا کر سنتیں پڑھنا افضل ہے اور اس مسئلہ کی پوری تحقیق احیاء السنن میں کی گئی ہے وہاں دیکھ لی جاوے اور ظفر جلیل میں ہے جس کا حاصل نقل کیا جاتا ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں ترک سنن شعار روافض کا ہو گیا ہے پس جو شخص مسجد میں سنتیں نہ پڑھے تو اس پر رافضی ہونے کا شبہ ہوتا ہے اور تہمت سے بچنا مامور بہ[1] ہے پس اس زمانہ میں یہی بہتر ہے کہ مساجد میں سنن ادا کی جاویں۔

باب ماجاء في فضل التطوع ست ركعات بعد المغرب

قوله عن ابي هريرة الخ: پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چھ رکعتیں ہیں اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیس ہیں دونوں طرح ثابت ہیں جس کو چاہے اختیار کرے اور بیس کا افضل ہونا محتاج بیان نہیں اور اس باب میں گفتگو ہے کہ یہ رکعتیں چھ اور بیس علاوہ مغرب کی سنتوں کے ہیں یا مع اس کے ہیں میرے نزدیک ان سنتوں کے علاوہ ہیں۔

فائدہ: ترمذی نے اس حدیث کو ضعیف ثابت کیا ہے اور اس باب میں ایک صحیح حدیث وارد ہے جو احیاء السنن اور الترغیب والترہیب للحافظ زکی الدین عبدالعظیم المنذری میں مذکور ہے اور عمر بن عبداللہ بن ابی خثعم لاوی جس کو بخاری نے ضعیف کہا ہے۔ احقر کے نزدیک بھی باوجود تتبع اس کا ثقہ ہونا کسی محدث سے منقول نہیں گزرا۔

باب ماجاء ان صلوٰة الليل مثنٰى مثنٰى

قوله صلوٰة الليل مثنٰى مثنٰى الخ: جاننا چاہئے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ دو دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اور امام صاحبؒ یہ فرماتے ہیں کہ مثنیٰ مثنیٰ سے مراد ہے تشہد یعنی سب رکعتیں ایک ساتھ نہ پڑھ لے۔ بلکہ ہر دو رکعت کے بعد التحیات پڑھے اور اسی طرح وتر کے عدد میں بھی اختلاف ہے۔ بعضوں کے نزدیک وتر ایک ہے

---

[1] قال صلى الله عليه وسلم اتقوا مواضع التهم اخرجه البخاري في تاريخه الكبير كما في كنوز الحقائق واغفل القاضي الشوكاني حيث قال في الفوائد المجموعة لا اصل له [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے اور جن کے نزدیک وتر تین ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ فاوتر بواحدۃ کے یہ معنی[1] ہیں کہ ایک رکعت کے ذریعہ سے جفت رکعتوں کو وتر کرلو یعنی مجموعہ کو وتر بنالو۔

باب ماجاء فی وصف صلوٰۃ النبی ﷺ

قولہ۔ فقالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ان رکعتوں میں آٹھ رکعت تراویح ہیں لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ رکعات تو آپ رمضان اور غیر رمضان ہر زمانہ میں پڑھا کرتے تھے اور تراویح مخصوص ہیں رمضان شریف کے ساتھ بلکہ مراد اس نماز سے تہجد ہے یعنی آٹھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر ہیں مجموعہ گیارہ ہوا۔ اور جو لوگ ایک رکعت وتر کے قائل ہیں ان کے نزدیک دس رکعت تہجد اور ایک رکعت وتر ہے۔ اور تہجد کی رکعات کم سے کم دو ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہیں۔ اس سے زیادۃ[2] نہیں ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تو چھ رکعت پڑھی ہیں اور کبھی دس اور کبھی بارہ۔ اور یہ سب بیان جواز کے لئے عمل فرمادیا پس پڑھنے والے کو اختیار ہے جو صورت چاہے اختیار کرلے اور یصلی اربعًا حنفیہ کی حجت ہے اور اسی طرح یصلی ثلثًا بھی وتر کے تین ہونے پر حنفیہ کی حجت ہے۔ اور اس تقریر پر اس باب میں ترمذی میں جس قدر حدیثیں ہیں منطبق ہوسکتی ہیں۔ پس سب کا مطلب واضح ہوگیا۔

باب فی نزول الرب تبارک وتعالیٰ الی السماء الدنیا کل لیلۃ

قولہٗ وھذا اصح[3] الروایات قلت یمکن الجمع بان نزول الرحمۃ فی ثلث اللیل الآخر یکون اتم بنسبۃ النزول فی ثلث اللیل الاول فلا تعارض وقال العلامۃ ابوبکر بن العربی فی عارضۃ الاحوذی قدروی فی الصحیحین اذا ذھب نصف اللیل وروی اذا بقی ثلث اللیل قال ابو عیسیٰ وھو اصح والکل عندی صحیح والحکمۃ فیہ انہ اذا ذھب ثلث اللیل خرجت من صلوٰۃ العشاء واستانفت وقتا آخر للنفل والدعاء فاللہ یسمع ذلک فی النفل کما کان یسمعہ فی الفرض اھ زادہ الجامع عفی عنہٗ

باب ماجاء فی القرأۃ اللیل

قولہٗ عن ابی قتادہ الخ: جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آواز بلند کرنے کے لئے اس وجہ سے ارشاد فرمایا تھا کہ رفع صوت سے شیطان بھاگ جائے اور جو شخص جاگتا ہو وہ نماز نفل پڑھنے لگے اور حضرت عمرؓ کو آواز پست کرنے کا اس لئے حکم دیا کہ سونے والوں کی نیند میں خلل نہ ہو۔ اور نمازی کو اختیار ہے جس طرح قرأت کرے کبھی تو جہر

---

[1] قولہ یہ معنی ہیں الخ بعض علماء فرماتے ہیں "فاوتر بواحدۃ" والی حدیث "نہی عن البتیراء" والی حدیث سے منسوخ ہے۔ [2] قال الجامع ان المسئلۃ قد حققت وفصلت فی احیاء السنن فانظرثمہ. تجد تقریرہ وافیاشافیا وھذا التقریر ھنا مختصر غایۃ الاختصار ۱۲ جامع

[3] قولہ زیادہ نہیں الخ یعنی سنت اس سے زیادہ نہیں لیکن اگر کوئی زائد پڑھے تو ممنوع بھی نہیں۔ [4] قولہٗ "اصح الروایات" الخ یعنی "یبقی ثلث اللیل" والی روایت "بمضی ثلث اللیل" والی روایت سے زیادہ صحیح ہے۔ (عبد)

besturdubooks.wordpress.com

میں دل لگتا ہے اور کبھی اسراء میں لیکن حد سے زیادہ جہر اور اسی طرح بے حد پست آواز سے نہ پڑھے۔ درمیانی حالت ملحوظ رکھے۔

انتهى التقرير. قال الجامع اما قول الترمذی انما اسنده یحیی بن اسحق الخ قلت یحیی بن اسحق هو ابوزکریا علی ظنی واقول قدروی له مسلم والاربعة وهو ثقة کما فی تهذیب التهذیب والرفع زیادة وزیادة الثقة مقبولة فرفع هذا الحدیث صحیح ثابت.

باب ماجاء فی فضل صلوٰة التطوع فی البیت

قوله صلوافی بیوتکم ولا تتخذو ها قبورا. اس حدیث کے دو معنے مشہور ہیں۔ اول یہ کہ جس طرح قبرستان عبادت سے خالی رہتے ہیں کوئی اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا وہاں نہیں ہوتا۔ اس طرح گھروں کو عبادت سے خالی نہ رہنے دو۔ بلکہ وہاں نوافل پڑھا کرو کیونکہ فرائض تو مساجد میں پڑھنا چاہئے۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ گھروں میں قبریں نہ بناؤ اس لئے کہ قبور کی خاصیت تذکیر آخرت ہے سو جب وہ گھر میں بنائی جاویں گی تو ہروقت پیش نظر رہیں گی۔ پس قلوب میں سے ان کا خوف جاتا رہے گا۔ اور تذکیر آخرت حاصل نہ ہوگی۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔

فائدہ: جامع کہتا ہے کہ سیاق کلام سے معنی اول مراد معلوم ہوتے ہیں اور کہا جا سکتا ہے کہ دوسرے معنے کو حدیث اس طرح شامل ہے کہ جب گھروں کو صوری اور مجازی قبور بنانے سے منع کیا گیا ہے تو حقیقی اور واقعی قبور بنانے سے تو منع بطریق اولیٰ ثابت ہوگیا۔ اور وجہ یہ ہے کہ صوری[1] قبور بنانے سے مواضع ارض کا خلو عن ذکر اللہ تعالیٰ لازم آتا ہے لیکن اگر کوئی چاہے تو وہاں نماز وغیرہ پڑھ سکتا ہے اور گھروں میں حقیقی قبور بنانے سے تو امکان ذکر و صلوٰۃ بھی جاتا رہے گا۔ کیونکہ عام اجازت جب گھروں میں قبور بنانے کی دی جاوے گی تو جگہ باقی نہ رہے گی اور مثل قبرستان کے وہاں نماز وغیرہ پڑھنا ناممکن ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ابواب الوتر باب ماجاء فی فضل الوتر

قوله ان الله امدکم الخ

اس حدیث سے وتر کا وقت معلوم ہوگیا کہ عشا کے وقت بعد طلوع فجر تک ہے اور نیز اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے وجوب وتر پر اس طرح کہ اصل قاعدہ یہ ہے کہ مزید مزید علیہ کی جنس سے ہوتا ہے اور یہاں پر مزید علیہ صلوٰۃ ہے اور ظاہراً اس سے مراد صلوٰۃ مکتوبہ ہے پس وتر بھی اسی صلوٰۃ کے حکم میں ہوں گے لیکن چونکہ وتر کا ثبوت خبر واحد سے ہے اس لئے اس کو فرض نہیں کہہ سکتے واجب کہیں گے اور استدلال وجوب وتر کچھ اسی حدیث پر موقوف نہیں ہے بلکہ اس سے زیادہ صریح حدیث ابن ماجہ میں ہے جو وجوب وتر پر دال ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں جن سے وجوب پر استدلال کیا گیا ہے الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا۔ اور اس جملہ کو آپ نے تین بار ارشاد فرمایا ہے اور وعید ترک واجب یا فرض پر ہوتی ہے۔

بات یہ ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک احکام مؤکدہ کی تین قسمیں ہیں فرض، واجب۔ سنت مؤکدہ۔ اور دوسرے ائمہ کے نزدیک دو قسمیں ہیں فرض و سنت اور تقریر اقسام ثلثہ کی یہ ہے کہ جس قدر احکام ہیں ان کی مثبت دو چیزیں ہیں ایک تو

---

[1] قولہ صوری قبور بنانے سے الخ یعنی نوافل و ذکر اللہ چھوڑنے سے۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

دلالت الفاظ اور دوسرا ثبوت پھر دلالت اور ثبوت دونوں کی دو دو قسمیں ہیں یعنی دلالت قطعیہ و دلالت ظنیہ اور ثبوت قطعی اور ثبوت ظنی۔ پس جو حکم دلالت قطعیہ اور نیز ثبوت قطعی سے ثابت ہو وہ فرض[1] ہے اور جو حکم قطعی الثبوت اور ظنی الدلالۃ یا بالعکس سے ثابت ہو وہ واجب ہے اور اگر وہ حکم ظنی الدلالۃ اور ظنی الثبوت ہے تو اس کو سنت[2] مؤکدہ کہیں گے تو اس اختلاف فی تعریف السنۃ والواجب کی وجہ سے اس مسئلہ وتر میں بھی اختلاف ہو گیا اور وتر کا ثبوت ظنی ہے اور دلالت قطعی ہے اس وجہ سے اس کو واجب کہا جاتا ہے۔

اب رہا یہ امر کہ جو چیز ہم لوگوں پر واجب ہے وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر فرض ہے یا اس میں بھی یہی تشقیق جاری ہوگی۔ سو ظاہر ثانی ہے اس لئے کہ جو حکم صحابہؓ نے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے تو ثبوت اس کا قطعی ہے جیسا کہ ظاہر ہے لیکن دلالت کا قطعی ہونا وہاں بھی ضرور نہیں پس الوتر حق گو ہمارے نزدیک قطعی الدلالۃ اور ظنی الثبوت ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایک مجتہد کے نزدیک لفظ حق سے وجوب ثابت ہو تو دوسرے مجتہد کے نزدیک یہ ضرور نہیں کہ اس لفظ سے حکم مذکور ثابت ہو۔ پس صحابہؓ نے ممکن ہے کہ اس کے معنی مطلق تاکد کے سمجھے ہوں۔ ہاں ثبوت صحابہ کے نزدیک جنہوں نے خود یہ حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اس حکم کا قطعی ہے اور جس حکم کو صحابی نے خبر واحد سے معلوم کیا وہ ان کے حق میں بھی ظنی الثبوت ہے۔

باب ماجاء ان الوتر لیس بحتم

قولہ الوتر لیس بحتم الخ اس حدیث کے جو لوگ کہ وتر کو سنت کہتے ہیں وہ تو اس کے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ وتر فرض نہیں ہیں سنت ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پڑھا کرتے تھے جیسا کہ ظاہر حدیث کے الفاظ کا مدلول ہے۔ اور فاوتروا یا اہل القرآن میں گو خطاب عام ہے۔ مگر مراد اس سے خاص لوگ ہیں یعنی حفاظ کو ترغیب دلائی گئی ہے کہ وہ تہجد میں قرآن سنائیں اور نماز تہجد کو وتر پر ختم کریں کیونکہ تہجد کے وقت اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ نمازی اس وقت کثرت سے کلام اللہ پڑھیں۔ اور جو لوگ وتر کے وجوب کے قائل ہیں وہ اس کے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ وتر ایسے ضروری نہیں ہیں جیسی کہ نماز مفروضہ ضروری ہے اور لکن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ معنی لیتے ہیں کہ وتر کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا ہے اور **ان اللہ وتر یحب الوتر الخ** سے یہ مراد لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو محبوب رکھتا ہے۔ اور محبوبیت عام ہے فرائض و واجبات و سنن کو پس اس جملہ سے بھی وجوب کی نفی نہیں ہوتی۔

انتھی التقریر۔ الذی کتب بلسان الھند و فی الحاشیۃ العربیۃ لصاحب التقریر علی قولہ ان اللہ وتر الخ الامر للوجوب ولا یضر قول علیؓ لانہ لا یقادم المرفوع ولا یضر کون روایۃ سفیان اصح منہ لانہ لا تعارض فلا ترجیح اھ

باب ماجاء فی کراھیۃ النوم قبل الوتر

قولہ امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ: یہ حکم اس شخص کیلئے ہے جس کو آخر رات میں اٹھنے کا شوق نہ ہو

---

[1] جب کہ اس کے تارک پر کوئی وعید بھی ثابت ہو یا وعید نہ ہو تو امر کا صیغہ ہو اور ان قیود کا لحاظ واجب میں بھی ضرور ہے ۱۲ جامع

[2] سنت مؤکدہ کی تعریف میں بہت بڑا اختلاف ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب مرحوم لکھنوی نے اس باب میں بائیس قول نقل کئے ہیں۔ ۱۲ جامع

[3] اس مقام کی ایک خاص لطیف تحقیق ہے جو احقر نے احیاء السنن میں لکھی اس کو دیکھنا مقام کے حل کے لئے تہذیب ضروری اور موجب سرور ہے۔ ۱۲ جامع۔

یا اس وقت اٹھنے پر اعتماد نہ ہو تو ایسا شخص قبل سونے کے وتر پڑھ لے۔ اور اگر پھر تہجد کے وقت آنکھ کھلے تو نماز تہجد پڑھ لے کچھ مضائقہ نہیں۔ والامر فی قوله صلی الله علیه وسلم فلیوتر من اوله فلیوتر من اخر اللیل للوجوب وهذا الاهتمام دلیل الوجوب۔

باب ماجاء فی الوتر بسبع

قوله کان النبی صلی الله علیه وسلم یوتر بثلث عشرة الخ

ان تیرہ رکعت سے یہ مراد نہیں ہے کہ یہ سب وتر تھے۔ کیونکہ یہ مذہب تو تمام امت میں کسی کا بھی نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ بارہ رکعتیں تہجد کی پڑھتے تھے اور پھر ان سب کو ایک رکعت اور ملا کر وتر فرما لیتے تھے۔ اور بعض لوگوں کے نزدیک وتر ایک ہے اور بعض کے نزدیک تین ہیں اور بعض کے نزدیک پانچ ہیں اور ان سب میں تاویل مذکور جاری ہو سکتی ہے مگر میرے نزدیک عمدہ طریقہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تینوں طرح ثابت ہے۔ اب جیسا جس کو ثابت ہوا اس نے اس کو ترجیح دے لی۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ وتر ایک رکعت ہے ان کے نزدیک بھی تین ہی ہیں کیونکہ ان کے یہاں دو رکعت پڑھ کر بعد سلام پھیرنے کے ایک رکعت علیحدہ نیت کر کے پڑھتے ہیں تو اس طرح تین رکعتیں ہو جاتی ہیں۔ گو فی الواقع وہ لوگ وتر ایک ہی قرار دیتے ہیں لیکن بطریق مذکور تین رکعت لازم آ جاتی ہیں اور جو لوگ وتر کے پانچ ہونے کے قائل ہیں ان کے نزدیک ایک اور تین بھی اس میں داخل ہیں اس لئے انہوں نے زیادہ کو اختیار کیا۔ اب ائمہ اربعہ میں سے پانچ وتر کا مذہب کسی کا نہیں ہے صرف دو مذہب میں ایک تین رکعت وتر کا دوسرا ایک رکعت وتر کا۔ امام صاحبؒ نے تین رکعات کو اختیار کیا ہے کہ یہ اوسط الامور ہے۔

باب ماجاء فی الوتر بخمس

قولهٗ یوتر من ذالک بخمس لایجلس فی شیٔ منهن یعنی للسلام[1]

باب ماجاء فی الوتر بثلاث

قولهٗ بتسع سور من المفصل فی قوت المغتذی زاد فی مسند احمد قال اسود بن عامر شیخ احمد یقرأ فی الرکعة الاولٰی الهٰکم التکاثر وانا انزلناه واذازلزلت الارض وفی الرکعة الثانیه والعصر واذا جاء نصر اللّٰهِ والفتح وانا اعطینا الکوثر وفی الرکعة الثالثة قل یایها الکفرون وتبت یدا ابی لهب وقل هو الله احد انتهٰی وقال الجامع اما قوله عن محمد بن سیرین قال کانوا فالضمیر فی لفظ کانوا راجع عندی الی الصحابة الکرام رضوان الله تعالٰی علیهم اجمعین ثم رایت هکذا فی شرح السراج هذا الباب زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی القنوت فی الوتر

قوله قال الحسنؓ بن علی الخ. خواہ یہ دعا پڑھے یا اور کوئی دعائے ماثور پڑھے اس باب میں توقیت نہیں ہے اور

---

[1] اس توجیہ کے مطابق پانچ رکعتوں کو ایک سلام سے پڑھنا ثابت ہوگا حالانکہ یہ مذہب احناف پر منطبق نہیں اس لئے بعض حنفیہ حضرات نے یہ توجیہ کی ہے لا مجلس لاستراحت یعنی سلام تو تین رکعت وتر پڑھ کر پھیرتے لیکن اس کے بعد استراحت کے لئے طویل جلوس نہیں فرماتے تھے جیسا کہ چار چار رکعت کے بعد آپ کا معمول تھا۔ بلکہ جلدی ہی دو نفل پڑھ لیتے۔ (کذا فی الکوکب) عبدالقادر عفی عنہ

besturdubooks.wordpress.com

اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے ہاں اس امر میں اختلاف ہے کہ قنوت قبل از رکوع پڑھے یا بعد از رکوع اور ائمہ کے نزدیک تو بعد از رکوع پڑھے اور امام صاحب فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دونوں طرح مروی ہے یعنی قبل از رکوع بھی اور بعد از رکوع بھی۔ سو بعد از رکوع تو محمول ہے قنوت للنوازل پر اور قبل از رکوع قنوت راتب پر۔

انتهى التقرير قال الجامع فدلت الادلة على هذا العمل وهي مذكورة في احياء السنن فانظر ثمه وقوله صلى الله عليه وسلم اللهم اهدني في فيمن هديت نفي شرح ابي الطيب اى ثبتني على الهداية في جملة من هديتهم من الانبياء والاولياء كما قال سليمان عليه السلام وادخلني برحمتك في عبادك الصالحين. وافاد ابن مالك ان في بمعنى من اى اجعلني منهم وقيل بمعنى مع اى اهدني معهم اه وفي المرقاة تحت قوله وبارك لي فيما اعطيت قال الطيبي..... في فيه ليست كما هي في السوابق لان معناها اوقع البركة فيما اعطيتني من خير الدارين ومعناها في قوله فيمن هديت اجعل لي نصيبا وافرامن الاهتداء معدودا في زمرة المهتدين من الانبياء والاولياء اه قلت يشير الطيبي الى ان قوله اهدني فيمن هديت ابلغ من قول اجعلني مهديا اومهتديا اواهدني فقط وقد صرح المحقق النيسابورى بان العبارة فلان من العلماء ابلغ من فلان عالم فان فيها مبالغة اه

باب ماجاء في الرجل ينام عن الوتر اوينسى

قولهٗ من نام عن الوتر الخ ايجاب القضاء دليل على الوجوب ومن قال بسنية الوتر قال لا يخرج الوتر بايجاب القضاء عن كونه سنة وانما امر بالقضاء لان هذه السنة اشد تاكيدا وكذلك الكلام في حديث بادرو الصبح بالوتر وحديث واوتر واقبل ان تصبحوا و حديث فاوتر واقبل طلوع الفجر هذا حاصل التقرير العربي والهندى قال الجامع قولهٗ حدثنا قتيبة ثنا عبدالله بن زيد بن اسلم عن ابيه ففي شرح السراج زيد بن اسلم اذا اكابر تابعين ست مولى مولىٰ عمر بن الخطاب ثقة عالم فقيه عابد الخ هذا صيغ اسناد الترمذى يوهم ان الحديث مرسل لكن ظاهر السياق يدل على انه ليس بمرسل وانمااختصره واكتفى بذكر الثلثة لذكر بقاياهم في السند الاول و احتاج الى ذكر من تغاير بهم السند ولما لم يكن مرسلا لم يتكلم على الارسال ولقد فصلت المسئلة في احياء السنن.

باب ماجاء لا وتران في ليلة

قولهٗ لاوتران في ليلة. جس شخص نے اول رات میں وتر پڑھ لئے اور پھر اس نے اخیر رات میں

besturdubooks.wordpress.com

تہجد پڑھنا تو وہ بغیر نقض وتر تہجد پڑھ لے۔ صحیح قول یہی ہے۔ انتهى التقرير قال الجامع في شرح ابى الطيب المدني باب ماجاء لاوتران في ليلة اى لايجتمع وتران اولا يجوز وتران في ليلة بمعنى لاينبغي لكم ان تصلوه مرتين وعلى هذا لاليست لنفي الجنس لانها لوكانت لنفي الجنس وكان لاوترين لان اسم لابعد لاالنافية للجنس مبنى على ماينصب به لا على مايرفع به الا ان يكون الموضع موضع حكاية فيكون المرفع على الحكاية وقال الحافظ السيوطى في حاشيته ابي داؤد قلت جاء هذا على لغة من ينصب المثنى بالالف وعليه قرأة ان هذاان لسحرن ولم اراحدانبه على ذلك في هذا الحديث انتهى وقال في المغنى يقال في لابمعنى ليس لارجل في الدار بل رجلان اورجال فيقال في الحديث لاوتران في ليلة بل وتر فهذا اولى من حمله على لغة والله اعلم اه ملخصاً وقول ام سلمة ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يصلى بعد الوتر ركعتين فلفظ كان ليست فيه للاستمرار لان الاحاديث الفعلية وردت مختلفة ففى بعضها صلوته صلى الله عليه وسلم في اخر الليل وتر وفى بعضها انه كان يصلى بعد الوتر ركعتين وفى الحديث القولى ورد الامر بجعل اخر صلوة الليل وترا ولا يخفى ترجيح افضلية جعل الصلوٰة وترا فان الحديث القولى ورد فيه وهو اقوىٰ من الفعلى ومعلوم انه صلى الله عليه واله وسلم يعمل بالعزائم في الاكثر فالتطبيق بينهما بان الركعتين بعد الوتر كانتا في بعض الاحوال وفى الاكثر كان صلى الله عليه وسلم يجعل آخر صلوة التهجد وترا فافهم.

باب ماجاء في الوتر على الراحلة

قوله رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر على راحلة

جولوگ سنیت وتر کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ بوجہ سنت ہونے کے آپ نے وتر راحلہ پر پڑھے کیونکہ فرائض اور واجبات تو راحلہ پر جائز نہیں اور ایک حدیث ابن ماجہ میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر راحلہ سے اتر کر زمین پر پڑھے پھر راحلہ پر سوار ہو گئے۔ لیکن یہ حدیث ابن ماجہ کی مخالف کے جواب میں کافی نہیں اس لئے کہ ترمذی کی حدیث بھی ثابت ہے پس دونوں طرح ثابت ہے لہٰذا خصم کے مقابل یہ جواب ہے کہ اس وقت تک وتر واجب نہ ہوئے تھے۔

فائدہ: احقر کے نزدیک ایک جواب[1] یہ ہے کہ احتمال ہے آپ نے راحلہ پر کسی مجبوری اور عذر کی وجہ سے وتر پڑھے ہوں اور سخت مجبوری میں فرائض اور واجبات راحلہ پر پڑھنا جائز ہے۔ والاحتمال یکفی فی المنع۔

---

[1] قولہ "ایک جواب یہ ہے" اقول نقلہ فی الکوکب۔ اس جواب کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ علماء کے ایک قول کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد اور وتر کی نماز واجب تھی اور بغیر عذر کے فرائض و واجبات کو راحلہ پر پڑھنا درست نہیں۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء في صلٰوة الضحىٰ

قولهٗ وابو نعيم وهم فيه واخطأفيه (اى فى نعيم حيث كناه بابن خمار ثم ترك (اى تلك الكنية) فقال نعيم عن النبي (اى بترك الكنية وتسميه باسمه) زاده الجامع عفى عنه اخذا من شرح السراج

باب ماجاء في صلٰوة الحاجة

قولهٗ موجبات رحمتك اى مقتضياتها بوعدك فانه لايجوز الخلف فيه والا فالحق سبحانهٗ لايجب عليه شئ اعزائم مغفرتك اى موجباتها جمع عزيمته كذا فى قوت المغتذى وفى شرح ابى الطيب قوله وعزائم مغفرتك اى مؤكداتها قال الطيبي اى اعمالا تتعز وتتاكد بهالى مغفرتك اه وفى قوت المغتذى والسلام من كل اثم قال العراقى فيه جواز سوال العصمة من كل الذنوب وقد انكر بعضهم جواز ذالك اذا العصمة انما هي للانبياء والملائكة قال والجواب انها في حق الانبياء والملائكة واجبة وفي حق غير هم جائزة وسؤال الجائز جائز الاان الادب سوال الحفظ فى حقنا لا العصمة وقد يكون هذا هو المراد هنا اه زاده الجامع عفى عنه

باب ماجاء في صلٰوة التسبيح

قولهٗ عن ابى رافع الخ. اس حدیث میں جلسۂ استراحت ہے اور حضرت عبداللہ بن المبارک کی حدیث میں نہیں ہے دونوں طرح جائز ہے لیکن مجھے طریق مرفوع احب معلوم ہوتا ہے انتهى التقرير.

قال الجامع وفي قوت المغتذى بالغ ابن الجوزى فاورد هذا الحديث في الموضوعات واعله بموسى بن عبيدة الزبدى وليس كما قال فان الحديث وان كان ضعيفا لم ينته الى درجة الوضع وموسى ضعفوه وقال فيه ابن سعد ثقة وليس بحجة وقال يعقوب بن شيبة صدوق ضعيف الحديث جدا وشيخه سعيد ليس له عنه المصنف الاهذا الحديث وقد ذكره ابن حبان في الثقات وقال الذهبي في الميزان ماروى عنه سوى موسى بن عبيدة اه وفى شرح ابى الطيب قال ابن حجر وممن رواه ايضا الطبراني في معجمه والخطيب والآجرى ابو سعيد السمعاني وابو موسٰى المديني واختلف المتقدمون والمتاخرون في تصحيح هذا الحديث فصححه ابن خزيمة والحاكم وحسنه جماعة انتهٰى وقال العسقلاني هذا حديث حسن وقد اساءَ ابن الجوزى بذكره في الموضوعات اه مافى شرح ابى الطيب قال الجامع لابدلك من مطالعة هذا الموضوع من احياء السنن لتفصل المسئلة عليك قوله ان ام سليم غدت على النبى صلى الله عليه وسلم الخ قال الجامع وفي قوت المغتذى قال العراقى ايراد هذا الحديث في باب صلٰوة التسبيح فيه نظر فان المعروف انه وردفى التسبيح عقب

besturdubooks.wordpress.com

الصلوٰة لافی صلوٰة التسبیح وذلک مبین فی عدة طرق منها فی مسند ابی یعلی والذی للطبرانی فقال یا ام سلیم اذا صلیت المکتوبة فقولی سبحان الله عشر الیٰ اخره اھ.

باب ماجاء فی صفة الصلوٰة علی النبی ﷺ

قوله عن کعب بن عجرة الخ: حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نے آپ پر سلام بھیجنا تو معلوم کر لیا (یعنی التحیات میں السلام علیک ایہا النبی ۱۲ جامع) اب یہ فرمائیے کہ درود شریف آپ پر کس طرح پڑھا کریں اور یہ گزارش[1] بوقت نزول آیت ان الله وملئکته یصلون الخ کی گئی تھی۔ بعض لوگ اس موقع پر یعنی کما صلیت میں یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ مشبہ افضل ہوتا ہے۔ مشبہ بہ سے۔ چنانچہ یہاں پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشبہ اور حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰة والسلام مشبہ بہ ہیں اور فضل الاول علی الثانی ظاہر ہے لیکن یہ اعتراض ساقط ہے اس لئے کہ ہر جگہ یہ قاعدہ نہیں جاری ہو سکتا چنانچہ کلام اللہ میں ہے الله نور السموت والارض مثل نوره کمشکوة فیها مصباح۔ اور ظاہر ہے کہ اجراء قاعدہ مذکورہ یہاں غیر ممکن ہے۔ سو جاننا چاہئے کہ مشبہ بہ کا اشہر ہونا ضرور ہے نہ افضل ہونا، کیونکہ مقصود تفہیم الخفی فی صورة الجلی ہے۔ اور وہ شہرت سے حاصل[2] ہوتی ہے۔ پس یہاں پر بھی مشبہ بہ اشہر ہیں۔

باب ماجاء فی فضل الصلوٰة علی النبی ﷺ

قولہ من صلی علی صلوٰة صلی الله علیه عشرًا. فی قوت المغتذی قال ابن العربی ان قیل قد قال الله تعالیٰ من جاء بالحسنة فله عشر امثالها فما فائدة هذا الحدیث قلنا اعظم فائدة وذالک ان القرآن اقتضی ان من جاء بالحسنة یضاعف له عشرا والصلوٰة علی النبی صلی الله علیه وسلم حسنة فیقتضی القرآن ان یعطی عشر درجات فی الجنة فاخبر الله تعالیٰ انه یصلی علیٰ من صلی علی رسوله عشرا وذکر الله للعبد اعظم من الحسنة مضاعفة قال وتحقیق ذلک ان الله تعالیٰ لم یجعل جزاء ذکره الا ذکره وکذلک جعل جزاء ذکر نبیه ذکره لمن ذکره قال العراقی ولم یقتصر علی ذالک بل زاده لفایة عشر سیئات وحط عشر سیئات ورفع عشر درجات کما ورد فی احادیث اھ زاده الجامع عفی عنه.

ابواب الجمعة

باب فضل یوم الجمعة

قوله عن ابی هریرة الخ: اس حدیث سے بہت بڑی فضیلت اس دن کی معلوم ہوتی ہے کہ اس میں حضرت آدم علیہ الصلوٰة والسلام پیدا کئے گئے اور یہ نعمت ظاہر ہے اور اسی طرح دخول فی الجنة کا بھی نعمت ہونا ظاہر ہے۔ اور خروج عن

---

[1] قلت رواه الطبری عن ابن عباسؓ وغیره باسانیده فی تفسیره ۱۲ احمد حسن.

[2] فللمشبه به فضل جزئی علی المشبه باعتبار کونه اشهر. ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

الجنۃ بھی بڑی نعمت ہے جیسا کہ تامل سے ظاہر ہوتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے دنیا میں حضرت آدمؑ کو اتار کر خلعت خلافت مرحمت فرمایا۔ اگر جنت ہی میں قیام رہتا تو خلافت کس طرح میسر ہوتی اور اس خلافت پر جو کچھ آثار کثیرہ محمودہ مطلوبہ مترتب ہوئے وہ سب انعامات نفیسہ ہیں پس خروج عن الجنۃ کا نعمت ہونا بھی ظاہر ہو گیا۔ اور قیام ساعت بھی نعمت ہے کیونکہ اس روز طالبانِ لقاءِ حق تعالیٰ کا مطلوب برآوے گا اور قیامت میں کچھ تکلیف ان کو نہ ہو گی۔ اور اہل جنت کو نعمائے جنت عنایت ہوں گی پس مؤمنین کے حق میں قیام ساعت نعمت ورحمت ہے اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو نصیب فرماویں۔ اللہم آمین

باب في الساعة التي ترجى في يوم الجمعة

اس باب میں احادیث مختلف وارد ہوئی ہیں کسی حدیث میں ہے کہ وہ ساعت بعد العصر ہے اور کسی حدیث میں ہے کہ وہ ساعت درمیان نماز جمعہ کے ہے۔

پس محققین نے ان روایات میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ کسی جمعہ کو کسی وقت ہوتی ہے اور کسی جمعہ کو کسی وقت۔ پس بین الروایات کچھ تعارض نہیں ہے۔

باب ماجاء في الاغتسال في يوم الجمعة

قولہ من اتی الجمعۃ فلیغتسل.

یہ حکم غسل کا آپ نے اس لئے ارشاد فرمایا تھا کہ بدوی اور جنگلی لوگ اور کاشتکار لوگ جمعہ میں شریک ہوتے تھے اور ان کے اجسام میں اس کاروبار کی وجہ سے بدبو آتی تھی۔ جس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ سو اس واسطے آپ نے یہ حکم دیا تھا۔ پھر یہ علت منتفی ہو گئی[1] پس حکم وجوب غسل بھی باقی نہ رہا۔ نیز اگر غسل واجب ہوتا تو حضرت عمرؓ ان مرد صحابی کو جو حضرت عثمانؓ تھے بغیر غسل کرائے ہرگز نہ چھوڑتے۔ کما رواہ مسلم ۱۲ جامع۔

سو اس سے بھی معلوم ہوا کہ غسل واجب نہیں اور سکوت صحابہ کا اس وقت اس امر پر دال ہے کہ غسل جمعہ واجب نہیں نیز خود حضرت عثمانؓ بہت بڑے صحابی ہیں اگر غسل واجب ہوتا تو وہ کس طرح ادائے واجب میں تسامح کر سکتے تھے۔

باب فی فضل الغسل یوم الجمعه

قوله من اغتسل یوم الجمعة وغسل فی شرح ابی الطیب قال زین العرب غسل بالتشدید قال کثیر انه المجامعة قبل الخروج الی الصلٰوة لانه یجمع غض الطرف فی الطریق یقال

---

[1] عن ابن عباس قال الغسل یوم الجمعة لیس بواجب ومن اغتسل فهو خیر ثم قال کان الناس علی عهد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یلبسون الصوف وکان المسجد ضیقا فخطب رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فی یوم شدید الحر فعرق الناس فی الصوف فثار ریح الصوف حتی کاذیوذی بعضهم بعضا حتی بلغت اریاحهم رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یایها الناس اذا کان هذا الیوم فاغتسلوا ولیمس احدکم اطیب مایجد من طیبه اودهنه اخرجه ابن جریر فی تهذیبه وعن یحیی قال سالت عمرة عن الغسل یوم الجمعة فقالت سمعت عائشة تقول کان الناس عما لهم انفسهم فیروحون بهیئتهم فقیل لهم لو اغتسلتم رواه ابن ابی شیبه وابن جریر کذافی کنز العمال ج ۴ ص ۲۷۶۔ (جامع عفی عنه)

غسل الرجل امرأته بالتشديد والتخفيف اذا جامعها الخ اه

قلت يؤيده مارواه البيهقي والديلمي عن ابی هريرة مرفوعاً بسند ضعيف كما في كنز العمال ايعجز احدكم ان يجامع اهله في كل جمعة فان له اجرين اجر غسله واجر غسل امرأته اه واما قول الترمذی عن ابن المبارک انه قال في هذا الحديث من غسل واغتسل يعنی غسل رأسه واغتسل فقال ابن العربی هو الاشبه لحديث البخاری قال طاؤس قلت لابن عباس ذكروا ان النبی صلی الله عليه وسلم قال اغتسلوا واغسلوا رؤسكم وان لم تكونوا جنبا واطيبوا من الطيب قال ابن عباس اما الغسل فنعم واما الطيب فلا ادری اه قال الجامع الاحسن عندی ان يحمل الحديث المطلق علی ماوردفی حديث البيهقي والديلمي ليحصل مزيد الفائدة فان غسل الراس مصرح به في حديث البخاری والله تعالی اعلم زاده الجامع.

باب في الوضوء يوم الجمعة

قوله من توضأ يوم الجمعة فبها ونعمت الخ. قلت صريح في الندب.

باب ماجاء في التبكير الی الجمعة

قوله قرب بدنه في شرح ابی الطيب ای تصدق بها لان معنی قرب بالتشديد تصدق بما يتقرب به الی الله تعالیٰ اه

وفي فتح الباری والمراد بطي الصحف طي صحف الفضائل المتعلقه بالمبادرة الی الجمعة دون غيرها من سماع الخطبة وادراک الصلوٰة والذكر الدعاء والخشوع ونحوذلک فانه يكتبه الحافظان قطعا اه وفيه ايضًا قال القاضي حسين ان المراد بالساعات مالايختلف عدده بالطول والقصر فالنهار اثنتا عشرة ساعة لكن يزيد كل منها وينقص والليل كذلک وقدروی ابوداؤد والنسائي و صححه الحاكم من حديث جابر مرفوعا يوم الجمعة اثنتا عشرة ساعته وهذا وان لم يرد في حديث التكبير فليستأنس به في المراد بالساعات[1] اھ ملخصا وقدوردفی حديث الترمذی هذا خمس ساعات وكذلک في حديث البخاری لكن وردفی رواية الآخرين ذكر السادسة ايضا.

ففي فتح الباری مانصه يحتمل ان يكون ذكر الساعة السادسة لم يذكره الراوی

---

[1] قوله فی المراد بالساعات۔ ساعات سے مراد گھنٹے ہیں یعنی جس کے ساٹھ منٹ ہوتے ہیں اس قول کے مطابق تکبیر پر عمل کرنے کے لئے دن کی ابتداء میں یعنی ربع نہار کے وقت مسجد میں پہنچنا چاہیے۔ بعض شارحین کے نزدیک ساعات سے عرفی ساعات مراد ہیں یعنی مطلق وقت اور زمانے کا ایک حصہ اور اس قول کے مطابق اگر زوال کے بعد جلدی مسجد چلا جائے تو بھی تکبیر پر عمل ہو جائے گا۔ راح کا لفظ اس کی تائید کرتا ہے کیونکہ رواح کے معنی بعد زوال چلنے کے ہیں (مرتب)

besturdubooks.wordpress.com

وقد وقع فی روایة ابن عجلان عن سمی عند النسائی من طریق اللیث عنه زیادة مرتبة بین الدجاجة البیضة وهی العصفور وتابعه صفوان بن عیسٰی عن ابن عجلان اخرجه محمد بن عبدالسلام الخشنی وله شاهد من حدیث ابی سعید اخرجه حمید بن زنجویه فی الترغیب له بلفظ فکمهدی البدنة الی البقرة الی الشاة الی علیّة[1] الطیر الی العصفور الحدیث ونحوه فی مرسل طاؤس عند سعید بن منصور ووقع عندالنسائی ایضا فی حدیث الزهری من روایة عبدالاعلی عن معمر زیادة البطة بین الکبش والدجاجة لکن خالفه عبدالرزاق وهو اثبت منه فی معمر فلم یذکرها اه قال الجامع عدم ذکره لایدل علی عدمه ولا یصلح للجرح فکما ان الساعة السادسة سلمت روایة فکذلک ینبغی ان تقبل هذه روایة الساعة السابعة ایضا ولم اقف علی الفرق بینهما وما ذکره الحافظ العلامة ابن حجر فی عدم قبولها لایصلح له تامل والله تعالٰی اعلم زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی ترک الجمعة من غیر عذر

قوله تها ونافی شرح ابی الطیب ای اهانة قال الطیبی وقال ابن مالک تساهلا عن التقصیر لاعن عزر ورواه ابن خزیمة وابن حبان فی صحیحهما ولفظهما من ترک الجمعة ثلثا من غیر عذر فهو منافق اهـ

وفی قوت المغتذی قال العراقی المراد بالتهاون الترک من غیر عذرانه یصیر قلبه قلب منافق اهـ

قال الجامع الظاهر ان المراد بالتهاون هو التسهل فان الاحانة بالدین کفر فافهم. وقوله قال لا اعرف له عن النبی صلی الله علیه وسلم الاهذا الحدیث فی قوت المغتذی قلت بل له حدیثان احدهما هذا والثانی ما اخرجه الطبرانی الخ زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء من کم یؤتی الی الجمعة

قوله امرنا النبی صلی الله علیه وسلم الخ

اس باب میں چونکہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث صحیح بہ ثابت نہیں اسی وجہ سے اس مسئلہ میں یہ اختلاف واقع ہوا۔ اور میرے نزدیک تو قواعد شرعیہ میں تامل کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں تحدید کی حاجت نہیں۔ بلکہ مدار اس پر ہے کہ جس شخص کو جامع مسجد آنے جانے میں تکلیف نہ ہو اور سخت مشقت[2] نہ ہو اس پر جمعہ واجب ہے

---

[1] علیة الطیر الخ یعنی بڑا پرندہ جیسے بطخ یا مرغی۔ یقال هم علیة القوم یعنی قوم کے سردار اور بڑے ہیں۔ (عبد)

[2] اس مشقت یا عدم مشقت کا معیار فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا ہے کہ جب آدمی شہر یا شہر کی فناء میں ہو اور تندرست ہو تو مشقت نہیں جمعہ ادا کرنا فرض ہے اور جب شہر اور شہر کی فناء سے دور ہو تو جمعہ فرض نہیں ہے جیسا کہ سفر کو مشقت کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے۔ (عبد)

besturdubooks.wordpress.com

اور جس شخص کو سخت مشقت پیش آوے اس پر واجب نہیں اور اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک شخص بیمار ہے اور وہ جامع مسجد کے قریب رہتا ہے اس پر جمعہ واجب نہیں ہے اور ایک شخص ہے اور وہ تندرست ہے اور جامع مسجد سے دور بھی رہتا ہے مگر چونکہ وہ جمعہ میں حاضر ہوسکتا ہے اس لئے اس پر جمعہ واجب ہے۔ انتہی التقریر۔

قال الجامع قولہ فی شرح السراج۔ موضع قبا کہ قریب سہ کروہ[1] مسافت دارازشہر مدینہ وآں نیز ازعوالی مدینہ ست اھ وفیہ ایضاً علی قولہ وضعفہ لحال اسنادہ چہار کس دراسنادوے ضعیف اندو یک ضعیف از ضعیف دیگر روایت نمودہ چنانکہ حجاج بن نصیر از معارک واو از عبداللہ واو از سعید مقبری اھ

باب ماجاء في وقت الجمعة

قولهٗ كان يصلي الخ: جمعہ کی نماز کا وقت بعد ڈھل جانے آفتاب کے ہوتا ہے ایسا ہی جمہور کا مذہب ہے اور اگر زوال سے پہلے کسی نے نماز پڑھ لی تو وہ نماز کافی نہ ہوگی۔ دوبارہ نماز جمعہ اس کو پڑھنی فرض ہوگی۔...... اور امام احمد بن حنبل[2] کا بھی یہی مذہب ہے کہ جمعہ کا وقت بعد زوال ہے مگر پھر بھی اگر قبل زوال پڑھ لیا جائے تو ان کے نزدیک کافی ہو جاتا ہے اور اعادہ کی حاجت نہیں اور یہ طریق انہوں نے بوجہ ایک حدیث کے اختیار کیا اور وہ حدیث[3] یہ ہے کہ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ صبح کا کھانا جمعہ کی نماز پڑھ کر کھاتے تھے اور قیلولہ کرتے تھے تو چونکہ اس حدیث میں قیلولہ اور تغدی کو مؤخر کیا گیا اور نماز کو مقدم کیا گیا حالانکہ ظاہراً اس کا خلاف ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد قیلولہ اور تغدی ہوتا تھا۔ لیکن اس میں یہ احتمال ہے کہ جمعہ کے اہتمام کی وجہ سے صحابہ تغدی اور قیلولہ جمعہ کے دن نہ فرماتے ہوں اور بعد فراغت نماز کھانا کھاتے ہوں اور سوتے ہوں مگر چونکہ وہ کھانا بجائے صبح کے کھانے کے تھا اور وہ سونا بجائے قیلولہ کے تھا۔ اس واسطے اس پر غداء اور قیلولہ کا اطلاق صحیح ہوا۔ اور تطبیق احادیث کے لئے گویا یہ احتمال متعین ہے اور اصل معنی اس حدیث کے یہی ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ چونکہ حدیث کے ساتھ نہایت ادب کرتے ہیں اس لئے دونوں قسم کی احادیث پر انہوں نے اس طرح عمل کیا کہ وقت مختار تو جمعہ کا بعد زوال قرار دیا۔ اور اگر کوئی پہلے زوال سے پڑھ لے تو فرمایا کہ اس کو اعادہ کی حاجت نہیں لیکن اگر اعادہ کرلے تو منع بھی نہ کیا جائے۔ انتہی التقریر بالہندیۃ وبالعربیۃ ماحاصلہ فی ہذا الحدیث حجۃ وقت الجمعۃ وماقبل الزوال فلم یثبت فعلہ قط اھ

باب ماجاء في الخطبة على المنبر

قوله كان يخطب الى جذع الخ: لکڑی کے منبر پر خطبہ پڑھنا مسنون ہے گو جائز پتھر کے منبر پر بھی ہے۔

باب ماجاء في الجلوس بين الخطبتين

قوله كان يخطبُ الخ: دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے اور خطبہ پڑھنا فرض ہے اور جلوس بین الخطبتین کی یہ حکمت ہے کہ چونکہ جمعہ قائم مقام ظہر کے کیا گیا ہے۔ اور ظہر کی چار رکعتیں ہیں۔ دو تو جمعہ میں داخل ہوگئیں اور دو خطبے بطریق معروف قائم مقام دو رکعت کے ہوگئے۔

---

[1] سہ کروہ۔ یعنی تین کوس۔ کوس میل سے کچھ بڑا ہوتا ہے۔ (عبدالقادر عفی عنہ) [2] منسوب الی جدہ فان حنبل اسم جدہ لا ابیہ (۱۲ جامعہ)
[3] ذکر ہذا الحدیث بسندہ مع الجواب عنہ فی احیاء السنن ۱۲ جامع۔

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی القرأة علی المنبر

قوله سمعت النبی صلی اللہ علیه وسلم الخ: اس باب میں اختلاف ہوا ہے کہ آیت قرآنی خطبہ میں پڑھنا ضروری ہے یا نہیں۔ سو امام شافعیؒ کے نزدیک اگر بالکل قرآن پڑھا خطبہ میں تو خطبہ کا اعادہ لازم ہے اور دلیل ان کی یہ آیت ہے **فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع**۔ اور اس کی تقریر یوں فرماتے ہیں کہ آیت میں ذکر اللہ مامور بہ ہے اور ذکر اللہ کلام اللہ سے ہوتا ہے پس کلام اللہ پڑھنا خطبہ میں ضرور ہوا۔ اور وجہ اختلاف کی یہ ہے کہ امام شافعیؒ تو آیت کو مجمل سمجھتے ہیں لہذا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے اس آیت کی تفسیر کر لی۔ اور وہ فعل خطبہ کا مع آیات قرآنیہ کے پڑھنا ہے اور حضرت امام اعظمؒ آیت کو مطلق سمجھے لہذا انہوں نے ذکر سے عام ذکر مراد لیا۔ پس فرض عام ذکر ہے نہ کہ ذکر خاص قرأۃ آیت قرآنیہ۔

باب فی الاستقبال اذا خطب

قوله ولا یصح الخ فی شرح السراج روی عبدالرزاق عن ابن جریج عن عطاء کان النبی صلی اللہ علیه وسلم اذا صعد المنبر یوم الجمعة استقبل الناس بوجهه وقال السلام علیکم ولابن ابی شیبة نحوہٗ اھ وفیه ایضاً وحدیث شعبی وعطاء

کہ ایشاں باسنادہائے خود روایت کردہ اند صحیح اند مصنف از ایشاں ہمیں حدیث نہ رسیدہ است ولہذا او گفتہ است ولا یصح فی ہذا الباب الخ اھ

قال الجامع هما مرسلان لكن المرسل محتج به اذا كان رجاله ثقات عند الجمهور وهم منؒ[1] من قبل الامام الشافعیؒ یلزم علیه انه خالف الاجماع لكن حسن الظن به یقتضی ان یقال ان الاجماع لم یثبت عنده والمسئلة الباب مستوفاة فی احیاء السنن زاده الجامع عفی عنه

باب فی الرکعتین اذا جاء الرجل والامام یخطب

قولهٗ اذا جاء رجل الخ: اس امر میں اختلاف ہوا ہے کہ جب امام خطبہ پڑھتا ہو تو اس وقت نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔ امام شافعیؒ کا تو یہ مذہب ہے کہ جائز ہے کچھ حرج نہیں اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے۔ اور امام صاحب یہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تو اجازت معلوم ہوتی ہے اور ایک دوسری حدیث سے ممانعت ثابت ہے اور وہ حدیث یہ ہے **اذا خرج الامام فلا صلوٰة ولا کلام**۔ پس ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے اور تعارض کے وقت امام صاحب کے نزدیک محرم کو ترجیح ہوتی ہے۔ لہٰذا اس حدیث پر عمل نہ کیا جاوے گا۔

اور حدیث "**اذا خرج**" الخ پر عمل کیا جاوے گا۔ اور بعض نے تعارض نہیں تسلیم کیا پس کہا ہے کہ حدیث الباب خصوصیت ہے اس شخص کی۔ اور شافعیہ یہ جواب دیتے ہیں کہ نوافل بالسبب اوقات نہی میں جائز ہیں فلا تعارض انتہی التقریر (لادلیل علیہ اجامع) تقریر ترمذی ص ۱۱۰

---

[1] یعنی امام شافعیؒ سے پہلے جو فقہاء تھے ان کے ہاں مرسل حدیث حجت تھی۔

besturdubooks.wordpress.com

قال الجامع حديث اذا خرج الامام الخ ضعيف[1] روى معناه ولفظهٗ والمسئلة مستوفاة في احياء السنن بادلة اخرى فانظر ثمه واما مانقله في حاشية الترمذی ونصه وفي البرهان لقوله عليه السلام لا تصلوا ولامام يخطب رواه عبدالحق من حديث علي فقال الحافظ ابن حجر في الدراية اسناده وفي فتح الباری لايثبت فاحفظه وقد بالغ العلامة ابوبكر بن العربی المالكی في شرح الترمذی الردعلى الشافعية في هذه المسئلة ومن ادلة الرد لابن العربی با محصله ان هذا الحديث خبر واحد يعارضه اخبار اقوی منه واصول من القران والشريعة فوجب تركه اه قولهٗ وفي الباب عن جابر قال العراقي ان قيل قد صدر المصنف بحديث جابر فما وجه قوله وفي الباب عن جابر بعد ان ذكره اولا وما عادته ان يعيد ذكر صحابی في الحديث الذی قدمه علی قوله وفي الباب فالجواب لعله اراد حديثا اخرلجا بر غير الحديث الذی قدمه وهو ماروه الطبرانی من طريق الاعمش عن ابی سفيان عن جابر قال دخل النعمان بن نوفل ورسول الله صلی الله عليه وسلم علی المنبر يخطب يوم الجمعة فقال له النبي صلی الله عليه وسلم صلی رکعتين تجوزفيهما فاذا اتی احدکم يوم الجمعة والامام يخطب فليصل رکعتين وليخففهما اه

باب ماجاء في كراهية الكلام والامام يخطب

قوله عن ابی هريرة الخ: جس وقت خطبہ پڑھا جائے اس وقت کسی قسم کا کلام کرنا مکروہ ہے اور یہ آیت واذا قرئ القران فاستمعوا له، وانصتوا الآیه۔ خطبہ[2] اور نماز کے بارہ میں نازل ہوئی ہے بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ جب مکتبوں میں قرآن مجید پڑھا جائے وہاں پر بھی سننا اور خاموش رہنا واجب ہے میں کہتا ہوں کہ آیت اس امر سے ساکت ہے لہٰذا آیت سے استدلال نامناسب ہے۔ اور آیت سے اس درجہ کا عموم مراد لینا متکلم کی مراد سے خارج ہے۔...... اب رہی یہ بات کہ ایسی مجلس میں خود قرآن مجید پڑھنا افضل ہے یا سننا۔ سو میرے نزدیک سننا افضل[3] ہے کیونکہ سماع[4] قرآن میں جس قدر خشوع میسر ہوتا ہے قراۃ میں اس قدر نہیں حاصل ہوتا۔ (هذا مختلف باختلاف الطباع فمنهم من يحصل له الخشوع والتوجه في عكسه اكثر من هذا . ١٢ جامع)

---

[1] قولہ ضعیف الخ مگر اس کے شواہد موجود ہیں (معارف السنن) جن کی وجہ سے یہ درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

[2] قلت لم ار نزول الاية في الخطبة في شیء من الروايات والله تعالى اعلم ١٢ جامع

[3] لیکن جب تعلیم وحفظ قرآن مطلوب ہو تو وہ پڑھے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا لہٰذا ایسے موقع پر پڑھنا اولیٰ ہوگا۔ (عبد)

[4] نیز اس میں قرآن مجید کا ادب یہی ہے کہ اس کے سننے کے وقت دوسرا کام نہ کیا جائے ١٢ جامع

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء في كراهية الاحتباء والامام يخطب

قوله نهي عن الحبوة[1] الخ حبوہ کے معنی ہیں گوٹ مار کر بیٹھنا بعض لوگوں نے تو مطلقاً اس طرح بیٹھنے سے خطبہ کے وقت منع کیا ہے اور بعض نے اس کو معلل بعلت کہا ہے۔ اور وہ علت یہ ہے کہ اس طرح نشست میں نیند آ جاتی ہے کیونکہ بدن کو راحت اس صورت میں زیادہ میسر ہوتی ہے پس خطبہ سننے سے محرومی نیز انتقاض وضوء کا قوی اندیشہ ہے اس واسطے اس طرح بیٹھنے سے منع کیا گیا۔ سو جو شخص ان دونوں باتوں سے مامون ہو اس کے لئے یہ نشست ممنوع نہیں۔

باب ماجاء في كراهية رفع الايدى على المنبر

قوله قبح الله الخ في شرح ابى الطيب واليديين تثنية تصغير اليد وهو اليدية باظهار التاء والقصير تين بتشديد الياء تصغير القصيرة كذا قاله بعض الفضلاء ههنا لكن رواية مسلم بتكبير اليدين والقصيرتين اه

قلت ان كان التصغير مرويا في الحديث فعلى الرأس والعين والا فهو تكلف لاحاجة اليه لاسيما لما صح الرواية في مسلم بالتكبير فان صح في الرواية فهو للتحقير زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء في اذان الجمعة

قوله على الزوراء في شرح ابى الطيب بفتح الزاى وسكون الواووراء ومد وهى دار بالسوق قاله السيوطي وقال غيره دار في سوق المدينة يقف المؤذنون على سطحها وعند ابن ماجه بلفظ زاد النداء الثالث على دار في السوق يقال لها الزوراء الحديث.

باب في الصلوٰة قبل الجمعة وبعدها

قوله عن سالم الخ.

اس باب میں اختلاف ہوا ہے کہ جمعہ کے بعد سنتیں مؤکدہ دو ہیں یا چار یا چھ۔ سو امام شافعیؒ کے نزدیک تو دو رکعتیں ہیں اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے اور صاحبین کے نزدیک چھ رکعتیں ہیں اور حضرت ابن عمرؓ کے فعل سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ چار رکعت مسجد میں پڑھا کرتے تھے اور دو مکان میں آ کر پڑھتے تھے یا برعکس اس کے۔ یعنی دو مسجد میں پڑھتے ہوں اور چار مکان میں آ کر پڑھتے ہوں اور حضرت علیؓ سے جو مروی ہے اس کے بھی یہی معنی ہیں۔ پس ممکن ہے کہ رسول اللہ کا بھی یہی طرز عمل ہو کہ پہلے دو رکعت یا چار رکعت اور پھر چار رکعت یا دو رکعت پڑھتے ہوں جیسا جس نے دیکھا اسی طرح بیان کر دیا۔ انتہی التقریر۔

قال الجامع قال الفاضل ابو الطيب قوله قال ابو عيسى وابن عمر وهوالذى الخ اراد به ان ماذكره اسحق في التوفيق بعيد بل الوجه في التوفيق بالنظر الى فعل ابن عمر وامر على ان

---

[1] بضم الحاء وكسرها اسم من الاحتباء وهو ضم الساقين الى البطن بثوب او باليدين قاله ابو الطيب ناقلاً عن النهاية ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

يقال ان الركعتين من الرواتب المؤكدة بعد صلوٰة الجمعة كالتابعة لها بحيث يمكن عدها من الجمعة تجوزا والاربع من المندوبات بعدهما فالمراد بقوله من كان منكم مصليا بعد الجمعة اى بعد اداء صلوٰتها مع توابعها فاعتبر الكل جمعة تجوزا والامر بالاربع امر ندب[1] بعد ذلک اھ

باب فی القائلة یوم الجمعة

قوله ماكنا نتغدى الخ: جمعہ کی نماز کا اہتمام اس درجہ کرنا مستحب ہے۔

باب فی من ینعس یوم الجمعة انه یتحول من مجلسه

قوله اذا نعس احدكم الخ

تجربہ سے ثابت ہے کہ یہ عمل وتدبیر کرنے سے اونگھ جاتی رہتی ہے۔

باب ماجاء فی السفر یوم الجمعة

قوله عن ابن عباس الخ لو انفقت الخ کی وجہ لوگوں نے یہ بیان کی ہے کہ چونکہ انہوں نے جہاد میں سرعت نہیں کی۔اس وجہ سے ان کا ثواب کم ہو گیا۔مگر یہ تاویل مخدوش ہے اس لئے کہ جو لوگ پہلے گئے وہ ان کے پہنچنے سے پہلے تھوڑا ہی جہاد کرتے بلکہ جب یہ پہنچ جاتے اس وقت سب مل کر جہد کرتے پھر عدم سرعت کے کیا معنی لیکن میری ناقص رائے میں یہ وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ انہوں نے چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل ارشاد میں تاخیر کی اس وجہ سے ثواب کم ہو گیا۔اگر آپ ارشاد فرمائیں کہ نماز پڑھو تو اس وقت نماز پڑھنا طاعت ہے اور جب آپ نماز سے روکیں اس پر عمل کرنا طاعت ہے اور اس کے خلاف کرنا عصیان ہے گو یہاں پر عصیان بوجہ خطاء اجتہادی متحقق نہیں...... اور وجہ ہر امر میں اطاعت لازم ہونے کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں وما خلقت الجن الخ اور یہ معلوم ہی ہے کہ ہر چیز حق تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول ہے كما افصح عنه قوله عزشانه ان من شیء الخ پس جن وانس کی تخصیص بالعبادۃ میں یہ نکتہ ہے کہ ان دو فرقوں کی عبادت غیر مقررہ ہیں۔کبھی ان کو کسی کام کا حکم فرمادیا جاتا ہے اور کبھی کسی کام کا۔بخلاف دیگر مخلوقات کے کہ ان کی خدمت مقررہ ہے۔جیسے کہ نوکروں کے متعلق خاص خاص خدمتیں کردی جاتی ہیں اور انسان وجن بطور غلام کے ہیں اور غلام کی خدمت متعین نہیں ہوتی خوب سمجھ لو۔

باب فی السواک والطیب یوم الجمعة

قوله حقا على المسلمين الخ

''حقا'' کا لفظ یہاں وجوب کے لئے نہیں ہے بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طبیبانہ ومشفقانہ طور پر بطریق تاکید ارشاد فرمایا ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ لوگوں کو راحت ہو۔بدن کی بدبو سے لوگوں کو...تکلیف نہ ہو۔انتہی التقریر۔

---

[1] وله امر ندب الخ وفی رواية للجماعة الا البخاریؒ اذا صلی احدكم الجمعة فليصل بعدها اربعا (نقله فی شرح المنيه) فهذا دل على وجوب الاربع فلا اقل ان لكون سنة مؤكدة على ان كونها سنة مؤكدة احوط ۱۲ عبد.

besturdubooks.wordpress.com

قال الجامع قوله من طيب اهله قيد واقعي فان متاع الرجل يكون عند اهله غالبا وفيه اشارة الى انه لا يتكلف باهتمام الطيب بل يمس مايكون حاضرا عنده وميسرا له اويقال انه لم يكن عنده طيب فلابأس في ان يمس من طيب اهله فانه شئ يسير قليل المؤنة فلا يتكلف في اجتنابه فان الاجتناب عندالحاجة من مثل هذا الشئ اليسير من ملك اهله تكلف وغلو ودال على التباين بينهما والشق الثاني اظهر والله تعالىٰ اعلم.

باب في صلوٰة العيدين قبل الخطبة

قوله كان رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ

عیدین میں نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا بدعت سیئہ ہے اور مروان کی عادت تھی کہ خطبہ میں صحابہؓ کو برا کہتا تھا اس لئے مسلمان نماز سے فارغ ہوکر بغیر خطبہ سنے چل دیتے تھے کیونکہ خطبہ عیدین کے لئے نشست واجب تو ہے نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اس وجہ سے مروان نے نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا شروع کیا کہ مجبوراً لوگوں کو بیٹھنا پڑے نماز کے انتظار میں۔ کیونکہ بغیر نماز پڑھے تو لوگ جا نہیں سکتے جیسا کہ بغیر خطبہ سنے چلے جاتے تھے انتہی التقریر۔

قال الجامع وفي البخاري في حديث فيه طول عن ابي سعيد الخدري فلم يزل الناس علىٰ ذلك اي على ابتداء الصلوٰة قبل الخطبة حتى خرجت مع مروان فاذا مروان يريد ان يرتقيه قبل ان يصلي فجبذته بثوبه فخطب قبل الصلوٰة الحديث قال الشيخ ابن حجر هذا من ابي سعيد رحمة الله عليه لم حكي ان عثمان رضي الله تعالىٰ عنه قدم الخطبة شطر خلافته الخيروان عمر و معاوية قد ماها ايضا ومما يرد ذلك ايضا ناصح عن ابن عباس شهدت صلوة الفطر مع النبي صلى الله عليه وسلم وابي بكرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و عليؓ وكلهم يصليها قبل الخطبة اهـ

باب في التكبير في العيدين

قوله وروى عن ابن مسعود انه قال في التكبير في العيدين تسع تكبيرات في الركعة الاولىٰ خمس تكبيرات قبل القراة الخ

قال الشيخ ابو الطيب في شرحه فان كان المراد بقوله وهو قول اهل الكوفة ابا حنيفة واصحابه فيكون الخمس في الركعة الاولى مع تكبيرة التحريمة وتكبيرة الركوع ففي تعبيره خمسا قبل القراة نوع مسامحة وذكره ابن الهمام مفصلا فقال اخرج عبدالرزاق انا سفيان الثوري عن ابي اسحق عن علقمة والاسود ان ابن مسعود كان يكبر في العيدين تسعا اربعا قبل القراة ثم يكبر فيركع وفي الثانية يقرأ فاذا فرغ كبرا ربعا ثم ركع اه وفيه

besturdubooks.wordpress.com

ایضا عن ابن الھمام وقدروی من غیر واحد من الصحابة نحو ھذا ومثل ھذا لایکون من رأی بل من سماع فحکمه الرفع فصح الاخذ بالامرین۔ اھ

باب لاصلوٰة قبل العیدین ولا بعدھا

قوله ان النبی صلی الله علیه وسلم خرج یوم الفطر الخ

مانعین عن الصلوٰۃ قبل العید وبعد العید عیدگاہ میں نوافل پڑھنے کو منع فرماتے ہیں کیونکہ عیدگاہ میں نوافل پڑھنے سے تشبہ بصلوٰۃ الفرض لازم آتا ہے جیسے فرائض کے آگے پیچھے سنن پڑھے جاتے ہیں وہی صورت عیدین کی نماز کی ہوجائے گی اور لوگ اس کو بھی فرض نماز خیال کریں گے اس اہتمام کی وجہ سے۔ انتہی التقریر

فائدہ: جامع کہتا ہے کہ حنفیہ کا یہ مذہب ہے کہ قبل صلوٰۃ العیدین نوافل پڑھنا مکروہ ہے عیدگاہ میں بھی اور مکان پر بھی۔ اور بعد نماز عیدین مکان میں آکر نوافل پڑھنا جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔ دلیل اس استحباب کی تیز کراہت کی ابن ماجہ کی یہ حدیث ہے **کان رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یصلی قبل العید شیئا فاذا رجع الی منزل صلی رکعتین**۔ اور حافظ ابن حجر نے درایہ میں اس کی تحسین کی ہے سو اس حدیث میں بذریعہ کان کے عادت نبوی کا بتلانا مقصود ہے۔ کیونکہ باعتبار اصل کان سے دوام مراد ہوتا ہے پس عدم صلوٰۃ قبل العید عادت دائمہ نبویہ تھی تو اس کے خلاف پر عمل مکروہ ہوتا۔ کیونکہ باوجود حدیث قرۃ عینی فی الصلوٰۃ اور عادت کثرت نوافل **فی ایام اُخر**۔ بلا تعبد ترک نوافل بطریق عادت ان ایام میں مستبعد ہے۔ اور بقرینہ کان اذا کو بھی استمرار حال پر محمول کیا جاوے گا۔ گو اذا ن استمرار اصل نہیں ہے لیکن گاہے گاہے اس معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اور اس کا معنی دوام میں مستعمل ہونا تجرید حاشیہ مختصر المعانی میں مطول سے اور فتح الباری میں کرمانی سے منقول ہے تو اس حدیث کے اس دوسرے جزو سے دوام علی الصلوٰۃ بعد صلوٰۃ العید فی المنزل ثابت ہوا اور ان دو رکعت پر مواظبت مقتضی ہے۔ اس نماز کے سنت مؤکدہ ہونے کو لیکن چونکہ اجماع امت ہے اس نماز کی عدم تاکد پر اس لئے استحباب ثابت ہے خوب سمجھ لو۔ ہاں ترمذی کے الفاظ سے یہ کراہت مذکورہ ثابت نہیں ہوسکتی کیونکہ **لم یصل قبلھا** عادت نبویہ پر دال نہیں بلکہ ایک واقعہ کا بیان ہے اور کراہت کی اس سے زیادہ قوی دلیل بھی ہے اور وہ حدیث ہے جس کو حافظ ابن حجر نے تلخیص حبیر میں امام احمد سے نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے **روی احمد من حدیث عبدالله بن عمرو مرفوعاً لاصلوٰة یوم العید قبلھا ولا بعدھا** اھ اور وجہ قوت اس دلیل کی یہ ہے کہ یہ خبر ہے بمعنی نہی کے اور ایسی خبر نہی کے الفاظ سے ابلغ ہوتی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث مسند امام احمد کی ہے۔ تتبع سے یہ امر معلوم ہی ہے کہ جب مطلقاً کسی محدث کی طرف کوئی حدیث محدثین منسوب کرتے ہیں تو اس مصنف کی مشہور کتاب مراد لیتے ہیں یعنی وہ حدیث اس محدث کی مشہور کتاب میں ہوتی ہے۔ اور جب کسی غیر مشہور کتاب کی طرف نسبت کی جاتی ہے تو اس کی تصریح کرتے ہیں گو اتفاقاً اس کے خلاف بھی ہوجاتا ہے لیکن اصل یہی ہے اور اس نقل کے بعد حافظ ابن حجر نے اس پر کلام بھی نہیں کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

اور قاضی شوکانی نے تصریح کی ہے کہ مسند امام احمد میں جو احادیث ہیں وہ سب صحیح بہا ہیں بلکہ بعضوں نے تو مبالغہ کیا ہے اوران سب کو صحیح کہہ دیا ہے اھ...... بہر حال اس حدیث کی دلالت اقویٰ ہے کراہت صلوٰۃ پر رہا ثبوت سو اگر بطریق صحیح ہے ثابت ہو فہو المطلوب وان ضعیفا فیکفی ہ للتائید۔ تامل۔

باب فی خروج النساء فی العیدین

قوله عن ام عطية الخ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں عورتوں کو اس لئے لے جاتے تھے کہ کفار منافقین کو معلوم ہو کہ اہل اسلام کثرت سے ہیں اور یہ وجہ خود اسی حدیث سے مستفاد ہوتی ہے چنانچہ حائضات کا وہاں جانا ظاہر ہے کہ نماز کے لئے نہ تھا بلکہ اظہار کثرت مسلمین کے لئے تھا۔ صحابہؓ نے جب دیکھا کہ اسلام کثرت سے پھیل گیا اور اب اظہار کثرت کی حاجت نہیں۔ تو مساجد و مصلی عید میں عورتوں کے جانے کو منع فرمادیا۔ نیز زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں بوجہ ایام نزول وحی کے لوگ ڈرتے تھے کہ اگر ہم کوئی ناشائستہ حرکت کریں گے تو وحی کے ذریعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہو جاوے گی پس رسوائی ہوگی۔ اور خدا جانے کیا کیا مصیبتیں پیش آویں گی اور یہ خوف بعد زمانہ نزول وحی جاتا رہا پس ضرورت بھی نہ رہی اور فتنہ کا اندیشہ قوی ہو گیا اس لئے ممانعت فرمادی گئی۔ مگر بعض علماء نے ایک حدیث کے ظاہر پر عمل کر کے اور حدیث کے ادب کو ملحوظ رکھ کر اجازت دی ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ تعالیٰ کے گھر سے مت روکو انتہی التقریر۔

فائدہ۔ جامع کہتا ہے کہ ایک حکمت اخراج النساء فی العیدین یہ بھی تھی کہ اجتماع مسلمین کی برکات اور ان کی دعا سے مستفید ہوں جماعت کی دعا میں ایک خاص اثر ہے مگر جب فتنہ کا اندیشہ قوی ہو تو اس مصلحت کو نظر انداز کیا گیا۔ (اس لئے کہ جلب منفعت دفع ضرر سے موخر ہے نیز یہ اشتراک مستحب ہے اور فتنہ قویہ کے اندیشہ سے بچنا واجب ہے والواجب مقدم علی المستحب۔ تامل۔

ابواب السفر

باب التقصیر فی السفر

قولهٔ عن ابن عمر الخ: قصر کرنا سب کے نزدیک اولیٰ ہے اور حدیث ابن عمرؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخینؓ کی عادت قصر کی معلوم ہوئی۔ اور ظاہر ہے کہ غیر افضل کی عادت ان حضرات سے مستبعد ہے اور حضرت عثمانؓ کا عمل در آمد ابتداء خلافت میں اسی پر رہا۔ پھر ان کا عمل بدل گیا۔ اور اس کی وجوہ لوگوں نے مختلف بیان کی ہیں۔ چنانچہ بعض نے تو یہ کہا ہے کہ حضرت عثمانؓ کو یہ خیال ہوا کہ چونکہ میرے پیچھے بدو اور جنگلی لوگ نماز پڑھیں گے تو اگر میں قصر کروں تو یہ لوگ یوں سمجھ جاویں گے کہ اصل نماز دو ہی رکعتیں ہیں بوجہ جہل کے پس اس وجہ سے قصر نہیں فرمایا۔

اور بعض یہ کہتے ہیں کہ چونکہ انہوں نے مکہ معظمہ[1] میں شادی کر لی تھی تو گویا وہ ان کا گھر تھا اس وجہ سے انہوں نے قصر نہیں فرمایا۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے سمجھا کہ جہاں تک میری عملداری ہے وہ سب میرا مکان ہے پس اسی وجہ سے قصر

---

[1] قلت فثبت ذالک بسند صحیح به من رواية الامام احمد کما فی احیاء السنن واما قول عروةؓ فی البخاری تاولت ماتا اول عثمانؓ فهو اماظن من عروة باتحاد التاويلين او المراد به هو المشاركة فی نفس التاويل لافی التاويل المخصوص. تامل ۱۲ جامع (ای عائشه ۱۲ جامع)

besturdubooks.wordpress.com

نہیں فرمایا لیکن یہ سب تاویلیں مخدوش ہیں اس لئے کہ حضرت عائشہؓ بھی اتمام فرماتی تھیں اور وہاں ان وجوں میں سے کوئی وجہ نہ تھی۔ اصل یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت عثمانؓ کا مذہب یہی تھا کہ اتمام وتقصیر دونوں جائز ہے اور پہلے حضرت عثمانؓ بھی قصر فرماتے تھے لیکن پھر رائے بدل گئی۔ اور سنتوں کا تاکد سفر میں جاتا رہتا ہے اگر پڑھے بہتر اور جو نہ پڑھے تو کچھ حرج نہیں ہاں فجر کی سنتیں زیادہ مؤکد ہیں اس لئے ان کو سفر میں بھی نہ ترک کرے۔ اور اس باب کی اخیر حدیث میں حضرت ابن عباسؓ نے جو یہ فرمایا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج من المدینۃ الی مکۃ لایخاف الارب العلمین یہ اس وجہ سے فرمادیا کہ آیت قرآنی ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا سے شبہ ہوتا ہے کہ جب کفروں کا خوف ہو اس وقت قصر کرنا چاہئے ورنہ اتمام کرنا لازم ہے پس لایخاف الارب العلمین سے یہ شبہ جاتا رہا کیونکہ آپ کو تو کسی کا خوف ہی نہ تھا اور پھر بھی قصر فرمایا۔ زمانہ نزول آیت میں اکثر خوف ہوتا تھا اس وجہ سے شرط لگائی گئی تو شرط واقعی ہے احترازی نہیں۔ اور شرط گو فوت ہوگئی مگر اس کا حکم باقی ہے جیسے کہ کابل میں جنگ جب ہوئی تھی تو چندہ وصول کیا گیا تھا مصارف جنگ کے لئے۔ اور بعد موقوف ہونے جنگ کے بھی وہ طریقہ چندہ امدادیہ کا جاری رکھا گیا اس کی ایک مثال ہے۔

باب ماجاء فی کم تقصر الصلوٰۃ

قولہ: خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ

اس باب میں کوئی حدیث قولی مرفوع نہیں ہے اور مرفوع فعلی سے کام نہیں چل سکتا کیونکہ اس باب میں جو فعل حدیثیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں وہ مختلف ہیں اور آپ کی نیت کا حال معلوم نہیں ممکن ہے کہ آپ امروز وفردا میں واپسی وطن کا قصد کرتے ہیں اور کوئی مانع پیش آجاتا ہو پس واپسی نہ ہوسکتی ہو اور صحابہ کے بھی افعال مختلف ہیں۔ حضرت ابن عمر کے اقوال بھی متعارض ہیں نیز ان کا قول محتمل ہے کہ مسموع عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔ اور ممکن ہے کہ قیاسی ہو اس طرح کہ سفر میں قصر کا حکم بوجہ عدم حصول اطمینان کے دیا گیا ہے اور ہفتہ مدت قلیلہ ہے اور مہینہ مدت متوسطہ ہے اور سال مدت طویلہ ہے اور مہینہ میں یقینی ۲۹ دن ہیں جس کے نصف ۱۴ دن علاوہ کسر کے ہوتی ہیں اور جب مہینہ ۳۰ دن کا ہو تو اس کے نصف ۱۵ دن ہوتے ہیں تو اس بناء پر ۱۴ روز تک مدت عدم اطمینان قرار دی ہو۔ غرض جو جس کے نزدیک مرجح معلوم ہوا اس پر اس نے عمل کیا۔ امام صاحب کے نزدیک اگر پندرہ روز قیام کرے تو اتمام کرے ورنہ قصر۔

باب ماجاء فی التطوع فی السفر

قولہ عن ابن عمر فی اخر الباب وفیہ ھی وتر النہار فھذا حجۃ علی ان الوتر ثلث من غیر فصل السلام۔

(۱)

ا؎ قال الجامع ان ھذا الاحتمال ابعد فی شان مثل ابن عمر المتبع والمتبع للسنۃ وھو مبرا عن مثل ھذا التکلف بل الصحابۃ کلھم فان مدار استدلالھم یکون ظاھرا اظھر۔ ۱۲ جامع

(۱) قول الجامع ابعد الخ جامع کا یہ اعتراض نہیں ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ کو جب حدیث مرفوع نہیں ملتی تھی یا معلوم نہیں ہوتی تھی وہ اجتہاد فرماتے تھے اور یہ ان کی شان سے بعید نہیں ہے جیسا کہ ابن عمرؓ بغیر وضو کے سجدہ تلاوت کر لیتے اور قبلہ رخ ہو کر پیشاب کر لیتے جب درمیان میں اونٹنی یا دیوار حائل ہوتی تھی۔ (عبد)

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء في الجمع بين الصلوتين

قوله عن معاذ بن جبل الخ. امام شافعیؒ کا تو یہی مذہب ہے جو ظاہر حدیث سے ثابت ہے یعنی جب آپ دوپہر ڈھلنے سے پہلے کوچ فرماتے تھے تو ظہر کی نماز اس کا وقت گزر جانے کے بعد عصر کی نماز کے ساتھ پڑھتے تھے۔ اور جب آفتاب ڈھلنے کے بعد آپ کوچ فرماتے تھے تو عصر کی نماز کو وقت سے پہلے ظہر کے ساتھ جمع کر کے پڑھتے تھے اور یہی معنی ہیں حدیث کے دوسرے جزو کے اور ایک دوسرے معنی بھی اس حدیث کے ہو سکتے ہیں وہ یہ کہ آپ ظہر کی نماز کچھ دیر سے مگر اس کے وقت میں پڑھتے تھے حتیٰ کہ عصر کی نماز کا وقت ہو جاتا تھا۔ پس اس کو ادا فرماتے تھے۔ اور جب قبل زوال آفتاب کوچ فرماتے تھے تو عصر کی نماز کو اس کے اول وقت میں پڑھتے تھے جو باعتبار معمول وعادت کے تعجیل تھی اور ظہر کو آخر وقت میں پہلی صورت میں جو مراد ہے یعنی جمع حقیقی بین الصلوتین یہ حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں۔ اور دوسری صورت میں جو معنے بیان کئے گئے یعنی جمع صوری۔ سو یہ ان کے ہاں بھی جائز ہے اور چونکہ یہ حدیث دونوں معنی کو محتمل ہے اس لئے احتجاج بر جمع حقیقی یا بر جمع صوری اس سے نہیں ہو سکتا لیکن بعض[1] صریح احادیث مسلم میں ایسی ہیں جن سے جمع حقیقی مراد ہیں اور ان کا تاویل جمع صوری سے غیر ممکن ہے کما ذکر فی احیاء السنن واجیب عن ذلک بجواب آخر غیر حمله على الجمع الصوری فانظر هناک۔ پس اس کا حنفیہ کی طرف سے جواب دینا ضرور ہے سو امام صاحب کا احتجاج بر عدم جواز جمع حقیقی قرآن مجید کی اس آیت سے ہے ان الصلوة كانت على المومنين كتبا موقوتا اور احادیث معارضہ للآیۃ کا یہ جواب فرماتے ہیں کہ مبیح اور محرم میں تعارض کے وقت محرم مقدم ہوتا ہے پس آیت سے جو حکم ثابت ہے وہ مقدم ہوگا اور یہ جواب اس صورت میں ہے جبکہ تعارض تسلیم کر لیا جاوے۔ ورنہ اگر احادیث کو جواز جمع صوری پر محمول کیا جائے اور آیت کو عدم جواز جمع حقیقی پر تو تطبیق ہو جاوے گی اور تعارض نہ رہے گا۔ لیکن بعض احادیث میں جیسا کہ اوپر بیان ہوا یہ تاویل نہیں چلتی وہاں پھر وہی قاعدہ تعارض مبیح ومحرم کا استعمال کرنا ہوگا ولا باس بہ...... اور بہت حدیثوں میں جمع صوری مصرح مذکور ہے وقد ذکرت فی احیاء السنن۔ اور امام شافعیؒ جمع حقیقی کو استدلالاً بالا حادیث جائز رکھتے ہیں اور آیت کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ جمع آیت کے خلاف نہیں اس لئے کہ جس روز جمع کی جائے ان نمازوں کا اس روز وہی وقت ہے فافہم۔

قوله عن ابن عمر الخ یہ اثر بھی بظاہر حنفیہ کے مخالف ہے لیکن اس کی تاویل یہ ہے کہ غیوبت شفق (حمرہ) کے بعد امام صاحب کے ایک قول پر وقت مغرب کا باقی رہتا ہے پس بناءً علی ہذا القول مغرب کی نماز حضرت ابن عمرؓ نے آخر وقت میں پڑھی اور امام صاحب کے دوسرے قول پر کہ بعد غیوبت شفق وقت مغرب کا باقی نہیں رہتا حتی غاب الشفق کے یہ معنی ہوں گے حتی كاد غيوبة الشفق فافهم۔

---

[1] قولہ بعض صریح احادیث۔ الخ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ کی حدیث میں ہے اذا ارتحل بعد ما زاغت الشمس صلى الظهر ثم ركب اھ اس حدیث میں جمع تقدیم کی نفی صریح ہے نیز امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں ليس في جمع التقديم حديث قائم. پس اس سے حنفیہ کی تائید واضح ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی صلوٰۃ الاستسقاء

قوله فلم يخطب الخ يعنى بل كان اكثره الدعاء قوله كما كان يصلى فى العيد معناه عند نافى العددو الجهر بالقراة انتهى التقرير قال الجامع فى قوت المغتذى وهو مقنع بكفيه بضم الميم وسكون القاف وكسر النون اى رافع يديه خرج متبذلا بضم الميم وفتح لتاء المثناة من فوق والموحدة وتشديد الذال المعجمة قال العراقى هكذا هو فى الاصول الصحيحة من سماعنا قال ويجوز ان يقرأ متبذلا بتقديم الموحدة ساكنة وتخفيف الذال وهو هكذا فى عبارة الشافعى يقال تبذل وابتذل اذا لبس الثياب البذله وهى بالكسر مايمتهن من الثياب ٥١

باب فی صلوٰۃ الکسوف

قولهٗ عن ابن عباس الخ: امام شافعیؒ کا یہ مذہب ہے کہ صلوٰۃ کسوف تین[۱] رکوع کے ساتھ پڑھنی چاہئے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح پڑھی ہے اور امام صاحب کے نزدیک ایک ایک رکوع سے پڑھے اور دلیل امام صاحب کی یہ ہے کہ حضور سرور عالمؐ نے صبح کی نماز پڑھائی پھر بعد طلوع ہونے آفتاب کے کسی قدر دن چڑھا تھا تو اس وقت کسوف ہوئی۔ پس حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ پڑھو نماز جس طرح کہ ہم نے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ صبح کی نماز ایک ایک رکوع سے ہوتی ہے پس امام صاحب نے اس دلیل سے نماز کی اصل حالت پر اس کو محمول کیا ہے یعنی اصل نماز میں یہی ہے کہ ایک رکوع سے پڑھی جاوے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ زیادت رکوع چونکہ حدیث میں وارد ہے اس لئے اس کو اختیار کرنا چاہئے۔ اور بعض حنفیہ نے یہ جواب دیا ہے کہ حضورؐ نے نماز پڑھی تو ایک ہی رکوع سے تھی مگر چونکہ رکوع طویل کیا تھا اس لئے پیچھے والے شخص نے سر اٹھا کر دیکھا کہ آپ رکوع میں ہیں یا قیام میں پھر اس کے پیچھے جو شخص تھا اس نے اسی طرح دیکھا اور اگلے والے شخص کے سر اٹھانے کو قومہ سمجھا اور پھر رکوع میں داخل ہو جانے کو رکوع ثانی سمجھا وعلیٰ ہذا رکوع ثالث کو بھی اسی طرح سمجھا اور اس فعل کو حضورؐ کی طرف منسوب کر دیا۔ حالانکہ یہ اشتباہ تھا اور غلطی[۲] تھی...... اور اس باب میں بھی اختلاف ہوا ہے کہ قرأۃ جہراً ہونا چاہئے یا سراً۔ سو بعض کا مذہب تو جہر کا ہے چنانچہ عنقریب حضرت عائشہؓ کی حدیث آتی ہے جس کا یہی

---

[۱] قولہ تین رکوع الخ معارف السنن میں تین رکوع کا قول قتادہ، عطاء، اسحاق اور ابن منذر کا نقل کیا گیا ہے اور امام شافعی اور امام مالک کا مذہب علامہ عینی کی شرح سے دو رکوع کا نقل کیا گیا ہے (عبد) [۲] فيه ان التشبيه يحتمل ان يكون فى عدد الركعة بل المحمل عليه اولى[۱] لئلا تضيع زيادة الركوعات الواردة فى الحديث و تغليط الراوى بغير دليل لايفيد نعم قد اضطربت الروايات فى نقل عدد الركوع فهو موجب للضعف الا ان نحمل على تعدد الواقعات[۲] فامل وانصف ۱۲ جامع [۳] بعض حضرات نے یہ جواب دیا کہ یہ تعدد رکوع بطور ہیبت کے تھا جو آپ کی خصوصیت تھی امت کو آپ نے اس کا حکم نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ صبح کی نماز کی طرح پڑھ لیا کرو علاوہ ازیں تعداد رکوع میں سخت تعارض ہے جس سے تساقط ہوگا پس اصل کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اصل نماز میں ایک رکوع ہے (عبد)

---

(۱) لئلا تضيع الخ لا تضيع الزيادة بل هى محمول على ركوع الرهبة (۱۲ عبد) (۲) قوله تعدد الواقعات الخ هذا مشكل لان الكسوف وقع مرة واحدة على ماهو التحقيق حين مات ابراهيم ابن النبى عليه السلام كذافى المعارف (عبدالقادر عفى عنه)

besturdubooks.wordpress.com

مدلول ہے اور امام صاحب کے نزدیک کسوف وخسوف دونوں میں قرأۃ سراً[1] ہے اور دلیل امام صاحب کی حدیث سمرہ بن جندب ہے جو عنقریب اسی باب میں آتی ہے اور حضرت عائشہؓ کی حدیث کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت کوئی آیت ذوق وشوق میں جہراً نکل گئی۔ حضرت عائشہؓ نے یہ خیال کیا کہ آپ جہر سے قرأۃ فرما رہے ہیں اور مجھے بوجہ بعد کے پوری قرأۃ کا حال معلوم نہیں ہوسکتا۔

اور فریق ثانی کہتے ہیں کہ حضرت سمرہ بن جندب مستغرق ہوں گے اس وجہ سے انہوں نے قرأۃ نہیں سنی۔ میرے نزدیک یوں معلوم ہوتا ہے کہ تعدد رکوع کی وجہ یہ تھی کہ جب آپ رکوع کرنا چاہتے تھے تو اس وقت ایک تجلی ہوتی تھی پس آپ کھڑے ہو جاتے تھے پھر جب آپ رکوع کا قصد فرماتے تھے پھر تجلی ہوتی تھی پھر آپ کھڑے ہو جاتے تھے اسی طرح تیسری بار یہی ہوا یہ وجہ تھی تین رکوع فرمانے کی۔ اور جو تاویل بعض نے کی ہے اور ابھی مذکور ہو چکی وہ ضعیف ہے۔

فائدہ: قال الجامع وفی شرح ابی الطیب قوله ثم رفع ثم سجد[2] سجدتین وقع فیه. (ای فی روایة ابن عباس هذا ۱۲ جامع) نقص فان مقتضاه انه قام فی کل رکعة ثلث مرات ولم یصرح بالرکوع فی المرة الثالثة وانما قال ثم رفع والمعروف من هذا الطریق ان قیامه ورکوعه فی (ای بعده ۱۲ جامع) کل رکعة اربع مرات هکذا هو عند مسلم وابی داؤد والنسائی قالوا فیه قرأثم رکع ثم قرأ ثم رکع ثم قرأ ثم رکع ثم قرء ثم رکع ثم سجد قال فلعله سقط من روایة المصنف ذکر القیام الرابع والرکوع قاله العراقی اه. احیاء السنن میں یہ باب ضرور دیکھنا چاہئے وہاں اس کی پوری تحقیق ہے۔

فائدہ: فی شرح السراج وگفت ابن القیم نقل نشدہ گشتہ است از آنحضرت کہ نماز گذاردہ در کسوف قمر بجماعت لیکن حکایت کردہ است ابن حبان در سیرۃ کہ خسوف قمر در سنہ پنجم شدہ بود از ہجرت پس نماز گذارد آنحضرت ہمراہ یاراں وآں اول نماز بود کہ نماز گذارد (امام الحدیث ۱۲ جامع) آنحضرت در کسوف اہ قلت ولکن اللہ تعالیٰ اعلم بسندہ۔

باب ماجاء فی صلوٰة الخوف

قوله عن سالم عن ابیه الخ: امام صاحبؒ کے نزدیک یہی طریقہ صلوٰۃ الخوف کا ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے اور یہ طریقہ اولیٰ ہے ورنہ جائز۔ جمیع طرق ثابتہ سے ہے وقد نقل الشامی **عن المستصفی ان کل ذلک جائز والکلام فی الاولی**...... اور نسائی میں بارہ روایتیں ہیں جو امام صاحبؒ کی مؤید ہیں۔ اور امام احمدؒ کا بھی یہی مذہب ہے کہ سب طرق مرویہ ثابتہ سے ان کے نزدیک یہ نماز جائز ہے۔ وجہ اختلاف مذاہب کی یہی ہے کہ یہ نماز مختلف طریقوں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے پس جو طریق جس کے نزدیک راجح معلوم ہوا اس کو اس نے اختیار کرلیا اور محدثین نے لکھا

---

[1] قولہ سراً ہے الخ مگر خسوف قمر کی نماز رات کو بغیر جماعت کے پڑھی جاتی ہے اس میں امام صاحبؒ کے نزدیک جہر جائز ہے۔ (حمید)

[2] لیس لفظ ثم رفع فی نسخة. دیارنا. ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ بیس[1] طرح آپ سے یہ نماز منقول ہے۔ دو طریق یہ جو ترمذی میں ہیں اور اٹھارہ طریق اور ان کے سوا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف طور پر پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے مثال مصاحبان سلاطین کی ہے اور ہم لوگ مثل رعایا کے ہیں مصاحبوں کا یہ کام ہوتا ہے کہ بادشاہ مزاج شناس ہوتے ہیں جس وقت جیسا رخ سلطان کا پاتے ہیں اس کے موافق امور انجام دیتے ہیں اور ان کے لئے کوئی قاعدہ مقرر نہیں ہوتا ہے اور رعایا کا قاعدہ معین ہوتا ہے اس کے موافق اس کو کرنا لازم ہے پس حضور بھی حضرت ذوالجلال والاکرام کے دربار عالی کے مصاحب ہیں لہٰذا جس وقت جیسا موقع دیکھا اس طرح اپنے مالک کی خدمت بجالائے اور ہم لوگوں کے لئے قاعدہ وضابطہ مقرر ہے پس ہم کو اسی حد کے اندر رہنا چاہئے۔

اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جس قدر اذکار واشغال ہیں وہ سب غیر مقید ہیں۔

باب ماجاء في سجود القرآن

قوله عن ابي الدرداء الخ

امام مالک کا یہی مذہب ہے کہ قرآن مجید میں سجود التلاوۃ گیارہ ہیں لیکن اس حدیث میں کوئی حصر کا لفظ نہیں ہے جو گیارہ سے زائد کی نفی کرتا ہو یہاں تو وہ خود اپنا واقعہ بیان کر رہے ہیں اور یہ امر بعید نہیں کہ ان سجود سے زیادہ وان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتفاق نہ ہوا۔ اور سورے مفصل میں بھی امام مالکؒ کے نزدیک سجدہ نہیں ہے اُن کو حدیث سجدہ مفصل نہ پہنچی ہوتی اور کیا کہا جاوے۔ انتہی التقریر

قال الجامع قال ابو عيسى حديث غريب فظاهره الغرابة فقط ولكن فهم العلامة ابن العربي الضعف فلعله بانضمام قرينة اخرى فان الغرابة منفردة لاتستلزم الضعف فقال الاسناد ضعفه ابو عيسى وقطعة بان رواه عن عمر الدمشقي اه ولعل القرينة والله تعالى اعلم تكلم البعض في سعيد هذا ففي شرح ابي الطيب عن التقريب صدوق ولم ارلا بن الحزم في تضعيفه سلفا الا ان الساجي حكى عن احمد انه اختلط اه وفي السند الثاني راو مجهول كما هو مذكور في الترمذي فقوله هذا اصح محمول على كونه اضافيا لايدل على كون الحديث باعتبار نفسه صحيحا بل حسنا فضلا عن ان يكون اصح تامل والاحاديث القوية في مسائل سجود التلاوة ذكرت في احياء السنن

باب في خروج النساءِ

قوله ايذنوا للنساء بالليل الى المساجد. اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی یہ حکم ہوگیا تھا کہ عورتیں دن کو مسجد میں نہ آنے پاویں۔

فائدہ: اور صبح کی نماز میں جو عورتوں کی شرکت حدیث میں آئی ہے تو ظاہر یہ ہے کہ وہ شرکت قبل نہی تھی یا صبح کو عشا رات

---

[1] لم اره عد ذلک الحافظ ابن حجر في التلخيص باربعة عشر نوعا ثم ساق مخارجه مجملا وقال ابن العربي في شرح الترمذي وقد اديت عن النبي صلى الله عليه وسلم فيها روايات كثيرة اصحها ستة عشر روايات هي مختلفة كلها جلد ۲ ص ۲۹۷

besturdubooks.wordpress.com

کہا جائے کیونکہ اس وقت اُجالا کم ہوتا ہے۔ اہل فسق پڑے سوتے ہیں اور چونکہ احکام پردہ کے ابتداء اسلام میں نہ تھے۔ اس لئے ظاہر یہ ہے کہ پہلے عورتیں سب نمازوں میں شامل ہوتی ہوں گی پھر دن کی حاضری سے منع کر دیا گیا وفی حاشیة الشروع الاربعة عن عقود الجواهر ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن الشعبي عن ابن عمران النبي صلى الله عليه وسلم رخص في الخروج لصلوة الغداة والعشاء الأخرة للنساء فقال رجل لابن عمر اذن يتخذونه وغلا فقال ابن عمر اخبرک عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وتقول هذا هكذا رواه ابو يوسف عنه اھ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی عورتوں کے لئے گھر میں نماز پڑھنا افضل تھا جیسا کہ احادیث میں عورتوں کے گھر میں نماز پڑھنے کی فضیلت وارد ہونے سے ظاہر ہے گو مسجد میں جانا جائز تھا اور لا تمنعوا میں امر کا صیغہ استحباب کے لئے معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ مسجد میں جانا عورتوں کے لئے ضروری تو ہے نہیں پس وہاں جانے کی اجازت دینا محض تطییب قلب ہے اور غالبًا یہی معنی ابنؓ ابن عمر نے سمجھے تھے اور حضرت ابن عمرؓ کو چونکہ اتباع سنت کا نہایت درجہ اہتمام تھا اس لئے انہوں نے ظاہری مراد وجوب لیا۔ اور اسی بناء پر صاحبزادہ پر انکار فرمایا وہ بھی استحباب کے قائل ہوں لیکن چونکہ عنوان صاحبزادہ کا بظاہر مقابلہ کا سا تھا۔ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور تفصیل و توضیح تھی نہیں اس لئے ان پر انکار فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وقوله فعل الله بک قال ابو الطيب اى فعل الله بک ماتكره قوله وفعل اى وقد فعل بک جملة معترضة ذكرت للتفاول في الاستجابة اھ قاله الجامع عفي عنه

باب في كراهية البزاق في المسجد

قوله عن طارق الخ: یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسجد کا ارشاد فرمایا ہے یعنی اگر میدان یا جنگل میں یا اور کہیں علاوہ مسجد کے نماز پڑھے وہاں کا یہ ادب ہے اور داہنی طرف تھوکنے سے بوجہ ادب ملک یمین کاتب حسنات کے منع فرمایا اور یہ حکم اس کے لئے ہے کہ تھوکنے پر مضطر ہو اور مسجد میں تھوکنا تو گناہ ہے پھر وہاں کیسے اجازت ہو سکتی ہے اگر وہاں سخت مجبوری ہو تو اپنے کپڑے میں تھوک لے اور مل ڈالے تاکہ مسجد ملوث نہ ہو۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے پر تھوکا اور پھر مل ڈالا اور فرمایا کہ اس طرح تھوکا کرو۔

باب ماجاء في السجدة في النجم

قوله ابن عباس الخ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو سجدہ اس وجہ سے کیا کہ آپ پر واجب تھا۔ اور مسلمین جن وانس نے آپ کی اتباع کی وجہ سے کیا۔ رہے مشرکین جن وانس ان پر آپ نے تصرف فرمایا اس وجہ سے وہ سجدہ کرنے پر مضطر ہو گئے۔ وفیہ اثبات التصرف اور اس باب میں ایک قصہ مشہور ہے کہ شیطان لات وعزیٰ کے ذکر کے بعد جو اس صورت میں ہے اپنی طرف سے کچھ مضمون مفید مشرکین ملا دیا تھا اس لئے مشرکین نے بھی سجدہ کیا۔ سو یہ قصہ موضوع ہے

لے چنانچہ سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، صلوة المرأة بيتها افضل من صلوتها في حجرتها وصلوتها في مخدعها افضل من صلوتها في بيتها. (ابی داؤد ص ۸۴) عبدالقادر عفی عنہ

besturdubooks.wordpress.com

شیطان کا۔ اگر نبی کے پاس دخل ہوتو سارا کام درہم برہم ہو جاوے[1]۔

باب ماجاء فی من لم یسجد فیه

قوله عن زید بن ثابت الخ: جولوگ سجدہ تلاوت کوواجب کہتے ہیں وہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ آپ کو موقع نہ ملا ہوگا اس وقت سجدہ کرنے کا اس وجہ سے آپ نے نہیں کیا یا آپ کو اس وقت وضو نہ ہوگا اور آپ نے پھر کرلیا ہوگا اور واجب علی الفور تو ہے نہیں جو فوراً کرتے اور یہی جواب ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا۔

باب ماجاء فی السجدة فی صٓ

قوله ولیست الخ: امام صاحب کے نزدیک یہ سجدہ نیز تمام سجدے تلاوت کے واجب ہیں اور اس سجدہ کے وجوب کی دلیل قرآن مجید کی ایک آیت[2] ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ ہم نے ہدایت کی موسیٰ اور یعقوبؑ اور داؤد علیہم السلام کو۔ اور یہ سیدھی راہ ہے تم اس کا اقتداء کرو۔ اللہ تعالیٰ نے امر کا صیغہ ارشاد فرمایا ہے اور امر رب اصل میں وجوب کے لئے ہوتا ہے پس اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر سجدہ فرمایا کرتے تھے اور ابن عباسؓ کا قول معارض آیت کے نہیں ہوسکتا نیز حدیث ذیل سجود تلاوت کے وجوب کی دلیل ہے فی الزیلعی **اخرج مسلم فی الایمان عن ابی هریرة مرفوعا اذا قرأ ابن ادم السجدة فسجد اعتزل الشیطان یبکی یقول یا ویلی امر ابن ادم بالسجود فسجد وامرت بالسجود وابیت فلی النار فظاهر الامر الوجوب** ۔ اور یہ جو حافظوں میں مشہور ہے کہ بعض سجدہ کلام اللہ کا فرض ہے اور بعض واجب ہے اور بعض سنت ہے سو یہ تقسیم غلط ہے سجود تلاوت تمام امام صاحب کے نزدیک واجب ہیں[3] اور امام شافعیؒ صاحب کے نزدیک سنت ہے۔

باب فی السجدة فی الحج

قوله عن عقبة بن عامر الخ

امام صاحب کے نزدیک سورۂ حج میں سجدہ تلاوت ایک ہے اور دوسرا سجدہ تعلیمیہ ہے وھو مروی عن ابن عباس لیکن حدیث مرفوع اس باب[4] میں صحیح ثابت ہوئی ہے۔ چنانچہ احیاء السنن میں اس کی سند پر پوری بحث ہے۔ اس لئے دونوں سجدے واجب[5] ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ امام صاحب کو یہ حدیث پہنچی نہیں اور مسئلہ کی پوری تحقیق احیاء السنن میں ہے۔ اس ضرور ملاحظہ ہو **وفی قوله فلا یقرأهما دلیل علی وجوب السجدة**

فائدہ: قال الجامع لعل الترمذی صعف الحدیث بابن لهیعة فانه مختلف فیه ولکن صحح احمد

---

[1] یہ قصہ مختلف کتب میں ہے اور ترمذی مطبوع کے حاشیہ پر لمعات سے مفصلاً منقول ہے ۱۲ جامع [2] قولہ آیت ہے۔ وہ آیت سورۃ انعام میں ہے اولئک الذین هدی الله فبهدهم اقتده۔ (عبدالقادر عفی عنہ) [3] پس باعتبار تحقیق پندرہ سجدہ تلاوت ہیں ۱۲ جامع

[4] برہان میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ سورۂ حج کا پہلا سجدہ تلاوت کا ہے دوسرا تلاوت کا نہیں ہے بلکہ وہ سجدہ صلوۃ ہے۔ (حاشیہ کوکب) پس احتیاط اس میں ہے کہ نماز میں یہ سجدہ مستقلاً نہ کیا جائے بلکہ آیت پر رکوع کرلیا جائے۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

حدیثه وروی عنه مسلم والاختلاف غیر مضر وفی قوت المغتذی قال العراقی یحتمل ان المراد فضلت علی سائر السور وعلی السور التی فیها سجود التلاوة قال والثانی اولٰی لثبوت تفضیل سورة الفاتحه ۱ھ

باب ماجاء مایقول فی سجود القراٰن

قوله حدیث غریب فی شرح ابی الطیب قال ابن حجر لکنه صححه الحاکم وحسنه غیره ۱ھ زاده الجامع عفی عنه

باب ماذکره فی من فاته حزبه من اللیل فقضاه بالنهار

قوله من نام عن حزبه الخ: یعنی جس شخص کا شب کا وظیفہ بوجہ عذر کے خواہ وہ نماز ہو یا تلاوت یا ذکر قضا ہو جاوے اور وہ ظہر اور فجر کے درمیان پڑھ لے تو اس کو پورا ثواب ملے گا جیسا کہ رات کے پڑھنے سے ملتا تھا۔

باب ماجاء فی الذی یصلی الفریضة ثم یؤم الناس بعد ذٰلک

قوله عن جابر الخ: اس حدیث سے امام شافعی نے استدلال کیا ہے جواز وصحت اقتداء مفترض خلف المتنفل پر کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر پھر اپنی قوم کی امامت فرماتے تھے اور حنفیہ کے نزدیک یہ اقتداء صحیح نہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ حضرت معاذ حضورؐ کے ساتھ (فیہ نظر قوی ۱۲ جامع) فرض ہی کی نیت کرتے تھے ممکن ہے کہ وہ حضورؐ کے ساتھ نفل کی نیت کرتے ہوں (فیہ نظر قوی ۱۲ جامع) اور دوسرے[1] یہ بات ہے کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ امام ضامن ہے اور امام ضامن جب ہی ہو سکتا ہے جب امام اور مقتدی[2] کی نماز مشترک ہو ورنہ لازم آئے گا کہ اگر امام بغیر وضو نماز پڑھائے تو وہ خود تو گنہگار رہو اور اس کی نماز صحیح نہ ہو لیکن مقتدیوں کی نماز صحیح ہو جائے حالانکہ یہ کسی کا مذہب بھی نہیں ہے پس معلوم ہو گیا کہ مقتدی اور امام کی نماز میں اتحاد ہونا ضرور ہے۔ یعنی اگر مقتدی فرض پڑھتا ہو تو امام کی نماز بھی فرض ہی ہو۔ اور مثلاً مقتدی کی نماز ظہر کی ہو تو امام کی نماز بھی ظہر کی[3] ہو۔

باب ماذکر من الرخصة فی السجود علی الثوب فی الحر والبرد

قوله علی ثیابنا: یہاں کپڑوں سے وہ کپڑے مراد ہیں جن کو مصلی پہنے ہوئے ہو اور ضرورت میں ایسا کرنا جائز ہے کچھ مضائقہ نہیں

قال الجامع قوله فقد روی هذا الحدیث وکیع الخ تقویة للحدیث ومعناه روی وکیع عن خالد بن عبدالرحمٰن کما روی عنه ابن المبارک وفی قوت المغتذی احمد بن محمد هو ابن موسٰی

---

[1] ایک جواب یہ بھی ہے کہ ابتدائے اسلام میں ایک فرض کو دو دفعہ پڑھنا درست تھا۔ یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے (کوکب) عبدالقادر عفی عنہ۔ [2] اگر کہا جائے کہ اقتداء متنفل بالمفترض میں اقتداء صحیح ہے باوجود یکہ اتحاد فی صلوٰتین نہیں پھر یہ تضمن صلوٰۃ الامام لصلوٰۃ المقتدی جو مفاد ہے الامام ضامن کا۔ کیسے صحیح ہوگی تو جواب یہ ہے کہ بظاہر جب امام کی فرض نماز متضمن مقتدی کی فرض نماز کو ہے اور فرض کا رتبہ اعلیٰ ہے تو مقتدی کی نفل نماز کا تضمن بطریق اولیٰ ہوگا اور گویا لزوم ادنیٰ کا اعلیٰ کو متحقق نہیں لیکن حاوی ضروری ہے۔ ۱۲ جامع۔ [3] احیاء السنن میں یہ مسئلہ تفصیلاً مع تحقیق اسانید احادیث واردہ فی الباب ذکر کیا گیا ہے ۱۲ جامع۔

besturdubooks.wordpress.com

المروزی السمساریلقب مردویه وترک بیانه لانه مشهور بالروایة عن ابن المبارک ۱ھ

باب ماذکر فی الالتفات فی الصلوٰة

قوله کان یلحظ الخ (علی زنة یفتح ۱۲ جامع)

داہنے بائیں اس طرح سے دیکھنا جائز ہے کسی ضرورت کی وجہ سے مثلاً سانپ کی کچھ آہٹ سنے تو اس طرح دیکھ لے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی امت کے معالج تھے جہاں کہیں کسی نے نماز میں گڑبڑی کی آپ نے فوراً دیکھ لیا پھر نماز کے بعد اُن کی اصلاح[1] کردی اور یہ معنی تو باعتبار ظاہر کے ہیں اور دوسرے معنی جن کا تعلق حقیقت سے ہے یہ ہیں کہ کلام اللہ میں جو ہے فثم وجه الله یہ خاص آپ ہی کے واسطے ہے سو اگر آپ قبلہ کی طرف پشت پھیر کر کھڑے ہو جائیں تو قبلہ وہیں آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہو جائے اور قبلہ کوئی اس پتھر کا نام تھوڑا ہی ہے بلکہ تجلی حق سبحانہ، تعالیٰ کا نام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرف کھڑے ہوتے تھے وہیں تجلی ہونے لگتی تھی۔ لیکن ہم لوگوں کو یہی چاہئے کہ سامنے نگاہ رکھیں انتہی التقریر۔

قوله فان الالتفات هلكة الخ جامع کہتا ہے کہ یہ حدیث محمول ہے التفات بلا ضرورت پر اور فان کان لابد۔ الخ محمول ہے بیان اہتمام فرائض پر یعنی فرض ہے التفات سے بچنے کا زیادہ اہتمام کرے۔ بہ نسبت نوافل کے یہ غرض نہیں ہے کہ فرائض میں منع اور نوافل میں جائز ہے کیونکہ جب علت ضرورت مشترک اور عام ہے فرائض و نوافل میں تو معلول اجازت کا مشترک اور عام ہونا بھی لازم ہے۔

باب ماذکر فی الرجل یدرک الامام ساجدا کیف یصنع

قوله هذا حدیث غریب. وفی شرح ابی الطیب قال النووی ضعیف قلت لعل الضعف من جهة حجاج بن ارطاة فانه مختلف فیه وقد ذکر فی احیاء السنن من وثقه وفی حاشیة الشروح الاربعة روی له الترمذی فی جامعه هذا فی موضع اخر وقال حدیث حسن اھ قلت ان الاختلاف فی التوثیق غیر مضر.

باب کراهیة ان ینتظر الناس الامام وهم قیام عند افتتاح الصلوٰة

قوله وقال بعضهم الخ

جو لوگ قدقامت الصلوٰة پر اللہ اکبر کہتے ہیں اس کی اصل ہمیں تو کہیں معلوم نہیں ہوئی۔ یوں چاہئے جبکہ مؤذن کہے حی علی الصلوٰة اس وقت کھڑے ہوں۔ درصورت عدم[2] موجودگی امام۔

فائدہ: جامع کہتا ہے کہ قدقامت الصلوٰة پر تکبیر تحریمہ کہنا اس کا پورا بیان احیاء السنن میں ہے وہ ضرور ملاحظہ ہو۔

---

[1] اب کسی پیر کو مریدوں کی اصلاح کے لئے ایسا کرنا ممنوع ہے اس لئے کہ اس زمانہ میں ابتداء اسلام کی وجہ سے تشہیر احکام کی قولاً و فعلاً سخت حاجت تھی جواب مرتفع ہے فاحفظ ۔۱۲ جامع [2] قوله عدم موجودگی الخ یعنی اگر امام تکبیر کے وقت مسجد میں موجود ہو تو شروع اقامت میں کھڑا ہو جانا چاہئے تاکہ اقامت کے اختتام تک صفیں درست ہو جائیں۔ عبد

besturdubooks.wordpress.com

اور وجہ ممانعت عن القیام امام کی عدم موجودگی میں یہ ہے کہ اگر کوئی عارض پیش آ گیا اور امام کو آنے میں دیر ہوئی تو مقتدیوں کو تکلیف ہوگی۔ وقوله حتى تروفي خرجت من رؤية العين وخرجت حال من ياء المتكلم بتقدير قدوفي شرح ابی الطیب وهذا يدل على جواز تقديم الاقامة على خروج الامام نقله الطيبي اھ

اب یہ امر باقی رہا کہ جب تکبیر قبل از خروج امام جائز ہے۔ اور مسنون طریقہ تکبیر کا قیام کے ساتھ ہے اور مقتدیوں کو قبل خروج امام قیام منہی عنہ ہے تو مکبر تو کھڑا ہوگا ہی، پھر بعد فراغ از اقامت اگر امام کے آنے میں توقف ہو تو مکبر مثل دوسرے مقتدیوں کے بیٹھ جائے یا کھڑا رہے تو ظاہر دفع حرج اور علت نہی عن قیام الماموین قبل رؤیۃ الامام یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیٹھ جاوے۔

ولم اره ولا ارجوه فليتبع في الفقه وشروح الاحاديث

باب ماذكر في الثناء على الله والصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم قبل الدعا

قوله فلما اجلست الخ قلت الظاهرانه الجلوس بعد الفراغ عن الصلوٰة وحمل الجلوس على قعدة الصلوٰة والثناء على التشهد احتمال بعيد عندي والله تعالىٰ اعلم وفي شرح ابي الطيب قوله سل تعطه بضم التاء المثناة من فوق على بناء المجهول والهاء اما للسكت كقوله حسابيه واما ضمير للمسئول عنه لدلالة سل عليه اھ

باب ماذكر في تطيب المساجد

قوله امر النبي صلى الله عليه وسلم الخ: دار احاطہ کو کہتے ہیں اور بیت کوٹھری کو اور منزل صحن وغیرہ کو انتہی التقریر قال الجامع فی شرح السراج وان محلف وتطیب وامر کرد کہ پاکیزہ داشتہ شوند مسجد ہا وخوشبو گردانیدہ شوند وفیہ ایضا وہذا اصح الخ وایں حدیث کہ مرسل ست اصح ست از حدیث اول وفی قوت المغتذی قال العراقی فسر ابن عیینۃ الدور فی الحدیث بالقبائل ومنہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر دور الانصار الحدیث ففسر قبائل الانصار بالدور اھ

باب ماجاء ان صلوٰة الليل والنهار مثنى مثنى

عن ابن عمر الخ. قوله عن ابن عمر الخ

امام شافعی کا مذہب تو یہی ہے کہ دو دو رکعت پر سلام پھیرا جاوے اور امام صاحب فرماتے ہیں کہ دو دو رکعت کے بعد تشہد مراد ہے اور وجہ یہ ہے کہ جو عبادت مشقت سے ہوتی ہے اس کا اجر زیادہ ہوتا ہے اس لئے چار چار رکعت پڑھنا افضل ہے۔ اور صلوٰۃ النہار کا ذکر اگر حدیث میں ہوتا تو حضرت ابن عمر اس پر ضرور عمل کرتے اس سے معلوم ہوا کہ حدیث میں فقط صلوٰۃ اللیل کا ذکر ہے۔ انتہی...... جامع کہتا ہے کہ اس مسئلہ کا مفصل بیان احیاء السنن میں ہے بقدر ضرورت شدیدہ اپنی رائے

besturdubooks.wordpress.com

ناقص اور کچھ اشاد میں گفتگو نقل کرتا ہوں جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے چار کا پڑھنا فعلاً ثابت ہے اور دو کا پڑھنا بھی ثابت ہے اور قولاً ایک قاعدہ کلیہ صلوٰۃ اللیل والنہار مثنٰی مثنٰی ثابت ہے، اور اس قاعدہ سے فرائض و واجبات و سنن مؤکدہ خارج ہیں۔ دوسری دلیلوں سے اور محض بناء علی المشقۃ حدیث کی تاویل کرنا جیسا آج ظاہر ہے۔ پس سہل طریق یہ ہے کہ کہا جاوے چار رکعت اور دو دو رکعت دونوں طرح نوافل درست اور غیر مکروہ ہیں لیکن افضل دو دو رکعت ہیں کیونکہ قاعدہ کلیہ اس کے بارہ میں وارد ہی ہے جو بحیثیت قاعدہ و حدیث قولی ہونے کے قوی ہے اور فعل اس درجہ کی قوت نہیں رکھتا۔

اور سند حدیث کی احقر کی رائے میں اس کی صحت راجح ہے اگر چہ اس سند میں کلام کیا گیا ہے لیکن میرے نزدیک وہ کلام قابل اعتماد نہیں۔ اور تعلیق حسن میں اس کی تصحیح بیہقی سے نقل کی ہے ونص البیہقی فی التعلیق ہذا حدیث صحیح وعلی البارقی احتج بہ مسلم والزیادۃ من الثقۃ مقبولۃ اھ...... اور صاحب تعلیق کا تعقب اس قول پر رادللحدیث نہیں ہوسکتا۔ اور کوئی دلیل[1] شافی اس وقت تک نہیں ملی جو حدیث کے ترک کو مستلزم ہو۔

باب كيف كان يتطوع النبي ﷺ بالنهار

قوله من اطاق ذلك منافي شرح ابي الطيب اى فعل فمن مبتدأ وخبره محذوف اه قلت هذا الحديث يدل على الفرق والتباين بين صلوة الاشراق وبين صلوة الضحى وقوله على الملئكة المقربين والنبيين والمرسلين يدل على ان المراد بالتسليم هو التشهد فان السلام للفراغ لايكون عليهم فافهم. زاده الجامع عفى عنه

باب في كراهية الصلوٰة في لحف النساء

قوله لا يصلي في لحف نسائه: وجہ اجتناب یہ ہے کہ عورتوں میں پوری احتیاط نہیں ہوتی اس لئے نجاست کا احتمال باقی رہتا ہے خصوصاً جو بچوں والی عورتیں تو بہت گڑبڑ رہتی ہیں وہاں احتیاط اور زیادہ مناسب ہے گو اپنی عورتوں کے کپڑوں[2] میں نماز جب تک نجاست متیقن یا کالمتیقن نہ ہو جائز ہے لیکن اولیٰ یہی ہے کہ ان کپڑوں میں نہ پڑھے اور آپ بھی اسی وجہ سے نہیں پڑھتے تھے۔ اور لحاف کے معنی ہیں جو کپڑا بدن سے لپٹا ہو اور ہندوستان میں اس کے معنی خاص ہیں لیکن یہاں مراد عام ہے۔

فائده: قال الجامع وفي قوت المغتذى بضم اللام والحاء جمع لحاف بكسر اللام وهي الملحفة اللباس الذى فوق سائر اللباس من دثار البرد ونحوه قاله فى المحكم.

اور جو لباس عورتوں کی بدن سے ملا ہوا ہو۔ اس کا بھی یہی حکم ہے اور ممکن ہے کہ علت لحف نساء میں نماز نہ پڑھنے کی یہ بھی ہو کہ عورتوں کے چادر وغیرہ میں نماز پڑھنے سے حضور قلب میں خلل کا احتمال ہے کیونکہ عورت کے ساتھ کپڑا ملنے سے جو

---

[1] قولہ دلیل شافی الخ مگر اس میں نظر ہے کیونکہ صحیحین میں یہ حدیث ہے مگر اس میں النہار کا لفظ نہیں ہے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں ثقات کی روایت میں النہار کا لفظ نہیں ہے۔ دارقطنی فرماتے ہیں النہار کا لفظ وہم ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کے شاگردوں میں سے ازدی کے علاوہ اور کوئی النہار کا لفظ ذکر نہیں کرتا۔ امام طحاوی کے نزدیک بھی یہ لفظ درست نہیں۔ پس ان دلائل کی بناء پر اس روایت کو چھوڑا جا سکتا ہے۔ علامہ نیمویؒ آثار السنن کے حاشیہ میں محققانہ کلام فرمائی ہے۔ من شاء فلیراجع۔ (عبد القادر عفی عنہ) [2] یعنی وہ کپڑے جو عورتوں کے ساتھ مخصوص نہ ہوں۔ ورنہ تشبہ کی وجہ سے ان کا پہننا جائز نہ ہوگا گو پاک ہوں۔ ۱۲ جامع۔

besturdubooks.wordpress.com

خاص بوعورت کی پیدا ہو جاتی ہے اس کی وجہ سے عورتوں کا خیال آنے کا احتمال ہے فافہم۔
وفي عارضة الاحوذي للعلامة ابن العربي المالكي تلميذ الامام العلام الغزالي قدس سره وقد رويت عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم رخصة في ذلك كما جاء في حديث ابن عباس اذبات عند النبي صلى الله عليه آله وسلم قال فقام فتوضأ ثم اخذ طرف ثوب ميمونة فصلى به وعليها بعضه واصح من ذلك ماثبت عند كل فريق ومن كل طريق ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يصلي و عائشة في قبلته فاذ اسجد غمزني فقبضت رجلي فاذا قام بسطتهما والبيوت يومئذ ليس فيها مصابيح ولم يومئ[1] لحانها اوالسجود عليها موثرا في صلاته اھ

باب مايجوز من المشي والعمل في صلوٰة التطوع

جامع کہتا ہے کہ اس باب میں جو حدیث ہے اس سے بقرینہ بیت یہ معلوم ہوا کہ وہ نماز نفل تھی۔ نیز ایک روایت میں حضرت عائشہؓ سے یصلی تطوعا وارد بھی ہے کما قالہ ابوالطیب۔ لیکن عمل قلیل ہر نماز میں جائز ہے خواہ فرض ہو یا نفل چنانچہ حدیث ذیل اس پر دال ہے کیونکہ مطلق ہے اور یہ حدیث مع شرح پہلے بھی گزر چکی ہے عن معيقيب قال سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن مسح الحصى في الصلوٰة فقال ان كنت لابد فاعلا فمرة واحدة صححه الترمذي اور لیکن ضرورت کے وقت غیر مکروہ اور بلاضرورت مکروہ ہے اور ضرورت کا شدید ہونا شرط نہیں جیسا کہ فتح باب سے جو اس حدیث میں مذکور ہے ظاہر ہے۔

باب ماذكر في قرأة سورتين في ركعة

قوله عن الاعمش الخ

یعنی نظائر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ ہمیشہ دو سورتیں ایک رکعت میں پڑھا کرتے تھے آپ نے کسی روز ایسا کیا ہوگا۔ حضرت ابن مسعود یہ سمجھ گئے کہ آپ روزمرہ ایسا ہی عمل فرماتے ہیں پس یوں ہی روایت فرمادیا جو ترتیب کلام اللہ میں آج کل ہے۔ اگر کوئی شخص اسکے خلاف تلاوت کرے یعنی تقدیم اور تاخیر سورۃ میں کرے جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے مثلاً پہلے سورۃ آل عمران پڑھے پھر سورۂ بقرہ پڑھے تو جائز مگر خلاف اولیٰ ہے اور آیات میں خلاف ترتیب پڑھنا ناجائز ہے مثلاً کوئی سورہ آل عمران کی اول دوسری آیت پڑھے اور پھر پہلی آیت پڑھے تو یہ منع ہے اور کلام اللہ کو الٹا لکھنا بھی ناجائز ہے[2]۔

فائدہ: جامع کہتا ہے کہ شرح سراج میں ہے۔

وجواب نداد اور ابن مسعود دانست کہ ایں در سوال خود مستر شد نیست وغرض او تعلم نیست بلکہ مجادل ست برائے ہمیں جواب نداد او را اھ

---

[1] یہ روایت مقصود کے اثبات میں صریح نہیں۔ (عبدالقادر عفی عنہ) [2] البتہ آخری پارہ سہولت اطفال کے لئے الٹا لکھنا جائز ہے کما سیاتی (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

احقر کہتا ہے کہ میرے فہم میں جواب نہ دینے کی وجہ یہ راجح معلوم ہوتی ہے کہ اس طرح قرآن مجید پڑھنے کو حضرت ابن مسعودؓ نے خلاف سنت سمجھا اور وہ شخص اس درجہ کا تھا نہیں کہ باوجود تجوید و ترتیل کے تمام مفصل کو ایک رکعت میں پڑھ لیتا۔ جیسا کہ صحیحین سے ابوالطیب نے اس کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں وفي الصحيحين جاء رجل الى ابن مسعود فقال له قرأت المفصل الليلة في ركعة فقال (هذا كهذا الشعر هذا لفظ البخاري ولفظ مسلم رجل من بني بجيلة يقال له نهيک بن سنان. فقال اني اقرأ المفصل في كل ركعة الحديث.

وفي رواية لسملم كيف تقرأ هذا الحرف الفاتجده اوياء من ماء غير اسنن اومن ماء غير ياسن قال فقال عبدالله وكل القران قد احصيت غير هذا قال اني لاقرا...... المفصل في ركعة فقال عبدالله هذا كهذا الشعران اقواما يقرون القران لايجاوز..... تراقيه ولكن اذا وقع في القلب فرسخ فيه نفع الحديث اه

پس اس وجہ سے اس کے سوال کا جواب حضرت ابن مسعود نے نہیں دیا

وفي شرح ابي الطيب ايضا قوله لايجاوز تراقيهم جمع ترقوقة بالفتح وهي العظيم بين النحر والعاتق وهو كناية عن عدم القبول والصعود في موضع العرض وقال النووى معناه ان قوما يقرؤن وليس خطهم من القران الامروره على اللسان فلايجاوز تراقيهم ليصل قلوبهم وليس ذلک هو المطلوب بل المطلوب تعقله وتدبره قوله السور النظائر جمع النظير وهو المثل والشبه اى السور المماثل بعضها ببعض في الطول والقصر وقال القسطلاني المماثلة في المعاني...... كالمواعظ والحكم والقصص لاالمماثلة في عدد الاى اوهي المراد لما سياتى من ذكر هن المقتضي اعتبارهن بارادة التقارب في المقدار قوله يقرن بينهن بضم الراء وكسرها اى يجمع بينهن في القرأة قوله عشر سورة من المفصل الرحمٰن والنجم في ركعة واقتربت والحاقة في ركعة والطور والذاريات في ركعة واذا وقعت والنون في ركعة وسأل سائل والنازعات في ركعة وويل للمطففين وعبس في ركعة والمدثروالمزمل في ركعة وهل اتٰى ولااقسم بيوم القيٰمة في ركعة وعم يتساء لون والمرسلٰت في ركعة والدخان واذاالشمس كورت في ركعة رواه ابوداؤد وقال جمعا هذا تاليف ابن مسعودؓ اه

اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے اکثر آپ کو یہ سورتیں پڑھتے دیکھا ہوگا اس واسطے لفظ کان سے تعبیر فرمایا۔ ہاں یہ احتمال رہا کہ نوافل میں دیکھا ہو یا فرائض میں یا دونوں میں اور آخر پارہ قرآن مجید کا الٹا لکھنا سہولت اطفال کے لئے جائز کہا گیا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

باب ماذكر فى فضل المشى الى المسجد وما يكتب له من الاجر فى خطاه (بالضم جمع خطوة ۱۲ جامع)

قوله الا اياها فى بعض الحواشي الموافق لما تقرر فى النحو ان يقال الاهي بصيغة..... المرفوع لكن الامر سهل فان ابدال الضمائر ووضع بعضها موضع بعض كو ضع المنصوب موضع المرفوع شائع ذائع فى كلام العرب اه زاده الجامع

باب ماذكر فى الصلوٰة بعد المغرب انه فى البيت افضل

قوله صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ

نوافل گھر میں پڑھنا اولی ہے کیونکہ اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی عادت تھی جیسا کہ لفظ کان اس پر دال ہے اور نوافل وسنن مسجد میں بھی پڑھنا جائز ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے لیکن گاہے ایسا ہوا ہے ہاں اگر قلب میں مکان جا کر انتشار پیدا ہونے کا خوف ہو اور طبیعت حاضر نہ رہ سکے تو مسجد ہی میں پڑھنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ انتہی التقریر۔

قال الجامع قدنبه العارف العلام قطب الدين خان الدهلوى قدس سره فى ظفر جليل مامحصله ان ترك السنة الآن صارمن شعار الروافض فمن لم يصلها فى المسجد يتهم فالسنن بهذا الزمان فى المسجد اولىٰ اه قلت فدروى البخارى فى تاريخه مرفوعا كما فى كنوز الحقائق للعلامة المناوى اتقوا مواضع التهم اه ولا يخفى ان هذا الحكم اى افضلية السنة فى المسجد مخصوص بالمواضع التى يتهم فيها والافالافضل مادلت عليه الاحاديث ولايعارض العادة النبوية الثابتة بلفظ كان مافى شرح ابى الطيب وروى ابوداوٗد عن ابن عباس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يطيل القراءة فى الركعتين بعد المغرب حتى يتفرق اهل المسجد اه لان هذا الحديث لايصرح بانه كان فى المسجد فمن الجائز الغير البعيد انه يصلى فى بيته بهذا المقدار هذا المعنى وهو الموافق لماورد من فضل النوافل فى البيت من الاحاديث القولية وقد بسطناها فى احياء السنن.

باب فى الاغتسال عند مايسلم الرجل

قوله فامره النبى صلى الله عليه وسلم الخ

یہ امر وجوب کے لئے نہیں ہے بلکہ استحباب کے لئے ہے اور علامہ ابن العربی نے امام مالک اور امام شافعی کا مذہب وجوب غسل نقل کیا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

ونصه اختلف العلماء رحمهم الله تعالٰى فى الكافر يسلم هل يلزمه غسل امر لافقال مالک والشافعي يغتسل لانه جنب وقال اسمٰعيل القاضى لاغسل عليه لان الاسلام يجب ماقبله ولو كان هذا صحيحا مالزمته طهارة الحدث لان الاسلام ايضا يجب ماقبله اه

اورعدم وجوب کی وجہ یہ ہے کہ کفار اپنے دین کے موافق جو عمل کرتے ہیں مثلاً اپنا نکاح وغیرہ شریعت...... اس کو برقرار رکھتی ہے چنانچہ بعد اسلام تجدید نکاح کی حاجت نہیں رہتی۔ اور اموال میں بھی تغیر وتبدل نہیں کیا جاتا۔ بلکہ جس طرح وہ اپنے دین کے موافق مالک قرار دیئے گئے ہوں۔ شریعت بھی اسی پر ان کو برقرار رکھتی ہے پس غسل کا بھی یہی حکم ہے کہ جب وہ اپنے دین کے موافق طاہر قرار دیئے گئے اور غسل ان پر لازم نہ ہوا باوجودیکہ جنابتیں پیش آتی رہیں۔ تو وہ ہماری شریعت میں بھی طاہر قرار دیئے جاویں گے اور جو نومسلم محل جنابت ہی نہ ہو وہاں تو کلام کرنا بہت بعید ہے اس لئے کہ وہاں تو مسلم قدیم پر بھی غسل نہیں اور عجب نہیں کہ اسی وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیل نومسلم کے جنب ہونے اور نہ ہونے کی دریافت نہیں فرمائی۔ بلکہ نفس اسلام کی وجہ سے استحباباً غسل کا امر فرمادیا۔ پس امام مالک وامام شافعی کا مطلقاً نومسلم کو جنب قرار دینا محل کلام ہے۔ رہا یہ اعتراض ابن العربی کا کہ اس سے تو لازم آتا ہے کہ طہارت حدث بھی اس کے ذمہ لازم نہ ہو سو جواب[1] اس کا یہ ہے کہ یہ اعتراض جب وارد ہوسکتا ہے جبکہ حالتِ کفر میں اُن کو وضو کی حاجت ہوتی اور ان کا عدم وضو بجائے وضو کے ان کے دین میں قرار دیا جاتا اور پھر بھی ہم ایجاب وضو کا امر کرتے جیسا کہ باوجود جنب ہونے کے حالت کفر میں ان کا عدم غسل گویا مقام غسل فی الاسلام کے قرار دیا گیا۔ پس اسمٰعیل قاضی کا یہ قول ان الاسلام یجب ما قبلہ صحیح رہا فافہم زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماذكر من سيما هذه الامة من اثار السجود والطهور يوم القيامة

قوله غر من السجود معجلون من الوضوء فى شرح ابى الطيب بضم الغين المعجمة وتشديد المهملة جمع اغر (جمع الاغر من الغرة بياض الوجه كذافى النهاية ۱۲ منه) اى ابيض الوجوه و معجلون[2] من التعجيل بتقديم الحاء المهملة على الجيم اى بيض الايدى والارجل وكان نور وجوههم اقوى واكثر فنسب الى السجود بخلاف نور الاطراف والا فالوضؤ يشمل الوجه ايضا اه زاده الجامع عفى عنه

باب ما يستحب من التيمن فى الطهور

قوله كان يجب التيمن الخ

یہ حکم ان اشیاء کا ہے جو دو دو ہوں۔ جیسے کہ ہاتھ پیر اور جو فقط ایک ہی ہو مثلاً منہ وہاں یہ حکم نہیں ہے نیز یہ حکم عمدہ چیزوں کے ساتھ خاص ہے۔ جیسے وضو کرنا۔ مسجد میں جانا اور مسجد سے نکلتے وقت اور پاخانہ میں جانے کے وقت بایاں پیر اول رکھنا چاہئے۔

---

[1] قولہ جواب الخ ممکن ہے کہ ابن عربی کی مراد حدث سے نجاست ظاہرہ ہے جیسا کہ منی اور پیشاب وغیرہ پس جواب مذکور نہیں چل سکے گا۔ عبد

[2] معہ عندی علی زنۃ اسم المفعول ۱۲ منہ

besturdubooks.wordpress.com

فائدہ: قال الجامع مسجد میں جاتے کے وقت داہنا پیر پہلے رکھنا اور نکلتے وقت بایاں پیر پہلے نکالنا مسلم سے تعلیم الدین میں منقول ہے۔

باب ذکر قدر ما یجزئ من الماء في الوضوء

قوله وطلان من ماء في شرح السراج

مقصود ازیں تعیین وتحدید نیست کہ بزیادت وکم ازاں درست نباشد بلکہ تمام شستن اعضا است بے اسراف بہر قدر کہ باشد ومقدار کفایت رواں گردانیدن آب ست بر عضوہای اھ۔

قلت فان ماء الوضوء يزيد و ينقص بدله باعتبار ضخم الاعضاء ومخفها وايضاباعتبار المستعملين فلا يعتبر التحديد فافهم وفي شرح ابي الطيب قوله كان يتوضأ بالمكوك وهو كتنور قال في تيسير الوصول المكوك المد[1] انتهى ويؤيده ما اخرج ابوداؤد بسنده عن عائشة رضي الله تعالى عنها ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يغتسل بالصاع ويتوضأ بالمدو المكاكي جمع مكوك على ابدال الياء من الكاف الاخيرة ويختلف مقداره باختلاف اصطلاح الناس عليه في البلاد كذا في النهاية اه زاده الجامع عفي عنه

باب ماذكر في نضح بول الغلام الرضيع

قوله ينضح الخ

امام صاحب کے نزدیک تو لڑکی اور لڑکے کے پیشاب میں کچھ فرق نہیں ہے دونوں کو دھونا چاہئے اور نضح بمعنی غسل خفیف کے ہے اور امام صاحب کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں بول سے بچنے کی مطلقاً ممانعت آئی ہے اور دیگر ائمہ کا یہی مذہب ہے جو ظاہر حدیث میں ہے یعنی لڑکے...... رضیع کے (قد ذکر فی احیاء السنن ۱۲ جامع)...... پیشاب کو دھونا ضرور نہیں فقط اس پر پانی چھڑک دیا جاوے اور رضیعہ لڑکی کا بول دھویا جائے اور وجہ فرق بین البولین یہ ہے کہ لڑکی کے پیشاب میں غلاظت زیادہ ہوتی ہے جس سے بدبو زیادہ ہو جاتی ہے اور لڑکے کے پیشاب میں بو کم ہوتی ہے کیونکہ اس کے پیشاب میں حرارت زیادہ ہوتی ہے انتہی التقریر۔

وفي شرح ابي الطيب ومن لم يقل بظاهره يحمله على الغسل الخفيف ويؤيده مافي صحيح مسلم عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت اتى رسول الله صلى الله عليه وسلم بصبي يرضع فبال في حجره فدعابماء فصبه عليه والصب غالبا يستعمل في اللغسل اه...... قلت حديث الباب قاعدة كلية قولية فلا يعارضها فعلله صلى الله عليه وسلم اذا

---

[1] مقدار المد زائد على مقدار الرطلين ۱۲ جامع

---

(۱) فيه نظر لان المد طلان عند اهل العراق. عبد

besturdubooks.wordpress.com

كان التعبير عنه نصافي الغسل دون غيره فكيف اذا يحتمل غيره ايضا والتطبيق الظاهر اولٰى من ترک احد الحديثين ويمكن الجواب عن الحديث الذى ذكر فى التقريرا ستدلال الحنفية ان الاجتناب عن البول متحقق في حال النضح ايضا فان الشرع اذا جعل شيئا مطهرا فهو لا يوصف بالنجاسة التي تستلزم عدم الاجتناب عن البول واللّٰه تعالٰى اعلم.

باب ماذكر في الرخصة للجنب في الاكل والنوم اذا توضأ

قوله رخص الخ فى شرح ابى الطيب ظاهره انه لارخصة فى هذه الاشياء بلاوضؤ وقد تقدم فى كتاب الطهارة انه صلى اللّٰه عليه وسلم كان ينام وهو جنب والايمس ماء وقال النووى كما ذكرناه سابقا ان المراد به انه كان فى بعض الاوقات لايمس ماء اصلالبيان الجواز اذلوواظب عليه لتوهم وجوبه انتهى يعني ان الوضوء ليس بواجب قبل النوم وهذا الحديث يفيد عدم الرخصة فيكون النوم قبل الوضوء مكروها وكذا الاكل والشرب قبله واللّٰه اعلم اه قلت يحتمل ان يكون المراد بالرخصة هناک هي الرخصة الفعلية الحاكية عن فعله صلى اللّٰه عليه وسلم ولايخفى ان رخصة والغسل عزيمة فهذه الرخصة مقابلة لتلک العزيمة واما نومه صلى اللّٰه عليه وسلم في حال الجنابة بغير غسل ووضوء فهو رخصة ثانية ادنى من الرخصة الاولٰى ولا تكون مكروهته بهذا الاحتمال تامل زاده الجامع عفي عنه.

باب ماذكر فى فضل الصلوٰة

قوله فمن غسى. في شرح ابى الطيب من غسى فلانا اذا اتاه يعني من دخل ابوابهم اه وفيه ايضا ولايرد على من ورود الماء فالحوض مفعوله وعلي بتشديد الياء اه وفيه ايضا قولهٗ تطفئ الخطيئة لكونها تؤدى الى النار نزلت منزلة النار فعبر عن قلعها وازالتهاودفعها بالاطفاء المناسب بالنار اه وقوله لايربو لحم بنت من سحت الخ قلت محمول على مكلف اكل واستعمل مالا حراما فان من لا يوصف بالتكليف لايستحق الوعيد وقوله اولى به اى احق به وان كان مستحقا ببركة الايمان للجنة ايضا بعد الجزاء

اور صلوٰۃ کو برہان اور صوم کو سپر فرمایا گیا اور صدقہ کو پانی سے تشبیہ دی گئی۔ سو وجہ فرق ان عنوانات کی میرے نزدیک یہ معلوم ہوتی ہے کہ نماز افضل العبادات اور خاص حضوری دربار حق کا ذریعہ ہے اس لئے اس کو حصول معرفت میں خاص دخل ہے اور دلیل ورا ہبر کا کام تعریف کسی شئے کی ہوتا ہے پس نماز معرف حق ہے اور معرفت کا علو رتبہ ظاہر ہے اور صوم کو کسر خواہشات میں خاص دخل ہے اس لئے اس کو سپر کہا گیا ہے وہ دشمن کے وار سے آڑ ہو جاتی ہے اور صدقہ کا نفع چونکہ عام ہے اور روپیہ کا خرچ کرنا بہ نسبت جان خرچ

کرنے کے سہل ہے اس لئے اس کو پانی سے جس کا نفع عام اور اکثر قیمت اس کی ارزاں ہوتی ہے تشبیہ دی گئی فافہم زادہ الجامع۔

اخر ابواب الصلٰوة ابواب الزكٰوة

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم: باب ماجاء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في منع الزكٰوة من التشديد قوله فقال وهم الاخسرون في شرح ابي الطيب ذكر الضميرين غير ذكر مرجعه لكن فسره بعده بقوله هم الاكثرون فالضمير للاكثرون والتقدير الاكثرون مالاهم الاخسرون فيكون من قبيل حصر الاخسرية على الاكثر مالاوهو المطلوب واما من قال ضمير مبهم يفسره مابعده من الخبر وهو الاخسرون فلا يفيد الحصرا المطلوب لانه يصير قال الكلام هم اى الاخسرون اكثرون مالا وهو غير مطلوب لان محط الفائدة العصر لابيان ان الاخسرين منهم والله اعلم.

ويفيد هذا الحديث الشريف ان من هو اكثر ما لا اشد خسارة وقوله الامن قال استثناء منه اى من هو اكثر مالا اخسر الامن تصدق منهم في جميع الجوانب فقوله هكذا الخ كناية من كثرة التصدق فذاک ليس من الاخسرين والمراد نفى الخسارة لانفى المبالغة بل مبالغة في النفى من قبيل ليس بظلام للعبيد والتثليث[1] اشارة الى الامام واليمين واليسار والقول بمعنى الفعل لان العرب تجعل القول عبارة عن جميع الافعال فيقولون قال بيده اى اخذ وبرجله اى مشي وهكذا اشارة الي الحثي اى تصدق تصدقا كثيراً كالحثي في الجهات الثلٰث اه وفيه ايضا قوله تطاٗه باخفافها حال من ضمير جاء ته اواستيناف اى تدوسه واخفاف جمع خف المراد به رجلها الا ان الخف للبعير كما ان القدم للاٗدمی وانظف للبقر والغنم وانظباء والحافر للفرس والبغل والحمار اه

قوله اسم ابى ذرالخ في قوت المغتذى والصحيح الذى صححه المتقدمون والمتاخرون الثاني اه زاده الجامع عفي عنه.

قولہ عن الضحاک بن مزاحم الخ امام ترمذی نے الاکثرون کی تفسیر جو یہاں پر نقل کی ہے تو یہ بے موقع ہے اصل یہ ہے کہ یہ ......(تابعی مفسر ۱۲ جامع) تفسیر اس حدیث[2] میں ہے جس کا یہ مضمون ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص ایک رات میں ایک ہزار آیتیں پڑھے اس کے پاس گویا دس ہزار درہم ہیں پس یہاں اس کی روایت کا موقع نہیں نیز اس سے یہ خرابی لازم آتی ہے کہ جس شخص کے پاس دس ہزار درہم سے کم ہوں اس پر زکوۃ واجب نہ ہو حالانکہ جو شخص دوسو درہم کا مالک

---

[1] قولہ والتثلیث۔ الخ یعنی هكذا کو تین دفعہ ذکر کرنا۔عبد [2] قولہ اس حدیث الخ۔ یہ حدیث مشکوۃ ص ۱۸۷ پر ہے بحوالہ ابوداؤد، الفاظ یہ ہیں ومن قام بالف اية كتب من المقنطرين ۔(عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

ہو وہ صاحب زکوۃ ہے انتہی التقریر جامع کہتا ہے کہ یہ حدیث احقر کی نظر سے[1] نہیں گزری۔ ترمذی کے حاشیہ پر مضمون ذیل بغیر سند منقول ہے ولم اره ایضا بسنده ونصه هذا التفسير من الضحاک لحديث آخر هو قوله صلعم من قرأ الف آية كتب من المكثرين المقنطرين[2] وفسر المكثرين باصحاب عشرة آلاف درہم اھ اور یہ حدیث اگر ثابت بھی ہو اور ضحاک کی یہ تفسیر وہاں منقول ہو تب بھی احقر کے نزدیک امام ترمذی کا یہاں نقل کرنا بوجہ ادنی مناسبت کے نامناسب نہیں معلوم ہوتا۔ اور چونکہ یہ تفسیر الاکثرون کی ہے۔

پس تفسیر ضحاک سے اس موقع پر یہ لازم نہیں آتا کہ اصحاب عشرۃ آلاف ہی پر زکوۃ واجب ہو کیونکہ اس درجہ کا مالدار جو زکوۃ نہ دے اخسر ہے اور جو اس مقدار سے کم مال رکھتا ہو مگر بقدر نصاب اور پھر وہ زکوۃ نہ دے وہ خاسر ہے والظاہر ہو حمل الاخسرین علی التفضیل ہاں اگر اخسرون کے معنی خاسرین کے لئے جاویں وہو غیر ظاہر تب البتہ اشکال مذکور وارد ہوگا۔

وفی عارضة الاحوذی للعلامة ابی بکر بن العربی وانما جعله حد الكثرة لانه قيمة النفس المؤمنة وما دونه فی حد القلة وهو فقه بالغ وقدروى عن غيره وانی لاستحبه قولا واصوبه رايا اھ

باب ماجاء اذا اديت الزكوة فقد قضيت ماعليک

قوله اذا اديت زكوة مالک الخ

پہلے یہ حکم تھا کہ جب جانوروں کو پانی پلانے لے جاتے تھے تو دودھ نکال کر محتاجوں کو پلایا جاتا تھا اور گویا یہی پہلے زکوۃ تھی پھر جب حق مالی خاص طریق پر مقرر کر دیا گیا تو وہ حکم منسوخ کر دیا گیا۔ پس یہ مطلب ہے حدیث کا اور یہ غرض نہیں ہے کہ سوائے زکوۃ کے اور کوئی حق مال میں نہیں انتہی التقریر۔ جامع کہتا ہے کہ زکوۃ کا ناسخ ہونا بعض حقوق سابقہ کو میری نظر سے کسی حدیث میں نہیں گزرا۔ البتہ ابوداؤد میں یہ الفاظ تو ضرور ہیں عن ابی هريرة عن النبیؐ نحوه (المذکور قبلہ من الحدیث الطویل۔ قال فی قصة الابل بعد قوله لايؤدی حقها قال ومن حقها حلبها يوم وردها اھ وقد سکت عنہ۔ اور میرے نزدیک حدیث کے یہ معنی ہیں کہ صدقۂ فطر جو زکوۃ سے پہلے واجب ہو چکا ہے (جیسا روایت ذیل سے معلوم ہوگا) وہ تو واجب ہے ہی پھر اس کے بعد زکوۃ واجب ہوئے پس زکوۃ سے مراد عام ہے زکوۃ فطر کو بھی اور زکوۃ بالمعنی المتبادر کو بھی اور عشر وغیرہ۔ اگر اس حدیث کے ورود سے پہلے واجب ہو چکا ہو تو وہ بھی اس عموم میں داخل ہے اور اگر اس کے بعد واجب ہی ہو تو اس کے ذکر کی حاجت نہیں تھی اس لئے وہ اس عموم میں داخل نہ ہوا اور اسی پر نفقات زوجہ واولاد وغیرہ کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔

نیز یہ بھی احتمال قوی ہے کہ یہاں زکوۃ سے مراد زکوۃ مفروضہ وصدقۂ فطر واجب اور عشر ہی مراد ہو اور نفقات سے مطلق تعرض نہ ہو وہو الاظہر پس بحمد اللہ تعالیٰ یہ حدیث باعتبار اپنے عموم کے جمیع صدقات واجبہ کو شامل ہے اور یہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا کہ فقط زکوۃ ادا کرنے سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا حالانکہ حدیث میں ہے فاقہم۔ اور اگر زکوۃ سے مراد زکوۃ مفروضہ ہی لیا جائے تو صدقہ فطر کا وجوب پہلے ہی سے معلوم تھا اس لئے اس کے ذکر کی حاجت نہ ہوئی۔ زکوۃ کے ذکر سے اور صدقات کا غیر مفروضہ ہونا ظاہر کر دیا گیا اور عشر اگر پہلے واجب تھا تب تو صدقۂ فطر ہی پر اس کو قیاس کر لیا جائے۔ اور اگر بعد میں واجب ہے تو اس کے ذکر کا موقع

---

[1] حدیث کا حاصل مفہوم بیان کیا گیا ہے فلا اعتراض۔ اور اس کی سند او پر بیان کی جا چکی ہے۔ (عبدالقادر عفی عنہ) [2] وفی الاصل هناک قسم والظهر ان الصحيح هو فسر ١٢ جامع

besturdubooks.wordpress.com

نہ آیا تھا۔ اس کا وجوب مستقل دلیل سے ثابت ہے۔ اور صدقہ فطر کا وجوب زکوٰۃ سے پہلے اس حدیث سے ثابت ہے۔

روی النسائی عن قیس بن سعد عبادۃ قال کنا نصوم عاشوراء ونؤدی زکٰوۃ الفطر فلما نزل رمضان ونزلت الزکٰوۃ لم نؤمر بہ ولم ننہ عنہ وکنا نفعلہ اھ

اس حدیث کو نسائی نے دو سندوں سے روایت کی ہے پہلی سند میں حکم اور دوسری میں سلمۃ بن کھیل راوی ہیں جن کی وجہ سے دونوں سندوں میں کچھ اختلاف واقع ہی ہے جو نسائی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے اور حکم کو نسائی نے اثبت کہا ہے اور حکم کی سند سے جو حدیث ہے وہ میں نے نقل کی ہے پس یہ حدیث بوجہ سکوت نسائی صحیح ہے اور حافظ ابن حجر کا یہ کہنا کہ اس میں ایک راوی مجہول ہے غیر مضر ہے کیونکہ نسائی کی تصحیح احتجاج کے لئے کافی ہے۔ **فان الاختلاف فی نحو ھذا غیر مضر عند المحدثین وفی زھر الزلی علی ھذا الحدیث استدل بہ من قال ان وجوب الزکٰوۃ الفطر نسخ وتعقب بانہ لا دلیل فیہ علی النسخ لاحتمال الاکتفاء بالامر الاول لان نزول فرض لایوجب سقوط فرض اخر اھ محصلا**

قولہ عن النسخ الخ اس حدیث کے اس جز یعنی لا ادع منھن شیئاً ولا اجاوزھن کے معنی میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے اور وجہ اختلاف یہ ہے کہ اس سے تو لازم آتا ہے کہ سنن ونوافل کچھ نہ ادا کروں گا۔ سو اس کا جواب مختلف طریقوں سے دیا گیا ہے لیکن میرے نزدیک یہ لزوم ہی صحیح نہیں اس لئے کہ سنن اور نوافل تو فرائض کے تابع ہیں پس فرائض ادا کرنے والا ان کو بھی ادا کرنے والا ہے۔ پھر اسباب میں بھی اختلاف ہوا ہے کہ شاگرد کا استاد کو سنانا افضل ہے یا بالعکس یا دونوں مساوی ہیں و بالاول قال الامام الاعظم والحدیث دلیلہ۔ اور وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ جب شاگرد استاد کو سنا دے گا تو مطالعہ بھی کرے گا اور اطمینان سے پڑھ کر اچھی طرح مطلب سمجھے گا کیونکہ اپنا کام ہے اور وہ اپنے ہی کرنے سے طبعاً خوب ہوتا ہے بخلاف استاد کے کہ وہ جلدی جلدی پڑھے گا۔ انتہی التقریر

جامع کہتا ہے کہ احقر کے نزدیک لاادع منھن شیئا ولا اجاوزھن کے یہ معنی ہیں کہ میں آپ کے اس امر پر خوب عمل کروں گا۔ اور جس طرح فرمایا ہے اسی طرح عمل کروں گا فرائض میں کوتاہی نہ کروں گا عقیدۃ وعملاً۔ اور نوافل کو اگرچہ ادا کروں گا لیکن نفل سمجھ کر۔ یہ مضمون احقر کی سمجھ میں بہت سہولت سے آیا تھا اور یہ کہ اتفاقاً شرح ابی الطیب اور شرح شیخ ابوبکر ابن العربی میں بعض عبارات نظر سے گزریں جن کا مجموعہ حاصل یہی ہے۔

وفی قوت المغتذی العاقل روی بالعین المھملۃ والقاف وھو المشھور وبالغین المعجمۃ والفاء والمراد بہ ھنا الذی لم یبلغہ النھی عن السوال وفی شرح ابی الطیب فبالذی ای اقسمک بالذی رفع السماء وبسط الارض قال ذلک لزیادۃ التوثیق والتثبیت کما یوتی بالتاکید لذلک ویقع ذلک فی امریتھم بشانہ ولم یقل ذلک لاثبات النبوۃ لان معجزاتہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت مشھورۃ معلومۃ فھی ثابتۃ بتلک المعجزات اھ وفیہ ایضا

باب ماجاء فی زکٰوۃ الذھب والورق

قولہ قد عفوت الخ: اس باب میں اختلاف ہے کہ گھوڑے میں زکوٰۃ ہے یا نہیں اور ائمہ کے نزدیک گھوڑے

besturdubooks.wordpress.com

میں نہیں ہے اور امام صاحب کے نزدیک گھوڑوں کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ گھوڑا ہے جو جہاد وغیرہ کے لئے باندھ رکھا ہے یعنی اپنی سواری کے لئے اور ایک وہ گھوڑا ہے جو نسل بڑھانے کے لئے رکھا گیا ہے اول میں زکوٰۃ نہیں ہے ثانی میں ہے اور امام صاحب عدم زکوٰۃ کو اول قسم پر محمول کرتے ہیں اور یہ قرینہ اس کا رقیق للخدمت ہے یعنی جیسے خدمت کے غلام میں زکوٰۃ...... نہیں ایسے ہی خدمت وسواری کے گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں انتہی التقریر۔

قال الجامع فی الدراية للحافظ العلامه ابن حجر قدس سره روى ابو احمد بن زنجويه فی كتاب الاصول باسناد صحيح عن طاؤس سألت ابن عباس عن الخيل افيها صدقة قال ليس علی فرس الغازی فی سبيل الله صدقة اه وفيه ايضا وروى الدارقطنی فی غرائب مالک باسناد صحيح عنه عن الزهری ان السائب بن يزيد اخبره قال رايت ابی يقيم الخيل ثم يدفع صدقتها الی عمر اه وفيه ايضا اخرج عبدالرزاق عن ابن جريج اخبرنی ابن ابی حسين ان ابن شهاب اخبره ان عثمان كان يصدق الخيل وان السائب بن يزيد اخبره انه كان ياتی عمر بصدقة الخيل الخ قلت والتفصيل فی احياء السنن وفی شرح ابی الطيب قوله صدقة الرقة بكسر الراء وتخفيف القاف اصله ورق وهو الفضة حذف منه الواو وعوض منها التاء كه فی عدة ودية وقال الطيبیؒ الرقة الدراهم المضروبة اقول فی وجوب الزكوٰة لا يشترط المضروبة وانما يشترط قدر المضروبة اه

باب ماجاء فی زكوٰة الابل والغنم

قوله فقرنه بسيفه قلت معطوفة علی قوله كتب كتاب الصدقة وقوله فلم يخرجه...... الی عماله جملة معترضة اوفی العبارة تقديم وتاخير وفی شرح السراج وقرآن آن كتاب بسيف اشارت ست بزدن مانعان زكوٰة رابسيف وعادت وراں زمان نيز آن بود كه كاغذرا درشمشير می نهادند اه

قوله بنت مخاض فی شرح ابی الطيب بفتح الميم والمعجمة الخفيفة هی التی تمت لها سنة ودخلت فی الثانية سميت بذلک لان امها تكون حاملا والمخاض الحوامل من النوق لاواحد لها من لفظها لكن لايشترط فی بنت مخاص ان تكون امها حاملة انما تكون صالحة للعمل. قوله بنت لبون هی التی دخلت فی الثالثة سميت (ای حامل بچه ۲ جامع) بها لان امها تكون ذات لبن ترضع به اخری غالباً (معطوف علی لفظ الجيم ۱۲ جامع)

قوله حقه. بكسر الحاء المحملة وتشديد القاف ای مالها ثلث سنين ودخلت فی الرابعة قولهٗ جزعة بفتح الجيم والذال المعجمة مالها اربع سنين ويقال للابل فی السنة الخامسة

اجذع وجذع والانثى جذعة وهو (معطوف على لفظ الجيم ۱۲ جامع) ...... اسم له فى زمن ليس له سن ينبت ولايسقط ۱ه وفيه ايضا

قوله فاذازادت علٰى عشرين مائة ففى كل خمسين حقة وفى كل اربعين ابنة لبون وهذا قول الامام الشافعي وهو ظاهر هذا الحديث وقال ابو حنيفة والنخعي والثورى يستانف الحساب بايجاب الشياه ثم بنت مخاض ثم بنت لبون واحتجوا بماروى عن عاصم بن ضمرة عن علیؓ فى حديث الصدقة فاذا ازادت الابل على عشرين ومائة ترد الفرائض الى اولها وبماروى انه صلى الله عليه وسلم كتب كتابا لعمروبن حزم فى الصدقات والديات وغيرها وذكر فيه ان الابل اذا زادت على عشرين ومائة استوتفت الفريضة وقد صحح المحقق ابن الهمام هذين الحديثين وقال فى الغاية السروجي قد وردت احاديث كلها تنص علٰى وجوب الشاة بعد المائة والعشرين وقال الامام احمد (هومن محدثى الحنفيه ۱۲ جامع) كتاب عمرو بن حزم صحيح وقال بعض الحفاظ فى نسخة كتاب عمروبن حزم تلقتها الامة بالقبول وهي متوارثة وقال يعقوب بن سفيان لا اعلم فى جميع الكتب المنقولة اصح منه فان اصحاب النبیؐ ...... والتابعين يرجعون اليه ويدعون آراء هم ۱ه مخلصا بلفظه . وفى شرح ابى الطيب.

قوله وماكان من خليطين الخليط المخالط والمراد به الشريك الذى يخالط ماله بمال شريكه قال ابن الهمام تصح الخلطة بينهم باتحاد السرح والمرعى والراعى والفحل اوالمحلب انتهى قال بعض الشراح من علمائنا اما الرجوع على مذهب الامام ابى حنيفة وهو قائل بان لا تاثير للخلطة فى حكم الصدقة والمعتبر هوالملك فمثل ان ياخذ الساعى شاتين من جملة مائة وعشرين شائة بين رجلين الاثلاثا[1]

قبل قسمتها الاغنام فالماخوذ من صاحب الثلثين شاة وثلث وواجبه فى الثمانين شاة والماخوذ من صاحب الثلثين ثلثا شاة وواجبه فى فى الاربعين شاة فصاحب الثلثين يرجع بالسوية على صاحبه بثلث شاة حتى يرجع حصة من ثمانين شاة الٰى تسع وسبعين وحصه صاحبه من اربعين الى تسع وثلثين الخ زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء فى زكٰوة البقر

قوله عن ابيه عن عبدالله هو عبدالله فالوجه ان يقال ان قوله عن عبدالله بدل عن قوله عن

---

[1] قوله الاثلاثا۔ یعنی ایک سوبیس بکریوں کے تین حصے ہوں اور ایک کے دو حصے یعنی اسی بکریاں اور دوسرے کا ثلث بھی چالیس بکریاں ہوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد ایک کی ۷۹ اور دوسرے کی ۳۹ بچ جائیں گی۔ اور دو ثلث والا ایک ثلث والے سے ایک بکری کے ۱/۳ کی قیمت وصول کرے گا۔ (عبدالقادر)

ابيه قوله حدثنا محمد بن بشار الخ هذه العبارة يناسب مامرمن قبل من قوله ابو عبيدة (باعادة الجار) لم يسمع من ابيه انتهى التقرير قال الجامع وهكذا قاله السراج وفي شرح ابي الطيب قوله تبيع اى ماكمل له سنة ودخل في الثانية وسمي به لانه يتبع امه بعد والانثى تبعية قوله مسنة ماكمل له سنتان وطلع سنها ودخل في الثالثة قلت المسنة مؤنث ولكن القيد عندنا ليس احترازيا بل من باب الاكتفاء قياس على المذكور لان التبيع ذكر من قبل مذكراو مؤنثا. قوله عن معاذ بن جبل الخ في شرح السراج عدل الشئ بفتح العين مثله في القيمة وبكسرها مثله في الصورة ومعافرجامه ست دريمن وهمدان غير منصرف ست وفي شرح ابي الطيب ويعني بالدينار من الحالم الجزية اه وكذا في عارضة الاحوذى لابن العربى وقد رجح الترمذى الارسال في الحديث وغيره الاتصال في شرح ابي الطيب رواه ابن حبان في صحيحه والحاكم وقال صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه واعله عبدالحق بان مسروقا لم يلق معاذا اوصرح ابن عبدالبر بانه متصل وفي شرح السراج وصححه ابن عبدالبر اه ثم اعلم ان الحديث فيه احكام بعضها يتعلق بالمسلمين وهو الزكوة وبعضها يتعلق بالكفرين وهو الجزية زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في كراهية اخذ خيار المال في الصدقة

قوله عن ابن عباس الخ استدل بهذا الحديث[1] على عدم كون الكفار مخاطبين بالفروع وفيه خدشة من وجهين الاول ان المشروط الاعلام لا الا فتراض والثاني انه لوتم لزم توقف فرضية الزكوة على فرضية الصلوة ولاقائل به

اس حدیث میں عبادات کی ترتیب بتلانا مقصود نہیں ہے ورنہ لازم آوے گا کہ جو نماز نہ پڑھے وہ زکوۃ بھی نہ دے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ نماز و زکوۃ دونوں مستقل فرض ہیں۔ ہاں چونکہ نماز اشرف العبادات ہے اس لئے اس کو...... مقدم بیان کیا گیا اور امام شافعی کے نزدیک کفار اصول و فروع دونوں کے مکلف ہیں اور امام صاحب کے نزدیک فقط اصول کے اور میرے نزدیک امام صاحب کے اس قول کے یہ معنی ہیں کہ جب آخرت میں کفار سے سوال کیا جاوے گا کہ تم ایمان کیوں نہیں لائے تو اس سوال میں سوال عن الفروع بھی داخل ہو گیا۔ کیونکہ فروع تابع اصول ہیں اور فقہاء کو تو اس مسئلہ میں کلام مناسب[2] نہ تھا کیونکہ ان کا کام تو جواز و عدم جواز کا بتلا دینا ہے اور مکلف بالفروع ہونا نہ ہونا احکام آخرت سے ہے جس کا حال اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاں کی زکوۃ ہو اس کا اسی شہر میں صرف کرنا اولیٰ ہے۔

---

[1] قوله بهذا الحديث الخ محل الاستدلال قوله عليه السلام فان هم اطاعوا لذلک فاعلمهم ان الله افترض عليهم۔ عبدالقادر عفی عنہ۔ [2] قال الجامع ان المسئلة محله الكلام وحرمتها في بعض الصور موقفه على البحث في كونهم مكلفين بالفروع وعدمه فلولم يتكلم فيه لما حاصل الجواز و علم الجواز فالكلام فيه من منصبهم ولوفظنا تامل ۱۲ جامع

وفی قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ترد علی فقرائهم دلیل علی عدم جواز اعطاء الزکوٰۃ للذمی انتهی التقریر قال الجامع فی قوت المغتذی واتق دعوۃ المظلوم ای اتق الظلم خشیة ان یدعو علیک المظلوم فانها لیس بینها وبین الله حجابٌ. ای لیس لها مایصرفها ولو کان المظلوم فیه مایقتضی انه لایستجاب لمثله من کون مطعمه حراما اونحوذلک حتی ورد فی بعض طرقه وان کان کافرا رواہ احمد من حدیث انس اھ قال الجامع وکل هذا عدلا من الله عزوجل ولکن المراد بقبول دعاء الفاسق والکافر انما هو حصول مطلوبه لا ماهو المقصود الاصلی من الدعاء وهو اکرام الداعی وحصول الرضاء من الخالق عزوجل فافهم.

باب ماجاء فی صدقة الزرع والثمر والحبوب

قوله عن ابی سعید. الخ

اس حدیث کی پہلی دو جزو میں تو سب کا اتفاق ہے لیکن تیسرے جزو میں اختلاف ہے۔جمہور کے نزدیک تو اس کے معنی یہ ہیں کہ پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے تو ان کے نزدیک اس سے مراد عشر ہے یعنی پانچ وسق سے کم ہیں عشر واجب نہیں ہے اور پانچ وسق میں زکوٰۃ واجب ہوجاتی ہے کیونکہ اس کی قیمت ۲۰۰ درہم ہوتی ہے اور ایک حدیث میں جو آیا ہے کہ جس چیز کو سیراب کرے آسمان اس[2] میں عشر ہے اس کا جمہور یہ جواب دیتے ہیں کہ اس حدیث میں ماخاص ہے یعنی اگر زمین میں تھوڑی چیز پیدا ہو تو اس میں زکوٰۃ نہیں ہے تو جمہور اس حدیث کی تاویل کرتے ہیں اور ترمذی کی حدیث کو علی ظاہرہ رکھتے ہیں۔اور امام صاحبؒ نے اس کے برعکس کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے یعنی پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں کیونکہ پانچ وسق کی قیمت دوسو درہم ہوتی ہے اور اس سے کم میں زکوٰۃ ہی نہیں اور حدیث فیما سقت السماء عام ہے اور صاع سے اگر مراد من حیث المقدار والکیل لیا جائے تب تو صاع اہل مدینہ کا مراد ہونا چاہئے جو زمانہ نبوی میں تھا۔اور اگر من حیث کونہ صاعا مراد لیا جائے تو اپنے عموم پر رہے گا جہاں جو صاع ہو وہی معتبر ہوگا اور ظاہر یہی ہے کہ حضورؐ نے عام ہی مراد لیا ہو۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع کے برابر ایک صاع تھا۔حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب قدس سرہ کے پاس اور اس کو تلوانے سے معلوم ہوا تھا تو اس کی مقدار ڈیڑھ سیر سے کچھ اوپر تھی پچھان کی سیر سے جس کو نہ ۱/ مار[3] سمجھ لیا جاوے اور کانپور کے سیر کے حساب سے ۲/ مار ہوگا کیونکہ یہاں کا سیر چھوٹا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع کی مقدار ۸ ارطال اس حدیث میں ہے فی حاشیة الهدایة عن البیهقی مرفوعا انہ کان یغتسل بالصاع ثمانیة ارطال۔اور مولانا عبدالحی

---

[1] وسق ایک پیمانہ کا نام ہے اور اس سے ہر قسم کے شراب وغیرہ کی ناپ ہوسکتی ہے پس اس سے پیمائش کردہ چیز کی عموماً قیمت مقرر کرنا یہ صحیح نہیں کیونکہ اختلاف اشیاء سے اختلاف قیمت ہوگا۔ [2] اخرج البخاری عنه علیه الصلوٰۃ والسلام فیما سقت السماء والعیون او کان عشریا عشر وفیما سقی بالنضح نصف العشر کذا فی فتح القدیر وسیاتی فی الترمذی بعد الجواب نحوہ ۱۲ جامع عفی عنه
[3] ڈیڑھ سیر مراد ہے۔ [4] دو سیر مراد ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

صاحب مرحوم نے لکھا ہے[1] پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔ سو اصل بات یہ ہے کہ مثقال کی قیمت میں اختلاف ہے۔ اسی بنا پر مولوی صاحب نے وجوب زکوٰۃ[2] پر لکھ دیا ہے اس مقام پر اوزانِ شرعیہ میں حضرت مفتی صاحبؒ کی تحقیق دیکھ کر حاشیہ لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے جس سے علاوہ لکھنویؒ کو اس مقام پر جو اشتباہ ہوا ہے اس کی وجہ بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔

فائدہ: قال الجامع قدضعف البیهقی حدیث ثمانیة ارطال وقال الصحیح عن انس بن مالک ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یتوضأ بالمدویغتسل بالصاع الٰی خمسة امداد اه کما فی الزیلعی. وفی الدرایة اخرج ابو عبید عن ابراهیم النخعی قال کان صاع النبی صلی الله علیه وسلم نذکر مثله! یعنی ثمانیة ارطال وهذا مرسل وفیه الحجاج بن ارطاة اه قلت الحجاج مختلف فیه فلا یضرفی الاحتجاج بالحدیث وذکر کل البحث فیه فی کتاب الزکٰوة من احیاء السنن

باب ماجاء لیس فی الخیل والرقیق صدقة

قوله عن ابی هریرة الخ دلیلنا مافی الهدایة عن الدارقطنی مرفوعًا فی کل فرس سائمة دینارًا اوعشرة دراهم انتهی التقریر قلت هذا الحدیث ضعیف کما فی الزیلعی وقد مرد لیلنا مع الآثار فی باب ماجاء فی زکٰوة الذهب والورق فیمکن ان یعتضدبه تامل.

باب ماجاء فی زکٰوة العسل

قوله فی العسل فی کل عشرة ازق[3] زق قلت لایدل علی عدم وجوب العشر فی اقل من ذلک ثم الحدیث غیر صحیح. امام صاحبؒ کے نزدیک دس ازق سے کم میں بھی عشر ہے لعموم حدیث فیما سقت السماء الخ وقد مراور اس حدیث میں بطور مثال کے دس کا لفظ اختیار کیا گیا ہے۔

باب ماجاء لازکٰوة علی المال المستفاد حتی یحول علیه الحول

قوله من استفاد مالا الخ.

جمہور کے نزدیک اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جس شخص کو کچھ مال ملا خواہ اس کے پاس پہلے سے کچھ مال زکوٰۃ ہو یا نہ ہو اس میں وجوبِ زکوٰۃ کے لئے حولانِ حول شرط ہے۔ مثلاً ایک شخص ہے کہ اس کے پاس دو سو روپیہ[4] تھے پھر اس کا باوا مر گیا اور سو روپیہ اس کے ورثہ سے مل گئے تو جمہور کے نزدیک ان سو روپیہ کی زکوٰۃ جب واجب ہوگی جب کہ ان پر پورا سال گزر جائے

---

[1] یعنی چھتیس تولہ۔ حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے (عبدالقادر عفی عنہ)

[2] حضرت مولانا عبدالحئی کی غلطی کا سبب اوزان شرعیہ میں ملاحظہ کریں۔ [3] بفتح الحمزة وضم الزای وتشدید القاف افعل جمع قلة وزق بکسر الزای مفرده وهو ظرف من جلد یجعل فیه السمن والعسل کذا فی شرح ابی الطیب. ۱۲ جامع

[4] دو سو روپے پر زکوٰۃ پہلے زمانہ میں فرض ہوتی تھی جب چاندی سستی تھی آج کل تقریباً تین ہزار روپے سے کم میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

پہلے مال سے اس مال کو کچھ تعلق نہ ہوگا اور پہلے مال کی زکوۃ کا مستقل حساب ہوگا یعنی جب اس کا سال پورا ہو جاوے گا تب اس پر زکوۃ واجب ہوگی اور امام صاحب کے نزدیک یہ حدیث محمول ہے اس شخص پر جس کے پاس پہلے سے مال اس مال جدید کا متجانس مال نہ ہو۔ اور لفظ من اس میں خاص ہے۔ اور استفاد کے لفظ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم اس شخص کے متعلق ہے جس کے پاس پہلے سے مال نہ ہو پس امام صاحب کے نزدیک مراد یہ ہے کہ جس شخص کے پاس پہلے سے کچھ مال نہیں ہے یہ حکم اس کے بارے میں ہے اور جس کے پاس پہلے سے مال زکوۃ ہے اور پھر اس میں اور مال زکوۃ اسی جنس کا مل گیا تو اس کے حکم سے حدیث ساکت ہے اور حکم اس کا امام صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ وہ مال جدید تابع ہوگا مال قدیم کے جب مال قدیم پر زکوۃ واجب ہوگی تب ہی مال جدید پر بھی بانضمام مال قدیم واجب ہو جائے گی تو مستقل اس باب میں مال قدیم ہوگا اور اس کے لئے حولان حول کی ضرورت ہے۔

اور استفاد مقصود امام میں گو نص نہیں لیکن محتمل ضرور ہے۔ اور نیز صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے پس جمہور کا استدلال اس حدیث سے نہیں ہو سکتا اور حدیث موقوف مطلق گو ہمارے نزدیک حجت ہے جبکہ مرفوع اس کے معارض نہ ہو لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک چونکہ بالاطلاق حجت نہیں بلکہ غیر مدرک بالرائے حجت ہے اس لئے ان کو یہ حدیث مفید نہیں اور امام صاحب کے قول میں احتیاط بھی ہے۔

غرض جمہور نے اتباع لفظ محتمل کیا ہے اور امام صاحب نے معنی کو اور مغز کو سمجھا ہے۔

باب ماجاء ليس على المسلمين جزية

قولهٗ لا يصلح قبلتان الخ

قبلتان سے مراد مسلمانوں کا قبلہ اور یہود و نصاریٰ کا قبلہ مراد ہے یعنی یہ دونوں دین دین اسلام و دین اہل کتاب ارض حجاز میں نہیں رہ سکتے اور ان کا اجتماع نہیں چاہئے اور آپ[1] کا ارادہ تھا کہ یہود و نصاریٰ کو ارض حجاز سے نکال دیں۔ اور حق تعالیٰ نے آپ کو اس ارادہ میں کامیاب فرمایا چنانچہ حجاز میں یہود و نصاریٰ کا پتہ بھی نہیں مسلمان ہی رہتے ہیں۔[2]

اور لیس علی المسلمین جزیۃ سے یہ حکم بتلانا مقصود ہے کہ جو شخص ذمی ہو اور پھر مسلمان ہو جائے تو اس پر جزیہ[3] باقی نہیں رہتا۔ ورنہ جزیہ کا کفار پر مقرر ہونا ظاہر تھا۔ اس کی نفی کی حاجت نہ تھی انتہی التقریر

فائدہ: قولهٗ انما يعني جزية الرقبة قال الجامع يريد ان العشور والجزية بمعنى وليس كذلك فقد غلط ابو عيسىٰؒ ففي النهاية لابن الاثير بعد نقل حديث العشور هذا مانصه جمع عشر يعني ماكان من اموالهم للتجارات دون الصدقات اه قلت فقوله في الحديث

---

[1] روی الامام مالک فی موطا مرفوعا لا یجتمع دینان فی جزیرۃ العرب اھ قالہ السراج ۱۲ جامع

[2] فقد روی ابو داؤد مرفوعا وسکت عنه لاخرجن اليهود والنصارى من جزيرة العرب فلا اترك فيها الامسلما اه ۱۲ جامع

[3] وهو معنى مارواه ابو داؤد والطبراني في الاوسط من اوسط فلا جزية عليه ذكر الحديث السراج ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

وليسؔ على المسلمين عشور احتراز عن الزكوٰة فان على المسلمين زكوٰة في اموال تجارتهم لاعشراوفي عارضة الاحوذي ظن ابو عيسىٰ ان حديث ابي امية عن ابيه في العشور انه الجزية وليس كذلك وانما اعطوا العهد على ان يقروا في (وفي ابي داؤد عن جده عن ابي امه. ۱۲جامع۔ هذا الحديث رواه ابوداؤد مرفوعا وفيه هذا ان الروايان وقد سكت عنه وذكره الترمذي تعليقا كما ترى ۱۲ جامع) بلادهم ولا يعترضوا في انفسهم واما على ان يكونوا في دارنا كهيئة المسلمين في التصرف فيها والتحكم بالتجارة في مناكبها فلما ان داحت الارض بالاسلام وهدأت الحال عن الاضطراب وامكن الضرب فيها للمعاش اخذ منهم عمرؓ ثمن تصرفهم وكان شيئا يؤخذ منهم في الجاهلية فاقره الاسلام وخفف الامر فيما يجلب الى المدينة نظرالها اذا لم يكن تقدير حتم ولا من النبيؐ اصل وانما كان كما قال ابن شهاب حملاً للحال كما كان في الجاهلية وقد كنت في الجاهلية امور اقرها الاسلام فهذه هي العشور التي انفرد بروايتها ابو امية فاما الجزيه كما قال ابو عيسىٰ فلا والله اعلم اه زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في زكوٰة الحلي

قوله عن زينب الخ امام شافعیؒ کے نزدیک زیور میں زکوٰۃ نہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ زیور اموال نامیہ میں سے نہیں ہے اور امام صاحب کے نزدیک اموال نامیہ میں سے ہے اس لئے اس میں زکوٰۃ واجب ہے یعنی اس میں قابلیت نمو ہے۔ گو بوجہ استعمال نمو کا کام اس سے نہیں لیا جاتا اور اگر اس وجہ سے یہ نامی نہیں تو لازم آتا ہے کہ اگر کوئی چاندی سونے سے بھی نمو کا کام نہ لے تو حکمی نمو کی وجہ سے زکوٰۃ فرض ہوگی۔

اور دوسری سند سے ترمذی نے جو حدیث روایت کی ہے وہ امام صاحب کی دلیل ہے اور مقدار زیور میں نصاب کا وہی اعتبار ہے جو نفس چاندی و سونے میں ہے قوله في اسناده فقال قلت ذلك من جهة اسناد عمروبن...... شعيب وقد اعتبره البخاري وقوله هذا الحديث ليس بصحيح قلت لايضر ذلك بعد قول الله تعالىٰ والذين يكنزون الذهب والفضة الأية انتهى التقرير قال الجامع في شرح ابي الطيب وانما ذكر (حرف) لؔ لدفع توهم من يتوهم ان الحليؔ من الحوائج الاصلية ولا تجب فيها الزكوٰة اه

وفيه قوله ولا يصح في هذا الباب عن النبي صلى الله عليه وسلم شئ قال المحقق ابن الهمام قوله هذا امؤول والا وخطأ قال المنذري لعل الترمذي قصد الطريقين اللذين ذكرهما والافطريق ابي داؤد لامقال فيها وقال اخرج ابوداؤد والنساء ان امرأة اتت النبي صلى الله عليه

---

[1] قولہ لواخ یعنی حدیث کا جملہ لوترن حلیکن دفع توہم کے لئے ہے۔ عبدالقادر عفی عنہ [2] واما الزينة الازمة الضرورية للنساء فتحصيله باللؤلؤ ونحوه ممكن فلاحاجة الى حلي الفضة بضم الحاء وكسرها وكسر اللام وتشديد الياء جمع الحلي بفتح الحاء وسكون اللام وهو مايزين به قاله ابو الطيب والنحب وهو اقرب الى الزهد وفقه الله تعالىٰ لنساء المسلمين. ۱۲ جامع [3] من الحوائج الاصلية ولا تجب فيها الزكوٰة اه

وسلم ومعها ابنة لها وفي يدبنتها مسكتان غليظتان من ذهب فقال لها اتعطين زكوة هذا قالت لا قال ايسرك ان يسورك الله بهما يوم القيمة سوارامن نار قال فخلعتها فالقتهما للنبي صلى الله عليه وسلم فقالت هما لله ورسوله قال ابو الحسن بن القطان في كتابه اسناده صحيح وقال المنذري في مختصره اسناده لا مقال فيه ثم بينه رجلا رجلا وقال ابن القطان بعد تصحيح لحديث ابي داؤد وانما ضعف الترمذي هذا الحديث لان عنده فيه ضعيفين ابن لهيعة والمثنى بن الصباح وقال و منها ماخرج ابوداؤد عن عبدالله بن شداد بن الهاد قال (صححه الامام احمد حديث ابن لهيعه فهو مختلف فيه ۱۲ جامع) دخلنا على عائشة قالت دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم فراى في يدى فتخات[۱] ورق فقال ما هذا يا عائشة فقلت صنعتهن اتزين لك بهن يا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال افتؤدى زكاتهن فقلت لا فقال هو حسبک من النار اخرجه الحاكم وصححه واعله الدارقطني بان محمد بن عطاء مجهول وتعقبه البيهقي وابن القطان بان محمد بن عمرو بن عطاء احد الثقات ولكن لما نسب في مسند الدارقطني الى جده ظن انه مجهول وتبعه عبدالحق اھ

باب ماجاء في زكوة الخضروات[۲]

قوله عن معاذ الخ: جمہور کا مذہب تو یہی ہے کہ ترکاریوں میں عشر نہیں ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک بعموم حدیث فیما سقت السماء الخ اس میں بھی عشر ہے اور اس حدیث میں گویا حکام کو حکم ہے کہ عشر میں ترکاریاں نہ لیں کیونکہ وہ بگڑ جاتی ہیں بیت المال میں کیسے باقی رہیں گی۔ ثم لا یصح الحدیث وہذا جواب الثانی والا المرسل حجۃ عندنا وقد اثبت الترمذی المرسل بغیر تکلف۔

باب ماجاء في الصدقة في مايسقى بالانهار وغيرها

قوله فيما سقت الخ: هذا دليلنا بعمومه في مادون خمسة اوسق وفي الخضروات انتهى التقرير قال الجامع قوله بالنضح في شرح ابي الطيب بفتح النون وسكون المعجمة بعد ها مهملة وهو في الاصل مصدر بمعنى السقي والمراد فيما سقى ببعيرا اوثورا وغير ذلک من بيرا ونهرا وساقية بالناضح وفي النهاية النواضح هي الابل يسقى عليها والواحد

---

[۱] في الدار النثير للامام السيوطي الفتخ بفتحتين جمع فتخه وهي خواتيم لافصوص لها وجمع ايضا على فتخات وفتاخ وفتوخ اھ قلت الاستدلال بهذا الحديث مشكل فان فتخات ورق يبعد ان تبلغ مقدا والزكوة منفردة ولوحمل على ان المراد بها مع غيرها من الحلي عند سيدتنا عائشة رضي الله تعالى عنها لكان ايضا بعيدًا فان من تتبع احوال زهد اهل البيت في زمن النبيؐ يبعد ان تكون ذانصاب بلا تامل فافهم نعم الحديث الاول صريح بالمقصود ولوحمل حديث عائشة على استحباب زكوة الفتخات لكان وجها والوعيد قد يتعلق بغير الواجب للمبالغة كما ورد في ادخار[۱] النخل لابي هريرة وهو في المشكوة [۲] جمع الخضرة بفتح الخاء وكسر الضاد ... في القاموس حصر لكتف البقله الخضراء كالخضرة ۰ كذافي شرح ابي الطيب ۱۲ جامع

---

(۱) قولہ کما ورد فی ادخار النخل الخ یعنی ادخار تمر الصدقۃ عبدالقادر

besturdubooks.wordpress.com

ناضح انتهى وجاء فى خبر مسلم فيما سقت الانهار والغيم اى المطر عشر وفيما سقى بالسانية نصف العشر فعلى هذا تفسير النضح بالسانية تفسير بالماثور اھ وفيه ايضا

قوله اوكان عشريا بفتح العين المهملة والمثلثة المفتوحة المخففة فى النهاية هو من النخيل الذى يسرب بعروقة من ماء المطر يجتمع فى حفيرة وقال ابن فارسى فى المجمل العثرى ماسقى من النخل بالماء الجارى اھ

باب ماجاء فى زكوٰة مال اليتيم

قوله الا من ولى يتيما الخ: جمہور کے نزدیک یتیم کے مال میں زکوٰۃ ہے اوران کی دلیل یہ حدیث ہے اور تقریر اس مذہب...... پر یوں ہے کہ جو شخص کسی یتیم صاحب مال کر کے مال کا متولی ہو تو اس کو چاہئے کہ اس مال میں تجارت کرے اور ویسے ہی نہ چھوڑ دے تاکہ اس کو زکوٰۃ نہ ختم کر دے اور امام صاحب کے نزدیک یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے اور اس حدیث کے یہ معنی فرماتے ہیں کہ یہاں صدقہ سے مراد امام صاحب کے نزدیک خود اس یتیم کا نان ونفقہ ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اپنی اولاد کو کھانا کھلانا یہ بھی صدقہ ہے اپنی زوجہ کو کھلانا بھی صدقہ ہے اور خود کھانا بھی صدقہ ہے پس اس صدقہ سے بھی مراد خود اس کا کھانا پینا ہے تو حاصل یہ ہے کہ ولی کو چاہئے کہ یتیم کے مال میں تجارت کرے تاکہ یتیم کے نفقہ میں وہ مال تمام نہ ہو جاوے اور اگر صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہو تو یہ معنی کیسے صحیح ہوں گے کہ اگر تجارت نہ ہوگی تو زکوٰۃ سے وہ مال ختم ہو جاوے گا اور عدم صحت کی یہ وجہ ہے کہ جب مال نصاب سے تھوڑا سا بھی کم ہو جاوے گا پھر وہ مال زکوٰۃ کی وجہ سے کیسے فنا ہو سکتا ہے جب کہ اس میں زکوٰۃ واجب ہی نہیں رہی۔ اور یہ حدیث مرفوعاً ضعیف ہے اور ابوداؤد اور نسائی نے مرفوعاً روایت کیا ہے اور حاکم نے تصحیح کی ہے۔

رفع القلم عن ثلثه عن النائم حتٰى يستيقظ وعن الصبى حتٰى يحتلم وعن المجنون حتٰى يعقل اھ فيقدم هذا عليه

باب ماجاء ان العجماء جرحها جبار

قوله العجماء جرحها جبار الخ: جبار کے معنی ہیں باطل کے سو پہلے جزو کے تو یہ معنی ہیں کہ مثلاً اگر کسی شخص کا گھوڑا چھوٹ جاوے اور وہ کسی کو زخمی کر دے جب کہ مالک سائق اس کے ہمراہ نہ ہو اور دن کا وقت ہو تو اس صورت میں ضمان لازم نہ ہوگا اور جبکہ سائق یا مالک ہمراہ ہو یا رات کا وقت ہو تو بوقت ہمراہی جو شخص ہمراہ ہوگا خواہ سائق ہو یا مالک اس پر ضمان لازم ہوگا کیونکہ اس کی کوتاہی اس حالت میں واقع ہوئی اور بوقت شب اگر ایسا ہو تو مالک کے ذمہ[1] ضمان ہوگا اس لئے کہ اس صورت میں اس کی تقصیر ہے کیونکہ عادت یوں ہے کہ شب کے وقت جانور باندھ دیئے جاتے اور دن میں چھوڑ

---

[1] یہ مذہب امام شافعیؒ کا ہے ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر سائق اور قائد نہ ہو تو رات کو بھی ضمان نہ ہوگا۔ بیان القرآن میں صاحب تقریر رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور "درمختار" اور "عمدہ" میں اسی طرح ہے (کذا فی معارف السنن ص ۲۳۰ ج ۵) (عبد)

besturdubooks.wordpress.com

دیئے جاتے ہیں اور معدن جبار سے بھی یہی مراد ہے کہ اگر کوئی شخص کان کھدوائے اور اس میں کوئی شخص دب کر مرجاوے تو اس میں بھی ضمان نہیں اور یہی حکم چاہ کا ہے اور رکاز سے مراد دفینہ ہے خواہ وہ دفینہ خداوندی ہو یا دفینہ مخلوق ہو سو معدن میں بھی خمس واجب ہے کیونکہ وہ دفینہ خداوندی ہے اور جمہور کے نزدیک معدن میں خمس نہیں کیونکہ والمعدن جبار حدیث میں ہے اور امام صاحب جواب دیتے ہیں کہ المعدن جبار میں تو ایک اور حکم معدن کا بتلانا مقصود ہے جو اس کے قرین بیر اور عجماء کا بھی ہے جس کی تقریر گزر چکی اور رکاز کے عموم میں معدن کا حکم خمس کا بتلانا مطلوب ہے لہٰذا معدن کے دو حکم اس حدیث میں مذکور ہیں اور امام صاحب فرماتے ہیں کہ معدن میں وجوب خمس کی یہ وجہ ہے کہ وہ مال غنیمت ہے جیسے کہ مثلاً کوئی لشکر اسلام کسی ملک پر چڑھائی کرے اور وہاں جا کر وہ فتح پالے اور اس کو مال غنیمت ملے تو اس کل مال میں سے خمس واجب ہے بیت المال میں داخل کرے اور باقی چار حصے باہم تقسیم کرلیں اور پھر وہاں کوئی دفینہ مل جاوے تو وہ بھی ظاہر ہے کہ غنیمت ہی ہے لہٰذا اس کا حکم بھی مال غنیمت[2] کا ہے اور اگر آج کل کہیں مال مل جاوے تو اس کا حکم لقطہ کا ہے انتھی التقریر فی بعض الصور ۱۲ جامع

فائدہ: فی شرح ابی الطیب العجماء البھمۃ وھی فی الاصل تانیث الاعجم وھو الذی لا یقدر علی الکلام سمیت بذلک لانھا لا تکلم قولہ جرحھا بفتح الجیم لاغیر علی مافی النھایۃ وھو مصدر وبالضم الجراحۃ والمراد اتلافھا قولہ جبار بضم الجیم وخفۃ الموحدۃ ای ھدر اھ

باب ماجاء فی الخرص

قولہ فحدث ان رسول اللہ الخ: خرص کے معنی ہیں کن کوت[3] کے اور چونکہ شریعت کا حکم ہے کہ جو کھیت میں پیدا ہو اس میں سے دسواں حصہ جس کو عشر کہتے ہیں بیت المال میں دینا واجب ہے تو اب اس پیداوار کا اندازہ بھی ضروری ہے سو اگر محض کاشتکار کے کہنے پر اعتبار کیا جاوے تو انتظام کے خلاف ہے اس لئے کہ ہوسکتا ہے وہ پیداوار کم بتلادے اور جھوٹ بولے اور گر کوئی نگران سلطنت کی طرف سے پابندی کے ساتھ مقرر کیا جاوے تو خرچ بہت پڑے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طریقہ ارشاد فرمایا کہ سلطنت کی طرف سے کوئی واقف کار شخص بھیجا جاوے جو پوری انکل کر سکے پھر وہ جا کر اندازہ کرے کہ بعد پکنے کے کس قدر باقی رہے گا جو کچھ باقی رہے اس کے دسویں حصے کے لئے کہہ دے کہ یہ عشر دینا ہوگا اور اگر مالک کے پاس اس اندازہ سے زیادہ پیداوار ہو جاوے تو اس کو چاہئے کہ اس زیادتی کا دسواں حصہ مساکین کو دیدے تا کہ قضاء و دیانۃً ٹھیک ٹھیک برأت ذمہ ہو جاوے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ زمانہ کے رفتار بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے چونکہ اس زمانہ میں ظلم نہیں تھا اس لئے کن کوت جائز تھا اور اب چونکہ ظلم ہوتا ہے دیانت رہی نہیں اس لئے کن کوت جائز نہیں ہے عام لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ حدیث میں خرص وارد ہی ہے اور آج کل علماء منع کرتے ہیں اور وجہ منع کی سمجھتے نہیں۔

---

[1] لانہ من الرکز مراد ابہ المرکوز اعم ن کون راکزہ الخالق او المخلوق ذکرہ ابو الطیب ۱۲ جامع

[2] فی الھدایۃ ولانھا (ای اراضی المعدن ۱۲ ب) کانت فی ایدی الکفرۃ وحوتھا ایدینا غلبۃ فکانت غنیمۃ ۔ ۱۲ جامع

[3] کنکوت الخ اس کے معنی ہیں۔ کھڑے کھیت کا اندازہ لگانے والا۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

انتهى التقرير وله[2] بالعربية لما كان القسمة يتضمن المبادلة ونهى عن المحاقلة[1] دخل فيها الخرص فيقدم علي المبيح وايضًا يا خذه هو بدل ماعقد اه عليه والربوا فى الاموال الربوية حرام ويمكن التاويل لانه كان لبيت المال لالرب الارض اه

فائدہ: قال الجامع قوله ودعوا الثلث الخ معناه ماتحصل لي ان هذا المقدار يعنى الثلث اوالربع يترک من جميع المال الحاصل وقت الخرص ثم يحسب العشر من الباقى رحمة على المالک ويؤيده مافي عارضة الاحوذي ومن حديث ابن لهيعة وغيره عن ابى الزبير عن جابر ان رسول الله قال خففوا في الخرص فان فى المال العرية والرطبة والاكل والوصية والعامل والنوائب اه

قال النبي دعوا الثلث او الربع وفيه ايضا وهو قدر المؤنة ولقد جربناه فوجدناه كذلک في الاغلب لوربما ياكل رطبًا يحتسب الموئنة يتخلص الباقي ثلثة ارباع او ثلثين والله اعلم اه

وقوله و حديث سعيد بن المسيب عن عتاب بن اسيد اصح فاعلم ان لفظ اصح قد يستعمل مقابلة الصحيح يعني احد المقابلين صحيح السند والثاني ازيد صحة منه وقد يطلق في ازاء غير الصحيح بل غير الحسن اى احد المقابلين حسن والثاني ضعيف اواضعف فالمراد من كونه اصح هناكونه حسنا كما صرح به الترمذی في قوله هذا حديث حسن غريب فمعنى اصح اثبت ومقابله اعم من ان يكون ثابتا بسند ضعيف اوقوى ويعلم التعين من خاىج فاحفظه تجده مفيدا في مواضع كثيرة وقد حررت هذا بما اوى اليه نظرى من كلام المحدثين.

باب فى المعتدى فى الصدقة

قوله المعتدى فى الصدقة كما نعها: مطلب یہ ہے کہ جو شخص تحصیل صدقہ کے لئے عامل بن کر گیا اور اس نے اخذ صدقہ میں اعتداء کیا اور اہل نصاب نے بوجہ اس تعدی کے زکوۃ نہ دی اس وقت یا آئندہ سال میں تو وہ شخص اس درجہ کا گنہگار ہوگا جس درجہ کا مانع زکوۃ گنہگار ہوتا ہے کیونکہ یہ سب ہوگیا منع زکوۃ کا۔

باب ماجاء فى رضى المصدق[3]

قوله اذا اتاكم الخ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں طرف کا بندوبست فرمادیا عامل کو تو حکم دیا

---

[1] قلت الصحيح عندى تقديم المحرم علي المبيح حيث لا يمكن التطبيق والا فالتطبيق اولى لئلا يهجر حديث ويعمل بحديث وهناك يمكن بقاعدة تخصيص البعض من العام فارتفع الاشكالان تامل وحقق ۱۲ جامع [2] قولہ فیقدم یعنی حدیث باب سے خرص کی اباحت معلوم ہوتی ہے اور نہی عن المحاقلہ سے حرمت معلوم ہوتی ہے پس دونوں میں تعارض ہے تو محرم کو ترجیح دیں گے یعنی خرص کو منع کریں گے۔ (عبدالقادر عفی عنہ) [3] بتخفيف الصاد وكسر الدال المشددة عامل الصدقة كذا قال ابو الطيب ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

کہ تعدی نہ کرے اور مزکی کو حکم دیا کہ مصدق کو ناراض مت لوٹاؤ اور ایک اور حدیث میں ہے کہ چند لوگوں[1] نے دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آکر شکایت کی کہ عامل صدقہ ہم کو ستاتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اگرچہ یہ تم کو ستاتے ہیں مگر تم ان کو خوش کرکے لوٹاؤ تو وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ ستاتے نہ تھے لیکن مصدقین کو مال دینا ناگوار ہوتا تھا کیونکہ اکثر جب مال اپنے پاس سے جاتا ہے تو کچھ ناگوار ہوتی ہی ہے۔

باب من تحل له الزكوة

قوله خموش او خدوش او کدوح: ان سب کے معنے ہیں چھلنا بقدر کمی وبیشی یعنی خموش کے معنی ہیں تھوڑا سا چھلا ہوا اور خدوش کے معنی ہیں اس سے زیادہ چھلا ہوا اور کدوح کے معنی اس سے بھی زیادہ چھلا ہوا اور اس حدیث سے لازم آتا ہے کہ جس کے پاس پچاس درہم ہوں اس کو بھی زکوٰۃ لینا حرام ہو حالانکہ یہ حکم نہیں ہے امام ترمذی کو اسباب میں وہ حدیث لانی چاہیے تھی جس میں زکوٰۃ کا ذکر ہوتا کیونکہ سوال کرنے کا اور حکم ہے اور عدم حلت زکوٰۃ کا اور حکم ہے تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی نصاب[2] نامی کا مالک ہے اس کو زکوٰۃ حلال نہیں ہے اور جو شخص مالک ہو نصاب غیر نامی کا اس کو مال زکوٰۃ حلال ہے اور سوال کرنے کی تفصیل یہ ہے کہ سائل کی حالت دیکھی جاوے گی کہ اس میں بالفعل یا بالقوۃ طاقت کسب کی ہے یا نہیں طاقت بالفعل تو یہ ہے کہ وہ تندرست ہٹا کٹا ہے اور بالقوۃ یہ کہ وہ حرفہ جانتا ہے تو ایسے لوگوں کو سوال کرنا حلال نہیں ہے اور گر کوئی شخص اپاہج لولا لنگڑا محتاج ہو تو اس کو سوال کرنا جائز ہے اور بعض آدمی تو ایسے ہیں جن کو سال کے ختم پر آمدنی ہوتی ہے سو مثلاً ایک شخص ہے اس کو چھ ماہ کے خرچ کی مقدار آمدنی ہوتی ہے تو جب تک وہ آمدنی کافی ہو جاوے اس وقت تک سوال جائز نہیں کیونکہ اس کے پاس ما لغنیہ موجود ہے اور باقی چھ ماہ کے لئے سوال کر کے جمع کر لینا ایسے شخص کو جائز ہے اور بعضوں کی ماہوار آمدنی ہے اور مدار خرچ کا اسی پر ہے سو اگر وہ آمدنی چوری ہو جاوے تو اسکو بھی سوال کرنا بمقدار خرچ ایک ماہ کے جائز ہے کیونکہ اس کے پاس جو ما لغنیہ تھا وہ ضائع ہو گیا اور بعضے لوگوں کے روزانہ آمدنی ہے مثلاً کوئی شخص مطبع میں ۳ روپے روز کا ملازم ہے اور وہ تین روپے شام کو اس کو مل گئے ہیں اب اس کو جائز نہیں ہے کہ وہ سوال کرے کیونکہ اس کے پاس مال غنیہ موجود ہے۔ اور متاخرین نے جو لکھا ہے کہ ذی مال سائل کو کچھ نہ دینا چاہیے اس لئے کہ اس کو دینا مستلزم ہے اس سے سوال کرانے کو کیونکہ اگر اس کو دیا نہ جاوے تو سوال ہی نہ کرے سو یہ کوئی بات نہیں ہے اس لئے کہ گو وہ مالدار ہے لیکن ممکن ہے اسے اس مال سے زیادہ حاجت ہو پس تم کو اس کی حاجت پوری کرنی چاہیے تم کو ثواب مل ہی جاوے گا گو وہ کاذب ہو اور اسی طرح کوئی مالدار شخص جس کے خدم وحشم بھی ہوں اتفاقاً کہیں محبوس ہو جاوے اور حاکم کچھ روپیہ لے کر رہائی[3] کا وعدہ کرتا ہے اور روپیہ اس کے پاس ہے نہیں تو اس روپیہ کی مقدار سوال کرکے وہ رقم ادا کرنا درست ہے۔ انتہی التقریر۔

---

[1] في قوت المغتذي في حديث الباب وزاد ابو داؤد قالوا يا رسول الله وان ظلمونا قال ارضوا مصدقيكم وان ظلمتم اه محصلاً ۱۲ جامع

[2] فقہاء حضرات نے یوں تفصیل لکھی ہے کہ جس شخص کے پاس نصاب نامی یا غیر نامی ضرورت سے زائد ہو یا نصاب کے برابر ضرورت سے زائد سامان ہو۔ وہ غنی ہے اس کو زکوٰۃ لینا حرام ہے اور جس کے پاس نصاب نامی یا غیر نامی ضرورت سے زائد نہ ہو مثلاً مقروض ہو یا نصاب کے برابر سامان ضرورت ہو تو یہ غنی نہیں اس کو زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ كذا في الدر المختار على هامش الشامي ص ۷۰ ج ۲ ولا الى غني بملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الاصلية۔ عبدالقادر

[3] جبکہ اس کی رہائی میں کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

فائدہ: قال الجامع وفی شرح ابی الطیب وذهب القاضی الی ان الا لفاظ متباینة واوللتنویع لا للشک فالخدش قشر الجلد لمعود ونحو والخمش قشره باظفار والکدح العض وهی فی اصلها مصادر لکنها لما جعلت اسماء للآثار جوز جمعها ولما کان السائل علی ثلثة انواع مقل ومفرط ومتوسط ذکره الاثار الثلثة المتفاوته بالشدة وضحف واوللتقیم لا للارتیاب نقله الطیبی اھ

اس حدیث سے پچاس درہم کے مالک پر سوال کرنا حرام معلوم ہوا اور ابوداؤد میں ایک حدیث ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ چالیس درہم کے مالک کا سوال کرنا سوال الحاف ہے اھ

ونصه من سال منکم وله اوقیة اوعدلها فقد سال الحافا قال الاسدی فقلت للحقة لناخیر من اوقیة والاوقیة اربعون درهما الحدیث وقد سکت عنه اور ابوداؤد میں ایک دوسری حدیث ہے جس کے الفاظ یہ ہیں فقالوا یا رسول الله ومالغنیه قال قدر ما یغدیة ولعسیه اور یہ حدیث بہت طویل ہے اور قولہ سکت عنہ تو اس سے معلوم ہے کہ صبح وشام کے طعام کی مقدار جس کے پاس ہو اس کو سوال کرنا منع ہے یہ تین حدیثیں مختلف المعانی لیکن تامل سے حقیقۃ المعانی ہیں درلیۃ اور قواعد کلیہ شرعیہ کا مقتضا یہ ہے کہ ضروری حاجت کے وقت سوال جائز ہو اور صبح وشام کا کھانا جس کے پاس ہو اس کو حاجت نہیں اس لئے کہ یہ مقدار تسلی ورفع حاجت کے لئے کافی ہے اور کپڑے اور دیگر امور ضروریہ بھی اس میں ملحوظ رہیں گے گو حدیث میں ان کا ذکر نہیں مگر قواعد کلیہ اس کی دلیل ہیں مثلاً صبح وشام کے کھانے کی مقدار کسی کے پاس ہے لیکن ضروری کپڑا نہیں تو اس کے لئے بمقدار تیاری پارچہ سوال جائز ہے وعلی ہذا القیاس اور نفقات وضروریت کو بھی سمجھ لو اب چالیس اور پچاس درہم والی حدیثوں کا یہ جواب ہے کہ جو کنبے دار شخص ہو اور اس کا ضروری صرف اس مقدار کا ہو اور پھر وہ سوال کرے تو یہ حرام ہے کیونکہ اختلاف احوال وازمان سے حکم بدل جاتا ہے پس تینوں احادیث کے محامل متباین ہیں لہذا تعارض نہیں اور کسی کو ناسخ ومنسوخ کہنے کی حاجت نہیں اور نہ تاریخ معلوم ہے اور یہ تاویل میں نے کہیں دیکھی نہیں لیکن قلب کو بالکل شفا ہوگئی ہے اور ظاہری قواعد کے مطابق ہر تاویل بعید نہیں ہے اور بندہ کی عادت بھی نہیں ہے کہ تاویلات بعیدہ سے کام لے کیونکہ اللہ ورسول کے کلام کو بہت احتیاط سے کسی محمل پر محمول کرنا چاہئے تاکہ اپنی رائے میں مراد متکلم کے خروج نہ ہو والحق عند اللہ تعالیٰ والحمد للہ تعالیٰ علی ذلک

باب ماجاء من لا تحل له الصدقة

قوله الذی مرة سوی فی شرح ابی الطیب بکسر المیم وتشدید الراء القوة ای ولا لقوی علی الکسب ومعنی سوی مستو صحیح البدن تام الخلقة (هذا من الجامع) قوله الا لذی فقر مدقع اوغرم مفظع۔

مولانا نے فرمایا کہ اس جملہ میں نہایت بلاغت ہے اور مبالغہ کے ساتھ عدم حلت بیان فرمائی گئی ہے کیونکہ مدقع کے معنی ہیں ملصق بخاک اور یہ کنایہ ہے شدت فقر سے جو اس کو خاک سے ملادے تو مطلب یہ ہے کہ اگر اس کے پاس درہ بھی موجود ہو تو اس کو

besturdubooks.wordpress.com

سوال نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ اس بوریہ کو فروخت کر کے بسر کرے ہاں جب کچھ بھی پاس نہ رہے تو سوال کرنا مضائقہ نہیں انتہی التقریر۔

قال الجامع فی شرح ابی الطیب قوله الا لذی فقر استثناء من قوله لذی مرة فهو متصل ولو قیل انه مستثنیٰ من قوله لغنی فالظاهر انه منقطع قوله مدقع ای شدید من اوقع لصق بالقعاء وهو التراب قوله اوغرم مفظع[1] بضم العین ای دین شدید اھ دفیه ایضا یشری به ماله یرفع ماله علی انه فاعل اھ

باب من تحل له الصدقة من الغارمین

قوله ولیس لکم الاذلک : مطلب یہ ہے کہ اس وقت جس قدر مل گیا وہ لے لو۔ اور غریم کو تنگ نہ کرو باقی جب اس کے پاس ہوگا لے لینا یہ مطلب نہیں کہ بقیہ دین ساقط ہو گیا۔

باب ماجاء فی کراهیة الصدقة للنبی صلی الله علیه وسلم واهل بیته وموالیه

قوله اذا اتی بشیٔ الخ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صدقہ کھانا منع تھا کیونکہ اس میں توہین ہے اور لوگوں کے دل سے ایسے اشخاص کی وقعت جاتی رہتی ہے اس کے سوا اور بھی فوائد ہیں اور حضرات اہل بیت کے لئے بھی صدقہ حلال نہیں بوجہ شرف ان حضرات کے اور موالی چونکہ اپنے آقا کے تابع ہوتے ہیں اس لئے ان کو بھی جائز نہیں انتہی التقریر قال الجامع فی شرح ابی الطیب

قوله فان قالو صدقة لم یاکل لان الصدقة منحة لثواب الآخرة والهدیة تملیک الغیر شیئا تقربا الیه واکراماله ففی الصدقة نوع ترحم وذل للاخذ فلذلک حرمة الصدقة علیه صلی الله علیه وسلم دون الهدیة اھ ثم اعلم لم یرد الامام الترمذی حدیثا صریحا فی حرمة الصدقة علی اهل بیته مع انه جعله جزء من الترجمة ولکن اشار الی ذلک. فی قوله ومیمون ومهران فتلک الروایة رواه الامام[2] احمد بلفظ انا لا تحل لنا الصدقة ومولی القوم منهم

باب ماجاء فی الصدقة علی ذی القرابة

قوله اذا افطر احدکم الخ

تمر سے روزہ افطار کرنے میں بہت سے فائدے ہیں ایک تو بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ قلب کو روزہ سے جو ضعف ہو جاتا ہے تو شیریں شے کھانے سے طاقت آجاتی ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ تمر سے روزہ افطار کیا جائے اور

---

[1] بضم المیم وکسر انطاء المعجمة وهو الشدید الشنیع کذا فی قوت المغتذی ۱۲ جامع

[2] هذه الروایة نقلها السراج فی شرحه ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

تمر کے حکم[1] میں اور تمام شیریں چیزیں داخل ہیں۔

اور اسی وجہ سے اکثر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمر سے افطار فرمایا کرتے تھے اس کے سوا اور بھی فوائد ہیں۔ اور ذی قرابت کو صدقہ دینے سے دو ثواب ملتے ہیں ایک تو صدقہ دینے کا اور دوسرا حق قرابت ادا کرنے کا۔

اور جاننا چاہئے کہ مردہ کا کھانا جو برادری میں تقسیم کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے چاہا کہ برادری میں جو لوگ غریب غرباء ہیں ان کو کھانا پہنچ جائے تا کہ دوہرا ثواب ہو لیکن اس میں یہ خیال بھی مدنظر تھا کہ اگر غرباء کو فقط کھانا بھیجا جاوے گا تو وہ لوگ یوں سمجھیں گے کہ ہم کو محتاج ذلیل سمجھ کر بھیجا ہے اس لئے بطور تقسیم غرباء اور کچھ امراء کو بھی اُس کھانے میں شریک کر لیا جاتا تھا تا کہ اس حیلہ سے غرباء کو رنج بھی نہ ہو اور ان کی ذلت بھی نہ ہو اور کام بھی چل جائے لیکن اب تو موٹے موٹے آدمیوں کو کھلایا جاتا ہے اور غرباء کو نکال دیا جاتا ہے اس طرح جو مقصود ہے[2] وہ حاصل نہیں ہوتا۔

ایک شخص تھا قصبہ جھنجھانہ میں اُس نے نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو میں مسکینوں کو کھانا کھلاؤں گا جب حق تعالیٰ نے اس کا کام پورا فرما دیا تو اُس نے داروغہ اور تحصیلدار اور اُمراء کو وہ نذر کا کھانا کھلایا۔ سو لوگوں نے تو حلال کھایا کیونکہ ان کو اطلاع نہ تھی کہ یہ نذر کا کھانا ہے مگر اس شخص کی نذر نہیں پوری ہوئی پس یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرات سادات کرام کو جو شخص زکوٰۃ دے گا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی دوبارہ محل میں ادا کرنا فرض ہوگا۔ مگر ان کو تحت حاجت کی حالت میں اس زکوٰۃ کا لینا حلال ہو جاوے گا۔ گو مزکی کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

اور علماء نے لکھا ہے کہ حضرات اہل بیت کو نفل[3] صدقہ دینا اور ان کو لینا حلال ہے اور خود ذات بابرکات علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام پر دونوں طرح کا صدقہ حرام تھا۔

باب ماجاء ان فی المال حقا سوی الزکوٰۃ

قوله عن فاطمة ابنة قيس الخ

اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ زکوٰۃ دے کر یہ نہ سمجھ جاوے کہ مجھ پر اور کوئی حق باقی نہیں رہا۔ بلکہ علاوہ زکوٰۃ کے اور بھی حقوق مالیہ ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ علاوہ زکوٰۃ (اور صدقہ فطر و عشر) کے اور جو حقوق مالیہ ہیں وہ لاعلی التعیین ہیں اور بعض ان میں واجب ہیں مثلاً ایک شخص کھانا کھا رہا ہے اور اس کے پاس اس کی حاجت سے کھانا زائد ہے اس حال میں اس کے ہاں کوئی شخص بھوکا سائل آیا تو اس کو کھانا دینا واجب ہے، یہ کہہ کر بری نہیں ہو سکتا کہ میں تو زکوٰۃ دیا کرتا ہوں تیرا سوال پورا کرنا مجھ پر واجب نہیں ہے اور اس مضمون ارشاد فرمانے کے بعد آپ نے یہ آیت شریفہ پڑھی یعنی اس آیت سے استدلال کیا۔

---

[1] فقد روى الديلمي مرفوعًا افضل مايبدأبه الصائم زبيب اوشئ حلو كما في كنوز الحقائق ۱۲ جامع

[2] کیونکہ آج کل یہ طعام دعوت بن چکا ہے اور موت کے موقع پر دعوت کھانا کھلانا ناجائز ہے لہٰذا آج کل احتراز کیا جائے اگر زیادہ شوق ہو تو نقد رقم یا جنس فقراء کو دی جائے۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

[3] واختار و حقق الشيخ ابن الهمام حرمة الصدقة مطلقا لا هل البيت واما جمهور الحنفية فذهبوا الى جواز صدقة النفل لهم واما انا فاذهب الى ماذهب المحقق المجتهد المفيد الشيخ ابن الهمام لقوة الدليل عليه عندى وسبقه اليه الزيلعي شارح الكنز ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

وذلک لانہ جمع فی هذه الآیة بین ایتاء المال علی حبه وبین ایتاء الزکوٰة...... بالعطف المقتضی لمغایرة.

اور زکوٰۃ کو تو مطلقاً ارشاد فرمایا اور مال کو مقید فرمایا فقال واتی المال علی حبه[1] توجیہ یہ ہے کہ جو شخص فرض صدقہ دیتا ہے اس سے بھی حق تعالیٰ کو محبت ہوتی ہے لیکن جو نفل صدقہ ادا کرتا ہے اُس سے بہت[2] محبت ہوتی اسی طرح دیگر فرائض ونوافل کا حال ہے پس محبت اللہ تعالیٰ کی حاصل کرنے کا طریقہ کثرت نوافل ہے اور اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کے دو غلام ہیں اس نے دونوں سے کہا کہ مجھے آٹھ آٹھ آنہ روزانہ کما کر دیا کرو تو ایک اُن میں سے اسی قانون پر چلتا ہے اور دوسرا علاوہ اس مقدار کے کبھی اور چیزیں بھی مالک کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ مالک کو دوسرے سے زیادہ محبت ہوگی۔ انتهی التقریر قال الجامع قوله عن الشعبی هذا الحدیث قوله ففی شرح السراج قول آنحضرت صلی الله علیه وسلم را که در حدیث ست ان فی المال لحقا سوی الزکوٰة اه قلت فمراد الترمذی ترجیح الحدیث المرسل وتضعیف المتصل والظاهر انه لاکلام فی مرسل الشعبی وضعف المتصل بمیمون فی تهذیب التهذیب وذکر له ابن عدی احادیث وقال ولمیمون الاعور غیر ما ذکرت واحادیثه خاصة عن ابراهیم لا یتابع علیه اه وروایته هنا لیس عن ابراهیم فافهم وفی شرح السراج بیان بن بشر المعلم الطائی مجهول از سادسه بود اه

باب ماجاء فی فضل الصدقة

قوله ما تصدق احد الخ: اس حدیث سے صدقہ کی بہت بڑی فضیلت معلوم ہوتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک خرما بھی ہوگا تو حق تعالیٰ پہاڑ سے بھی زیادہ بڑھا دے گا اور اس طرح پرورش کرے گا جیسا کہ کوئی تم میں سے گھوڑی کے بچے یا اونٹ کے بچے کی پرورش کرتا ہے چونکہ گھوڑی اور اونٹ کے بچے ہاتھ پھیرنے سے بہت بڑھتے ہیں...... شک من الراوی کذا فی شرح السراج قلت ویحتمل ان تکون او للتنویع ۱۲ جامع تو ان کو بڑھوار بہت ہوتی ہے کیونکہ ان کے بڑھنے کا سہل طریقہ ہے پس اس لئے یہاں ان دونوں کا ذکر بطریق تشبیہ مناسب ہے تاکہ مبالغہ فی التربیۃ پر دال ہو اور یہاں سے معنی آیت مثل الذین ینفقون الخ کے معلوم ہوتے ہیں بعض لوگوں نے سات سو اور بعض نے چودہ سو تک ترقی لکھی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آیت سے مقدار معین ثواب کی نہیں معلوم ہوتی۔ بلکہ آیت تو اس بات کی خبر دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ثواب کو مضاعف کرتا ہے۔

چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! اور بڑھایئے تب اس کے بعد یہ آیت نازل

---

[1] هذا التقریر یفید ان الاضافة فی حبه من اضافة المصدر الی الفاعل ای من حبه تعالی لذلک المال سوی الزکوٰة اویقال انه من اضافة المصدر الی المفعول والمعنی علی حب ای لتحصیل حبه تعالی فافهم ۱۲ جامع [2] روی مرفوعا ان الله تعالیٰ قال وما تقرب الی عبدی لشیء احب الی مما افترضت علیه ومایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه اخرجه البخاری فی حدیث طویل کما فی الجامع الصغیر

besturdubooks.wordpress.com

ہوئی وہ یہ ہے کہ من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضعفہ لہ اضعافا کثیرا۔ لوگوں نے کہا ہے کہ یہ وہی ضعف[1] ہے اقل درجہ جمع وقلت کا اطلاق تین پر ہوتا ہے تب بھی اکیس سو درجہ ہوئی اور جمع کثرت کا اطلاق کم سے کم دس پر ہوتا ہے اس اعتبار سے اکیس ہزار ہوئے اب کبھی نہ کہنا کہ ثواب سات سو تک محدود ہے اور اللہ یقبض ویبسط یعنی یقبض الصدقۃ ویبسط الثواب۔ یہ معنی ابھی القاء ہوئے ہیں۔

انتہی التقریر قال الجامع قولہ من طیب قال القرطبی الطیب المستلذ بالطبع ویطلق علی المطلوب بالشرع وھوالحلال قال ابن عبدالبر المحض[2] او المتشابہ لانہ فی حیز الحلال علی اشبہ الاقوال للادلۃ وجملۃ ولا یقبل اللہ الا الطیب معترضۃ بین الشرط والجزاء تاکید التقریر المطلوب فی النفقۃ من انہ لاثواب فی غیر الطیب لا ان ثوابہ دون ھذا الثواب اذ قدیتوھم من التقیید انہ شرط لھذا الثواب بخصوصہ لالمطلق الثواب فمطلق الثواب یکون بدونہ ایضا فذکر الجملۃ المعترضۃ دفعا لھذا التوھم ومعنی عدم قبولہ انہ لا یثیب علیہ ولایرضی بہ اہ وفیہ ایضا قولہ فلوہ اوفصیلہ بفتح الفاء وضم اللام وتشدید الواو المھر وھو ولد الفرس سمی بذلک لانہ فصل عن امہ والفصیل فعیل بمعنی مفعول کجریح بمعنی مجروح وھو ولد الناقۃ اذا فصل من رضاع امہ اہ

قولہ عن انس الخ: شعبان میں روزہ رکھنے کے کئی فائدے ہیں ایک تو رمضان شریف کی تعظیم ہے (کاستقبال رمضان ۱۲ جامع) دوسرے یہ کہ جب رمضان میں روزے رکھے جاتے ہیں تو اولاً دشوار معلوم ہوتے ہیں۔ پھر عادت پڑ جاتی ہے تو سہل معلوم ہوتے ہیں اسی طرح اگر شعبان میں روزے رکھے جاویں گے تو رمضان کے روزے سہل ہو جائیں گے۔ تیسرے یہ کہ روزے سے تصفیہ قلب ہوتا ہے تو جب نفل روزہ سے تصفیہ کر لیا۔ اب فرض روزے طہارت قلب کے ساتھ رکھے گا پس ثواب زیادہ ہوگا۔ سو ان تینوں کے ساتھ روزہ رکھنا شعبان میں کوئی مضائقہ نہیں اور دوسری حدیث میں جو شعبان کے آخر روز میں روزہ رکھنے کی ممانعت آئی ہے (سیاتی بسندہ ۱۲ جامع) اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر شعبان میں روزہ رکھا جاوے گا تو رفتہ رفتہ لوگ اس کو بھی ضروری سمجھنے لگیں[3] گے۔

پس اس وجہ سے آپ نے اہتمام فرمایا کہ نہ اول رمضان کے آخر شعبان میں روزے رکھے جاویں اور نہ بعد رمضان متصل روزے رکھے جاویں تاکہ خلط نہ ہو جائے اور اگر شعبان میں روزے نفل رکھے تو بہتر ہے کہ آخیر شعبان میں رمضان سے ایک روز پہلے چھوڑ دے تاکہ نفل اور فرض مخلوط نہ ہو جاویں۔ اور رمضان میں صدقہ دینے کی بڑی فضیلت ہے جیسا کہ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص رمضان میں ایک فرض ادا کرتا ہے تو اس کو ستر فرضوں کا ثواب ملتا ہے۔

---

[1] اضعاف اوزان جمع قلت سے ہے اور پھر وہ کثیرہ سے موصوف ہے اس لئے اس کی مقدار متعین نہیں ہو سکتی ہاں اکیس سو سے بہرحال بڑھے رہیں گے ۱۲ جامع

[2] قولہ المحض الخ تفسیر آخر للطیب والمحض الخالص۔ (عبدالقادر)

[3] اور بعض نے ممانعت کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ رمضان آنے تک ضعف نہ آ جائے اور نشاط ختم نہ ہو جائے۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

اور جو شخص ایک نفل ادا کرتا ہے تو اس کو ایک فرض ادا کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ سو ایسا ہی یہاں پر ہے بعض امراء کی عادت ہے کہ رمضان شریف میں زکوٰۃ ادا کیا کرتے ہیں۔ تاکہ ثواب زیادہ ہو۔ یہ بہت اچھی بات ہے۔

انتهي التقرير فائده: في شرح ابي الطيبؒ وهذا الحديث وان ضعفه لكن يؤيده ماثبت من فعله في الصحيحين عن عائشة قال مارأيته في شهر اكثر منه صياما في شعبان وفي رواية كان يصوم شعبان كله ولا يعارضه حديث افضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم وقد تقدم في الكتاب في باب صلوٰة الليل وهو صحيح رواه مسلم ايضا لجواز ان يكون افضل الصيام بعد رمضان عند الاطلاق صيام المحرم وعند قصد تعظيم رمضان صيام شعبان اه ملخصًا زاده الجامع عفي عنه

قوله ان الصدقة تطفئ غضب الرب وتدفع ميتة السوء قال الجامع شبه الصدقة بالماء والغضب بالنارثم اثبت تاثير الماء في النار للصدقة في اطفاء الغضب ووجه التشبيه بين الماء وبين الصدقة فلمر عنقريب في اواخر كتاب الصلوٰة واماوجه التشبيه بين الناروبين الغضب فهو اشتراک الحرارة بينهما فان النارسبب وجودها الحرارة الظاهرة وسبب وجود الغضب هو الحرارة الباطنة الكائنة في الانسان وفي شرح ابي الطيب قوله وتدفع ميتة السوء بكسر الميم الحالة التي يكون عليها الانسان من الموت والسوء بفتح السين ويضم اه

وفي قوة المغتذى قال العراقي الظاهر ان المرادبها ما استعاذ منه النبي صلى الله عليه وسلم الهدم والتردى والغرق والحرق وان يتخبطه الشيطن عندالموت وان يقتل في سبيل الله مدبرا اه وفي شرح ابي الطيب قوله مهره بضم الميم ولد الفرس اه

قوله وتصديق ذلک في كتاب وهو الذى يقبل التوبة عن عباده وياخذ الصدقٰت قال العراقي في هذا تخليط من بعض الرواة اَلَمْ يعلموا ان الله هو يقبل التوبة الاية وقدرويناه في كتاب الزكوٰة ليوسف القاضي على الصواب كذا في قوت المغتذى هذا كله من قوله ان الصدقة الٰى ههنا من زيادات الجامع قوله وقد قال غير واحد الخ

مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہت سے اہل علم یہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں اپنے ظاہر پر رکھی جائیں یعنی یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بھی ہیں اور پیر بھی اور آنکھ اور کان سب چیزیں ہیں مگر ہم ان کی کیفیات سے آگاہ نہیں ہیں جیسا وہ خدائے بے مثل ہے اور جیسا اس کی ذات کا کما حقہ ادراک نہیں ہو سکتا ایسے ہی اس کے صفات کا ادراک بھی محال ہے اور سلف صالحین وعلماء متقدمین کا یہی مذہب تھا اور جہمیہ جو ایک فرقہ اسلامیہ ہے وہ ان سب امور میں تاویل کرتے ہیں۔ مثلاً یَدُ اللہ فوق ایدیھم میں ید سے مراد قوت کہتے ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

اور متاخرین نے ان متقدمین کے مذہب کو اختیار کیا ہے ایک خاص ضرورت سے اور وہ یہ ہے کہ نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہوتی تھی یعنی جیسا کہ وہ قائل ہیں کہ تین بھی خدا ہیں اور ایک بھی ہے مگر سمجھ میں نہیں آسکتا ہے ایسے اہل اسلام کے یہاں بھی ان امور کے باب میں گفتگو تھی تو گویا اس اعتراض صوری کے رفع کرنے کو یہ طریق اختیار کیا گیا لیکن اعتقاد متاخرین کا وہی ہے جو متقدمین کا مذہب ہے بعض لوگ یوں سمجھ گئے ہیں کہ متاخرین کا مذہب وہ ہے جو مبتدعین کا ہے یہ غلط ہے اور اصل امر وہ ہے جو مذکور ہوا اور بعض فرقوں کا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور عرش سے دو دو انگل باہر نکلا ہوا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی شکل گھوڑے کی جیسی ہے معاذ اللہ! اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی شکل مثل شکل انسان کے ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ سونے کا ہے۔ اور آج کل کے اہلسنت والجماعت تنزیہ کے قائل ہیں۔ یعنی حق تعالیٰ مکان اور زمان سے پاک ہے اور آج کل کے صوفیاء کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نہ من کل الوجوہ منزہ ہے اور نہ من کل الوجوہ مشابہ ہے سب باتیں ہیں۔

مولانا فرماتے تھے کہ اگر کسی کے دل میں یہ خیال آئے کہ صوفیہ نے یہ برزخ کہاں سے نکالا ہے یا تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پیر ہماری مثل ہوں گے یا بالکل نہ ہوں گے تو دل کو یہ جواب دینا چاہئے کہ ہمارے ہاتھ پیر وغیرہ مجازی ہیں اور حق سبحانہ وتعالیٰ کے حقیقی ہیں جیسا وہ خدا ہے ویسے ہی اس کے ہاتھ پیر بھی ہوں گے انتہی التقریر۔

قوله امروها من الامرار ای اجروها قاله ابو الطيب قوله بلا كيف ای كيفيه فهو مجرور

باب ماجاء فی حق السائل

قوله الاظلفا محرقا: مطلب یہ ہے کہ سائل کو جہاں تک ممکن ہو خالی واپس نہ کرے جو کچھ میسر ہو دے دے اگرچہ وہ تھوڑی ہی چیز ہو۔ یہ خیال نہ کرے کہ تھوڑی چیز کیا دوں۔

انتهى التقرير قال الجامع وفي شرح ابي الطيب قوله الاظلفا محرقا بكسر الظأ المعجمة واسكان اللام بالفاء هو للبقر والغنم كالحافر للفرس والبغل ومحرقا من الاحراق وقيد بالاحراق مبالغة في رد السائل بادني ماتيسير و لم يرد صدور هذا الفعل من المسئول منه فان الظلف المحرق غير منتفع به كذا في شرح ابي الطيب

باب ماجاء فی اعطاء المؤلفة قلوبهم

قوله عن صفوان الخ : جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطریق تالیف قلوب جن لوگوں کو مال دیتے تھے تو وہ لوگ دو قسم کے تھے اول تو وہ جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے تاکہ وہ مال دینے کی وجہ سے ایمان لے آویں اور اسلام سے ان کو محبت ہو جائے۔

اور دوسری قسم کے وہ لوگ تھے کہ مسلمان تو ہو گئے تھے مگر ایمان ان کا ضعیف تھا تو جناب رحمۃ للعالمین کو یہ خیال تھا کہ ایسا نہ ہو کہ ان کا اسلام ڈگمگا جائے اس لئے ان کی تالیف قلوب فرمایا کرتے تھے لیکن اس حدیث سے تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کو مال زکوٰۃ دیا گیا تھا۔ بلکہ ظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ حنین میں جو مال غنیمت ملا تھا اس میں سے ان بزرگ کو دیا گیا تھا اور آپ کی عادت تھی کہ مؤلفۃ القلوب میں جو اغنیاء تھے ان کو بھی آپ عطا فرماتے تھے اب ائمہ میں

besturdubooks.wordpress.com

یہ گفتگو ہے کہ اب بھی زکوۃ تالیف قلب کے لئے دینا جائز ہے یا نہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور بہتر ہے اس لئے کہ کوئی شخص اسی ذریعہ سے مسلمان ہوجائے تو اچھا ہے اور یہ حدیث ان کی دلیل[1] ہے۔ اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اب ایسے لوگوں کو دینا جائز نہیں کیونکہ اس وقت اسلام ضعیف تھا پس شریعت کو منظور تھا کہ لوگ کثرت سے مسلمان ہوں تا کہ اسلام کو قوت وشوکت ہو اب جبکہ اسلام قوی ہوگیا تو اس کی حاجت نہ رہی جس کا دل چاہے مسلمان ہو اور جس کا دل چاہے کافر ہو چنانچہ کلام اللہ میں بھی ہے فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ لیکن یہاں ایک اعتراض واقع ہوتا ہے وہ یہ زکوۃ کا جواز ایسے لوگوں کو نص قطعی سے ثابت ہے اس کو قیاس سے کیسے منسوخ کہا جاسکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم معلل تھا ایک علت کے ساتھ اور وہ ضعف اسلام ہے پس جب وہ علت مرتفع ہوگئی معلول بھی مرتفع ہوگیا پس یہ ارتفاع الحکم بارتفاع العلت ہے نہ کہ نسخ الآیۃ القطعیۃ بالقیاس الظنی انتہی التقریر

قوله وكان هذا الحديث اصح واشبه الخ قال القاضي العلامة ابوبكر بن العربي في عارضة الاحوذي الاسناد الصحيح من هذا عن سعيد بن المسيب ان صفوان بن امية لان سعيد الم يسمع من صفوان شيًا وانما يقول الراوي فلان عن فلان اذا سمع شيئا ولو حديثا واحدا فيحمل سائر الاحاديث التي سمعها من واسطة عنه من العنعنة فاما اذالم يسمع منه شيًا فلا سبيل الى ان يحدث عنه لابعنعنة ولا بغيرها اه قال الجامع فثبت ان المرسل صحيح وهو يكفي للاحتجاج عندنا وعند الجمهور على ان الامام الشافعي قد صرح بان مراسيل سعيد بن المسيب كلها مسندة فهذا ايضا مسند فان قيل اذالم يسمع سعيد عن الراوي شيئا فكيف يحكم عليه انه مسند قلنا يحتمل ان يكون سماعه منه قد ثبت عند من حكم عليه انه مسند اويقال ان الحديث ثبت مسندا امن طريق اخرى فحكم عليه بانه مسند بحكم المتابعة فافهم وفي الزيلعي روى ابن ابي شيبة في مصنفه حدثنا وكيع عن اسرائيل عن جابر عن عامر الشعبي قال انما كانت المؤلفة على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما ولي ابوبكر رضي الله تعالى انقطعت اه وقال في الدراية (وفي اسناده جابر الجعفي آه قلت هو مختلف فيه الوثقه بعضهم كما حقق في احياء السنن فيحتج بحديث جابر وفي الدراية وروى الطبراني من طريق حبان بن ابي جلبة ان عمرانا اتاه شيبه بن حصين قال الحق من ربكم فمن شاء فليومن ومن شاء فليكفر يعني اليوم ليس مؤفة اه)

---

[1] قلت الاظهر عندي ان دليله مافي النيل عن انس رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يسئل شيئًا على الاسلام الا اعطاه قال فاتاه رجل فسأله فامرله بشاء كثير بين جبلين من شاء الصدقة قال فرجع الى قومه فقال ياقوم اسلموا فان محمد ايعطي عطاء من لايخشي الفاقة رواه احمد باسناده صحیح[1] اھ ۱۲ جامع عفی عنہ۔

---

(۱) اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس وقت اسلام ضعیف تھا۔ عبدالقادر عفی عنہ

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی المتصدق یرث صدقته

قوله صومی عنها: اس میں تو سب کا اتفاق ہے کہ عبادت مالیہ میں نیابت ہوسکتی ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عبادت بدنیہ میں بھی نیابت جائز ہے اور اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے اور حنفیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث معارض ہے ایک اور حدیث[1] کے۔ جس کا یہ مضمون ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے اور اس حدیث کے معنی ان کے نزدیک یہ ہیں کہ صوم سے مراد روزہ نہیں ہے بلکہ مراد بدلہ ہے روزہ کا۔ اور وہ فدیہ ہے چونکہ وہ عوض ہے روزہ کا اس لئے مجازاً اس کو روزہ سے تعبیر کر دیا۔ میں کہتا ہوں کہ معنی مجازی اختیار کرنے کی کیا حاجت ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ اس حدیث سے تو فقط میت کی طرف سے روزہ رکھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے چونکہ آپ سے ایک نیک کام کی بابت دریافت کیا گیا تھا۔ آپ نے اجازت دے دی اس سے یہ تو نہیں معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے وہ روزے کافی ہو جائیں گے اور وہ قضا وہی کام دے گی جو خود مکلف کا قضا کرنا کام دیتا ہے پس اس حکم سے حدیث ساکت ہے وہذا اصل فی وصول ثواب العبادۃ البدنیۃ ولا یلزم منہ کفایۃ ہذا الصوم لاحتمال ان لا یکون مقصود السؤال مطلق النفع لہا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ[2] کو وصیت فرمائی تھی کہ تم میری طرف سے ہر سال قربانی کرتے رہا کیجیو۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسا ہی کیا کرتے تھے اور ایک اور حدیث میں ہے۔ ایک جگہ سے آئے تھے اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ کون شخص ہے جو میری طرف سے اس مسجد میں دو رکعت نماز پڑھے اور یہ حدیث مرفوع حکمی ہے پس ان دونوں حدیثوں سے بھی باستدلال دقیق عبادات بدنیہ کا ثواب پہنچنا ثابت ہوتا ہے۔

اور علماء حنفیہ کا یہی مذہب ہے اور امام صاحب[3] ونیز جمہور کے نزدیک ثواب عبادات بدنیہ کا نہیں پہنچتا۔ غالباً ان حضرات کو یہ حدیثیں پہنچی نہیں۔

قوله حجی عنها: اس جزو میں بھی اختلاف نہیں ہے مگر ہاں حنفیہ کے نزدیک یہ ضرور ہے کہ اگر حج میت کے ذمہ فرض تھا تو اگر اس نے وصیت کی تب تو اس کے ذمہ کا فرض ادا ہو جاوے گا اور اگر وصیت[4] نہیں کی تو اس کا فرض ادا نہ ہوگا ہاں مطلق ثواب پہنچے گا کیونکہ وصیت کرنے کی صورت میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نیت ادائے فرض کی تھی۔ گو کسی عارض سے اس کو ادا نہ کر سکا۔ اور اگر کسی کو اس کا صدقہ میراث میں مل جائے تو اس کا لے لینا حلال ہے لیکن طبیعت گوارا نہیں کرتی۔ اس لئے بہتر ہے کہ اس کو کسی مصرف خیر میں صرف کر دے اجر ملے گا جیسے کہ ایک روٹی کسی فقیر کے دینے کے لئے نکالے اور پھر وہ فقیر چلا گیا تو دل گوارا نہ کرے گا کہ اس کو اپنی اور روٹیوں میں ملا کر رکھا جائے پس اس کو بھی خیرات کر دے اور یہ انسان کی طبعی بات ہے۔

---

[1] ھذا الحدیث لیس بمرفوع کما وھم صاحب الھدایہ وانما ھو موقوف فقد روی النسائی فی سننہ الکبری بسند صحیح عن ابن عباس موقوفا علیہ لا یصلی احد عن احد ولا یصوم احد عن احد ولکن یطعم عنہ مکان کل یوم مدمن حنطۃ. ۱۲ جامع [2] رواہ ابوداؤد والترمذی (مشکوٰۃ ص ۱۲۸) عبدالقادر عفی عنہ [3] معارف السنن میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک دوسرے حنفیہ کے موافق ذکر کیا گیا ہے (عبدالقادر)

[4] قولہ اگر وصیت نہیں کی الخ اگر میت نے وصیت نہیں کی اور وارث یا اجنبی نے اس کی طرف سے حج ادا کرا دیا تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امید ہے کہ انشاء اللہ میت کا حج ادا ہو جائے گا (معلم الحجاج ص ۲۸۹) (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی کراهية العود فی الصدقة

قوله لا تعد[1] فی صدقتک

وجہ نہی کی یہ ہے کہ صدقہ گویا حق تعالیٰ سے وعدہ ہے کہ میں یہ چیز آپ کے نام پر نکال چکا اب اس کو واپس نہ لوں گا۔ اور متصدق علیہ کو جب معلوم ہوگا کہ متصدق ہی خرید رہا ہے تو ضرور ہے کہ وہ قیمت میں رعایت کرے گا کیونکہ وہ سمجھے گا کہ آخر اسی کا تو دیا ہوا ہے اس سے ضرور رعایت کرنی چاہئے اور جب ایسا ہوگا تو حق تعالیٰ سے وعدہ خلافی ہوگی اس وجہ سے منع کیا گیا ہے تاکہ بائع کا نقصان نہ ہو اور حق تعالیٰ سے وعدہ خلافی نہ ہو۔ ہاں اگر متصدق کے علاوہ اور کوئی دوسرا شخص متصدق علیہ سے اس صدقہ کی ہوئی چیز کو خرید لے تو مضائقہ نہیں جبکہ متصدق علیہ کو اس امر کی اطلاع نہ ہو کہ یہ متصدق کے لئے خریدی جا رہی ہے۔

باب ماجاء فی نفقة المرأة من بيت زوجها

قوله لا تنفق امرأة[2] الخ: اگر بیوی بغیر اجازت خاوند کے خرچ کرے گی تو گنہگار ہوگی اور اجازت کی دو قسمیں ہیں ایک تو صراحۃً اجازت ہونا دوسرے دلالت ہونا دونوں صورتوں میں عورت کو تصدق جائز ہے۔ اور اسی طرح جو نفقہ عورت کو دیا جاتا ہے اس مقدار میں سے بھی تصدق جائز ہے کیونکہ وہ اس کی ملک ہو گیا۔ اور اگر خاوند بقدر واجب نفقہ میں کمی کرے تو اس کمی کی مقدار اس کے مال میں سے لے سکتی ہے۔

قولهٗ عن عائشة[3] الخ مقدار و کمیت ثواب میں تو تینوں برابر ہیں لیکن کیفیت ہر ایک کے ثواب کی جداگانہ ہے اس لئے کہ جس قدر حق مالک کا ہے دوسروں کا نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ انتہی التقریر

قوله مانوت حسنا قال الجامع قوله حسنا حال من الضمير المحذوف المنصوب في نوت الراجع الى الموصول وحيث ورد الثواب بانفاقها من مال زوجها فهو معمول على الانفاق باجازته وحيث ورد النهي عنه يحمل ذلک على صورة عدم رضائه به. وقوله بطيب نفس يعني بطيب نفس امراة اوزوجها.

باب ماجاء فی صدقة الفطر

قوله عن ابی سعيد الخدری الخ

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی یہی مقدار ہے جو اس حدیث میں اور جس تفصیل سے مذکور ہے اور گندم میں نصف صاع ہے امام صاحب کے نزدیک **وقوله صاعا من طعام محمول على الاستحباب او يراد بالطعام غير الحنطة كما في الحديث الذي بعده او يقال قولهٗ نخرج لا يستلزم وجوبه** ۔ اور جو چیزیں حدیث میں مذکور نہیں ہیں ان سب میں قیمت

---

[1] والاكثرون ان الكراهة كراهة تنزيه لكون القبح فيه لغيره قاله ابو الطيب ۱۲ جامع

[2] فی الحدیث ولا الطعام فقیہ حرف استفہام محذوف یعنی او لا تنفق الطعام ۱۲ جامع

[3] قال ابو الطیب یتعص یتعدی الا مفعولین کما و یتعد الیہما ۱۲ جامع (من الثلاثی) (۱۲ جامع)

besturdubooks.wordpress.com

دی جاوے گی یعنی جس چیز غیر مذکور فی الاحادیث سے صدقہ فطر ادا کیا جائے تو اس سے یوں صدقہ ادا کرے کہ نصف صاع گندم کی مقدار کی قیمت صدقہ کی جائے اور یہ نہ ہوگا کہ خود وہ چیز ایک صاع صدقہ کی جائے مثلاً جہاں چاول کثرت سے ہوتے ہیں وہاں اگر کوئی چاول صدقہ فطر میں دیوے تو نصف صاع گندم کی قیمت[1] ادا کی جاویگی نفس چاول[2] نہ دیئے جاویں گے۔

وقوله مدين من سمراء الشام صريح في كون الصاع اربعة امداد والمد[3] رطلان فالصاع ثمانية ارطال وهو مذهب ابي حنيفة وكان هذا بمحضر (كما يدل عليه قوله فاخذ الناس بعمومه ۱۲ جامع) من الصحابة ولم ينكر فكان كالاجماع انتهى التقرير.

قال الجامع قال الشيخ ابو الطيب وقال علماؤنا المراد به (الطعام) الاعم لا الحنطة بخصوصها فيكون مابعده من قبيل عطف الخاص على العام دعي اليه وان كان خلاف الظاهر ماروى ابن خزيمة في مختصر المسند الصحيح من حديث فضيل بن غزوان عن نافع عن ابن عمر قال لم تكن الصدقة على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم الا التمر والزبيب والشعير ولم تكن الحنطة ومما يؤيده ماعند البخاري عن ابي سعيد نفسه كنا نخرج في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الفطر صاعا من طعام وقال ابو سعيد وكان طعا منا يومئذ الشعير والزبيب والاقط والتمر فلوكانت الحنطة من طعامهم الذى يخرج لبادر الى ذكره قبل الكل اذ فيه صريح مستنده على معاوية اه قال الجامع فخلاف ابي سعيد فيه مبني على ارأيه لا على دليل حاصل من عند النبي صلى الله عليه وسلم فلما اجتماع اكثرهم على راى سيدنا معاوية رضي الله عنه كان العمل به اولى فافهم زاده الجامع عفي عنه قوله عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده الخ.

یہ حدیث امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے اور مرفوع حقیقی ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں وہ مرفوع حکمی ہے (اس اعتبار سے کہ انہوں نے ان چیزوں کے عموم میں گندم کو بھی سمجھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صدقہ فطر میں ادا کی جاتی تھیں ۱۲ جامع) اور مرفوع حقیقی ارجح ہے مرفوع حکمی پر اور طعام کے معنی گندم کے لے کر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور کے زمانہ میں جیسا ہوتا تھا اب بھی ویسا ہی ہونا چاہئے۔

امام صاحب کی طرف سے یہ جواب ہے کہ ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم نہ دیا ہو۔ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ خود اپنی رائے سے استحباباً ایسا کرتے ہوں اور ایک اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس سے کام لیا۔ جواب یہ ہے کہ ان کو دوسری حدیث جس میں مدان من قمح ہے ممکن ہے کہ پہنچی ہو لیکن اس کو ذکر نہ کیا ہو۔

---

[1] مطلب یہ ہے کہ اگر چاول دے تو اتنی مقدار دے جتنی صاع گندم کے عوض میں آتے ہیں (عبدالقادر عفی عنہ) [2] احتیاطاً حتی از اکان منصوصاً علیہا یتادی باعتبار القدر وان لم یکن فباعتبار القیمۃ۔ (۱۲ جامع) [3] چار مُد کا ایک صاع ہے اور یہ متفق علیہ ہے اور ایک مُد دو رطل کا ہے اس میں اختلاف ہے اس حدیث سے اول امر کا فیصلہ ہوتا ہے نہ ثانی کا۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

قوله عن ابن عمر الخ فعدل الناس الخ

یہ اُن کی رائے ہے اور اس کی وجہ عدم بلوغ حدیث معلوم ہوتا ہے یا یوں کہا جائے کہ اس جملہ کا یہ مطلب ہے کہ اس زمانہ میں بوجہ قلت گندم کے لوگ گیہوں صدقہ میں نہیں دیتے تھے دیگر اشیاء مذکور ایک صاع ادا کرتے تھے اب چونکہ گندم زیادہ میسر آنے لگے تو وہ لوگ نصف صاع گندم بجائے ایک صاع ان اشیاء کے ادا کرتے ہیں پھر اس باب میں اختلاف ہوا ہے کہ کافر لونڈی غلاموں کا صدقہ فطر مولیٰ کے ذمہ ہے یا نہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو نہیں ہے اور امام صاحب کے نزدیک ہے اور وجہ اختلاف یہ معلوم ہوتی ہے کہ امام صاحب نے تو یہ سمجھا ہے کہ یہ صدقہ خیرات ہے اس لئے ان کی طرف سے بھی ادا کرنا ضرور ہوا جس طرح کے دیگر اہل و عیال کی طرف سے ضرور ہے۔ اور امام شافعی نے یہ سمجھا ہے کہ یہ صوم کی وجہ[1] سے واجب ہے تا کہ صوم میں جو لغویات کا صدور ہوا ہے وہ صدقہ اس کا کفارہ ہو جائے اور ان کفار نے وہ روزہ رکھا نہیں اس لئے ان کی طرف سے واجب نہ ہوگا۔

قوله من المسلمين المطلق يطلق علىٰ اطلاقه فوجب الجمع بينهما ١ه

باب ماجاء في تقديمها قبل الصلوٰة

قوله كان يامر الخ: اس حدیث سے صدقۂ فطر کا نماز سے پہلے ادا کرنا مستحب معلوم ہوتا ہے انتهى التقرير قال الجامع لعل الصدقة للامر عن الوجوب هو الاجماع اويقال ان المقصود هواخراج المال عن الذمة ففي اى حين وجدالا خراج قبل الموت يكفي للامتثال وانما استحب التعجيل بحكم فاستبقوا الخيرات

باب ماجاء فى تعجيل الزكوٰة

قوله عن علي الخ: زکوۃ کا وقت سے پہلے ادا کرنا اچھا بھی ہے جبکہ دل میں یہ خیال ہو کہ یہ حق تعالیٰ کا حق ہے جلد ادا ہو جائے تو اچھا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی عارض پیش آ کر اس میں کچھ کوتاہی ہو جائے اور اگر یہ قصد ہو کہ یہ بیکار ہے جلدی ٹالو۔ تو اس صورت میں تعجیل غیر محمود ہے۔

فائده: قوله قبل انتحل بكسر الحاء اى تجب الزكوٰة وقيل قبل ان تصير حالا بمعنى الحول قوله قبل محلها اى قبل وجوبها من قولهم حقي عليه يحل محلا وجب مصدره كالمرجع والدين صار حالا قاموس ١ه

باب ماجاء فى النهى عن المسئلة

قوله فان اليد العلياء الخ: یہ اس واسطے فرمایا گیا ہے کہ دینے والے کا ہاتھ اوپر رہتا ہے اور لینے والے کا ہاتھ نیچے رہتا ہے۔

انتهى قال الجامع فى شرح ابى الطيب فان اليد العلياء خير من اليدالسفلى العليا هى المنفقة

---

[1] اس کا مقتضا یہ ہے کہ نابالغ بچوں کی طرف سے بھی ادا کرنا لازم نہ ہو جنہوں نے روزہ نہیں رکھا ہے مع ان الشافعی يقول به كمافى رحمة الامة قال ١٢ ابو سنا

besturdubooks.wordpress.com

والسفلي هي السائلة كما ورد تفسير هما في الاحاديث الصحيحة وفي رواية لابي داؤد عن ابن عمر ان العلياهي المتعففة ولاشک ان الخيرية بالنسبة الى الانفاق لابالنسبة الى المعطي والآخذ فلا يرد ان كثيرا من الآخذين افضل من المعطين ١ه قولهٗ الا ان يسأل الرجل سلطانا اوفي امر لابدمنه.

مولانا فرماتے تھے کہ اس کے معنی مشہور تو یہ ہیں کہ اگر اس کو حاجت پیش آوے تو سلطان سے مانگ لے کیونکہ بیت المال میں اس کا بھی تو حق ہے مگر میرے نزدیک یہ معنی ہیں کہ سلطانؒ سے مانگنے میں ذلت نہیں ہے گو وہ مانگنا بلا حاجت ہی ہو۔ اس وجہ سے یہ اجازت مرحمت فرمائی گئی۔ اور مدار نہی عن المسئلۃ کا ذلت پر ہے جہاں کہیں ذلت نہ ہو وہاں مانگنا جائز ہے اور اس مقصود کا قرینہ یہ ہے کہ آگے فرماتے ہیں **اوفي امر لابدمنه** تو یہ جملہ باعتبار اپنے عموم کے سلطان اور غیر سلطان سے مانگنے کو حاجت کے وقت شامل ہے پس سلطان سے مانگنا بلا حاجت مانگنا مراد ہے انتھی التقریر۔

فائدہ: اب رہی یہ بات کہ سلطان کو اس کی حاجت پورا کرنا ضروری ہے یا نہیں نیز سلطان سے باوجود عدم حاجت رجوع کرنا بہتر رہے یا نہیں۔ تو ظاہر یہ ہے کہ سلطان کو اس کی حاجت کا پورا کرنا ضروری نہیں اس لئے کہ یہ حاجت حوائج ضروریہ میں سے نہیں ہے اور اگر وہ بمقتضائے مکارم اخلاق ومروت پورا کرے تو خاص اپنے حق اور اپنے مملوکہ مال سے پورا کرسکتا ہے بیت المال سے دینا اس کو جائز نہیں کیونکہ بیت المال میں جو مال ہے اس کا خرچ کرنا وہ مخصوص ہے حوائج ضروریہ کے ساتھ۔ اور بلا ضرورت سلطان سے بھی رجوع کرنا احقر کے نزدیک بہتر نہیں اور کمال حوصلہ وہمت وتعفف کے خلاف ہے **فليسئل الله تعالٰى ربه وليتوكل عليه فانه عزيز رحيم.**

ابواب الصوم

باب ماجاء في فضل شهر رمضان

قوله اذا كان اول ليلة من شهر رمضان الخ

صفدت الشياطين ومردة الجن میں مردۃ الجن تفسیر ہے شیاطین کی۔ یعنی بڑے بڑے جن قید کردیے جاتے ہیں اور ان کی ذریات باقی رہتی ہیں۔ سو ان کا اغواء باقی رہتا ہے گو بڑے بڑے گمراہ کنندوں کا اغوا جاتا رہتا ہے بوجہ ان کے قید ہوجانے کے۔ اور یہ بھی محتمل ہے کہ شیاطین سے مراد چھوٹے چھوٹے جن ہیں۔

اور مردۃ الجن سے بڑے بڑے سرکش جن مراد ہیں اس صورت میں بعض لوگ یہ اشکال کیا کرتے ہیں کہ جب شیاطین مقید کردیے گئے ہیں تو پھر رمضان شریف میں گناہوں کا صدور کیوں ہوتا ہے تو جواب یہ ہے کہ گناہ کا سبب فقط شیاطین ہی نہیں ہیں بلکہ نفس بھی معاصی کا سبب ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں

۱؎ قولہ في الحديث يكداح في قوت المعتدي يكد بها الرجل وجهه قال العراقي المراد بالوجه ماؤه ورونقه اهـ وفيه ايضا كدح الكاف وتشديد المهملة وهو الخدش والقصب اه مصلاح ۱۲ جامع عفی عنہ

besturdubooks.wordpress.com

وما اُبری نفسی ان النفس لا مارة بالسوء الامارحم ربی الآیہ

پس شیاطین کا اثر جاتا رہتا ہے اور نفس کا اثر باقی رہتا ہے خواہ کل شیاطین کا اثر جاتا رہتا ہو یا بعض کا جیسا کہ ان دونوں صورتوں کی تقریر گزر چکی اور غلقت ابواب النیران الخ میرے نزدیک نیران سے مراد دوزخ ہے اور عالم قبر مراد نہیں جو برزخ ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جو دوزخ میں داخل ہوگا وہ اس سے نکالا نہ جائے گا اور جو جنت میں داخل ہوگا وہ بھی وہاں سے پھر نہ نکالا جائے گا۔ اور قبر کے بارہ میں وارد ہوا ہے کہ یا تو وہ ایک باغ ہے باغوں جنت سے اور یا وہ ایک گڑھا ہے گڑھوں دوزخ سے۔

پس معلوم ہوا کہ اصلی جہنم بند کر دیا جاتا ہے اور عالم برزخ میں عذاب جاری رہتا ہے۔ فائدہ: جامع کہتا ہے کہ احادیث سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ برزخ جہنم کا ایک حصہ ہے پس ظاہر یہ ہے کہ جب اصلی دوزخ بند کر دیا جاتا ہے تو اس حصہ برزخ سے بھی عذاب دور کر دیا جاتا ہے اور اس صورت میں معذبین کو نفع ثابت ہوگا جو مقصود ہے۔ اس فضل رمضان سے اور اصلی جہنم بند کئے جانے اور برزخ کے عذاب جاری رہنے سے قبل قیامت معذبین کو کچھ بھی نفع نہیں اور بعد قیامت حاجت نہیں اس لئے کہ جب برزخ میں عذاب نہ ہوگا۔ نیز اس وقت بیان بھی قبل قیامت کا ہو رہا ہے پس برزخ جہنم بند کر دیا جاتا ہے مع اصل جہنم کے اور ان ایام میں کسی پر عذاب نہیں ہوتا۔ اور خلود اہل جہنم مخصوص ہے دخول بعد القیامت کے ساتھ ورنہ ظاہر ہے کہ حساب کے واسطے اخراج ان لوگوں کا جہنم سے ہوگا۔ ہیشگی کے واسطے فافہم وهذا عندی والحق عند الله تعالٰی.

اور مولانا نے فرمایا کہ لله عتقاء من النار اس کے بھی دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ قول منادی کا ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ اے طالبِ خیر! نیکی کی طرف توجہ کر اور اے طالب شر! اپنے شر سے باز آ۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس زمانہ میں جہنمیوں کو آزاد کرتا ہے یعنی بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے (کسی کو ہمیشہ کے لئے کسی کو چند روز کے لئے جیسے مسلمانوں کے جو گناہ معاف کئے جاویں گے۔ ان پر پھر مواخذہ نہ ہوگا اور کفار کو جو بوجہ جہنم کے بند ہونے کے اس زمانہ میں عذاب نہ ہوگا۔ بعد ان ایام کے پھر وہ عذاب جاری ہو جائے گا ۱۲ جامع) پس اے مخاطب تجھے بھی اللہ سے خاص رحمت طلب کرنی چاہئے کہ یہ وقت خاص رحمت کا ہے اور دوسرے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اس زمانہ میں دوزخیوں کو آزاد فرماتے ہیں اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جب کوئی بادشاہ کسی خاص خوشی میں ہوتا ہے تو قیدیوں کو آزاد کر دیتا ہے ایسے ہی حق تعالیٰ کی اس خاص زمانہ میں رحمت ہوتی ہے بوجہ برکت اس ماہ کے انتهی التقریر ۱۱۶،

الجامع في شرح ابی الطیب ۔ قوله صفدت الشیاطین بالتشدید ویخفف ای شدت واوثقت بالاغلال والصفدو الصفاد الشد والمردة جمع مارد وهو العاتي الشدید.

قوله اقصر بفتح الهمزه وکسر الصاد ای امسک عن المعاصی اه ملخصًا قولهٗ من صام رمضان وقامه ایمانًا[1] واحتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه.

---

[1] ایمانًا ای تصدیقا بانه فرض علیه حق و انه من ارکان الاسلام وبما وعدالله علیه من الثواب والاجرو احتسابا ای طلبا للثواب . غفرله ماتقدم من ذنبه زاد احمد فی مسنده وماتاخر کذافی قوت المغتذی. ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

مولانا فرماتے تھے کہ یہ حکم کبائر[1] کو بھی شامل ہے کیونکہ کبائر جب توبہ سے معاف ہوجاتے ہیں تو جس شخص نے دن بھر روزہ رکھا اور رات کو قیام کیا تو اس نے تو گناہوں کی جڑ ہی کاٹ دی تو اس کے گناہ کبیرہ تو بطریق اولیٰ معاف ہوجاویں گے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں دو بہت بڑے اور اصل مجاہدے ارشاد فرمائے ہیں۔ایک تو قلت طعام اور دوسرا قلتِ منام اور دو مجاہدے یعنی قلت اختلاط اور قلت کلام جو تابع ہیں اصل پر عمل کرنے سے۔سو وہ بھی حاصل ہوجائیں گے۔ کیونکہ جب آدمی بھوکا ہوتا ہے تو اس کا دل کسی سے ملنے کو نہیں چاہا کرتا۔

پس اس صورت میں کسی سے اختلاط بھی نہ ہوگا۔اور جب اختلاط نہ ہوگا تو قلتِ کلام بھی حاصل ہوجائے گا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسا عمدہ علاج ارشاد فرمایا ہے لیکن یہ شرط ہے کہ سمجھ کر اس مجاہدہ کو عمل میں لائے اور عارفین اس مقصود کو خوب سمجھتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں چنانچہ وہ افطار اور سحری دونوں وقت کم کھاتے ہیں اور جو شخص اس چار امور کا لحاظ رکھے یعنی قلتِ طعام، قلت منام، قلتِ کلام، قلت اختلاط، تو وہ ضرور ولی ہوجائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

فائدہ: قال الجامع ان الجوع مقصود لغيره وهو كسر النفس فمنهم من يحتاج اليه ومنهم من ليس كذالك والطبائع مختلفة ولكنه يفيد في الجملة للكل اذا كان على حد وسط وقدور د في فضل قلة الطعام مطلقا احاديث واما في رمضان خاصة فلم ارفيه حديثا مصرحابه ولكن يشير اليه مارواه الديلمي (كما في كنزالعمال ۱۲) من طريق مكحول عن ابی امامة واثلة بن الاسقع وعبدالله بن بسر مرفوعا بسند ضعيف اتقوا شهر رمضان فانه شهر الله جعل لكم احد عشر شهرا تشبعون فيه وتردون وشهر رمضان شهر الله فاحفظوا فيه انفسكم اه واما ماروه الديلمي عن ابن مسعود مرفوعا بسند ضعيف كما فی كنز العمال جاء كم شهر رمضان المبارک فقدموا فيه النية ووسعوا فيه النفقة فلا يدل على كثرة الاكل بل هو محمول على التصدق اويقال انه عام للنفقة على النفس وعلى غيره لكن المرادبه وسعة النفقة في الجملةلتقوية النفس اذا احتاج اليه وكثير اما يحتاج اليه من حيث كيفية الطعام وقد بكميته ايضا فهذا ان الحديثان يستحصل من مجموعهما ان الصائم يعتدل في الاكل فحيث يحتاج الى الوسعة توسع فيه والا فالافضل له قلة الطعام تامل والله تعالىٰ اعلم بالصواب.

باب ماجاء لا تقدموا[2] الشهر بصوم

قوله لا تقدموا[3] الشهر الخ : اوپر کی حدیث کو یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فضل صوم شعبان میں جو عنقریب

---

[1] هذا هو التحقيق عندی فی کل مقام ورد فيه اللفظ العام ولم تكن هناک صارفة قوية ۱۲ جامع [2] وعليه اجماع الصوفية رضی الله عنه ۱۲ جامع [3] بفتح التاء واصله لا تتقدموا بالتائين حذفت احدهما كما فی تلظی وهو من التقدم بمعنی الاستقبال ای لا تستقبلوا رمضان بصوم يوم ولا بصوم يومين قاله ابو الطيب ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

حدیث گزری ہے لوگوں نے ضعیف کہا ہے اگر ضعیف نہ ہوتی تو یہی جواب دیا جاتا کہ چونکہ اس میں احتمال ہے کہ لوگ رفتہ رفتہ اس کو فرض سمجھنے لگیں گے اس لئے اس سے ممانعت کی گئی انتھی التقریر۔

فائدہ: یہ تاویل اس حدیث کی شرح میں بھی کی گئی ہے۔ سو مقصود اس مقام کا یہ ہے کہ بر تقدیر ثبوت حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ اس تاویل کی حاجت ہے ورنہ صحیح ضعیف پر مقدم ہے۔

وفی قوت المغتذی والحکمة فی النهی ان لا یختلط صوم الفرض بصوم نفل قبله ولا بعده حذرا مما صنعت النصاری فی الزیادة علی ما افترض علیهم برایهم الفاسد اه. وفی شرح ابی الطیب عن فتح الباری وفیه منع انشاء الصوم قبل رمضان اذا کان لا جل الاحتیاط فان زاد علی ذالک فمفهومه الجواز واجیب عن معارضة حدیث اذا انتصف شعبان فلا تصوموا اخرجه اصحاب السنن وصححه ابن حبان وغیره بان هذا الحدیث محمول علی من یضعفه الصوم و حدیث الباب مخصوص بمن یحتاط بزعمه وهو جمع حسن اه.

باب ماجاء فی کراهة صوم یوم الشک

قوله فقد عصی ابا القاسم الخ: مولانا نے فرمایا کہ امام صاحب کے نزدیک اگر بہ نیت نفل یوم شک میں روزہ رکھ لے تو منع نہیں ہے۔ ہاں بہ نیت فرض نہ رکھے۔ اور نفل روزہ رکھنے کے بعد اگر وہ یوم یوم رمضان ثابت ہوگیا تو وہ روزہ رمضان میں معدود ہوجاوے گا اور اگر شعبان ہی رہا تو نفل ہوجاوے گا لیکن یہ نیت نہ کرے کہ اگر رمضان کا دن ہوگا تو اس میں وضع ہوجائے گا۔ ورنہ نفل ہوجائے گا۔ اور دلیل امام صاحب کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فعل ہے کہ وہ اس روز روزہ......رکھا کرتی تھیں۔ (ہکذا قالوا ۱۲ جامع)

فائدہ: فی شرح السراج وروی عن علی وعائشة رضی الله عنهما انهما کانا یصومان یوم الشک تطوعا ابن حجر گفته است لم اجدهٗ (قاله صاحب الهدایه ۱۲ جامع) ونقل ابن الجوزی عنهما خلافه اه قلت قدرواه ابو داؤد من فعل ابن عمر رضی الله عنه وسکت عنه وقد طول المقام فی احیاء السنن.

قوله مصلیة بوزن مرمیة ای مشویة من صلی اللحم یصلیه صلیا شواه او القاه فی النار للاحراق کا صلاح وصلاة قاله فی القاموس والظاهر ان المرادهنا الاول اه ملخصا مافی شرح ابی الطیب.

باب ماجاء فی احصاء هلال شعبان لرمضان

قوله احصوا هلال شعبان لرمضان: هذا مختصر من حدیث وقدرواه الدارقطنی بتمامه فزاد ولا

۱؎ یہ حدیث باب فضل الصدقہ میں گزری ہے اس کے متعلق تقریر بذا میں تشریح گزر چکی ہے۔ یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس حدیث میں ایک راوی صدقہ ہیں جو کمزور ہیں اس لئے یہ حدیث کمزور ہے ۱۲ عبدالقادر۔

besturdubooks.wordpress.com

تخلطوا...... برمضان الاان یوافق ذالک صیاما کان یصومه احدکم وصوموا للرؤیته وافطر والرؤیته فان غم علیکم فاکملوا العدة فانها لیست تغمی علیکم العدة کذا فی قوت المغتذی زاد الجامع

باب ماجاء فی الصوم بالشهادة

قوله رایت الهلال الخ: محمول علی الغیم والغالب ان فی القصة کان الغیم لقرینة تفرد المخبر والا لرآه الناس.

اورامام صاحب بغیرابر (ای انہ ۱۲ جامع) کے ایک شخص کی شہادت اس لئے قبول نہیں فرماتے کہ جب ابر نہ ہوتو یہ امر مستبعد ہے کہ ایک ہی شخص چاند دیکھے اوردوسرے لوگوں کونظر نہ آوے۔

باب ماجاء شهرا عید لاینقصان

قوله قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الخ

اس کے مشہور معنی یہ ہیں کہ دو چاند یعنی رمضان کا۔ اور ذی الحجہ کا ۲۹ کے نہیں ہوتے ہیں یعنی اگر ایک انتیس کا ہوگا تو دوسرا تیس کا ہوگا۔ اور میرے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ ثواب میں کمی نہیں ہوتی یعنی اگر رمضان کا چاند ۲۹ کا ہوا تو پورے تیس روز دن کا ثواب ملے گا۔ اور اسی طرح اگر ذی الحجہ کے نو روزہ رکھے اور معلوم ہوا کہ چاند ۲۹ کا تھا پس یہ آٹھ روزے ہوئے تو یہ آٹھ باعتبار ثواب کے نو ہی قرار دیئے جائیں گے اور اس مراد کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ احکام شرعیہ کے مظہر ہیں نہ کہ احکام حسابیہ کے۔

اورامام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے ظاہری معنی مراد لئے ہیں انہوں نے تجربہ کیا ہوگا......

فائدہ: جامع کہتا ہے کہ اگر امام محمد سے یہ قول صحیح طور پر منقول ہو تو اس ظاہر مراد لینے کے دو معنی ہوسکتے ہیں ایک تو یہ کہ دونوں مہینے تیس تیس دن کے ہوتے ہیں دوسرے یہ کہ اگر ایک ۲۹ کا ہوگا تو دوسرا تیس کا ہوگا۔ اور ان دونوں کا مراد لینا اس لئے صحیح نہیں کہ گو بعض سال میں ایسا ہو بھی جائے مگر کلیہ نہیں ثابت ہوسکتا جیسا کہ طحاوی کا تجربہ اس کے خلاف مذکور ہو چکا ہے اور پہلے معنی پر ایک دوسرا اشکال بھی ہے۔ فتح الباری میں اس عنوان سے منقول ہے۔

ویکفی فی رده قوله صوموا لرؤیته وافطرو الرؤیته فان غم علیکم فاکملوا العدة فانه لوکان رمضان ابدا ثلثین لم یحتج الی هذا اه

وفی قوت المغتذی قال العراقی ونسبة العید الی رمضان وانما هو فی شوال علی طریق مجاز لکونه مجاور اله ملاصقا اه قلت وذلک اشارة الی ان شهر عید الفطر حصل له الفضل من جهة رمضان فاطلق ذلک علیه اشارة الیه کذلک القی فی روعی هذا المعنی واللفظ من تالیفی.

---

[1] قال الطحاوی الاخذ بظاهره او حمله علی نقص احدهما یدفعه العیان لانا قدوجدنا هما ینقصان معا فی اعوام کذا فی فتح الباری ۱۲ احمد حسن عفی عنه

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء لکل اھل بلد رؤیتھم

قولہ لا ھکذا امرنا الخ: اس جزو سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہے کہ ہر اہلِ بلد پر خود ان کی رویت حجت ہے اور ایک شہر کا دیکھنا دوسرے جگہ کے لوگوں پر حجت نہیں اور حضرت ابن عباس کے قول کا انہوں نے یہی مطلب سمجھا ہے کہ انہوں نے اسی واسطے اس قول کو رد کیا کہ ایک شہر کی رویت دوسرے شہر والوں پر حجت نہ تھی اور امام صاحب فرماتے ہیں کہ رد کی وجہ یہ تھی، کہ دو شاہد نہ تھے پس حجت شرعیہ نہ تھی۔ پس معنی یہ ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہی حکم دیا ہے کہ ہم بغیر حجت شرعیہ روزہ نہ رکھیں سو تمہارا کہنا حجت نہیں بلکہ اس کے خلاف خود ہمارا مشاہدہ موجود ہے جو حجت شرعیہ ہے اور بغیر حجت تو حکم ابتداء بھی ثابت نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ حکم ثابت بالحجۃ رد کر دیا جائے۔ ہذا حاصل التقریر مع الزیادۃ الموضحۃ اور اصل ترمذی پر جو اس صفحہ پر جو حاشیہ ۴ کا ہے اس کی بابت یہ حاشیہ صاحب تقریر کا ہے۔

فائدہ: قال الجامع فلا دلیل لاحد الفریقین فی الحدیث ولا حدیث لھم اخرا یضًا فالمسئلۃ قیاسیۃ وحسابیۃ وفی مجموعۃ الفتاوی للعلامۃ المولوی عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ.

حنفیہ کا اس باب میں اختلاف ہے بعض کی رائے یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں ہے حتی کہ اہلِ مشرق پر رؤیت ہلال مغرب جب خبر وہاں کی بطور شرعی پہنچ جائے روزہ واجب ہے اور بعض کی یہ رائے ہے کہ جس قدر مسافت میں بحسب قواعد مبرھنہ علم ہیأت اختلاف مطالع ہوتا ہے اور ایک شہر میں رؤیت ہو سکتی ہے دوسرے میں نہیں اس قدر میں اختلاف مطالع معتبر ہے اور اس سے کم میں نہیں اور ادنی مسافت اختلاف مطالع کا بمقدار ایک مہینہ کی راہ ہے اھ **وفیہ وفی القدروی ان کان بین البلدتین تفاوت لا یختلف بہ المطالع یلزمہ وذکر شمس الائمۃ الحلوانی انہ الصحیح من مذھب اصحابنا انتھی.**

اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں **یختلف باختلاف المطالع واختارہ صاحب التجرید وھو الاشبہ لان انفصال الھلال من شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار وھذا مثبت فی علم الا فلاک والھیئۃ واقل ما یختلف بہ المطالع مسیرۃ شھر کما فی بحر الجواھر انتھی وفیہ ایضا:** اور یہ جو عوام میں مشہور ہے لکل اہل بلد رؤیتہم اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ مطلقاً ایک جگہ کی رویت دوسرے مقام پر معتبر نہ ہو ورنہ لازم آئے گا کہ اگر ایک شہر میں رؤیت ہو اور دوسرے شہر کہ اس سے صرف دو ایک منزل یا دو چار کوس دور ہو۔ رؤیت نہ ہو تو وہ رویت ان لوگوں کے حق میں معتبر نہ ہو اور یہ امر کوئی عاقل کا ہے جس کو کتب حدیث کے ساتھ ممارست اور فن ہیأت کے ساتھ مناسبت ہے تجویز نہ کرے گا اھ ص ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵ ج ا **قلت فلا وجہ حمل قول ابن عباس علی ھذا التفصیل فافھم لکن لقائل ان یقول ورد فی الحدیث المتفق علیہ انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب الخ فنحن لم نکلف بد قائق علم الھیئۃ زادہ الجامع عفی عنہ**

لـہ یحتمل ان یکون معناہ انہ امرنا ان لانقبل شھادۃ الواحد فی حق الافطار وانہ امرنا بان نعتمد علی رؤیتھا اھل بلدنا ولا یعتمد علی رؤیۃ غیر اھل بلدنا والمصنف حملہ...... علی المعنی الثانی فلذا استدل بہ لکن احتمالہ المعنی الاول یخل بالاستدلال اذا الاحتمال یمنع الاستدلال کذا قالہ ابو الطیب. ۱۲ جامع.

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء ما يستحب عليه الافطار

قولهٗ فان الماء طهور اى بالغ في الطهارة فهو اولى ان يستعمل في القربة التي هي الافطار وتتميم للقربة التي هي الصوم ١ھ

احقر کے نزدیک تمر کے مقدم فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ تمر میں حلویت اور غذائیت موجود ہے اور افطار کے وقت اول ایسی غذا کا کھانا زیادہ تسکین وتقویت قلب کا باعث ہے کہ حلو مقوی چیز ہے اور جب یہ میسر نہ ہو تو پانی کا استعمال جو دافع خشکی ہے غنیمت ہے۔ واخرج ابو يعلي عن انس رضي الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحب ان يفطر علي ثلث تمرات اوشي لم تصبه النار. حسنه العلامة لسيوطي وفي التلخيص ماحصله فيه عبدالواحد بن ثابت التابعي قال البخاري منكر الحديث قلت يمكن ان تحسين السيوطي يكون مبنيا علي وجود المتابع له اوهو ثقة فاحفظه.

قولهٗ: فان لم تكن تميرات مصغر ۱۲ حاشيه لمعات بالرفع وكان تامة. قوله حساحسوات بفتحتين اى ثلث مرات في النهاية الحسوة بالضم الجرعة من الشراب بقدر مايحسى مرة واحدة وبالفتح المرة ١ھ وفيه ايضا. وقوله يفطر قبل ان يصلي اى المغرب وفيه اشارة الى كمال المبالغة في استحباب تعجيل الفطر واما ماصح ان عمرو عثمان رضى الله عنهما كان برمضان يصليان المغرب حين ينظر ان الى الليل الاسود ثم يفطر ان بعد الصلوٰة فهو لبيان جواز التاخير لئلايظن وجوب التعجيل ١ھ

قوله رطبات في الصراح رطب بالضم وفتح طاء خرماى تر ورطبة يكى رطبات ج

باب ماجاء ان الفطر يوم تفطرون والاضحى يوم تضحون

قولهٗ الصوم الخ: اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ روزہ رکھنا اور افطار کرنا سب تمہارے اختیار میں ہے یعنی زیادہ تشدد نہ کرو۔ اگر سب سے غلطی ہوگئی تو حق تعالیٰ معاف فرماویں گے۔ یہ نہیں جائز ہے کہ تفرقہ اندازی کرے اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جداگانہ تیار کرے یہاں تک حکم ہے کہ اگر کوئی شخص عید کا چاند دیکھ لے اور قاضی سے کہے اور وہ اس کی شہادت قبول نہ کرے تو اس شخص کو بھی اس روز روزہ رکھنا ضروری ہے اور عید کرنا منع ہے تاکہ تفرقہ نہ پڑے۔

باب ماجاء اذا اقبل الليل وادبر النهار فقد افطر الصائم

قوله فقد افطرت: في شرح ابي الطيب وقيل دخلت في وقت الافطار قال ابو عبيد فيه رد على المواصلين اى ليس للمواصل فضل على الآكل لان الليل لا يقبل الصوم زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في تعجيل الافطار

قوله عن سهل بن سعد الخ: حفاظت حدود کیلئے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم ارشاد فرمایا ہے تاکہ تاکید سے

---

[1] وقوله فيه مع عظم الناس يعني مع كثرة الناس. ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

لوگوں کو اطلاع ہو جائے کہ یہ امر نہایت مطلوب ہے ورنہ کلام اللہ میں موجود ہے۔ ثم اتموا الصیام الی اللیل اور وہ کافی تھا انتھی التقریر۔

قوله: بخير في شرح ابى الطيب اى بسنتي لما روى ابن حبان والحاكم من حديث سهل ايضًا لا تزال امتى على سنتى مالم تنتظر بفطرها النجم اه زاده الجامع قوله والأخر ابو موسى مولانا فرماتے تھے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے اندر احتیاط بہت تھی اس لئے تاخیر فرماتے تھے اور تعجیل کا حکم اس شخص کے لئے ہے جس کو غروب کا یقین ہو جاوے اور جس کو تردد ہو تو اس کو جب ہی افطار کرنا چاہئے جبکہ غروب کا یقین ہو جائے۔

باب ماجاء في بيان الفجر

قوله ولا يهدينكم الخ

جس شخص کو سحری کے وقت کی شناخت نہ ہو ہم اس کو ایک سہل صورت بتلاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہر موسم میں آفتاب نکلنے سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے تک سحری کا وقت باقی رہتا ہے۔ انتهى التقرير. قوله ولا يهيد نكم بفتح اوله ودال مهمله من هادوهو يهيدلا هيد او هو الزجر وقوله الساطع اى المرتفع المصعد الى وسط السماء قبل الاعتراض[1] كذا في شرح ابى الطيب قوله حتى يعترض لكم الاحمر قال الخطابى معناه ان يستطير البياض المعترض معه اوائل الحمرة وذالك ان البياض اذا تم طلوعه ظهر اوائل الحمرة والعرب تشبه الصبح بالبلق في الخيل لما فيه من بياض و حمرة كذا في حاشية السيوطى لابى داؤد.

قوله: ولكن الفجر المستطير في الافق اى المنتشرضوءه المعترض في الافق بخلاف المستطيل باللام كذنب السرحان وهو الذئب والمستطير بالراء هو المنتشر المتفرق كانه طار في الأفق[2] اه زاده الجامع عفي عنه

باب ماجاء في التشديد في الغيبة للصائم

قوله من لم يدع قول الزوراى من لم يترك الباطل وهو مافيه اثم والاضافة بيانيه وقال الطيبى الزور الكذب والسب والشتم اللعن وامثالها مما يجب على الانسان اجتنابها ويحرم عليه ارتكابها

قولهُ: فليس لله حاجة بان يدع طعامه وشرابه اى ليس لله التفاة مبالاة في ان يدع طعامه وشرابه وهو مجاز عن عدم القبول بنفي السبب وارادة نفي المسبب قال القاضى البيضاوى المقصود من الصوم كسر الشهوة وتطويع الامارة فاذالم يحصل منه ذلك لم يبال الله لصومه ولم ينظر اليه نظر عناية فعدم الحاجة عبارة عن عدم القبول وكيف يلتفت

---

[1] واما بعد الاعتراض فلايصعد الى السماء ولا يرتفع. ۱۲ ج ع [2] اى افق السماء من جانب المشرق. ۱۲ ج ع

besturdubooks.wordpress.com

اليه والحال انه ترک مایباح فی غیر زمان الصوم من الاکل والشرب وارتکب مایحرم علیه فی کل زمان کذا فی شرح ابی الطیب زاده الجامع عفی عنه

قوله: تسحروا امرندب کما اجمعوا علیه ای تناولوا شیًا ماوقت السحر لحدیث تسحروا ولو بجرعة ماء وقد صححه ابن حبان کذا فی شرح ابی الطیب وفیه ایضا قوله فان فی السحور برکة الروایة بفتح السین وهو مایتسحر بہٖ من الطعام والشراب وبالضم اکله وفی النهایه اکثر مایروی الفتح وقیل الصواب بالضم لانه المصدر والاجر فی الفعل لافی الطعام انتهٰی وعلٰے تقدیر الفتح یؤل الی معنی الضم بتقدیر مضاف ای فی اکله والیه اشار فی النهایه فقال هو علی حذف مضاف تقدیره فی آکل السحور برکة اه مخلصاً قوله اکلة السحر قال النووی ضبطهٗ الجمهور بفتح الهمزة وهی عبارة عن المرة الواحدة من الاکل وان کثر الماکول فیها کالغدوة والعشوة[1] کذا فی قوت المغتذی.

قوله: اهل مصر یقولون موسی بن علی (بلفظ مکبر) واهل العراق یقولون موسی بن علی (بلفظ تصغیر) کذا فی شرح السراج زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی کراهیة الصوم فی السفر

قوله عن جابر بن عبدالله الخ: امام صاحب کے نزدیک روزہ رکھنا سفر میں افضل ہے کہ اس میں سہولت ہے کیونکہ سب کے ساتھ کوئی کام کرنا سہل ہوتا ہے اور تنہا دشوار پس مرگ انبوہ جشن وارد کا مضمون ہے اور رخصت بھی ہے دل چاہے اس پر عمل کرے۔

قوله فشرب الخ لحکمة التشریع[2] فهو مخصوص به صلی الله علیه وسلم ولا یباح لاحد. فائده: قوله اولئک العصاة محمول علی ما استضروا به قاله ابن الهمام کما فی المرقاة والقرینة علیه قولهم قد شق علیهم الصیام وکان ذالک العتاب علیهم لعدم تدبرهم فی الامر وان کان خطأ اجتهادیا فانهم لم یفهموان مراده صلی الله علیه وسلم وجوب الافطار عند تلک الشدة بل حملوا امره سواء کان ذالک الامر صریحا کما رواه الواقدی ونقله عنه فی المرقاة اودلالة کما یدل علیه هذا الحدیث علی الاستحباب اوالا باحة قوله کراع الغمیم بضم الکاف وتخفیف الراء واخره عین مهملة ماسال[3] من انف الجبل وکراع کل شی طرفه والغمیم بفتح الغین المعجمة وکسر الممیم قال

---

[1] العشوۃ۔ شروع رات کی تاریکی [2] والقائل ان یقول انما کان مراده صلی الله علیه وسلم بیان جواز الافطار عند المشقة فثبت به الافطار بعد الصوم عند المشقة والتخصیص کان به صلی الله علیه وسلم فقط فانه صلی الله علیه وسلم لم یکن محتاجا الی الافطار فافهم. ۱۲ جامع [3] جو پہاڑ کے گوشے سے بہہ نکلے ۱۲ عبدالقادر عفی عنہ

besturdubooks.wordpress.com

العراقي هذا هو المعروف وقال النووی هوواداامام عسفان بثمانية اميال يضاف اليه هذا الكراع وهو جبل اسود متصل به.

باب ماجاء في الرخصة في الصوم في السفر

قوله: ان شئت فصم لقوله تعالٰی وان تصوموا خير لكم وفي تقديم هٰذا الحكم ايماء الي انه افضل كذا قاله ابو الطيب زاده الجامع عفي عنه

باب ماجاء في الرخصة للمحارب

قوله يوم بدرفي مفردات الراغب وهو موضع مخصوص بين مكة والمدينة ١٢ قلت المسافة بينه وبين المدينة لاتقل عن مسافة السفر عند الحنفية ففي مجمع البحرين بدراسم موضع بين مكة والمدينة وهو اليها اقرب يذكرو يؤنث ١٢ وفي بذيل الدراية للعلامة عبدالحي رحمته الله عليه قال ابن قتيبة في كتاب المعارف بير كانت لرجل يدعى بدر فسميت باسمه وهناک قرية عامرة علٰی نحوار بع مراحل من المدينة الطيبه زاده الجامع عفي عنه

باب ماجاء في الرخصة في الافطار للحبلي والمرضع

قوله فكل فقلت انی صائم قال الجامع دل علي ان المسافر يجوز له الافطار في اثناء النهار بعد ان صامه بخير مشقة وعذر فليتا مل فانه خلاف مذهب الامام.

قوله ولا نعرف لانس بن مالک فيدل علي انه غير انس بن مالک خادم النبي علي الصلوٰة والتسليم فان مروياته كثيرة. امام صاحب کے نزدیک ان لوگوں پر درصورت افطار فقط قضاء لازم ہوتی ہے اور دلیل[1] ان کی پارہ والمحصنت میں نصف کے بعد ایک آیۃ ہے انتھی

باب ماجاء في الصوم عن الميت

قوله فحق الله احق: حنفیہ کے نزدیک یہاں معنی مجازی مراد ہیں یعنی فدیہ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو روزہ رکھنے کی اجازت دی سو اس سے اتنا تو معلوم ہوا کہ میت کو یہ روزہ جو اس کے ثواب پہنچانے کے لئے رکھا گیا ہے مفید ہوگا لیکن کافی ہو جانا اس طرف سے یہ حدیث اس سے ساکت ہے۔ اور اسی طرح کوئی اگر کسی میت کی طرف سے بلا وصیت قرض ادا کرے اور دائن اس کو قبول کرلے تو اس میں بھی ثواب کی قوی امید ہے میت کے لئے لیکن کافی ہونا اس کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ وہ اس روزہ اور اس اداء دین کے عوض نجات مرحمت فرمائیں اور دین وصوم کا مواخذہ نہ فرمائیں یا ایسا نہ ہو کہ اداء دین وروزہ کا فقط ثواب جس قدران کو منظور ہو مرحمت فرمائیں کیونکہ اداء کرنے والے نے تو بطور تطوع ادا کیا ہے اور روزہ میں وصیت بھی کرے کہ میری طرف سے روزہ رکھ دینا اور موصی لہ

---

[1] اور اسکی دلیل یہ آیت بھی ہے ولا تبطلوا اعمالکم ۱۲ عبدالقادر عفی عنہ

روزہ رکھ بھی لے تب بھی کفایت نہیں ہوسکتی ہاں دین کی اپنے مال سے وصیت کرنا البتہ مسقط دین ہے انتہی التقریر۔

فائدہ: في شرح ابی الطيب المدني وقال ميرک ذهب الجمهور الى انه لايصام عنه وبه قال مالک و ابو حنيفة والشافعي في اصح قوليه واولوا الحديث على انه يطعم عنه وليه وذهب اخرون الى ان الولي يصوم عنه عملا بظاهر هذا الحديث وبه قال احمد وهو احد قولي الشافعي وصححه النووی انتهى وقال المحقق ابن الهمام الاتفاق على صرف حديث الصحيحين انه جاء رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال ان امي ماتت وعليها صوم شهرافاقضيه عنها قال لوكان على امک دين كنت قاضيه عنها قال نعم قال فدين الله احق عن ظاهره فانه لايصح في الصلوٰة الدين وقد اخرج النسائي عن ابن عباس وهو راوی الحديث في سننه الكبرىٰ (باسناد صحيح كما في التلخيص ۱۲ جامع) انه قال لايصلي[1] احدعن احد ولا يصوم احد عن احد وفتوى الراوی على خلاف مرويه بمنزلة روايته للناسخ ونسخ الحكم يدل على اخراج المناط عن الاعتبار ولذا صرحوا بان من شروط القياس ان لايكون حكم الاصل منسوخا لان التعدية بالجامع و نسخ الحكم يستلزم ابطال اعتباره اذلوكان معتبرا لاستمر ترتيب الحكم على وفقه وقدروی عن عمر رضي الله عنه نحوه اخرجه عنه عبدالرزاق وذكره مالک في المؤطا بلاغا قال مالک ولم اسمع عن احد من الصحابة ولامن التابعين بالمدينة ان احدا منهم امرا حدا ان يصوم عن احد ولايصلي عن احد انتهىٰ وهذا مما يؤيد النسخ وانه الامر الذی استقر الشرع عليه اخرا انتهىٰ زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في الكفارة

قوله فليطعم عنه مكان كل يوم مسكينا في شرح ابي الطيب وقد اخذبه علماؤنا لكن يقيد ان يوصي وبدون الوصية لايلزم وبشرط ان يخرج من الثلث[2] وان زاد على الثلث لايجب على الوارث ولا على الوصي فان اخرج كان متطوعا عن الميت ويحكم بجواز اجزائه ا ه وفي قوت المغتذی قال العراقي في الرواية هنا بالنصب (ای مسكينا) وكان وجهه اقامة الظرف (ای مكان كل يوم) مقام المفعول وقد قرئ ليجزی قوما بما كانوا يكسبون وفي رواية ابن ماجه و ابن عدی مسكين بالرفع على الصواب اه قلت في الصورة الاولىٰ فليطعم مبني للفاعل وفاعله محذوف وهو وليه اوذو قرابته وعلى الثانية فهو مجهول مبني

---

[1] وفي البخاري عنه تعليقا الامر بالصلوٰة كما في التلخيص لكن نفي قوله في الصوم عن المعارضة وان تعارض قوله في باب الصلوٰة . ۱۲ جامع [2] لانه لا مطالب له من جهة العباد فهو دين ضعيف على ماقالو . وليتامل فيه تاملاً دقيقا . ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

للمفعول فافهم زاده الجامع عفی عنه

قوله والصحيح عن ابن عمر موقوف قوله في شرح السراج اما اين موقوف و حكم مرفوع زيراكه تقدير كفارت بے سماع از شارع درست نباشد و حسن رفع هذا الحديث القرطبی فی شرح المؤطا كما فی عمدة القاری۔

باب ماجاء في الصائم يذرعه القئ

قوله ثلث الخ قال الجامع قد ضعف الترمذی وصله ورجح (يغلبه ١٢ ج) ارسالا ووجه الارسال ان زيد بن اسلم تابعی جليل. وقد رواه ابوداؤد موصولا وسكت عنه ولفظه حدثنا محمد بن كثير انا سفين عن زيد بن اسلم عن رجل من اصحابه عن رجل من اصحب النبی صلی الله عليه وسلم قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لايفطر من قاء ولا من احتلم ولا من احتجم ١ه فان قلت فيه رجلان مجهولان قلت جهالة الصحابی غير مضروا اما جهالة رجل بين ذالک الصحابی وبين زيد بن اسلم فيجبره سكوت ابوداؤد عليه فانه ماسكت عليه فی كتب السنن محتج به وصالح عنده كما افصح بمعناه هو نفسه فيكفی الحديث للا حتجاج فانه يحتمل ان يكون متابعاله عنده اوكان عنده وجه اخر يقويه فافهم وقد قال الحافظ فی الدراية وصوب الدارقطنی هذا الاسناد وفی شرح ابی الطيب. قوله الحجامة بكسر الحاء ای الاحتجام واختلف فيه فقال الامام احمد تفطر الحجامة لقوله صلی الله عليه وسلم افطر الحاجم والمحجوم رواه ابوداؤد والجمهور علی عدم الافطار وقال محی السنة صاحب المصابيع فی تاويله ای تعرضا للافطار المحجوم للضعف والحاجم لانه لايامن من ان يصل الی جوفه شئ بمص الملازم جمع الملزمة بكسر الميم قارورة الحجام قوله والقئ ای اذا غلبه بقرينة الاحاديث الصريحة ان من استقاء عمدًا فليقض وقد افاد المصنف هذا القيد بالترجمة ١ه

باب ماجاء في من استقاء عمدًا[1]

قوله من ذرعه القئ الخ: امام محمد کا تو یہی مذہب ہے کہ اگر خود بخود آ جائے تو روزہ نہیں جاتا اور اگر قصدا کرے تو جاتا رہتا ہے خواہ تھوڑی سی کرے یا زیادہ اور امام یوسف استقاء میں ملا منہ کی قید لگاتے ہیں اور اس سے کم کو کالعدم قرار دیتے ہیں انتہی المقرر۔

قال الجامع لم يذكر صاحب الهداية في المسئلة مذهب الامام وقال محمد في موطاء وبه ناخذ وهو قول ابی حنيفة ١ه فاحفظه قوله لا اراه محفوظا قال الجامع فی شرح ابی الطيب لضم الهمزة قال الطيبی الضمير راجع الی الحديث وهو عبارة عن كونه منكرًا[2] اقول لكن

---

[1] مصدر بمعنی القصد وہو ہنا کہ بمعنی اسم الفاعل ١٢ جامع [2] قال السراج محفوظ مقابل شاذ است ١٢ جامع

besturdubooks.wordpress.com

قال المحقق ابن الهمام قال البخاری لا اراه محفوظا لهذا یعنی للغرابة ولا یقدح فی ذالک بعد تصدیقه الراوی فانه هو الشاذ المقبول وقد صححه الحاکم وقال علی شرط الشیخین وابن حبان ورواه الدارقطنی وقال رواته کلهم ثقات انتهی فقول الطیبی فیه مافیه اھ

قال الجامع ولو حمل قول العلامة المحقق رحمة اللہ علیه الطیبی وهو کونه منکرا علی کونه شاذ الا یتعارض القولان نعم فی قول ابن الهمام تفصیل مفید۔

باب ماجاء فی الصائم یاکل ویشرب ناسیا

قوله عن ابی هریرة الخ: اس حکم پر سب کا اتفاق ہے مگر امام مالک رحمتہ اللہ علیہ قضا واجب کرتے ہیں لیکن بڑے تعجب کی بات ہے کہ حدیث کے ہوتے ہوئے وہ قیاس پر عمل کریں لوگوں نے لکھا ہے کہ وہ قیاس کو خبر واحد پر ترجیح دیتے ہیں لیکن یہ بالکل غلط ہے ان کو جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت تھی پھر بھلا وہ کب قیاس کو خبر واحد[1] پر مقدم کر سکتے تھے۔ شاید اس جملہ فلا یفطر الخ کے ان کے نزدیک معنی یہ ہوں گے کہ یہ رزق خداوندی ہے۔ جس نے بھول کر کھالیا تو اب نہ کھاتا پھرے ادب رمضان کی وجہ سے گو روزہ باقی نہ رہا۔ یہ تاویل حدیث کی ہو سکتی ہے انتھی التقریر۔

قال الجامع وللجمهور ماروی ابن حبان وابن خزیمه فی صحیحهما والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم من حدیث ابن هریرة ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال من افطر فی رمضان ناسیا فلا قضاء علیه واذا ثبت هذاالحدیث فلا یؤول قوله فلا یفطر بل معناه لیس بمفطر بل باق علی صومه اھ

باب ماجاء فی کفارة الفطر فی رمضان

قوله عن ابن هریرة الخ

اس حدیث کے معنی مشہور تو یہ ہیں کہ اس شخص پر وہ کفارہ دین رہا جب اس کے پاس ہووے دے لیکن ایک اور حدیث میں تصریح ہے کہ وہ تیرا کفارہ[2] بھی ہو گیا ہاں یہ خصوصیت تھی اس شخص کی۔ اور امام صاحب کے نزدیک کفارہ اور قضا افطار عمد میں بہر صورت لازم ہے خواہ وہ افطار بالجماع ہو یا بالاکل یا بالشرب۔ کیونکہ جنایت ہونے کی حیثیت سے تینوں چیزیں یکساں ہیں کہ تینوں سے روزہ جاتا رہتا ہے انتھی التقریر۔

قوله بعرق بفتح العین والراء هذا هو الصواب المشهور فی الروایة واللغة وروی باسکان الراء قوله المکتل الضخم بکسر المیم وفتح التاء المثناة فوق والضخم بسکون الخاء فی المغرب یسع ثلاثین صاء وقیل خمسة عشروفی شرح السنة هو مکتل یسع خمسة

---

[1] قلت قدنقله عنه فی فتح الباری فلا تغفل ۱۲ جامع [2] نقله الزیلعی عن حدیث الدار قطنی ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

عشر صاعًا[1] فيكون ستين هذا لان الصاع اربعة امداد ويقال له السفيفة بفتح المهمله والفائين.

قوله مابين لا بتيها بغير همزة تثنية لابة قال بعض رواته يريد الحرتين كما في البخاري وقال النووى هما الحرتان والمدنية بين الحرتين والحرة الارض الملبسة حجارة سودا قوله انيابه جمع ناب وهي الاسنان الملاصقة للرباعيات وهي اربعة قوله فاطعمه اهلك وفي لفظ لابي داؤد وزاد الزهرى وانما كان هذا رخصة له خاصة ولوان رجلا فعل ذالك اليوم لم يكن له بدمن التكفير قال المنذرى قول الزهرى ذالك دعوىٰ لادليل عليها وعن ذالك ذهب سعيد بن جُبير الٰى عدم وجوب الكفارة علٰى من افطر فى رمضان باى شيء افطر وقال لانتساخه بقوله كلها انت وعيالك انتهي وجمهور العلماء علٰى قول الزهرى قال النووى واما الحديث فليس فيه نفي استقرار الكفارة بل فيه دليل علي استقرارها لانه اخبر النبى صلى الله عليه وسلم بانه عاجز عن الخصال الثلاث ثم اتى النبي صلى الله عليه وسلم بعرق التمر فامره باخراجه في الكفارة فلو كانت تسقط بالعجز لم يكن عليه شيء ولم يامره باخراجه فدل علٰى ثبوتها فى ذمة وانما اذن له فى اطعام عياله لانه كان محتاجا ومضطرا الى الانفاق على عياله في الحال والكفارة على التراخي فاذن في اكله واطعام عياله وبقيت الكفارة في ذمته وانما لم يبين له بقاء ها لان تاخير البيان الى وقت الحاجة جائز عند جما هير الاصوليين فهذا هوالصواب فى معنى الحديث انتهى قلت تقرير النووى كانه تمويه[2] ومؤول للحديث عن ظاهر معناه فان حديث الدارقطني ورد فى الاجزء عن الكفارة يرده قال الزيلعي وزاد الدار قطني في هذا الحديث فقد كفير الله عنك وكان الشافعي لم يقع له هذاه الرواية فان البيهقي نقل عنه في المعرفة انه قال يحتمل ان الكفارة دين عليه متى قدر عليها اوشٰى منها ومن هنا يعلم فضل الرواية على الدراية وكثرة الروايات مع الدراية الضرورية كافية للمقصود بخلاف عكسه ويؤيد مذهبنا فى وجوب الكفارة بالافطار بالاكل مافي الزيلعي واستدل لنا ابن الجوزى رحمة الله عليه في التحقيق بحديث اخرجه الدارقطني عن ابى معشر عن محمد بن كعب القرظي عن ابى هريرة ان رجلا اكل فى رمضان فامره النبي عليه السلام ان يحتق رقبة اويصوم شهرين اويطعم ستين مسكينا انتهى واعله بابى معشر وقال

---

[1] وقدورد في تقدير الاطعام حديث علي عندالدار قطني بلفظ يطعم ستين مسكينا لكل مسكين مدوفيه فاتى بخمسة عشر صاعا فقال اطعمه ستين مسكينا وكذا عندالدار قطني من حديث ابي هريرة قال الحافظ من قال عشرون اراد اصل ماكان عليه ومن قال خمسة عشر اراد قدر مايقع به الكفارة كذا في النيل . ۱۲ جامع [2] تمویہ کی بجائے اس کو مرجوح کہنا اولیٰ ہے تمویہ کہنا جامع کی رائے ہے نہ صاحب امالی کی ۱۲ عبداللہ رضی عنہ

besturdubooks.wordpress.com

قال ابن معین لیس بشیٔ ا ہ قلت انکلم فی فی ہذا الحدیث فی احیاء السنن فارجوانہ یکون ینہض للاستدلال فضلاعن التائید فانتظرہ

باب ماجاء فی السوال للصائم

قولہ رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ

امام شافعی کے نزدیک تو مسواک صائم کو اول نہار میں جائز ہے اور آخر نہار میں مکروہ ہے بناءعلی مذہبہ المشہور اور دلیل ان کی وہ حدیث ہے جس میں کہ یہ مضمون ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بدبوحق تعالیٰ کو محبوب ہے پس وہ بو چونکہ آخر نہار میں بوجہ خلو معدہ پیدا ہوتی ہے اور مسواک سے زائل ہو جاتی ہے اس لئے مسواک کرنا اس وقت مکروہ ہے اور اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ممکن ہے کہ آپ اول نہار میں اس کثرت سے مسواک کرتے ہوں جس کو راوی شمار نہیں کر سکتا تھا اور جمہور نیز امام صاحب کا حدیث باب پر عمل ہے اور وہ مسواک سے نہیں جا سکتی۔ وقولہ مالا احصی یفید ان سواکہ کان غیر مقید بوقت انتہی التقریر۔

فائدہ: بدبو کا اثر کسی وجہ میں مسواک سے ضرور جاتا رہتا ہے افادہ بعض الاطباء لیکن اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بدبو باقی رکھی جائے اور یہ وہ تقریر ہے جو ایک اخو کہ[1] للمخالفین ہے کہ الاسلام یامر بمثل ہذہ الاحکام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت نظیف تھے ایسے امر کا ارشاد نہیں فرما سکتے اور طرق احادیث کے ملانے سے اس حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے۔ مسلم واحمد نسائی کی روایت میں ہے اطیب عنداللہ یوم القیمۃ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس بدبو کا بقاء مقصود نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ خلوف فم الصائم قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک اطیب ہوگی۔ ریح مسک سے۔ سواس حدیث میں یہ فضل یوم قیامت کے متعلق ہے اور عنداللہ تعالیٰ اس خوشبو کا ہونا مذکور ہے جو اس بدبو کے عوض وہاں پیدا ہوگی اور قیامت کے روز اصل بدبو کا نہ ہونا بھی محبوبان الٰہی میں ظاہر ہے۔ اب خود اس اطیب ہونے کے معنی میں دو احتمال ہیں گو یہاں اس کے بیان کی حاجت نہیں لیکن تبرعا بیان کیا جاتا ہے اول احتمال تو یہ ہے وہوالاظہر کے حدیث ظاہری معنی پر محمول ہو اور قیامت کے روز خود خوشبو اس بدبو کے عوض اطیب من ریح المسک ظاہر ہو۔ دوسرا یہ احتمال ہے کہ اگر کوئی راہ مولیٰ میں مشک صرف کرے تو صائم کی خلوت کا اجر اس مشک سے قیامت میں زیادہ ملے والصواب عنداللہ تعالیٰ۔

اور ایک روایت[2] اس باب میں جس کی سند کو منذری نے مقارب کہا ہے یہ ہے روی الحسن بن سفیان فی مسندہ والبیہقی فی الشعب من حدیث جابر فی اثناء حدیث مرفوع فی فضل ہذہ الامۃ واما الثانیۃ فان خلوف افواہھم حین یمسون اطیب عنداللہ من ریح المسک ا ہ

سواس کا مطلب میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ چونکہ یہ بدبو جو شام کے وقت حاصل ہوتی ہے اس خوشبو کے حاصل ہونے کا سبب ہے اس لئے یہ بھی مقبول و محبوب عنداللہ تعالیٰ ہے پس دونوں روایتوں کے ملانے سے یہ حاصل ہے کہ قیامت

---

1 امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کو اخو کہ کہنا نامناسب ہے یہ جامع کا خیال ہے صاحب امالی کا نہیں۔ عبدالقادر

2 یہ روایت اور مسلم کی روایت جو بھی مذکور ہوئی فتح الباری سے منقول ہیں ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

کے روز وہ خوشبو جو اس بدبو کے عوض حاصل ہوگی اطیب من ریح المسک ہوگی عند اللہ تعالیٰ اور دنیا میں شام کے وقت جو صائم کے منہ میں بوجہ خلو معدہ بدبو پیدا ہوتی ہے وہ بوجہ اس کے کہ اس خوشبو یوم قیامت کا سبب ہے نیز مقبول عند اللہ تعالیٰ ہے لیکن اس حدیث میں ان دونوں معنی کا احتمال جاری نہ ہوگا۔ جو مسلم کی روایت کے متعلق بیان کیا گیا ہے بلکہ یہاں اطیب بمعنی احب ہے کیونکہ اول معنی کا انتظار تو مشاہدہ سے ظاہر ہے اور دوسرے معنی کا انتفاء اس وجہ سے کہ جزاء یوم قیامت کے ساتھ خاص ہے اور حدیث مسلم کو اس کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اور اس حدیث کو باعتبار سببیت اطیب فی الدنیا پر محمول کیا گیا ہے اور سبب اور مسبب میں تغائر لازم ہے۔

اور جہاں کہیں حدیث و قرآن میں گرد و غبار میں یا مصائب میں مبتلا ہونے کے فضائل وارد ہوئے ہیں۔ وہاں شارع کی یہ غرض نہیں ہے کہ خواہ مخواہ انسان اپنے کو ان امور میں مبتلا کرے۔ اور اس ابتلاء سے کوئی غرض صحیح متعلق نہ ہو پس ثواب کا مستحق ہو جائے بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مجبوراً ان امور میں مبتلا ہو جائے تو ثواب کا مستحق ہوگا ورنہ نہیں۔ قال الزیلعی و کذا الغبار فی سبیل اللہ من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ حرمہ اللہ علی النار اخرجہ البخاری فی الجہاد عن ابی عیسی انما یوجر فیہ امن اضطر الیہ ولم یجد عنہ محیصا فاما من القی نفسہ فی البلاء عمدا فمالہ من الاجر شیء انتہی قلت ویدخل فیہ ایضا من تکلف الدوران واکثرۃ المشی الی المساجد بالنسبۃ الیٰ قولہ علیہ السلام وکثرۃ الخطا الی المساجد انتہی کلام الحافظ الزیلعی وفی التلخیص الجبیر روی الطبرانی باسناد جید عن عبدالرحمن بن غنم قال سالت معاذ بن جبل اتسوک وانا صائم قال نعم قلت ای النہار قال غدوۃ اوعشیۃ قلت ان الناس یکرہونہ عشیۃ ویقولون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الخلوف فم الصائم اطیب عنداللہ من ریح المسک قال سبحان اللہ لقد امرہم بالسواک وما کان بالذی یامرہم ان ینتنوا افواہہم عمدًا ما فی ذلک من الخیر شیء بل فیہ شر اھ زادہ الجامع عفی عنہ

باب ماجاء فی الکحل للصائم

قولہ: عن انس بن مالک الخ

قلت الحدیث ضعیف ولیس فیہ الاکتحال مطلقا بل مقیدا بالضرورۃ فلا یطابق الحدیث الترجمۃ وقد اخرج ابوداؤد (اوردہ السراج ۱۲ جامع) موقوفا باسناد حسن عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کان یکتحل وھو صائم زادہ الجامع عفی عنہ

باب ماجاء فی مباشرۃ الصائم

قولہ یقبل ویباشر وھو صائم وکان املککم[۲] لاربہ قال العلامۃ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ فی النہایۃ اراد بالمباشرۃ الملامسۃ واصلہ من لمس بشرۃ الرجل بشرۃ المرأۃ اھ وفیہ ایضًا

---

[۱] صیغہ جمع الغائبین مضارع من نتن ۱۲ عبدالقادر عفی عنہ۔

[۲] ای اقدرکم من ملک اذا قدر علی شیء اوصارھا کما علیہ کذا قالہ ابو الطیب ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

املککم لاربه ای لحاجته تعنی انه کان غالبا لهواه واکثر المحدثین یروونه بفتح الهمزة والرأ یعنون الحاجة وبعضهم یرویه بکسر الهمزة وسکون الراء وله تاویلان احدهما انه الحاجة یقال فیها الارب والارب والاربة والماربة والثانی ارادت به العضو وعنت به من الاعضاء الذکر خاصة اه وقدروی ابو داؤد سکت عنه عن ابی هریرة ان رجلا سال النبی صلی الله علیه وسلم عن المباشرة للصائم فرخص له واتاه اخر فنهاه فاذا الذی رخص له شیخ والذی نهاه شاب اه قوله ومعنی لاربه یعنی لنفسه قلت لان فی المؤطا ء ایکم املک لنفسه من رسول الله صلی الله علیه وسلم کما فی المغتذی.

باب ماجاء لاصیام لمن لم یعزم من اللیل

عن حفصه الخ:

اس پر تو سب[1] کا اتفاق ہے کہ اگر نفل روزہ کی نیت دن میں کرے مثلاً صبح کو کرلے تو روزہ صحیح ہوجائے گا۔ اور دلیل[2] اس کی یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دولت خانہ میں تشریف لے جارہے تھے اور دریافت فرماتے تھے کہ گھر میں کچھ کھانے کو موجود ہے اگر معلوم ہوتا کہ موجود ہے تو نوش فرمالیتے تھے ورنہ فرماتے کہ آج روزہ ہی سہی تو ظاہر ہے کہ یہ قصد ونیت صوم دن میں کیا جاتا تھا۔ ہاں روزۂ رمضان ونذر وغیرہ کی نیت اگر صبح کو کرے تو اس روزہ صحت میں ائمہ کو کلام ہے۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو وہ روزہ صحیح ہوجائے گا اور دیگر ائمہ کے نزدیک درست نہ ہوگا عملاً بہذا الحدیث۔ اور امام صاحب کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ رمضان کے چاند کی ایک شخص نے دن میں آکر شہادت دی تھی تو آپ نے حضرت بلال کو فرمادیا تھا کہ اعلان کردو جس نے کھانا کھایا ہو وہ شام تک کچھ نہ کھائے اور جس نے نہ کھایا ہو وہ روزہ رکھے اور اس حدیث کا مخالفین یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ ایک واقعہ خاص ہے حدیث قولی کے مقام نہیں ہوسکتا۔

اور امام صاحب حدیث کو نفی استحباب وکمال پر محمول کرتے ہیں نیز یہ حدیث موقوف ہے انتہی التقریر۔

فائدہ: ترمذی نے اس حدیث کا موقوف ہونا صحیح کہا ہے لیکن حاکم نے اس حدیث کو اربعین میں بطریق یحیٰی بن ایوب جو ترمذی کی سند میں بھی موجود ہیں روایت کیا ہے اور کہا ہے حدیث صحیح علی شرط الشیخین والزیادة عندهما من الثقة مقبولة کما فی الزیلعی وفیه ایضاورواه الدار قطنی ثم البیهقی فی سننهما قال الدارقطنی رفعه عبدالله بن ابی بکر عن الزهری وهو من الثقات الرفعاء وقال البیهقی عبدالله بن ابی بکر اقام اسناده ورفعه وهو من الثقات الاثبات اه ملخصا.

بہرحال اس حدیث کے رفع میں اختلاف ہے بعضوں نے مرفوع اور بعضوں نے موقوف کہا ہے لیکن رفع قوی ہے

---

[1] ارادبه غیر ابن عمرو وجابر بن زید ومالک والمزنی داؤد فانهم عمموا الحدیث کما فی شرح ابی الطیب ۱۲ جامع

[2] عن عائشة ام المومنین قالت دخل علی النبی علیه السلام ذات یوم فقال هل عند کم شیٔ فقلنا لافقال انی اذا صائم ثم اتانا یوما اخر فقلنا یا رسول الله اهدی لنا حیس فقال ادنیه فلقد اصبحت صائما فاکل رواه مسلم کذا فی الزیلعی ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

جیسا کہ بیہقی اور دار قطنی اور حاکم کی تقریر سے معلوم ہے اور اکثر محدثین کا یہی مذہب ہے جیسا کہ امام نووی نے نقل کیا ہے کہ در صورت اختلاف فی الوقف والرفع رفع کو ترجیح ہوتی ہے۔ یہاں تک حدیث باب کی سند میں تو کافی کلام ہو چکا۔ اب نفس مسئلہ کو تفصیلاً بیان کیا جاتا ہے سو جو حدیث شہادت ماہ رمضان کی نقل کی گئی ہے وہ محض بے اصل ہے اس مضمون کے اعتبار سے ہاں صحیحین میں یہ حدیث ہے۔

انه عليه السلام امر رجلا من اسلم ان اذن في الناس من اكل فليصم بقية يومه ومن لم يكن اكلى فليصم فان اليوم يوم عاشوراء انتهت الرواية كما في الزيلعي

اور صوم عاشوراء بعض اقوال پر قبل رمضان واجب تھا جیسا کہ بعض احادیث صحیحین سے معلوم ہوتا ہے جن میں سے ایک تو یہی حدیث ہے امر رجلا الخ کیونکہ یہ اہتمام بظاہر فرض ہی کے لئے ہوتا ہے اور دوسری یہ حدیث ہے۔

عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت كان يوم عاشوراء يوم يصومه قريش في الجاهلية وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصومه فلما قدم المدينة صامه وامر بصيامه فلما فرض رمضان قال من شاء صامه ومن شاء تركه انتهت الرواية كما في الزيلعي.

اور امام محدث ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں صوم عاشوراء کا فرض ہونا اور پھر اس کا منسوخ ہونا صوم رمضان سے تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ اس کی فرضیت کو رد کیا ہے اور اسی طرح ابن الجوزی نے بھی اپنی تحقیق میں ایسا ہی کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن الجوزی کی عبارت زیلعی میں یہ ہے۔

قال ابن الجوزی في التحقيق لم يكن صوم عاشوراء واجبا فله حكم النافلة يدل عليه ما اخرجاه في الصحيحين عن معاوية رضى الله عنه سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول هذا يوم عاشوراء ولم يفرض علينا صيامه فمن شاء منكم فليصم فانى صائم فصام الناس اه وفيه ايضا قال صاحب التنقيح والجواب ان حديث معاوية معناه ليس مكتوبا عليكم الآن اولم يكتب عليكم بعد ان فرض رمضان قال وهذا ظاهر فان معاوية من مسلمة الفتح وهو انما سمعه من النبي صلى الله عليه وسلم بعد ما اسلم في سنة تسع اوعشر بعد ان نسخ صوم عاشوراء برمضان ورمضان فرض في السنة الثانية اه.

اور ادلہ جانبین کے محتمل ہیں بہر حال جو جس کے نزدیک ارجح ثابت ہے اس نے اس پر عمل کیا حنفیہ کے نزدیک صوم عاشوراء پہلے واجب تھا۔ پس جو اس کا حکم تھا وہی دیگر واجبات کا ہوگا لیکن اس میں دو خدشے ہیں جن کا جواب تسلی بخش جواب میرے ذہن میں نہیں آیا۔ اول تو یہ روزہ رمضان کو صوم عاشوراء منسوخ کے احکام پر قیاس کرنا۔ دوسرے اس واقعہ خاصہ کو مقام حدیث قولی قرار دینا اور پھر فعل مرة واحدة وقول وقاعدہ کلیہ میں تطبیق کی سعی کرنا **فليتامل في الجواب عن الاشكالين بتحقيق انيق لا بتقليد جامد ولا باسكات غير مقنع وتفصيل المسئلة في احياء السنن**

besturdubooks.wordpress.com

اور دن میں نیت کا معتبر ہونا جب ہے کہ جب وہ قبل زوال متحقق ہو جائے کما فی الهدایہ

وفی الجامع الصغیر قبل نصف النهار وهو الاصح لانه لابد من وجود النية فی اکثر النهار ونصفه من وقت طلوع الفجرا الٰی وقت الضحوة الکبری لاوقت الزوال فتشترط النية قبلها بتحقيق فی الاکثر اه

باب ماجاء فی افطار الصائم المتطوع

قوله: فلا یضرک الحدیث. متکلم فيه اولا ثم یحتمل عدم الضرر عدم الاثم بعذر خفيف. اور امام صاحب کی دلیل وہ حدیث ہے جو آگے باب ماجاء فی ایجاب القضاء میں مذکور ہے اور یہ حدیث ایجاب قضاء سے ساکت ہے۔ انتہی التقریر۔

قال الجامع اورده العلامة السیوطی فی الجامع الصغیر بلفظ الصائم المتطوع امیر نفسه ان شاء صام وان شاء افطر وعزاه الٰی مسند الامام احمد والترمذی والمستدرک للحاکم بالرمز ثم صححه بالرمز ایضًا وقد قال القاضی الشوکانی فی النیل ان جمیع مافی مسند الامام احمد محتج به.

قوله ابو صالح هو مولی ام هانی کذا فی قوت المغتذی اور روایت میں امیر اور امین علی سبیل الشک واقع ہوئے ہیں اول کے معنی ظاہر اور وہ اقرب الی الصواب ہے اور امین کے معنی یہ سمجھ میں آتے ہیں کہ اس کے پاس ایک شئی امانت ہے لیکن وہ اپنی ہی امانت ہے۔ کسی دوسرے کو اس افطار کے باب میں عند من اوجب القضاء ومطلقا عند من لم یوجبہ تزاحم نہیں۔ اور نہ اس امین کو کسی دوسرے کا حساب دینا ہے اور مقصود اس عبارت سے اس شبہ کا رفع کرنا ہے کہ صوم تطوع عبادت ہے۔ پھر اس کو قصداً افطار کرنا بلا عذر قوی کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

باب ماجاء فی ایجاب القضاء علیه

قوله: اقضیا یوما اخر مکانه حجة فی وجوب قضاء التطوع والقرینة علی التطوع سوالهما ایاه والالم تسئلا ولاکان لهما حاجة الی السوال الظهور حکمه والارسال لایضرا نتهی التقریر.

قال الجامع قوله ولکن سمعت فی خلافة سلیمان بن عبدالملک من ناس عن بعض من سال عائشة عن هذا الحدیث ففی السند ناس مجهولون وکذا بعض من سأل عائشة والله تعالٰی اعلم اهو عروة ام غیره وانما یحتج بالمرسل اذالم یکن الساقط صحابی وارسله الثقة فتامل فمدارالاحتجاج علیه لیس بشیٔ وقول الترمذی اصح لایستلزم کون المرسل صحیحا اوحسنًابل المراد به کونه اصح باعتبار الاضافة ای باعتبار سند المتصل اصح ثم

besturdubooks.wordpress.com

رایت فی شرح ابی الطیب۔

قوله عن الزهری عن عائشة مرسلا ای منقطعا لان الساقط غیر الصحابی وهو مجهول ایضا فانه قدروی عن بعض من سأل عائشة اه قلت الانقطاع ایضالم یکن مضرا لوکان الساقط غیر مجهول او غیر ثقة بعدم العلم به وهٰذا الکلام کان علی تحقیق الترمذی واما الحدیث فی نفسه حجة بدلیل اخر ففی الزیلعی لسند الترمذی ورواه احمد فی مسنده ورواه ابن حبان فی صحیحه فی النوع السابع والستین فی القسم الاول عن جریر بن حازم عن یحییٰ بن سعید عن عمره عن عائشة قالت اصبحت انا وحفصة صائمتین متطوعتین الحدیث اه

ووجه الاحتجاج ان کل مافی صحیح ابن حبان صحیح علی ماقال السیوطی فی خطبة جمع الجوامع والان ابن حبان من اهل الشان وهو دخله فی صحیحه وکذلک مافی مسند الامام احمد محتج به کما مرعن قریب نعم یرد علیه مافی قوت المغتذی قال قضیا یومًا اخر مکانه. اخرجه البیهقی فی المعرفة من وجه اخر بلفظ قال ان کان قضاء من رمضان فصومی یوما مکانه وان کان تطوعا فان شئت فاقضی وان شئت فلا تقضی ثم قال ولیس هذا باختلاف فی الحدیث فقد یکون قال جمیع ذلک فنقل کل واحد منهم ماحفظ اه قلت او احتاج الی ذکره۔

باب ماجاء فی وصال شعبان برمضان

قوله فی شهر اکثر صیامامنه فی شعبان: فی شرح ابی الطیب فاکثر ثانی مفعول رایت والضمیر فی منه له صلی الله علیه وسلم وصیاما تمیز وفی شعبان معلق بصیاما والمعنی کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصوم فی شعبان وفی غیره من الشهور سوی رمضان وکان صیامه فی شعبان اکثر من صیامه فیما سواه اه وفیه ایضا قوله کان یصومه الاقلیلا بل کان یصومه کله لما کان قولها الاقلیلا صادقا علی ترک الصوم اقل من النصف ومقصودها رضی الله تعالیٰ عنها ان تبین ان ترک الصوم کان قلیلا جدا اضربت عن ذالک بقولها بل کان یصومه کله ای غالبه حتی یصدق علیه بسبب الاقلیة انه یصوم کله اه

باب ماجاء فی کراهیة الصوم فی النصف الباقی من شعبان لحال رمضان

قولهٗ اذا بقی الخ: محققین نے فرمایا ہے کہ یہ نہی شفقتاً فرمائی گئی ہے کیونکہ نصف اخیر شعبان میں روزے رکھنے سے ضعف ہوجاتا ہے اور جو شخص قوی ہو اس کو ان ایام میں روزہ رکھنا بلا کراہت جائز بلکہ مستحب ہے کیونکہ شعبان کے روزوں

besturdubooks.wordpress.com

سے تصفیہ ہو جائے گا اور پھر رمضان کے روزہ رکھنا ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ افضل ہے۔

قولہ لا تقدموا شھر رمضان الخ قلت وقد جاء فصل فی ذالک کما مر فالاولٰی ان یقال ان من فصل بیوم لایکرہ ومن وصل یکرہ

باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان

قولہ عن عائشۃ الخ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس شب ایصال ثواب کرنا چاہئے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایصال ثواب کے لئے مقبرہ اہل مدینہ میں تشریف لے گئے پس اگر کوئی حلوہ وغیرہ پکا کر خیرات کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہاں ضروری نہ سمجھے اوراس کی تفصیل ''اصلاح الرسوم'' اور'' بہشتی زیور'' میں مذکور ہے انتھی التقریر۔

قولہ ان یحیف اللہ ورسولہ انما ذکر اللہ تعالیٰ لان فعل الرسول لایکون عادۃ الابامر ربہ واذنہ قالہ ابو الطیب قلت ففیہ استبعاوذلک عنہ صلی اللہ علیہ وسلم قولہ قلت یا رسول اللہ ظننت ای مالا حظت ذلک من حیث کونہ ظلما ولکن لاحظتہ من حیث کونہ اتیان لبعض النساء وھو حلال فی ذاتہ ولاتجب علیک القسمۃ قالہ ابو الطیب واما ما ضعفہ البخاری من علۃ الانقطاع فالانقطاع غیر مضر عند الحنفیۃ وعند الامام الثقۃ الفاضل المحدث المفسر العلامۃ الزاھد ابن جریر الطبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ واعطاء فی الجنۃ مایتمناہ امین.

باب ماجاء فی کراھیۃ صوم یوم الجمعۃ وحدہ

قولہ لا یصوم احدکم الخ: لوگوں نے اس نہی کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ فقط جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے جمعہ کی خصوصیت لازم آتی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ جس دن کو یا جس شی کو حق تعالیٰ نے شرف دیا ہے اگر ہم بھی کچھ اہتمام کریں تو مضائقہ[2] نہیں بلکہ وجہ یہ ہے کہ جمعہ کا روز کثرت عبادت کا ہے اور روزہ سے ضعف طاری ہوگا عبادت کم ہوگی اور آس پاس روزہ رکھنے سے اس نقص کی تلافی ہو جائے گی۔

قولہ ان یختص بان یعتقد غیر القربۃ قربۃ وھو معنی الکراھۃ فلولسھولۃ ونحرھا لایکرہ وھو محمل قول بعض الحنفیۃ انہ لایکرہ انتھی التقریر.

باب ماجاء فی صوم یوم السبت

قولہ لاتصوموا الخ: اس روز روزہ رکھنے سے اس لئے منع کیا ہے کہ اس میں تشبہ ہوتا ہے یہود کے ساتھ اور اگر من حیث السبت کے اعتبار سے نہ رکھے تو جائز ہے۔

فائدہ: قال المنذری وھذا محمول علی افرادہ بالصوم کما فی الجمعۃ وقدروی

---

[1] ذکر ھذا الباب ھنا استطرادا الصوم شعبان والا فالکلام فی الصیام کذا فی شرح ابی الطیب ۱۲ جامع

[2] بلکہ ایسے زمان ومکان میں عبادت افضل ہے کمسکۃ ویوم عرفۃ۔ ۱۲ جامع عفی عنہ

besturdubooks.wordpress.com

ابن خزيمة عن ام سلمة انه صلى الله عليه وسلم اكثر ما كان يصوم من الايام يوم السبت ويوم الاحد كان يقول انهما يوم عيد للمشركين وانا اريد ان اخالفهم قال الحافظ هذا يؤيد دعوى النسخ كذا فيشرح السراج زاده الجامع عفى عنه

باب ماجاء في صوم يوم الاثنين والخميس

قوله يتحرى الخ: ان دونوں دنوں میں بھی خصوصیت آ گئی اور ایک خصوصیت تو کہ وہ رفع اعمال یہاں مذکور ہے اور دو شنبہ کی دوسری خصوصیت ایک اور حدیث میں آئی ہے کہ آپ نے فرمایا میں اس روز اس وجہ سے روزہ رکھتا ہوں کہ میں اسی دن پیدا کیا گیا ہوں پس معلوم ہوا کہ یہ دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے اور آپ اس دن کی تعظیم فرماتے تھے چنانچہ روزہ رکھنا اس پر دال ہے اور آپ اس دن کی وجہ سے سارے مہینہ خوشی کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ آپ کی ولادت شریفہ کی تاریخ بھی معظم ہے۔

باب ماجاء في صوم الاربعاء والخميس

قوله فقد صمت الدهر الخ: مطلب یہ ہے کہ رمضان کے روزے تو حکماً بحکم من جاء بالحسنة فله عشر امثالها، دس ماہ کے روزوں کے برابر ہیں اور اس کے بعد شش عید کے روزے اسی اعتبار سے دو ماہ کے روزوں کے برابر ہیں اور بدھ و جمعرات کے روزے اس کے علاوہ ہیں ان کا ثواب جداگانہ ہے۔ انتھی التقریر۔

فائدہ: جاننا چاہئے کہ ان ایام کا بڑھانا اور اس مجموعہ پر صوم دہر کا حکم کرنا شاید اس اعتبار سے ہو کہ جو کچھ حقوق صوم میں کمی ہو جاتی ہے اس زیادت سے اس کی مکافات ہو جائے۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ سہ روزہ ایام بیض ہر ماہ میں مثل صوم دہر ہیں تو وہاں اصل حکم[1] کا لحاظ کیا گیا ہے (رواہ ابوداؤد وسکت عنہ ۱۲ جامع) کیونکہ یہ زیادت تو مکمل ہے پس اصل حکم سے خارج ہے۔

قوله والذى يليه فى شرح ابى الطيب المراد به ستة من الذى يليه وهو شوال لما ورد من صام رمضان ثم اتبعه بست من شوال فكانما صام الدهر رواه ابوداؤد. لان[2] الولى حقيقة فيه واما شعبان فرمضان يليه لا ان شعبان يلى رمضان (لاسكت عنه ۱۲ جامع) الا مجازا وسعة فى الكلام ويؤيده انه لم يرد فى شعبان انه لم يرد فى شعبان انه (عطف تفسير ۱۲ جمع) مع رمضان صوم الدهر اه محصلا.

باب ماجاء في كراهية صوم عرفة بعرفة

قوله عن ابن عباس الخ: اس روز کراہت صوم کی وجہ یہ ہے کہ روزہ رکھنے سے ضعف ہو جائے گا اور جو مقصود ہے اس روز یعنی زیادہ دعا وہ حاصل نہ ہو گا انتھی التقریر۔

فائدہ: احقر کے نزدیک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا افطار کرنا موجب کراہت نہیں ہو سکتا اور دعا کی کمی کی

---

[1] مع شمول رمضان شریف بقرینہ حدیث الباب ۱۲ جامع

[2] لان الولی الخ یعنی رمضان کے بعد ہونا شوال پر صادق آیا ہے نہ شعبان پر کیونکہ رمضان شعبان کے بعد ہے نہ پہلے۔ عبدالقادر۔

وجہ سے کراہت کا ہونا یہ بھی محض قیاس ہے کراہت کے لئے مستقل دلیل ہونی چاہئے۔ ہاں روایات ذیل نہی وعلت یا حکمت ہی دونوں پر دال ہیں روی ابوداؤد والنسائی و صححه، ابن خزیمة والحاکم من طریق عکرمة ان اباهریرة حدثهم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نهی عن صوم یوم عرفة بعرفة وروی اصحاب السنن عن عقبة بن عامر مرفوعا یوم عرفة ویوم النحر و ایام منی عیدنا اهل الاسلام کما فی فتح الباری زاده الجامع عفی عنه

باب ماجاء فی عاشوراء[1] ای یوم هو

قوله اذارأیت هلال المحرم الخ: اس حدیث سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے دسویں تاریخ کے روزہ سے منع کر دیا۔ بلکہ جو مشہور تھا اس سے بنا علی شہرت سکوت فرمایا اور جو غیر مشہور تھا اس کو بتلا دیا اور جبکہ لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ دسویں محرم کا روزہ یہود رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا تھا کہ میں اگر زندہ رہا تو آئندہ سال نویں تاریخ روزہ رکھوں گا۔ سو چونکہ آپ نے عزم مصمم فرما لیا تھا اس وجہ سے گویا آپ نے وہ روزہ رکھ ہی لیا۔ اگر بوجہ عدم حیات کو رکھنے پر قدرت نہ ہوئی پس اس وجہ سے یہ یوم تاسع کا روزہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف منسوب فرما دیا انتہی التقریر۔

باب ماجاء فی صیام العشر[2]

قوله: ماراَیت الخ: یا تو یوں کہا جائے کہ آپ اس عشرہ میں روزے نہ رکھتے ہوں یا یوں کہا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری میں یہ عشرہ واقع نہ ہوا ہو۔ انتہی التقریر۔

قال الجامع فی قوت المغتذی قال العراقی جاء فی حدیث اخر اثبات صومه فیه روی ابوداؤد والنسائی عن بعض ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصوم تسع ذی الحجة ویوم عاشوراء قال البیهقی بعد تخریج الحدیثین والمثبت اولی من النافی اه قوله اصح واوصل اسناد اقلت لانه لم یثبت سماع ابراهیم عن عائشة ورؤیته لها رضی اللہ تعالٰی عنها ثابتة کما فی تهذیب التهذیب.

باب ماجاء فی صیام ستة ایام من شوال

قوله من صام رمضان الخ: ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص ہر ماہ میں تین روزے رکھے مع صیام رمضان تو وہ صائم الدھر شمار ہوگا اور اس حدیث (وقد مر ۱۲ جامع) سے یہ معلوم ہوا کہ فقط شش عید مع رمضان صیام دہر ہیں۔ سو تطبیق کی میری سمجھ میں یہ صورت آتی ہے کہ یہاں تو صیام دھر فرض کا ثواب مراد ہو اور وہاں صیام دہر نفل کا ثواب مراد ہو اور رمضان کے

---

[1] معدول عن عاشرة للمبالغة والتعظیم وهو فی الاصل صفة لیلة العاشرة لانه ماخوذ من العشر الذی هو اسم العقد والیوم مضاف الیها فاذا قیل یوم عاشوراء فکانه قیل یوم اللیلة العاشوراء الا انهم لما عدلوا به عن الصفة غلبت علیه الاسمیة فاستغنوا عن الموصوف فحذفوا اللیلة فصار هذا اللفظ علما علی الیوم العاشر قاله القرطبی کذا فی فتح الباری ۱۲ جامع

[2] والمراد عشر ذی الحجة فانها المشهورة بهذا الاسم قاله ابو الطیب ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

روزوں کا ثواب دونوں جگہ فرائض کا ہی ثواب مراد ہے۔

باب ماجاء فی ثلثۃ من کل شہر

قولہ: فانزل اللہ تعالیٰ الخ

کبھی تو ایسا ہوا ہے کہ آپ نے کسی حکم کو ارشاد فرمایا اس کی تائید کے واسطے اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمادی اور کبھی ایسا ہوا کہ آپ نے کسی شخص کے سامنے آیت پڑھی اور وہ یہ سمجھ گیا کہ ابھی نازل ہوئی ہے چنانچہ یہاں بھی دونوں احتمال ہیں۔

باب ماجاء فی صوم الدھر

قولہٗ: لاصام والافطر الخ: لوگوں نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ چونکہ ایسا شخص ایام منہی عنہا میں روزہ رکھے گا اس لئے وہ روزے کالم یکن ہیں لیکن میرے نزدیک وجہ یہ ہے کہ دائماً روزہ رکھنے سے مقصود روزے کا حاصل نہ ہوگا کیونکہ جب کسی کام کی عادت پڑ جاتی ہے تو کچھ کلفت و مشقت باقی نہیں رہتی پس روزے سے جو ریاضت کسر نفس مقصود تھی وہ حاصل نہ ہوگی۔ یہ توجیہ ہے جملہ لاصام کی اور لاافطر خود ظاہر ہے۔

باب ماجاء فی سرد الصوم

قولہ: فکنت لاتشاء ان تراہ من اللیل مصلیا الخ: اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ یہ سب ان کی مشیت میں تھا ورنہ لازم آتا ہے کہ آپ دائم الصوم اور قائم اللیل ہمیشہ رہتے ہوں۔ حالانکہ یہ واقع کے خلاف ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ کبھی آپ نماز پڑھتے تھے شب میں اور کبھی سوتے تھے انتھی التقریر۔

فائدہ: قولہ ولا یفر اذا لاقی۔ میرے نزدیک اس جملہ کو یہاں اس واسطے لایا گیا ہے کہ صوم ابد سے ضعف کا احتمال قوی ہے اور جو ضعیف ہوگا جہاد سے قاصر رہے گا اور فرار کا خوف ہے لہٰذا روزہ بھی رکھے موافق سنت تاکہ اس عظیم عبادت سے محروم نہ رہے اور جہاد نفس متحقق ہو اور افطار بھی کرے تاکہ جہاد پر قوی رہے اور جہاد ظاہری سے بھی جو فرض ہے حرمان نہ ہو۔ جیسا کہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قاعدہ تھا قال الجامع عفی عنہ

باب ماجاء فی کراھیۃ الصوم یوم الفطر ویوم النحر

قولہٗ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ: ممانعت کی یہ وجہ ہے کہ ان ایام میں حق تعالیٰ کے یہاں اس کے مسلمان بندوں کی ضیافت ہوتی ہے اور ضیافت بھی اعلیٰ درجہ کی کہ نقد دام مل جاتے ہیں جو چاہو پکا کر کھاؤ اور اگر پکا پکایا کھانا ملتا تو چونکہ اس کا پکانا اپنے اختیار میں نہ تھا لہٰذا کوئی کہتا ہے کہ میں یہ کھانا نہیں کھاتا مجھے تو فلاں کھانے کی ضرورت ہے پس حق تعالیٰ کی نافرمانی اور ناشکری ہوتی جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں ہو چکا ہے کہ ان لوگوں پر آسمان سے من وسلویٰ نازل ہوتا تھا انہوں نے کہا کہ ہم کو تو پیاز اور فلاں فلاں چیزیں درکار ہیں ہم تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ کریں

۱؎ لیکن ظاہر یہ ہے کہ علاوہ ایام منہی عنہا باقی ایام کے روزوں کا فی الجملہ ثواب ملے گا ۱۲ جامع

گے پس یہ اعلیٰ درجہ کی مہمانی اور ضیافت[1] ہے جو وجہ نہی کی ہے انتہی التقریر۔

قال الجامع قوله هوا بن عم عبدالرحمٰن بن عوف قال الفاضل السراج وصواب ابن اخي عبدالرحمٰن ست زیراکه ازهر بن عوف ست ودر جامع الاصول آورده در غلط افتاده ست کسیکه اور ابن عم عبدالرحمٰن بن عوف گفته اه

باب ماجاء في كراهية صوم ايام التشريق

قوله يوم عرفة الخ: هو باطلاقه يشمل المتمتع اماصوم عرفة فمحمول على خلاف الاولىٰ انتهى التقرير قال الجامع النهي عن صوم يوم عرفة مخصوص بالحاج بعرفة كما مرعنقريب.
قوله اهل العراق يقولون موسىٰ بن علي يعني عليا بالتصغير كما في شرح السراج.

باب ماجاء في كراهية الحجامة للصائم

قوله افطر الحاجم والمحجوم

اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ روزہ بالکل جاتا رہتا ہے بلکہ یہ معنی ہیں کہ قریب افطار ہو جاتا ہے کیونکہ جس شخص نے پچھنے لگائے تو چونکہ وہ سینگے کا خون چوسے گا اس لئے احتمال ہے کہ اس کے اندر کسی قدر چلا جائے پس اس کا روزہ قریب افطار کے ہوگیا ایسے ہی جو شخص پچھنے لگوائے گا تو چونکہ وہ ضعیف ہو جائے گا اس لئے احتمال ہے کہ ضعف شدید ہو جائے اور مجبوراً روزہ افطار کرنا پڑے۔ اور یہ قصہ ایک خاص موقع کا ہے جہاں ایک شخص پچھنے لگوا کر بے ہوش ہوگیا تھا تو اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا اور اگر سینگی لگوانے سے کسی کو ضعف نہ ہو تو اس کو پچھنے لگوانا کچھ مضائقہ نہیں چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں حجامت کرائی تھی اور آپ احرام باندھے ہوئے تھے[2] انتہی التقریر۔

فائدہ: قوله لان يحيى بن ابى كثير الخ: قلت دليل على انتفاء الاضطراب بين الطريقين طريق ثوبان وطريق شداد وبيان لطريق الجمع. وفي شرح السراج ماحاصله حديث ثوبان اخرجه ابوداؤد والنسائي و حديث شداد بن اوس اخرجه ابوداؤد و ابن ماجه والدارمي وفي فتح الباري ونقل الترمذى ايضا عن البخارى انه قال ليس في هذا الباب اصح من حديث شداد وثوبان قلت فكيف بمافيهما من الاختلاف يعني عن ابى قلابة قال كلاهما عندى صحيح لان يحيى بن ابى كثير روى عن ابى قلابة عن ابى اسماء عن ثوبان وعن ابى قلابة ابى الاشعث عن شدادروى الحديثين جميعاً فانتفى الاضطراب وتعين الجمع بذلك اه قلت حديث

---

[1] اور پھر کیسی ضیافت کہ اس کے عدم قبول پر سزا کی وعید سبحان اللہ کیا شفقت ہے مالک حقیقی کی اپنے مملوکین اصلیہ پر۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ ۱۲ جامع

[2] كما سياتي في اخر الباب معلقا وقدرواه البخارى ولفظه احتجم وهو محرم واحتجم وهو صائم اه والترمذى ايضا موصولا كما سياتي وليس فيه تصريح العمرة ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

الفطر الحاجم والمحجوم عن ثوبان مرفوعا اورده العلامة السيوطي في الجامع الصغير وعزاه الى احمد وابى داؤد والنسائي وابن ماجه وابن حبان والحاكم ثم قال وهو متواتر اه فلا يضر عدم ثبوته عند الامام الشافعي وفي فتح الباري ومن احسن ماورد في ذالک (عدم افطار الحاجم والمحجوم) مارواه عبدالرزاق وابوداؤد من طريق عبدالرحمٰن بن عابس عن عبدالرحمٰن بن ابى ليلى عن رجل من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال نهى صلى الله عليه وسلم عن الحجامة للصائم وعن المواصلة ولم يحرمهما ابقاء على اصحابه اسناده صحيح والجهالة بالصحابي لاتضروقوله ابقاء على اصحابه يتعلق بقوله نهى وقدرواه ابن ابى شيبة عن وكيع عن الثوري باسناده هذا ولفظه عن اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم عن الحجامة للصائم وكرهها للضعيف اى لئلا يضعف اه

قوله واحتج ان النبي صلى الله عليه وسلم اى واحتج عليه بان النبي صلى الله عليه وسلم الخ قلت يدل على ان الشافعي رحمة الله عليه صحح عنده الرخصة من فعل النبي صلى الله عليه وسلم فرجع من قوله وهو عدم الثبوت ولولم يصح لما احتج به.

باب ماجاء في كراهية الوصال في الصيام

قولهٗ لا تواصلوا الخ

اس حدیث کے بعض لوگوں نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ حق تعالیٰ آپ کو خاص قوت دیتا تھا اس وجہ سے آپ کو وصال جائز تھا بخلاف اور لوگوں کے لیکن میرے نزدیک اس کے معنی حقیقی اور ظاہر مراد ہیں معنی مجازی اختیار کرنے کی یہاں کون سی حاجت ہے پس آپ کو کھانا جنت کا[1] عطا ہوتا تھا اور آپ اس عالم میں تشریف لے جاتے تھے اور اس عالم میں جا کر کھانا مفطر نہیں ہے جیسے کوئی خواب میں عورت سے مجامعت کرے اور انزال ہو جائے تو روزہ نہیں جاتا حالانکہ باعتبار ظاہر کے جاتا رہنا چاہئے پس معلوم ہوا کہ جہاں کھانا مفطر ہے وہاں آپ کھاتے نہ تھے اور جہاں کھاتے تھے وہ مفطر نہیں ہے۔

فائدہ: صوفیاء کرام اگر خواب میں اپنے کو کسی سے مشغول دیکھتے ہیں تب بھی استغفار کرتے ہیں کہ وہ عالم عکس اس عالم کا ہے پس جب ایسے خواب دیکھے تو معلوم ہوا کہ ان کا دل غیر کی طرف بطریق حرام مائل ہے اس لئے استغفار کرتے ہیں انتھی التقریر۔

فائدہ: في قوت المغتذي ومن قال ياكل ويشرب حقيقة غلط وبوجوه احدهما قوله في بعض الروايات[2] ياكل الثاني انهم لما قالوا انک تواصل قال انى لست كاحدكم ولو كان كما قيل لقال وانا لااواصل الثالث انه لوكان كذلک لم يصح الجواب بالفارق فكيف يقوله صلى

---

[1] احقر کے نزدیک طعام جنت اگر دنیا میں بھی کھایا جائے گو دن ہی میں کھایا جائے تب بھی مفطر نہیں مفطر تو طعام مالوف وعادی ہے۔ وہو طعام الدنيا وهو الاظهر والله تعالیٰ اعلم۔ ۱۲ جامع عفی عنہ
[2] وهى تدل على ان الاكل كان في النهار۔ ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

الله عليه وسلم وهم مستوين فلا يصح اه قلت الجواب عن الاول ان هذا اللفظ غير مضرفان طعام الجنة غير مفطروان كان نهارا فان قيل فما فائدة الصوم قلنا فائدته ترک طعام الدنيا ولا دليل على ان طعام الجنة يقوم مقام طعام الدنيا من جميع الجهات على ان فائدته في حقه صلى الله عليه وسلم لا ينحصر في ترک الطعام فقط فافهم وعن الثاني انه صلى الله عليه وسلم لم ينف عنه الوصال لانه كان مواصلا صورة وان لم يكن حقيقة اويقال انه كان يواصل من بعض الجهات لامن جميعها فلم ينف عنه فعل الوصال واقامة الحديث على ظاهر معناه اولى الى حيث يمكن كما فعله شيخنا صاحب التقرير ومن سبقه اليه تدبر۔ وعن الثالث انهم ماكانوا يستوون به صلى الله عليه وسلم من جميع الحيثيات فيه فانه صلى الله عليه وسلم كان مواصلا من بعض الجهات كما قرر في الجواب عن الثاني تامل وحقق۔

قوله: وروى عن عبدالله ابن الزبير الخ قلت لعله رضي الله تعالیٰ عنه اول الحديث وخصه بمن يضعفه الوصال ضعفا شديدا اوقد اخرج الطبراني واحمد سعيد بن منصور وعبد بن حميد وابن ابي حاتم في تفسير هما باسناد صحيح ابي يعلیٰ امراۃ بشير بن الخصامية قالت اردت ان اصوم يومين مواصلة فمنعني بشير وقال ان النبي صلى الله عليه وسلم نهٰی عن هذا وقال يفعل ذالک النصارىٰ ولكن صوموا كما امركم الله تعالیٰ اتمو الصيام الى الليل فاذا كان الليل فافطروا كذا في فتح الباري۔

وفي الباب تفصيل حسن و تحقيق انيق مذكور في فتح الباري في كتاب الصوم زاده الجامع عفي عنه

باب ماجاء في الجنب يدركه الفجر وهو يريد الصوم

قوله وهو جنب من[1] اهله الخ

کلام اللہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب اگر بعد صبح غسل کرے تو اس کا روزہ صحیح ہوجائے گا کیونکہ فرماتے ہیں کلوا واشربو حتى يتبين لكم الخيط الابيض من الخيط الاسود من الفجر۔ کیونکہ جب کہ خوردونوش و جماع کی قبل فجر تک اجازت ہوگئی تو جو شخص اخیر شب تک مشغول رہے گا وہ ظاہر ہے کہ بعد طلوع فجر غسل کرے گا انتہی التقریر۔

فائدہ: في شرح ابي الطيب وفي صحيح مسلم عن ابي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه انه قال من ادركه الفجر جنبا فلا يصم قال فذكر ذالک عبدالرحمن بن الحارث لابيه فانكر ذالک

---

[1] قيد حسن دفع به توهم ان الحكم لعله مخصوص بمن احتلم في المنام ولم يجامع يقظة في الليل والحكم تعدى اليه من باب الاولى فانها جنابة اضطرارية ١٢ جامع

besturdubooks.wordpress.com

فانطلق عبدالرحمٰن وانطلقت معه حتی دخلنا علی عائشة وام سلمة فسألها عبدالرحمٰن عن ذالک قال فکلتا هما قالت کان النبی صلی الله علیه وسلم یصبح جنبا من غیر احتلام الی ان قال ثم جئنا اباهریرة فقال ابو هریرة اهما قالتا قال نعم قال هما اعلم فرجع ابوهریرة عن قوله مع انه کان رواه عن الفضل بن عباس رضی الله علیه عن النبی صلی الله علیه وسلم اهـ قلت ویمکن ان یحمل النهی علی معنی الخبر ویقال ان من ادرکه الفجر لایمکنه الصوم علی سبیل الکمال فان من کمال الصوم ان یطهر الصائم من اول وقت الصوم اویدعی النسخ وان کان القول قویا من الفعل لان القرینة مقویة له زاده الجامع عفی عنه

باب ماجاء فی اجابة الصائم الدعوة

قوله فلیصل الدعاء الخ: فی شرح ابی الطیب ویؤیده مافی روایة الطبرانی عن ابن مسعود وان کان صائما فلیدع بالبرکة کذا فی الجامع الصغیر السیوطی وقال الطیبی فلیصل رکعتین فی ناحیة البیت کما فعل رسول الله صلی الله علیه وسلم فی بیت ام سلیم ا ه قلت الافضل هو الصلوٰة النافلة وهو تشمل الدعاء ایضا وهذا ظاهر وقوله فیه فلیجب وفی الذی بعده فلیقل انی صائم فالاول محمول علی الاستحباب فان فیه زیادة تطییب قلب الداعی والثانی علی التاکد فانه لو لم یجب ولم یعتذرادی ذالک الی البغضاء زاده الجامع عفی عنه

باب ماجاء فی تاخیر رمضان

قوله عن عبدالله البهی فی شرح السراج بفتح هائے موحده وکسرها وتشدید مثناة تحیة لیس نسبة الیٰ احدو انما هو لقب عبدالله البهی مولی مصعب بن الزبیر ا ه زاده الجامع عفی عنه

باب ماجاء فی فضل الصائم اذا کل عندهٗ

قوله المفاطیر فی شرح ابی الطیب الظاهر انه جمع مفطر علی خلاف القیاس ای اذا کل عنه الصائم المفطرون صلت علیه الملٰئکة ای استغفرت له ا ه زاده الجامع عفی عنه

باب ماجاء فی کراهیة مبالغة الاستنشاق للصائم

قولهٗ الا ان تکون صائما فی رد المحتار ج ۱ ص ۱۵۷ لودخل الماء من غیر صنعه لایفسد وان بصنعه یفسد علی الاصح انتهی التقریر.

قال الجامع ولقائل ان یقول لود خل الماء بالاستنشاق فی جوفه ولم یذکر انه صائم فلم یجتنب عن المبالغة فی الاستنشاق فینبغی ان لایفسد الصوم فان من اکل اوشرب

besturdubooks.wordpress.com

ناسيالا يفسد صومه ولافرق بين المفطرات من حيث انها مفطرات تامل.

وفي شرح ابى الطيب قوله السعوط بالفتح وجوز الضم هوما يجعل من الدواء في الانف قوله وفي هذا الحديث مايقوى قولهم لانه علم منه ان مايصل الى الباطن عن مسلك الانف يفطره وفيه ان المنع يجوز ان يكون للخوف عن الكراهة بان كان الواصل الى الباطن من مسلك الانف مكروها لامفسدا على ان غير الماكول والمشروب عادة من الادوية يجوز ان لايكون من الماكول والمشروب عادة فالاستدلال محل كلام وفي شرح السراج اخرج البخارى عن الحسن تعليقا لا باس بالسعوط للصائم ان لم يصل الى حلقه ويكتحل اه

باب ماجاء فيمن نزل بقوك فلايصوم الاباذنهم

قوله واقدم في شرح ابى الطيب . چراكه او تابعي ست كه از صحابي روايت دارد وفي شرح ابى الطيب قوله الفضل بن مبشر بموحدة ومعجمة ثقيلة الانصارى ابوبكر المدنى مشهور بكنية فيه لين اه زاده الجامع عفى عنه

باب ماجاء في الاعتكاف

قوله صلى الفجر ثم دخل في معتكفه قلت يحتمل فجر العشرين انتهى التقرير قال الجامع وفي شرح ابى الطيب قال المناوى في شرح الجامع الصغير اى انقطع فيه وتخلى بنفسه بعد صلوة الصبح لان ذلك وقت ابتداء اعتكافه بل كان يعتكف من الغروب ليلة الحادى والعشرين والا لماكان معتكفا العشر بتمامه الذى ورد في عدة اخبار انه كان يعتكف العشر بتمامه وهذا هو المعتبر عند الجمهور لمريد اعتكاف عشر اوشهروبه قال الائمة الاربعة ذكره الحافظ العراقي انتهى وفيه ايضا وانما جنح الجمهور الى التاويل المذكور للعمل بالحديثين الاول ماروى البخارى عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت كان النبى صلى الله عليه وسلم يعتكف في العشر الاواخر من رمضان والثانى ماروى ايضا عن ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال كان النبى صلى الله عليه وسلم يعتكف في كل رمضان عشرة ايام اه

قوله فلتغب له الشمس (اى فلتغب عنه) من الليلة (اى في الليلة) من الغد (من للتبعيض اى هي الليلة البعضة من الغدو في العبادة اغلاق غير مفيد زاده الجامع عفى عنه

قوله في العشر الاواخر في شرح ابى الطيب بكسر خاء المعجمة جمع الاخرى قال في المصابيح ولايجوز ان يكون جمع اخرو المعنى كان يعتكف صلى الله عليه وسلم في الليالى

besturdubooks.wordpress.com

العشر[1] الاواخر من رمضان اه زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی الصوم فی الشتاء

قوله الغنيمة الباردة: قال العراقی هذا مثل من امثال النبی صلی الله علیه وسلم وقد ذکره فی الامثال ابو الشیخ ابن حبان وابو عروبة الحرانی وغیرهما.

الصوم فی الشتاء: شبهه بها بجامع ان فی کل منهما حصول نفع بلاجهد ومشقة والغنيمة الباردة هی التی تحصل بلاحرب شدید ولامشقة ویعبرون عن شدة الحرب بکونها حمیت ومنه الأن حمی الوطیس کذا فی قوت المغتذی وعلی حاشیة الشروح الاربعة عن القاموس الوطیس التنور الأن حمی الوطیس ای اشتد الحرب اه زاده الجامع عفی عنه

باب ماجاء فی من اکل ثم خرج یدید سفرا

قوله فقال سنّة قلت یحتمل کونها سنة ثابتة باجتهاده فلا یقوم حجة علی من لایقول به تمسکا بانه لیس مسافراح حقیقة فلم یوجد المبیح فلم یبح الافطار فان الله تعالٰی علق الفطر علی السفر لا علی عزمه لاسیما والحدیث ضعیف انتهی التقریر قال الجامع الحدیث حسنه الترمذی ولفظه السنة فی مثل هذا الموضع هی السنة النبویة عند اهل الفن فهو مرفوع حکما لمن لقائل ان یقول ان الصوم فرض بالقران المتواتر وثبت الافطار فی القران ایضًا فی السفر وقصد السفر لیس داخلا فیه صراحة ولا دلالة حیث لیس مشقة فلا یباح الفطر عند عزم السفر فلا یرد ان الموضع له الافطار مع انه لیس بمریض ولامسافر وورد له الفطر فی الحدیث قلنا یلحق بهما قیاسا للجامع بینهما وهو العذروالضرورة وقدورد الفطر للمرضع فی الحدیث فتاید القیاس به احسن تائید وهذا اذالم یکن الحدیث مشهورا تامل فهذا جواب شاف علی اصول الاحناف والله تعالٰی والموفق للصواب.

قوله رحلت له راحلته ببناء المجهول وراحلته نائب الفاعل ای حط علیه الرحل وهی للسیر القاموس رحل البعیر کمنع وارتحله حط علیه الرحل فهو مرجول ورحیل کذا فی شرح ابی الطیب زاده الجامع عفی عنه

باب ماجاء فی تحفة الصائم

قوله المجمر ضبط بکسر المیم الاولٰی وفتح الثانی والظاهر ان المراد به البخور وفی

---

[1] استدل به للجمهور علی انه لابد فی اعتکاف عشرة رمضان من عندلیل الحادی والعشرین لکن اذا حذف الممیز لم یجب ان وتی للمؤنث المذکور وکذا العکس نبه علیه بعض النحاة صرح به شیخنا فی بیان القران تحت قوله تعالٰی اربعة اشهر وعشرا فافهم

besturdubooks.wordpress.com

المجمع انه بالضم البخور القاموس المجمر كمنبر الذى يوضع فيه الجمر بالدخنه والعود نفسه كالمجمر بالضم فيهما انتهى كذا في شرح ابى الطيب زاده الجامع عفى عنه

باب ماجاء فى الاعتكاف اذا خرج منه

قلت الحديث ليس بصريح فى ترجمة الباب لكن يثبت الترجمة به بدلالة المنص فانه لما قضى الاعتكاف الذى لم يشرعه كان قضاء الذى شرعه بالاولىٰ. قوله بالحديث ان النبى صلى الله عليه وسلم خرج من اعتكافه قلت ليس المراد انه صلى الله عليه وسلم خرج عنه بعد مادخل فيه بل انه لم يدخل فيه فالعبارة ليست بواضحة زاده الجامع عفى عنه

باب ماجاء فى قيام شهر رمضان

قوله على ماروى عن على رضى الله تعالىٰ عنه الخ

قلت فيه عمل الصحابة بعشرين فى التراويح وعليه الحنفية انتهى التقرير

اخر ابواب الصوم واول ابواب الحج

ابواب الحج

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

باب ماجاء فى حرمة مكة

قوله لقتال رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ

قلت في ظاهره دلالة على ان مكة فتحت عنوة انتهى التقرير

فائدہ:قوله لعمرو بن سعيد بن العاص بن امية المعروف بالاشدق لانه صعد المنبر فبالغ في شتم على رضى الله تعالىٰ عنه فاصابته لقوة وكان يزيد بن معاوية رضى الله عنه ولاه المدينة قال الطبرى كان قدومه واليا على المدينة من قبل يزيد في السنة التى ولى فيها يزيد الخلافة سنة ستين قاله القسطلانى قوله ويبعث البعوث جمله حالية والبعوث جمع بعض وهو الجيش بمعنى المبعوث وهو من تسمية المفعول بالمصدر والمراد به الجيش المجهز لقتال عبدالله بن الزبير لانه لما امتنع من بيعة يزيد وقام بمكة كتب يزيد الى عمروبن سعيد ان توجه الى ابن الزبير جيشا فجهز اليه جيشا وامر عليهم عمرو بن الزبير اخا عبدالله وكان معاويا الاخيه فجاء مروان الى عمرو بن سعيد فنهاه عن ذالک فامتنع وجاء ه ابو شريح فقال له ائذن لى ايها الامير احدثک بالجزم جواب الامر كذا فى شرح ابى الطيب زاده الجامع عفى عنه

besturdubooks.wordpress.com

لان نقل القصة لابدمنه هنا ليفهم المقصود حق الفهم . قوله ولافارا بخربة اختلف فى ضبطها ومعناها فالمشهور بفتح الخاء المعجمة واسكان الرآء بعدها باء موحدة وقد حكى المصنف فيها ضم الخاء قال القاضى عياض واراه وهما قال ابن العربى وفى بعض الروايات بكسر الخاء وزاى ساكنه بعدها مثناة تحتية اى بشى يختزى منه اى يستحيى وعلى الاول هى السرقة وقيل الخيانة وقيل الفساد فى الدين كذا فى قوة المغتذى زاده الجامع عفى عنه

باب ماجاء من التغليظ فى ترك الحج

قولهٗ حدثنا محمد بن يحيى القطعى فى شرح ابى الطيب هو محمد بن يحيىٰ بن حزم بفتح المهملة وسكون الزاى القطعى بضم القاف وفتح المهملة البصرى صدوق اھ ومسلم بن ابراهيم من رجال الستة ثقة مامون كما فى التقريب وهلال بن عبدالله الخ متروك كما فى التقريب ومنكر الحديث لايتابع على حديثه كما فى الميزان قلت فليس مجهولا وابو اسحق هنا هو ابواسحاق السبيعى[1] وفى التقريب عمروبن عبدالله الهمدانى ابواسحق السبيعى مكثر ثقة عابد من الثالثة اختلط بأخره اھ ورمزله للستة والحارث هوالحارث الاعور مختلف فيه وثقة بعضهم كما فى تهذيب التهذيب فالحديث ضعيف بهذا السند وفى قوت المغتذى قال الحافظ ابن حجر هذا الحديث له طرق مرفوعة ومرسلة وموقوفة واذا نضم بعضها الىٰ بعض علم ان له[2] اصلا ومحمله على من استحل الترك قال وتبين بذٰلك خطأ من ادعى انه موضوع اھ قوله فلا عليه اھ فى شرح ابى الطيب اى لاتفاوت عليه اولا امن عليه فى ان يموت اومن ان يموت الخ كذا فى شرح ابى الطيب زاده الجامع عفى عنه

باب ماجاء فى ايجاب الحج بالزادو الراحله

قوله وقد تكلم فيه بعض اهل العلم الخ: قلت حسن الترمذى هذا الحديث وهو يكفى للاحتجاج ولايضر الكلام فى ابراهيم وفى شرح ابى الطيب وروى الحاكم عن انس فى قوله تعالىٰ ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا قيل يا رسول الله ما السبيل قال الزاد والراحلة وقال صحيح على شرط الشيخين اھ زاده الجامع عفى عنه

باب ماجاء كم اعتمر النبى صلى الله عليه وسلم

قوله عمرة الثانيه بالاضافة اى عمرة السنة الثانية اوالمرة الثانيه وفى البخارى عمرة الحديبية

---

[1] والسبيع من همدان كما فى تهذيب التهذيب ۱۲ جامع [2] نحو هذه العبارة يدل على كون الحديث حسنا لغيره ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

في ذي القعده حيث صده المشركون وعمرة من العام القابل في ذي القعده حيث صالحهم. قوله عمرة القضاء[1] ويقال لها عمرة وانما سميت بهما لانه قاضي قريشافيها لانها وقعت قضاء عن العمرة التي صدعنها اذلوكان كذلك لكانت عمرة واحدة وهذا مذهب الشافعية والمالكية وقال الحنفية هي قضاء عنها قال في فتح القدير وتسمية الصحابة رضوان الله عليهم وجميع السلف اياها عمرة القضاء ظاهر في خلافه وتسمية بعضهم اياها عمرة القضية لاينفيه فانه اتفق في الاول مقاضاة النبي صلى الله عليه وسلم اهل مكة على ان ياتي من العام المقبل فيدخل مكة بعمرة ويقيم ثلاثا وهذا الامر قضية تصح اضافة هذه العمرة اليها فانها عمرة كانت على تلك القضية فهي قضاء عن تلك القضية فتصح اضافتها الى كل منهما فلا يستلزم الاضافة الى القضية ففي القضاء والاضافة الى القضاء يفيد ثبوته فيثبت مفيد ثبوته بلا معارض انتهى اقول ولايلزم من حملها على القضاء كونها واحدة لاستقلال احرام كل منهما وكذلك الافعال قوله والرابعة التي مع حجته اختلف في عدد عمره صلى الله عليه وسلم فمن قال اربعاً بهذا وجه فمن قال ثلاثا اسقط الاخيرة لدخول افعالها في الحج ومن قال اعتمر مرتين اسقط عمرة الحديبية لكونهم صدوه عنها واسقط الاخيرة لما ذكر واثبت عمرة القضية والجعرانه قاله القسطلاني وقال في المجمع ورواية انها ثلاث بناء على عدم عدما في ضمن الحج وروى كلهن في ذى القعدة وهو على ملاحظته ان مافي الحج مبداه فيه وان كان تمامه في ذى الحجة وما روى انه اعتمر في رمضان اورجب ومافي ابوداؤد انه اعتمر في شوال فسهو اومؤول[2] والا كان عمره سبعا وقد تحقيق انه لم يزد على اربع كذا في شرح ابي الطيب زاده الجامع عفي عنه

باب ماجاء في اى موضع احرم النبي ﷺ

قوله تكذبون فيها اى في شانها بكونها مهل رسول الله صلى الله عليه وسلم بان تقولوا انه احرم منها وانما احرم قبلها من عند مسجد ذى الحليفة ومن عندالشجرة التي كانت هناك وكانت بهذا المسجد وسماهم ابن عمر رضي الله عنه كاذبين لانهم اخبروا بالشئ على خلاف ماهو والكذب عند اهل السنة هو الاخبار عن الشئ بخلاف ماهو سواء تعمده ام غلط فيه وسهوا وقالت المعتزلة يشترط فيه العمدية وعند نا ان العمدية شرط لكونه اثما لالكون تسميته كذبا فقول ابن عمر على قاعدتنا قاله النووى كذا في شرح ابي الطيب

---

[1] في بعض النسخ عمرة القصاص ١٢ نجاح [2] كانه قصد فيها وسافر لها في تلك الشهور ١٢ جامع

besturdubooks.wordpress.com

قلت يدل على ان لفظ الكذب لايختص بالعمد قوله صلى الله عليه وسلم من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار اه فان الحال التى وقعت قيد الفعل الكذب يشير الى المقصود والا كان لغواو كلام افصح الفصحاء برئ من ذالک واصل هذا المضمون القى فى روعى بغير تفكر زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء فى افراد الحج

قوله عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها الخ: يعارضه مافى الباب الأتى عن انس رضى الله تعالىٰ عنه انه يقول لبيک بحجة وعمرة وفى صحيح مسلم عن عمران بن حصين قال لمطرف احدثک حديثا عسى الله ان ينفعک به ان رسول الله صلى الله عليه وسلم جمع بين حج و عمرة ثم لم ينه حتى مات ولم ينزل قران يحرمه قاله فى فتح القدير وقالَ الشمنى وقدوضع ابن حزم كتابا فى انه صلى الله عليه وسلم كان قارناً فى حجة الوداع وتاول الباقى فى الاحاديث انتهى وقول انس رضى الله تعالىٰ عنه سمعت الخ من اقوى الادلة على انه صلى الله عليه وسلم كان قارنا لانه مستند الى قوله والرجوع الىٰ قوله هوالواجب خصوصا لقوله تعالىٰ فان تنازعتم فى شيء فردوه الى الله والرسول وعموما لان الكلام اذا كان فى حال احمد وحصل فيه الاختلاف يجب الرجوع فيه الىٰ قوله لانه ادرى بحاله وقد وافق انسا على نقل القران احد عشر من الصحابة قد جمع احاديثهم ابن حزم فى حجة الوداع وذكرها حديثا حديثا ثم قال هؤلاء اثنا عشر من الصحابة اى مع انس رضى الله عنه بالاسانيد الصحاح كلهم يصف بغاية البيان ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان قارنا ولهذا رجح المحققون من فعله صلى الله عليه وسلم القران وقالوا به يحصل الجمع بين احاديث الباب اما احاديث الافراد فمبنى على ان الراوى سمعه يلبى بالحج فزعم انه مفرد بالحج فاخبر علىٰ حسب ذالک ويحتمل ان المراد بافراد الحج انه لم يحج بعد افتراض الحج الاحجة واحدة واما احاديث التمتع فمبنى على انه سمعه يلبى بالعمرة فزعم انه متمتع وهذا لامانع منه لانه لامانع من افراد نسک بالذكر للقارن على انه قد يخفى الصوت بالثانى ويحتمل ان المراد بالتمتع القران لانه من الاطلاقات القديمة وهم كانوا يسمون القران كذا فى شرح ابى الطيب زاده الجامع عفى عنه

باب ماجاء فى الجمع بين الحج والعمرة

قوله لبيک بعمرة وحجة..... قلت ان الجار والمجرور متعلق بالفعل العامل فى لبيک

كانه قال اطيعك اللهم باداء العمرة مع الحج زاده الجامع عفى عنه

باب ماجاء في التمتع

قوله عن التمتع بالعمرة الى الحج: قلت الىٰ بمعنى مع قوله ثم يقيم اى بمكة كما في شرح السراج زاده الجامع عفى عنه

باب ماجاء في التلبية

قولهٗ ان تلبية النبي صلى الله عليه وسلم الخ: قد وقع في المرفوع تكرير لفظة لبيك ثلث مرات وكذا في الموقوف الان في المرفوع الفصل بيٖن الاولىٰ والثانية بقوله اللهم وقد نقل اتفاق الادباء على ان التكرير اللفظي لايزاد على ثلاث مرات نقله القسطلاني كذا قاله ابو الطيب قلت ورد في الحديث مايرده فقد روى الترمذى في باب ماجاء في التسبيح في الركوع والسجود ان النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا ركع احدكم فقال في ركوعه سبحان ربى العظيم ثلٰث مرات فقد تم ركوعه وذالك ادناه اه اى ادنى التمام ففيه دليل على انه لوكرروزاد على الثلاث تلك الجملة بعينيها لاحسن وهذا امر صادر من افصح الفصحاء وهو لايمكن ان يامر ماهو يخالف لسانه ويضحك على ذالك الامر الفصحاء فقول الادباء لا يزاد على الثلاث ان كان المرد به كون عدم الزيادة على الثلاث افصح فمسلم ويحمل امره صلى الله عليه وسلم على انه امر بالفصيح لابالا فصح وقدترجح الفصيح الامرٍا خرشرعى ولوارادو انه غير فصيح فقولهم هذا مردود فتامل وحقق والله تعالىٰ هو الموفق للصوب۔

قوله انه اهل اى اراد ان يهل فانطلق يهل اى فشرع يهل اى ذهب حال كونه يهل وقوله يقول لبيك بيان ليهل. قوله في اثر تلبية اى في عقبه وبعد الفراغ منه ويجوز فيه الفتحتان وكسر الهمزة وبسكون المثلثة واما ان الحمد فيروى بكسر الهمزة من ان وفتحها وجهان مشهور ان لاهل الحديث واهل اللغة قال الجمهور الكسرا جود قال الخطابي الفتح رواية العامة قال ثعلب الاختيار الكسر وهوا جود في المعنى من الفتح لان من كسر جعل معناه ان الحمد والنعمة لك على كل حال ومن فتح قال معناه لبيك لهٰذا السبب كذا في شرح ابى الطيب قلت على حال الكسر ايضا يحتمل ان يكون الاستيناف تعليلية ويحتمل ماذكر الا ان على الفتح لايحتمل غير التعليل وان بالفتح مع اسمه وخبره

ـلـه بين لا يضاف الا الى متعدد واذا اضيف اليه بكرر كقوله تعالىٰ هذا فراق بيني وبينك فحق العبارة ان يقال بين الاولىٰ وبين الثانية۔

besturdubooks.wordpress.com

مجرور للام المقدر التعليلية ومتعلقة بالفعل العامل فی لبیک زاده الجامع عفی عنه

باب ماجاء في مواقيت الاحرام لاهل الأفاق

جمع افق بمعنى الناحية اى لاهل نواحي مكة وخصهم بالميقات لان ميقات اهل مكة مشتهر بينهم...... قوله من اين نهل اى نحرم...... قوله وقت لاهل المشرق العقيق اى وقت لاحرامهم والمراد بهم من منزله خارج الحرم من شرق مكة الى اقصى بلاد الشرق وهم العراقيون والعقيق موضع بعذاء ذات عرق مماوراءه وروى ابو داؤد[1] عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم وقت لاهل العراق ذات عرق قال ابن ملک كانه صلى الله عليه وسلم عين لاهل المشرق ميقاتين العقيق وفات عرق فمن احرم من العقيق قبل ان يصل الي ذات عرق فهوا فضل ومن جاوزه فاحرم من ذات عرق جاز ولاشئ عليه ويؤيده هذا الحديث مارواه مسلم في صحيحه عن جابر مرفوعا ومهل اهل العراق ذات عرق وما قيل كون ذات عرق ميقاتا ثبت باجتهاد عمر رضي الله عنه ويدل عليه رواية البخارى عن ابن عمر قال لما فتح المصران اى البصرة والكوفة اتواعمر فقالوا يا امير المؤمنين ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حد لاهل نجد قرنا[2] وهو جور اى مائل عن طريقنا وان ان اردنا قرنا شق علينا قال فانظروا حذوها من طريقكم فحدلهم ذات عرق انتهٰى فاجيب عنه بان عمر رضى الله عنه لم يبلغه الخبر فاجتهد فيه واصاب ووافق السنة فهو من عاداته في موافقته ولا ينافي ذالكان العراق لم يفتح الابعد وفاته عليه الصلوٰة والسلام لانه علم بالمعجزة انه يستفتح فوقت لاهله ذالک كما وقت لاهل مصر قبل فتحهما كذا فى شرح ابى الطيب زاده الجماع عفى عنه.

باب ماجاء في مالايجوز للمحرم لبسه

قوله المحرم بضم فسكون الاحرام. قوله فليلبس الخفين ما اسفل من الكعبين قوله ما اسفل بدل من الخفين والمراد بالكعبين كعبا الاحرام الذان في وسط القدم لاكعبا الوضوء قوله ولا تنتقب المرأة الحرام اى المحرمة والنقاب معروف للنساء لايبدو منه الاالعينان وبعض الانف قاله ابو الطيب ملخصا زاده الجامع عفى عنه

باب ماجاء في السراويل والخفين للمحرم اذا لم يجد الازار والنعلين

قوله وينقطعهما اسفل من الكعبين قلت قاس ابو حنيفة السراويل على الخفين في القطع

---

[1] وسكت عنه ١٢ جامع [2] وهو من العراق ١٢ جامع

besturdubooks.wordpress.com

انتهى التقرير و توضيحه بما في شرح السراج ونزد امام ما ابی حنیفه پاره کند اورا وازار سازد ۱ ھ قاله الجامع عفی عنه

باب ماجاء في الذی یحرم وعلیه قمیص او جبة

قلت الحدیث فیه ذکر الجبة فقط لکن المصنف ادخل القمیص في حکم الجبة بجامع بینهما وهو کونهما مخیطین و فی شرح ابی الطیب قوله وفی الحدیث قصة وهی انه قال یعلی بن امیة رضی الله عنه کنا عند النبی صلی الله علیه وسلم باجعرانة اذ جاء ہ رجل اعرابی علیه جبة وهی متضمخ بالخلوق فقال یا رسول الله انی احرمت بالعمرة وهذه علی فقال اما الطیب الذی بک فاغسله ثلث مرات واما الجبة فانزعها ثم اصنع فی عمرتک کما تصنع فی حجک متفق علیه والخلوق بفتح الخاء المعجمه نوع من الطیب یتخذ من زعفران وغیره ۱ ھ زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء مایقتل المحرم من الدواب

قوله الکلب العقور قلت وفی معناه الزنب وفی قید العقور روایتان فی المذهب قوله السبع العادی معناه عند الحنفیة العادی ابتداء والقرینة علیه تقییده بالعادی والا لکفی السبع والذئب یبتدئ بالاذی فحکمه حکم الکلب فعنده الحنفیة یجوز قتل الذئب لاالاسد.

باب ماجاء فی کراهیة تزویج المحرم

قوله امیر الموسم فی النهایة وهو الوقت الذی یجتمع فیه الحاج کل سنة کانه وسم بذلک الوسم وهو مفعل منه اسم للزمان لانه معلم لهم ۱ ھ قوله لاینکح ولا ینکح فی شرح ابی الطیب بفتح الیاء فی الاول وکسر الکاف مجزوم علی النهی ومرفوع علی النفی بمعنی النهی ای لایتزوج لنفسه امرأة بضم الیاء فی الثانی مجزوما ومرفوعا علی الوجهین ای لایزوج الرّجل[1] امرأة اما بالولایة اوبالوکالة لغیره کذا فی شرح ابی الطیب.

قوله عن ابی رافع الخ رواه ابن حبان فی صحیحه کما فی شرح ابی الطیب وقد قال العلامة السیوطی رحمه الله فی خطبة جمع الجوامع ماملحصله ان کل مافی صحیح ابن حبان صحیح ثم اعلم ان حدیث المحرم لا ینکح ولا ینکح قاعدة کلیة وحدیث قولی ولم یعارضه مثله وقد قال الترمذی حسن صحیح و حدیث تزوج میمونة رضی الله تعالٰی عنها وان اخرجه

---

[1] اور جلا ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

السنة لكنه فعل ومع هذا عارضه حديث ابى رافع فان رجح حديث الصحيحين باعتبار مزيد قوة السند فهب لكن يقدم على حديث ابي رافع لانه واقعة حال كما ان حديث الصحيحين واقعة حال واما تقديمه[1] على الحديث القولي فمحل نظر ولم ارفيه الى الأن دليلا شافيا لاصحابنا ولعل الله تعالىٰ يحدث بعد هذا امرًا زاده الجامع عفى عنه

باب ماجاء فى الرخصة فى ذٰلك

قوله عن يزيد بن الاصم عن ميمونة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم تزوجها وهو حلال وبنى بها وهو حلال قال الجامع الى ههُنا انتهت الرواية عن سيدتنا ميمونة رضي الله عنها والباقى من الرواية مقولة يزيد بن الاصم

قوله فى الظلة قلت يعنى سائبان والظاهر ان تلك الظلة كانت كما تكون للمسافرين فى السفر للاتقاء من الحرو البرد. زاده الجامع عفى عنه

باب ماجاء فى اكل الصيد للمحرم

قوله مالم تصيدوه اى لاجلكم عند الشافعية ولا مركم او نحوه كالاعانة والدلالة والاشارة عند الحنفية مع كون الحديث مرسلا غير حجة عند الخصم دليلنا فى حديث ابى قتاده فى قوله صلى الله عليه وسلم انما هى طعمة[2] ففيه حل ما صيد للمحرم لالا مرح انتهى التقرير.

قوله وهو غير محرم فى شرح ابى الطيب قال القسطلاني وعدم احرامه لاحتمال انه لم يقصده نسكا اذيجوز دخول الحرم بغير احرام لمن لم يرد نسكا كما هو مذهب الشافعية واما على مذهب الائمة الثلثة القائلين بوجوب الاحرام فاحتجوا له بان ابا قتاده انما لم يحرم لانه صلى الله عليه وسلم كان ارسله الى جهة اخرىٰ ليكشف امر عدو فى طائفة من الصحابة كما قال البخارى وحدث النبى صلى الله عليه وسلم ان عدوايغزوه بخيفة فتوجهنا نحوهم اى بامره عليه الصلوٰة والسلام ثم قال وفى صحيح ابن حبان والبزاروالطحاوى من طريق عياض بن عبدالله عن ابى سعيد قال بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم ابا قتاده على الصدقة وخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم واصحابه وهم

---

[1] قوله واما تقديمه على الحديث القولي محل نظر الخ اقول حديث عثمان رضى الله عنه وان كان تشريعا قوليا عاما ولكنه غير مقطوع الدلالة فى الحكم كما رامره فان قر انه بالخطبة حجة واضحة على ان ظاهرها غير مراد وانما هومؤول محمول على الكراهة ودليلنا حديث ابن عباس رضى الله عنه وهو اصح حديث فى الباب على الاطلاق اتفق على تخريجه الشيخان واصحب السنن وقدروه عن ابن عباس خمسة عشر رجلا من كبار اصحابه (من معارف السنن) فقول الجامع محل نظر هو محل نظر فتامل. عبدالقادر عفى عنه.

[2] بالضم اى طعام قاله ابو الطيب ۱۲جامع

محرمون حتى نزلوا بعسفان فاذاهم بحماروحش قال وجاء ابو قتاده وهو حل الحديث الى اخره وهذا ظاهر يخالف ما في البخارى على مالا يخفى لان قوله بعث يقتضى انه لم يكن خرج مع النبي صلى الله عليه وسلم من المدينة لكن يحتمل انه صلى الله عليه وسلم ومن معه لحقوا باقتاده في بعض الطريق قبل الروحا فلما بلغوها واتاهم خبرالعدو وجهه النبي صلى الله عليه وسلم في جماعة لكشف الخبر انتهٰى وفي ذالک الشرح ايضا قوله ثم شد على الحمار اى حمل عليه كما في رواية اى وجه الفرس نحوه فادركه فعقره فقتله كما في رواية البخارى موضع قتله عقره ا ه زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في كراهية لحم الصيد المحرم

قوله فاهدى له حمارًا وحشيا قلت معناه كان حيا فلايضر[1] الحنفية وما روى لحم حمار وحش فهو غير محفوظ كما صرح به الترمذى انتهى التقرير قال الجامع في شرح ابى الطيب قال الطيبي لابدفي قوله اهدى حمارا من تقدير مضاف لانه جاء في رواية مسلم لحم حمار وحش وفي اخرىٰ رجل حماروحشي واخرىٰ عجز حماروحشي واخرى شق حماروحش فهذه الطرق التي ذكرها مسلم صريحة في انه مذبوح انتهٰى وظاهر هذا الرواية انه اهدىٰ حمارا حيا ويمكن ان يجمع بينهما بانه اهدىٰ له اولا حيا ثم اهدى له بعضه ا ه قلت فقول الترمذى غير محفوظ لايعبأ به فان صحيح مسلم اولى ترجيحا من جامع الترمذى تامل.

باب ماجاء في صيد البحر للمحرم

قوله فانه من صيد البحر يحتمل انهم كانوا غير محرمين ومعنى صيد البحر اى في حكمه في عدم اشتراط الذبح والحديث ضعيف انتهى التقرير. وفي شرح السراج وازعبارت مؤطاى امام مالک مفهوم ميشودكه اصل خلقت ملخ از ماهي است چنانكه امام مالک قصه حديث رابطول آورده است تتمه حديث ايں عبارت ست والذى نفسي بيدهٖ ان هي الانثرة حوت ينثره في كل عام مرتين اھ قلت الحديث ليس مرفوعا وانما ذالک قول كعب الاحبار كما في المؤطا للامام محمد برواية مالک.

قوله رجل بكسر الراء وسكون الجيم الجماعة الكبيرة من الجراد والايقال ذالک الا للجراد وهو اسم جمع نضوبه باسياطنا قال العراقي كذا وقع في سماعنا وهو غير معروف في اللغة وانما يجمع السوط على اسواط وسياط بغير الف كما ذكره الجوهرى وغيره كذا في قوت المغتذى. زاده الجامع ۱۲

---

[1] قوله فلا يضرا الحنفية الخ ولو سلم انه لم يكن حياً بل كان مذبوحا فالمتناعه عن قبوله كان سدًا للذريعة ـ (من معارف السنن) عبدالقادر

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی الضبع يصيب بها المحرم

قوله قال نعم يحتمل انه استنبط جواز الاكل من كونه صيد امع انه لايستلزمه[1] اما وجوب الجزاء فمتفق عليه.

باب ماجاء في دخول النبي ﷺ مكة من اعلاها وخروجه من اسفلها

قوله من اعلاها اى اعلیٰ مكة والمراد به ثنية كداء بفتح الكاف والمدوالتنوين وعدمه نظر الی انه علم المكان او البقعة[2] وهي التي ينحدر منها الى المقبرة المسماة بالمعلى ويسمى بالعجون والمراد باسفلها ثنية كدا بضم الكاف والقصر والتنوين وتركه وهو المسمي الأن بباب الشبيكة كذا في شرح ابي الطيب زاده الجامع عفي عنه

باب ماجاء كيف الطواف

قوله فاستلم الحجر اى الحجر الاسود قاله السراج قوله مضى على يمينه اى اخذا في الطواف عن يمينه وشار عافيه عن يمينه اى يمين نفسه قاله ابو الطيب ولايمكن ارجاع الضمير الى الحجر فانه لايطاف عنه اجماعا زاده الجامع عفي عنه

باب ماجاء في استلام الحجر والركن اليماني

قوله ليس من البيت شئ محجور زاد احمد رضى الله عنه من طريق مجاهد فقال ابن عباس لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة فقال معاوية رضي الله تعالیٰ عنه صدقت كذا في شرح المؤطا قاله ابو الطيب قلت نظاهره ان سيدنا معاوية رضي الله تعالیٰ عنه رجع عن قياسه اتباعا للحديث في اخر الامرو في الاول غلب عليه التادب بالبيت ولم يظنه مخالفًا السنة فكانه زعم انه صلى الله عليه وسلم لم يستلم غيرهما تسهيلا على الامة فافهم زاده الجامع عفى عنه

باب ماجاء في تقبيل الحجر

قوله فان لم يمكنه ان يصل اليه استلمه بيده وقبل يده قلت يستنبط منه قاعدة كلية وهي ان كل متبرك ومعظم لايمكن تعظيمة بالتقبيل وغيره فيمسه بيده ويعظمها كمن سقط عنه الكتاب ولم يمكنه ان يضعه على الرأس تعظيما له وكفارة عن القصور في تكريمه فله ان يمسه باليدثم يضع اليد على الرأس تامل فلعله حسن فان قلت التقبيل لايستلزم التعظيم فان الرجل يقبل ولده ولا

---

[1] ومسئلة اكل الضبع مستقلة مذكورة مفصلة في موضعها ۱۲ جامع [2] مرفوع معطوف على لفظ علم وحاصله انه غير منصرف باعتبار كونه علما وممدودا ومنصرف على انه بقعة ۱۲ جامع

يكون معظما عليه قلت الظاهر هو التعظيم لمن يقبله الا اذا دل على خلاف دليل والله تعالىٰ اعلم.

باب ماجاء في السعي بين الصفا والمروة

قوله وانا شيخ كبير في شرح ابي الطيب يعني احفظ هذا الا ني كنت كبيرا اعتمد على حفظي فهو كناية عن كمال الحفظ ويحتمل ان يكون معناه وانا شيخ كبير الأن فيجوزلي المشي لعذر الضعف ويؤيده انه ولد بعد البعثة بيسير اه قلت والذي يظهر لي هوانه رضي الله تعالىٰ عنه بين فعلي رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم بين عذرا مستقلاله في المشي فافهم زاده الجامع عفي عنه

باب ماجاء في الطواف راكبًا

قوله على راحلته اى على بعيره لما في الصحيحين عن ابن عباس طاف النبي صلى الله عليه وسلم في حجة الوداع على بعير يستلم الركن بالمحجن زاد مسلم من حديث ابي الطفيل ويقبل المحجن وهذا اما لخصوصية اولعذرفان المشي عندنا واجب. قوله الا من عذروهو محمل فعله صلى الله عليه وسلم لحديث ابي داؤد عن ابن عباس قام مكة وهو يشتكي وطاف على راحلته ولحديث مسلم عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه طاف راكبا ليراه الناس ويسألوه كذا في شرح ابي الطيب قلت الدليل على وجوب ماروى كما في النيل عن ام سلمة انها قدمت وهي مريضة فذكرت ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فقال طوفي من وراء الناس وانت راكبة رواه الجماعة الا الترمذي فلولم يكن المشي واجبا لما سألت رضي الله تعالىٰ عنها عنه صلى الله عليه وسلم ولكن دلالته على الوجوب فيه نظر زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في فضل الطواف

قوله خمسين مرة حكى المحب الطبري عن بعضهم ان المراد بالمرة الشوط ورده وقال المراد خمسون اسبوعا وقدورد ذالك في رواية الطبراني في الاوسط قال وليس المراد ان ياتي بها متوالية في ان واحد وانما المراد ان يوجد في صحيفة حسناته ولوفي عمره كله كذا في قوت المغتذي زاده الجامع عفي عنه

باب ماجاء في الصلوٰة بعد العصرؔ وبعد الصبح في الطواف لمن يطوف

قوله لا تمنعوا الخ: نهي للمانعين لا اذن للمصلين والحجة لنا حديث عمرا لأتي خصوصًا واطلاق النهي عموما

لـه اعلم ان الترجمة مستنبطة من عموم الحديث وفي الحديث حكمان مستقلان حكم الصلوٰة وحكم الطواف فتخصيص الصلوٰة بالطائف ليس على موضعه ۱۲ بابٌ

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی کسر الکعبة

قوله حدیث عهد بالجاهلیة یعنی قرب عهدهم بالکفر والخروج منه الی الاسلام وانه لم یتمکن الدین فی قلوبهم فلوهدمت حفت ان تنکر قلوبهم وفیه اذا تعارضت المصالح اوتعارضت مصلحة ومفسدة وتعذر الجمع بدئ بالاهم لان النبی صلی الله علیه وسلم علم ان نقض الکعبة وردها الی ماکانت علیه من قواعد ابراهیم علٰی نبینا وعلیه السلام مصلحة ولکن تعارضه مفسده اعظم منها وهی خوف فتنة بعض من اسلم قریبا وذالک لما کانوا یعتقدونه من فضل الکعبة فیرون تغییرها امرا عظیما فترکها صلی الله علیه وسلم قال السیوطی فی حاشیة النسائی حدیث عهد کذا روی بالاضافة وحذف الواو وقال المطرزی لایجوز حذف الواو فی مثل هذا والصواب حدیث وعهد ویمکن ان یوجه بان لفظ القوم مفرد الفظا وجمع معنی فروعی افراد اللفظ فی جانب الخبر کما روعی اللفظ الضمیر فی قوله تعالٰی کلتا الجنتین اتت حیث افرد اتت اه زاده الجامع عفی عنه

باب ماجاء فی فضل الحجر الاسود والرکنؒ والمقام

قوله سودة خطایا بنی ادم قلت کما لبست القراء ة علیه صلی الله علیه وسلم باخلاف بعض المصلین فی الطهارة انتهی التقریر.

قوله طمس الله نورهما الخ فی قوت المغتذی قال ابن العربی یحتمل ان یکون ذالک لان الخلق لایحتملونه کما اطفأ حرالنار حین اخرجها الی الخلق من جهنم بغسلها فی البحر مرتین قال العراقی ویدل علٰی ذالک قول فی الحجر ولولا ذالک ما استطاع احد ان ینظر الیه اه قوله وهو حدیث غریب فی شرح السراج وآن حدیث انس غریب ست چنانکه اخراج کرده ست دیلمی در فردوس بالفظ الحجر الاسود یمین الله فمن مسح یده علی الحجر فقد بایع الله ان لا یعصیه اه زاده الجامع عفی عنه

باب ماجاء ان منی مناخ من سبق

قلت فیه تائید لمذهب ابی حنیفة فی ان ارض الحرم موقوفة

باب ماجاء فی تقصیر الصلٰوة بمنی

قوله امن ما کان الناس واکثره فی شرح ابی الطیب المقصود من هذا الکلام وامثاله

سلہ الرکن هو الحجر الاسود فالعطف تفسیری ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

واضح اى حين كان الناس اكثر امنا وعدد الكن تطبيقه على قواعد العربية خفى والاقرب ان مامصدرية وكان تامة وامن منصوب على الظرفية بتقدير مضاف وموصوفه مقدر من جنس المضاف اليه كما هو المشهور في اسم التفضيل واكثره عطف على امن وضميره لما أضيف اليه امن لا للناس كما وهم واعتذر عن افراده بان الناس جنس والتقدير زمان كون هو امن اكوان الناس وزمان كون هوا كثر اكوان الناس عدد اونسبة الامن والكثرة الى الكون مجازية فانهما وصفان للناس حقيقة فرجع بالنظر الى الحقيقة الى زمانا وحينا كان الناس فيه امن واكثر وعلى هذا فنصب امن واكثر على الظرفية بتقدير المضاف واقامة المضاف اليه مقامه ولو جعل امن خبر الكان مقدما واكثر عطفا عليه وجعل ضميره للناس باعتذار ان الناس جنس وجعل ما مصدرية حينية وكان المعنى حين كون الناس امن واكثرهم اى امنهم واكثرهم لكان صحيحا من حيث المعنى ولا تكلف فيه الا انه يلزم تقديم مافى حين ما المصدرية وكلمة ما المصدرية عندهم موصولة حرفية لايتقدم عليها مافى صلتها اه قلت لادليل في الحديث على مافصله الترمذى من المذاهب في القصر لاهل مكة بمنى فانه صلى الله عليه وسلم يحتمل انه صلى فيه حال السفر ويحتمل انه صلى فيه على حال غير السفر فلا حجة فيه فافهم زاده الجامع عفى عنه

باب ماجاء في الوقوف بعرفات والدعاء فيها

قوله مكانايا عده عمرو بمعنى يبعده عمروفهو مفاعلة بمعنى التفعيل وهو وارد فى كلامهم وبه ورد التنزيل ربنا باعدبين اسفارنا والمعنى نحن واقفون مكانا يجعله عمرو بعيدا بان يصفه اياه بالبعد عن موقف النبي صلى الله عليه وسلم وظاهره ان يزيد يخاطب به اصحابه الحاضرين ويبين لهم ما يعتقد عمرو وقال بعض الفضلاء عمروهو المخاطب بهذا الكلام اى مكانا تبعده انت وتعده بعيدا والمقصود تقرير بعده وانه مسلم عندنا المخاطب فليتامل.

قوله ثم افيضوا من حيث افاض الناس اى ادفعوا انفسكم اومطاياكم ايها القريش من حيث افاض الناس اى من المكان الذى افاض منه غير كم والمقصود ارجعوا من ذالك المكان ولا شك ان الافاضة والرجوع من ذالك المكان يستلزم الوقوف فيه لانها مسبوقة بالوقوف فلزم من ذالك الامر بالوقوف حيث وقف الناس هذا كله في شرح ابى الطيب زاده الجامع عفي عنه.

لـه هكذا فى الاصل والصحيح هو الحر ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء ان[1] عرفة كلها موقف

قوله حجي عن ابيک: قلت هو باطلاقه حجة للحنفية قوله ولا جرح اى لا اثم ولوحمل على الجناية يحتمل الخصوص فانه واقعة حال والمقدم هو الكلي انتهى التقرير وفي بعض الحواشي عن عمدة القاري اى لا اثم عليكم فيما فعلتموه من هذا لانكم فعلتموه مع الجهل منكم لا على القصد منكم خلاف السنة وكانت السنة خلاف هذا فا النبي صلى الله عليه واله وسلم اسقط عنهم الجرح واعذرهم لاجل النسيان وعدم العلم لا انه اباح لهم ذالک حتى ان لهم ان يفعلوا ذالک والدليل على ذالک مارواه ابو سعيد الخدري قال سئل رسول الله صلى الله عليه اله وسلم وهو بين الجمرتين عن رجل حلق قبل ان رمي قال لا حرج وعن رجل ذبح قبل ان يرمي قال لاحرج ثم قال عبادالله وضع الله الضيق والجرح وتعلموا مناسككم فانها من دينكم فدل ذالک على ان الحرج الذى رفعه الله عنهم انما كان لجهلهم بامر المناسک لاغير ذالک ونفي الحرج لايستلزم نفي وجوب القضاء او الفدية فاذا كان كذالک فمن فعله فعليه دم اھ ملخصًا.

قوله وجعل يشير بيده اى الى الناس كما في شرح ابى الطيب قولهٗ ثم اتى جمعا فصلّٰى بهم الصلوٰتين جمعًا في شرح السراج.

پس گزارد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بامردم دو نماز را کہ مغرب وعشاء بود باہم زادہ الجامع عفی عنہ (ای فی وقت واحد ۱۲ جامع)

باب ماجاء الافاضة من عرفات

قوله اوضع اى اسرع السير ومفعوله محذوف اى راحلته كذا في قوة المغتذى فان قلت كيف مطابقة الترجمة وليس في حديث الباب مايدل عليه قلت ماذكر فيه لايكون الابعد الافاضة من عرفات كما مر في الحديث الذى قبله زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج

قوله: حين خرج الى الصلوٰة اى صلوٰة الفجر يوم النحر كما في شرح السراج زاده الجامع عفي عنه

باب ماجاء في رمي الجمار راكبًا

قوله كان اذا رمى الجمار مشى اليه ذاهبا وراجعا قلت معناه انه صلى الله عليه وسلم كان اذا قصد رمي الجمار مشى للرمي ولم يركب وكذلک يرجع بعد الفراغ من الرمي ماشيا لاراكبا زاده الجامع عفي عنه.

باب كيف ترمي الجمار

قوله واستقبل القبلة وجعل يرمي الجمرة علٰى حاجيه الايمن ثم رمي[2] سبع حصيات

---

[1] اى سواء كان الحاج عن غيره حج لنفسه ام لا فانه لم يفتش عنه افاده صاحب التقرير ۱۲ جامع

[2] الترتيب يدل على انه رضي الله عنه رمي قبل هذا ايضا ولم يعرف عدده ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

قال الشيخ ابو الطيب ويعارضه ما في البخاری عنه جعل البيت عن يساره ومناعن يمينه ومافي رواية مسلم واستقبل الجمرة ويرجعها (رواية الشيخان) ورواية الصحيحين مقدمة علی رواية غيرهما واختار علماؤنا العمل بما في الصحيحين لان روايتهما اقوی اه ملخصًا

قوله لاقامة ذكر الله تعالٰی في شرح ابی الطيب ای لان يذكر الله تعالٰی في هذه المواضع مع اقامة هذه الافعال امتثالا لامره تعالٰی فالحذر الحذر من الفضلة وانما خصا بالذكر مع ان المقصود من جميع العباداتِ هو ذكر الله تعالٰی لان ظاهر هما فعل لايظهر فيهما العبادة وانما فيهما التعبد للعبودية بخلاف الطواف حول بيت الله والوقوف للدعاء فان اثر العبادة لائحة فيهما وقال بعضهم معنی قوله لاقامة ذكر الله ان التكبير سنة مع كل حجر والدعوات المذكورة في السعي سنة اه زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء في الاشتراک في البدنة والبقرة

قوله حديث غريب: قلت غريب ثم ليس فيه تصريح باذن النبی صلی الله عليه وسلم به اه التقرير قلت لايحتاج الٰی تصريح الاذن فانه مايفعل في زمانه صلی الله عليه وسلم لولم يرد عليه انكار كان حجة كما ثبت في موضعه نعم الحديث ضعيف قال ابو الطيب حسين بن واقد المروزی بن عبدالله القاضي ثقة له اوهام قاله في التقريب اقول ففيه ضعف ويعارضه الحديث السابق وهو حسن صحيح اه وقد حسنه الترمذی واغربه والاختلاف في الراوی وان كان غير مضرلكن لايخفی ان علم الضرحين لم يعارضه اقوی منه وهنا ليس كذلک تامل زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء في اشعار البدن

قوله قلد النعلين واشعر الهدی في شرح ابی الطيب هو مفعول الفعلين علی التنازع ای قلد الهدی نعلين وعلقهما في عنقه وجعلهما كالقلادة له واشعره اه وفيه ايضًا واماط عنه الدم ای ازال عنه الدم وفي رواية مسلم سلت الدم ای مسح واماط عن صفحة السنام زاده الجامع

باب ماجاء في تقليد الغنم

قوله كلها بالنصب تاكيد للقلائد اوبالجر تاكيد لهدی قوله غنمًا[1] حال عن الهدی الا انه

---

[1] هذا ايصح علی مذهب من يقول ان الحال لاتجب ان تكون مشتقة وفي شرح الكافية. وكل مادل علی هيئة ای صفة سواء كان الدال مشتقا اوجامدا اصح ان يقع حالا من غيران يؤول الجامد بالمشتق لانه المقصود من الحال بيان الهيئة وهو حاصل به وهذا رد علی جمهور النحاة حيث شرطوا اشتقاق الحال وتكلفوا في تاويل الجوامد بالمشتق ومع هذا فلا شک ان الاغلب في الحال الاشتقاق اه جامع عفی عنه

besturdubooks.wordpress.com

اشترط في الحال من المضاف اليه صحة وضعه موضع المضاف وهو ههنا مفقود الا على قول من قال اذا كان المضاف مثل جزء المضاف اليه فيجوز الحال منه وفيما نحن فيه نظر الى اتصال القلائد بالهدى كجزئه واجاز بعض النحاة من المضاف اليه مطلقًا لا اشكال في كذا في شرح ابي الطيب.

باب ماجاء في ركوب البدنة

قوله فقال له اركبها: قلنا واقعة حال يمكن ان يكون الرجل مضطرًا.

باب ماجاء في طواف الزيارة بالليل

قوله اخر طواف الخ في شرح ابي الطيب وكذلك اخرجه البخاري تعليقا عن عائشة رضي الله تعالى عنها وابن عباس رضي الله تعالى عنهما اخر النبي صلى الله عليه وسلم الزيارة الى الليل لكن الثابت المعلوم من فعله هو انه طاف طواف الزيادة وسو طواف الفرض نهارًا اخرج مسلم في صحيحه من رواية جابر رضي الله عنه وابن عمر رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم افاض يوم النحر ثم رجع فصلى الظهر بمنى فلعل المراد بهذا الحديث انه طاف للزيادة غير طواف الافاضة بالليل بان كان يقصد زيارة البيت ايام منى بالليل بعد ماطاف للفرض نهارًا يوم النحر ومعنى التاخير ان الطواف الذي اراده بعد طواف الفوض اخره الى الليل ولم يات به بعد العصرو اول في ارشاد الساري بان معنى اخره الى الليل اى اخره الى ما بعد الزوال وقال واما الحمل على مابعد الغروب فبعيد جدا انتهى وقد ثبت في الاحاديث الصحيحة انه عليه السلام طاف يوم النحر نهارا ويؤيد التاويل مارواه البيهقي انه صلى الله عليه وسلم كان يزورالبيت كل ليلة من ليالي منى اه زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في نزول الابطح

في شرح السراج: در مقام ابطح كه متصل مكه است نزديک وداع آنجا فرود آيد وازهما نجا رخصت گشته بخانه رَود اه زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في حج الصبي

قوله ولک اجر: اس سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اس لڑکے کو ثواب حج کا نہ ملے گا کیونکہ حدیث میں اس کی نفی نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ تم کو اس کی تعلیم۔ اور اعانت کا ثواب ملے گا اور خود اس کا ثواب عموم ادلہ سے ثابت ہے من جاء بالحسنة فلهٗ عشر امثالها. قالہ الجامع عفی عنہ۔

قوله فكنا نلبي اى نجهر لا ان النساء لايلبين قاله صاحب التقرير. قوله نرمى عن الصبيان

besturdubooks.wordpress.com

في شرح السراج از جهت ندانستن ايشان طريق رمی را اھ قال الجامع اولشدة المشقة عليهم.

باب ماجاء في العمرة اواجبة هي ام لا

قوله قال لا: قلت فيه حجة للحنفية انتهى التقرير قوله وان يعتمروا في شرح ابى الطيب ان مصدرية وهي مع مابعد ها في تاويل المصدر مبتدا وجملة هو افضل خبره اھ قوله وهو ضعيف قلت قدروى الترمذی فيه حديثا حسنا صحيحا والامام الشافعي معذور فانه لم يبلغه حديث محتج به زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء في عمرة رجب

قوله الا وهو معه في شرح ابی الطيب ای شاهد معه فهو عبارة عن الحضور معه وكناية عن نسيانه كما في البخاری عن عروة انه قال لابن عمر كم اعتمر رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اربع احدهن في رجب فقال عروة يا اماه الاتسمعين مايقول عبدالرحمن قالت مايقول قال يقول ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اعتمر اربع عمرات احدهن في رجب قالت يرحم الله ابا عبدالرحمن ما اعتمر عمرة الا وهو شاهده وما اعتمر في رجب قط انتهى زاد مسلم عن عطاء عن عروة قال وابن عمر يسمع فما قال لا ولا نعم قال النووی سكوت ابن عمر على انكار عائشة يدل على انه كان اشتبه عليه اونسي اوشك ولهذا اسكت عن الانكار على عائشة ومراجعتها بالكلام فهذا الذی ذكرت هو الصواب الذی يتعين المصير اليه انتهى زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء في الاشتراط في الحج

قولهٗ قال نعم قلت محمول على الندب ودليلنا في الحديث الذی بعده.

باب ماجاء ان القارن يطوف طوافًا واحدًا

قولهٗ طوافا واحدًا. ای وقت قدومه مكة كما في الحديث الآتي الدال على كونه قبل الحل وتاويله عند الحنفية انهما كانا كاالطواف الواحد

باب ماجاء

ان مكث المهاجر بمكة بعد الصدر ثلثا قلت معناه ان من هاجر من مكة الى المدينة ثم قصد الى الحج بمكة فلا يمكث بعد الفراغ من اداء النسك الاثلثا.

besturdubooks.wordpress.com

قوله يمكث المهاجر: في شرح ابي الطيب لانهابلدة تركها لله فلا يقيم فيها اكثر من هذه المدةلانه يشبه العود الى ماتركه لله تعالىٰ اه زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء مايقول عندالقفول من الحج والعمرة

قوله! فدفدًا في قوت المغتذى بتكرار الفاء المفتوحة والدال المهملة المكان الذى فيه ارتفاق وغلظ. اوشرفا. بفتح المعجمة والراء المكان المرتفع اه قوله سائحون اى سائرون في سبيل الله كما في الصحاح ساح الماء يسيح سيحا اذا جرى على وجه الارض قاله السراج زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء في المحرم يموت في احرامه

قوله ولا تخمرو مخصوص عندنا ودليلنا مافي الحاشرة ونصه قال محمد اخبرنا ...... مالك اخبرنا نافع ان ابن عمر كفن ابنه واقد بن عبدالله وقدمات محرما بالجحفة وخمر راسه بتشديد الميم اى غطاه وليحيى وجهه وقال لولا انا حرم لطيناه وقال مالك وانما يعمل الرجل مادام حجا واذا مات فقد انقضى العمل رواه يحيى قال محمد رحمة الله عليه وبهذا ناخذ وهو قول ابى حنيفة اذا مات فقد ذهب الاحرام عنه موطا وشرحه للقارى وتاويل الحديث ان هذا الامر مختص به كما يدل عليه قوله صلى الله عليه وسلم فانه يبعث كذا قيل.

باب ماجاء في الرخصة للرعاة ان يرموا يومًا ويدعوا يومًا

قوله في البيتوته وهو غير واجب عندنا اما الرمى وجمعه فمعناه على مذهبنا انهم يرمون يوم النحر مصبحين ثم يذهبون للرعى وياتون بعد الغروب من الحادى عشر فير مون للحادى عشر في الليلة لان الليلة تابعة للنهار وقدر خصوا في الرمى بالليل ثم يرمون للثاني عشر بعد الزوال فاجتمع الرميان في يوم واحد ابتداء من الغروب الى الغروب كما هو في سائر الاحكام سوى الحج.

باب منه

قولهٗ قال اهللت الخ في شرح السراج يعني احرام مطلق بستم واين جائزست نزد ائمه قال لولا ان معى هديا لاحللت فرمود آنحضرت صلى الله عليه وسلم اگر مى بود همراهِ من هدى هر آئينه حلال ميگشتم بازا زمكه احرام مى بستم وليكن هدى مانع احلال گشته است واز سوق هدى قارن گشتم اه زاده الجامع عفى عنه

besturdubooks.wordpress.com

باب قوله علی الرکنین ای الرکن الاسود والرکن الیمانی قاله السراج زاده الجامع عفی عنه.

باب

قوله بالزیت دل علی ان الزیت لیس بطیب لکن الحدیث ضعیف لاجل فرقد

باب

افعل کما یفعل امرأوک فی شرح ابی الطیب ای صل حیث یصلون وفیه اشارة الی الجواز وان الامراء اذا ذاک ما کانوا یواظبون علی صلوة ظهر ذالک الیوم بمکان معین اھ وقال السراج و مخالفت مکن (امرارا) که باعث تهیج شرنگردد. زاده الجامع عفی عنه.

اخر ابواب الحج

ابواب الجنائز عن رسول الله صلی الله علیه وسلم

باب ماجاء فی ثواب المرض

قوله من نصب...... فی شرح ابی الطیب بفتحتین التعب والالم الذی یصیب البدن من جراحة وغیرها قوله ولاحزن بضم الحاء وسکون الزاء وبفتحها قیل هو والهم بمعنی وهومایصیب القلب من الالم فالهم والحزن خشونة فی النفس لما یحصل فیها من الغم وقیل الهم مایهم الرجل ای یذیبه من حممت الشحم اذا ابته والحزن الذی یظهر منه فی القلب خشونة یقال مکان حزن ای خشن فالهم اخص وقیل الهم یختص بما هوات والحزن بما فات والاظهران المراد بالهم هٰهنا ادنی غم لیظهر معنی قوله ولا وصب بفتحتین الالم اللازم واسقم الدائم وقد یطلق علی التعب والفتور فی البدن قوله یهمه بفتح یاء وضم هاء ای یعرضه اھ زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی النهی عن التمنی للموت

قوله اللهم احینی ماکانت الخ: فی شرح ابی الطیب قال العراقی لما کانت الحیوة حاصلة وهو متصف بها حسن الاتیان بما ای مادامت الحیٰوة متصفة بهٰذا الوصف ولماکانت الوفاة معدومة فی حال التمنی لم یحسن ان یقول ماکانت بل اتی باذا الشرطیة فقال اذا کانت ای اذا ال الحال ان تکون الوفاة بهٰذا الوصف اھ زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی الحث علی الوصیة

قوله الا ووصیة مکتوبة عنده قال الجمهور ان نفس الکتابة غیر واجب لقوله علیه السلام

besturdubooks.wordpress.com

لانکتب انهى التقرير قال الجامع مقصود الحديث اداء الحقوق الى اهلها بای طریق کان کما هو ظاهر ولادليل في الحديث على وجوب الوصية بل لا بدله من دليل خارج فان كانت الحقوق واجبة فالوصية بها واجبة وان مندوبة فهي مندوبة تامل زاده الجامع عفى عنه

باب ماجاء في الوصية بالثلث والربع

قوله هم اغنياء بخير في شرح ابي الطيب والمراد بالخير المال اه قلت فقوله بخير صفة كاشفة او مؤكدة لقوله اغنياء اوخبر بعد خبر قولهٗ فما زلت اناقصه في شرح ابي الطيب بالصاد المهملة على المشهور من النقصان اى لم ازل اراجعه في النقصان اى اعد ماذكره ناقصا حتى قال بالثلث اه زاده الجامع عفى عنه.

باب

قوله يموت بعرق الجبين في قوت المغتذی قال العراقی اختلف في معنى هذا الحديث فقيل ان عرق الجين يكون لما يعالج من شدة الموت وقيل من الحياء وذالک لان المؤمن اذا جاء ته البشرٰی مع ماکان قد اقترف من الذنوب حصل له بذلک خجل واستحيى من الله فعرق لذلک جبينه اه قال الجامع لعل الاول هو الصحيح. قوله هذا حديث حسن وقال بعض اهل الحديث لانعرف لقتادة الخ قال الجامع انما حسنه باعتبار ماتحقق عنده من سماع قتاده من عبدالله والا علٰی قول البعض من عدم سماعه منه لایکون الحديث حسنا عندهم فان الانقطاع جرح عندهم خلافًا للحنفية زاده الجامع عفى عنه.

بابماجاء في كراهية النعي

قوله فاني اخاف ان يكون نعيا قال الجامع قاله حذيفة رضي الله عنه، علٰی سبیل الاحتياط فانه لا يتيقن بكون ذالک نعيا. قوله ينهى عن النعي في قوت المغتذی بفتح النون وسكون العين وتخفيف الياء وفيه ايضا كسر العين وتشديد الياء قال الجوهری النعي خبر الموت والمراد به هنا النعي المعروف في الجاهلية قال الاصمعی کانت العرب اذا مات فيها ميت له قدر ركب راكب فرسا وجعل يسير في الناس ويقول نعا فلانا اى انعيه واظهر خبرو فاته قال الجوهری وهی مبنية على الكسر مثل دراک ونزال اه زاده الجامع عفى عنه قولهٗ والنعي عندهم ان ينادی في الناس في شرح ابي الطيب يعنى كما ذكرناه في المقولة الاولٰی ان یرکب راکب وجعل ينادی في الناس فهذا نعي اهل الجاهلية وقوله قال بعضهم لاباس بان يعلم اه يعنى ان نعي نعي غير اهل الجاهلية فلا بأس به وتركه اولٰى والذی عليه الجمهوران مطلق الاعلام بالموت جائز وليس فيه ترک الاولی بل ربما يقال انه سنة لما ورد انه صلى الله

besturdubooks.wordpress.com

عليه وسلم نعي النجاشي رواه البخاري اه زاده الجامع عفي عنه.

قوله وفي الباب عن حذيفة في شرح السراج اخرجه البخاري عن انس قال قال النبي صلى الله عليه وسلم اخذ الراية زيد فاصيب ثم اخذها جعفر فاصيب الخ اه زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء فی تقبیل المیت

قوله قبل عثمان الخ يدل[1] علىٰ كون الموت حدثا ويحتمل كونه بعد الغسل على قول انه خبث لانه حيوان دموى يتنجس بالموت اما قوله عليه السلام لاينجس حياولاميتا اى نجاسة دائمة بخلاف الكافر فانه لايطهر بالغسل حتى لو وقع فى البير نجسها.

باب ماجاء فی غسل المیت

قوله وضفرنا شعرها الخ: هذا من رايهن ولم يثبت كونهن من اهل الاجتهاد انتهى التقرير قال الجامع قد حقق هذا المقام فى احياءِ السنن ولم يكن ذالک من رايهن بل كان بامر[2] النبى صلى الله عليه وسلم والتفصيل هناک فانظره وقوله لعل هشا مامنهم فوجه الشک لم يظهر لى فظاهر السياق يدل علىٰ انه منهم بلاريب.

قوله بماء القراح فيه اضافة الموصوف الى الصفة ولفظ غيره نعت لماء ولفظ غير لايتعرف باضافته الى المعرفة قاله الجامع عفي عنه.

باب ماجاء فی المسک للمیت

قوله هو اطيب طيبكم في شرح ...... ابى الطيب ليس فيه انه اطيب طيبكم للميت ولعل المصنف رحمه الله تعالىٰ لما ثبت عندهٗ انه صلى الله عليه وسلم اثنى عليه وكان من المعلوم ان تطيب الميت سنة استخرج منه انه من طيب الميت وبه تطابق الترجمة الحديث اه قاله الجماع عفي عنه. قوله وقد رواه مستمر يعني حديث الباب قاله الجامع.

باب ماجاء فی غسل من غسل المیت

قوله من غسله الغسل الخ محمول على الندب اما الوضوء فمعناه من اراد الحمل انتهى التقرير[3]

قوله من غسله الغسل فى شرح ابى الطيب الاول بفتح الغين مصدر غسل والثانى

---

[1] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بوسہ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ موت سے مسلمان ناپاک نہیں ہوتا صرف حدث لاحق ہوتی ہے اور جو کہتے ہیں ناپاک ہو جاتا ہے وہ کہتے ہیں کہ غسل کے بعد بوسہ دیا تھا۔ [2] قوله بامر النبى صلى الله عليه وسلم الخ وفيه نظر لان الرواية المحفوظة التى اتفق عليها الشيخان والجماعة انما هى بلفظ الماضى حكاية عن فعلهن دون صيغة الامر كما فى روايتى سعيد بن منصور وابن حبان فهما شاذتان قد تفرد راويهما بلفظ الامر من بين جماعة الثقات وبين الفعل والامر بون بعيد فلا يقبل الشاذ ولا يحتج به اصلا ۱۲ عبدالقادر عفی عنہ [3] قد ذكر صاحب التقرير توجيه الوضوء باحسن من هذا فى احياء السنن فانظر ثمه

besturdubooks.wordpress.com

بالضم الاسم اذسبب وجوب الغسل او استحبابه في حق الغاسل فعله ثم الظاهر انه ليس المراد في الحديث وجوب الغسل بمجرد الغسل ووجوب الوضوء بمجرد الحمل بل المراد ان الغاسل عادة لايخلو عناصابة رشاشة من نجاسة ربما كانت على بدن الميت ولايدرى مكانه فيحتاج لذلک الى الغسل اه

وفي شرح السراج اوالمراد بالغسل غسل الايدى كما يصرح به خبر عند الخطيب قال ابن حجر وهذا احسن مايجمع به بينهما وفيه ايضًا وقدروى الحاكم والدار قطني عن ابن عباس ليس[1] عليكم في غسل ميتكم اذا غسلتموه غسل وان ميتكم ليس بنجس فحسبكم ان تغسلوا ايديكم قال الحاكم على شرط البخارى واقره الذهبي لكن البيهقي رواه من طريق الحاكم ثم قال هذا ضعيف لحديث من غسل ميتا فليغتسل ورده الذهبي فقال بل يحمل بهما فيندب الغسل ويدل له خبر الدار قطني باسناد صحيح عن عمر رضي الله عنه كنا نغسل الميت فمنا من يغتسل ومنا من لم يغتسل ذكره استاذى وشيخى سلام الله في شرح المؤطا اه زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء ما يستحب من الاكفان

قوله البياض اى ذات البياض فالمراد بالبياض الثياب البيض وعليه يدل قوله فانها بتانيث الضمير الراجع الى الجمع باعتبار الجماعة وفي رواية البيض مكان البياض ثم من في قوله من ثيابكم بيانية مقدمة على المبين قاله الشيخ ابو الطيب. قوله احب الثياب الينا ان يكفن فيها البياض احب مبتدأ والبياض خبره وقوله ان يكفن بتقدير اللام اى لان يكفن وحاصله احب الثياب لكتفين الميت البياض قاله الشيخ ابو الطيب زاده الجامع عفى عنه

باب

قوله فليحسن كفنه في شرح ابى الطيب المشهور في رواية هذا الحديث فتح الفاء وحكى بعضهم سكونها على المصدراى تكفينه فشمل الثوب وهيئاته وعمله وقال النووى في شرح المهذب قال اصحابنا والمراد بتحسينه بياضه ونظافته وسبوغه وكثافته لاكونه ثمينا لحديث النهي عن المغالاة انتهٰى ولفظه عند ابى داؤد لا تغالوا[3] في الكفن فانه

---

[1] وقد روى الحاكم في المستدرک عن ابن عباس مرفوعا بسند صحيح ليس عليكم في غسل ميتكم غسل كما ورد في الجامع الصغير.

[2] وقد روى الحاكم في المستدرک عن ابن عباس مرفوعا بسند صحيح ليس عليكم في غسل ميتكم غسل كما ورد في الجامع الصغير.

[3] قلت سكت عليه ابوداؤد ولفظه في نسختنا يسلبه سلبا سريعا ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

يسلب سلبا سريعًا رواه علي رضی الله عنه عنه مرفوعا ۱ه قلت ولک ان تحمل حديث النهی عن المغالاة علی الاسراف وحديث التحسين علی الوسط ثمنا ونظافة فافهم زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی کم کفن النبی ﷺ

قوله وحديث عائشة رضی الله تعالٰی عنها اصح الخ

قلت روی الامام محمد بن الحسن فی كتاب الأثار اخبرنا ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم النخعي ان النبی صلی الله عليه وسلم كفن فی حلة يمانية وقميص مرسلًا[۱] واخرجه عبدالرزاق فی مصنفه واخرج عن الحسن البصری نحوه مرسلا والمرسل حجة وروی ابوداؤد وحدثنا احمد بن حنبل وعثمان بن ابی شيبة قالانا ابن ادريس عن يزيد يعنی ابن زياد عن مقسم عن ابن عباس قال كفن رسول الله صلی الله عليه وسلم فی ثلثه اثواب نجرانية الحلة ثوبان وقميصه الذی مات فيه قال ابوداؤد وقال عثمان فی ثلثة اثواب حلة حمراء وقميصه الذی مات فيه قال الامام العينی فان قيل فيه يزيد بن ابی زياد وهو لا يحتج به يقال لانسلم ذالک فان مسلما قد اخرج له فی المتابعات وفی الكافی روی له مسلم والترمذی وابوداؤد ولما اخرج ابوداؤد حديثه، هذا سكت عنه وذالک دليل رضاه بصحته انتهی كلام العينی اقول روی له الترمذی فی باب مواقيت الاحرام حيث قال حدثنا ابو كريب ناوكيع عن سفيٰن عن يزيد بن ابی زياد عن محمد بن علی عن ابن عباس ان النبی صلی الله عليه وسلم وقت لاهل المشرق العقيق قال ابو عيسٰی هذا حديث حسن ففی هذا التصريح بان يزيد محتج به عند الترمذی والالما حسن حديثه وفی البدر المنير اخرج له مسلم مقرونا والبخاری تعليقا ولما ثبت حديث ان النبی صلی الله عليه وسلم كفن فی حلة وقميص فيعارض حديث عائشة رضی الله تعالٰی عنها ليس فيها قميص لوترک علی ظاهره ثم يرجح الاول بان الحال فی تكفينه اكشف للرجال انتهی مافی بعض الحواشی ملخصا قلت ويرجح ايضًا بان العادة المسنونة كانت جارية بالباس القميص للميت فحديث الحبرا ابن عباس موافق لها فهوا حق بالقبول ولايعدل عنه الابعد قيام دليل اقوی منه والدليل ليس بهذه المثابة فما عدلنا منه تامل زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی كراهية النوح

قولهٗ قرظة بن كعب فی شرح ابی الطيب بمعجلة وفتحات انصاری صحابی شهد الفتوح

---

[۱] قلت مراسيل النخعی قد مدحت كما يظهر من تهذيب التهذيب ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

بالعراق ومات في حدود الخمسين على الصحيح اه زاده الجامع قوله اربع في امتي من امرا الجاهلية اى اربع خصال كائنة في امتي اوخصال اربع فهو مبتدأ على كل حال اما لتخصيصه بالاضافة اوبالصفة. وقوله في امتي خبره وقوله من امر الجاهلية حال من الضمير المتحول الى الجارو المجرور والمعنى ان هذه الخصال تدوم وتبقى في الامة لايتركونهن باسرهم تركه لغيرها من سنن الجاهلية فانهن ان تركهن طائفة باشرهن اخرون قولهٗ النياحة هورفع الصوت بالندبة..... قوله والطعن هو العيب والقدح والاحساب جمع الحسب هو مايعده الرجل من الخصال التي تكون فيه كا الشجاعة والفصاحة وغير ذالک قال ابن السكيت الحسب والكرم يكونان في الرجل وان لم يكن لأبائه شرف والشرف والمجد لايكونان الا في الأباءِ.

قوله اجرب بعير بيان لثبوت العدوى اى يقولون اجرب بعير على بناء المفعول اى اصابه جرب..... قوله فاجرب مائة بعير يحتمل انه للفاعل اى فاعدى ذالک الابل الجرب الى مائة ويحتمل ان يكون للمفعول اى فاصاب الجرب بسببه مائة بعير اه ملخصا زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في الرخصة في البكاء على الميت

قوله وتاولوا هذه اى وبروا هذه الأية وفسروها بما قالت عائشة رضى الله تعالى عنها القاموس تاوله دبره وقدره وفسره كذا في شرح ابى الطيب قوله وزنة شيطان في قوت المغتذى قال النووى في الخلاصة المراد به الغناء والمزا مير قال وكذا جاء مبينا في رواية البيهقي قال العراقي ويحتمل ان المراد به رنة النوح لارنة الغناء ونسب الى الشيطان لانه ورد في الحديث اول من ناح ابليس وتكون رواية الترمذى قد ذكرفيها احد الصورين فقط واختصر الأخرويؤيده ان في رواية البيهقي اني لم انه عن البكاء انما نهيت عن صوتين احمقين فاجرين صوت نغمة لهو ولعب ومزامير شيطان وصوت عند مصيبة خمس وجوه وشق جيوب ورنة وهٰذا هورحمة ومن لايرحم لايرحم كذا في قوت المغتذى زاده الجامع عفي عنه

باب ماجاء في المشي امام الجنازة

قولهٗ يمشون اَمام الجنازة قلت كلها احاديث فعليه والمشي خلفها فيه احاديث قولية فيحمل الفعل علىٰ واقعة خاصة لمصلحة.

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء في المشي خلف الجنازه

قوله لضعيف حديث ابی ماجد قلت ذهاب الصحابة رضون الله عليهم اليه دليل لقوة الحديث في نفسه وايضا في الباب احاديث اخرى مذكورة في الحاشية انتهى التقرير قال الجامع قد حققت المسئلة في احياء السنن بتفصيل حسن فلا بدلک من مطالعته.

باب ماجاء في كراهية الركوب خلف الجنازة

قال الجامع مافهم الترمذی من كراهة الركوب خلف الجنازة بهذا الحديث ومن الرخصة فيه من حديث الباب الأخر فليس بصواب فان الكراهة ثبتت في ذالک الحديث مع الجنازة والرخصة وقعت عند الرجوع وهما واقعتان مختلفتان تامل والمسئلة مستوفاة في احياء السنن.

باب ماجاء في قتلى احدوذكر حمزة

قوله لم يصل عليهم قلت هذا النافی ویقدم بالمثبت عليه انتهى التقرير قال الجامع المسئلة مستوفاة في احياء السنن.

قولهٗ ان تجد صفية في شرح ابی الطيب ای تحزن وتجزع وصفية رضي الله عنها هي بنت عبدالمطلب عمة رسول الله صلى الله عليه وسلم شقيقة حمزة رضى الله عنه قوله حتی یحشریوم القيمة من بطونها في شرح ابی الطيب انما اراد ذالک ليتم له به الاجرويكمل ويكون كل البدن مصروفا في سبيله تعالٰى الى البعث اولبيان انه ليس عليه فيما فعلوا به من المثلة تعذيب حتى ان دفنه وتركه سواء اھ.

قال الجامع والصحيح هو الوجه الثاني وسره اعلان ان مثل هذا الامر غير مضر للمسلم على سبيل المبالغة فان كثيرا مايحصل بالفعل مالا يحصل بالقول وليس فيه هتک حرمة الميت المسلم لانه مشتمل على الحكمة والمصلحة تامل وحقق زاده الجامع عفى عنه

باب آخر

قوله مسلم الاعور قلت روى عنه شعبة وسفيان كما في تهذيب التهذيب وقد تكلم فيه كثير وقد قال الحافظ ابن حجر في بعض مواضع من تهذيب التهذيب في باب راوما حاصله روى عنه شعبة وروايته عنه تعديل له والله تعالٰى أعلم.

قولهٗ ،عبدالرحمن بن ابی بكر المليكي يضعف قلت لم اراحد اوثقة. قوله وقدروى هذا الحديث الخ مقصود المؤلف بهذا القول تقوية الحديث فكان نفس الحديث غير مجروح ثابت لسند قوى وان كان بعض طرقه مجروحا زاده الجامع عفى عنه.

besturdubooks.wordpress.com

باب آخر

قولہٗ اذکرو محاسن موتاکم وکفوا عن مساویھم فی شرح ابی الطیب جمع حسن علیٰ غیر قیاس وموتاکم جمع میت وکذلک مساویھم جمع سوء علیٰ خلاف القیاس اہ والحدیث عزاہ العلامۃ الحافظ السیوطی الی الترمذی والبیھقی وابی داؤد والحاکم فی المستدرک ثم صححہ،

اس حدیث کے معنی میرے نزدیک یہ ہیں کہ مذمت کسی شخص کی یا تو کسی مصلحت سے شرعاً جائز رکھی گئی ہے مثلاً کوئی شخص فاسق ہے اس کو نصیحت کرنے کے لئے اس کی مذمت کی جائے تا کہ وہ نادم ہو کر فسق سے باز آ جائے جبکہ یہ طریق وعظ اس کے حق میں موثر ہونے کی قوی امید ہو یا اس کے مکر پر کسی دوسرے کو مطلع کیا جائے تا کہ وہ شخص اس سے دھوکہ نہ کھائے اور یا فاسق معلن ہو تو اس کا وہ فسق جس کا وہ اعلان کرتا ہے بلا کسی مصلحت کے بھی ظاہر کر دینا جائز ہے گو لغو ہے پس بعد موت کے ذکر مساوی میں کوئی مصلحت چونکہ اکثر باقی نہیں رہتی اس لئے ممانعت فرمادی گئی اور نیک لوگوں کی نیکی بیان کرنا چونکہ محمود اور عبادت ہے اس لئے اس کا امر فرمایا گیا ہے۔

اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ مقصود تو یہاں پر نہی عن ذکر المساوی ہے اور ذکر محاسن کا امر تبعاً فرمادیا گیا ہے..... گویا کہ یوں فرمایا گیا کہ مساوی موتیٰ کے ذکر سے بچو۔ اور اگر میت کا کچھ حال بیان کرنے کو دل چاہے تو اس کے محاسن بیان کر لیا کرو۔ اور اسی پر اکتفا کیا کرو ہاں اگر میت فاسق ہو اور اس کا چہرہ وغیرہ بگڑ جائے تو لوگوں کو متنبہ کرنے کے لئے اس کا اظہار جائز ہے تا کہ لوگ اس نتیجہ کو سن کر برے کاموں سے پرہیز کریں۔ اور اگر میت فاسق معلن ہو تب بھی اس کے فسق کا اظہار بلا مصلحت مباح معلوم ہوتا ہے گو لغو ہے اور **انتم شھداء اللہ فی الارض** سے یہ مراد معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی نیک منصف شخص کسی میت کے محاسن بیان کرے تو **بحکم اتقو فراسۃ المؤمن** وہ شخص عنداللہ بھی نیک ہی ہوگا۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

نہ یہ معنی ہیں کہ قصداً کوئی شخص میت کے محاسن کر کے اس کو استحقاق عذاب سے استحقاق ثواب کی جانب منتقل کر دیتا ہے۔

یہ تقریر و تفصیل احقر کی ناقص فہم کا ثمرہ ہے کہیں منقول نہیں دیکھی لیکن قلب قبول کرتا ہے اگر صحیح ہو **فھو فضل من اللہ عزوجل والا فھو جزاء معصیتی فعفی اللہ عنہ واللہ تعالیٰ اعلم زادہ الجامع عفی عنہ۔**

باب ماجاء فی التکبیر علی الجنازۃ

قولہ صلی علی النجاشی فکبرا ربعًا قلت الصلوٰۃ علی الغائب قد حقق البحث فیھا ...... فی احیاء السنن..... قولہٗ: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکبرھا فی شرح ابی الطیب ای احیانًا او اولا قال النووی قال ابن عبدالبر انعقد الاجماع بعد ذالک علی اربع واجمع الفقھاء واھل الفتوی بالامصار علی اربع علی ماجاء فی الاحادیث الصحاح وماسوی ذالک عندھم

besturdubooks.wordpress.com

شذوذ لایلتفت الیه انتهٰی قلت تفصیله فی احیاء السنن زاده الجامع عفی عنه.

باب مایقول فی الصلوٰة علی المیت

قوله واغسله بالبرد: شیخ ابن القیم اغاثۃ اللھفان میں فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت استاد شیخ ابن تیمیہ سے دریافت کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں فرمایا ہے کہ الٰہی مجھ کو میری خطاؤں سے پاک کردے پانی اور برف اور اولے سے۔ اور ایک روایت میں ٹھنڈے پانی سے تو اس میں سرد کی خصوصیت سے کیا فائدہ ہے حالانکہ کپڑے کو صاف کرنے میں گرم پانی کو زیادہ دخل ہے کہ اس سے صفائی خوب ہوتی ہے؟

فرمایا کہ خطاؤں کے ارتکاب سے دل میں گرمی اور ناپاکی اور سستی پیدا ہوجاتی ہے تو دل ڈھیلا ہوجاتا ہے اور اس میں آتش شہوت بھڑکتی ہے اور اس کو ناپاک کردیتی ہے اور پانی میل کو دھوتا ہے اور آگ کو بجھا دیتا ہے پس اگر ٹھنڈا ہوتا ہے تو جسم میں سختی اور قوت بھی پیدا کرتا ہے اور اگر اس کے ساتھ برف بھی ہو تو سردی میں اور جسم کے سخت کرنے میں قوی تر ہوگا تو اسی وجہ سے خطاؤں کے اثر کو زیادہ تر کھودے گا اور سرد پانی جسم میں چستی پیدا کرتا ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی القرأة علی الجنازة بفاتحة الکتاب

قولهٗ انما هو الثناء علی الله فی شرح السراج: نقل کردہ است شمنی از محیط کہ اند لو قرأ بنیۃ الثناء والدعاء لاباس بہ عند الحنفیہ واما بنیت تلاوت پس مکروہ است وحکایت کردہ برجندی از قاضیخان کہ مشائخ عراق از اصحاب اختیار کردہ اند قرأۃ فاتحہ را پس از تکبیر اول بر وجہ ثناء ودعا اھ

قلت لم یرد فی الأثار الا انه قرأت الفاتحة فتاوله امامنا الاعظم بناء علی ان تلک الصلوٰة دعاء وهو امر ذوقی وزعم الامام الشافعی انها قرئت تلاوة وهو ذوقه والمسئلة فصلت احسن تفصیل وتنقیح فی احیاء السنن زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی کراهیة الصلوٰة علی الجنازة عند طلوع الشمس وعند غروبها

قولهٗ. حین تقوم قائم الظهیرة قال النووی الظهیرة حال استواء الشمس ومعناه حین لایبقی القائم فی الظهیرة ظل فی المشرق ولا فی المغرب اه قلت فمعنی یقوم یقف

باب فی الصلوٰة علی الاطفال

وقوله وکان هذا اصح من الحدیث المرفوع فی شرح ابی الطیب واما عندنا فلا یصلی علیه الا اذا علم حیاته لماروا‌ه النسائی فی الفرائض عن المغیرة بن مسلم عن ابی الزبیر عن جابر اذا استهل الصبی صلی علیه وورث ورواه الحاکم عن سفیان عن ابی الزبیر به

besturdubooks.wordpress.com

وقال هذا اسناد صحيح اه قلت المسئلة مفصلة في احياء السنن وهذا ممالا يدرک بالرأی والحديث الذی قبل هذا يحمل علی هذا ويقيدبه وقال الشيخ ابو الطيب قوله قد اضطرب الناس فيه لكن صححه ابن حبان والحاكم وقال انه علٰی شرط الشيخين ولفظه اذا استهل السقط صلی عليه وورث لكن اعترض علی تصحيحهما النووی فی شرح المهذب وبين انه ضعيف اه قلت الاختلاف غير مضر زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی ترک الصلوٰة علی الشهيد

قولهٗ في الثوب الواحد فی شرح ابی الطيب قال المظهر ای فی قبر واحد اذا لايجوز تجريد هما بحيث تتلاقی بشرتاهما بل ينبغي ان يكون علی كل واحد منهما ثيابه المتلطخة بالدم ولكن يضجع احدهما بجنب الأخر فی قبر واحد انتهٰی نقله الطيبی وسكت عليه ونقله القسطلانی وسكت عليه وكذاالسيوطی فی حاشية النسائی وكذا صاحب المجمع وسكتا عليه لكن يرده حديث انس السابق فی باب قتلی احد فكثر القتلی وقلت الثياب قال فكفن الرجل والرجلان والثلثة فی الثوب الواحدثم يدفنون فی قبر واحد وكانه لذلک قال الخطابی يجوز دفن ميتين فصاعدًا فی ثوب واحد عند الضرورة كما فی قبر كذا فی الازهار ثم انه انما دفنوا كذلک لعدم بقاء الثياب عليهم كما قد مناهٗ سابقا من روايته جابر فی قصة حمزه رضی الله تعالٰی عنه واما من كان عليه ثيابه فلا يدفن مع غيره اذا وجد للغير مايستره فلا يرد انه كيف يصور ذالک والشهيديدفن بثيابه التی عليه واجاب بعضهم عن اصل الاشكال بانه لايلزم من الكتفين فی الثوب الواحد تلاقی بشرتهما اذ يمكن ان يكون الثوب طويلا فيحال بينهما بالفاصل اويحال بنحواذ خرا قول الحق انه لاحاجة الٰی هذا التكلف بعد النص عن الشارع والله اعلم زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی الصلوٰة علی القبر

قوله نتبذا فی شرح ابی الطيب قال فی النهاية ای منفردًا عن القبور بعيدا وفی الاوسط للطبرانی عن الشيبانی انه صلی عليه بعدما دفن بليلتين ورواه الدار قطنی من طريق مريم عن الشيبانی فقال بعد شهر قال فی فتح الباری وهذا روايات شاذة وسياق الطريق الصحيحة انه صلی عليه فی صبيحة دفنه اه زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی فضل الصلوٰة علی الجنازة

قوله مثل احد قال ابو الطيب وفی حديث واثلة عند ابن عدی كتب له قيراطان اخفهما فی

besturdubooks.wordpress.com

ميزانه يوم القيامة اثقل من جبل اُحد فافادت هذه الرواية بيان وجه التمثيل بجبل اُحد وان المراد به زنة الثواب المرتب على ذالک العمل ذكره في ارشاد الساري زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء في القيام للجنازة

قولهٗ حتى تخلفكم في شرح ابى الطيب بضم التاء وتشديد اللام اى تتجاوزكم وتجعلكم خلفها ونسبة التخليف الى الجنازة مجازية والمراد تخليف حاملها زاده الجامع عفى عنه.

باب في الرخصة في ترک القيام

قوله ومعنى قول على الخ قال ابو الطيب يريد انه ليس معنى هذا الحديث انه قام صلى الله عليه وسلم ثم قعد عن ذالک القيام متى يقال ان هذا دليل على ثبوت القيام فكيف يصلح ان يكون دليلا على النسخ بل معناه انه قام اولا ثم ترک القيام عند مرورا الجنازة فان قيل المتبادر المعنى الاول فاى دليل على المعنى الثاني ليصلح دليلا على النسخ يقال ان القعود عن القيام امر ضرورى فلا يظهر فائدة لقوله ثم قعد الا اذا حمل على معنى ترک القيام اويقال انه علم من خارج ان عليًا رضي الله عنه كان يمنع عن القيام للجنازة فلابد من حمله على ذالک لقرينة المقام قلت يدل عليه ايضا ما رواه احمد عن على رضى الله تعالٰى عنه كان رسول الله صلى الله عليه وسلم امرنا بالقيام في الجنازة ثم جلس بعد ذالک وامرنا بالجلوس فان هذا كالصريح في المطلوب زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء في قول النبى ﷺ اللحدلنا والشق لغيرنا

قوله والشق لغيرنا في قوت المغتذى في رواية احمد والشق لاهل الكتب اھ زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء في الثوب الواحديلقى تحت الميت في القبر

قوله طرحت القطيفة الخ في شرح ابى الطيب قال الشيخ العراقى في الفيته في السيرة وفرشت في قبره قطيفة وقيل اخرجت وهذا اثبت وكانه اشار الٰى ماقال ابن عبدالبر في الاستيعاب انها اخرجت قبل اهالة التراب اھ زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء في تسوية القبر

قولهٗ ان لاتدع لى قبرًا مشرفًا: اس جز کے معنی لوگوں نے یہ بیان کیے ہیں کہ قبر بالکل برابر زمین کے کردی جائے لیکن محققین کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ جو قبر بہت اونچی ہو اس کو نیچا کردیا جائے کیونکہ ایام جاہلیت میں دستور تھا کہ نہایت اونچی اونچی قبریں بناتے تھے تو اس صورت میں اہل جاہلیت سے تشبہ لازم آتا تھا (نیز ایک امر لغو کا بھی ارتکاب ہوتا ۱۲

besturdubooks.wordpress.com

جامع) اور اس معنی کی ایک دوسری حدیث بھی تائید کرتی ہے جس کا یہ مضمون ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ قبروں پرست بیٹھو پس جب قبریں زمین کے برابر کردی جائیں گی تو قبر کس طرح ممتاز رہے گی جس پر بیٹھنے سے اجتناب ہو سکے۔

نیز محققین لفظ مشرفًا سے استدلال کرتے ہیں اس طرح کہ اگر آپ کو ہر قبر کا برابر کرانا مقصود ہوتا تو یہ قید نہ لگاتے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ قبر کو بشکل کوہان شتر نما بناؤ۔ اب رہا یہ امر کہ قبر ایک ہاتھ بلند ہونی چاہئے یا ایک بالشت تو اس کی (اخرجہ بلفظ الامر) حدیث میں تو کہیں تصریح نہیں دیکھی فقط یہ امر وجدانی ہے (جامع کہتا ہے کہ قبر ایک بالشت بلند ہونی چاہئے اس باب میں حدیث مرسل وارد ہوئی ہے وہو فی احیاء السنن)

باب ماجاء فی کراھیة الوطی علی القبور والجلوس علیھا والصلوٰة الیھا

قوله لاتجلسوا الخ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے سے اس لئے منع فرمایا ہے کہ اس میں مردہ کی توہین ہوتی ہے اور اس کی جانب نماز پڑھنے سے اس لئے منع فرمایا ہے کہ اس میں تشبہ ہوتا ہے یہود و نصاریٰ کے ساتھ کہ وہ لوگ قبروں کی عبادت کیا کرتے تھے۔

اور اگر کوئی شخص مردہ کی قبر کو سجدہ کرے یا اس کی طرف نماز پڑھے تو حرام ہے اور محققین فرماتے ہیں کہ مردوں کے ساتھ وہ برتاؤ کرنا چاہئے جیسا کہ ان کے ساتھ حالت حیات میں کا کرتے تھے مثلاً حالتِ حیات میں ان کی گردن پر چڑھ جانا کتنی بڑی گستاخی اور بے ادبی کی بات ہے۔ اسی طرح بعد وفات بھی ان کو قبر کو روندنا سخت بے ادبی ہے۔

بلکہ محققین نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر حیات میں ان سے دور (تادبًا) بیٹھتا ہو تو بعد ممات قبر کے پاس بھی اسی طرح بیٹھے۔ **انتھی التقریر واخرج الطحاوی عن زید بن ثابت نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الجلوس علی القبور لحدیث غائط اوبول رجاله ثقات وروی الامام احمد عن عمروبن حزم رانی النبی صلی اللہ علیه وسلم وانا متکی علی قبر قال لاتؤذ صاحب القبرواسناده صحیح کمافی شرح ابی الطیب فعلم ان النھی عن الاتکاء بالقبر وعن الجلوس والنھی عن الجلوس علیه لحدث حکمان مستقلان لا ان المراد حیث وردالنھی مطلقًا ھو المقید بالحدث فافھم زاده الجامع عفی عنه.**

باب ماجاء یقول الرجل اذا دخل المقابر

قوله فقال السلام علیکم الخ: اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مردے سنتے ہیں اگر نہ سنتے ہوتے تو آپ سلام کیوں کرتے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نہیں سنتے وہ استدلال کرتے ہیں کلام اللہ کی اس آیت سے وما انت

لہ فیه[1] ان المقصود تسویة المشرف وماکان مسوی من قبل فلاحاجة الی اصلاحه ۱۲ جامع

---

(۱) وفیه نظر لانه بقی غیرالمشرف وغیر المسوی (من اعلاء السنن) وھو ماکان مرتفعاً عن الارض نحو شبر فھو لایشمله امر التسویة فالا ستدلال صحیح ۱۲ع ـ ق

besturdubooks.wordpress.com

بسمع من فی القبور شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے آیت کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ جو لوگ قبر میں ہیں ان کو آپ نہیں سنا سکتے اس لئے کہ قبر میں تو دھڑ ہی دھڑ ہوتا ہے اور دھڑ سنتا نہیں سننے والی تو روح ہے اور روح مجردات سے ہے جو مطلق ہے اسی لئے اس کے لئے کوئی مکان نہیں ہے البتہ اس کو تعلق ہوتا ہے جسد کے ساتھ اور یہ تعلق تدبیر ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ تعلق ہے اور چونکہ جسم مادی ہے اور روح مجرد ہے اور تعلق کے لئے عادۃً مناسبت ضروری ہے۔ لہٰذا حکمت الٰہی مقتضی ہوئی کہ اول اس روح کو جسم برزخی سے متعلق کیا اس جسم کو روح سے مناسبت ہے مجرد ہونے میں اور جسم عنصری سے مناسبت ہے مقداری ہونے میں۔ ...اور پھر اس جسم کے واسطے سے اس جسم عنصری سے متعلق فرمایا اور وہ جسم برزخی بالکل منطبق ہے اس جسم عنصری پر اور اس جسم کو تن مثالی بھی کہتے ہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ مردہ جب مرتا ہے تو اس کی روح کو حریر کے کپڑے میں ملائکہ علیہ السلام لپیٹ کر لے جاتے ہیں وہ روح نسمہ ہوتا ہے اور نسمہ کہتے ہیں تن مثالی کو۔ اور یہ تاویل اس لئے کی گئی کہ روح تو مجرد ہے کپڑے میں کیسے لپیٹی جا سکتی ہے اور جسم عنصری یہاں موجود رہتا ہے لہٰذا روح سے مراد جسم عنصری بھی نہیں ہو سکتا پس مراد جسم برزخی ہے اور خواب میں جو جسم چلتا پھرتا نظر آتا ہے وہ یہی جسم مثالی ہوتا ہے کیونکہ جسم عنصری تو یہیں موجود رہتا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے سوال کیا کہ روح کیا چیز ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ وہ امر رب ہے بس اتنا سمجھ لو۔ مولانا فرماتے تھے کہ ایک تو عالم خلق ہے دوسرا عالم امر اول مادیات سے ہے اور دوم مجردات سے تو معنی آیت کے یہ ہوئے قل الروح من امر ربی یعنی من المجردات آگے فرماتے ہیں وما اوتیتم من العلم الا قلیلا یعنی تم لوگ مجردات کو نہیں جانتے ہو اتنا ہی سمجھ لو کہ وہ مجردات سے ہے اور فلاسفہ مجردات کے قائل ہوئے ہیں اور متکلمین فرماتے ہیں کہ جو وجود مجردات کا قائل ہو وہ کافر ہے۔ سو یہ حکم صحیح نہیں کیونکہ عدم مجردات پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے اور اہل کشف جو جو مجردات کے قائل ہوئے ہیں وہ اس عالم میں تشریف لے گئے ہیں انہوں نے علاوہ دیگر امور کے مجردات کا بھی مشاہدہ کیا ہے پس ان کی دلیل مشاہدہ ہے گو ظنی ہے لیکن ہے تو۔

باب ماجاء فی الرخصة فی زیارة القبور

قولہ فقد اذن لمحمد الخ: پہلے ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت کا قریب تھا لہٰذا اندیشہ تھا کہ جو حرکات قبور کے ساتھ جاہلیت کے زمانہ میں کئے جاتے تھے وہی اب بھی کئے جاویں پھر حجۃ الوداع میں آپ کو اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت ہوئی جبکہ قواعد اسلام مستحکم ہو گئے چنانچہ آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کی زیارت کی نیز والد صاحب قبلہ کی بھی اور ان دونوں کو باذن اللہ تعالیٰ زندہ فرمایا اور اسلام[1] سے مشرف ہوئے اور جس حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ آپ کو اپنے والدین کے لئے استغفار سے نہی فرمائی گئی تو وہ حدیث حجۃ الوداع سے سابق ہے۔

اسلام والدین رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام کا صحیح ہونا یہ وہ علم ہے کہ متقدمین پر مخفی رہا۔ اور متاخرین پر منکشف کر دیا گیا۔ اور بھی اس قسم کے مسائل ہیں۔ جو سلف پر مخفی رہے اور خلف پر ظاہر ہوئے۔ بعض لوگ یہ اعتراض کرتے

---

[1] حدیث اسلام والدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضعفہ بعضہم ونسبہ بعضہم الی الوضع وصححہ بعضہم فالمعتمد عندی ہو الاخیر۔ ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

ہیں کہ بعد رؤیۃ عذاب ایمان مقبول نہیں ہوتا۔

لقوله تعالٰی لاینفع نفسًا ایمانها الآیة جواب یہ ہے کہ آیت عام مخصوص البعض ہے اور یہ امر خصوصیت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین اور عم اور دیگر اقرباء کے باب میں کچھ نہ کہنا چاہئے اس لئے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک بار حضور سے شکایت کی فلاں لوگ ہمارے مردوں کو برا کہتے ہیں آپ نے فرمایا جو ہمارے مردوں کو برا کہتا ہے وہ ہمارے زندوں کو تکلیف دیتا ہے اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ کچھ نہ کہنا چاہئے۔

ایک شخص اکثر **تبت یدا** نماز میں پڑھا کرتا تھا خواب میں دیکھا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عتاب کے ساتھ فرماتے ہیں اے بندۂ خدا! سارے قرآن مجید میں تجھ کو یہی سورت پڑھنے کے لئے ملتی ہے جس میں میرے چچا کی مذمت ہے (ظاہر یہ ہے کہ وہ شخص یہ سورت اسی خراب نیت سے پڑھتا ہوگا کہ اس میں ایک کافر کی ہجو ہے اس واسطے عتاب ہے، ورنہ قرآن من حیث انہ قرآن باعث عتاب نہیں ہوسکتا خواہ کوئی سورت اکثر پڑھے قالہ الجامع عفی عنہ)

اور اس حدیث سے لوگوں نے جواز زیارۃ القبور للنساء پر استدلال کیا ہے اور حدیث آئندہ سے جو ممانعت معلوم ہوتی ہے وہ حدیث قبل اجازت کے وارد ہوئی تھی۔ اور بعد اجازت تو عموم اجازت میں عورتیں بھی داخل ہوگئیں۔

ایک بزرگ نے اس باب میں ایک عمدہ بات فرمائی کہ جیسے جوان عورتوں کا جانا مسجد میں بوجہ فتنہ وفساد کے منع ہے۔ اسی طرح زیارت قبر کے لئے بھی ایسی عورتوں کا جانا منع ہے اور جو عورتیں معمرہ جن پر پردہ مرجحہ واجب نہیں تو جیسے ان کا مسجد میں جانا جائز ہے اسی طرح ان کے لئے زیارت قبور بھی جائز ہے۔ انتہی التقریر۔

فائدہ: جامع کہتا ہے کہ احوط معمرہ عورتوں کے لئے بھی یہی ہے کہ مسجد میں نہ جاویں کیونکہ زمانہ کی حالت نہایت پراگندہ ہے اور زیارت قبور کے بارے میں یوں سمجھ میں آتا ہے کہ عموم اجازت میں عورتیں داخل ہیں لیکن جزع وفزع خلاف شرع سے امن ہو اور پردہ کا پورا بندوبست ہو۔ ورنہ منع کیا جائے گا۔ اور پوری تحقیق احیاء السنن میں ہے۔

باب ماجاء فی الزیارۃ للقبور للنساء

قوله فلما قدمت عائشة رضی الله تعالٰی عنها الخ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے گئی تھیں۔ اگر کہا جاوے کہ باوجود نہی عن الزیارۃ کے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کیوں ایسا کیا جواب یہ ہے کہ حدیث ممانعت کو انہوں نے ترک اولیٰ پر محمول کیا اور جواز پر عمل کیا۔

دوسرے یہ کہ حدیث نہی کو قبل الاجازۃ پر محمول کیا۔ اور حدیث[1] اجازت کو باعتبار عموم اس کا ناسخ قرار دیا۔ تیسرے یہ کہ محبت اخ میں مغلوب ہوگئیں۔ اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مرثیہ پڑھنا جائز ہے لیکن اس مرثیہ میں شکایت حق تعالیٰ اور آہ وزاری خلاف شرع نہ ہو پس ایسے مرثیہ میں مضائقہ نہیں آج کل جو روافض مرثیہ پڑھتے ہیں اس میں بہت خرابیاں اور

---

[1] وهو الصحیح کما ورد عنها فی روایة الاثرم وهی فی احیاء السنن ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

خلاف شرع باتیں ہوتی ہیں۔ جھوٹی روایات چھاتیاں کوٹنا بے صبری وغیرہا سے وہ مرثیہ مرکب ہوتا ہے بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مراثی منقول ہیں۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن سے فارغ ہوئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں تشریف لے گئے اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اے انس رضی اللہ عنہ تمہارے دل نے کیسے گوارا کیا کہ رسول اللہ (کی قبر شریف ۱۲ جامع) پر مٹی ڈال آئے۔ (اوردہ فی المشکوٰۃ ۱۲ جامع)

اب غور کرنا چاہئے کہ یہ کتنا بڑا مرثیہ ہے انتہی التقریر **قوله مادفنت على بناء المفعول اى لوكنت حاضرة عندك وقت الموت لما نقلت عن مكان الى مكان بل دفنت حيث مت. قوله ولوشهدتك اى لوشهدتك عند الموت لاكتفيت بذلك عن الزيارة انتهى مافى شرح ابى الطيب ملخصًا زاده الجامع عفى عنه.**

باب ماجاء فى الدفن بالليل

قوله ان النبى صلى الله عليه وسلم دخل قبر الخ: اس باب میں اختلاف ہوا ہے کہ مردہ کو کروٹ کی جانب سے قبر میں داخل کرنا چاہئے یا پیر کی جانب سے۔ بعض تو یہ کہتے ہیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا وہی اولی اور افضل ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کیا گیا وہی بہتر ہے لیکن علماء نے کہا ہے کہ حجرہ میں جگہ نہ تھی دیوار قریب تھی اس لئے آپ کو پیروں کی جانب[1] سے لیا گیا۔ **انتهى التقرير. وفى شرح ابى الطيب قوله حديث حسن قاله مع ان فيه الحجاج بن الرطاة ومنهال بن خليفة وقد اختلفوا فيهما وذالك يحط الحديث عن درجة الصحيح الاالحسن كذا قال المحقق ابن الهمام اه زاده الجامع عفى عنه**

قوله لايموت لاحدمن المسلمين ثلثة من الولد فتمسه النار الاتحلة القسم الخ

اس کی دو وجہیں ہیں ایک تو اہل ظاہر کے اعتبار سے دوسرے اہل تصوف کے اعتبار سے سو پہلی وجہ تو یہ ہے کہ چونکہ وہ موت ولد پر صبر کرے گا۔ اس لئے اس کو ثواب دیا جائے گا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب تک وہ لڑکا بالغ نہیں ہوا تو گویا وہ جب تک والد کا جزو ہے اس کی ممات گویا اس شخص کی ممات ہے۔ اور یہ حق تعالیٰ نے اس لئے تجویز فرمایا کہ بندہ کو کچھ تو اس طرف توجہ کا حصہ مل جائے بس اس وقت صادق آئے گا موتوا قبل ان تموتوا اور اسی لئے لم يبلغوا الحنث سے مقید فرمایا گیا ورنہ بالغ اولاد کی وفات سے زیادہ صدمہ ہوتا ہے پس مراد یہ ہے کہ نابالغ جزء من الوالد ہوتا ہے فافہم۔

قوله من كانه له فرطان الخ: مطلب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کا کوئی میر سامان نہیں ہے اس کا میں میر سامان ہوں کیونکہ جب ہماری وفات ہوگی تو جو لوگ ہم سے محبت رکھتے ہیں ان کو لابد رنج ہوگا جس پر ثواب مرتب ہوگا اور میں ان کا فرط ہوں گا (اور یہ حکم عام ہے موجودین اور آئندگان بزمانہ مستقبل کے لئے کیونکہ آپ کی وفات کا رنج سب کو ہوتا ہے۔ ۱۲ جامع) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمان کو محبت طبعی ہوتی چاہئے۔

---

[1] اس مسئلہ کی پوری تفصیل احیاء السنن میں ہے۔ ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

اورحدیث حتی لااکون احب الیہ الخ میں محبت طبعی ہی مراد ہے اور جس کو یہ حب حاصل نہ ہو وہ اس کو کسب سے حاصل کرسکتا ہے اور اس کی تحصیل کے طریقے ہیں۔ انتھی التقریر قال الجامع ثم رأیت فی شرح ابی الطیب ما نصہ۔

قوله لن يصابوا بمثلي اى لن يصل مصيبة الى امتي بمثل مصيبة موتي فان مصيبتي اشد عليهم من سائر المصائب فاكون انافرطهم واشفع لهم اما بالنسبة الىٰ من راح فالمصيبة ظاهرٌ واما بالاضافة الى من بعده فالمصيبة العظمى والمحنة الكبرىٰ حيث ماكان لهم الا مرارة الفقد من غير حلاوة الوجد وبهٰذا بموته صلى الله عليه وسلم يتسلى عن موت كل محبوب وفقد كل مطلوب ونعم ما قال من قال من ارباب الاحوال ۔

ولو كان في الدنيا بقاء لساكن لكان رسول الله فيها مخلدا وما احد ينجو من الموت سالما وسهم المنايا قد اصاب محمدا

باب ماجاء في الشهداء منهم

سب حدیثوں کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ شہید کا عدد بیس ہے چنانچہ ایک حدیث[1] میں یہ بھی آیا ہے کہ جو شخص مرض کی حالت میں لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین چالیس بار پڑھ لے تو اگر وہ اسی مرض میں مرجائے تو وہ شہید ہوگا اور اگر اچھا ہوگیا تو اس کے سب گناہ معاف ہوجائیں گے (یعنی صغیرہ گناہ ۱۲ جامع) انتھی التقریر وفی شرح السراج۔

امام مالک در مؤطا شهداء سبعه ذكر كرده اند صاحب ذات الجنب والحريق والذى يموت تحت الهدم والمرأة تموت بجمع شهيدالمطعون والغريق والمبطون قال استاذى سلام الله عفي عنه في شرح المؤطا نقلا عن الشيخ جلال الدين سيوطي تكميل بقى من الشهداء صاحب السل رواه الطبراني عن سلمان والغريب كما لابن ماجه.

عن ابن عباس والبيهقي عن ابي هريرة والدار قطني عن ابن عمر وصاحب الحمي رواه الديلمي عن انس واللديغ والشريق والذى يفترسه السبع والخار عن دابة رواها الطبراني عن ابن عباس والمتردى رواه الطبراني عن ابن مسعود والميت علىٰ فراشه في سبيل الله رواه مسلم عن ابي هريرة والمقتول دون ماله اودينه اودمه اواهله رواه الاربعة عن سعيد بن زيد ودون مظلمة رواه احمد عن ابن عباس والميت في السجن رواه ابن منده عن علي رضي الله عنه والميت عشقا رواه الديلمي عن ابن عباس والميت وهو طالب العلم رواه البزار عن ابي زروابي هريرة.

پس اين همه مجموع شهيداں بست وسه اند اه قال الجامع قد انكر اشد الانكار ورودوشهادة العاشق الحفيف في الحديث الحافظ العلامة ابن القيم في زاده

---

[1] اخرجہ الحاکم کما فی الحصن الحصین ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

المعاد لكن ذالک لعدم اطلاعه علي الاحاديث الجيدة في الباب ففي المقاصد الحسنة للحافظ السخاوی ص ١٩٨ حديث من عشق فعف وكتم فمات مات شهيدا الخطيب في ترجمة محمد بن داؤدبن علي الاصبهاني من تاريخه من طريق نفطو يه عن محمد المذكور عن ابيه امام مذهب الظاهر عن سويد بن سعيد عن علي بن مسهر عن ابي يحيي القتات عن مجاهد عن ابن عباس به مرفوعا بلفظ فهو شهيد وكذا رواه جعفر السراج في مصارع العشاق من حديث الحسن بن علي الاشناني واحمد بن محمد بن مسروق كلاهما عن سويد به ولفظه من عشق فظفر فعف فمات مات شهيدا ورواه ابن المرزبان عن ابي بكر الارزق تناسويدبه موقوفا وهو مما انكره ابن معين وغيره علي سويد حتي ان الحاكم كما رواه في تاريخه قال يقال ان يحيي لما ذكراه هذا الحديث قال لوكان لی فرس ورمح غزوت سويدا ولكنه لم يتفرد به فقد رواه الزبير بن بكار ثنا عبدالملک بن عبدالعزيز بن الماجشون عن عبدالعزيز بن ابي حازم عن ابن ابي نجيح عن مجاهد به مرفوعا وهو سند صحيح وينظر هل هذه هی الطريق التی اورده الخرائطي منها فان تكن هي فقد قال العراقي في سندها نظرومن طريق ابن الزبير اخرجه الديلمي في مسندها ولكن وقع عنده عن عبدالله بن عبدالملک ابن الماجشون لاكما هنا وقد ذكره ابن حزم في معرض الاحتجاج فقال ـ

فان اهلک هوی اهلک شهيدا　　　واتمتن بقيت قرير عين

روی هذا لنا قوم ثقات　　　ناؤ بالصدق عن كذب ومين

وذكر نحوه منظوما ابو الوليد الباجي وابوالقاسم القشيری وغيرهما بل عند الديلمي بلاسند عن ابي سعيد مرفوعا العشق من غير ربه كفارة للذنوب اه وقد اطال السخاوی بحث الباب ونقلت منه بقدر الضرورة فان اشتقت اليه فارجع اليه (تنبيه) قلت ليس المراد به ان يسلط المرء عليه عشق غير الله عزوجل فانه معصية عند اهل الظاهر وشرک خفي عند اهل الباطن فكيف يؤجر عليه بل يستحق العقاب عليه لكن المراد منه ان انه ابتلي به فيصبرو يعف يؤجر عليه لتحمل المشقة وهكذا حال اجر كل مشقة وقد حققناه في باب سواک الصائم من هذا التعليق فافهم واشكر۔

قوله والشهيد في سبيل الله في شرح ابي الطيب قال الطيبي فان قلت خمسة خبر للشهداء والمعدود بعده بيان له فيكون حمله علي المبتدأ من باب التشبيه كانه قيل المطعون

لے لايحكم بمجرد هذا الاحتمال بكون الحديث مجرد حابل ان يتقن كلام العراقي فيه مبهما كما نقله ههنا لايعلل الحديث ايضا فان السند صحيح وتعليله مبهم فافهم ١٢ جامع

besturdubooks.wordpress.com

كاالشهيد الى اخره فكيف يصح هذا في الشهيد فانه حمل الشئ على نفسه قلت هومن باب قوله انا ابو النجم وشعري شعري كانه قيل الشهيد الكامل اوالمعروف هو من قتل في سبيل الله انتهى اقول الظاهر ان يقول فيكون تقديره المطعون شهيد الى اخره ويجيب بان التقدير في قوله والشهيد في سبيل الله الشهيد الكامل الشهيد في سبيل الله اويقول فاذا حمل على المبتداء يصير التقدير الشهيد المطعون الى اخره لان لفظ المطعون ومابعده بيان لخمسة فيكون خبر افكيف يصح قوله الشهيد في سبيل الله لانه يلزم منه حمل الشئ على نفسه فيجيب بما اجاب والله اعلم ثم مفهوم العدد غير معتبر فلا يرد انه ورد في الاحاديث ازيد من هذا وقد جمع السيوطي في رسالة اسباب الشهادة ا ه

باب ماجاء في كراهية الفرار من الطاعون

قوله عن اسامة الخ: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ طاعون ایک مرض ہے جس میں کچھ دانے نکلا کرتے ہیں جس سے آدمی مرجاتا ہے اور وہ دانے ہاتھ پیروں میں یا بغل وغیرہ میں نکلتے ہیں پس اس میں تو فرار جائز نہیں ہے کیونکہ اس باب میں نص قطعی نہی عن الفرار وارد ہوئی ہے لیکن اور امراض میں فرار جائز ہے کیونکہ مرض ایک بلا ہے اور بلا سے وقایت جان کے لئے فرار جائز ہے اس میں کچھ حرج اور مضائقہ نہیں ہے۔

اور یہ تحقیق امام صاحب قدس سرہ نے احیاء العلوم میں لکھی ہے جس کا دل چاہے دیکھ لے۔ اور میرے نزدیک علت نہی عن الفرار کی یہ ہے کہ اجازت کی صورت میں اگر کچھ لوگ چلے جاویں تو مریض کی تیمارداری کون کرے گا۔ اور یہ علت ہر مرض میں مشترک ہے پس فرار تمام امراض میں ایسی صورت میں ممنوع ہوگا ہاں اگر سب ہی لوگ اس جگہ کو چھوڑ دیں تو مضائقہ نہیں۔

انتهى التقرير وفي شرح السراج اخرج احمد عن عائشة مرفوعا قلت يا رسول الله مالطاعون قال غدة كغدة البعير المقيم فيها كالشهيد والفارمنها كالفار من الزحف وفي المعتبرات من كتب المذاهب انه اذا خرج من بلدة فيها الوباء فان علم ان كل شئ بقدره تعالى فلا بأس بان يخرج ويدخل وان كان عنده انه لوخرج نجاولودخل ابتى كره له ذالك ولو اخذته الزلزلة في بيته ففر لايكره بل يستحب لفراره صلى الله عليه وسلم عن الحائط المائل ا ه زاده الجامع عفي عنه.

---

[1] والفرق بين المسئلتين ان الفرار بعد وقوع الزلزلة فرار من القدر الاغلب ووقوعه على الطبعيه بخلاف الفرار من بلدة وقع فيها الطاعون فان الابتلاء بالمرض الطاعون... فيها محتمل نعم بعد الابتلاء به لوقال له الطبيب الحاذق بالفرار على سبيل العلاج فالظاهر انه لابأس به قياسا على مسئلة الزلزلة فان قيل قال الاطباء بتعدى الطاعون من مريضه الى غيره فينبغي انيجوز الفرار قبل الابتلاء على سبيل الاستحفاظ قلت هب لكن قياسه على مسئلة الزلزلة لايمكن فان الطبيعة لاتتحمل مشقة حالة الزلزلة فرعايته اخرى للاجازة بخلاف اثر تعدى الطاعون والله تعالى اعلم ۱۲ جامع.

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء من احب لقاء الله احب الله لقاءه

قوله قال من احب لقاء الله الخ: انسان کی طبعی بات ہے کہ موت کو مکروہ سمجھتا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کہ ایک شخص کا دوست کلکتہ میں ہو اور اس شخص کے مقام سے کلکتہ بہت دور ہو اور بہت دل چاہتا ہے کہ اس سے ملاقات کریں لیکن مسافت چونکہ بعید ہے اس لئے قطع مسافت کو باوجود حب دوست کے طبعاً ناگوار سمجھتا ہے پس یہی حالت یہاں بھی ہے کہ انسان طبعاً موت کو مکروہ سمجھتا ہے (بوجہ مفارقت احباب ومشاق سکرات وغیرہا ۱۲ جامع) بلکہ حدیث میں تو یہ بھی آیا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میں کسی مؤمن کی جان لیتا ہوں تو اس وقت مجھ کو بہت تردد ہوتا ہے کہ اس کو تکلیف ہوگی اور میں چاہتا ہوں کہ کسی مسلمان کو تکلیف نہ دوں پس معلوم ہوا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ بھی مسلمان کی موت کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ جیسے کوئی اپنے دوست کو دور سے بلانا چاہتا ہے تو اس کو یہ خیال ہوتا ہے کہ قطع مسافت میں تکلیف ہوگی۔

اور انہی کے مکروہ سمجھنے کا یہ پرتو ہے کہ خود مسلمان بھی موت کو ناگوار رکھتا ہے۔

باب ماجاء في من يقتل نفسه لم يصل عليه

قوله عن جابر الخ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطریق زجر نماز نہیں پڑھی تاکہ اور لوگ ایسی حرکت نہ کریں۔ اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ مقتداء ہوں ان کو تو ایسے موقع پر صلوٰۃ جنازہ نہ پڑھنی چاہئے اور جو لوگ مقتداء نہ ہوں وہ پڑھ لیں۔

باب ماجاء في المديون[1]

قوله هو علي وعدو ليس بضمان بدلالة قوله عليه السلام بالوفاء

قرض لینا جائز ہے خواہ جس قدر بھی لے لیکن بغیر کسی سخت ضرورت کے نہ لینا چاہئے یہاں بھی زجراً حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز نہیں پڑھائی تاکہ لوگ بے ضرورت قرض نہ لیا کریں اور کفالت کے شرائط چونکہ صورت موجودہ میں متحقق نہیں ہوسکتے۔ مثلاً کفیل اگر قرض ادا نہ کرے تو قاضی اس پر جبر نہیں کرسکتا مدیون ہی سے وصول کرے گا۔ اس لئے امام صاحب نے اس کو کفالت عن دین المیت نہیں قرار دیا بلکہ وعدہ پر محمول کیا ہے۔

باب ماجاء في من يموت يوم الجمعة

قوله ما من مسلم الخ: علماء نے فرمایا ہے کہ یہ حکم مطلق ہے یعنی جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرے وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ یہ امر کسی قید کے ساتھ معلق نہیں ہے اور بعض نے فرمایا ہے کہ اصل اقتضاء تو برکت یوم جمعہ ولیلۃ الجمعہ کا یہی ہے لیکن اگر کوئی عارض پیش آجائے تو یہ نتیجہ مختلف بھی ہوسکتا ہے انتہی التقریر وفی شرح السراج۔

ایں حدیث راشیخ جلال الدین سیوطی در جمع الجوامع از احمد وبیہقی واز شیرازی در القاب از ابن عمرو واز ابی نعیم در حلیہ از جابر آوردہ بایں لفظ کسی کہ بمیرد در روز وجمعہ خلاص کردہ می شود از عذاب قبر ویباید روز قیامت در حالیکہ باشد بروے مہر شہیداں اھ زادہ الجامع عفی عنہ۔

---

[1] فانه اكد وعده بهذا القول ولو كان كفالة لم يحتج اليه فان لفظ على ملزم كاف له ولا التزام في مثل هذا الوعد قضاء فاحتاج الى تاكيده لكن لا على سبيل الالزام ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء في تعجيل الجنازة

قوله والأيم اذا وجدت لها كفوا: یعنی جبکہ بے خاوندوالی عورت کے لئے ذی کفوخاوند میسر ہو جائے (بشرطیکہ اور دیگر امور ضرور یہ بھی وہاں موجود ہوں جن میں بہت بڑی چیز خاوند کا متدین ہونا ہے ۱۲ جامع) تو نکاح میں تاخیر نہ کرنا چاہئے۔ اور اگر کوئی راہ چلتا شخص ہو تو بہت تحقیق کے ساتھ نکاح کیا جائے اس وقت عجلت نامناسب ہے۔

باب اٰخر في فصل التعزية

قوله وليس اسناده بالقوى قال الجامع الظاهر ان ضعف الحديث جاء من قبل ابنة عبيد فانها مجهولة كما في الحاشية عن التقريب لكن الحديث ليس بمنكر فقد يؤيده مارواه ابن ماجه بسند حسن مرفوعا مامن مسلم يعزى اخاه بمصيبة الاكساه الله من حلل الكرامة يوم القيامة كما مرعن قريب والراوية عن منيته والذى روت عنه هما ثقتان فام الاسود ففي الشرح السراج خزاعيه وگويند اسلميه ثقه از سابعه بود وابوبرزة نضلة بن عبيد صحابي مشهور به كنيت است كما في شرح السراج فتلك المجهولة ثقة على قاعدة ابن حبان و محمد بن حاتم ويونس بن محمد دونوں ثقہ ہیں كما في التقريب فالسند رجاله ثقات زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في رفع اليدين على الجنازة

قوله فرفع يديه الخ: امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے کہ فقط اول تکبیر میں رفع یدین کیا جائے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر تکبیر میں رفع یدین ہے یا تو ان کو کوئی حدیث پہنچی ہوگی یا اس حدیث میں کچھ تاویل کرتے ہوں گے۔ اور حضرت ابن مبارک کا مذہب ہاتھ چھوڑ کر نماز جنازہ پڑھنے کا ہے اس حدیث کا جواب ان کی طرف سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتفاقیہ وضع یدین فرمالیا تھا انتہی التقریر۔

فائدہ: جامع کہتا ہے کہ یہ حدیث قابل احتجاج نہیں ہے زید بن سنان راوی ضعیف ہے نیز یحییٰ بن یعلی بھی ضعیف ہے کما قالہ مفصلا فی الزیلعی۔

اور بخاری نے حضرت ابن عمر سے موقوفا رفع یدین فی کل تکبیرۃ صلوۃ جنازہ میں نقل کیا ہے اور دارقطنی نے ایک حدیث مرفوع بھی نقل کی ہے لیکن یہ بھی کہا ہے کہ اس کو ایک جماعت نے حضرت ابن عمر پر موقوفا روایت کیا ہے فقط عمر بن شیبہ نے مرفوعا روایت کیا ہے اور اس کی تفصیل زیلعی میں ہے اور عمر بن شیبہ ثقہ ہیں کما فی التقریب۔

اور نفس مسئلہ کی تحقیق اور حنفیہ کی دلیل مفصلاً احیاء السنن میں ہے ضرور ملاحظہ ہو۔

۱؎ هى التى لازوج لها كذا فى قوت المغتذى وشرح ابى الطيب ۱۲ ج م

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء ان نفس المؤمن معلقة بدينه حتي يقضي عنه

قوله نفس المومن الخ

مطلب یہ ہے کہ مسلمان کی روح بوجہ عدم ادائے دین اعلیٰ علیین میں نہیں جاتی ہے جو کہ جنت کے قریب ہے اور جہاں کفار کی روح جاتی ہے اس کو سجین کہتے ہیں اور وہ دوزخ کے قریب ہے انتھی التقریر۔

فائدہ: احقر کے نزدیک ظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ محرومی اس مدیون کے حق میں ہے جس نے بغیر ضرورت شدیدہ قرض لیا ہو یا ادا کرنے میں کسی قدر کوتاہی کی ہو اور جو شخص سخت ضرورت میں قرض لے اور ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے بلکہ اداء کی سعی میں رہے گو بوجہ کسی مجبوری کے ادا نہ کر سکے اور اسی حال میں مرجائے تو رحمتِ الٰہیہ سے امید ہے کہ وہ اس محرومی سے مستثنیٰ ہو جائے گا اور یہ احقر کی سمجھ میں آیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والحدیث مطلق فالا مر ذو حذر زادہ الجامع عفی عنہ۔

ابواب النكاح عن رسول الله ﷺ باب ماجاء في النهي

قوله فال رد رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ: تبتل کے معنی انقطاع کے ہیں ایک جگہ تھی جہاں کہ چشمہ پانی کا تھا اور پہاڑ تھا تو ان کے دل میں یہ بات آئی کہ میں یہاں پر رہا کروں گا اور حق تعالیٰ کی عبادت کیا کروں گا اس لئے انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت تبتل کی چاہی تھی آپ نے ان کو اجازت نہ دی کیونکہ اگر آپ اجازت دے دیتے تو دین کا کام کون کرتا جب یہ بزرگ تبتل اختیار کرتے تو اور حضرات بھی ایسا ہی کرتے دین کی اشاعت کیسے ہوتی ایک تو یہ وجہ ہے دوسری یہ وجہ ہے کہ وہ نیک زمانہ تھا اس زمانہ میں جلوس فی الجبل سے جلوس مع الاخوان افضل تھا۔

چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ اگر جلیس صالح ہو تو اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا چاہئے اس کی صحبت خلوت اور گوشہ نشینی سے بہتر ہے اور اگر جلیس صالح میسر نہ ہو تو یہ بہتر ہے کہ پہاڑ کی کھو میں بیٹھے اور اللہ اللہ کرے...... چنانچہ ایک اور حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جبکہ ایسا زمانہ ہو کہ ہر آدمی یہ سمجھے کہ میری رائے صحیح ہے اور نفس کی خواہش کا اتباع کیا جائے اور ہر شخص کی خواہش بڑھی ہوئی ہو تو اس زمانہ میں یہی بہتر ہے کہ اپنی دو چار بکریاں پہاڑ پر لے جائے اور وہاں ان کا دودھ پیا کرے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کرے اور یہ وہی زمانہ ہے پس اس زمانہ میں سب سے علیحدہ رہنا چاہئے (الا لافادۃ الدینیہ اولا استفادۃ الدینیہ اور للحاجۃ الدنیویۃ الضروریۃ قالہ الجامع) تب آدمی کا دین و دنیا درست رہ سکتا ہے اور آج کل مل کر بیٹھنے میں لطف نہیں ہے۔ مجالست میں ضرور کوئی نہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو جاتی ہے۔ اس میں دین و دنیا دونوں کا نقصان ہے دنیا کا تو یہ نقصان ہے کہ بے کار باتوں میں وقت ضائع ہوتا ہے اور دین کا یہ نقصان ہے کہ کسی کی غیبت ہو رہی ہے کسی کو برا کہا جا رہا ہے جن کو کچھ تعلق نہیں ہے ان کے واسطے تو یہی اولیٰ ہے کہ وہ دنیا سے علیحدہ ہو کر بیٹھیں اور جن کو دنیا سے تعلق ہے ان کو یہ مناسب ہے کہ وہ دنیا والوں سے تھوڑا تعلق...... رکھیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ انگریزوں میں بڑی تہذیب ہے۔ لوگوں نے صاحب کو دیکھا کہ صاف کپڑے پہنے ہوئے نیز میم صاحب کو بھی ایسا ہی دیکھا اور سڑک صاف دیکھی

besturdubooks.wordpress.com

پس کہہ دیا کہ ان کے برابر کوئی مہذب نہیں ہے حالانکہ یہ غلط ہے ان کے اخبار دیکھنے سے ان کی حالت معلوم ہوتی ہے۔
پارلیمنٹ میں جب یہ لوگ مشورہ کرتے ہیں تو گھوسم گھونسا لڑتے ہیں ایک نے دوسرے کا سر پھوڑ دیا اور اس نے اس کے ہاتھ پیر توڑ دیئے یہ تہذیب ہے ان کی...... اور دیکھئے کہ ایک صاحب کی میم کے ساتھ دوسرے کو تعلق ہے اور اس کی میم کے ساتھ اس کو ربط...... اور ملاحظہ فرمایئے کہ صاحب بہادر کے منہ میں کیسی بدبو آتی ہے تمام ملائکہ علیہم السلام ضرور ان کے پاس جمع رہتے ہوں گے؟
اصل یہ ہے کہ جو اسلام سے مشرف ہے وہ مہذب بھی ہے اور جو مسلمان نہیں خدا اور رسول کے حکم کے خلاف چلتا ہے اس کو کیا خاک تہذیب ہوگی اور تہذیب ظاہری حسن باطن اور تہذیب باطن کی فرع ہے اور ان لوگوں کا باطن نہایت خراب خنزیر وزنا ان کے یہاں حلال پس وہی برا اثر ظاہر پر بھی ہے ہم لوگ اس وقت میں مغلوب ہیں اور ہماری یہی سزا ہے اس لئے کہ ہماری بداعمالی سے حق تعالیٰ نے ان لوگوں کو سلطنت دے دی۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص نے خاکروب سے اپنی رعایا کے جوتیاں لگوائیں اب وہ بھنگی اس کے نزدیک مقبول تھوڑا ہی ہے فقط آقا نے اس کو ایک خدمت کا حکم دیا ہے تو دوستوں کا مال یعنی اسلامی سلطنت حق تعالیٰ نے ان کو اس واسطے عطا فرما دیا تا کہ ہماری سزا ہو کیونکہ ہم لوگوں نے اطاعت باری تعالیٰ میں کمی کر دی ہے پس یہ ہماری سزا مقرر کی گئی۔

باب ماجاء في من ترضون دينه فزوجوه

قوله اذا خطب اليكم الخ: حاصل یہ ہے کہ متدین اور ذی اخلاق شخص پیغام نکاح دے تو زیادہ چھان پھٹک مناسب نہیں ایسے شخص سے لڑکی کا نکاح کر دینا چاہئے ورنہ سخت فتنہ پیدا ہوگا یعنی زنا ہوگا کیونکہ لڑکی جوان ہوگی نکاح ہوگا نہیں...... ہمیشہ اسی فکر میں رہنا کہ ہر طرح سے اعلیٰ درجہ کا لڑکا ملے اور جب تک ایسا نہ ملے لڑکی کو بٹھائے رکھنا بالکل عقل کے خلاف ہے بلکہ جب ضروری امور دین حسن خلق بقدر ضرورت نان ونفقہ وغیرہا موجود ہو اس پر کفایت کرنی چاہئے۔
فائدہ: جامع کہتا ہے کہ ایسے شخص کو اختیار نہ کرنا فتنہ کا باعث ہونا اس صورت کو بھی شامل ہے جبکہ لڑکی کو زیادہ عمر تک روکا تو نہ جائے لیکن کسی بددین سے کثیر المال یا کثیر الجاہ وغیرہ ہونے کی وجہ سے لڑکی کی شادی کر دی جائے کیونکہ اس صورت میں دنیا کی راحت محتمل اور دین کا ضرر اغلب ہے فان النساء محکومات للرجال۔
اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ فاسق سے لڑکی کا نکاح کرنا قطع رحمی ہے او **کما قال اورده في كنز العمال اوغيره واما ماقال الشيخ ابو الطيب وفي الحديث دليل لمالك رضي الله عنه فانه يقول لايراعي في الكفاءة الا الدين فليس لشئ فان المراد في الحديث وجود جميع الضروريات عند الزوج وانما خصا اهتماما بهما اوترى ان من كان موصوفا بهما وكان عنينا اوفقيراً لايقدر على الكسب كان اهلاً للتزويج بهذا الحديث لايجترئ عليه عاقل ولايكون ذالك مراداً له صلى الله عليه وسلم بل الحديث ساكت عن امر الكفاءة اثباتاً ونفيا وله ادلة اخرىٰ فافهم زاده الجامع عفي عنه.**

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء في من ينكح على ثلث خصال

قوله ان المرأة تنكح الخ: حسین وجمیل عورت کے اکثر حفاظت بھی زیادہ کرنی پڑتی ہے اور معمولی ہو تو اس قدر اہتمام کی حاجت نہیں ہوتی۔ وقولہ تربت یداک سے یہاں پر بددعا مراد نہیں ہے بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت اور شفقت کے لئے بطریق ترغیب یہ کلمہ ارشاد فرمایا کہ دین کے دیکھنے کی حاجت ہے۔

فائدہ: یہاں سے یہ توہم نہ ہو کہ حسین جمیل عورت کی مذمت مقصود ہے کیونکہ حسن وجمال تو کمال خلقی اور اضطراری ہے پھر مذموم کیسے ہو سکتا ہے بلکہ مطلوب یہ ہے کہ مدار تزوج اس پر مناسب نہیں بلکہ مدار تو دین پر رکھنا چاہئے اس کے ساتھ اگر حسن وغیرہ بھی جمع ہو جائے تو مضائقہ نہیں ہاں اگر حسین عورت کا اس درجہ اتباع کیا جائے کہ جس سے زوج معاصی میں مبتلا ہو جائے تو ایسی عورت شیطان ہے اور فتنہ ہے اس سے اجتناب لازم ہے وقد روی الامام احمد بسند صحیح مرفوعا لا طاعۃ المخلوق فی معصیۃ الخالق۔

وقولہ تنکح علی دینہا ومالہا وجمالہا سے ایک قاعدہ اکثریہ عرفیہ کا اظہار مطلوب ہے پس یہ حدیث اس امر سے ساکت ہے کہ تمول کی غرض سے مالدار عورت سے نکاح کرنا محمود یا مذموم ہے ولہ دلیل آخر وقد حررناہ فیما علقنا علی بیان القرآن وھو المسمی ببابۃ البیان زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء في النظر الى المخطوبة انه خطب امرأة

حسن کچھ ایسی چیز ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص پر فریفتہ اور عاشق ہے اور اس محبوب پر دوسرا شخص متوجہ بھی نہیں ہوتا اور کچھ بھی اس کو نہیں سمجھتا سو اس لئے حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر کی اجازت دے دی تا کہ ناموافقت نہ ہو۔ انتھی التقریر قال الجامع قولہ فانہ احری یؤدم بینکما ای فان النظر حری لان یؤلف بینکما فاسم التفضیل لیس علی معناہ۔

باب مایقال للمتزوج

قوله كان اذا رفأ الانسان الخ: اہل عرب کا دستور تھا کہ جب کسی کی شادی ہوتی تو اس وقت کہتے بالرفاء والبنین یعنی زن وشو کے درمیان موافقت رہے اور بیٹے زیادہ ہوں اس لئے آپ نے وہ صیغہ بدل کر یہ الفاظ تعلیم فرمائے صیغہ مروجہ میں بیٹوں کی دعا تھی اس حیثیت سے کہ بیٹیاں پیدا نہ ہوں اور اس میں نافرمانی ہے حق تعالیٰ کی۔

فائدہ: في قوت المغتذي اذا رفأ الانسان بفتح الراء وتشديد الفاء مهموزا هذا هو المشهور في الرواية اى اذا احب ان يدعواله بالرفاء وهي ماخوذة من التيام والاجتماع ومنه رفوت الثوب وروى بالقصر بغير همز على ترك الهمزة اه زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء فيما يقول اذا دخل علىٰ اهله

قوله عن ابن عباس الخ قلت الحديث اخرجه البخاري في باب التسمية على كل حال وعند الوقاع بلفظ لو ان احدكم اذا اتى اهله قال بسم الله اللّٰهم جنبنا الشيطن وجنب

besturdubooks.wordpress.com

الشيطان مارزقتنا فقضى بينهما ولد لم يضره اه وفي فتح الباري ويقيد ما اطلقه المصنف ماروا ه ابن ابي شيبة من طريق علقمة بن مسعود (لعل الصواب علقمة عن ابن مسعود) وكان (صلى الله عليه وسلم) اذا غشي اهله فانزل قال اللهم لاتجعل للشيطان فيما رزقتني نصيبا اھ وروى ابوداؤد في سننه وسكت عنه عن ابن عباس مرفوعا لو ان احدكم اذا اراد ان ياتي اهله قال بسم الله الخ فا الجمع بينهما اما ان تجعل رواية ابي داؤد مفسرة لرواية البخاري وليس هذا الدعاء عند ارادة المجامعة وما رواه ابن ابي شيبة يحمل على مابعد الانزال كما هو ظاهره والفاظهما مختلفان واما ان تقول ان رواية ابي داؤد رواية بالمعني وقد تغير معناه باجتهاد الراوى ورواية البخاري والترمذى رواية باللفظ فان اهتمام البخاري في صحيحه يدل على زيادة الضبط وانه رواه في مواضع مختلفة من صحيحه لكن لم يقل اذا اراد في شئ منهما وكذلک الحافظ ابن حجر نقل طرقه المختلفة ولم ينقل عن احد هذا اللفظ سوى ابي داؤد فترجح رواية البخاري وتقيد بما رواه ابن ابي شيبة وهذا احسن عندى زاده الجامع عفى عنه۔

باب ماجاء في الوليمة

قوله علي وزن نواة قلت هذا محمول علي المعجل: واضح ہو کہ حرف تو کبھی تو تحقیر کے لئے آتا ہے یعنی اگر زیادہ نہ ہو تو ایک بکری ہی ولیمہ کردو اور کبھی تکثیر کے لئے آتا ہے یعنی ایک بکری کا ولیمہ بھی بہت ہے اور چونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اس زمانہ میں افلاس کی حالت تھی اس لئے حمل علی الاول ظاہر ہے انتہی التقریر۔

فائدہ: قوله اثر صفرة في شرح ابي الطيب والصحيح في معنى هذا الحديث انه تعلق به اثر من زعفران وغيره من طيب العروف ولم يقصده ولا تعمد التزعفر فقد ثبت في الصحيح النهي عن التنزعفر للرجال لانه شعار النساء وقد نهي الرجال عن التشبه بالنساء وهذا المعنى هو الذى اختاره القاضي والمحققون اه وفي نيل الاوطار واخرج احمد من حديث بريدة قال لما خطب على رضى الله تعالیٰ عنه فاطمة رضى الله عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انه لابد للعروس من وليمة قال للحافظ وسنده لابأس به اه وفيه قال في الفتح وقد اختلف السلف في وقتها هل هو عند لعقد اوعقبة اوعند الدخول اوعقبه اويوسع من ابتداء العقد الیٰ انتهاما دخول علیٰ اقوال قال السبكي والمنقول من فعل النبى صلى الله عليه وسلم انها بعد الدخول انتهیٰ (مافى الفتح) ملخصا وفى النيل ايضًا وفي حديث ان عند البخارى وغيره التصريح بانها بعد الدخول لقوله اصبح عروسا بزينب فدعا القوم اه قال الجامع وقال السيد جمال الدين المحدث محشي المشكوٰة في روضة الاحباب مامر عن

besturdubooks.wordpress.com

السبكي وفي النيل وفي الحديث دليل على ان الشاة اقل مايجزى في الوليمة عن الموسر ولولا ثبوت انه صلى الله عليه وسلم اولم على بعض نسائه باقل من الشاة لكان يمكن ان يستدل به على ان الشاة[1] اقل مايجزى في الوليمة مطلقا ولكن هذا الامر من خطاب الواحد وفي تناوله لغيره خلاف في الاصول معروف قال القاضي عياض واجمعو على انه لاحدلاكثر مايولم به واما اقله فكذلک ومهما تيسرا جزاء والمستحب انها على قدر حال الزوج اه زاده الجامع عفى عنه.

قوله طعام اول يوم حق الخ: حق سے مراد حق شرعی نہیں ہے بلکہ اس حق سے وہ حق مراد ہے جو کہ دوستوں کے درمیان ہوتا ہے سو مراد حدیث کی یہ ہے کہ جو شخص پہلے روز اپنے سب دوستوں کو کھانا نہ کھلا سکے تو دوسرے روز کھلا دے اور اگر تیسرے روز کھلائے گا تو مکرر کھلائے گا جس کا منشأ ریاء وسمعہ ہوگا اور غالب یہ ہے کہ دو روز میں سب کو کھلا کر فارغ ہو جائے گا اور تکرار پہلے روز بھی ریاء وسمعہ میں داخل ہے اور کسی کے دوست بہت ہوں تو اگر دس روز تک کھلا دے جب بھی جائز ہے مقصود نہی سے فقط ریاء وسمعہ کا مسدود کرنا ہے۔

فائدہ: في شرح ابي الطيب قوله زياد بن عبدالله مع شرفه يكذب في الحديث ظاهره انه من الكذب وضبطه بعضهم من التكذيب ويؤيده مافي التقريب صدوق ثبت في المغازى وفي حديثه من غير ابن اسحق لين ولم يثبت ان وكيعا كذبه وله في البخارى موضع واحد متابعة لكن قال ابو القاسم السهيلي في الروض هو ابو محمد زياد بن عبدالله بن طفيل ثقة خرج عنه البخارى في كتاب الجهاد وخرج عنه مسلم في مواضع من كتابه وحسبک بهذه تزكية وذكر البخارى في التاريخ عن وكيع قال زياد اشرف. من ان يكذب في الحديث ووهم الترمذى فقال في كتابه عن البخارى قال قال وكيع زياد بن عبدالله على شرفه يكذب في الحديث وهذا وهم ولم يقل وكيع فيه الاما ذكره البخارى في تاريخه ولو رماه وكيع بالكذب ماخرج البخارى عنه حديثا واحدا ولا مسلم انتهى.

وفي النيل قال الحافظ وزياد مختلف في الاحتجاج به ومع ذالک فسماعه عن عطاء بعد الاختلاط اه وفيه ايضا ولا يخفى ان احاديث الباب يقوى بعضها بعضا فتصلح للاحتجاج بها على ان الدعوة بعد اليومين مكروهة اه زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء في اجابة الداعي

قوله ايتوا الدعوة اذا دعيتم: اگر کوئی شخص دعوت کرے تو قبول کر لینا چاہئے اور اگر کوئی عذر ہو تو عدم قبول میں

---

[1] وان كان يحتمل ان ذكر الشاة وقع تمثيلا لاتحديدا ۱۲ جامع

بھی بالاتفاق مضائقہ نہیں اور عذر بہت ہیں مثلاً یہ اندیشہ ہو کہ فلاں جگہ دعوت قبول کرنے سے دائمی ہماری بے عزتی کرے گا تو ایسے وقت قبول کرنا نہ چاہئے انتہی التقریر۔ في قوت المغتذي الدعوة بفتح الدال وهي الطعام. قوله ابي هريرة في شرح السراج شر الطعام طعام الوليمة يدعى لا الاغنياء ويترك الفقراء ومن ترك الدعوة فقد عصى الله و رسوله اخرجه الشيخان ا ه زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في تزويج الابكار

عن جابر بن عبدالله الخ: ملاعبت کے یہاں دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ تم اس کے ساتھ کھیلتے اور وہ تمہارے ساتھ کھیلتی اس صورت میں تو یہ مشتق ہے لعب سے اور دوسرے یہ معنی کہ وہ تمہاری زبان چوستی اور تم اس کی زبان چوستے اور اس صورت میں یہ مشتق ہے لعاب سے۔

باب ماجاء لانكاح الابولي

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدون ولی کے نکاح صحیح نہیں ہوتا خواہ وہ عورت ثیبہ ہو یا باکرہ ہو اور صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے اور ہمارے امام صاحب کے نزدیک بالغہ خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ اگر خود اپنا نکاح کرلے بدون اجازت ولی کے تو اس کا نکاح ہو جاتا ہے۔ اور ولی کی ضرورت صغیرہ میں ہے خواہ ثیبہ ہو یا باکرہ۔ اور ایک دلیل تو امام صاحب کی کلام اللہ کی یہ آیت ہے ان ينكحن ازواجهن ۔ اس میں نکاح کی اسناد عورتوں کی جانب کی گئی ہے۔

اور دوسری دلیل امام صاحب کی یہ حدیث مرفوع ہے الايم احق بنفسها من وليها (رواہ مسلم وغیرہ ۱۲ جامع) پس اگر بیوہ عورت اپنے ایک جگہ نکاح کرلے اور اس کا ولی دوسری جگہ نکاح کردے تو عورت کا نکاح کردہ برقرار رکھا جائے گا۔ اور ولی کا نکاح کیا ہوا فسخ کردیا جائے گا کیونکہ حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایم کو حاجت ولی کی نہیں۔

اور امام صاحب اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث عام مخصوص البعض ہے مبالغہ پر محمول ہے یعنی بعض نکاح اس قسم کے ہیں جو بغیر ولی کے شرعاً منعقد نہیں ہوتے ہیں۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یوں ولی سے مراد شاہد ہے اور نکاح بدون شاہد کے منعقد نہیں ہوتا۔

اب معلوم کرنا چاہئے کہ ولایت کے کیا معنی ہیں۔ سو ولایت کے معنی مشترک یہ ہیں کہ ولی کی بات غیر ولی پر غالب رہے اور پھر ولایت کی دو قسمیں ہیں ایک ولایت جبریہ ہے سو ولی اگر جبراً نکاح کردے تو نکاح منعقد ہوگا یا نہیں۔ اگر منکوحہ صغیرہ اور باکرہ ہے تو اس کا نکاح اس صورت میں امام صاحب کے نزدیک تو اس بناء پر ہو جائے گا کہ وہ صغیرہ ہے اور صغیرہ کی رائے اور اس کا قول قابل اعتبار نہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی منعقد ہو جائے گا لیکن اس بناء پر کہ وہ باکرہ ہے غرض صورت مذکورہ میں نکاح ہو جائے گا بااختلاف جہتی اور جبکہ منکوحہ[1] ثیبہ ہو خواہ بالغہ یا صغیرہ اس کا نکاح امام صاحب کے

---

[1] یہ کاتب یا ناقل کا سہو ہے صحیح اس طرح ہے کہ اگر منکوحہ بالغہ ہو خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو اس کا نکاح امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بدون ولی منعقد ہو جاتا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں دارو مدار ثیبہ اور باکرہ پر ہے ثیبہ کا نکاح بدون ولی ہو جائے گا خواہ بالغہ ہو یا صغیرہ اور باکرہ کا نہ ہوگا خواہ بالغہ ہو یا صغیرہ ع۔ ق عفی عنہ۔

نزدیک بدون ولی کے بھی ہوجائے گا۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک منعقد نہ ہوگا۔

اور ایک حدیث میں آیا ہے الیتیمۃ تستامر تو یہاں یتیمہ سے مراد لڑکی بالغہ باکرہ ہے (مجاز ۱۲ جامع) اس لئے کہ نابالغ عورت کا نکاح تو بالاجماع بدون ولی کے منعقد نہیں ہوتا اور یہ جواب درصورت ثبوت حدیث (الیتیمۃ تستامر ۱۲ جامع) ہے ورنہ بعض نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

قوله فالسلطان الخ: غير محمول علىٰ ظاهره لان الاولياء ان زوجوها[1] معافلا نكحة معاباطلة وان متعاقبا صح الاول بالاجماع فياول ان السلطان ينفذ في صورة التعاقب النكاح الصحيح فهذه هي ولايته.

قوله ورواية هؤلاء الذين رووا عن ابى اسحٰق الى قوله عندى اصح الخ قلت يفهم منه ان حديث غير الاحفظ قدير جح على حديث الاحفظ لقرائن خارجية في بعض الاوقات وقد يمس الى هذه القاعدة حاجة في الفقهيات اه

قوله ماسمع ابن جريج: ابن جريج هو عبدالملک بن عبدالعزيز بن جريج فعبد المجيد وعبدالملک يشتركان في كونهما ابن عبدالعزيز وان كان كلا عبدالعزيز متغائرين انتهى التقرير.

قوله وقدروى عن يونس بن ابى اسحٰق الخ: قال الجامع يحتمل ان يكون قوله روى مجهولا ففا عله غير مذكور في الباب ويحتمل ان يكون معروفا ففاعله ابو عبيدة المذكور فافهم

باب ماجاء فى خطبة النكاح

قوله علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم التشهد في الصلوٰة والتشهد فى الحاجة[2]

لفظ حاجت عام ہے خواہ نکاح ہو یا اور کوئی کام ہو اس کی ابتداء میں یہ خطبہ پڑھنا چاہئے اور نکاح بدون خطبہ کے سب کے نزدیک ہوجاتا ہے اور خطبہ اس میں مسنون ہے انتہی التقریر۔

قوله ان الحمدلله خبر لقوله التشهد فى الحاجة وان هى المخففة من الثقيلة كقوله تعالىٰ واخر دعواهم ان الحمدلله رب العلمين وقال الجزرى يجوز تخفيف ان وتشديدها ومع التشديد رفع الحمد ونصبه رويناه بذالک انتهىٰ ورفع الحمد مع التشديد يكون على الحكاية قاله ابو الطيب زاده الجامع عفى عنه.

---

[1] وقال ابو الطيب والمراد به مشاجرة العضل ولذلک فرض الامر الى السلطان وجعلهم كالمعدومين لان الولى اذا امتنع من التزويج فكانه لاولى لها فيكون السلطان وليها والافلاولاية للسلطان مع وجود الولى اه ۱۲ جامع

[2] لكن قول الترمذى يشعر نفى الاجماع فافهم ۱۲ جامع۔

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی استیمار البکر والثیب

قوله لا تنکح الخ هذا دلیل الحنفیة فی ان مدار الجبر الصغر قوله عن ابن عباس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الایم احق الخ هذا دلیل الحنفیة فی ان النکاح بلاولی جائز.
اورامام ترمذی نے اس حدیث کے معنی بیان کئے فی قوله فانما معنی قول النبی صلی الله علیه وسلم الایم الخ سوان معنی کے بیان کرنے سے کیافائدہ ہےاس لئے کہ رضاتو مرد کی بھی شرط ہے۔ انتھی التقریر۔

وقال الشیخ ابو الطیب فی شرحه الایم بفتح فتشدید مکسورة الاصل فی اللغة من لازوج لها بکرا کانت اوثیبا قال القاضی ثم اختلف العلماء فی المراد بها ھٰھنا فقال علماء الحجاز والفقهاء کافة المراد الثیب واستدلوا بانه جاء مفسرا فی الروایة الاخریٰ بالثیب وبانها جعلت مقابلة للبکر وقال الکوفیون وز فرالایم هنا کل امرأة لازوج لها بکرا کانت اوثیبا کما هو مقتضاه فی اللغة وکل امرأة بلغت فهی احق بنفسها من ولیها والبکر تستاذن وعقدها علی نفسها بالنکاح صحیح اه وفیه ایضا. قوله احق بنفسها یقتضی المشارکة ان لها فی نفسها فی النکاح حقاً ولولیها حقا وحقها اوکد من حقه فانه لواراد تزویجها کفؤا وامتنعت لم تجبرولوارادت ان تتزوج کفؤا وامتنع الولی اجبر ولواخرزوجها القاضی فدل علی تاکد حقها ورجحانه قاله النووی وفیه ایضًا.

قوله معنی وقول النبی صلی الله علیه وسلم الخ: اقول لایثبت بهٰذا الاحقیة لها لانها لوزوجت بغیر اذن الولی وبغیر رضاه لایصح ایضا فصارا علیٰ حد سواء فان قیل لاواردت تزوج کفؤ وامتنع الولی اجبر ولو اخرز وجها القاضی فهٰذا یدل علی احقیتها اقول محصلة ان تزوجها موقوف علی اجازة الولی سواء کان ولیا من جهة النسب اولا فلم تکن احق اه قال الجامع واما ما قال الترمذی فان زوجها الخ فهو یدل علی ان المدار علی اجازتها فلم یظهر اثر لاشتراط الولی فالمسئلة لاتفقه فیها فتامل.

واما قوله بعض الناس فالظاهر انه ارادبه سیدنا امام الائمة ابا حنیفة رحمة الله علیه واتبع فی تعبیره بهٰذا اللفظ شیخه الامام البخاری فان کان هذا فهو من سوء الادب فی شان تابعی اوتبع تابعی ان کان من العوام فکیف اذا عبربه امام الائمة فافهم وتادب تجاوزا الله تعالیٰ عن سیدنا الامام الترمذی زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی اکراه الیتیمة علی التزویج

قوله ان الیتیمة الخ: یتیمہ سے مراد باکرہ بالغہ ہے کیونکہ اگر یہ لفظ معنی حقیقی[1] پر محمول کیا جائے اور صغیرہ مراد لی

[1] وقد ورد مرفوعا بسند محتج به فی سنن ابی داؤد لایتم بعد احتلام ۱۲ جامع۔

besturdubooks.wordpress.com

جائے تو خلاف اجماع لازم آئے گا کہ عند الکل صغیرہ سے استیمار کی حاجت نہیں اور اس کا اذن محض لاشے ہے۔

قوله فلا جواز عليها فيه دليل الحنفية في علم الجبر انتهى التقرير في شرح ابي الطيب قال بعض العلماء ان المراد بها هٰهنا البكر البالغة سماها يتيمة باعتبار ماكانت كقوله تعالىٰ واتوا اليتامى اموالهم وفائدة التسمية مراعاة حقها والشفقة عليها في تحري الكفائة والصلاح فان اليتيم مظنة الرافة والرحمة اه وفيه ايضا قوله واحتجا بحديث عائشة فيه ان الكلام في اليتيمة ولم تكن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها يتيمة وكذلك قول عائشة رضي الله تعالىٰ عنها يدل على انها ليست بيتيمة اذا بلغت تسع سنين لانها عندها امرأة ولاتكون امرأة الا اذا حكم بلوغها وحينئذ لاتكون يتيمة لانه لايتم بعد البلوغ اه زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في مهور النساء

قوله ان امرأة من بني فزارة الخ: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کو زوج کے عادات واخلاق پسند آ گئے ہیں ہوں گے اس وجہ سے اس مقدار پر قناعت کی اور امام صاحب نے اس مہر کو مہر معجّل پر محمول فرمایا ہے جیسا کہ مہر معجّل دینے کا عرب میں دستور تھا اور محمول علی کونہ قبل التقدیر بعشرۃ کیونکہ امام صاحب کے نزدیک دس درہم سے کم مہر نہیں ہوسکتا لحدیث فیہ انتھی التقریر۔

اور یہ سبب جو حضرت نے قلت مہر کا ارشاد فرمایا کوئی عجیب بات نہیں کمالات عقلیہ ودینیہ پر ہفت اقلیم نثار ہے۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ نے ایک رئیس زادی کا قصہ لکھا ہے۔ جن کا نام فاطمہ تھا کہ انہوں نے ایک درویش کامل کو اپنا خطبہ دیا۔ ان بزرگ نے بوجہ اختیار آزادی جو شعار اہل اللہ ہے لمصلحۃ قویۃ انکار فرمادیا ان عاشق حق نے پھر کہلا کر بھیجا کہ آپ سے نکاح کرنے میں فی الواقع مجھ کو اخذ حقوق زوجیت مقصود نہیں۔ بلکہ چونکہ اس رشتہ میں علاقہ بے تکلفی ومحبت کامل ہوجاتا ہے اور وہ استفاضہ باطنیہ میں خاص دخل رکھتا ہے اس لئے میں آپ سے تزوج چاہتی ہوں۔ میرے باپ کو میرا خطبہ دیجئے میں بوقت استیذان رضا ظاہر کردوں گی۔ آپ طالب حق کو محروم نہ فرمایئے۔ چنانچہ ان درویش صاحب قدس سرہ نے نکاح کرلیا اور حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ ان بیوی کے باب میں فرماتے تھے کہ یہ عورت بصورت مرد ہے انتھی بحاصلہ سو یہ قصہ قصہ واردہ فی الحدیث کا احتمالا عمدہ نمونہ ہوسکتا ہے۔

اور جس حدیث میں دس درہم سے مہر کا کم نہ ہونا وارد ہوا ہے وہ ضعیف ہے صرح بہ فی المقاصد الحسنۃ والزیلعی والدرایۃ قلت فلا تقوم بمثلہ الحجۃ ہاں قطع ید دس درہم میں سے کم میں نہ ہونا البتہ احادیث سے ثابت ہے کما بسطہ الحافظ الزیلعی فی باب السرقۃ اگر مہر کو اس پر قیاس کیا جائے تو ممکن ہے تامل وحقق فان المقام مزلۃ الاقدام وسیاتی البحث التام عنہ فی احیاء السنن انشاء اللہ تعالیٰ زادہ الجامع عفی عنہ۔

ثم رايت بحمدالله عزوجل في فتح التقدير مانصه ثم وجدنا في شرح البخاري للشيخ برهان الدين الحلبي ذكر ان البغوي قال انه حسن وقال فيه رواه ابن ابي حاتم من

besturdubooks.wordpress.com

حدیث جابر عن عمرو بن عبداللہ الاودی بسندہ لم اوجدنا بعض اصحابنا صورۃ السند عن الحافظ قاضی القضاۃ العسقلانی الشھیر بابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ابن ابی حاتم حدثنا عمرو بن عبداللہ الودی حدثنا وکیع عن عباد بن منصور قال حدثنا القاسم بن محمد قال سمعت جابرًا رضی اللہ عنہ یقول قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ولا مھر اقل من عشرۃ من الحدیث الطویل قال الحافظ انہ بھٰذا الاسناد حسن ولا اقل منہ ۱۵ ص ۱۸۶ ج ۳ مصری فھٰذا دلیل صحیح علی المطلوب باعتبار السندوان کان مخدوشامن حیث الدرایۃ علیٰ اصولھم فان الأیۃ مطلقۃ لامجملۃ اعنی بھا قولہ تعالیٰ ان تبتغوا باموالکم فکیف یقید المطلق المتواتر بخبر الواحد الحسن مع ان خبر الواحد محتمل الدلالۃ ایضا علی المقصود فانہ یمکن حملہ علی المھر المعجل علیٰ ماکان عادتھم من تعجیل شئ من المھر وقد بحث الشیخ ابن الھمام فی المسئلۃ من حیث الدرایۃ فی باب المھر من فتح القدیر ولکن لم یات علیہ دلیلا شافیا ولاقواہ فلیتامل فی الجواب.

قولہ عن سھل بن سعد الساعدی الخ: اس باب میں اختلاف ہوا ہے کہ کلام اللہ مہر ہو سکتا ہے یا نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو اس میں مہر ہونے کی صلاحیت ہے اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے اور سلف علماء حنفیہ کے نزدیک قرآن مجید مہر نہیں ہو سکتا اس لئے اس پر نکاح جائز نہیں اور وہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ اس وجہ سے نکاح کر دیا تھا کہ ان کے پاس ایک خاص شئے تھی پس بما معک میں باء سببیت ہے یعنی بسبب اس امر کے تمہارے ساتھ نکاح کرتا ہوں۔ کہ تمہارے پاس قرآن ہے باء مقابلہ نہیں ہے۔

اور علماءِ متاخرین حنفیہ امام شافعی کے اس باب میں موافق ہیں اور منشا اس اختلاف کا یہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے سو جب زوج نے کلام اللہ پڑھایا تو گویا اس نے مال دیا پس اس معنی کے اعتبار سے وہ مہر ہو گیا یعنی تعلیم قرآن حکماً مال قرار دیا گیا۔ اور متاخرین حنفیہ بھی اجرت علی القرآن کو جائز رکھتے ہیں لہٰذا وہ بھی موافق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہو گئے اور سلف حنفیہ اُجرت علی القرآن کو ناجائز کہتے ہیں اس لئے انہوں نے اس حدیث کی تاویل کی انتھی التقریر۔

فائدہ: اُجرت علی تعلیم القرآن جیسا کہ متقدمین حنفیہ کا مذہب ہے حرام ہے اور یہی احقر کے نزدیک قوی مذہب ہے اور تنزیہ القران میں احقر نے اس باب میں کامل بحث کی ہے جو قابل دید ہے اور متاخرین حنفیہ کے نزدیک جواز مذکور میری ناقص رائے میں اس بناء پر نہیں ہے کہ وہ جواز اُجرت تعلیم قرآن کے قائل ہیں کیونکہ ان حضرات کی اقوال شاہد ہیں اس امر پر کہ فی الواقع وفی الاصل تو اجرت علی تعلیم القران جائز نہیں ہے لیکن آخر زمانہ میں بوجہ توانی فی الدین جواز اجرت پر فتویٰ دیا گیا ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ حضرات زمانہ نبوی میں جو کہ حدیث کا زمانہ ورود ہے اجرت جائز نہ تھی پس اس زمانہ کے اعتبار سے تعلیم قرآن کا اجرت ہونا بناء جواز اجرۃ علی تعلیم القران کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔

besturdubooks.wordpress.com

احقر کے نزدیک واللہ تعالیٰ اعلم یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم جو حدیث وارد ہے عام نہ کیا جائے بلکہ مخصوص بذالک الشخص کہا جائے اور یہ توجیہ متقدمین حنفیہ کے مذہب پر بے تکلف منطبق ہے اور اس صورت میں بمقابلہ پر محمول ہوگی جو متبادر ہے اس مقام پر اور تخصیص کی تائید اس مقام پر اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ وہ واہبہ اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کرتیں تو بغیر مہر یہ نکاح مخصوص ہوتا۔ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جیسا کہ قرآن مجید میں یہ حکم آپ کے ساتھ خاص مذکور ہے اور ظاہر یہ ہے کہ جس حیثیت سے ان بیوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کی درخواست کی تھی اسی اعتبار سے ان صحابی نے بھی ان بیوی سے نکاح چاہا تھا۔

اور متاخرین حنفیہ کے مذہب پر یہ توجیہ خیال میں آتی ہے کہ ان حضرات کے نزدیک یہ حدیث درجہ شہرت کو پہنچ گئی ہوگی پس انہوں نے آیت قرآنی کو جس سے صحت نکاح کے لئے مہر کا اموال میں سے ہونا شرط ثابت ہے اس حدیث سے مخصوص قرار دیا۔

والحمد لله ثم الحمدلله رايت بعد ذالک في شرح ابي الطيب اخرج سعيدبن منصور وابن السكن عن ابي النعمان الازدي الصحابي قال زوج رسول الله صلى الله عليه وسلم امرأة علىٰ سورة من القران وقال لايكون لاحد بعدك مهرًا وقد نقل ابن تيميه في المنتقىٰ عن سعيد بن منصور وقال مرسل ولم يعزه الى ابن السكن وقال الحافظ وفيه اى في المرسل من لايعرف والله تعالىٰ اعلم ولكن لا يخلوعن التائيد الىٰ ماذهبنا اليه. هذا عندي والحق عندالله تعالىٰ زاده الجامع عفي عنه.

قوله قال عمر بن الخطاب الخ: بعض روایت میں نش کا لفظ اور زیادہ ہے جس کے بیس درہم ہوتے ہیں تو کل مجموعہ پانچ سو درہم ہوئے مہر کم مقرر کرنا مستحب ہے انتھی التقریر۔

فائدہ: في شرح ابي الطيب واما ماروى ان صداق ام حبيبة كانت اربعة آلاف درهم رواه ابوداؤد فانه مستثني من قول عمر رضي الله عنه لانه اصدقها النجاشي في الحبشة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم اربعة الأف درهم من غير تعيين من النبي صلى الله عليه وسلم واما مارونه عائشة رضي الله عنها من ثنتي عشرة ونسأ فانه لم يتجاوز عدد الاواقي ولعلة اراد عدد الاوقية ولم يلتفت الى الكسور مع انه نفي الزيادة في علمه ١ ه زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في الرجل يعتق الامة ثم يتزوجها

قوله وجعل عتقها صداقها: لوگوں نے اس کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مکاتب فرمایا پھر ان کو آزاد کیا اور مال مکاتبت کو مہر قرار دیا لیکن یہ مطلب بعید ہے میرے نزدیک یہ مخصوصات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ آپ کو بغیر مہر نکاح کرنا جائز تھا۔ چنانچہ کلام اللہ میں مذکور ہے کہ آپ کو ایسی عورت سے نکاح جائز ہے جو بغیر مہر آپ سے نکاح پر راضی ہو جائے اور اپنے نفس کو آپ پر ہبہ کر دے دوسرے مسلمانوں کے لئے جائز نہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی الفضل فی ذالک

قوله ثلثة یؤتون اجرهم مرتین قال العراقی ذهب اکثر الاصولیین الی ان مفهوم العدد لیس حجة والذین یؤتون اجرهم مرتین اکثر من ذالک قاله فی قوت المغتذی وفیه ایضًا قال العراقی لیس فی شئ من الکتب الستة وصف الجاریة بانها وضیئة الافی روایة الترمذی هذہٖ وهل هو قید فی حصول الاجراز المذکور ام لافیه بحث اه وفیه ایضا الکتاب الاخر بکسر الخاء هو القران اه قوله فذلک یوتی اجره مرتین فی شرح ابی الطیب انما کرر هذه الصیغة ولم یقتصر علی قوله فلهم اجران اوفهم یؤتون اجرهم مرتین ههنا مع انه اقصر لان جهاد المثوبة مختلفة قال فی فتح الباری لاخلاف ان عیسٰی علیه السلام ارسل الٰی بنی اسرائیل فمن اجاب منهم نسب الیه ومن کذب منهم واستمر علی یهودیته لم یکن مؤمنا فلا یتنا وله الخبر لان شرطه ان یکون مؤمنا بنبیه نعم من دخل فی الیهودیة من غیر بنی اسرائیل اولم یکن بحضرة عیسٰی علیه السلام فلم تبلغه دعوته یصدق علیه انه یهودی مؤمن اذهو مؤمن بنبیه موسٰی علیه السلام ولم یکذب نبیا آخر بعده فمن ادرک نبینا محمدًا صلی الله علیه وسلم ممن کان بهذه المثابة وامن به لم یشکل انه یدخل فی الخبر المذکور نعم الاشکال فی الیهود الذین کانوا بحضرته صلی الله علیه وسلم کما صح فی الطبرانی انه خرج عشرة من اهل الکتٰب منهم ابن رفاعة الی النبی صلی الله علیه وسلم فامنوا فاوزوا فنزلت الذین اتینا هم الکتاب من قبله هم به یؤمنون واذیتلٰی علیهم قالوا امنابه انه الحق من ربنا انا کنا من قبله مسلمین اولٰئک یؤتون اجرهم مرتین قال الطیبی فیحتمل اجراء الحدیث علی عمومهٖ اذلا یبعد ان یکون طریان الایمان بمحمد صلی الله علیه وسلم سببا لقبول تلک الادیان وان کانت منسوخة انتهٰی

ویمکن ان یقال ان الذین کانوا بالمدینة لم تبلغهم دعوة عیسٰی علیه السلام لانهالم تنتشر فی اکثر البلاد فاستمروا علٰی یهود یتهم مومنین بنبیهم موسٰی الی ان جاء الاسلام فامنوا بمحمد صلی الله علیه وسلم فبهذا یرتفع الاشکال اه

باب ماجاء فی المحلل والمحلل له

قوله عن علی رضی الله عنه الخ

لعن کے معنی یہاں بے حیائی کے ہیں یعنی بے حیائی کی بات ہے کہ کوئی آدمی تحلیل امراۃ للغیر کی غرض سے نکاح کرے

besturdubooks.wordpress.com

اور محدثین کے نزدیک نکاح منعقد نہیں ہوگا کیونکہ حدیث میں لعنت کا لفظ ہے اور جو شے حلال ہو اس کو کوئی حرام نہیں کرسکتا۔ اسی طرح حرام کو بھی کوئی حلال نہیں کرسکتا پس نکاح منعقد نہ ہوگا اور مجتہدین کے نزدیک نکاح ہو جائے گا۔ کیونکہ جب تک نکاح منعقد نہ ہو جائے گا تو بے حیا کیونکر کہا جا سکتا ہے۔

فائدہ: **قال الجامع فالحاصل ان النكاح ينعقد ولكن يكره هذا القصد لكونه خلاف المروة والحياء.**

باب ماجاء في نكاح المتعة

قوله عن موسى بن عبيدة عن محمد بن كعب عن ابن عباس في شرح السراج قال الحافظ لايصح هذا الحديث عن ابن عباس فانه من رواية موسى بن عبيدة وهو ضعيف جدا ذكره في تخريج الهداية ولكن روى الطبراني والبيهقي عن الزهري مامات ابن عباس حتى رجع عن هذه الفتيا وذكر غير واحد انه كان ابن عباس يتاول اباحتها للمضطر اليها بطول الغربة وقلة اليسارثم توقف وامسك عن الفتوى بها اه زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء في النهي عن نكاح الشغار

قوله لا جلب ولا جنب ولاشغار في الاسلام.

لفظ جلب اور جنب باب زکوۃ میں وارد ہوتے ہیں تو جلب سے یہ مراد ہوتی ہے کہ محصل صدقہ کسی خاص جگہ قیام کرے اور اصحاب اموال کے پاس اپنا قاصد روانہ کرے کہ وہ لوگ اپنے اموال لے کر اس کے پاس حاضر ہوں۔ تاکہ ان اموال میں سے زکوۃ لی جائے۔ سو اس سے نہی فرمائی گئی اور امر فرمایا گیا ہے کہ مصدق ان لوگوں کے میاہ[1] اور اماکن پر حاضر ہو کر زکوۃ وصول کرے اور جنب کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ عامل زکوۃ کسی بعید مقام پر مقیم ہو کر وہاں اموال طلب کرے تحصیل زکوۃ کے لئے اور بعضوں نے یہ کہا ہے کہ جنب سے یہ مراد ہوتی ہے کہ رب المال مال کو کسی بعید مقام پر رکھ دے اور عامل[2] کو وہاں پہنچنے میں مشقت ہو۔ اور اس مقام پر یہ معانی مراد نہیں ہیں۔ بلکہ یہاں جلب سے یہ مراد ہے کہ مسابقت فرسان یعنی گھوڑ دوڑ میں شور نہ مچائے گھوڑے کے بھگانے کے لئے تاکہ آگے جانے والا رک جائے اور یہ خود آگے نکل جائے۔

سو یہ شریعت میں منع ہے اور جنب کے یہ معنی ہیں کہ ڈاک[3] بٹھا دے یعنی مسابقت اسپان میں کچھ دور ایک گھوڑے پر جائے اور جب وہ گھوڑا تھک جائے تو دوسرے گھوڑے پر سوار ہو لے جس کا انتظام پہلے سے کر لیا گیا تھا۔

اور شغار کے معنی ہیں انتہا سائی پہلے لوگوں کا دستور تھا کہ ایام جاہلیت میں وہ یوں کہا کرتے تھے کہ تو اپنی لڑکی میرے لڑکے سے بیاہ دے اور میں اپنی لڑکی تیرے لڑکے سے بیاہ دوں اور مہر دونوں میں کسی کا کچھ بھی نہ ہوگا تو شریعت نے اس فعل سے بھی منع کیا ہے ہاں اگر باوجود اس صورت کے مہر بھی دونوں کا مقرر ہو تو کچھ حرج اور مضائقہ نہیں ہے۔

---

[1] كما ورد في الباب الحديث وقد اوردناه في احياء السنن۔ ۱۲ جامع [2] وهو الصحيح عندي فان العامل قد امر بما ينبغي له في قوله لاجلب فبقي رب المال فامر بما ينبغي له ايضا في قوله ولا جنب ولا تكرار في هذه الصورة ۱۲ جامع [3] یعنی آدمی مقرر کر دیا عبدالقادر ۱۲

besturdubooks.wordpress.com

فائدہ: قوله نهبة في شرح ابى الطيب والنهبة بالضم هو المال المنهوب فهو مفعول وبالفتح المصدر اھ
اور جب فی المسابقۃ کو اس وجہ سے منع کیا گیا کہ اس میں بھی چالاکی اور دھوکہ ہے کہ مسابقت تو باہم ایک ایک گھوڑے میں قرار پائی اور اس نے یہ چالاکی کی کہ اپنے غالب آنے کے لئے دو گھوڑوں کا بندوبست کرلیا۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء لاتنكح المرأة على عمتها ولا على خالتها

قوله لاتنكح الصغرى الخ: یہ جملہ ماقبل کی تاکید ہے اور اس میں اشارہ ہے علت حرمت کی طرف اور وہ یہ ہے کہ چھوٹی تو قابل رحم اور بڑی قابل توقیر ہے اور جب سوت کا رشتہ باہم ہو جائے گا تو نہ ترحم رہے گا اور نہ توقیر۔ پس اس وجہ سے یہ نکاح ناجائز رکھا گیا تا کہ قطع رحمی اور لڑائی جھگڑے نہ پیدا ہوں۔

فائدہ: في شرح ابى الطيب في حديث ابن عباس هذا زاد الطبراني و قالت انكم اذا فعلتم ذالك قطعتم ارحامكم اھ

قوله الشعبي الخ قلت هو عامر الذى روى الحديث عن ابى هريرة تابعي جليل زاده الجامع عفي عنه

باب ماجاء في الشرط عند عقدة النكاح

قوله ان احق الشروط الخ: احق اس واسطے کہا گیا کہ مردوں کو اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر حاکم کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں الرجال قوامون على النسآء تو ان کو ان پر ہر طرح کا اختیار حاصل ہوا اور عورت کو کوئی حق حاصل نہ تھا اس لئے حق تعالیٰ نے مہر مقرر فرمایا۔ تا کہ عورتوں کو بھی ایک طرح کا دباؤ اور زور حاصل ہو اور احق کہنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ان شروط کا اس لئے زیادہ انتظام فرمایا گیا کہ ان میں کوتاہی ہونے سے زوجین میں ناموافقت ہو جاتی ہے اور اس کا اثر دور تک پہنچتا ہے کچھ لوگ مرد کی طرف کے ہوتے ہیں اور کچھ عورت کیجانب کے اور ان سب میں یہی رنجش ہو جاتی ہے بوجہ مشاجرت زوجین کے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایفاء شرط لازم نہیں جیسا کہ ترمذی نے سمجھا ہے اور امام صاحب کے نزدیک ایفاء ضروری ہے تو شاید امام صاحب کے نزدیک یہ معنی ہوں کہ ایفاء باعتبار وعدہ کے واجب ہے اور ایفاء نہ کرنے میں وعدہ خلافی ہوگی ہاں قضاء اس پر جبر نہیں کیا جائے گا وفي التقرير العربي له اى من المهر وغيره ممايقتضيه العقد دون مايخالف مقتضاء لحديث كل شرط ليس في كتاب الله بان الشروط تفسد لان النكاح من العقود غير المعاوضات اھ۔

فائدہ: جامع کہتا ہے کہ تقریر عربی سے یہ معلوم ہوا کہ حدیث ان شروط پر محمول ہے جو مقتضا عقد ہیں اور تقریر اردو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ شروط محمول ہیں علی کل ماشرط الزوج لہا۔

بہر حال خواہ حدیث عموم پر محمول کی جائے یا اس کو خاص بمقتضاء عقد کیا جائے مطلب صاف ہے وفی شرح ابی الطیب ان احق الشروط ان یوفی بہا الخ

besturdubooks.wordpress.com

خبران ما استحللتم بها وان يوفى مجرور بتقدير حرف الجراى بان يوفى وهو قياس مع ان وان المشددة المفتوحة.

قوله وذهب بعض اهل العلم الى هذا اى ان الشرط صحيح فان وفى بالشرط بان لم يخرجها من البلد فلها المسمى وان لم يف فلها مهر المثل

وهو قول علمائنا اه وفى شرح السراج واخرج ابن ابى شيبة عن علي في التي شرط لهادارها قال شرط الله قبل شرطها ولدعن الشعبى وطاؤس وشريح الشرط باطل ليس بشئ اه زاده الجامع.

باب ماجاء في الرجل يسلم وعنده عشر نسوة

قوله ان غيلان بن سلمة الخ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ میں اختلاف ہوا ہے کہ صورت مذکورہ میں وہ شخص کون سی عورتیں رکھے آیا جس کو چاہے اس کو رکھے یا جس سے پہلے نکاح کیا ہو اس کو رکھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تو یہ فرماتے ہیں جس کو چاہے رکھ لے اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن عورتوں سے پہلے نکاح کیا ہو ان کو رکھے اور حدیث میں احتمال ہے کہ آپ نے فرمایا ہو کہ تم ان عورتوں کو رکھو جن سے پہلے نکاح کیا ہے گو منقول نہیں۔ اور گو احتمال بعید ہے مگر ہے تو سہی۔

وله بالعربية على قوله حدثت الخ:الواسطة مجهول فالحديث بالطريقين غير ثابت فلا يضر الحنفية في التخيير اويقال معنى التخيير هو اختيار الاقدم وكذا في الحديث الأتي فان هذا يتوقف على تذكيره والدليل لنا ان بقاء النكاح له حكم الحدوث فكما لايصح الحدوث لايصح البقاء فالفسخ نكاح مابعد الاربع والالازم كون الخمسة في نكاح رجل واحد ولوفي بعض الاوقات مثل التخيير ولوقيل ان كلها تتوقف قلنا التوقف يكون فيها يحتمل الصحة واذ ليس فليس انتهى التقرير.

فائدہ: وفي قوت المغتذى ذكر ابن حبيب في المحبر اسماء من جاء بالاسلام وعنده عشر نسوة وكلهم من ثقيف غيلان هذا ومسعود بن معتب ومسعود بن عمر وابن عمير وعروة بن مسعود وسفيان بن عبدالله و ابو عقيل مسعود بن علي بن عامر بن معتب فنزل غيلان وسفيان وابو عقيل للاسلام عن ست ست اه قلت فكلم سبعة والعشرة كانت لاربع منهم وفي نيل الاوطار وعن عمر بن الخطاب قال ينكح العبد امراتين ويطلق تطليقتين وتعتد الامة حيضتين رواه الدار قطني وفيه ايضا والر عمر يقويه مارواه البيهقي وابن ابى شيبة من طريق الحكم بن عتيبة انه اجمع الصحابة رضى الله عنه على انه لاينكح

العبد اكثر من اثنتين ص ٦٢ جلد ٦ وفيه ايضًا تحت حديث غيلان وقد يجاب بان مجموع الاحاديث المذكورة في الباب لاتقصر عن رتبة الحسن لغيره فتنتهض بمجموعها للاحتجاج وان كان كل واحد منها لايخلو عن مقال ويؤيد ذالك كون الاصل فى الفروج الحرمة كما صرح به الخطابى فلا يجوز الاقدام على شئ منها الابدليل وايضا هذا الخلاف (في جواز زيادة الاربع) مسبوق بالاجماع على عدم جواز الزيادة على الاربع كما صرح بذلك في البحر وقال في الفتح اتفق العلمأ على ان من خصائصه صلى الله عليه وآله وسلم الزيادة على اربع نسوة يجمع بينهن اه ص ٦٣ ج ٦.

قال الجامع فثبت ان الزيادة على النساء الاربع للحر في النكاح و الاثنتين للعبد لاتجوز بالاجماع ثم رايت في كنز العمال ج ٨ ص ٢٠١ عن الزهرى عن ابيه ان غيلان اسلم وتحته عشر نسوة فقال النبى صلى الله عليه وآله وسلم اختر منهن اربعا وفارق سائرهن رواه الشافعي والترمذى وابن ماجه وابن حبان في صحيحه والحاكم فى المستدرك وابو داؤد عن الزهرى قال ابو حاتم زيادة وهى من الثقة مقبولة وصححه البيهقي وابن القطان ايضا اه ومسند الحاكم وابن حبان وايضا هذا الحديث علىٰ قاعدة العلامة السيوطى المحررة فى خطبة كنز العمال فانه قال مامحصله ان كل مافى صحيح ابن حبان (غيرما تكلم فيه نفسه في صحيحه) صحيح وكذا مافى المستدرك الاماتعقب على الحاكم وذكره فى تلك الاحاديث اه فلما لم يذكر التعقب علم انه صحيح زاده الجامع.

باب ماجاء في الرجل يشترى الجارية وهى حاملة

قولهٗ فلا يسقى الخ: یہ نہی اس لئے فرمائی گئی ہے کہ نسب مخلوط نہ ہو جائے کیونکہ جب یہ مجامعت کرے گا اور حمل رہے گا تو معلوم نہ ہو سکے گا کہ کس نطفہ سے حمل قرار پایا۔ آیا خاوند سے پہلے آقا کے نطفہ سے یا اس آقا کے نطفہ سے ہاں اپنی عورت سے (خواہ حرہ ہو یا امۃ) ایامِ حمل میں بھی صحبت جائز ہے جب تک کہ اس کو (عورت کو اور حمل کو) تکلیف نہ ہو انتہی التقریر۔

ایک سو بیس دن گزر جانے پر حمل ذی روح ہو جاتا ہے اس وقت صحبت کرنا مضرت کا سبب ہے بچہ کو ایذا ہوتی ہے اس لئے اس مدت کے بعد اجتناب لازم ہے اور اس سے پہلے اگر عورت کو ایذا ہو تو اجتناب کرے ورنہ نہیں۔ افاده بعض اساتذتى من العلماء الاطباء قلت الضرر ان كان متيقنا يحرم الجماع وان محتملا يكره قاله الجامع عفى عنه.

باب ماجاء يسبى الامة ولهازوج هل يحل له وطيها

قوله عن ابى سعيد الخ: فى شرح ابى الطيب قوله الا ماملكت ايمانكم اى الا ماملكتم بالسبى قال البيضاوى يريد ماملكت ايمانكم ممن سبين ولهن ازواج كفارفهن حلائل

besturdubooks.wordpress.com

للسابين والنكاح مرتفع بالسبى واما المملوكة بالشراء فلا تحل للمشترى اذا كان لهازوج اه قلت واشترط الحنفية لارتفاع النكاح فى هذه الصورة اختلاف الدارين ايضا ودليل السبى هومؤرد النزول فانه تفسير للاٰية وفي الهداية ولوسبى احد الزوجين وقعت البينونة بينهما بغير طلاق وان سبيا معالم يقع البينونة وقال الشافعي رحمة الله عليه وقعت فالحاصل ان السبب هوالتباين دون السبى اه

ثم قال والسبى يوجب ملک الرقبة وهو لاينافى النكاح ابتداء فكذلک بقاء فصار كالشراء اه وفيه ايضًا واذا وقعت الفقة والمرأة حربية فلا عدة عليها وان كانت هي المسلمة فكذلک عند ابي حنيفة خلافا لهما اه زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في كراهية مهر البغي

قوله عن ابی مسعود الخ: ثمن کلب سے اس لئے منع فرمایا کہ یہ ایک خساست کی بات ہے اور بعض کی شان کے تو بالکل ہی نامناسب ہے مثلاً کوئی مولوی صاحب کتوں کی سوداگری کرلیں تو کتنی بڑی واہیات اور بیہودہ بات ہے۔ اور یا نہی بے کار کتے کے بیع سے ہے جو قابل انتفاع نہ ہو یا یوں کہا جائے کہ یہ نہی اس وقت تھی جبکہ انتفاع اس سے جائز نہ تھا۔ اور ان کے قتل کا حکم دیا گیا تھا وحين جساز الانتفاع جاز البيع فان المبيع شئ منتفع به فماوجه حرمة ثمنه.

اور اجرت زانیہ کی اس لئے حرام ہے کہ وہ بدل ہے فعل حرام کا اور کاہن کی شیرینی سے اس لئے ممانعت کی گئی کہ وہ ... دھوکا دے کر حاصل کی گئی ہے جھوٹی باتیں بنا کر کاہن شیرینی وصول کیا کرتے ہیں۔ اخبار بالغیب کے مدعی ہوتے ہیں اور وہ دعویٰ بالکل غلط ہوتا ہے علیٰ ہذا پیر جی بہکانے کو تعویذ وغیرہ کردیں ان کو بھی شیرینی نہ دینا چاہیے انتہی التقریر۔

وفي شرح ابي الطيب قوله حلوان الكاهن بضم الحاء المهملة وسكون اللام مايعطاه علىٰ كهانة قال ابو عبيدة واصله من الحلاوة شبه ما يعطى الكاهن بشئ حلولا خذه اياه سهلا دون كلفة يقال حلوت الرجل اذا اطعمته الحلوى والحلوان الرشوة ايضا زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء ان لايخطب الرجل على خطبة اخيه

قولهٗ لا يبيع الخ: قلت يخطب من نصر ينصر قاله العيني فى شرح البخارى وقال النووى في شرح مسلم واجمعوا على تحريمها (الخطبة) اذا كان قد صرح للخاطب بالاجابة او علم يازن ولم يترک اهـ

وفيه ايضًا وقال جمهور العلماء تحرم الخطبة على خطبة الكافر ايضا ولهم ان

---

[1] ولان مايحصل بالسبى غنيمة حصلت بالاستيلاء فلا حرمة لمال الحربى وعرضه بخلاف مايحصل بالشراء ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

يجيبوا عن الحديث بان التقييد باخيه خرج على الغالب فلا يكون له مفهوم يعمل به كما في قوله تعالىٰ ولا تقتلوا اولادكم من املاق اه قلت اويقال ان التقيـيد لزيادة الاهتمام بالمسلم فان حقه موكد وزائد علىٰ حق الكافر ومثل هذا الاحكام من مكارم الاخلاق فلا بدان تشتمل الكافر ايضابل بطريق الاولىٰ لئلا يفضح مذهب الاسلام فافهم.

قوله فصعلوك بالضم اى فقير...... قوله ولو اخبرته الظاهر ان المستشار يجوز له ذكر مافيه المصلحة ولوبعد الركون وانما الممنوع الخاطب والمشترى وليس في الحديث حجة علىٰ ماذكره من المدعى ولاشك ان قوله صلى الله عليه وسلم المستشار مؤتمن شامل لما قبل الركون وبعدهٗا وكذا في شرح ابي الطيب قلت حديث المستشار مؤتمن رواه ابن ماجه ورواه الشاه ولى الله قدس سره في اربعينه وصححه.

قولهٗ وضع لى عشرة اقفزة ظاهره ان الضمير راجع الىٰ زوجها ولاينافي مافي مسلم فارسل اليها وكيله لان الواضع هو الزوج والوكيل هو ابن عمة وهو المرسل وفي شرح المؤطا قال السيوطي تبعا للنووى وفي مسلم من طريق ابى بكر بن الجهم سمعت فاطمة بنت قيس تقول ارسل الي زوجي ابو عمرو عياش بن ابى ربيعة بطلاقي وارسل معه بخمسة اصع من تمر وخمسة اصع من شعير فقلت أمالي نفقة الاهذا ولا اعتد في منزلكم قال لا اه صريح هذا ان وكيله بالنصب مفعول وفاعله يعود على الزوج انتهى كذا في شرح ابى الطيب قلت لعل رواية الترمذى فيها تصحيف في قوله شعير والراجح رواية مسلم في قوله خمس تمرو لايمكن التطبيق بينهما والله تعالىٰ اعلم.

قوله فقال صدق اى في قوله لانفقة لک ولاسكنى كما في رواية صحيحة وفي رواية صحيحة اخرى ليس لک نفقة بدون نفي السكنى قال النووى اختلفوا في المطلقة البائن هل لها السكنى والنفقة فقال عمر رضى الله تعالىٰ عنه وابو حنيفة وآخرون لها السكنى والنفقة لقوله تعالىٰ

اسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم

واما النفقة فلا نها محبوسة عليه وقد قال عمر لاندع كتاب ربنا لقول امرأة قاله النووى وفي صحيح مسلم عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها انها قالت الفاطمة خيران تذكر هذا الحديث قال تعنى قولها لاسكنى ولا نفقة وفي رواية اما انها لاخير لها في ذكر ذالک قاله ابو الطيب وقال ايضا قوله يغشاه المهاجرون اى ياتوه المهاجرون ويجتمعون فيه

besturdubooks.wordpress.com

عندام شریک ویزورونها للصلاحها وکانت کثیرة المعروف والنفقة فی سبیل الله التضیف للغرباء من المهاجرین وغیرهم کذا فی شرح المؤطا وقال ایضًا

قوله ان تلقی ثیابک فیه جواز نظر المرأة من الرجل مالایجوز ان ینظر عنها کرأسها وموضع الخصر منها وعورض بمارواه ابوداؤد والترمذی وحسنه عن ام سلمة عنه صلی الله علیه واله وسلم قال لها لمیمونة وقد دخل علیها ابن ام مکتوم احتجبا منه الخ

واجاب عیاض بانه تغلیظ علی ازواجه فی الحجاب لحرمتهن فکما غلظ الحجاب علی الرجال فیهن غلظ علیهن ان ینظرن الی الرجال انتهی قلت النظر الٰی وجه المرأة لایجوز اذا کان بشهوة والاجاز وان کان یکره لاحتمال الفتنة وکذلک نظر المرأة الٰی وجه الرجل ووجد الرجل وبقیة اعضائه غیر الستر فی حکم واحد بخلاف اعضاء المرأة فان احکامها متفرقة فالامر فی حدیث ام سلمة بالاحتجاب الظاهر ان المراد به هو النهی عن رؤیة احد الاعضاء وهو علی الاستحباب والاجازة فی حدیث فاطمة رضی الله عنها محمولة علی الاباحة عند عدم خوف الفتنة فلا یعارض قوله تعالٰی قل للمومنات یغضضن من ابصارهن کما فهم بعضهم ولله الحمد حمدًا کثیرًا زاده الجامع عفی عنه

بابماجاء فی العزل

قوله انا کنا نعزل فزعمت الیهود الخ: مؤدہ کے معنی ہیں زندہ درگور کردہ کے۔ یہود کی عادت تھی کہ مسلمانوں پر طعن کیا کرتے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تکذیب فرمائی پس معلوم ہوا کہ عزل جائز ہے قولہ کنا نعزل والقرن ینزل یعنی نزول قرآن کے زمانہ میں ہم عزل کرتے تھے اگر عزل منع ہوتا تو ہم کو نہی فرمائی جاتی۔

قوله قال مالک بن انس الخ: چونکہ جماع حرہ سے بقدر اس کی حاجت کے مثل نفقہ کے ضروری ہے اس لئے اس سے اجازت کی حاجت ہے۔ اور امت کا نفقہ تو ضروری ہے اس نئے اس کی بغیر اجازت بھی عزل جائز ہے انتھی التقریر۔

فائدہ: واما مارواه مسلم کما فی حاشیة الشروح الاربعة عن جدامة بنت وهب الاسدیه قالت ذکر عند رسول الله صلی الله علیه آله وسلم العزل فقال ذالک الواد الخفی اه فالجواب عنه انه محمول علی الکراهة التنزیهة ولم یبلغ الامر حیث طعن به کما طعن الیهود ولیس کما فهموا من کونه قریبا من المؤودة الکبری ویدل علیه تعلیله صلی الله علیه واله وسلم ان الله اذا اراد ان یخلقه لم یمنعه ولکن لایخفی ان الامر لما کان غیر مفید لایخلوا عن اللغوا علی ان العاذل کانه یرد صورة مارغب فیه من استکثار الغسل وایضًا هذا تدبیر موهوم یخالف التوکل فهذه ثلثة وجوه یحکم بها الکراهة فافهم زاده الجامع عفی عنه.

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی کراهیة العزل

قوله ولم یقل لایفعل ذاک احدکم

اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ الفاظ فرماتے تو نہی ہو جاتی لیکن اس حدیث سے یہ ضرور ثابت ہوا کہ ایسا کرنا بہتر نہیں۔ اور فقہاء نے جو عدم جواز لکھا ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ ترک اولیٰ ہے۔

باب ماجاء فی القسمة للبکر والثیب

قوله السنة الخ: اس باب میں گفتگو ہے کہ اور عورتوں کے پاس بھی اسی طرح سات سات اور تین تین دن ٹھہرے یا صرف ایک ایک دن ٹھہرے اور یہ زیادتی زنانِ جدیدہ کے ساتھ مخصوص ہے فقال الامام الشافعی بالثانی وابوحنیفہ بالاول۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جدیدہ کے پاس زیادہ رہنے کی اسلئے ضرورت ہے کہ باکرہ چونکہ اجنبیہ ہے اس لئے اس کی وحشت دفع کرنے اور انس بڑھانے کے لئے اس زیادت کی حاجت ہے اور ثیبہ کو گو اس قدر وحشت تو نہیں ہوتی لیکن تاہم پھر بھی ایک طرح کی اجنبیت اس کو بھی ہے اور اسی تفاوت سے ایام زیادت میں تفاوت مقرر کیا گیا اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اوروں کے پاس بھی اسی قدر[1] ایام صرف کرنے ہوں گے۔

لیکن اس حدیث سے یہ نہیں معلوم ہوتا بلکہ حدیث ساکت ہے اور ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون ہے کہ اس کے بعد دورہ کرے۔ سو دورہ بھی عام ہے کہ سات سات اور تین تین دن دورہ کرے یا ایک ایک روز ..... غرض احادیث اس امر سے ساکت ہیں اور امام صاحب نے احتیاطاً برعایت عدل بین الازواج جو مامور بہ ہے حکم مذکور ارشاد فرمایا ہے انتہی التقریر۔

فائدہ: قوله لوشئت ان اقول قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ای لکنت صادقا فی تصریحی بالرفع الی النبی صلی الله علیه وآله وسلم لکن المحافظة علی اللفظ اولی فجواب لومحذوف وضمیر قال لخالد لالانس ولا لابی قلابة لما فی مسلم عن خالد عن ابی قلابة عن انس بن مالک قال اذا تزوج البکر علی الثیب اقام عنده سبعا وان تزوج الثیب علی البکر اقام عندها ثلثا قال خالد ولو قلت انه رفعه لصدقت ولکنه قال السنة کذا الخ معناه ان هذه اللفظة وهی قوله من السنة کذا صریحة فی رفعه فلو شئت ان اقولها بناء علی الروایة بالمعنی لقلتها ولوقلتها لکنت صادقا اه مافی شرح الشیخ ابی الطیب وفی شرح السراج گفت خالد چنانکه در روایت متفق علیه است یا ابو قلابه مثل آنکه در روایت بخاری است که اگر خواهم اینکه بگویم من الخ

قلت فالتطبیق بان کلامنهما قال ذالک فنسب فی کل روایة الی احدهما فاحفظه ویزید ماذهب الیه الامام الاعظم مافی حاشیة الشروح الاربعة اخرج مسلم بلفظ لما

[1] اور تخصیص عدد کا فائدہ دفع وحشت اس صورت میں بھی ملحوظ رہے گا ۱۲ ج مع

besturdubooks.wordpress.com

تزوج ام سلمة اقام عندها ثلثا وقال انه ليس بک علی اھلک ھوان ان شئت سبعت لک وان سبعت لک سبعت نسائی اھ فان ھذا الحدیث الفعلی یعین الاحتمال الذی ذھب الیہ الامام الاعظم فی الحدیث السابق فلا اشکال ولایرد ان الفعل لاعموم له لان الحدیث القولی مجمل فسره فعله صلی اللہ علیہ وآله وسلم فلیس ھو مخصص اوناسخ بل مفسر فلا حاجة الی التساوی بین الحدیثین الاتری ان الحدیث المشھور تجوز به الزیادة علی القرآن المجید وخبر الواحد لیس کذالک لکن یفسر به الکتٰب ففی باب التفسیر یحتمل مالا یحتمل فی باب الزیادة والنسخ تامل ولایرد ایضًا ان القمسة لم تکن واجبة علی احد القولین علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لانه صلی اللہ علیه وآله وسلم کان یفعل ذالک کمن تجب علیه القسمة کما افاده شیخی صاحب التقریر تامل زاده الجامع عفی عنه۔

باب ماجاء فی الزوجین المشرکین یسلم احدھما

قوله عن عمرو بن شعیب الخ: امام صاحب کے نزدیک تفصیل یہ ہے کہ اگر زوجین دارالاسلام میں ہوں اور احد الزوجین اسلام لائے تو دوسرے پر اسلام پیش کیا جائے گا۔ سو اگر وہ بھی اسلام لے آئے گو کتنی ہی مدت بعد اسلام لائے تو نکاح سابق بدستور باقی رہے گا اور اگر احد الزوجین دارالاسلام میں ہوں اور دوسرا دارالحرب میں اور دونوں میں سے ایک ایمان لائے تو نکاح فسخ ہو جائے گا کیونکہ تبائن دارین سے بھی صورت مذکورہ میں امام صاحب کے نزدیک نکاح فسخ ہو جاتا ہے پس اگر اس صورت میں دوسرا ایمان لے آئے تو نکاح جدید اور مہر جدید اور رضاء زوجین کی حاجت ہوگی۔ اور یہ حدیث امام صاحب کی دلیل ہے خاص اس صورت میں کہ جب احد الزوجین دارالاسلام میں اور دوسرا دارالکفر میں ہو۔ اور ان میں سے ایک ایمان لے آئے تو نکاح جدید کی حاجت ہوگی۔

چنانچہ حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ میں تھے اور حضرت زینب مدینہ منورہ میں اور جب کہ دونوں ساتھ اسلام لائیں تو نکاح بدستور رہے گا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں امام صاحب کے نزدیک باء سببیہ ہے یعنی بہ سبب نکاح اول کے وہ نکاح ثانی[1] کر دیا گیا اور کچھ مہر بھی نہیں بڑھایا گیا انتہی التقریر۔

فائدہ: قوله والعمل علی ھذا الحدیث عند اھل العلم ای من حیث ان ھذا الحدیث یقتضی ان الرد بعد للعدة یحتاج الی نکاح جدید فالرد بلا نکاح لایکون الاقبل العدة کذا فی شرح ابی الطیب قلت ان الحدیث لایدل علی التقیید بالعدة وانما ھو قیاس فالعمل لیس علی جمع مضمون الحدیث نعم عمل به امامنا الاعظم علی اطلاقه کمامر۔

---

[1] یتاٴید قوله مفسرا ولم یحدث نکاحا فتامل ولاحاجة الیه بل ھذا الطریق متروک کما سیاتی فی ف والثابت من حدیث ابن عباس ھو ما حسنه وصححه الترمذی ۔ جامع ۱۲

besturdubooks.wordpress.com

قوله بعد ست سنين في قوت المغتذی ای من هجرة زينب الي المدينة لانها جرت بعد غزوة بدر واسلم ابو العاص في سنة ثمان قبيل الفتح ١ه

قوله لکن لانعرف وجه الحديث ولعله قدجاء هذا من قبل داؤد بن الحصين من قبل حفظه قلت في فتح الباری اشار بذلک الٰی ان ردها اليه بعد ست سنين اوبعد سنتين اوثلاث (کما وقع فی روايات) مشکل للاستبعاد ان تبقی فی العدة الٰی هذه المدة ١ه وحجاج في حديث عمرو بن شعيب هو حجاج بن ارطاة کما في فتح الباری ايضا وهو مختلف في الاحتجاج به کما فی الجوهر النقی وتهذيب التهذيب ولم يسمع من عمرو بن شعيب هذا الحديث بل سمعه من العرزمي الضعيف جدا کما فی فتح الباری لکن صححه صاحب الجوهر النقی ويشير الی انه محتج به کلام ابن عبدالبر والخطابی والبخاری کما يتحصل من الکتب المعتبرة فتح الباری وغيره۔

لکن وجه کلام الترمذی فيه ان الحديث روی عن محمد بن اسحٰق من وجه اخر يخالفه کما يدل عليه. قوله سمعت يزيد بن هارون الخ ای روی الحديث عن محمد بن اسحٰق کما روی عن اسرائيل فهٰذا روی من طريقين فهو قوی والظاهر ان داؤد بن حصين وان کان ثقة کما يدل عليه قول الترمذی ليس باسناده باس لکن لما خالف سنداجيد لايقبل سنده فهذا تحقيق السنه عندی قوله حديث ابن عباس اجود اسناد اقلت ارادبه حديث اسرائيل ويدل قوله اجود علی ان حديث عمرو بن شعيب جيد کماقاله ابو الطيب و عمل اهل العلم عليه يقوی الحديث ايضًا ولم يترک الامام الاعظم احد الحديثين الثابتين کما صرح به الشيخ صاحب التقرير وقد مرفقول الترمذی عن يزيد بن هارون والعمل علی حديث عمرو بن شعيب يوهم ان حديث ابن عباس رضی الله تعالٰی عنه غير معمول به وليس کذلک بل الحديثان معمولان بهما عندنا فافهم زاده الجامع عفی عنه۔

besturdubooks.wordpress.com

ابواب الرضاع

باب ماجاء يحرم من الرضاع مايحرم من النسب

قوله ان الله حرم من الرضاع ماحرم من النسب.

باب ماجاء في لبن الفحل (شیر مرد ۱۴س)

قوله عن عائشة الخ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول کا جواب نہیں دیا کہ مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے نہ کہ مرد نے سو وجہ یہ ہے کہ جواب اس کا بہت ظاہر ہے اس لئے آپ نے کچھ جواب نہ دیا (کہ تامل کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی ذکیہ خود سمجھ لیں گی ۱۲ جامع) اصل مطلوب ارشاد فرمایا اور وہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ دودھ عورت نے پلایا تھا لیکن وہ دودھ تو مرد ہی کے ذریعہ سے تو پیدا ہوا تھا پس جب دودھ مرد کی وجہ سے ثابت ہوا تو وہ شخص چچا ہوا انتہی التقریر۔

فائدہ: قوله له جاريتان ظاهره انهما امتان له لكن في مؤطا مالك ان عبدالله بن عباس سئل عن رجل له امرأتان فارضعت احدهما غلاما وقالي شارحه وفي رواية قتيبة ومعن عن مالك بسنده جاريتان انتهى اقول فيحتمل تعدد القصة اوالمراد من المرأتين جاريتان كذا في شرح ابي الطيب زاده الجامع عفي عنه.

بعض اکابر کو شبہ ہو گیا ہے کہ زوجہ ابن رضاعی و زوجہ اب رضاعی کی حرمت پر یہ حدیث دال نہیں کیونکہ ان دونوں کی حرمت علاقہ مہر سے ہے نہ کہ نسب سے **ففي فتح القدير وعلى هذا في الاستدلال على حرمة حليلة الاب والابن من الرضاع لقوله يحرم من الرضاع مايحرم من النسب مشكل لان حرمتها ليست بسبب النسب بل بسبب الصهرية ج ۲ ص ۱۲۹ كشوري ولم ينكر المسئلة لكن ناقش في الدليل.**

سو جواب اس کا میرے نزدیک یہ ہے کہ ان کی حرمت پر بھی یہی حدیث دال ہے اور تقریر اس کی یہ ہے کہ خود ابناء نسبیہ وآباء نسبیہ کی زوجات کی حرمت میں ان ابناء وآباء کا نسب ہی مؤثر ہے یعنی نسب دو محل کو حرام کرتا ہے ایک خود ذی نسب کو ایک منتسب الی ذی نسب کو مثلاً ابن اور بنت بھی نسب ہی سے حرام ہیں۔

یعنی بوجہ اپنے نسب کے اور زوجۃ الابن اور زوج البنت بھی نسب ہی سے حرام ہیں یعنی بوجہ اپنے مضاف الیہ کے نسب کے پس مؤثر دونوں کی حرمت میں نسب ہی ہوا اور سب **مايحرم من النسب** میں داخل ہوئے پس بر بنائے حدیث یہ سب رضاع سے بھی حرام ہوئے پس یہی حدیث سب کو شامل ہوئی وللہ الحمد حمداً کثیراً۔

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء لاتحرم المصة ولاالمصتان

قوله عن عائشة الخ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک دوگھونٹ سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی جب تک کہ پانچ گھونٹ نہ پیا جائے اور دلیل ان کی حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ فرمانا ہے کہ **انزل فی القران عشر ضعات معلومات فنسخ الخ**

اور لفظ معلومات مدرج ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بڑھایا ہے قرآن مجید میں نہیں نازل کیا گیا اس سے مراد یہ ہے کہ یہ رضعات تو معروف تھے کوئی امر مخفی نہ تھا اور اسی طرح جو خمس رضعات باقی رکھے گئے یہ بھی معلوم تھے اور معروف تھے مخفی نہ تھے۔ سو یہ ہے مستدل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا۔

پس ان کے نزدیک قرآن مجید میں ارضعنکم کے بعد خمس رضعات منسوخ التلاوۃ ہے نہ کہ منسوخ الحکم......اور امام صاحب کے نزدیک چونکہ خمس رضعات قرآن مجید میں موجود نہیں اس لئے یہ منسوخ التلاوۃ بھی اور منسوخ الحکم بھی ہے اور اس حدیث کا امام صاحب یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ بقیہ خمس رضات بھی منسوخ ہیں اطلاق ارضعنکم سے۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس کی اطلاع نہیں ہوئی اور یہ جو فرمایا کہ **فتوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الخ** سو ممکن ہے کہ نسخ کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف رکھنے کے زمانہ میں ہوا ہو۔ لیکن مقید ہوا اس قید کے ساتھ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس کا نفاذ ہوگا۔

اور رضاعت جب ثابت ہوتی ہے جبکہ لبن شکم میں پہنچ جائے ورنہ نہیں مثلاً بچہ چوس کر تھوک دے۔ انتھی التقریر۔

فائدہ: فی شرح ابی الطیب وقال فی شرح المؤطا لیس العمل علی ھذا بل علی التحریم ولو بمصة وصلت الی الجوف عملاً بظاھر القران واحادیث الرضاع وبھذا قال الجمھور من الصحابة والتابعین والائمة وعلماء الامصار حتی قال اللیث اجمع المسلمون ان قلیل الرضاع وکثیره یحرم فی المھد مایفطر الصائم. حکاہ فی التمھید زادہ الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی شھادة المرأة الواحدة فی الرضاع

قوله فاعرض عنی الخ: اس باب میں گفتگو ہوئی ہے کہ شہادت ایک عورت کے حکم رضاع میں مقبول ہے یا مردود سو بعضے ائمہ تو جائز اور کافی رکھتے ہیں۔ اور اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ کا اعراض اسی وجہ سے تھا کہ رضاعت ثابت ہوگئی کیونکہ تکذیب کی کوئی علامت نہیں بیان کی گئی پس آپ کو بلا دلیل دعویٰ تکذیب ناگوار معلوم ہوا لیکن سائل نے اس جواب کو سمجھا نہیں اس وجہ سے دوسری جانب سے خدمت مقدسہ میں حاضر ہوئے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک عورت کی شہادت سے رضاعت نہیں ثابت ہوتی اور ان کی دلیل بھی یہی حدیث ہے لیکن تقریر

---

1. ان کی دلیل یہ آیت بھی ہو سکتی ہے واشھدوا ذوی عدل منکم اور یہ بھی واستشھدوا شھیدین من رجالکم ۱۲ جامع عبدالقادر عفی عنه

besturdubooks.wordpress.com

• (وهو مذهب الجمهور ۱۲ ج) یہ استدلال اور ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ نے اعراض اس لئے فرمایا تھا کہ ایسی بات دریافت کرتے ہو جو قابل دریافت نہیں یعنی گو رضاعت ثابت نہیں لیکن جب لوگوں میں یہ امر مشہور ہو گیا تو اس پر عمل ہی مناسب ہے ورنہ بدنامی ہوگی اور بدنامی سے بچنا مناسب ہے اور مامور بہ[1] ہے .....اور اسی لئے کیف بہا فرمایا حرام یا ممانعت کا لفظ ارشاد نہیں فرمایا۔

باب ماجاء ان الرضاعة لاتحرم الا في الصغر دون الحولين

قوله الا مافتق الامعاء في شرح ابي الطيب كلمة يحرم بتشديد الراء من التحريم والرضاع بفتح الراء وكسرها والفتق الشق والا معاء بالمد جمع معى بكسر الميم مقصورا كعنب واعناب وهو موضع الطعام من البطن اى الذى شق امعاء الصبي كالطعام ووقع من موقع الغذاء وذالك بان يكون في اوان الرضاع وانما يفتق امعاء الصبي الرضيع لضيق مخرج اللبن من الشدى ودقة معى الصبي اه وفيه ايضا قوله في الشدى حال من ضمير الفاعل في فتق حالا مقدرة كقوله تعالى وتنحتون[2] من الجبال بيوتا اى حال كونه كائنا في الشدى فائضا منها ولوقيل من الشدى لم يفدهذه الفائدة قاله الطيبي وفي شرح السراج وذكر قول اوفي الشدى مقصود ازان بيان واقع وتصوير صورت رضاع بذكر محل رضاع ست وشرط نيست درثبوت حرمت رضاع كه ارتضاع از ثدى باشد ولهذا نگفت من الثدى اه زاده الجامع عفي عنه.

باب مايذهب مذمة الرضاع

قوله مذمة الرضاع قال العراقي المشهور في الرواية بفتح الميم وكسر الذال المعجمة وبعدها ميم مفتوحة مشددة.

قوله غرة عبد قال العراقي المعروف في الرواية فيه التنوين وعبد تفسير للغرة (اى بدل تفسيري او تفسير بغير كونه مقيد ابالبدل) ويرويه بعضهم بالاضافة وهو من باب اضافة الشئ الى نفسه اه كذا في قوت المغتذى قلت ويمكن ان تحمل الاضافة على البيان.

قوله عن ابي الطفيل في شرح السراج الغنوى اخرجه ابوداؤد وفي قوت المغتذى اذا قبلت امرأة هي حليمة بنت ابي ذويب السعدية اه

باب ماجاء في الامة تعتق ولها زوج

قوله عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت كان زوج بريرة عبد فخيرها النبي صلى الله

---

[1] وهو قوله صلى الله عليه وآله وسلم اتقوا مواضع التهم اخرجه البخاري في تاريخه قاله العلامة المناوي في كنوزه فلا تلتفت الى قول القاضي الشوكاني في فوائده من انه لااصل له فانه لم يطلع على مخرجه ۱۲ جامع

[2] لكن الحال المقدرة في الأية باعتبار المستقبل بخلافه في الحديث فانها باعتبار الماضي. ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

19 علیه و آله وسلم فاختارت نفسها ولو كان حرالم يخيرها.

اس امر میں اختلاف ہے کہ وہ حُر تھے یا عبد۔ سو ممکن ہے کہ پہلے وہ عبد ہوں پھر آزاد کر دیے گئے ہوں جس نے ان کا غلام ہونا نقل کیا اصل کا اعتبار کیا اور جس نے حر کہا باعتبار آخر الامر ین کے کہا اور یہ اختلاف حنفیہ کو مضر نہیں اس لئے کہ ان کے مذہب میں دونوں صورتوں میں خیار حاصل ہو جاتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو فرمایا ولو کان لم یخیرھا۔ سو اول تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خود روایات مختلف وارد ہوئی ہیں۔ بعض میں ان کا حر ہونا اور بعض میں عبد ہونا منقول ہے دوسرے اگر فی الواقع یہ جملہ ان سے ثابت بھی کہا جائے تو یہ ان کی رائے ہے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں[1]۔

اور حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ان کے نکاح میں نہ رہنے کی دو وجہ ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ حضرت مغیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے صرف دو طلاق کے مالک تھے اب تین طلاق کے مالک ہو گئے پس حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خیال کیا کہ جب تو دو طلاق کے بعد نجات ممکن تھی اور اب تین کے بعد ممکن ہے اس لئے جھگڑا ہی علیحدہ کرو...... دوسرے یہ کہ وہ خود حسین جمیل[2] تھیں اور وہ سیاہ فام تھے کما یدل علیہ فی آخر حدیث الباب۔ قولہ عبدا اسود اس لئے باہم توافق نہ ہوا۔

(فائدہ) عشق کی ابتداء قلب محبوب سے ہوتی ہے اور محبوب و معشوق پہلے اپنا عاشق ہوتا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے عورتیں اپنے گھروں میں تو میلی کچیلی رہتی ہیں اور جب کہیں باہر برادری وغیرہ جاتی ہیں تو عمدہ لباس پہن کر جاتی ہیں.... مقصود یہ ہوتا ہے کہ لوگ ہم کو اچھا کہیں اور ہماری طرف متوجہ ہوں اور یہاں تو دنیا مقصود ہوتی ہے خواہ جاہ دنیاوی یا مال دنیاوی اور بعضے حسین و جمیل لوگ بازار جاتے ہیں لباس فاخرہ پہن کر اور مزین ہو کر مطلوب ان کا یہی ہوتا ہے کہ لوگ ہم کو چاہنے لگیں دیکھ کر خوش ہوں ہم کو اچھا کہیں۔

اور جب کوئی شخص کسی پر عاشق ہوتا ہے تو عاشق تو دبلا ہونا شروع ہوتا ہے اور معشوق[3] تر و تازہ ہونا شروع ہوتا ہے گویا کہ اس کا گوشت سب اس پر آ گیا اور معشوق پہلے تو اپنا ہے عاشق ہوتا ہے جب ہی تو اپنی طرف دوسروں کے میلان کی خواہش ہوتی ہے پھر اپنے عاشق سے خوب تعلق ہو جاتا ہے گویا کہ اپنے عاشق کا عاشق ہو جاتا ہے اسی لئے بہت سے قصے سنے گئے ہیں کہ جب عاشق مر گیا تو معشوق بھی اس کے ساتھ مر گیا بغیر عاشق زندہ نہ رہے گا۔

لاہور کا ایک قصہ ہے کہ ایک عورت معہ اپنی بہو کے ایک دکان پر پہنچی اور گاؤں کے رہنے والی تھی اور بہو ساس کے منہ پر کپڑا اڈالے ہوئے تھی۔ غرض دکان پر پہنچی اور دکاندار سے کہا کہ ڈبے نکال دے وہ اندر گیا اور بہو نے ساس کے منہ سے کپڑا جدا کر دیا اس دکاندار کی اس پر نظر پڑ گئی بے تاب ہو گیا بہت برا حال ہوا دکان چھوڑ کر اس کے ساتھ ہو لیا۔ وہ عورت بہو کو لے کر دوسری دکان پر گئی وہ بھی پہنچا اور جا کر کہا کہ ڈبے نکال دو۔ غرض یہ ہے کہ وہ عورت بہو کو لے کر گاؤں کی طرف پہنچی ساس

---

[1] اور اگر کہا جائے کہ قول صحابی مجرد عند الحنفیہ حجت ہے تو جواب یہ ہے کہ جب سند مضطرب ہے تو قول صحابی کے ثبوت میں تحت شبہ ہو گیا پس معمول بہ نہیں ہو سکتا نیز تحقیق بعض محدثین ولو کان حرا الخ قول حضرت عروہ کا ہے اور اس تقدیر پر یہ قول تابعی ہے۔ ۱۲ جامع

[2] لم اره بسند فلعله افاد ذالک بقرینة ان الجنس يميل الى الجنس فلو كانت كما كان لم تنفر عنه ما حفظه

[3] ویویدہ قول خاتم الاولیاء ابن عربی حیث یقول ۔ العشق ماخوذ من العشق الذی اذا التف بقضبان جف رطبها

اردو فی شرح الاسباب من الطبیب ۱۲ جامع۔

besturdubooks.wordpress.com

نے بہو سے کہا اس سے کہہ دے کہ اگر میرا عاشق ہے تو اس چاہ میں گر جا اس نے یہ سنتے ہی فوراً ایسا کرلیا اس عورت نے جب اس کے گرنے کی آواز سنی وہ بھی گر پڑی۔

تو یہ حال ہوتا ہے محبوبوں کا محبوب اپنے حبیب کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا انتہی التقریر۔

فائدہ: ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بسند صحیح دو متعارض روایتیں نقل کیں اور تطبیق غیر ممکن ہے اس لئے کہ جملہ **ولو کان حرًا لم یخیرھا** پہلی حدیث میں اور **کان زوج بریرۃ حرا** میں سخت تعارض ہے اور حاشیہ شروع اربعہ میں عقود الجواہر سے ولو کان حرا الخ کلام عروہ کا نقل کیا ہے **ونصه وبین النسائی فی روایة ان قوله ولو کان حرا الخ من کلام عروه ووافقه ابن حبان والطحاوی اھ** محصلا۔ لیکن اس تقدیر پر بھی روایات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے متعارض رہیں۔

پس بحکم اذا تعارضا تساقطا۔ یہ حدیث تو قابل عمل نہیں۔ البتہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معارضہ سے خالی ہے اور اس کا مقتضا حضرت مغیث کا عبد ہونا ہے جس دن کہ حضرت بریرہ آزاد کی گئیں اور بخاری نے بھی ان کے عبد ہونے کو ترجیح دی ہے جیسا کہ حاشیہ شروح اربعہ ترمذی میں نقل کیا ہے اور یہ قول کہ بعضوں نے باعتبار اول الامرین عبد اور دیگر بعض نے حر باعتبار آخر الامرین نقل کردیا جس کا حاصل یہ ہے کہ ابتداء عبد تھے بوقت تعلق حکم خیار حر ہو گئے تھے۔

اس لئے صحیح نہیں کہ حکم مذکور یوم عتق کے ساتھ متعلق ہے اور اس روز ان کا عبد ہونا حدیث ابن عباس میں مصرح مروی ہے۔۔۔ پس احقر کے نزدیک ان کا عبد ہونا مطابق روایت ابن عباس راجح ہے۔ اور روایت حریت میں اگرچہ اثبات زیادت ہے اور مثبت نافی پر مقدم ہے لیکن چونکہ روایت عبدیت معارضہ سے سالم اور اصرح ہے اس لئے یہاں یہ قاعدہ جاری کرنا صحیح نہیں کیونکہ قاعدہ مذکورا کثریہ ہے۔

چنانچہ فتح القدیر میں اور حسامی میں تصریح ہے کہ نفی بالدلیل اثبات پر مقدم ہوتی ہے اھ پس معلوم ہوا کہ مدار ترجیح قرائن پر ہے اور گو حنفیہ کو ترجیح کی حاجت نہیں ہے لیکن تاہم یہ تحقیق باعتبار اسناد حدیث وفقہ حدیث فائدہ سے خالی نہیں اس لئے نذر ناظرین ہے۔

اور **لو کان حرًا** الخ بعضوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول قرار دیا ہے۔۔۔ چنانچہ ترمذی کی روایت ہے اور بعضوں نے کلام عروہ کہا ہے اور وہ تابعی ہیں **کمامر**۔۔۔۔ **تو تطبیق بین القولین** یوں ممکن ہے کہ کبھی حضرت عروہ نے نسبت الی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہ کی۔ بطور فتویٰ بیان کیا اور کبھی باعتبار اصل ان کی جانب منسوب کردیا **کما یکون فی الرفع والوقف والترجیح للرفع عند کون الرافع ثقة فافهم** زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء ان الولد للفراش

قولهٗ الولد للفراش: فی شرح ابی الطیب ای لصاحب الفراش یعنی لمن کانت المرأة فراشاله قال النووی معناه انه اذا کان للرجل زوجة اومملوکة صارت فراشاله فاتت بولد لمدة الامکان منه لحقه الولد سواء کان موافقاله فی الشبه اومخالفا فان کانت زوجة

besturdubooks.wordpress.com

صارت فراشا لمجرد عقد النكاح ونقلوا في هذا الاجماع وشرطوا امكان الوطى بعد ثبوت الفراش فان لم يمكن بان نكح المغربى مشوقية ولم يفارق واحد منهما وطنه ثم اتت بولد لستة اشهر اواكثر لم يلحقه لعدم امكان كونه منه وهذا قول مالك والشافعي الا اباحنيفة فانه يثبت عنده انتهى القول عند ابى حنيفة هذا من الامكان لا من المحال اه

قلت فيمكن بناء على جواز كرامات الاولياء ...... قوله للعاهر الحجر اى للزانى الحجر والعهر هوالزنا اى للزانى الخيبة ولا حق له في الولد وهو كقولك له التراب والذى ذهب فيه الى الرجم فقد اخطأ لان الرجم لم يشرع فى سائر الزناة وانما شرع فى المحصن دون البكر كذا فى شرح ابى الطيب زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في الرجل يرى المرأة فتعجبه

قوله عن جابر الخ: یہاں پر کئی شبہے ہیں جو مع جواب تحریر کئے جاتے ہیں۔ پہلا شبہ یہ ہے کہ آپ نے اس عورت کو کیوں دیکھا اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس کو قصداً نہیں دیکھا بلکہ اتفاقاً نظر پڑ گئی۔ اور دوسرا شبہ یہ ہے کہ آپ کو وہ اچھی کیوں معلوم ہوئی جواب یہ ہے کہ وہ شخص بڑا بد دماغ ہے جس کو عمدہ چیز اچھی معلوم نہ ہو۔ یہ تو بڑا کمال ہے کہ رویت اشیاء کماہی میسر ہو اور یہ منجملہ وضع الاشیاء علی محلہا ہے۔ تیسرا شبہ یہ ہے کہ آپ نے تھوڑی دیر تک بھی صبر نہ فرمایا بلکہ فوراً ہی کار برآری فرمائی اس کا جواب یہ ہے کہ اس طریق سے آپ نے مادہ اشتداد کو دفع کیا خدا جانے اگر وہ مادہ باقی رہتا تو قلب کو کس قدر منتشر کرتا۔ اور جمعیت[1] خاطر میں مخل ہوتا پس اس لئے آپ نے اپنی جلد مدافعت فرمائی اور دوسروں کو بھی یہی طریقہ ارشاد فرمایا۔ اور یہ جو فرمایا کہ **فان معها مثل الذى معها** تو اس میں ایک بڑی علت کی طرف اشارہ ہے جس کے سمجھنے کے لئے پہلے ایک تمہید کو سمجھ لینا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ تین قسم کی چیزیں ہوتی ہیں بعضے تو ایسی ہیں کہ جن سے محض التذاذ مطلوب ہوتا ہے نہ کہ رفع حاجت مثلاً میوہ وغیرہ کھانا اور بعض سے فقط رفع حاجت مقصود ہے جیسے پاخانہ پھرنا اور بعض ایسی ہیں جن سے التذاذ و رفع حاجت دونوں مقصود ہوتے ہیں[2]۔

فائدہ: قوله فى صورة الشيطان قال القرطبى المراد بالصورة هنا الصفة كذا فى قوت المغتذى زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في حق الزوج على المرأة

قوله لامرت المرأة ان تسجد الخ: یہاں دو احتمال ہیں اول یہ کہ سجدہ سے سجدۂ تحیۃ و تعظیم مراد ہو۔ دوسرا

---

[1] در جمعیت کوش تا بہ ذات شوی ☆ ترسم کہ پراگندہ شوی مات شوی ۱۲ جامع [2] مسودہ میں تمہید کے بعد مقصود نہیں لکھا غالباً مقصود یہ ہے کہ جماع میں لذت اور رفع حاجت دونوں ہیں بیوی کے ساتھ جماع کرنے میں رفع حاجت ہوگی اور شوق لذت مضمحل ہو جائے گا اور اگر جماع نہ کرے تو انجذاب بڑھنے کا خطرہ ہے اور غیر نبی کے لئے اس پر قابو پانا مشکل ہوگا اس لئے آپ نے تعلیم امت کے لئے ایسا کیا۔ عبد القدوس عفی عنہ۔

besturdubooks.wordpress.com

یہ کہ سجدۂ عبادت مراد ہو۔ ہماری شریعت میں ابتداء ہی سے اول منسوخ ہے کما حققناہ فیما علقناہ علی بیان القرآن فی قصة آدم۔ اور دوسرا کفر ہے اور کسی شریعت میں غیر اللہ کے لئے جائز نہیں ہوا۔ اگر حدیث کو اول پر محمول کیا جائے وہو اقرب۔ تو معنی یہ ہیں کہ سجدۂ تحیت جو کسی کے لئے جائز نہیں اگر ہماری شریعت مقدسہ میں جائز رکھا جاتا تو مخصوص شوہر کے ساتھ ہوتا۔ اور اگر دوسری صورت پر حمل کیا جائے تب بھی یہی معنی ہوں گے بزیادت مبالغہ وہو ابعد وان جاز بناء علی فرض المحال العدی وجاز فرض المحال العقلی ایضا فافہم۔

اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شوہر کا رتبہ والدین کے رتبہ سے بڑھ کر ہے کیونکہ ایسے الفاظ حدیث وقرآن میں والدین کے بارے میں وارد نہیں ہوئے۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

قوله عن مساور الحميرى عن أمه قلت في حاشية شرح السراج مساور...... مجهول من السادسة اه وكذلك امه لم تعرفه الترمذي حديثه ولكن لما حسن الترمذي علم انه عرفهما وان لم يذكر مايدل عليه ولايعترض به عليه من له يد في الفن وفي تهذيب التهذيب مساور الحميرى عن ابيه عن ام سلمة وعنه ابو نصر عبدالله بن عبدالرحمن الضبي وهو من رواة الترمذي وابن ماجه قلت قرات بخطا الذهبي خبره منكر انتهٰى وله في الكتابين حديثان احدهما في فضل علي رضي الله تعالىٰ عنه والآخر ايما امرأة ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنة قال الترمذي في كل منهما حسن غريب اه ص١٠٣ ج١٠

قوله وان كانت على التنور: احقر کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ کھانا پکانے کا کام ایسا ہے جس سے فراغت ہونے کے کچھ دیر بعد قلب کو سکون ہوتا ہے اور اس کام کے مشغولی کے وقت پریشانی بھی ہوتی ہے پس اس وقت فوراً کوئی دوسرا کام کرنا خصوصاً مجامعت جس کا مدار اطمینان ونشاط پر ہے سخت دشوار ہے سوایسے وقت بھی زوج اگر بلائے تب بھی انکار نہ کرے اور حاجت سے مراد بقرینۂ مقام جماع ہے اور مقصود اس مضمون سے مبالغہ فی اطاعة الزوج ہے۔ اب اس معنی کے بعد یہ مراد لینے کی حاجت نہیں کہ روٹی جلتی چھوڑ کر اس کی حاجت پوری کرے جبکہ روٹی اسی کی مملوک ہو فانہ رضی باتلاف مالہ اس لئے کہ اتلاف مال ممنوع ہے پھر خواہ مخواہ کیوں ایسا محمل قرار دیا جائے جس میں کوئی خدشہ لازم آئے اور کسی غیر ظاہر تاویل سے اس کا جواب دینا تکلف ہے ولاحاجة الیہ۔

قولهٗ اذا الرجل دعا زوجته هو من قبيل اذا الشمس كُورت قاله ابو الطيب. زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء في حق المرأة علىٰ زوجها

قوله عوان جمع عانية واسرى جمع اسير كما في مفردات الراغب. **قولهٗ مبنية** من التفعيل على زنة اسم الفاعل قال في الكمالين تحت قوله تعالىٰ هذا هو من بين بمعنى تبين اللازم ويجوز ان يكون مفعوله محذ وفا اى مبينة حال صاحبها وهذا كقولهم بينة في المقلمة اه

besturdubooks.wordpress.com

قوله مبرح علی زنة اسم الفاعل من التبریح قال فی الدر النثیر التبریح المشقة والشدة وضرب مبرح شاق اھ

قوله: فلا یوطئن من الایطاء صیغة جمع مونث قال الخطابی (الشافعی شارح سنن ابی داؤد) معناه ان لایاذن لاحد من الرجال یدخل فیتحدث وکان الحدیث من الرجال الی النساء من عادات العرب لایرون ذالک عیباو لایعددنه ریبة فلما نزلت اٰیة الحجاب وصارت النساء مقصودات فهی عن محادثتهن والقعود الیهن انتهٰی مافی شرح ابی الطیب ملخصا قلت الظاهران عدم عدهم ذالک ریبة لعله مبنی علی عدم وقوع الفاحشة بالخداع فیهم واللہ تعالٰی اعلم۔

باب ماجاء کراهیة اتیان النساء فی اَدبارهن

قوله عن علی بن طلق الخ: حکم ثانی کو آپ نے اس لئے ارشاد فرمایا کہ لوگ اس قبیح فعل سے نفرت کریں ورنہ اس نے تو فقط پہلا حکم دریافت کیا تھا اور دونوں حکموں میں مناسبت اشتراک نجاست ہے پس دونوں حکموں کا یکجا بیان کرنا مبالغہ فی الحکم الثانی کا سبب ہوگیا کہ دیکھو کہ جب دُبرایسا مقام ہے کہ اس سے ہوا نکلنے سے احداث کا حکم دیا جاتا ہے اور انسان قابل حضوری حق تعالٰی کی نہیں رہتا۔ جب تک کہ پھر وضو نہ کرے تو اس میں مجامعت کرنا کس قدر گندہ فعل ہے۔
خصوصاً جبکہ مجامعت لذت کا فعل ہے تو ایسے قبیح طریق پر قلب سلیم کبھی متلذذ نہیں ہوسکتا۔ انتھی التقریر۔

فائدہ: قوله الرویحة تصغیر الریحة اوالرائحة لحذف الهمزة عندالتصغیر ق المراد بها الرائحة القلیلة الخارجة من المسلک المعتاد ویدل علیه قوله اذا فسا احدکم ای احدث بخروج ریح من مسلکه المعتاد وان کان الفساء فی الاصل اسما لما یخرج بلاصوت۔

قوله فلیتوضأ امالانه کان قبل شروع التیمم اوبعده لکن بناء علی ان المراد بالقلة لیس مایخاف معها العطش بل هو فی مقابلة الوفور وذالک لان مراد السائل کان معرفة الفرق بین قلیل الریح وکثیرها فارشده صلی اللہ علیه وآله وسلم انه لا فرق بینهما

قوله فان اللہ لایستحی من الحق علة لبیان الحکم ای انما بینت لکم هذا الحکم لان اللہ لایستحیٖ من الحق انتهی مافی شرح ابی الطیب ملخصاً زاده الجامع عفی عنه۔

باب ماجاء فی کراهیة خروج النساء فی الزینة

قوله مثل الرافلة فی الزینة شرح ابی الطیب المثل بفتحتین بمعنی الحال و الصفة والرافلة بالراء والفاء ای الجارة ذیلها المتمایلة فی مشیتها والظاهر ان کلمة فی بمعنی اللام ای

لہ وانما ذکرہ فی هذا المواضع لان الامر ممایستحی منه للاالضرورۃ ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

حالها وصفتها فی القبح والبغض والکراهة عندالله تعالٰی کصفة ظلمة فی البغض والکراهة عند کم انتهٰی مافی شرح ابی الطیب زاده الجامع عفی عنه. (سیما ظلمة القیامة ۱۲ جامع)

باب ماجاء فی الغیرة

قوله عن ابی هریرة الخ: مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو اس امر سے غیرت معلوم ہوتی ہے کہ مسلمان ایسے امر کا ارتکاب کرے جس سے وہ روکا گیا ہے اور اس پر وہ کام حرام کیا گیا ہے اور غیرت باعث غضب کا ہے تو مومن کو چاہئے کہ ایسے امور سے بچے تاکہ غضب الٰہی سے نجات پائے۔

باب ماجاء فی کراهیة ان تسافر المرأة وحدها

قوله لایحل لامرأة الخ: اس باب میں اختلاف ہے کہ عورت کو نامحرم کے ساتھ تین دن یا اس سے کم کا سفر کرنا جائز ہے یا نہیں۔ سو اس میں تفصیل یہ ہے کہ تین دن یا زیادہ کا سفر تو اس لئے ناجائز ہے کہ اس میں مسافت شرعی ہے اور اس میں نص وارد ہے اور اس سے کم کا سفر اس لئے منع ہے کہ فتنہ وفساد کا خوف ہے حتی کہ اگر گھر سے باہر نکلنے میں بھی فتنہ کا خوف ہو تب بھی باہر نکلنا ناجائز ہے۔

چہ جائیکہ ایک روز یا دو روز کا سفر ہو۔ اور اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو تین دن سے کم مسافت کا سفر جائز ہے۔ اسی طرح حج کے لئے عورت کو جانا بغیر محرم کے جائز نہیں۔ اور بعض ائمہ کے نزدیک جبکہ محلہ کی عورتیں ہمسفر ہوں اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو ان کے ہمراہ حج کے لئے سفر کرنا بغیر محرم کے جائز ہے انتھی التقریر۔

فائده: فی شرح ابی الطیب ثم قوله ثلثة ایام لایدل علٰی جواز السفر بلا محرم دون ثلثة ایام اذ لا مفهوم للعدد (عند اکثر الاصولیین قاله العراقی) وعلی تقدیر اعتداد مفهوم العدد لایعارض الصریح (المنطوق) من قوله مسیرة یوم ولیلة قال المحقق ابن الهمام وقدروی عن ابی حنفیة وابی یوسف کراهة الخروج لها مسیرة یوم ولیلة اه ملخصا قلت الحکم بالکراهة لاالتحریم لانه ثبت بخبر الواحد والظاهر ان المفهوم للعدد یعتبر حیث دلت قرینة علیه والا لاکما لا یخفی علی العالم بمحاورات الالسنة وهناک قرینة دالة علٰی خلاف ذالک وهی خوف الفتنة غالبا فان النساء حبالة الشیطان فالحکم معلق بذالک والتحدید موکول الی من ابتلٰی به هذا هو التحقیق عندی.

قوله لان المحرم من السبیل فی شرح ابی الطیب ماروی الحاکم عن سعید بن ابی عروبة عن قتادة عن انس فی قوله تعالٰی ولله علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلًا قیل یارسول الله! ما السبیل قال الزاد و الراحلة وقال صحیح علٰی شرط الشیخین ولم یخرجاه اه

besturdubooks.wordpress.com

قلت قوله لان المحرم الخ لم يرد به انه وارد في الحديث مصرحا بل مراده ان القدرة على الوصول الى مكان الحج شرط في وجوب الحج ولما منعت عن السفر وحدها فكانها لم تقدر عليه ولم تجد السبيل فافهم حق الفهم زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في كراهية الدخول على المغيبات

قوله يا رسول الله افرأيت الحمو قال الحمو الموت . الخ

دیور سے پردہ کرنا ضروری ہے اور خلوت اس کے ساتھ ممنوع ہے اور اصل تو یہی ہے کہ دیور سے پورا پردہ کرے اور بالکل اس کے سامنے نہ آئے اور اگر کسی سخت مجبوری کی وجہ سے اس قدر پردہ ممکن نہ ہو تو سوائے ہاتھ پیر اور منہ کے اور کوئی عضو اس کے سامنے نہ کھولے بلکہ سفید چادر خوب لپیٹ کر اوڑھ لے (یعنی زینت کے کپڑے پہن کر بھی اس کے سامنے نہ آئے ۱۲ جامع)

اور جاننا چاہئے کہ ہاتھ پیر اور منہ حقیقۃً ستر نہیں ہیں بلکہ خوف فتنہ کی وجہ سے ان کو حکماً ستر قرار دیا گیا ہے انتہی التقریر۔

فائده: قوله افرأيت الحمو. بفتح الحاء وسكون الميم بعدها واواوهمزاى اخبرني عن دخول الحمو عليهن قال القاضي الحمو قريب الزوج كابنه واخيه كذا في شرح ابي الطيب قلت المراد به ههنا قريب الزوج ممن يجب عليها الستر فافهم.

قوله المغيبات بضم الميم جمع مغيبة من اغابت اذا غاب عنها زوجها يقال امرأة مغيبة ومغيب بحذف التاء واثباتها ولعل ذالك لانه من صفات النساء كالحائض والحامل والمراد منها من غاب عنها زوجها سواء كان في بلدها اولا. كذا في شرح ابي الطيب زاده الجامع عفي عنه.

باب

وله فاسلم۔ (کمافی الکتاب ۱۲ جامع): بعض لوگوں نے اس کو بصیغۂ متکلم کہا ہے اور بعض نے بصیغۂ ماضی فرمایا ہے (کمافی جامع الدارمی ۱۲ جامع) اور سفیان رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ والشیطان لایسلم دعوی بلا دلیل ہے کیونکہ اسلام شیطان کی نفی پر کوئی دلیل قائم نہیں اور تحت قدرت داخل ہے ہی پس کوئی بڑی بات نہیں کہ وہ اسلام لایا ہو انتہی التقریر۔

فائدہ: قوله استشرفها اى راها من اعلى مايفتن به الناس اودعا الناس الى التشرف اليها اى التطلع قوله دخيل بفتح الدال المهملة وكسر الخاء المعجمة هو الضيف والنزيل كله في قوة المغتذى زاده الجامع عفي عنه.

besturdubooks.wordpress.com

ابواب الطلاق واللعان
عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
باب ماجاء في الرجل طلق امرأته البتة

قوله انی طلقت الخ: طلاق بمنزلہ جنس کے ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں رجعی اور بائن۔ اور لفظ مذکور میں دونوں احتمال ہیں اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفصال فرمایا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں یہ تینوں طلاق ایک ہی سمجھی جاتی تھیں جب عرف بدلا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تینوں کو جدا جدا قرار دیا یہ معنی ہیں اس اختلاف کے۔ محققین کے نزدیک اور عرف بدلنے سے امام صاحب کے نزدیک بھی حکم بدل جاتا ہے انتھی التقریر

فائدہ: اہل کوفہ کا جو مذہب ہے اس میں امام صاحب بھی داخل ہیں اور دو کی نیت کرنے سے دو واقع نہ ہوں گی یا تو ایک واقع ہوگی اور یا تین بناء علی ان الجنس یطلق علی الواحد او علی الجمع لا علی الاثنین۔ اور جس صورت میں دو کی نیت کی تو اس صورت میں ایک ہی واقع ہوگی اور ایک کی نیت لغو سمجھی جائے گی اور تحلیف احتیاطاً تھی ورنہ طلاق کے باب میں۔ فقط مرد کا قول کافی ہے۔

ویریده عموم الحديث الموقوف الطلاق بالرجال ومعناه الطلاق يعتبر بالرجال نقله في الدار النثير عن ابن الجوزي والحديث الموقوف رواه الدار قطني والبيهقي كما في النيل. وفي شرح ابي الطيب قوله طلقت امراتي البتة هو مصدريت بمعنى قطع ونصبه بفعل محذوف اى قطعت الوصلة قطعا اوهو بمعنى القاطع صفة الطلاق المقدر اوهو مصدر لفعل الطلاق بناء على اعتبار الطلاق قاطعا للوصلة فمعنى طلقت قطعت وصلتها

اه زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء في أمرك بيدك

قوله عن ابی هریرة الخ: اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ امرک بیدک اور اختوت کے لفظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے جہاں کنایات کا بیان فرمایا ہے (لقولہ امرأۃ ۱۲ جامع) وہاں ان الفاظ کو نہیں ذکر کیا۔ البتہ ان کی عبارات سے ابہام ہوتا ہے کہ ان لفظوں سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے لیکن اگر واقع ہو جاتی تو اختیار دینے کے کیا معنی۔ اختیار تو اسی لئے دیا جاتا ہے کہ اگر چاہے تو طلاق لے لے اور اگر نہ چاہے تو نہ لے اگر وہ نہ لے تو زوج زبردستی نہیں کر سکتا۔

سو حاصل یہ ہے کہ امرک بیدک کہنے سے اگر عورت طلاق منظور کر لے اور اخترت وغیرہ کہہ دے تب تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔۔۔ اور اس باب میں اختلاف ہے کہ جب عورت صورت مذکورہ میں طلاق اختیار کر لے تو کتنی طلاق واقع ہوں گی اور اس میں زوج کی نیت کا اعتبار ہے یا زوجہ کے قصد کا امام صاحب کے نزدیک اس باب میں زوج کے قصد کا اعتبار ہے۔

غرض اگر زوج کا قصد ایک طلاق کا ہوگا تو ایک واقع ہوگی اور اگر تین کا ہوگا تو تین واقع ہوں گی۔ خواہ زوجہ ایک اور

besturdubooks.wordpress.com

تمین میں اس کی موافقت کرے یا نہ کرے۔ انتھی التقریر۔

فائدہ: قال الجامع وجه قول الامام مانقلناه من قبل من عموم الحديث الموقوف الطلاق بالرجال وسياتي مايثبت به مرفوعا فان قلت قد اسقط الزوج اختياره ولذا لايكون له ان يمنع وقوع الطلاق اذا اختارت بعد قوله امرک بيدک قلت انما اسقط اختياره في الطلاق المقيد المنوى عنده من واحد اوثلث لافي الطلاق المطلق الصادق على الواحد والثلث كذلک القي فيروعي ثم اطمئن به قلبي والله تعالىٰ اعلم بامری ومافعلته عن امری۔

قوله اللهم غفرا كلام معترض وفي القوت غفرا بفتح الغين المعجمة هو منصوب على المصدر اه اى اغفرلي غفرا...... وقوله الا ما حدثني معطوف على قوله لا الا الحسن بحذف العاطف وانما استغفر مع ان الظاهر انه لم يتعمد بالكذب وانما كان سهوًا لانه كان خطأً وغلطا في امر الدين وان لم يكن قصدا وقد تكون الغفلة باعثة عليه ففيه التقصير في الجملة في حقوقهٖ تعالىٰ وان لم يؤاخذ عليه برحمته تعالىٰ فحق العبد ان يستغفر حق الاستغفار وفيه وجه آخر وهو سبق المعصية المسببة لهٰذا الجزاء على الاحتمال فافهم وتامل۔

قوله نسي في شرح السراج فراموش كرده كثير آنرا وپیش ازیں مارابآں حدیث بیان کرده بود اه

قوله وكان علي بن نصر حافظا الخ قلت يحتمل ان الترمذى ذكره لمحض التعريف ويحتمل انه ذكره لتقوية سند المرفوع فمعناه علىٰ هٰذا ان محمد بن اسمٰعيل وان لم يثبت سند المرفوع لكن ذكره شيخنا الحافظ ويبعد منه ان يخطأ فيه والاغلب على الظن انه اراد به ذالک۔

وفي شرح السراج دراصطلاح محدثين حافظ كسے راگويند كه صد هزار حديث در حفظ اوباشد متناواسنادًا وجرحا وتعديلاً اه

قوله القضاء ماقضت اى الحكم ماحكمت به المرأة فان طلقت ثلثا وان واحدة فواحدة كذا في شرح ابي الطيب زاده الجامع عفي عنه۔

باب ماجاء في المطلقة ثلثا لاسكنىٰ لها ولانفقة

قوله قال عمر الخ

في شرح السراج اخرج مسلم من طريق ابي اسحاق قال حدث الشعبي بحديث فاطمة بنت قيس فاخذ الاسود كفا من حصى فحصبه به فقال ويحک تحدث بهٰذا قال

besturdubooks.wordpress.com

عمر لانترک کتاب ربنا ولاسنة نبينا صلى الله عليه وآله وسلم بقول امرأة لاندرى حفظت ام نسيت واخرج مسلم عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنهاانها قالت مالفاطمة خير ان تذكر هذا الحديث وللبخارى مالفاطمة الاتتقى الله تعالىٰ اه

واعلم ان عمر رضى الله تعالىٰ عنه لم يترک حديث فاطمة بناء على انه خبر الواحد بل لمعارضة السنة المشهورة عندهم فحديث فاطمة بمنزلة الشاذ والثقة اذا شذ وخالف الثقات لا يقبل عند مارواه فاحفظه والأية الدالة علىٰ وجوب السكنىٰ قوله تعالىٰ ولا تخرجوهن من بيوتهن الخ وعلىٰ وجوب النفقة وعلى المولودله رزقهن وكسرتهن وقوله تعالىٰ متاعًا بالمعروف زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء لاطلاق قبل النكاح

قوله لانذر لابن ادم الخ: یہ حدیث دو معنی کو محتمل ہے ایک تو یہ کہ جو شخص جس چیز کا مالک نہ ہو نہ صورتاً نہ معنیً اس میں اس کا نذر کرنا معتبر نہیں اور ایسے ہی جس غلام کا مالک نہ ہو اس میں عتق غیر معتبر ہے اور اسی طرح جو عورت ہنوز اس کے نکاح میں داخل نہیں ہوئی اس کے ساتھ طلاق متعلق نہیں ہو سکتی دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ جو شخص صورتاً مالک نہ ہو یعنی بالفعل تو ... اس کی ملک میں نہیں گو پھر کسی وقت میں اس کی مملوک ہو جائے اور وہ اس ملک کے ساتھ امور مذکورہ کو معلق کرے تو اس تعلیق کا اعتبار نہیں اسی معنی کو اختیار کیا ہے امام شافعی (اور جمہور نے ۱۲ جامع) اور اول معنے کا اعتبار کیا ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (اور زہری نے ۱۲ جامع) نے پس امام صاحب کے نزدیک امور مذکورہ کو اگر معلق کیا ملک کے ساتھ تو تعلیق صحیح ہو جائے گی۔

مثلاً کہے کہ میں فلاں عورت سے اگر نکاح کروں تو طالق ہے اور فلاں غلام کو خرید وں تو وہ آزاد ہے اور فلاں شئے کا مالک ہوں تو حق تعالیٰ کے لئے اس کا خیرات کرنا میرے ذمہ ہے تو یہ سب تعلیقات صحیح ہوں گی اور جب ملک ثابت ہوگی تعلیق کا حکم لازم ہوگا کیونکہ تعلیق کے وقت یہ صورتاً مالک تھا (یعنی بالقوہ مالک تھا ۱۲ جامع) اور اب معنی مالک ہو گیا (یعنی بالفعل مالک ہو گیا ۱۲ جامع) اور حضرت ابن مسعود سے یہی حکم مروی ہے جیسا کہ ترمذی نے روایت کیا ہے اور معنی اس کا وہی ہے جو بیان کیا گیا ہاں ایک حدیث ہے کہ اگر وہ صحیح ہو تو البتہ اس پر عمل کرنا ضرور ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے کہ بغیر نکاح کے طلاق واقع نہیں ہوتا۔

قوله فقال ابن المبارک الخ: حضرت ابن المبارک نے کیسی عمدہ بات فرمائی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر وہ پہلے سے اس مسئلہ کو حق سمجھ رہا تھا تو اس پر عمل کر لینا حق پر عمل ہے کوئی غرض نفسانی متعلق نہیں ہے اور اگر اس نے ابتلاء سے پہلے اس کو باطل سمجھا اور ابتلاء کے بعد اس پر عمل کیا تو اس نے دین کے عوض اپنی غرض نفسانی اختیار کی اور باطل پر عمل کیا۔ یہاں سے تقلید بھی ثابت ہوتی ہے اب معلوم کرنا چاہئے کہ تقلید واجب ہے یا نہیں۔ اور برتقدیر وجوب واجب لعینہ ہے یا واجب لغیرہ۔ سو تقلید واجب لغیرہ ہے۔ اور تقلید کے معنی یہ ہیں کہ کسی کے قول کو بے دلیل تسلیم کر لینا اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص صرماہانہ پر کسی کا نوکر ہو اور اس کے آقا نے دس روز کے بعد اس کو برخاست کر دیا۔ اب وہ کسی خواندہ شخص کے پاس آیا اور کہا

besturdubooks.wordpress.com

کہ مجھے بتلا دیجئے کہ صرماہانہ کے اعتبار سے دس روز کی کیا تنخواہ ہوئی اس نے حساب لگا کر اس کو دس روز کی تنخواہ بتلا دی سائل نے محض اس کے کہنے پر اس قول کو تسلیم کرلیا اور کوئی دلیل نہیں طلب کی۔

اور اسی طرح طبیب کے پاس مریض معالجہ کے لئے جاتا ہے اور طبیب جو نسخہ لکھ دیتا ہے اس کو بلا دلیل مریض تسلیم کرلیتا ہے۔ اور یہ تقلید جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں بھی تھی۔ آپ جو ارشاد فرماتے تھے لوگ بسر وچشم اس ارشاد کو بلا دلیل تسلیم کرلیتے تھے آپ کے زمانہ کے بعد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عوام کا یہی برتاؤ رہا اور وجہ اس کی یہ تھی کہ دین واسلام کا ذوق لوگوں کے دلوں میں بھرا ہوا تھا اگر لوگ اسی طریق پر رہتے تو تقلید شخصی کی حاجت نہ ہوتی اور اس زمانہ میں یہ حال تھا کہ جس سے چاہا مسئلہ دریافت کرلیا مسئول عنہ نے اپنے مذہب کے موافق بتلا دیا کہ یوں عمل کرلو۔ اب جبکہ وہ زمانہ نہ رہا اور نفوس خراب ہو گئے تو علماء عقلاء نے یہ صورت نکالی کہ جو شخص جس کی تقلید کرے آخر حیات تک اسی پر قائم رہے اور اس کے مذہب کے سوا دوسرے کے قول وفعل ومذہب پر عمل نہ کرے۔

(الا عند الاضطرار وذالک لئلا یتلاهی الناس في الدین فانه لوترک عنافهم خیر لهم ان یسئلوا من شاء وایصیدون الدنیا فی صورة الدین ولایبالون بمایفعلون وانما یکون غرضهم حصول المطالب فبای مذهب حصلت لا الامتثال علی احکام الدین قاله الجامع عفی عنه۔)

اور نفس تقلید زمانہ نبویہ سے ثابت ہے اور تقلید شخصی قرآن مجید سے ثابت ہے **قال الله تعالیٰ اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولي الامر منکم** یہاں سے تقلید امام صاحب کی ثابت ہے اور حق تعالیٰ نے **اطیعوا الاولی الامر منکم** نہیں فرمایا بلکہ یہ ہمراہی خدا ورسول اولی الامر کو بھی ذکر کیا تاکہ لوگوں کو اس باب میں شک نہ رہے کہ امام صاحب کی اطاعت وتقلید عین حق تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وتقلید ہے اور تقلید شخصی کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی مریض ایسے طبیب سے علاج کرائے جس سے اس کو عقیدت ہو اور جس کے علاج پر اس کو اطمینان ہو تو ظاہر ہے کہ شفاء کی امید ہے اور جو وہ ایک روز کسی کا نسخہ استعمال کرے دوسرے روز کسی کا علم جرا۔ تو ظاہر ہے کہ اختلاف رائے کی وجہ سے معالجہ خراب ہو جائے گا اور اس مریض کے تندرست ہونے کی امید نہیں اگر کہا جائے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں مثلاً بعض احکام میں سہولتیں ہیں اور حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں بعض احکام ہیں شدت اور مزید احتیاط ہے اور سہولت پر عمل کرنا آسان ہے پس جہاں سہولت ہو وہاں دوسرا مذہب اختیار کرلینا چاہئے۔

تو جواب یہ ہے کہ اگر چند طبیب نسخہ لکھیں اور کم قیمت والا نسخہ مریض کے تیمردار اس کو بلحاظ مذکور استعمال کرائیں تو ظاہر ہے کہ یہ سخت غفلت اور تباہی مریض کے سامان ہیں۔ بلکہ عقل سلیم کا مقتضا یہ ہے کہ جس میں احتیاط زیادہ ہو اس پر عمل کیا جائے پس یہی تقلید کے باب میں سمجھ لو (اور اللہ تعالیٰ جب نیت بخیر ہوتی ہے سب دشواریاں سہل فرما دیتا ہے ۱۲ جامع)

اسی لئے صوفیہ کا یہ مسلک ہے کہ "الصوفی لا مذہب لہ" اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے یہاں احتیاط بہت ہے جس امر میں احتیاط دیکھتے ہیں اسی کو اختیار کرتے ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

مثلاً عورت کو ہاتھ لگانے سے نقض وضو وغیرہ تاکہ نفس پر جبر ہو پس ثابت ہوا کہ تقصید واجب لغیرہ ہے اور کسی سے بیکار جھگڑا نہ کرنا چاہئے اگر ذکر آئے تو یہی بیان کر دینا کافی ہے انتہی التقریر۔

فائدہ: حضرت عبداللہ بن مسعود کے قول سے حنفیہ کو استدلال کرنا مشکل ہے اس لئے کہ ان کا یہ قول معینہ عورت کے باب میں ہے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور زہری رحمۃ اللہ علیہ تابعی کا مذہب علی الاطلاق ہے۔ ہاں تقریر استدلال جو تقریر مذکور میں کی گئی وہ دلیل حنفیہ کی ہے اور زیادہ تصریح عبداللہ بن مسعود کے قول کی اس عبارت میں ہے۔

في شرح ابي الطيب وقال ايضا مالک بلغه ان عبدالله بن مسعود كان يقول فيمن قال كل امرأة انكحها فهي طالق انه اذا لم يسم قبيلة اى بعينها او امرأة بعينها فلا شي عليه ثم قال اذا لم يسم قبيلة اوارضا اونحوهذا يعنى قياس الكل واحد اه

وفي نيل الاوطار عن جابر موفوعا بلفظ لاطلاق الابعد نكاح ولا عتق الابعد ملک اخرجه الحاكم في المستدرک وصححه وقال انا متعجب من الشيخين كيف اهملاه وقد صح على شرطهما من حديث ابن عمر و عائشة وعبدالله بن عباس ومعاذ بن جبل وجابر انتهى وحديث ابن عمر اخرجه ايضا ابن عدى ووثق اسناده الحافظ وقال ابن صاعد غريب لا اعرف له علة اه ص ١٦٥، ١٦٦ ج ٢.

وفيه ايضا عن المسوربن مخرمه ان النبى صلى الله عليه وسلم قال لا طلاق قبل نكاح ولا عتق قبل ملک رواه ابن ماجه وحسنه الحافظ فى التلخيص ج٢ ص ١٦٥ وفى التعليق الممجه بعد نقل حديث الحاكم مختصراً واجاب عنه اصحابنا ومن وافقهم بحمله على التنجيز واخرج عبدالرزاق عن معمر بن الزهرى انه قال في رجل قال كل امرأة اتزوجها فهي طالق وكل امة اشتريها فهي حرة هو كما قال فقال له معمراوليس جاء لاطلاق قبل نكاح ولا عتق الابعد ملک قال انما ذالک ان يقول الرجل امرأة فلان طالق وعبد فلان حر اه ص ٢٥٣ قلت حمله على التخيير ظاهر معناه ان الطلاق لا يقع عند قوله الطلاق وهذا يعلمه كل احد فان امرأة ليست منكوحة له الأن وطلقها فكيف يشک احد في ان الطلاق غير واقع فان التصرفات تنفذ في المملوكات لاني غيرها فما الفائدة في قوله عليه الصلوٰة والسلام هذا فحمل الحديث عليه بعيد جدا وعين ذالک تاويل الزهرى التابعي رحمه الله تعالىٰ واماما يقتضيه النظر الدقيق والفقه السليم فهو ان يقال وهو غير بعيد في تاويل الحديث انه كان يحتمل ان من طلق غير المنكوحة بلفظ هى طالق اوانت طالق مثلاً يظهر اثره حين ينكحها فازاحه صلى الله عليه واله وسلم بقوله هذا فان المطلق طلق حين

besturdubooks.wordpress.com

لم يملک ولما ملكه لم يطلق فلا اثر لذلک القول في المنكوحة ولا تعرض في الحديث عن الطلاق المعلق بزمان النكاح مثلاً ان يقول كل ما اتزوجها فهو طالق او ان تزوجت فلانة فهي طالق فهٰذا الطلاق اضيف الٰى زمان الملک فكانه ملک ثم طلق والقياس يقتضي نفاذه نعم لوحمل لفظ التنجيز وقول الزهري عليه لكان تاويل الاصحاب قويا والله تعالٰى اعلم.

قوله المنصوبة في شرح ابي الطيب اى المعينة من نصب اذارفع لان المعينة رفعت بالتعيين من حضيض الابهام والجهالة وفي بعض النسخ المنسوبة بالسين اى التى نسبت الٰى قبيلة وموضع ا ه زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء ان طلاق الا مة تطليقتان

قوله طلاق الامة الخ: یہ حدیث امام صاحب کے تین مسئلوں کی دلیل ہے اول یہ کہ طلاق کا حکم عورت کے اعتبار سے ہے اسی وجہ سے طلاق العبد نہیں فرمایا۔ دوسرا یہ کہ عدت لونڈی کی چونکہ دوحیض ہیں اس لئے حرہ کی عدت تین حیض ہی ہوں گے پس قران مجید میں ثلثة قروء سے مراد تین حیض ہیں تیسرے عدۃ امت کی دوحیض کا ہونا۔

باب ماجاء في الخلع

قوله عن الربيع الخ: بعض ائمہ کے نزدیک تو عدۃ خلع ایک ہی حیض ہے جیسا کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس کی عدت تین حیض ہیں اور تنوین حیضۃ میں نوعی ہے اور دیگر ائمہ کے نزدیک تنوین افرادی ہے انتھی التقریر۔

فائده: وفي شرح ابي الطيب وفي مؤطا مالک كانوا يقولون عدة المختلفة مثل عدة المطلقة ا ه

وفيه ايضا روى مالک في مؤطاه عن نافع انها جاء ت هي وعمتها الى عبدالله بن عمر فاخبرته انها اختلف من زوجها في زمان عثمان بن عفان فبلغ ذالک عثمان بن عفان فلم ينكره ا ه

وفي شرح السراج پس شاید کہ خلع دوبارہ شدہ باشد یکے در عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم ودیگر در زمان عثمان ا ه زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في الرجل يسأله ابوه ان يطلق امرأته

قوله عن ابن عمر الخ: اگر عورت نے کوئی ایسا قصور کیا ہو کہ جس سے والد (یا والدہ) متاذی ہوں تب تو ان کے حکم سے عورت کا طلاق دینا مرد کے ذمہ ضروری ہے اور والدین کو اس عورت سے کچھ تکلیف نہ پہنچتی ہو ویسے ہی وہ حضرات لڑکے سے فرمائش کریں کہ تو اپنی بی بی کو طلاق دے دے تو ان کے استرضاء کے لئے اس صورت میں طلاق دینا مستحب ہے۔

فائده: احقر کے نزدیک یہ استحباب محل نظر ہے لحديث ابي داؤد بسند صحيح ابغض

besturdubooks.wordpress.com

الحلال الی الله الطلاق اه وقد کان کذلک لانه یخالف المروۃ ویوذی المرأة والنکاح انما یکون للابد علی الاصل وهذا یخالفه وقدتتا ذی المرأة تاذیا شدید افلا یعارض ذالک الاستحباب هذه الامور الشدیده فاهم وقد فعله صاحب التقریر فی تتمه بهشتی گوهر لکن من حیث ایجاب الاحکام وجواز هالا من حیث الاستحباب فافهم زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی طلاق المعتوہ

قوله کل طلاق جائز الخ: اس حدیث میں حصر اضافی ہے اور اگر حصر حقیقی مانا جائے تو لازم آئے گا کہ صبی کی طلاق بھی واقع ہو جائے حالانکہ ایسا نہیں ہے اس لئے یہاں حصر اضافی قرار دیا جائے گا یعنی باعتبار عاقل کے حصر ہے اور معتوہ اس کو کہتے ہیں جس کی عقل پر جنون غالب ہو۔ اور سکران کی طلاق واقع ہو جائے گی اس لئے کہ اس نے خود ایسی ناشائستہ حرکت کی جو بدحواسی کا باعث ہوئی اور وہ حرام ہے پس اس کی رعایت نہ کی جائے گی انتہی التقریر۔

فائده: فی شرح السراج اخرج مسدد عن عثمان رضی الله تعالیٰ عنه قال طلاق السکران لایجوز اه وفیه ایضًا والمغلوب علی قوله عطف تفسیری باشد مؤیدست آن را که المغلوب بے واو کہ در روایت ترمذی آمده است اه وفیه ایضا قوله الا ان یکون الخ وهمیں ست مذهب امام ابو حنیفه اه وفی البخاری قال علی کل الطلاق جائز الاطلاق المعتوه اه ولا یعرف ذالک بالرای فتقوی حدیث الباب بهٰذا الاثر زاده الجامع عفی عنه.

باب

قوله عن عائشة قالت کان الناس والرجل الخ: فی شرح ابی الطیب هوبالواو فی اکثر النسخ والا قرب ان الواوزائدة فی خبر کان ای الرجل یطلق امرأته الی اخره قال فی مغنی اللبیب الواو الزائدة اثبتها الکوفیون والا خفش وجماعة وحملوا علی ذالک حتی اذاجاء وها وفتحت ابوابها وقوله تعالیٰ فلما اسلما وتله للجبین وفی المطول قد یزاد الواو فی باب خبر کان وغیرها علیٰ خلاف الاصل تشبیها له بالحال واما جعل الواوللحال فلا یستقیم اذلا یبقی لکان خبر وجعل کان تامة لایساعده المعنی اه

قوله الا اطلق فتبینی من بحذف النون علی انه جواب النفی بالفاء وفی بعض النسخ باثباتها بتقدیر فانت تبینین منی.

وقوله لا اودیک ابدا من الایواء ای لا افمک الیٰ نفسی ابدًا کذا فی شرح ابی الطیب قوله من کان طلق من لم یکن یطلق قلت بحذف العاطف الواو وفی روایة الموطا

besturdubooks.wordpress.com

كما في شرح ابي الطيب ومن لم يطلق زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في الحامل المتوفى عنها زوجها تضع

قوله عن ابي السنابل الخ: اس مسئلہ میں جو اختلاف مذکور ہے اس کا سبب یہ ہے کہ ایک آیت سورۂ بقرہ میں ہے۔

والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجاً يتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا

اور سورۂ طلاق میں دوسری آیت ہے۔

واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن

سوان دونوں آیتوں میں حوامل کی عدت کے باب میں معارضہ ہے پس جن صحابہ کو ان کا مقدم اور مؤخر ہونا معلوم ہو گیا انہوں نے سورۂ بقرہ کی آیت کو حاملہ کے باب میں منسوخ فرمایا اور آیت طلاق کو ناسخ اور جن کو اس کا پتہ نہیں لگا انہوں نے احتیاطاً ابعد الاجلین کو اختیار کیا انتہی التقریر۔

فائده: قوله فلما تعلت بتشديد اللام من تعلى اذا ارتضع اى ارتفعت وطهرت او من تعلى من علته اذا برأ اى خرجت من نفاسها وسلمت.

قوله تشوفت للنكاح اى مالت ونظرت من شاق اذا نظراى نظرت وتوجهت الى النكاح كله من شرح ابي الطيب زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في عدة المتوفى عنها زوجها

قوله عن زينب بنت ابي سلمة الخ.

ان حدیثوں میں پہلی جو حدیث ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسرے روز پھول اور خوشبو ملنا جائز ہے خواہ مخواہ لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں اس میں تو عین اتباع سنت ہے انتہی التقریر۔

فائده: قلت في النيل واما ما اخرجه ابوداؤد في المراسيل من حديث عمروبن شعيب ان النبي صلى الله عليه وسلم رخص للمرأة ان تحد على ابيها سبعة ايام وعلى من سواه ثلثة ايام فلوصح لكان مخصصًا للاب من هذا العموم لكنه مرسل وايضا عمروبن شعيب ليس من التابعين حتى يدخل حديثه في المرسل وقال الحافظ يحتمل ان ابا داؤد لايخص المرسل برواية التابعي اه

قلت مراسيله التى سكت عنها وهذا منها كما هوا الظاهر فان النقالين لم ينقلوا الكلام عليه عنه تصلح للاحتجاج عند من يحتج به ولكن يمكن ان عموم الحديث المسند يقتضي خلاف ذالك فلا يحمل بذالك المرسل ويقدم المسند عليه والله تعالىٰ اعلم زاده الجامع عفي عنه.

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی کفارۃ الظهار

قوله خمسة عشر صاعا: امام شافعیؒ کے مذہب میں تو یہ پندرہ صاع ساٹھ مسکینوں کو کفایت کرے گا اور ہمارے امام صاحب کے مذہب میں فقط تیس مسکینوں کو کفایت کرے گا باقی پندرہ صاع اسی کے ذمہ قرض رہا جب قدرت ہو ادا کرے کیونکہ امام صاحب کے یہاں ہر مسکین کو نصف صاع گندم یا ایک صاع دوسرے غلہ سے دینا واجب ہے جیسا کہ صدقہ عید الفطر میں ہے اور امام صاحب نے احتیاط پر عمل کیا ہے کہ جیسا صدقہ فطر میں جو مقدار معین ہے ویسے ہی یہاں بھی ہے انتہی التقریر۔

فائده: قلت تصريح قوله اطعام ستين مسكينا ينافي ذالك الاحتياط والحدود انما قررت لئلايتجاوز عنه فليتامل في الجواب عنه ويمكن لك ان تستدل عليه بما رواه ابوداؤد في بعض الاحاديث الواردة في هذه الكفارة والعرق مكتل يسع ثلثين صاعا ثم قال اى ابو داؤد وهذا اصح من حديث يحيى بن ادم (الذي ورد فيه والعرق ستون صاعا) والاخذ بالزيادة متعين والاعجب ان يكون بعض العرق بهذا المقدار زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء فی الایلاء

قوله قالت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ.

اگر کسی شخص نے ایلاء چار مہینے سے کم مدت کا کیا مثلاً ایک ماہ یا دو ماہ کا اور پھر وہ مرد اس مدت کے اندر عورت کے پاس چلا گیا تو بس وہ کفارہ ادا کر دے اور عورت اس کے لئے حلال ہے اور اگر اس نے چار ماہ کا ایلاء کیا اور اس مدت گزرنے کے قبل عورت کے پاس گیا تب بھی اس پر کفارہ یمین واجب ہے۔ اور اگر چار ماہ گزر گئے تو جمہور کے نزدیک ایک طلاق دے دے پس وہ عورت اس سے جدا ہو جائے گی یعنی طلاق بائن۔

اور امام صاحبؒ کے نزدیک مدت گزرنے سے خود ہی طلاق بائن ہو جائے گی۔ جمہور کے نزدیک فاء کلام اللہ میں تعقیب کے لئے ہے اور امام صاحب کے نزدیک تفریع کے لئے ہے انتہی التقریر۔

فائده: قلت يعني قوله تعالىٰ فان فاء وافان الله سميع عليم وفي شرح ابى الطيب قوله فحرم فجعل الحرام حلالا ظاهره انه حرمهن علىٰ نفسه لكن الثابت انه حرم العسل وروى انه حرم مارية باليمين ففى مسلم عن عائشة ان النبي صلى الله عليه وسلم يمكث عند زينب بنت جحش فيشر عندها عسلا قالت فتواطت انا وحفصة ان اتينا دخل عليها النبى صلى الله عليه وسلم فلتقل انى اجد منك ريح مغافير اكلت مغافير فدخل على احدهما فقالت ذالك فقال بل شربت عسلا عند زينب بنت جحش ولن اعودله فنزل لم تحرم ما احل الله لك انتهى وفي الارشاد السارى ان المراد بالتحريم تحريم شربت العسل او تحريم وطى مارية قال فى الفتح ولم اقف على نقل صريح انه صلى الله عليه وسلم امتنع من جماع نسائه اه

20 قلت في الباب النقول اخرج الحاكم والنسائي بسند صحيح عن انس ان رسول الله صلى الله عليه واله وسلم كانت له امة يطؤها فلم تزل به حفصة حتى جعلها على نفسه حراما فانزل الله يايها النبي الخ واخرج ايضا في المحتارة من حديث ابن عمر عن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم لحفصة لاتجزى احد ان ام ابراهيم على حرام فلم يقربها حتى اخبرت عائشة فانزل الله قد فرض الله لكم تحلة ايمانكم الخ.

قلت سنده ايضا صحيح كما قاله السيوطي في جمع الجوامع من ان مافي المحتارة صحيح اه ولا محذور في تعدد سبب النزول.

باب ماجاء اين تعتد المتوفى عنها زوجها

قوله حدثنا الانصاري الخ. اگر تحت مجبوری ہوتو دوسری جگہ جا کر رہنے میں مضائقہ نہیں ہاں بغیر حاجت شدیدہ قبل مضی العدت خروج جائز نہیں انتھی التقریر۔

فائدہ:۔ظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ مذکورہ میں مالک مکان اتنے دنوں رہنے سے ان بیوی کو روکتا نہ ہوگا پس حکما اس مکان میں رہنے پر قدرت حاصل تھی اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خروج کی اجازت نہیں دی ورنہ اجازت فرمادیتے۔

قال الله تعالیٰ لا يكلف الله نفسا الا وسعها قد تم ابواب النكاح بحمدالله العلى الوهاب ويتلوه ابواب البيوع.

besturdubooks.wordpress.com

ابوب البیوع

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب ماجاء فی ترک الشبہات

قولہ الحلال بین والحرام بین الخ: حضرات صوفیہ کرام رضی اللہ عنہم نے پچھلے زمانہ میں انہماک مباحات کو بھی چھوڑ دیا تھا اور اس زمانہ میں جو صوفیہ ہیں وہ بھی ایسا کرتے ہیں اور اہل ظاہران پر معترض ہوتے ہیں کہ اسلام میں رہبانیت پیدا کی ہے۔ حالانکہ وہ لوگ رہبانیت کے معنی نہیں جانتے۔ رہبانیت جن لوگوں نے اختیار کی تھی ان میں سے کسی نے گوشت چھوڑ دیا تھا کسی نے عورتوں سے تعلق چھوڑ دیا تھا اور جنگلوں اور پہاڑوں میں رہتے تھے اور انہوں نے ان امور کو عبادت مقصودہ قرار دے لیا تھا اور حضرات صوفیہ کرام اس کو عبادت مقصودہ نہیں قرار دیتے تھے۔ بلکہ ایک عارض کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ انہماک فی المباحات سے انسان مشتبہات میں اور ارتکاب مشتبہات سے محرمات میں مبتلا ہو جاتا ہے پس یہ ترک مقصود بالغیر ہے پس رہبانیت اور اس احتیاط میں بہت بڑا فرق ہے۔

باب ماجاء فی التبکیر بالتجارۃ

قولہ اللھم بارک الخ: صبح کے وقت برکت ہونے کی یہ وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ اکثر اس وقت گناہ نہیں ہوتے کوئی شخص منہ ہاتھ دھو رہا ہے کوئی اونگھ رہا ہے کوئی نماز پڑھ رہا ہے اور رات چونکہ آرام کا وقت ہے اس لئے اکثر گناہوں سے اس وقت نجات رہتی ہے پس صبح کا وقت اکثر خود بھی گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کا اتصال بھی ایسے ہی وقت سے ہے یعنی رات سے سو یہ وجہ برکت کی ہے اور شب اسی وجہ سے موضع تجلی جمال حق ہے اور دن بوجہ اس کے کہ اس میں معاصی کا اکثر ارتکاب ہوتا ہے مورد جلال حق ہے انتہی التقریر۔

فائدہ:۔ قولہ وکان صخر رجلا تا جرا جملۃ معترضۃ وکان اذا بعث تجارۃ الخ معطوف علی وکان اذا بعث سریۃ الخ.

اگر کہا جائے کہ صبح کا وقت تو خود ہی متبرک ہے اس میں دعا زیادت برکت کی اس قدر حاجت نہیں جس قدر دن میں جو اس صفت سے موصوف نہیں پھر کیا وجہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت میں ازدیاد برکت کی دعا فرمائی اور اس وقت کو اس خصوصیت سے مشرف فرمایا تو جواب یہ ہے کہ جس چیز کو حق تعالی نے بابرکت کیا ہے وہ محبوب عنداللہ تعالی ہے اور محبوب الہی کی زیادت تشریف کا خاصان خدا کو خاص خیال ہوتا ہے اور اس معنی کے اعتبار سے اس کا حق بھی ہے۔ کیونکہ محبوب کا محبوب خود محبوب ہوتا ہے جیسا کہ حرمین شریفین کا نام لیتے وقت زادہما اللہ تعالی شرفا کہا کرتے ہیں۔ اور یہ کہنا آداب میں سے بھی ہے جیسا کہ بزرگوں کے نام کے ساتھ کوئی تعظیمی لفظ بڑھا دیا جاتا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

نیز شریف اگر اشرف ہو جائے تو وہ زیادہ مفید ہوگا۔ بہ نسبت اس کے جو پہلے سے شریف نہ ہو اور اب شرف و برکت سے مشرف ہو وہو ظاہر۔

اور اس میں اشارہ خفیہ ہے اس امر کی طرف کہ جو شخص استعداد علیہ سے متصف ہو مربی کو۔اس کی خاص طور پر تربیت کرنا چاہئے اور اس سے تغافل اور استغناء محض اس بناء پر کہ یہ تو کامل ہے ہی اس کے اکمل ہونے کی طرف توجہ کی چنداں حاجت نہیں نازیبا ہے۔گو ناقص کو بھی کامل بنانا مطلوب ہے لیکن کامل کی اکملیت سے تغافل بھی نامناسب ہے کیونکہ اقتضاء عقل اور مطلوب خداوندی تحصیل کمالات ہے جس درجہ تک بھی ہو سکے اور اکمل سے بہ نسبت کامل کی مقصود کا بدرجہ اتم حاصل ہونا ظاہر ہے۔اور یہ امر طبعی ہے کہ اہل کمال سے خاصان خدا وعقلاء بعقل سلیم کو ایک اتصال معنوی ہوتا ہے پس یہ بھی ایک وجہ اختصاص کی ہے وکلھا من المواھب زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی الرخصة فی الشراء الی اجل

قوله سمعت محمد بن فراس قلت فاعل سمعت هو الترمذی قوله اهالة سخنة

ظاہر یہ ہے کہ یہ تغیر ریح بہت معمولی درجہ کا تھا ورنہ آپ کی لطافت طبیعت اس کو گوارا نہ کرتی اور اس میں آپ کی تواضع کا کافی اظہار ہے کہ آپ کی نظر میں خدا تعالیٰ کی نعمت کی کس درجہ قدر تھی اور اپنے کو کس قدر معمولی خیال فرماتے تھے بخلاف دنیا داروں کے کہ ذرا سی ذرا سی باتوں میں نخرہ کرتے ہیں۔بعضے لوگ اگر کھانا چند وقت کا ہو جائے اور ذرا بھی تغیر نہ ہو تب بھی اس کو نہیں کھاتے اور اس کی تحقیر کرتے ہیں۔اور اس قدر ضیق کی حالت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی قبل فتح خیبر تھی اور بعد فتح خیبر کشائش ہو گئی تھی ففی التلخیص الحبیر نقد صح۔

عن عائشة قالت شبعنا اور یوم فتح خیبر من التمرج ا ص ۴۰.

لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ کشائش اہل وعیال کے ساتھ مخصوص تھی۔چنانچہ مروی ہے کان اذا تغدی لم یتعش واذا تعشی لم یتغدی رواہ ابو نعیم وصححه السیوطی فی الجامع الصغیر۔

اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ کشائش عام ہو جس میں خود نفس نفیس بھی شامل ہو اور فقط ایک وقت کے بقدر ضرورت اچھی طرح کھانے سے کشائش مراد ہو اور سب اہل وعیال بھی ایک ہی وقت کھاتے ہوں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب ماجاء فی کتابة الشروط

قوله بیع المسلم المسلم.

یعنی وہ ایسی بیع ہے جیسی کہ مسلمانوں کی بیع ہوتی ہے اور دستاویز اس زمانہ میں مشتری کے پاس رہتی تھی۔

فائدہ: قوله اشتری منه الخ بدل من اشتری المذکور من قبل.

اور دستاویز اس زمانہ میں بھی مشتری کے پاس رہتی ہے پس یہ طریقہ سنت ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء في بيع من يزيد

قوله عن انس بن مالک الخ.

بعضے لوگوں نے اس حدیث کو غنائم اور مواریث کے اموال کے ساتھ خاص کیا ہے اس لئے کہ ان اموال کی تقسیم میں اکثر جھگڑا واقع ہوتا ہے اس لئے فروخت کر کے روپیہ کر لینا جائز ہے تا کہ سہولت سے تقسیم ہو جائے لیکن حدیث مطلق ہے اور ظاہر تو یہ ہے کہ جو مال آپ نے نیلام فرمایا وہ مواریث اور غنائم میں سے نہ تھا پس علی الاطلاق اموال کا نیلام جائز ہے۔

باب ماجاء في بيع المدبر

قوله عن جابر الخ: مدبر کی بیع میں اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے اور ان کے نزدیک مدبر مقید اور مدبر مطلق کا ایک حکم ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدبر کی دو قسمیں ہیں مقید اور مطلق پہلے کی مثال تو ایسی ہے کہ جیسے کسی نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر میں اس مرض میں مرجاؤں تو تو آزاد ہے پس اس کی بیع امام صاحب کے نزدیک جائز ہے اور مدبر مطلق کی بیع جائز نہیں اور اس حدیث کو امام صاحب نے بیع مدبر مقید پر محمول کیا ہے کہ وہ مولی اسی مرض میں مر گیا لیکن مجھے اس میں یہ خدشہ ہے کہ آگے جو جملہ ہے ولم يترک مالاغيره تو اس جملہ کا مفاد کیا ہے جبکہ وہ غلام مدبر مقید تھا۔ یہ جملہ بڑھانے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غلام مدبر مطلق تھا کیونکہ اگر مقید ہوتا تو اس کو آقا کیوں مدبر کرتا کہ تدبیر وصیت کے حکم میں ہے اور وہ ثلث سے زیادہ میں جائز نہیں پس کہا جا سکتا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کیوں فروخت کیا جواب یہ ہے کہ آپ کو حق تخصیص حاصل تھا آپ کی تو اتنی بڑی شان ہے کہ اگر آپ کسی کا اسلام قبول نہ کریں تو وہ عنداللہ تعالیٰ مقبول نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ جب آپ مکہ معظمہ تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے مسلمان کر لیجئے آپ خاموش ہو رہے۔ اسی طرح اس نے تین بار ہاتھ بڑھایا بیعت کے لئے لیکن آپ نے اس کو مسلمان نہ کیا[1]۔ جب وہ چلا گیا تو آپ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم نے اس کو قتل کیوں نہ کر ڈالا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم کو کیا معلوم تھا کہ وہ اس قابل ہے اگر آپ ارشاد فرماتے زبانی یا اشارہ کر دیتے تو ہم اس کو قتل کر دیتے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری شان سے یہ بعید ہے انتھی التقریر۔

فائدہ: مولی کا مرض میں مرجانا تو منقول نہیں البتہ فا تعقیبیہ اس پر دال ہے کہ وہ مولی بعد تدبیر جلد مر گیا۔

اور جملہ لم يترک مالا میں یہ احتمال ہے کہ اس کے کوئی وارث نہ ہو پس سارا مال اس نے خیرات کر دیا[2]۔ اور تخصیص پر کوئی دلیل قائم نہیں۔

وفي الزيلعي واخرجه (اى حديث الترمذى) النسائي وقال فيه وكان محتاجا كان عليه دين فباعه عليه السلام شبهات مائة درهم وقال اقض بها دينک اه وفيه ايضا بعد

---

[1] یہ واقعہ عبداللہ بن ابی سرح کا ہے مفصل واقعہ سنن النسائی حکم فی المرتد میں مذکور ہے (ص ۱۶۹ ج ۲) اس میں یہ بھی ہے کہ تیسری دفعہ آپ نے اس کا اسلام قبول فرمالیا۔ اور اس کو حلقۂ بیعت میں شامل فرمالیا۔ (عبدالقادر عفی عنہ) [2] اس میں یہ اشکال ہے کہ جب وہ مقروض تھے جیسا کہ سنن نسائی کی روایت جو آگے آرہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے تو پھر انہوں نے قرض ادا کرنے کی بجائے خیرات کیونکر کی۔ فتامل۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

نقل رواية الترمذی هذه قال ابوبكر النيسابوری هذا خطاء والصحيح ان سيد العبد كان حيا يوم بيع المدبر اه وفيه ايضاً ولنا عن ذالک جوابان احدهما انا نحمله على المدبر المقيد والمدبر المقيد عندنا يجوز بيعه الا ان يثبتوا انه كان مدبراً مطلقا وهم لا يقدرون على ذالک وكونه لم يكن له مالي غيره ليس علة في جواز بيعه لان المذهب فيه ان العبد يسعى في قيمته يدل عليه مااخرجه عبدالرزاق في مصنفه عن زياد الاعرج عن النبی صلی الله عليه وسلم في رجل اعتق عبده عند الموت وترک دينا وليس له مال قال يستسعى العبد في قيمته انتهى ثم اخرج عن علی نحوه سواء والاول مرسل يشده هذا الموقوف والله اعلم الجواب الثانی انا نحمله على بيع الخدمة والنفقة لابيع الرقبة بدليل مااخرجه الدار قطنی عن عبدالغفار بن القاسم عن ابی جعفر قال ذكر عنده ان عطاء وطاؤ سايقولان عن جابر في الذی اعتقه مولاه في عهد رسول الله صلی الله عليه وسلم كان اعتقه عن دبر فامره ان يبيعه ويقضی دينه فباعه بثمان مائة درهم قال ابو جعفر شهدت الحديث من جابر انما اذن فی بيع خدمته انتهى قال الدارقطنی وابو جعفر هذا وان كان من الثقات ولكن حديثه هذا مرسل وقال ابن القطان في كتابه هومرسل عن ابن عمر قال المدبر لايباع ولايوهب وهو حرمن الثلث وضعف رفعه وصحح موقوفا ابن القطان اه بحاصله صحيح اه ملخصا زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی كراهية تلقی البيوع

قوله عن ابن مسعود الخ: اس منع کرنے کی دوصورتیں ہیں ایک تو یہ کہ کوئی شخص ان لوگوں کے پاس جائے جو کہ اپنا مال تجارت کی غرض سے لائے ہیں اوران کو دھوکا دے مثلاً بازار میں تو ۱۶ سیر کا نرخ ہے اور یہاں سے ۲۰ سیر کا نرخ ظاہر کر کے اسی نرخ سے خود خرید لے۔ تو چونکہ اس صورت میں مال غیر بذریعۂ خداع حاصل کیا گیا ہے اس لئے اس سے نہی کی گئی کہ ایسا نہ کیا جائے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ اہل شہر غلہ وغیرہ کے محتاج ہوں اور یہ شخص شہر سے باہر جا کر تاجروں سے خرید لے تو اس صورت میں چونکہ مال ان خاص جانے والوں کے قبضے میں آ جائے گا تو شہر میں لا کر خوب نفع لیں گے جس قدر چاہیں گے اور ساکنانِ شہر کو ضرر پہنچے گا اس لئے یہ صورت بھی ممنوع ہے۔

قوله فان تلقاه الخ ان ثبت رفع هذه الزيادة فيحمل على الشرط لعدم خيارالغبن بدليل حديث لاخلابة (سيأتی فی الكتاب ۱۲ جامع)

باب ماجاء لا يبيع حاضر لباد

قوله عن ابی هريرة: یہاں نہی کی یہ وجہ ہے کہ گاؤں والا جب خود فروخت کرے گا تو ارزاں فروخت کرے

besturdubooks.wordpress.com

کا خریداروں کو فائدہ ہوگا۔ اور اگر کسی شہری نے اس سے کہا مجھے دے دے میں فروخت کردوں یا میری دکان پر رکھ دے مناسب موقع پر فروخت کردوں گا تو ظاہر ہے کہ وہ اس قدر ارزاں فروخت نہ کرے گا جس قدر خود وہ بدوی ارزاں فروخت کرتا اور اس میں لوگوں کا فائدہ ہے اور وجہ یہ ہے کہ گاؤں والے سیدھے سادھے ہوتے ہیں اور شہر کے لوگ چالاک ہوشیار ہوتے ہیں اور بدوی کے لئے کچھ خریدنے کا بھی یہی حکم ہے۔ ہاں اگر وہ اس قدر سیدھا ہو کہ خرید و فروخت میں غبن فاحش میں مبتلا ہو جائے تو اس کے لئے خرید و فروخت کرنا شہری کو مضائقہ نہیں کہ اس میں اس کو معتد بہ اور کثیر نقصان سے بچانا ہے۔

باب ماجاء في النهي عن المحاقلة والمزابنة

قوله عن ابی هریرة الخ: محاقلہ کہتے ہیں کھڑی کھیتی کو خواہ وہ پختہ ہو یا خام ہو فروخت کرنا بعوض گندم کے۔ اور مزابنہ کے معنی ہیں فروخت کرنا ان ثمر یعنی خرمائے تر کا جو درخت پر ہوں بعوض خشک خرما کے۔ چونکہ دونوں صورتوں میں اندازہ نہیں ہوسکتا کہ دونوں مبدل اور مبدل منہ مساوی ہیں یا نہیں نیز اس میں نسیہ بھی ہے اس لئے ربوا ہے پس نہی فرمائی گئی۔

قوله ان زيدا ابا عياش سال سعد الخ: سلت کے معنی ہیں گیہوں بغیر چھلکے کا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ جو کو کہتے ہیں لیکن محقق یہ ہے کہ جو کو نہیں کہتے پس اس صورت میں اس بیع میں مضائقہ نہیں اس اعتبار سے لیکن نہی کی وجہ یہ ہے کہ[1] اور تمر کی بیع رطب کے ساتھ امام صاحب کے نزدیک جائز ہے۔ امام صاحب ایک بار بغداد تشریف لے گئے تھے وہاں پر لوگوں نے آپ سے یہ مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے جواباً فرمایا اگر تمر رطب کی قسم ہے جب بھی یہ بیع جائز ہے اور اگر اس کی قسم سے نہیں تب بھی جائز ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ لوگ سنکر بہت گھبرائے کیونکہ حدیث میں ممانعت آئی ہے اور امام صاحب نے فرمایا کہ اس حدیث میں ابا عیاش راوی مجہول ہے لیکن اور لوگوں[2] نے ثابت کیا ہے کہ وہ معروف اور ثقہ ہیں اور ترمذی کی تصحیح بھی اس پر دال ہے پس حدیث قابل احتجاج ہے۔ اور وجہ نہی کی یہ ہے ایک جانب ماہیت تمر ہے، اور دوسری جانب ماہیت تمر ہے اور ماہیت مائی[3] ہے سو جب پانی خشک ہو جائے گا تو ایک جانب کمی ہو جائے گی پس ربوا لازم آئے گا۔

وفي الحاشية العربية له قوله ايهما افضل عدالسلت من الحنطة تحرزا عن الرية وعلل النهي بكون احد المتجانسين افضل للضرر وهذا كما نقل عن مالك بن انس من كراهة التفاضل بين البروالشعير علىٰ ماسياتي في الكتب اما الرطب بالتمرفالاقوىٰ فيه مذهب الصاحبين وهو مختلف فيه.

وعلة النهي عندالجمهور التفاضل لا الا فضلية لانتفاء ها بحديث جيدها ورديها سواء اه قال الجامع فالتعليل بالافضلية لما كان للضرر ان النهي للتنزيه فانه خلاف الترحم

---

[1] یہاں سفید جگہ چھوٹی ہوئی ہے وجہ بیان نہیں کی شاید یہ وجہ ہو کہ نسیۃً بیع کرنے کو منع فرمایا دست بدست منع نہیں یا اگر دست بدست ہی مراد ہو تو آپ نے منع فرمایا کہ اچھے اخلاق کی تعلیم دی کہ بدلین میں سے جب ایک اعلیٰ ہے تو اس کے مالک کا نقصان ہے اگرچہ قانون شرع میں یہ بیع جائز ہے۔ عبدالقادر عفی عنہ۔

[2] مگر ان لوگوں کا قول امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حجت نہیں۔ عبدالقادر عفی عنہ۔

[3] ماہیت مائی جودۃ اور رداءت کی طرح ہے مستقل نہیں پس اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔ عبدالقادر عفی عنہ

besturdubooks.wordpress.com

والمروٴة واما حديث جيدها ورديها فلا اصل له ومعناه يؤخذ من اطلاق حديث ابی سعيد رواه مسلم قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم والذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل يداً بيدٍ فمن زاد او استزاد فقد اربی لاخذ والمعطی فيه سواء قاله الزيلعی فی تخريج الهداية۔

باب ماجاء فی كراهية بيع الثمرة قبل ان يبدو صلاحها

قوله عن ابن عمر الخ: امام صاحب کے نزدیک تو پھلوں کی بیع اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ وہ زرد نہ ہو جائیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ بغیر تیاری کے شرط لگانا پڑے گی اس طرح کہ مشتری کہے گا بائع سے ابھی یہ پھل اپنے درخت پر رکھو بعد تیاری میں لے لوں گا تو شے کے مقابل تو ثمن ہے اور شرط کے مقابل کچھ نہیں اور اس میں احد المتعاقدین کا نفع ہے اس لئے یہ بیع ممنوع کی گئی نیز شرط میں اکثر جھگڑا بھی پیش آتا ہے لیکن اور بعض ائمہ کہتے ہیں کہ یہ شرط بائع کی خوشی سے ہے اس لئے اس میں مضائقہ نہیں انتہی التقریر۔

فائدہ: اور وجہ نہی کی یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اگر وہ چیز ان ایام میں درخت پر ضائع ہوگئی تو ثمن کس کے مقابل ہوگا اور یہ بڑی بے رحمی ہے کہ اپنے بھائی مسلمان سے ایسا برتاؤ کیا جائے اور ایک حدیث مرفوع میں یہ مضمون آیا بھی ہے اور وہ حدیث مرفوع یہ ہے۔

ان بعت من اخيک تمرا فاصابتها جائحة فلا يحل لک ان تاخذ منه شيئا بم تاخذ مال اخيک بغير حق رواه مسلم كما فی نيل الاوطار۔

باب ماجاء فی كراهية بيع الغرر

قوله نهی رسول الله صلی الله عليه وسلم عن بيع الغرر[۴] وبيع الحصاة۔

بیع غرر اس طرح ہوتی ہے کہ مثلاً ایک تھان کی بیع کرتا ہے اور وہ کہیں ایسی جگہ سے جہاں سے ملنا متیقن نہیں اور اسکی بیع کردی گئی تو چونکہ اس میں دھوکہ ہے اس لئے جائز نہیں

اور بیع الحصاۃ کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ایک تھان کی بیع کرنا ہے تو چند تھان بچھادے اور باہم معاملہ یہ طے ہوا کہ مشتری جس تھان پر ٹھیکری مار دے وہی تھان مبیع سمجھا جائے تو چونکہ اس میں دھوکہ ہے کہ نہ معلوم وہ ٹھکری کون سے تھان پر جا کر گرے اور پہلے سے کون سے تھان کا خیال ہو اس لئے اس بیع سے نہی فرمائی گئی۔

فائدہ: اگر کہا جائے کہ بائع و مشتری تو اپنے اس نقصان پر راضی ہیں اور وہی اہل معاملہ ہیں پھر نہی کیوں فرمائی جواب یہ ہے

---

[۱] یہ اس وقت ہے کہ جب مشتری یہ شرط لگائے کہ وہ پکنے تک پھلوں کو درختوں پر رکھے گا اگر یہ شرط نہ ہو تو رنگ پکڑنے سے پہلے بھی بیع جائز ہے خصوصاً جب مشتری بیع ہوتے ہیں پھلوں کو کاٹ لے چنانچہ ہدایہ میں ہے ومن باع ثمرة لم يبد صلاحها او قد بدا جاز البيع (عبدالقادر عفی عنہ)

[۲] یہ وجہ محل نظر ہے کیونکہ مشتری نے پھلوں پر قبضہ کرنے کے باوجود نہیں اتارا اور وہ آفت سے ضائع ہوگئے تو اس میں بائع کا قصور نہیں ہے مشتری نے دیر کی اور اپنا نقصان کیا (عبدالقادر عفی عنہ) [۳] اگر یہ حدیث بیع سلم پر محمول ہو تو استدلال صحیح نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں پھل پر مشتری کا قبضہ ہی نہیں ہوا۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

[۴] قال فی المغرب وهو الخطر الذی لايدری ايكون ام لا كبيع السمک فی الماء والطير فی الهواء كذا فی العنايه ۱۲ جامع۔

besturdubooks.wordpress.com

کہ یہ رضامندی محض ظاہری ہے جس وقت خلاف توقع معاملہ پیش آتا ہے افسوس ہوتا ہے اور اس میں جھگڑے کا اکثر احتمال ہے۔
پس اس جدال کے رفع کرنے کے لئے یہ نہی فرمائی گئی اور قاعدہ کلیہ ہوتا ہے کہیں شاذ و نادر دل سے رضامندی متحقق بھی ہوجائے تو حکم کلی نہ بدلے گا نیز بنظر دقیق اس میں شفقت الٰہی کی تجلی ہے کہ جھگڑے سے لوگ بچیں اور راحت میں رہیں اور اگر رضا بدل بھی متحقق ہو جائے تو بھی سخت ضرر ہے اس کو بھی شفقت خداوندی نے گوارا نہ کیا سبحان اللہ کیا رحمت ہے اور افسوس ہے کہ لوگ معاملات میں اتباع شریعت کا بہت ہی کم خیال کرتے ہیں۔

آتی ہے صدائے جرس ناقۂ لیلی   صد حیف مجنوں کا قدم اٹھ نہیں سکتا

زادہ الجامع عفی عنہ

باب ماجاء فی کراهیة بیع مالیس عنده

قوله لا تبع مالیس عندک: اسکی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کسی کی دکان پر گیا اور کوئی چیز طلب کی اس نے کہا کہ دام دے جایئے اور وہ چیز تھوڑی دیر میں لے جایئے اور یہ اس وجہ سے کہا کہ وہ شے مطلوب اس کے پاس تھی نہیں سو اس شخص نے اور جگہ سے وہ چیز لا کر دے دی تو اس بیع سے نہی فرمائی گئی۔ ہاں اگر دکاندار نے کہا کہ میرے یہاں یہ چیز نہیں ہے اس پر خریدار نے کہا کہ تم ہم کو اور جگہ سے لا کر دے دینا تو اس صورت میں دکاندار وکیل ہو جائے گا اور خریدار کے داموں سے اگر کچھ بچ رہے گا تو واپس کرنا پڑے گا۔

اور اگر مثلاً خریدار نے دو روپیہ دیئے دکاندار کو کہ فلاں چیز دے دو اور اس نے بوجہ موجود نہ ہونے اس چیز کے اس وقت دوسرے دن اس خریدار کو وہ چیز کہیں سے لا کر دے دی۔ اگر خریدار نے اس وقت نہ لی اور بائع نے جھگڑا نہ کیا تب تو وہ بیع اس وقت سمجھی جائے گی جس کو خریدار نے رد کر دیا اور اگر وہ جھگڑنے لگا تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس کے نزدیک بیع کل ہو چکی تھی پس ان قرائن سے حکم جواز اور عدم جواز کا کیا جائے گا۔

قوله لایحل سلف وبیع ولاشرطان فی بیع ولا ربح مالم یضمن: سلف وبیع کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص مثلاً کپڑا خریدے اس شرط پر کہ بائع اس کو کچھ مقدار معین قرض بھی دے تو یہ جائز نہیں۔ اور ولاشرطان فی بیع کے یہ معنی ہیں کہ جانبین سے شرط ہو تو یہ دو شرطیں ہو گئیں اور یہ غرض نہیں ہے کہ ایک شرط جائز ہے کیونکہ اس کا ناجائز ہونا اول جملہ سے ثابت ہو گیا اور وہ ایک شرط تھی اور ایک ہی طرف سے تھی اور یہاں دونوں جانب سے شرط ہے اس لئے یہ وہم دفع ہو گیا کہ جب ایک شرط سے نہی فرمائی گئی تو وہ دو شرطوں کو بطریق اولی شامل ہے۔

اور **ولا ربح مالم[1] یضمن** کے یہ معنی ہیں کہ کسی چیز پر بعد خریدنے کے جب تک قبضہ نہ کرلے اس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر کے نفع حاصل نہ کرے لیکن حنفیہ نے منقول اور غیر منقول میں فرق کیا ہے اول کو ناجائز اور دوسرے کو جائز کہا ہے۔
مثلاً کسی شخص نے کوئی غلام خریدا اور ابھی اس پر قبضہ نہیں کیا کسی شخص نے کہا کہ اس کو ہمارے یہاں نوکر رکھا دو۔ خریدار

[1] قوله لم یضمن لعدم دخوله فی ضمان المشتری ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

نے بائع سے کہلا بھیجا کہ اس کو فلاں شخص کے پاس بھیج دو۔ ہم نے اس کو اس کے یہاں نوکر رکھا دیا تو اجرت ملازمت غلام کی خریدار کو نہ ملے گی کیونکہ وہ ابھی اس کے قبضے میں نہیں آیا بلکہ وہ تنخواہ بائع کی ملک ہوگی۔

فائدہ: ولا ربح مالم یضمن سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس شے سے منتفع ہونا اس طرح جائز نہیں کہ اصل لاگت پر نفع نہ لے اور بغیر نفع لے اگر چہ تو فروخت کرڈالے اس لئے کہ یہ بھی ایک طرح کا انتفاع ہے پس مطلقاً بیع سے ممانعت ہے

قولہ حتی ذکر عبداللہ قلت حتی عاطفة وعبداللہ بن عمرو جد عمرو بن شعیب زادہ الجامع عفی عنہ

باب ماجاء فی کراھیة بیع الولاء وھبته

قولہ نھی عن بیع الخ: ولاء کے درمیان میں دو چیزیں ہیں ایک تو تعلق جو آقا اور غلام کے درمیان ہے سو اس کی بیع تو بوجہ غیر متقوم ہونے کے جائز نہیں اور دوسری چیز اس کا مال ہے اس کا علم نہیں کہ ہے یا نہیں کہ رہے گا یا نہیں باقی اور اسی وجہ سے اس میں میراث جاری نہیں ہوتی۔

باب ماجاء فی کراھیة بیع الحیوان بالحیون نسئة

قولہ عن سمرة الخ: امام صاحب کا مذہب تو اسی حدیث کے موافق ہے اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے اور امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ بیع حیوان کی حیوان کے ساتھ نسیئۃ جائز ہے اور ان کی دلیل حدیث ابوداؤد کی ہے جس کا یہ مضمون ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے اونٹ قرض لئے تھے ایک اونٹ کے بدلے دو اونٹ دینا قرار پایا تھا۔ امام صاحب اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی ضرورت کی وجہ سے ایسا کیا تھا اور جبکہ بیت المال خالی ہو اور ایسی حاجت پیش آئے تو حاکم جبراً رعایا سے لے سکتا ہے اور آپ نے جو بطور قرض لئے تو یہ آپ کی طرف سے تبرع واحسان تھا نہ کہ ان کا حق تھا جو ادا کیا گیا اور آپ نے فربہ اونٹ ان مقروضہ اونٹوں کے عوض واپس فرمائے تھے۔ اور یہی نسیئۃ کی یہ وجہ ہے کہ بعض اشیاء تو ذوات الامثال میں سے ہیں اور بعض ذوات القیم میں سے تو ذوات الامثال میں فقط مثل شے کا واپس کردینا ہوتا ہے اس میں کوئی جھگڑا نہیں ہوسکتا۔ اور ذوات القیم میں جھگڑے کا سخت اندیشہ ہے اس لئے کہ لینے والا کہے گا میری چیز تو عمدہ تھی اور اس میں فلاں فلاں صفات تھیں اور یہ جو تم لائے ہو ایسی نہیں ہے۔

سو اس غرض سے نسیئۃ ایسی چیزوں کے فروخت کرنے سے نہی فرمائی گئی اور حیوانات ذوات القیم میں سے ہیں باوجود اتحاد جنس کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرض لینے میں یہ احتمال نہ تھا یقیناً کہ جھگڑا ہوگا۔ اور یہ جواب علی سبیل التبرع ہے ورنہ اصل جواب پہلے مذکور ہو چکا اور ذوات الامثال مثلاً روپیہ روپیہ کی بیع روپیہ کے ساتھ یہ بھی نسیئۃ جائز نہیں حالانکہ اس میں احتمال مذکور نہیں ہے سو اس کی وجہ[1] یہ ہے۔

---

[1] یہاں سفید جگہ چھوٹی ہوئی تھی شاید یہ وجہ ہو کہ حدیث شریف میں صراحۃً منع کیا گیا ہے
الذھب بالذھب والفضة بالفضة مثلاً بمثل یداً بید گویا استحسان بالحدیث ہے۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء في الصرف

قوله فقال لابأس به بالقيمة الخ: قال الجامع في الحاشية لاباس به بالقيمة اى لاباس ان تاخذ بدل الدنانير الدرهم وبالعكس بشرط التقابض في المجلس كذا في اللمعات فهٰذا علٰى تقدير ارجاع الضمير المجرور الى بيع الدنانير عوض الدرهم وبالعكس واما اذا ارجع الضمير الى البيع[1] المذكوروهو بيع الابل بدل الدنا نيرثم اخذ الدراهم بدلها فلا حاجة الى التقابض اشتراط في المجلس فان الابل والدراهم اوالدنانير غير متحدين في الجنس والقدر ولايقال ان الدراهم بيعت بدل الدنانير وبالعكس فيشترط التقابض لان الامر ليس كذٰلك وثمن الابل الذى اخذه فكان العقد وقع عليه لانه وقع علي مابين في العقد ثم بدله بما اخذه فافهم وارجاع الضمير الٰى ماقلنا يرجح بقوله بالقيمة فان المعنى لاياخذزائدا على مابين في العقد باعتبار القيمة والا فمطلق بيع الدراهم والدنانير لاحاجة فيه الٰى واعتبارالقيمة فان التفاضل فيه يجوز امطلقا والله تعالٰى اعلم

باب ماجاء في ابتياع النخل بعد التابير والعبدوله مال

قوله من ابتاع نخلا الخ.

ہرایسی چیز کا یہی حکم ہے جو مبیع کو عارض ولازم ہوتی ہے مگر منفک ہوسکتی ہے اور تابیر سے مراد یہاں پر اثمار[2] ہے کیونکہ اگر تابیر کے معنی حقیقی یہاں پر لئے جائیں تو بعض صورتوں میں تابیر متحقق ہوتی اور اثمار ثابت نہ ہوگا اور اس صورت میں بائع کو قطع کا اختیار نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ پھل جو علیحدہ کرنے کے قابل نہیں ہے یعنی علیحدہ کرنے سے اس سے انتفاع نہیں ہوسکتا وہ تابع ہے درخت کے پس وہ مشتری کا ہوگا خواہ شرط کی ہو یا نہ کی ہو۔

باب ماجاء البيعان بالخيار مالم يتفرقا

قوله اويختارا: جاننا چاہئے کہ او بمعنی الا ان کے ہے اور حدیث کا مطلب حضرت ابن عمر کے فعل سے امام صاحب پر حجت نہیں ان کے نزدیک تفرق بالاقوال مراد ہے۔

قوله عن ابى هريرة الخ: امام صاحب کے نزدیک یہ مطلب ہے کہ بغیر تراضی کے کوئی دوسری گفتگو نہ شروع کرے اور جمہور کے نزدیک تفرق بالابدان مراد ہے۔

قوله عن جابر الخ: امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس کو خیار تو نہیں تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت کی وجہ سے اس کو اختیار دیدیا تھا اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ اس کو خیار تو حاصل تھا لیکن چونکہ وہ ناواقف تھا اس لئے آپ نے اس کو

---

[1] هذا لايخلو عن تكلف والصحيح مانقله من اللمعات (۱۲ عبدالقادر) [2] اثمار سے مراد پھل کا قابل انتفاع ہونا ہے۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

بتلا دیا۔ اور امام صاحب کا مؤید ایک قرینہ ہے وہ یہ کہ صفت کبھی تو کان اور لم یکن کے معنی میں ہوتی ہے۔ اور کبھی زمانہ حال کے معنی میں اور یہ معنی حقیقی ہیں پس البیعان سے بالفعل بیع کرنے والے مراد ہیں بلا ضرورت معنی مجازی لینا جائز نہیں۔

وقال بالحاشية العربية له الاقوى في المسئلة عندي مذهب الشافعي انتهى التقرير

فائدة: قوله فكانوا في سفينة قلت الفاء بمعنى الواو او الجملة تعليلية مقدمة على المحللة فان الافتراق في السفينة في سطح واحد لايتحقق.

قوله عبدالله بن عمرو قلت هو جد عمروبن شعيب ووقع في النسخة المطبوعة عبدالله بن عمرو وهو غلط بلاريب

قوله خشيته ان يستقيله قال في الحاشية يخدش فيه ان الاقالة لاتكون الابعد تمام البيع فكيف يستقيم المعنى بل يحتمل ان ابن عمر يرى حق الاقالة الى تمام المجلس على وجه الاستحباب لماروى من اقال نادما اقاله الله من نارجهنم اه قلت فيه خدشات الاولى منها ان المراد من الاستقالة ليس هوالاقالة تكون بعد البيع بل الرجوع[1] عن البيع بحكم الخيار فلا حاجة الى التاويل والثانية منها ان مذهب ابن عمرو كماقاله بالاحتمال لايفيدهناک فالحديث مرفوع وثالثها لاحاجة هنا الى ذكر ابن[2] عمر بل هوا بن عمرو كما ذكر ناه من قبل والله تعالى اعلم ولقد انتصر بعضهم للامام بان التفرق هناک هو التفرق المذكور في قوله تعالى۔

وان يتفرقا يغن الله كلا من سعته

ولا يخفى انه تفرق الاقوال ولكن ليس بقوى فان راوى الحديث[3] اعلم بماروى وايضا المتبادر من التفرق هو تفرق الابدان الا اذا دل دليل على خلافه زاده الجامع عفي عنه

باب ماجاء فيمن يخدع بالبيع

وله فقال اذا بايعت الخ: جمہور تو بنا علی ہذا الحدیث یہ کہتے ہیں کہ بیع ضعیف العقل کی جائز اور نافذ نہیں مگر امام صاحب کے نزدیک جائز اور نافذ ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ ان کو بلا کر یوں گفتگو فرماتے آپ نے تو بطور مشورہ ان سے کہا تھا کہ تم بیع وشراء نہ کرو تا کہ نقصان سے بچو اور اگر آپ کا مقصود عدم نفاذ وعدم جواز ہوتا تو آپ خود ہی حکم فرما دیتے ان سے مشورہ لینے کی کیا حاجت تھی اور حجر علیہ میں حجر سے مراد حجر لغوی ہے یعنی ان کو روک دیجئے کہ بیع نہ کیا کریں اور یہ غرض نہیں ہے کہ ان کی بیع فسخ کر دی جایا کرے ورنہ لا خلابۃ[4] کے کیا معنی اس جملہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حجر لغوی مقصود تھا اور اس میں خیار غبن کی نفی ہے۔

---

[1] هذا غير متبادر منه [2] بل المراد عبدالله بن عمر بن الخطابؓ لانه روى عنه انه كان اذا اراد ان يوجب البيع مشى ليجب له ۱۲ [3] هذا ليس بمطرد (عبدالقادر عفي عنه) [4] الخلابة الخداع كذا في الدر النثير اى لاالخدع بزنة المجهول بل البيع على ماشاء لئلا يقع التنازع بعد البيع بان يقول هو او اصحابه انه ضعيف العقل وقد خدع ناقل البيع ابها المشترى فافهم ۱۲ ج ن

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی المصرات (علی زنة المفعول ۱۲ جامع)

قولہ من اشتری مصراۃ الخ: مصراۃ اس جانور کو کہتے ہیں جس کا دودھ تین دن تک تھنوں میں روکا جائے تا کہ دھوکا دے کر زیادہ قیمت وصول کریں۔ لوگوں نے حنفیہ پر تہمت لگائی ہے کہ انہوں نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا اور متاخرین حنفیہ نے اس کو قبول بھی کر لیا اور اس کی وجوہ اصول فقہ میں مذکور ہیں امام صاحب نے اس پر عمل کیا ہے اور اس حدیث کو خیار شرط پر محمول کیا ہے اور لفظ ثلثہ ایام کا اس پر دال ہے کیونکہ خیار غبن اگر مراد ہوتا تو اسے اختیار ہوتا جب چاہے پھیر دے جب تک کہ اس کا قصد یہ نہ ہو جائے کہ گو عیب ہے لیکن مجھے منظور ہے اب واپس نہ کروں گا اور علاوہ بریں خیار غبن حدیث سابق میں منتفی ہو چکا ہے۔

اب رہی یہ بات کہ دودھ کا کم ہونا عیب ہے یا نہیں۔ سو امام صاحب کے نزدیک عیب نہیں ہے کیونکہ عیب ذاتی ہوتا ہے جس کی وجہ سے قیمت میں کمی ہو جاتی ہے اور جمہور اسکو عیب قرار دیتے ہیں۔

علی الخیار من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ اپنی رائے ہے لیکن حدیث کی مخالفت تو امام صاحب نے بنا کسی طرح نہیں کی اور صاع تمر سے یہ مراد نہیں ہے کہ خاص تمر ہی دیئے جائیں اور ایسے ہی صاعاً من طعام لا سمراء سے یہ مراد نہیں کہ گیہوں کے سوا اور کوئی غلہ ہی دیا جائے بلکہ مقصود یہ ہے کہ جس قدر دودھ اس کے صرف میں آ چکا ہے اس کی قیمت ادا کر دی جائے خواہ روپیہ سے یا غلہ سے چونکہ عرب میں روپیہ کم تھا اور تمر زیادہ اس وجہ سے تمر کی تخصیص کی گئی اور سمراء کی اس لئے ممانعت کی گئی کیا کثر اس مقدار کی قیمت اس مقدار گندم کو نہیں پہنچتی اور قصبات میں اکثر غلہ دینا بہ نسبت روپیہ دینے کے سہل ہوتا ہے۔

باب ماجاء فی اشتراط ظہر الدابة عند البیع

قولہ اشترط ظہرہ قلت الاشتراط اللغوی یغایر الاشتراط الاصطلاحی.

فائدہ: چونکہ بیع میں شرط کے ممنوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بیع کا مقتضی ہے مبیع سے منقطع ہونا اور شرط میں یہ مقتضی مفقود ہے پس اس باب میں ایک شرط اور اس سے زیادہ سب برابر ہیں اور اس حدیث میں یہ تاویل کی جائے گی کہ بطور عاریت حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اجازت لے لی تھی اور یہ شرط صلب عقد میں نہ تھی۔ زاد والجامع عفی عنہ۔

باب الانتفاع بالرهن

قولہ عن ابی ہریرۃ الخ: اسی امر میں اختلاف ہے کہ مرہون سے راہن کو انتفاع جائز ہے یا نہیں سو جمہور کے نزدیک تو جائز نہیں اس لئے کہ اس میں ربوا ہے کیونکہ جانور کے عوض تو روپیہ دیدیئے گئے اور یہ انتفاع بلا عوض رہا پس سود ہو گیا اور گھاس وغیرہ مالک کے ذمہ ہے اور راہن کو مناسب ہے کہ اس کا دودھ فروخت کر کے رقم جمع کرتا رہے جب رہن کی رقم اس

besturdubooks.wordpress.com

کو واپس کی جائے یہ شے مرہون کو مع اس قیمت دودھ کے واپس کردے اور ایک تاویل یہ بھی ہے گو بعید ہے کہ الذی یرکب الخ سے مراد مالک ہو۔پس دودھ پینا اور سواری کرنا اسی کا فعل لیا جائے اور اسی پر نفقہ قرار دیا جائے۔

مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی اپنی کتاب میں یہ تاویل لکھی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم صاحب شریعت بھی تھے اور صاحب طریقت بھی اور صاحب حقیقت بھی اور صاحب مصالح بھی اس لئے یہ حکم آپ نے مصالحۃ ارشاد فرمایا تھا تا کہ دونوں شخصوں کو تکلیف نہ ہو اور باہم جھگڑا نہ ہو کیونکہ بڑی دقت ہوتی اگر مالک صبح کو اٹھ کر فوراً جانور کے چارے کا بندوبست کرتا اور راہن دودھ فروخت کر کے روزمرہ حساب لکھتا اور پھر اس میں جھگڑے کا بھی احتمال تھا پس انتظاماً اور مصالحۃً آپ نے یہ بندوبست فرما دیا تھا کہ مرتہن منتفع ہو اور جانور کے چارے وغیرہ کا بھی اپنے پاس سے انتظام کرے۔

فائدہ: جمہور کو تاویل کرنے کی اس لئے حاجت ہوئی کہ دوسری حدیث سے معارضہ لازم نہ آئے اور وہ حدیث یہ ہے۔

عن ابی هریرة مرفوعا لا یخلق الرهن من صاحبه الذی رهنه له غنمه وعلیه غرمه رواه الشافعی والدار قطنی وقال هذا اسناد حسن متصل واخرجه ابن حبان فی صحیحه ورواه ابن حزم بلفظ یخلق الرهن الرهن لمن رهنه له غنمه وعلیه غرمه وحسنه وصحح هذه الطریق عبدالحق وصحح ایضا وصله ابن عبدالبر کما فی النیل.

اور گو اس حدیث میں کلام ہے لیکن غیر مسموع ہے اور تفصیل اس کی نیل الاوطار میں ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی شراء القلادة وفیها ذهب وخرز

قوله لاتباع حتی تفصیل: ممانعت کی یہ ہے کہ بارہ دینار کے مقابل اسی قدر ہونا چاہئے جب وہ زیادہ ہے تو اس کا فائدہ اور دوسرے کا نقصان بطریق غیر مشروع ہوا اگر دینار کی اتنی مقدار ہوتی کہ اس سونے کی مساواۃ کے بعد کچھ بچ رہتا تو دینار سونے کے مساوی ہو جاتے۔اور بقیہ خرز کے مقابل کسی کو ضرر نہ ہوتا۔

باب ماجاء فی اشتراط الولاء والزجر عن ذالک

قوله عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها الخ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قصد تھا حضرت سیدتنا بریرہ رضی اللہ عنہا کے خریدنے کا لیکن ان کے وارثوں (یعنی آقاؤں) نے شرط لگائی کہ ولاء[1] ہم کو دیا جائے اس وجہ سے تامل کیا اور حضور سے ظاہر کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسی شرط پر ان کو اجازت دے دی آپ کا مقصود یہ تھا کہ جاہلیت کی رسم مٹائی جائے سو اگر آپ یہ صورت نہ کرتے بلکہ ویسے ہی ان لوگوں سے منع فرماتے تو ممکن تھا کہ وہ لوگ بیع نہ کرتے لہٰذا اس اہتمام کے ساتھ رسم جاہلیت کا ارتفاع نہ ہوتا کیونکہ فقط قول سے مثل فعل کے اثر نہیں ہوا کرتا اور اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ ولاء شرعاً معتق (بکسر التاء) کے لئے ہوتا ہے۔

---

[1] یعنی ولاء جو ایک تعلق ہے اور اس کی وجہ سے جو مال حضرت بریرہؓ مرنے کے بعد بچے وہ ہم کو دیا جائے ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

فائدہ: قولہ لمن ولی النعمة یعنی برائے شخصے کی ولی نعمت گشت ای مالک غلام شد قالہ الجامع۔

باب: قولہ عن حکیم بن حزام الخ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیع فضولی کی جائز لیکن موقوف ہے اس لئے کہ اضحیہ خریدنے کے بعد ان کی وکالت تمام ہو چکی تھی اب جو انہوں نے بیع کی تو یہ بیع فضولی کی ہے جس شخص کے لئے خریدی ہے اس کے حق میں معلق رہے گی۔ اگر وہ خوشی سے منظور کرلے گا تو اس کے حق میں نافذ ہو جائے گی اور اگر اس نے منظور نہ کی تو یہ فضولی بائع کو جبراً وہ شے واپس نہیں کرسکتا خود اس کو لینی پڑے گی اور اگر بیع فضولی کی جائز نہ ہوتی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بیع کو فسخ فرمادیتے اور اس دینار کو آپ نے صدقہ اس وجہ سے کردیا کہ حق تعالیٰ سے گویا وعدہ ہو چکا تھا کہ یہ جانور آپ کے نام پر دوں گا تو پھر اس سے انتفاع مناسب نہ تھا اور ایسے تصدق میں یہ تفصیل ہے کہ اگر خود محتاج ہو تو اپنے صرف میں لے آئے ورنہ کسی محتاج کو دے دے۔

باب ماجاء فی المکاتب اذا کان عندہ مایؤدی

قولہ اذا اصاب المکاتب الخ: اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مکاتب نے جس قدر مال کتابت ادا کردیا ہے اس کے اعتبار سے حد اور میراث کے باب میں حر سمجھا جائے گا اور باقی مقدار عبدیت کی رہے گی مثلاً اس نے نصف مال کتابت ادا کردیا اور کہیں سے اس کو وراثت اور کسی قرابت دار کی دیت میں پانچ سو روپیہ ملا تو اس میں سے نصف رقم کا وہ مالک ہوگا اور نصف رقم بحکم عبدیت آقا کی ملک قرار دی جاوے گی اور اسی طرح اگر وہ بعد ادائے نصف مال کتابت مقتول ہوا تو قاتل کے ذمہ یہ واجب ہوگا کہ اس کے ورثہ کو نصف دیت حر کی ادا کرے اور نصف دیت عبد کی اس کے آقا کو ادا کرے اور بعض کا یہی مذہب ہے اور اس کے آگے جو حدیث ہے وہ بعمومہ اس امر پر دال ہے کہ صورت مذکورہ میں بھی اس پر احکام عبد کے جاری ہوں گے اور جمہور کے نزدیک آگے آنے والی حدیث ناسخ اور یہ منسوخ ہے اور امام صاحب نے دونوں حدیثوں کو اس طرح جمع کیا ہے کہ پہلی حدیث میں مراد مکاتب سے معتق البعض ہے اور وہ بھی بہت احکام میں مکاتب کا شریک ہے اور یہ اطلاق مجازی ہے اور آگے آنے والی حدیث مکاتب حقیقی پر محمول ہے۔ اب قول بالنسخ کی حاجت نہیں۔

فائدہ: اور ایک صورت جمع کی یہ ہے کہ پہلی حدیث کو اس کے ظاہر پر رکھا جائے اور دوسری کو عام مخصوص البعض کہا جائے وھو احسن من الکل زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب منه: قولہ عن ام سلمة الخ: جن لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ نصف مال کتابت بھی مثلاً مغیر حال عبدیت ہے اور بمقدار ادائے مال کتابت حریت حاصل ہو جاتی ہے ان کے نزدیک تو حدیث بالکل ظاہر ہے اور اس باب میں اختلاف ہوا ہے کہ غلام سے پردہ واجب ہے یا نہیں اور وہ مثل محرم اہل قرابت کے ہے یا بالکل اجنبی ہے۔

بعض ائمہ کے نزدیک تو غلام سے پردہ واجب نہیں اور اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ صورت ہذا میں اس سے پردہ کا حکم کیا گیا ہے پس معلوم ہوا کہ اس سے پہلے اس سے پردہ واجب نہ تھا۔ اور ماملکت ایمانکم کا ظاہر بھی یہی ہے اور امام صاحب فرماتے ہیں کہ آیت میں مراد کافر لونڈیاں ہیں یعنی مسلمان عورتیں اپنی کافر مملوکہ لونڈیوں سے پردہ نہ

کریں کیونکہ اجنبی کافرات سے مسلمان عورتوں کو پردہ واجب ہے مثل بھنگن وغیرہ۔ اور قرینہ امام صاحب کی مراد کا یہ ہے کہ عورتوں کے ساتھ قرآن میں مملوکات کا ذکر ہوا ہے۔

نیز قول حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جس کو[1] روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ سورۂ نور کے بھروسے مت رہنا وہ حکم خاص ہے عورتوں کے ساتھ اور اس حدیث الباب کا امام صاحب یہ جواب دیتے ہیں کہ فلتحتجب اور فلیستتر میں فرق ہے کہ احتجاب تو آڑ میں ہو جانے کو کہتے ہیں اور استتار صرف اس بدن کے ڈھکنے کو کہتے ہیں جو ستر ہے اور جس کا ڈھانکنا فرض ہے اور ہاتھ پیر منہ کا چھپانا اجنبی سے فرض تو ہے نہیں محض احتیاطاً واجب کیا گیا ہے خوف فتنہ کی وجہ سے۔ پس اسی طرح غلام سے بھی محض استتار فرض تھا اور اب احتجاب بوجہ خوف فتنہ لازم کیا گیا ہے اور دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ جب احتجاب میں کسی قدر مشقت تھی بوجہ کثرت آمد و رفت کے اس لئے محض استتار پر اکتفا کیا گیا اور اب وہ مشقت مرتفع ہوگئی پس بخوف فتنہ احتجاب کا امر فرمایا گیا۔

فائدہ: عن انس رضی اللہ تعالی عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتی فاطمۃ بعبد قدوھبہ لھا قال وعلی فاطمۃ ثوب اذا قنعت بہ رأسھا لم یبلغ رجلیھا واذا غطت بہ رجلیھا لم یبلغ راسھا فلما رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما تلقی قال انہ لیس علیک باس انما ھو ابوک وغلامک رواہ ابوداؤد والبیھقی وابن مردویہ وفی اسنادہ ابو جمیع سالم بن دینار الھجیمی البصری قال ابن معین ثقۃ

وقال ابو زرعۃ الرازی بصری لین الحدیث کذا فی نیل الاوطار ص ۲۰ ج ۷

احقر کہتا ہے کہ یہ حدیث بھی قولی ہے اور اب وغلام کے اقتران سے اتحاد حکم مستفاد ہوتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عبد محرم کے حکم میں ہے اور آیت کی تفسیر میں آثار مختلف ہیں جیسا کہ کمالین کے مطالعہ سے معلوم ہے اور آیات اور احادیث فاصل اختلاف ہیں۔ اور اگر شبہ ہو کہ حضرت فاطمہؓ سے جو کچھ ارشاد فرمایا گیا۔ وہ بناء علی دفع المشقۃ تھا تو جواب یہ ہے کہ دخول غلام کوئی ایسا امر ضروری نہ تھا۔ جس کی وجہ سے یہ مشقت قابل اعتبار شمار کی جائے غلام کا ہٹا دینا اس امر واجب کے ترک کے مقابل آ ہون تھا فافہم۔

اگر یہ حدیث[2] نہ ہوتی تو تاویل مذکور الفارق بین الاحتجاب وبین الاستتار نفیس تھی لیکن احتجاب اب بھی اسی معنی پر محمول ہے جس کو حضرت مولانا صاحب نے بیان کیا ہے اور یہ امر کہ قبل قدرت علی اداء مال الکتابت اس مسئلہ کا کیا حکم ہے سو یہ حکم حدیث حضرت فاطمہؓ سے مستفاد ہوتا ہے اور یہ امر ذوقی ہے کہ اس موقع پر احتجاب کا حکم وجوباً ہے یا ندباً بظاہر ثانی معلوم ہوتا ہے کہ جس ضرورت کی وجہ سے احتجاب ضروری نہ تھا وہ ابھی باقی ہے جب وہ حر محض ہو جائے گا اس وقت انقطاع ضرورت سے انقطاع حکم بھی ہو جائے گا اور قبل قدرت علی اداء مال الکتابۃ کوئی صریح دلیل اس امر پر قائم نہیں[4] جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ

---

[1] یہ قول ابن ابی شیبہ میں سعید بن المسیب سے نقل کیا گیا ہے کذا فی اعلاء السنن (عبدالقادر عفی عنہ) [2] ونحو ھذا الاختلاف غیر مضر فی الاحتجاج بالسند کما تقرر فی موضعہ ۱۲ جامع [3] یہ حدیث ضعیف ہے کما یفھم من قول ابی زرعۃ (عبدالقادر عفی عنہ)

[4] بل قائم وھو قولہ علیہ السلام لایحل الامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الاخر ان تسافر فوق ثلث الامع ذی رحم محرم اھ والعبد لیس لذی رحم محرم ۱۲ (اعلاء السنن عبدالقادر)

besturdubooks.wordpress.com

اجنبی کے حکم میں ہے اور اس کے خلاف پر ابوداؤد کی حدیث دال ہے اور احتجاب کا لفظ قرآن وحدیث میں کئی جگہ وارد ہوا ہے۔ ایک تو اس حدیث میں اور اس کے مخاطب حضرت ام سلمہؓ ہیں اور احد کن میں دونوں احتمال ہیں کہ خاص ازواج مطہرات مراد ہوں یا عموم مراد ہو اور دوسری جگہ اس حدیث میں اور وہاں بھی ازواج مطہرات ہی مخاطب ہیں اور وہ حدیث یہ ہے۔

عن ام سلمة انها كانت عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وميمونة اذا قبل ابن مكتوم فدخل عليه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم احتجبا منه فقلت يا رسول الله لايبصرنا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم افعميا وان انتما الستما تبصرانه رواه احمد والترمذى وابوداؤد قال العسقلاني هو حديث مختلف في صحته والاصح انه يجوز نظر المرأة الى الرجل فيما فوق السرة وتحت الركبة بلاشهوة وهذا الحديث محمول على الورع والتقوى قال السيوطي كان النظر الى الحبشة عام قدومهم سنة سبع والعائشة يومئذست عشرة سنة وذلك بعد الحجاب فيستدل به على جواز نظر المرأة الى الرجل كذا في المرقاة.

اور تیسری جگہ قرآن مجید میں آیت فاسئلوهن من وراء حجاب میں اور یہاں بھی ازواج مطہرات ہی مخاطب ہیں اور الاماظهر منها سے جو اعضاء مستثنیٰ ہیں ان کا عموم اس امر کو مقتضی ہے کہ احتجاب بالمعنی المذکور واجب نہیں تو تطبیق کی تین صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ الاماظهر منها کی اجازت تحت ضرورت کے وقت ہو اور احتجاب کا وجوب اس ضرورت کے علاوہ اوقات میں ہو۔ دوسرے یہ کہ اول حکم اصل ہو۔ اور ثانی اس موقع پر جہاں عروض فتنہ کا احتمال ہو۔ اور اس صورت میں ازواج مطہرات کو احتجاب کا حکم احتیاطاً ہوگا کہ وہاں احتمال مذکور مفقود ہے۔

تیسرے یہ کہ احتجاب بالمعنی المذکور مخصوص ہو۔ حضرات ازواج مطہرات کے ساتھ بوجہ زیادت شرف آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے اور میری ناقص رائے میں یہ صورت اظہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور یہ سب احکام زمانہ متبرکہ نبویہ کے متعلق ہیں اور اس زمانہ میں بلکہ زمانہ نبویہ کے تھوڑے عرصہ بعد ہے احتجاب بالمعنی المذکور بوجہ شیوع فتنہ وفساد واجب ہو گیا تھا اور اسی لئے حضرت عائشہؓ نے عورتوں کا مساجد میں آنا پسند نہ فرمایا تھا کما ورد عنها في الصحاح اور میری ناقص رائے کی تحقیق ہے اور قائلین بوجوب ستر اس تقریر کا یہ جواب دے سکتے ہیں کہ عبد اجنبی ہے بعد عتق مالکہ سے اس کا نکاح جائز ہے اس لئے ستر کے باب میں بھی اجنبی کے ہی حکم میں شمار ہوگا۔ نیز عموم ادلہ سے وجوب ستر معلوم ہوتا ہے اور خصوص ادلہ سے اس کا محارم کے حکم میں ہونا لہٰذا محرم اور مبیح کے تعارض کی وجہ سے محرم کو مقدم کیا جائے گا ولكن عليك بالتحقيق زاده الہٰ مع عفی عنہ۔

باب ماجاء اذا افلس للرجل غريم فيجد عنده متاعه

قوله عن ابي هريرة الخ: تصویر مسئلہ کی یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص نے کئی شخصوں سے کچھ اشیاء قرض لیں اور وہ مفلس ہو گیا کچھ مال اس کے پاس نہ رہا اور ان اشیاء میں سے بعض تو نیست ونابود ہو گئیں خواہ اپنے صرف میں لانے سے خواہ

besturdubooks.wordpress.com

سرقہ ہوجانے سے وغیرہ ذالک اور بعض اشیاء بعینہا موجود ہیں تو یہ اشیاء جس شخص سے خریدی تھیں وہ واپس لے سکتا ہے 21
دوسرے قرض دینے والے اس میں شریک نہیں ہوسکتے بعض ائمہ کا تو یہی مذہب ہے اور امام صاحب کے نزدیک اس چیز میں دوسرے غرباء بھی شریک ہیں کیونکہ قرض دینے کی حیثیت سے سب برابر ہیں۔ اور سلعۃ کی اضافت سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث غصب یا رہن پر محمول ہے کیونکہ اضافت[1] تملیکی ہے اور وہ شے اس کی ملک سے خارج ہوچکی ہے لیکن بعض الفاظ حدیث میں جیسے کہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔ یہ تاویل نہیں چل سکتی اور وہ روایت مشکوٰۃ میں اس عبارت سے منقول ہے۔

عن ابی خلدۃ الزرقی قال جئنا ابا ھریرۃ فی صاحب لنا قد افلس فقال ھذا الذی قضی فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما رجل مات او افلس فصاحب المتاع احق بمتاعہ اذا وجدہ بعینہ رواہ الشافعی و ابن ماجہ

فائدہ: فی النیل فی لفظ قال فی الرجل الذی یعدم اذا وجد عندہ المتاع ولم یفرقہ انہ لصاحبہ الذی باعہ رواہ مسلم والنسائی وفی لفظ ایما رجل افلس فوجد رجل عندہ مالہ ولم یکن اقتضی من مالہ شیئا فھو لہ رواہ احمد فی مسندہ ص ۱۱۱ ج۶ فھذا الا لفاظ تخالف مخالفۃ قویتہ لما ذھب الیہ اصحابنا وترد الاحتمالات المذکورۃ روسا فالحدیث ورد فی البیع وھو محمول علی ظاھرہ کما ھو ر ای صاحب التقریر زادہ الجامع عفی عنہ.

باب ماجاء فی النھی للمسلم ان یدفع الی الذمی الخمر یبیعھالہ

قولہ عن ابی سعید الخ: اس حدیث سے بعض ائمہ نے عدم جواز تخلیل خمر پر استدلال کیا ہے اور امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث زجر پر محمول ہے اور ابتداء زمانہ حرمت خمر میں یہ حکم دیا گیا تھا تاکہ لوگ بالکل اجتناب کریں اور تساہل نہ کریں پھر جب لوگوں نے اس پر پورے طور پر عمل کیا اور تساہل کا احتمال جاتا رہا تو آپ نے تخلیل خمر کی اجازت دے دی اور اس کی مدح بھی فرمائی۔

فائدہ: روی عن جابر مرفوعا خیر خلکم حل خمرکم وتفرد بہ المغیرۃ بن زیاد ولیس بالقوی قالہ البیھقی کذا فی العینی شرح الھدایۃ زادہ الجامع عفی عنہ.

باب: **قولہ اذا الامانۃ الخ:** حنفیہ اور امام احمد کا اس مسئلہ میں یہ مذہب ہے کہ اگر امین کے پاس خائن کا مال اسی جنس کا ہو جس میں اس نے خیانت کی ہے تو بقدر اس مال کے جتنا کہ خائن نے اس کا لے لیا ہے محبوس کرلینا جائز ہے اور حدیث نہی عن التملک پر محمول ہے اور حبس بطریق رہن ہر شے میں جائز ہے۔ اور بعض ائمہ کا مذہب ظاہر حدیث پر ہے۔

فائدہ: حدیث کا ظاہر استحباب پر محمول ہے کیونکہ قواعد کلیہ شرعیہ سے قصاص کا جواز مشہور ہے اور فرق بین الجنس وبین

---

[1] اضافت کا تملیکی ہونا محل نظر ہے[1] ۱۲ جامع

---

(۱) ھھنا قرینۃ اخری وھی قولہ علیہ السلام بعینہ لانہ یصدق علی العواری والودائع لانھا مالہ بعینہ بخلاف المبیع لان بتبدل الملک تبدل العین کما یدل علیہ قولہ علیہ السلام لھا صدقۃ ولنا ھدیۃ. ۱۲ من الکوکب. (عبدالقادر ۱۲)

besturdubooks.wordpress.com

غیر الجنس سے حدیث ساکت ہے یہ مسئلہ قیاسی ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء ان العارية موداة

قوله العارية موداة الخ: اخیر کے دو جزوں میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے یعنی سب کے نزدیک دین کی قضا اور کفیل کا ضامن ہونا مسلم ہے البتہ اول جزو میں اختلاف ہے اور ان الفاظ ہی سے فرق ظاہر ہے کہ العاریۃ موداۃ فرمایا اور مقضیہ وغیرہ نہیں فرمایا جس طرح کہ تاکیدی الفاظ جزئین اخیرین میں ارشاد فرمائے۔

پس موداۃ کا یہ مطلب ہے کہ جب تک اس کے پاس وہ چیز باقی رہے اس کو ادا کرنا ضرور ہے اور جب بغیر اس کو کوتاہی کے جاتی رہے تو وہ معذور ہے۔

باب ماجاء في الاحتكار

قوله عن معمر الخ: غلہ اور دیگر اقوات انسان وحیوانات کا روکنا اور فروخت نہ کرنا ایسے موقع پر جبکہ اس جنس سے لوگوں کو تکلیف ہو شریعت میں منع ہے بشرطیکہ وہ اقوات اپنی حاجت سے زائد ہوں اور حضرت سعید اور حضرت معمر رضی اللہ عنہما کا احتکار اس درجہ کا نہ تھا جو ممنوع ہے اس لئے حضرت سعید نے ایسا جواب دیا جس کا یہ حاصل ہے کہ غور کرو بے سمجھے سوچے بات نہ کرو۔

فائدہ:۔ جمیع ضروریات اقوات کے حکم میں ہیں کیونکہ علت نہی مشترک ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء في بيع المحفلات

قوله لاتستقبلوا الخ: لاتستقبلوا کے معنی یہ ہیں کہ جب سوداگر لوگ مال فروخت کرنے کے لئے لائیں تو ان کے پاس جا کر بطور تلقی جلب کے ان کا مال نہ خریدو اور اس کا مفصل ذکر پہلے ہو چکا ہے اور لاتحفلوا کے معنی خود کتاب ہی میں مذکور ہیں اور لاینفق الخ کے یہ معنی ہیں کہ نیلام میں بلا قصد شراء محض دوسرے کے اغراء اور تدلیج کے لئے قیمت لگانا اور بڑھانا نہ چاہئے مثلاً ایک شخص نے اپنے کپڑے کا نیلام کرنے لگے اور اس کے یار دوست کھڑے ہو جائیں اور قیمت لگانا شروع کر دیں حالانکہ خریدنے کی نیت نہیں محض یہ مقصود ہے کہ دوسرے شخص یہ سمجھ لیں کہ یہ کپڑا اس قیمت کا ہوگی جب ہی تو اس قدر قیمت لگا رہے ہیں سو یہ ناجائز ہے۔

باب ماجاء اذا اختلف البيعان

قوله فالقول قول البائع والمبتاع بالخيار: بعض ائمہ کا تو یہی مذہب ہے جو ظاہر حدیث کا مقتضا ہے اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ بائع کے قول کا اس لئے اثبات کیا ہے کہ مشتری کا قول تو ظاہر ہی تھا کیونکہ تجرت میں اصل مقصود تحصیل ثمن ہے اور بائع اس کا طالب ہے پس اس کا مدعی ہونا اظہر ہے۔ سو مشتری گویا مدعی علیہ ہے اور مدعی علیہ کا قول معتبر ہونا (بشرط یمین) مشہور ہے لیکن بائع کی تخصیص کی یہ وجہ[1] سمجھ لیں ہے مدعی تو دونوں ہیں۔

---

[1] بائع مشتری کو مشتری کی کمی ہوئی رقم پر قبضہ دینے کا منکر ہے اور مشتری زائد رقم دینے کا منکر ہے اور بائع زائد رقم لینے کا مدعی ہے اور مشتری مبیع کے استحقاق کا مدعی ہے پس ہر ایک مدعی اور منکر ہے اور یہ جب ہو سکتا ہے کہ سلعہ قائم ہو۔

besturdubooks.wordpress.com

اور امام صاحبؒ کے نزدیک اس مسئلہ میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ثمن ومبیع دونوں میں جھگڑا ہو تو دونوں سے گواہ لئے جائیں گے کیونکہ دونوں مدعی ہیں اور اگر صرف ثمن یا مبیع میں جھگڑا ہو تو مدعی سے فقط گواہ لئے جائیں گے اور مدعا علیہ کو اختیار ہے قسم کھائے یا نہ کھائے قاضی فیصلہ کر دے گا۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث اسی مضمون کی مروی ہے اور میرے نزدیک یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ حدیث اختلاف فی الثمن پر محمول کی جائے اور حدیث الباب اختلاف فی المبیع پر اور تصویر اولیٰ کی یہ ہے کہ مثلاً بائع کہے ابھی ثمن وصول نہیں ہوئے یا کم وصول ہوئے ہیں اور مشتری کہے کہ میں ادا کر چکا ہوں۔

اور ثانی کی صورت یہ ہے کہ بائع کہے میں نے کل یا بعض مبیع متنازع فیہ فروخت نہیں کی اور مشتری کہے فروخت کر چکا ہے۔

فائدہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔

ولاحمد والنسائي عن ابي عبيدة واتاه رجلان تبايعا سلعة فقال هذا اخذت بكذا وكذا وقال هذا بعت بكذا اوكذا فقال ابو عبيدة اتي عبدالله (بن مسعود ۱۲ منه) في مثل هذا فقال حضرت النبي صلى الله عليه وسلم في مثل هذا فامر بالبائع ان يستحلف ثم يخير المبتاع ان شاء اخذ وان شاء ترك وقد صححه الحاكم وابن السكن وقد اختلف في صحة سماع ابي عبيدة من ابيه (اي ابن مسعود) كذا في نيل الاوطار.

سو اس حدیث میں جھگڑا ثمن ہی کے باب میں واقع ہوا ہے اور فیصلہ اختلاف بائع اور خیار مبتاع پر ہوا ہے اور یہی ترمذی کی حدیث کا حاصل ہے لیکن اس میں اطلاق ہے اور اس میں ایک خاص صورت کا بیان ہے۔

اس لئے حضرت مولانا صاحب کی تطبیق تو یہاں صحیح نہیں ہو سکتی۔ اور نیل میں ہے:

وروى عبدالله بن احمد في زيادات المسند من طريق القاسم بن عبدالرحمٰن عن جده بلفظ اذا اختلف المتبايعان والسلعة قائمة ولابينة لاحدهما تحالفا ورواه من هذا الوجه الطبراني والدارمي وقد انفرد بقوله والسلعة قائمة محمد بن ابي ليلى ولايحتج به كما عرفت لسوءِ حفظه قال الخطابي ان هذه اللفظة يعني والسلعة قائمة لاتصح من طريق النقل مع احتمال ان يكون ذكرها من التغليب لان اكثر مايعرض النزاع حال قيام السلعة كقوله تعالىٰ في حجور كم ولم يفرق اكثر الفقهاء في بيوع الفاسدة بين القائم والتالف اه والله تعالىٰ علم بسنده فالاعتماد علىٰ ماصحح فافهم وحقق وتتبع زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء في بيع فضل الماء

قوله نهى النبي صلى الله عليه وسلم الخ: پانی کی بیع ممنوع ہے خواہ وہ پانی مقصود بنفسہٖ ہو جیسا کہ اس

---

[1] وما في الشروح هو ان الشافعي عمل بظاهر الحديث والعمل عندنا بهذا الحديث ايضا لكن بشرط ان تكون السلعة قائمة وهذه الزيادة نقلت في بعض الروايات (۱۲ عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

حدیث میں ہے یا مقصود نغیرہ ہو جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے اور یہ نہی اس وقت تک ہے جب تک پانی بائع کی ملک میں داخل نہ ہوا ہو کیونکہ اس میں عام لوگوں کا حق ہے اور جبکہ ملک میں داخل ہو جائے مثلاً سقہ مشک میں بھر لے یا گھڑے میں بھر لے تو اس کی بیع جائز ہے اور جب تک کنوئیں نہر وغیرہ میں رہے اس وقت تک بیع جائز نہیں اور سرکار کا اس میں کوئی حق نہیں ہے اور جب کنوئیں وغیرہ کی مرمت کی حاجت ہو تو اس کی مرمت بھی عام لوگوں ہی کے ذمہ ہے۔

باب ماجاء في كراهية عسب الفحل

قوله نهى النبى صلى الله عليه وسلم الخ عن عسب الفحل.

عسب الفحل کے معنی ہیں مادہ جانور پر نر جانور کو مجامعت کے لئے چھوڑنا اور نہی کی وجہ یہ ہے کہ یہ فعل غیر متقوم ہے اور علیٰ ہذا آب منی بھی غیر متقوم ہے تو اُجرت کس بات کی دی جائے ہاں بغیر ٹھہرائے اگر کچھ دے دیا جائے تو مضائقہ نہیں۔

فائدہ: لیکن یہ لحاظ ضروری ہے کہ المعروف کالمشروط کی وجہ سے نہ دیا جائے اور دینے والے پر بالکل دباؤ نہ ہو اور لینے والے کو اس امر کا بالکل خیال نہ ہو کہ اگر مجھے ہدیہ نہ ملے گا تو میں اپنے جانور نر کو مواصلت مادہ کے لئے نہ دوں گا بلکہ غور کیا جائے تو اس نر کی اس فعل میں راحت اور تلذذ ہے اور چونکہ اس جانور کا تعلق بحیثیت مملوک ہونے کے آقا سے ہے لہٰذا آقا کو بھی راحت اور تلذذ ہے پھر اُلٹی اُجرت کیسی زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء في ثمن الكلب

قوله كسب الحجام خبيث الخ. کسب حجام کا خبیث ہونا باعتبار کراہت طبعی کے ہے اور اگر حرام شرعی ہوتا تو آئندہ حدیث میں ناضح اور رقیق کے لئے اس کا کھانا جائز مذکور ہے یہ کس طرح صحیح ہوسکتا ہے کیونکہ کوئی تخصیص کی وجہ نہیں اور آئندہ حدیث میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حجام کو عطا فرمانا مذکور ہے وہ جمہور کے نزدیک وہ بطریق ہدیہ ہے نہ کہ اُجرت اور امام صاحب کے نزدیک اجرت ہی پر محمول ہے۔

وبالحاشية العربية له على قوله كسب الحجام خبيث ومهر البغى خبيث وثمن الكلب خبيث الخبث كلي مشكك ادناه خلاف الاولى والكلب يراد به غير المنتفع به بالفعل اوبالقوة اوهو قبل الاذن في اقتناء ه اوعلى التنزيه كما في السنور اجماعا.

باب ماجاء في كراهية ثمن الكلب والسنور

قوله نهى عن ثمن الكلب والسنور: قلت النهى في السنور حمله الجمهور على التنزيه لكن لايخفى انه موقوف على ثبوت الحديث والضعاف لايفيد الحكم وانما يعتبر فى الفضائل لكن روى مسلم وغيره وصححه النووى كما في النيل عن جابر ان النبى صلى الله عليه وسلم نهى عن ثمن الكلب والسنور.

besturdubooks.wordpress.com

قوله کبیرا حد قلت من اضافة الصفة الی الموصوف ای احدا کبیرا مشهورا زاده الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی کراهیة بیع المغنیات

قوله لاتبیعو القینات الخ: چونکہ ایسی کنیزوں کے خریدنے اور فروخت کرنے میں فتنہ وفساد ہے اس لئے نہی فرمائی گئی۔ اور اسی طرح ان کی تعلیم میں بھی فتنہ ہے (اس لئے کہ بغیر تائب ہوئے جب وہ پڑھیں گی تو ذہن کو ترقی ہوگی پس اپنے پیشہ میں بھی اس ذہانت سے ترقی کریں گی ۱۲ جامع)

اور قینات اماء مغنیات کو کہتے ہیں عرب میں ایک شخص تھا اس نے بہت سی لونڈیوں کو گانا سکھایا تھا جہاں کوئی مسلمان اس کی طرف نکلا اس نے گوانا شروع کیا سو وہ مسلمان فوراً مرتد ہو جاتا تھا اس وجہ سے یہ آیت نازل ہوئی۔

فائدہ: اس حدیث سے استدلال موقوف ہے اس کی تحسین یا صحت پر مگر مضمون حدیث کا قواعد شرعیہ کلیہ سے مستنبط ہے پس حدیث کو مؤید کہا جائے گا زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی کراهیة ان یفرق بین الاخوین اوبین الوالد وولدها فی البیع

قوله یا علی مافعل غلامک الخ: رد کرنا صحت بیع کا مقتضی ہے اور عورت اگر بچہ کی جدائی گوارا کرے تو اس کی اس رضامندی کا اعتبار نہ کیا جائے گا اس لئے کہ اس میں بچہ کا ضرر ہے۔

فائدہ اگر بالغین میں سے ایک دوسرے کی جدائی گوارا کرلے تو قواعد کا مقتضا یہ ہے کہ بیع بلا کراہت درست ہو زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء من الرخصة فی اکل الثمرة للماربها

قوله من دخل حائطا الخ: اس کا مدار عرف پر ہے جہاں لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہاں ایسی خفیف چیزوں کو کوئی منع نہیں کرتا نہ صراحۃً نہ دلالۃً اور طیب نفس سے مالک اجازت دے دیتے ہیں تو وہاں اس طرح کھالینا جائز ہے اور جہاں ایسا عرف نہ ہو وہاں ممنوع ہے۔

فائدہ: اس باب کی مجموعہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گراپڑا پھل حاجت کے وقت کھالینا جائز ہے کہ اکثر یہ چیزیں لوگوں کی نظر میں قابل اہتمام نہیں ہیں اور یہ عرب کا عرف تھا پس دیگر قواعد کے انضمام سے جہاں یہ عرف نہ ہو جواز ثابت نہ ہوگا۔ اور حالت اضطرار میں بلا اجازت بھی کھالینا جائز ہے لیکن پھر اس کا ضمان دینا ہوگا جب بھی قدرت ہو اور جن صاحب نے جوع کا عذر بیان کیا اور باوجود اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقط گرے پڑے پھل کی اجازت دی تو ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو جوع حد اضطرار کی نہ تھی واللہ تعالیٰ اعلم زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی النهی عن الثنیا

قوله نهی عن المحاقلة والمزابنة والمخابرة والثنیا. محاقلہ اور مزابنہ کا بیان پیشتر گزر چکا ہے اور مخابرہ مزارعت یعنی بٹائی کو کہتے ہیں۔ امام صاحب کے نزدیک مخابرہ جائز نہیں ہے اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے اور جو لوگ

besturdubooks.wordpress.com

جائز کہتے ہیں وہ اس نہی کو مقید کرتے ہیں اس مخابرہ کے ساتھ جس میں کوئی شرط ناجائز ہو مثلاً زمین دینے والا یا لینے والا یہ کہے کہ میں نہر کی طرف سے (یعنی جس طرف آب پاشی کی جاتی ہے) جو غلہ پیدا ہوگا وہ لوں گا اس لئے کہ اس طرف غلہ زیادہ پیدا ہوتا ہے بوجہ اس کے کہ اس جانب کا تخم قوی ہوتا ہے۔ سو یہ شرط فاسد ہے اس لئے کہ احتمال ہے اس جانب کچھ نہ پیدا ہو۔

اور امام صاحب کے نزدیک مطلق مخابرہ سے ممانعت ہے۔

فائدہ: اور ثنیا بروزن دنیا اس کے معنی ہیں کہ بیع میں کچھ مقدار کی شے میں سے مستثنیٰ کردینا سو یہ ناجائز ہے کیونکہ اس صورت میں مبیع مجہول ہے اور یہ جہالت مفضی الی المنازعت ہے اور اگر وہ مقدار معین کرلی جائے تو جائز ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی کراهیة بیع الطعام حتی یستوفیه

قوله من ابتاع طعامًا الخ ویقاس علیه المنقول.

فائدہ: نہی قبل القبض کی وجہ احقر کے نزدیک یہ ہے کہ احتمال ہے وہ شے مشتری کے قبضہ میں آنے سے پہلے ہلاک ہو جائے اور پھر باہم مشتری ثانی اور مشتری اول میں منازعت ہو پس چونکہ اموال غیر منقولہ میں یہ احتمال نہیں ہے۔

اس لئے امام صاحب نے اور اسی طرح امام صاحب کے جو فقہاء اس مسئلہ میں موافق ہیں غیر منقول کی بیع قبل القبض جائز رکھی ہے اور یہ تخصیص کچھ بعید نہیں ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی النهی عن البیع علیٰ بیع اخیه

قوله ومعنی البیع الخ: قلت وهو للتطبیق بین الحدیثین ولم یعکس لان احدا لایسوغه ان یشتری شیئا بعد بیعه ولا یجترء علیه فانه ظلم وغصب فیفسخ القاضی ذالک البیع بخلاف السوم فان البیع لایفسخ به وان ارتکب المنهی عنه فافهم زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی بیع الخمر والنهی عن ذالک

قوله اهرق الخمر والدنان. وقوله اینخذ الخمر خلا قال لافکل ذالک محمول علی الزجر والتنفیر فی ابتداء التحریم.

فائده: عاصرها ای الذی یعصرها ومعتصرها یعنی الذی یحبسها زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی بیع جلود المیتة والاصنام

قوله عن جابر الخ: میتہ کی چربی کا استعمال کسی طرح جائز نہیں ہے نہ اس کا جلانا اور نہ کسی اور طرح استعمال کرنا ہاں اگر میتہ کی چربی میں تیل مل جائے تو اس کا جلانا اور فروخت کرنا فقہاء نے جائز لکھا ہے۔

فائدہ: شحم مذاب کو اہل عرب شحم نہیں کہتے بلکہ ودک کہتے ہیں تو اس طرح یہود نے حیلہ کیا تھا کہ ممانعت تو شحم کی ہے نہ کہ ودک کی پس ودک کو جائز سمجھا اور اس کو فروخت کیا۔ قال الجامع عفی عنہ۔

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء في كراهية الرجوع من الهبة

قوله العائد الخ: امام صاحب کے نزدیک رجوع عن الہبہ جائز ہے غیر قرابت محرمیہ اور زوجیہ میں بشروط مذکور فی الفقہ اور یہاں تشبیہ غیر مکلف کے فعل سے دی گئی ہے کہ کتا ایسا کیا کرتا ہے پس یہ مثال تنفیر کے لئے ہے اور کراہت طبعیہ ہے نہ کہ شرعیہ۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلقاً رجوع عن الہبہ جائز ہے سوائے والد کے ولد سے۔ سو والد اپنی اولاد کو عطیہ دے کر اس کو لوٹا سکتا ہے۔

اور امام صاحب فرماتے ہیں کہ باپ کا رجوع کرنا رجوع نہیں ہے بلکہ اس کو حاجت کے وقت اولاد کے مال میں تصرف کرنا جائز ہے خواہ وہ مال اس کا موہوب ہو یا ولد کا مکسوب ہو لہٰذا یہ رجوع محض صورۃً ہے اور دلیل اس کی کہ باپ کو اولاد کے مال میں تصرف جائز ہے حدیث انت ومالک لابیک ہے۔

فائدہ: في نيل الاوطار عن طاؤس ان ابن عمر وابن عباس رفعاه الى النبي صلى الله عليه وسلم قال لايحل للرجل ان يعطى العطية فيرجع فيها الا الوالد فيما يعطي ولده و مثل الرجل يعطى العطية ثم يرجع فيها كمثل الكلب اكل حتى اذا شبع قاء ثم رجع في قيئه رواه الخمسة وصححه الترمذي واخرجه ايضا ابن حبان والحاكم وصححا اه وفيه ايضًا من وهب هبة يرجوا ثوابها فهي رد على صاحبها مالم يثب منها رواه عبدالله بن موسٰى مرفوعا قيل هو وهم قال الحافظ صححه الحاكم وابن حزم اه

(وفي الجامع الصغير مرفوعا بسند صحيح برواية الحاكم والبيهقي من وهب هبة فهوا حق بها مالم يثب منها اه)

وفيه ايضًا روى الحاكم من حديث الحسن عن سمرة مرفوعا بلفظ اذا كانت الهبة لذى رحم محرم لم يرجع اه

(وصححه السيوطي كما في كنز العمال الا في زيادة فيها بعد قوله لم يرجع قاله الجامع)

پہلی حدیث سے رجوع عن الہبہ کی حرمت یعنی کراہت تحریمی ثابت ہے مگر والد جب اپنی اولاد کو ہبہ کرے تو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے لیکن اس استثناء کا ظاہر مراد نہیں ہے یعنی یہ مطلب نہیں ہے کہ والد اپنی اولاد کو عطیہ دے کر اس سے رجوع کرے کیونکہ یہ مراد لینا کئی وجہ سے صحیح نہیں اول حدیث نمبر ۳ کے خلاف ہے کہ وہ باطلاقہ منع رجوع عن المحرم پر دال ہے۔ یہ کہ اگر کہا جائے حدیث صحیح میں ہے جس کو ابن ماجہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

عن جابر ان رجلا قال يا رسول الله ان لي مالا وولدًا وان ابي يريد ان يحتاج مالي فقال انت ومالك لابيك اه وصححه ابن القطان وقال المنذري رجاله ثقات كما في النيل تو اس اتحاد مال ولد اور والد کے اعتبار سے رجوع عن الہبہ بھی جائز ہونا چاہئے کیونکہ وہ رجوع صورۃ ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ قول صحیح نہیں ہے اس

besturdubooks.wordpress.com

لئے کہ بالاجماع بجمیع الوجوہ ولد کا مال والد کا مال نہیں ہے ورنہ ولد کے مال میں والد نیز دوسرے ورثہ کو میراث نہیں پہنچ سکتی حالانکہ پہنچتی ہے پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث ظاہر معنی سے منصرف ہے اور وہ معنی یہ ہے کہ والد محتاج ہو اور بقدر ضرورت اولاد کے مال میں سے صرف کر لے تو جائز ہے۔

دوسرے ذوی القرابت کا نفقہ بھی ایسی حالت میں واجب ہے لیکن والد کی تخصیص کی دو وجہ ہیں اول یہ کہ سوال والد کے باب میں تھا دوسرے اختصاص اقربیہ بھی اس کا مرجح ہو سکتا ہے اور ماں کا بھی یہی حکم ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور احتیاج کی قید اس حدیث میں مذکور ہے۔

روی الحاکم بسند صحیح عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها مرفوعًا ان اولاد کم هبة الله تعالیٰ لکم یهب لمن یشآء اناثا ویهب لمن یشاء الذکور فهم اموالهم لکم اذا احتجتم الیها کما فی کنزالعمال ویؤیده ماروٰاه طس وق کما فی کنزالعمال عن قیس بن ابی حازم جاء رجل الی ابی بکر الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه فقال ان ابی یرید ان یاخذ مالی کله لحاجة فقال لابیه انما لک من ماله مایکفیک فقال یا خلیفة رسول الله صلی الله علیه وسلم الیس قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انت ومالک لابیک فقال نعم وانما یعنی بذلک النفقة ارض بما رضی الله عزوجل اه

دوسری حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رجوع عن الہبہ جب تک کہ اس کی مکافات نہ کی جائے جائز ہے لیکن رجوع عن المحارم اس عموم سے مستثنیٰ ہے بحکم حدیث نمبر۴

بحمد اللہ تعالیٰ حنفیہ کا مذہب اس مسئلہ میں خوب اچھی طرح ادلہ قویہ سے ثابت ہو گیا ولعلک لاتجد من غیر ہذا التحقیق والتفصیل۔ اور احقر کے نزدیک رجوع عن الہبہ جس مواضع میں جائز ہے بکراہت تنزیہہ جائز ہے۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی العرایا والرخصة فی ذلک

قوله عن زید بن ثابت۔ الخ.

عرایا کی دو تفسیریں ہیں سو امام مالک اور امام صاحب کے نزدیک تو اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ وہ عطیہ ہے جس کا عرب میں یہ دستور تھا کہ جس وقت ان کے باغ پھلتے تھے تو ایک درخت مالکان باغ غرباء کو دیتے تھے اور وہ غرباء[1] اپنے اہل وعیال کو باغ میں لے جا کر رکھتے تھے تاکہ ان کے پھل ضائع نہ ہوں جس سے مالکوں کو تکلیف ہوتی تھی اس لئے وہ لوگ موہوب لہم سے یہ کہتے تھے کہ تم ہم سے اس قدر خرما خشک لے لینا اور یہ خرما تر ہم کو دے دو لیکن یہاں رہنا چھوڑ دو۔

تو یہ صورت بیع کی ہے سو وہ لوگ اس کو منظور کر لیتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اجازت مرحمت فرمائی حالانکہ علاوہ عرایا کے اور صورتوں میں ایسی بیع ناجائز ہے کہ درخت پر تر میوہ ہو اور وہ خشک میوہ کے عوض فروخت کر دیا جائے۔

---

[1] عام شارحین حدیث یہ لکھتے ہیں کہ مالکان باغ پھل کھانے کے لئے مع اہل وعیال باغ میں آجاتے اور غریب کے آنے سے ان کو تکلیف ہوتی (عبداللہ رضی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

اور جمہور کے نزدیک عرایا کے یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی شخص آ کر کہے کہ میرے خشک چھوہارے لے لو اور اس کے عوض مجھے تر خرما دے دو تو یہ جائز ہے اور اس کا نام عریہ ہے۔

اور جمہور کہتے ہیں کہ اگر معنی مذکور مراد ہوتے تو دون خمسۃ اوسق کی قید لگانے کی کیا حاجت تھی۔۔۔۔اور امام صاحب یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ قید واقعی ہے کسی نے اسی طرح آپ سے دریافت کیا ہوگا لیکن امام صاحب کا مذہب احوط ہے اور جمہور کا مذہب اقویٰ ہے۔

اور واضح ہو کہ الا انہ قد اذن الخ استثناء فقط والمزابنۃ سے ہے

باب ماجاء فی مطل الغنی ظلم

قوله واحتجوا بقول عثمان وغيره الخ: قلت فيه دليل للحنفية على الرجوع ان الاصيل عند تعذر الحصول من الكفيل والكلية الشرعيه تقتضى ذالک وفى الجوهر النقى وذكر ابوبكر الرازى وغيره انه لايعلم لعثمان فى ذالک مخالف من الصحابة اه

وفيه ايضًا قال ابن حزم روينا من طريق عبدالرزاق اوعن معمر او غيره عن قتادة عن على قال فى الذى احيل لايرجع على صاحبه الا ان يفلس اويموت اه والامر فى قوله فليتبع للاستحباب عند الجمهور كما فى نيل الاوطار وفيه ايضا والمعنى اذا احيل فليحتل كما وقع فى الرواية الاخرىٰ اه

والحاصل ان من احيل على ملئى فليقبل تلک الحوالة ويرجع الى المحال عليه زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء فى السلف فى الطعام والثمر

قوله الىٰ اجل معلوم: امام شافعی کے نزدیک تعیین اجل ضروری نہیں ہے اگر تعیین کرے گا اس کا اعتبار کیا جائے گا ورنہ نہیں۔ اور امام صاحب کے نزدیک اجل لازم ہے کیونکہ جہالت مدت مفضی الی المنازعۃ ہے اور ظاہر حدیث کا بھی یہی مقتضا ہے۔

باب ماجاء فى ارض المشترک يريد بعضهم بيع نصيبه

قوله لانعرف لاحدمنهم اى ممن يروى عنه: والحديث اخرجه مسلم والنسائى وابوداؤد عن جابر ان النبى صلى الله عليه وسلم قضى بالشفعة فى كل شركة لم تقسم ربعة اوحائط لايحل له ان يبيع حتى يؤذن شريكه فان شاء اخذ وان شاءَ ترک فان باعه ولم يوذنه فهو احق به كذا فى نيل الاوطار زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء فى المخابرة والمعاومة

قوله والمعاومة فى نيل الاوطار هى بيع الشجر اعواما كثيرة وهى مشتقة من العام

besturdubooks.wordpress.com

كالمشاهرة من الشهر وقيل هي اكتراء الارض سنين وكذالك بيع السنين هوان يبيع تمر النخلة لاكثر من سنة في عقد واحد وذالك لانه بيع غرر لكونه بيع مالم يوجد اه

قلت قد اخرج الشيخان واحمد في رواية عن بيع السنين بدل المعاومة كما في النيل ايضا فهو تفسير له فلا ينهض ان يراد به اكتراء الارض سنين فانه لاوجه عن نهيه في الظاهر والتاويل لاحاجة اليه زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في استقراض البعير اوالشئي من الحيوان

قوله عن ابي هريرة قال استقرض الخ: دليل ابي حنيفة رضى الله تعالىٰ عنه مامر من قوله عليه الصلوٰة والسلام نهٰى عن بيع الحيوان بالحيوان نسئة ويقاس الاستقراض على النسية انتهى التقرير.

فائده: قلت لقائل ان يقول هذا الحديث الصحيح مخصص له على انه لايصح القياس ايضا فان الاستقراض والابتياع لايتحد ان من جميع الجهات ولو سلم القياس فلا يجوز ايضًا استقراض الدراهم والدنانير ايضًا فان من شرط بيد كونه يد ابيد ولايوجد ذالك في الاستقراض مع انهم يجوزون ذالك وتقديم المحرم[1] يكون حيث لايمكن التطبيق مع ان حديث البيع واقعة اخرىٰ وهذا واقعه اخرىٰ ومن ادعىٰ النسخ فعليه البيان ـ

ومن عادتي حب الديار لاهلها وللناس فيما يعشقون مذاهب

زاده الجامع عفي عنه

باب ماجاء في بين الخصمين

قلت هكذا في النسخة الحاضرة وفي نسخة اخرىٰ معلمة في الحاشية يصح لفظ القاضي بعد حرف في فعبارة النسخة الاخرىٰ.

باب ماجاء في القاضي لايقضي بين الخصمين حتي يسمع كلامهما ومعني الاول.

باب ماجاء في وصل الخصمين فبين بمعني الوصل اى باب ماورد في علم وصل القضاء حتي يسمع كلامهما ولايخفي تكلف هذه العبارة وان كانت صحيحة مؤولة زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في امام الرعية

قوله مامن امام يخلق بابه دون ذوى الحاجة والخلة والمسكنة الخ

[1] وفيه انه اجتمع المحرم والمبيح ولم يعلم التاريخ يرجع المحرم. (عبدالقادر)

besturdubooks.wordpress.com

مطلب اس کا یہ ہے کہ امیر اور بادشاہ رعیت کی حوائج کو پورا نہ کرے تو حق تعالیٰ بھی اس کی حوائج پوری نہ فرمائے گا۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں دربان، حاجب نہ تھے جس سے مستغیثوں کو خلیفہ تک رسائی میں دشواری ہوتی بلکہ وہاں مذکر تھے جب کوئی ذی حاجت آیا اطلاع کردی گئی۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت دی حاضر ہو گیا اور اگر یہ کہا کہ پھر آنا تو وہ چلا گیا اور پھر حاضر ہو گیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں دربان اور پہرے دار تھے جو دربارشاہی تک لوگوں کی رسائی نہ ہونے دیتے تھے اپنے عہدہ کی بناء پر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں مذکرین کا کوئی عہدہ نہ تھا بلکہ وہ محض خیر خواہی کے لئے لوگوں کو اطلاع کیا کرتے تھے۔ اور وجہ اس عہدہ کی یہ ہوئی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں دشمنوں سے خوف رہتا تھا نیز ان کے اندر شان امارت بھی تھی بخلاف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ وہاں زہد غالب تھا اور بوجہ غلبہ شدیدہ اسلام کے دشمنوں سے خوف بھی نہ تھا۔

فائدہ: قوله دون ذوى الحاجة اى عند ذوى الحاجة وفى النهاية الخلة بالفتح الحاجة وفى الدر النثير المسكنة قلة المال والخضوع والذلة والضعف اھ زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء فی هدايا الامراء

قوله لايضيين شيئا بغير اذنى يعنى بغير اذن الشرع لا ان اذن الحاكم يحلل الحرام.

باب ماجاء فى الراشى والمرتشى فى الحكم

قوله لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ. جو شخص کسی حاکم کو محض عہدہ کے دباؤ سے ہدایا بھیجتا ہے وہ رشوت ہے اور اگر عہدہ سے پہلے باہم دوستی ہو اس وجہ سے ہدیہ بھیجے یا اب مثلاً دوستی ہوگئی جس کی وجہ عہدہ نہیں ہے اور اس تعلق سے ہدیہ بھیجے تو وہ ہدیہ رشوت نہیں اس کے قبول کر لینے میں مضائقہ نہیں۔
اور تعریف جامع مانع یہ ہے کہ رشوت قیمت غیر متقوم عندالشرع کو کہتے ہیں پھر اس کی تین قسمیں ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ امر واجب پر رشوت لیوے مثلاً کوئی شخص کلکٹری میں سررشتہ دار ہے تو کلکٹر کے اجلاس میں عرضیاں پیش کر کے مستغیثین سے کچھ لینا یہ رشوت ہے کہ بحکم نوکری عرضیوں کا پیش کرنا اس کے ذمہ واجب ہے۔
دوسری قسم فعل حرام پر رشوت لینا ہے مثلاً حاکم نے یا سررشتہ دار نے مستغیث سے یہ کہا کہ تم ہم کو اس قدر رقم دو ہم تمہارا مقدمہ فتح کرادیں گے۔ تیسری قسم مباح کام پر رشوت لینا مثلاً کوئی شخص کسی دوسرے سے کہے کہ مجھے نوکر کرادو اور وہ کہے بہت اچھا مگر پانچ سو روپیہ لوں گا سو یہاں یہ بات دیکھنی ہے کہ جو مشقت نوکری کی سعی میں کی جائے گی وہ اس رقم کے مقابلہ میں قابل اعتبار ہے یا نہیں یعنی عرفاً اس کی اس قدر اُجرت ہو سکتی ہے یا نہیں اگر ہو سکتی ہے تب تو یہ رقم اُجرت میں داخل ہے اور حلال ہے اور اگر عرفاً یہ مقدار مشقت کی اس رقم کے مقابل نہیں شمار کی جاتی بلکہ اس قدر مشقت عرفاً بالکل غیر متقوم ہے تو یہ رشوت ہے اور حرام ہے اور اگر اس قدر مشقت اس رقم سے کم رقم کی مقابل عرفاً شمار ہوتی ہے تب بھی رشوت نہیں پس وکلاء کا

besturdubooks.wordpress.com

پیروی مقدمات کے عوض رقوم لینا اجرت ہے نہ کہ رشوت خواہ وکلاء سلطنت اسلامیہ کے ہوں یا سلطنت کفریہ کے۔

باب ماجاء فی قبول الهدیه واجابة الدعوة

قوله لو اهدی الخ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہ بھی تھے اور نبی بھی تھے لیکن آپ کو جو کوئی ہدیہ پیش کرتا وہ محض محبت کی وجہ سے دیتا تھا لوگوں کو آپ سے بے حد محبت تھی اور امور سلطنت کو اس ہدیہ میں کچھ دخل نہیں ہوتا تھا۔ اس وجہ سے آپ ہدیہ قبول فرمالیا کرتے تھے۔

فائدہ: اربعین میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو کچھ پیش کیا جاتا تھا وہ ہدیہ تھا اور ہم کو لوگ جو کچھ دینا چاہتے ہیں وہ رشوت ہے اس وجہ سے ہم نہیں قبول کرتے زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی التشدید علی من یقضی له بشیء لیس له ان یاخذه

قوله عن ام سلمة الخ: مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اگر دو شخص مستغیث میرے پاس مقدمہ لے کر آئیں اور ایک ان میں سے زیادہ زبان دراز اور بولنے والا ہے کہ اس نے اپنی استطالت لسان سے اپنا استحقاق قائم کر دیا اور دوسرا شخص ایسا نہیں باوجود حق پر ہونے کے بوجہ تقصیر لسانی کے پوری طرح عرض حال نہ کر سکا اور گفتگو میں مغلوب ہو گیا تو بحکم ظاہر میں تو پہلے شخص کے لئے ڈگری کر دوں گا کیونکہ معذور ہوں مجھے غیب کی کیا خبر ہے ظاہری ثبوت پر فیصلہ کروں گا لیکن اس زبان دراز کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ میں اس کے لئے ایک قطعہ نار کی ڈگری کرتا ہوں کیونکہ جو شخص ناحق کسی کا مال لے لیوے تو ظاہر ہے وہ جہنم رسید ہوگا ترہیب کے لئے یہ وعید بھی ارشاد فرمادی تا کہ لوگ جہنم کے خوف ہی سے پرہیز کریں اور دوسروں کی حق تلفی نہ کریں۔

اب رہی یہ بات کہ یہ مال من یقضی لہ کی مِلک میں بھی داخل ہوگا یا نہیں سو حدیث شریف سے تو فقط عدم حلت ثابت ہوتی ہے نہ کہ انعدام مِلک۔ اور ائمہ کا اس میں اختلاف ہے امام صاحب کے نزدیک تو یہ مال اس کا مملوک ہو جائے گا لیکن بملک خبیث اور دوسرے ائمہ کے نزدیک مملوک ہی نہ ہوگا کیونکہ جب اس نے ناجائز طریق سے حاصل کیا جیسا کہ حدیث کا ظاہر اس پر دال ہے تو پھر مملوک کیسے ہو سکتا ہے۔

اور امام صاحب پر بہت کچھ اس مسئلہ میں طعن کیا گیا ہے لیکن امام صاحب کی نظر دقیق ہے اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

هو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعًا الأیة: اور لکم میں لام انتفاع کے لئے ہے۔ اور اسی جگہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اصل ہر شئے میں اباحت ہے غرض جبکہ اصل اباحت ہے تو سب اشیاء حلال ہونا چاہئے زن غیر مال غیر وغیرہ اور اگر ایسا کیا جاتا اور اس اباحت اصلیہ کا کوئی ضابطہ اور قاعدہ مقرر نہ کیا جاتا تو بہت بڑا فتنہ وفساد ہوتا اور انتفاع حاصل نہ ہو سکتا پس حق تعالیٰ نے تحصیل انتفاع اور اباحت کے کچھ اسباب مقرر فرمائے جن میں ایک سبب اباحت اور انتفاع کا قبضہ

besturdubooks.wordpress.com

ہے اور اسی وجہ سے حضرت سیدنا و ابونا آدم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام جب زمین پر بھیجے گئے تو یہ کہہ دیا گیا کہ جس شئے پر جو ہاتھ رکھ دے گا وہ اسی کی ہو جائے گی۔ (یحتاج الی دلیل ثابت ۱۲ جامع)

سو دلیل لمی سے شئے کا مملوک ہونا ثابت ہوا کیونکہ قبضہ ملک کی وجہ سے ہوتا ہے تو بوجہ قبضہ کے ملک پر استدلال کیا گیا اور سلطان نائب ہے حق تعالیٰ کا اور قاضی نائب ہے سلطان کا سو بالواسطہ قاضی بھی نائب حق ہے پس جیسے حق تعالیٰ کا قبضہ کرا دینا کسی چیز پر ملک کا سبب ہے، اسی طرح نائبین کا بھی تصرف اور قبضہ کرا دینا تملک کا سبب ہے اور اسی طرح نکاح اور تفریق میں قاضی کے حکم کا اعتبار ہے اور عقد نکاح تفریق نکاح میں دیگر ائمہ بھی امام صاحب کے ساتھ اتفاق رکھتے ہیں پھر نکاح اور اموال[1] اور تفریق میں مابہ الافتراق کیا ہے ظاہر ہے کہ کچھ نہیں بلکہ البضاع میں مزید احتیاط کی جاتی ہے۔ بہ نسبت اموال کے نیز لعان میں جو تفریق کی جاتی ہے اور ظاہرا و باطنا اس کا نفاذ سمجھا جاتا ہے تو انہیں اور اس صورت میں کیا فرق ہے ظاہر ہے کہ کچھ فرق نہیں ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک شخص کے دعوی کاذبہ مع دو گواہ کے پیش کیا کہ فلاں عورت سے میرا نکاح ہو گیا ہے آپ نے اس کے موافق باقتضاء ظاہر حکم فرما دیا۔ پھر تھوڑی دیر میں عورت نے کہا کہ حضرت دعویٰ کے موافق فیصلہ تو ہو گیا لیکن میرا نکاح فی الواقع تو نہیں ہوا اس لئے اب مجھے منظور ہے نکاح فرما دیجئے تاکہ حرام سے بچوں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے گواہوں نے تمہارا نکاح کر دیا۔ اور نکاح کی صورت میں مرد کو عورت سے امام صاحب کے نزدیک وطی کا گناہ نہ ہوگا لیکن اس خداع کا زنا سے بڑھ کر گناہ ہوگا۔

فائدہ: قلت حدیث علی رضی اللہ عنہ ذکرہ الشیخ ابن الهمام بغیر سند ولم ارہ مع التتبع ولعله لااصل له فلا ینبغی الاستشهاد بمثل ذالک والمقام من مزال الاقدام فتامل فی ذالک وانصف واعدل واتق زادہ الجامع عفی عنه.

انظر سندہ فی کتاب القضاء من رد المحتار فقوله لااصل له لا اصل له ۱۲ اشرف علی.

باب ماجاء فی ان البینة علی المدعی والیمین علی المدعی علیه

قوله الک بینة الخ.

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فلک یمینہ کا مرتب فرمانا عدم بینۃ عند المدعی پر دال ہے۔ اس امر پر کہ مدعی کی یمین معتبر نہیں خواہ اس کے پاس کوئی گواہ نہ ہو یا ایک گواہ ہو اور بینہ سے مراد دو گواہ[2] ہیں لقولہ تعالیٰ۔

واستشهد واشهیدین من رجالکم الخ: نیز اس حدیث کی سند بھی حدیث یمین مع الشاہد کی سند سے زیادہ قوی ہے اور امام صاحب کا مذہب یہی ہے اور جمہور کا مذہب ہے کہ اگر مدعی کے پاس ایک گواہ ہو تو بجائے ایک دوسرے گواہ کے اس سے قسم لی جائے اور مدعی کی ڈگری کر دی جائے اور حدیث جو آئندہ باب میں ہے ان کی دلیل ہے اور اس

---

[1] جزئیہ میں ہے کہ املاک مرسلہ میں قضاء قاضی ظاہرا و باطنا نافذ نہیں ہوتی بلکہ صرف ظاہرا ہوتی ہے (عبدالقادر عفی عنہ)

[2] وفی مفردات الراغب وسمی الشاهدان بینة ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

حدیث کی تاویل کرتے ہیں (یعنی یہ حدیث محمول ہے اس صورت پر جبکہ ایک گواہ بھی مدعی کے پاس نہ ہو ۱۲ جامع) اور امام صاحب حدیث آئندہ کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس کے یہ معنی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باوجود ایک گواہ ہونے کے بھی یمین سے فیصلہ کیا لیکن یہ تاویل بعید ہے (اس لئے کہ ظاہر مع الشاہد کا تعلق بالیمین سے ہے ۱۲ جامع)

اور میرے نزدیک اس تاویل کی حاجت ہی نہیں بلکہ یوں کہا جائے کہ آپ نے قضاۃ کے لئے تو قاعدہ مقرر فرمایا۔

البينة على المدعي واليمين على من انكر

اور فعل آپ کا محمول ہے۔ آپ کی خصوصیت پر یعنی چونکہ آپ کو ہر قسم کے اختیارات حاصل تھے بحکم النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم الخ

اس لئے آپ نے یہ فیصلہ کسی مصلحت سے اسی طرح فرما دیا۔

فائدہ: احقر کے نزدیک خصوصیت تو احتمال سے ثابت نہیں ہوسکتی کما صرحوا بہ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ فیصلہ مع الشاہد بالیمین آپ کا فعل ہے اور حدیث اول قول ہے اور قول فعل پر مقدم ہوتا ہے۔ پس اس لئے امام صاحب کا مذہب قوی ہے وان کان لہ جواب ایضا زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء في العبد يكون بين رجلين فيعتق احدهما نصيبه

قوله من اعتق نصيبا الخ: اس حدیث میں فریقین کی دلیل ہے یعنی جو لوگ کہتے ہیں اور وہ جمہور ہیں کہ نصف آزاد کردینے سے درصورت یسار معتق نصف آخر بھی آزاد ہوجائے گا اور اس نصف آخر کی قیمت معتق بکسر التاء دوسرے شریک کو ادا کرے گا۔ اور پہلا جزو ان کی دلیل ہے اور دوسرا جزو امام صاحب کی دلیل ہے جس سے تجزی اعتاق ثابت ہوتا ہے اور مطلب "فقد عتق منہ ما عتق" کا حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ یہ حکم باعتبار مایؤول اور مایکون کے ہے نہ کہ حالت موجودہ کے اعتبار سے اور اکثر محاورات میں ایسا کلام واقع ہوتا ہے اور اصل یہ ہے کہ گفتگو اسباب میں ہے کہ اعتاق اور رق متجزی ہے یا نہیں سو رق کے عدم تجزی پر تو سب کا اتفاق ہے کیونکہ رق کا سبب کفر ہے کہ جب اس نے حق تعالیٰ کی عبدیت سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے عبید کا عبد بنا دیا اور کفر غیر متجزی ہے کیونکہ کچھ کافر اور کچھ مسلم تو ہو نہیں سکتا۔ پس جو اس پر مترتب ہے وہ بھی غیر متجزی ہے۔

لیکن عتق امام صاحب کے نزدیک متجزی ہے کیونکہ کچھ حصہ اس کا غلام اور کچھ آزاد رہتا ہے اور بساطت سبب سے بساطت مسبب کا ہونا ضرور نہیں اور اس مسئلہ میں امام صاحب کا قول یہ ہے کہ اگر معتق موسر ہے تو باقی حصہ کا دوسرے شریک کو ضمان دے یا دوسرا شریک بذریعہ استسعاء کے غلام سے اپنا حصہ وصول کرلے یا اپنے حصہ کو آزاد کردے اور اگر معتق معسر ہو تو ضمان اس کے ذمہ نہ ہوگا لیکن شریک کو اختیار ہے خواہ اپنا حصہ آزاد کردے یا استسعاء سے وصول کرلے اور ولاء دونوں میں تقسیم ہوجائے گا اس لئے کہ اعتاق تجزی ہے۔ امام صاحب کے نزدیک اور حدیث آئندہ سے جمہور کے مذہب کی تائید ہوتی ہے کہ ضمان درصورت یسار معتق اور استسعا درصورت اعسار معتق مذکور ہے لیکن حنفیہ اس کا یہ جواب دے سکتے ہیں کہ ضمان چونکہ خلاف قیاس تھا اس کی تصریح کردی گئی اور استسعاء

besturdubooks.wordpress.com

ہر حالت میں چونکہ موافق قیاس تھا اس لئے اس کے ذکر کی حاجت[1] نہ ہوئی (وہذا کما تری بعید جدا ۱۲ جامع) کو معنی قول ایوب واللہ اعلم۔

ان هذه الزيادة من نافع ربما قاله وربما لم يقل (اى ماعتق فقط ۱۲ جامع)

فائده: في نيل الاوطار عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنه ان النبي صلى الله عليه وسلم قال من اعتق شركاله في عبد وكان له مال يبلغ ثمن العبد قوم العبد عليه قيمة عدل فاعطي شركاء ه حصصهم وعتق عليه العبد والافقد عتق عليه ماعتق رواه الجماعة و الدارقطني وزاد ورق بالقي وفي رواية من اعتق شركاله في مملوک وجب عليه ان يعتق كله ان كان له مال قدر ثمنه يقام قيمة عدل ويعطي شركاء حصصهم ويخلي سبيل المعتق رواه البخاری اه

ان احادیث کے مجموعہ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ درصورت یسار مولی معتق بکسر التاء کو دوسرے حصے داروں کی حصوں کی قیمت ادا کرنا لازم ہے تاکہ معتق بفتح التاء بالکل رہا ہو جائے اور اس کے ذمہ استسعاء نہیں ہے اور درصورت اعسار معتق بکسر التاء شرکاء بذریعہ استسعاء اپنے حصوں کی قیمت غلام سے وصول کرلیں اور انشاء اللہ متامل کو اس باب کے متعلق جمیع احادیث میں کوئی اس تفصیل کے بعد کوئی خلجان باقی نہ رہے گا اور سب احادیث متفق ہو جاویں گی اور کسی حدیث میں کمی اور کسی میں بیشی کا ہونا مضر نہیں تطبیق بہت سہل ہے فلا دلیل علی التفصیل الذی ذہبت الیہ الحنفیۃ والحق الصریح ماحققناہ واللہ تعالیٰ اعلم اور اگر منہ ماعتق علی الفرض مدرج بھی ہو تب بھی مطلب وہی ہوگا جو کہ اس کے غیر مدرج ہونے کی صورت میں ہے تیز نیل سے جو احادیث نقل کی گئیں نہایت صحیح ہیں۔ (زادہ الجامع)

باب ماجاء في العمرىٰ

قوله العمرىٰ جائزة لاهلها او ميراث لاهلها.

زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنی چیز کسی کو دے دیتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ جب تک تم زندہ ہو اپنے صرف میں رکھو۔ تمہارے مرنے کے بعد یہ چیز پھر ہماری ملک میں واپس کرلی جاوے گی۔ اور آج کل بھی لوگ ایسا کرتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمادی اور فرمایا کہ عمرٰی اس شخص کا مملوک ہے جس کو دیا جائے اور جائزۃ کے معنے نافذۃ کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دینے کے بعد واپس مت کیا کرو۔

فائدہ: اس لفظ کا مطلب ہبہ تاحیات ہوتا ہے عاریت مقصود نہیں ہوتی۔ پس دونوں حکم متغایر ہیں۔ اور ہبہ کا مقتضی تملیک بالفعل ہے پس تاحیات کی قید فاسد ہے اور اس فساد کا اثر اصل مقتضی پر نہ ہوگا۔ (وہذا معنی، قالوا ان الہبۃ لاتفسد بالشروط الفاسدۃ زادہ الجامع عفی عنہ)

باب ماجاء في الرقبىٰ

قوله العمرىٰ الخ: رقبیٰ کی تعریف جو امام ترمذی نے فرمائی ہے اس میں شرط فاسد داخل عقد ہے۔ سو نفاذ ہبہ میں کچھ خرابی نہ ہوگی۔ اور امام صاحب کے نزدیک بھی یہ رقبیٰ جائز ہے اور فی الحال معطی لہ کی ملکیت ثابت ہو جائے گی۔ اور جو

---

[1] علاوہ ازیں بہت سی روایات میں استسعاء مذکور بھی ہے (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

رقبیٰ ناجائز ہے وہ یہ ہے کہ عودشی کو معلق کرے موت کے ساتھ۔
مثلاً یوں کہے کہ یہ شے ہم تم کو دیتے ہیں[1] لیکن اگر تم ہمارے سامنے مرگئے تو ہم واپس لے لیں گے۔ تو اس صورت میں چونکہ یہ شرط خارج عقد ہے اس لئے اس کو فاسد نہ کہا جاوے گا پس یہ شرط معتبر قرار دے کر ہبہ کا نفاذ نہ کیا جائے گا کیونکہ تملیک مطلق متحقق نہیں ہے۔ والتفصیل فی کتب الفقہ۔

باب ماجاء فی الرجل یضع علیٰ حائط جاره خشبا

قوله فلا یمنعه: امام شافعی کے نزدیک تو ایک قول پر منع کرنے کا اختیار نہیں ہے اور امام صاحب کے نزدیک منع کا اختیار ہے کیونکہ اسکی ملک ہے.....اور اصل یہ ہے کہ ایک تو اجلاسی بات ہوتی ہے اور ایک نج کی بات۔ سو امام صاحب کے نزدیک قضاء تو روک سکتا ہے لیکن دیانۃً ایسا نہ کرنا چاہئے
فائدہ: احقر کے نزدیک یہ امر ندب پر محمول ہے کیونکہ ملک مقتضی جواز منع کو ہے مگر مکارم اخلاق اور مروءۃ کا مقتضاء یہ ہے کہ نہ روکا جائے لہٰذا مستحب ہے کہ بھائی مسلمان سے بے رخی اور کج اخلاقی نہ برتے۔
اور یہی وجہ تھی کہ اس حدیث سننے کے بعد لوگوں نے سر جھکا لئے کہ وہ ندب سمجھتے تھے مقصود ان کا اعراض نہ تھا۔ بلکہ بوجہ عدم وجوب کے زیادہ اہتمام نہ فرمایا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ظاہر پر عمل کیا۔ اور چونکہ یہ امر ذوقی تھا اس لئے حجت سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رد نہ کرسکے نیز تردید میں ایک نوع کی سوء ادبی بھی تھی۔

واختلفوا فی کونه فقیها وقال ابراهیم النخعی لم یکن فقیها قال الحافظ الذهبی انکروا علیه هذا القول قلت والله تعالیٰ اعلم الظاهر ماقال النخعی کما یظهر بالتتبع والضمیر فی قوله عنها وبها راجع الی الخشبة زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء ان الیمین علی مایصدقه صاحبه

قوله الیمین الخ: مطلب یہ ہے کہ قسم اس بات پر کھانی چاہئے جو کہ خصم کی زبان سے نکلی ہے کچھ توریہ نہ کرے کہ خصم تو کچھ اور کہتا ہے اور یہ کسی دوسری بات پر قسم کھا گیا جس کی اصلی مراد کچھ اور لی اور ظاہر کچھ اور کیا کہ یہ خداع ہے۔ اور اگر مقسم کو اپنی حق تلفی کا اندیشہ ہو تو بطریق توریہ قسم کھانی جائز ہے اور اسی طرح اگر جان کا خطرہ ہو تب بھی توریہ کرنا درست ہے۔
چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہمراہ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے جاتے تھے اور کفار سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں تھے اور وہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانتے تھے۔ اس لئے کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاجر تھے اکثر مال تجارت لے کر ملک شام تشریف لے جایا کرتے تھے اور رسول اللہ تعالیٰ علیہ

---

[1] رقبیٰ کی ناجائز صورت کو الکوکب الدری میں یوں بیان کیا ہے کہ دار وغیرہ کا ہبہ نہ کرے بلکہ یوں کہے اسکن هذه الدور المستعمل هذا الشئی علی انها لک ان مت قبلی فهو لی وان مت قبلک فهو لک۔ تقریر میں جامع نے جو ناجائز صورت لکھی ہے اس میں اور جائز میں کوئی خاص فرق معلوم نہیں ہوتا۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

وعلی آلہ وسلم ہمیشہ سے خلوت پسند تھے اس لئے آپ کو اکثر سیر وسیاحت کا اتفاق نہ ہوتا تھا سولوگ آپ کو زیادہ جانتے بھی نہ تھے پس حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت دریافت کرتے تھے کہ آپ کون ہیں؟

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواب میں فرمادیتے کہ یہ ایک شخص ہیں جو مجھے راہ بتاتے ہیں اور اس لفظ کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ آپ مجھے مدینہ کا راستہ بتلاتے ہیں اور دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ بتلادیتے ہیں۔ وہ لوگ پہلے معنے سمجھتے تھے اور آپ دوسرے معنی مراد لیتے تھے لیکن زبان سے ایسا لفظ فرمادیا جو ذو معنی تھا پس ظاہر کچھ اور کیا اور مراد کچھ اور لیا۔

فائدہ: تحقیق نفیس اتحاد بین المتغائرین. (استطرادا ۱۲ جامع)

غرض کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف فرما ہو گئے تو اکثر لوگ چونکہ آپ سے ناواقف تھے اس لئے آپ کو تو ابوبکر سمجھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بال بھی سفید ہو گئے تھے۔ سو ظاہر بھی یہی معلوم ہوا کہ آپ ہی رسول ہیں۔ اور اس بناء پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے مصافحہ کیا اخرجہ...... اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوجہ فنافی الصفات کے مشابہ سرکار نبوی ہو گئے تھے۔

عاشق جب محبوب کی صفات میں فنا ہو جاتا ہے تو اس کی صفات وعادات مثل صفات وعادات محبوب کے ہو جایا کرتی ہیں۔ اور گویا کہ ذوات بھی متحد ہو جاتی ہیں اور اس وحدت اور عینیت کے یہ معنی نہیں جو متبادر مفہوم ہوتے ہیں۔

بلکہ اس کی مثال یوں سمجھو کہ لوہا آگ میں پگھلایا جاتا ہے تو آگ کی شکل ہو جاتا ہے اگر اس وقت وہ یہ کہے أنا نار۔ تو یہ دعویٰ اس کا صحیح ہے اور یہ دعویٰ باعتبار اتحاد فی الصفات کے ہے نہ یہ کہ اس کی ذات مستحیل الی ذات النار ہو گئی ہے اور چونکہ ان الفاظ کو استعمال کرنا کہ فلاں فلاں کے مشابہ ہے صفات میں۔ کلام طویل ہے نیز بلا حاجت ہے کہ اس کا مطلب تو لوگ سمجھتے ہی نہیں نیز اس میں مبالغہ بھی نہیں پس یہ استعمال مناسب نہیں ہوتا اس لئے اس کو اس طرح تعبیر کرتے ہیں کہ وہ عین فلاں ہے یا کبھی مطلقا استعمال کرتے ہیں کہ وہ مشابہ فلاں ہے خوب سمجھ لو۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں روتے ہوئے حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کیوں روتے ہو کہنے لگا یارسول اللہ! آپ تو جنت میں اعلیٰ علیین میں تشریف فرما ہوں گے اور ہم جنت کے کسی کونے میں پڑے ہوں گے سو آپ کی مفارقت کا بڑا صدمہ ہے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی **ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ الآیۃ** ۔اخرجہ۔

حق تعالیٰ نے من یطع فرمایا اور من یتبع نہیں فرمایا اور ان دونوں میں فرق ہے اتباع تو مطلق تابعداری اور پیچھے ہو لینے کو کہتے ہیں طوعا او کرہا۔ .... اور یطع مشتق ہے طوع سے اور طوع کہتے ہیں دل سے اور خوشی سے تابعداری کرنے کو۔ اور ایسی اطاعت بدوں عشق کے ہو نہیں سکتی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم عاشق تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اور اس میں ان کے لئے بشارت ہے معیت۔ نیز مطیع کامل عاشق ہونے کی جاننا چاہئے کہ اس بارے میں خوب کوشش کرنی مناسب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت طبعی ہو جائے کہ بغیر اس کے کمال محبت اور کمال

besturdubooks.wordpress.com

تابعداری نصیب نہیں ہو سکتی اور جس کو یہ درجہ حاصل نہ ہو اس کے لئے اطباء روحانی کے پاس طریقے موجود ہیں ان کی طرف رجوع کرے انشاء اللہ تعالیٰ مطلوب حاصل ہو جائے گا۔

حضرت منصور علیہ الرحمۃ ولہ الرضوان نے جو انا الحق فرمایا تھا تو باعتبار مشابہت صفات کے فرمایا تھا نہ کہ باعتبار ذات کے..... گو بظاہر وہ قول فتنہ کا باعث تھا۔ میں نے ایک شخص سے کہا کہ حضرت منصور کے ایک بار انا الحق کہنے سے ان کو سولی دی گئی اور حدیث میں ہے النار حق والجنۃ حق اخرجہ۔؟

بھلا حق متعدد کیسے ہو سکتے ہیں پھر اس کا کیا جواب ہے وہ کہنے لگے کہ انہوں نے الحق کہا تھا اور یہ اسم باری تعالیٰ ہے اس لئے ان کو سولی دی گئی۔ میں نے کہا کہ الحق تو حق تعالیٰ کا نام نہیں ہے قرآن مجید میں بہت جگہ آیا ہے اور یہ معنی مراد نہیں ہیں چنانچہ ایک جگہ ہے الحق من ربک فلا تکونن من الممترین۔

فائدہ: عشق صحابہ مع ادب۔

اب یہاں سے ایک بات اور معلوم کرنا چاہئے وہ یہ ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اندر تو عشق تھا اور اوپر یعنی ظاہر میں ادب تھا۔ اور اس کی مثال یہ ہے..... کہ دریا میں زور سے پانی آیا۔ اور کسی نے اس میں خوب مضبوط بند لگا دیا۔ اب وہ پانی کوڑا کرکٹ میں جمع ہو گیا تو کوڑے کے اوپر خشکی ہے اور اندر پانی ہے۔ اور پچھلے لوگوں پر عشق غالب ہو گیا اور ادب نبوی جاتا رہا۔ جیسے کسی دریا میں موج آئی اور بند نہ لگ سکا وہ موج سب کوڑا کرکٹ بہا لے گئی..... اور ایک جماعت متاخرین میں ایسی ہوئی کہ جس نے فقط ادب کو اختیار کر لیا اور عشق کو اٹھا کر طاق میں رکھ دیا۔ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں باوجود عشق ہونے کے کسی نے خصوصاً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انا محمد نہیں کہا فضلاً عن ان یقول انا اللہ کیونکہ وہ حضرات متادب تھے مگر حق تعالیٰ نے خود کہلوا دیا کہ لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے جیسا کہ اوپر مصافحہ کے قصہ میں گزر چکا ہے سبحان اللہ! کیا شان تھی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی۔

باب ماجاء فی الطریق اذا اختلف فیہ کم یجعل

قولہ اجعلوا الطریق الخ: یہ حکم تحدیدی نہیں ہے بلکہ بناء علی العرف الحاجۃ ہے چونکہ اس زمانہ میں گھوڑا گاڑی وغیرہ نہیں تھیں۔ اونٹ لدے لدائے آمد و رفت کرتے تھے اس قدر راستہ کافی تھا بخلاف اس زمانہ کے پس حاکم کو دیکھنا چاہئے کہ اس راستہ میں کس قدر آمد و رفت ہے کم یا زیادہ۔ اور پھر وہ کس قسم کے لوگ ہیں۔ رؤسا یا غرباء کیونکہ رؤسا کے لئے گاڑی وغیرہ کا راستہ بھی چاہئے۔

سوان سب امور کو مد نظر رکھ کر جس قدر راستے کی حاجت ہو مکانات کے درمیان اس قدر راستہ چھوڑنا چاہئے۔ اور بطور علم الاعتبار اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ حق تعالیٰ تک پہنچنے کے سات راستے ہیں پانچ رکن اسلام اور طریقت و حقیقت جس کے لئے معرفت لازم ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی تخییر الغلام بین ابویه اذا افترقا

قوله خیر غلاماً الخ: قلت واقعة خاصة لایدری اکان بالغاً اوغیر بالغ۔ اور امام صاحب کے نزدیک نابالغ لڑکا ماں کی تربیت میں رکھا جائے گا اور خرچ باپ کے ذمہ ہوگا اور جوان لڑکے کو چونکہ ماں کی حاجت نہیں۔ سوائے اختیار ہے چاہے ماں کے پاس رہے یا باپ کے پاس اور نابالغ کے ماں کے پاس رہنے میں مصلحت اور اسی میں اسی کی خیرخواہی ہے۔

باب ماجاء فی من یکسر له الشیٔ مایحکم له من مال الکاسر

قوله عن انس الخ: کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ آپ نے ذوات القیم کا تاوان ذوات القیم سے مقرر فرمایا نہ کہ قیمت سے وہو یخالف المذہب تو جواب یہ ہے کہ دونوں جگہ آپ ہی کا مال تھا اس وجہ سے اس میں مضائقہ نہ سمجھا۔ صورتاً تو خلاف معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقۃً خلاف نہیں کیونکہ دونوں جگہ کے آپ مختار تھے جس کو چاہیں جس طرح دیں نیز اس زمانہ میں یہی عقوبت تھی۔

فائدہ: قال المؤلف قوله صلی الله علیه وآله وسلم طعام بطعام واناء باناء حدیث قولی کلی فکیف یقدح فیه بانه واقعة حال وفی نیل الاوطار واجاب القائلون بالقول الثانی عن حدیث الباب بما حکاه البیهقی من ان القصعتین کانتا للنبی صلی الله علیه وسلم فی بیتی زوجیته فعاقب الکاسرة بجعل القصة المکسورة فی بیتها وجعل الصحیحة فی بیت صاحبتها ولم یکن هناک تضمین وتعقب بما وقع فی روایة لابن ابی حاتم بلفظ من کسر شیئاً وعلیه مثله وبهذا یرد علی من زعم انها واقعة عین لاعموم فیها ومن جملة ماجابوا به عن حدیث الباب ومافی معناه بانه یحتمل ان یکون فی ذالک الزمان کانت العقوبة فیه بالمال فعاقب الکاسرة باعطاء قصعتها للاخری وتعقب بان التصریح بقوله اناء باناء یبعد ذالک اه زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی حد بلوغ الرجل والمرأة

قوله عن ابن عمر الخ: جمہور تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی بار چودہ برس کے تھے اس وجہ سے آپ نے ان کو جہاد میں شریک نہیں کیا بخلاف سال آئندہ کے کہ اس زمانہ میں آپ پندرہ برس کے ہوگئے تھے اور اسی بناء پر جمہور کے نزدیک پندرہ برس کے بعد بلوغ کا حکم کردیا جاتا ہے خواہ وہ لڑکی ہو یا لڑکا اور خواہ علامات ظاہر ہوں یا نہ ہوں۔ اور امام صاحب کے نزدیک جبکہ علامات ظاہر نہ ہوں تو اٹھارہ سال کی عمر میں بلوغ کا حکم دیا جائے گا لڑکے کے لئے اور سترہ سال میں لڑکی کے لئے۔

اور حدیث کا یہ جواب ہوسکتا ہے کہ احتمال ہے وہ پندرہ برس میں بھی بالغ نہ ہوئے ہوں اور پہلے سال آپ ان کو اس وجہ سے نہ لے گئے ہوں کہ وہ اس وقت تیار اور مستعد نہ ہوں اور بعض لڑکوں کو بھی آپ نے جہاد میں شریک کیا ہے چنانچہ ایک بار دو لڑکے آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم کو بھی جہاد میں شریک فرمالیجئے۔ ان میں سے ایک اچھا تومند اور بڑا تھا بہ نسبت

besturdubooks.wordpress.com

دوسرے کے۔ اس کو آپ نے اجازت دے دی اور دوسرے سے فرمایا کہ تم جاؤ اس نے عرض کیا کہ آپ مجھ کو اس سے کشتی لڑا کر دیکھ لیجئے چنانچہ دونوں کی کشتی کرائی گئی اور وہ چھوٹا لڑکا جیت گیا پھر آپ اس کو بھی لے گئے مگر اب اجماع ہو گیا ہے کہ پندرہ برس کے بعد بلوغ کا حکم دیا جائے گا۔

قولہ فابنات یعنی العانۃ ولا تنابہ قواعد نالانہ تخمین لا بد منہ عند عدم العلم۔ القصی۔

فائدہ: اس حدیث سے استدلال نہایت دشوار ہے ویخالف لما قالوا ان الاحتمال اذا جاء فالاستدلال بطل۔ ہاں اجماع امت اگر ثابت ہو جائے تو وہ کافی دلیل ہے بحکم حدیث مشہور مرفوع لا تجتمع امتی علی الضلالۃ او کما ورد وجعلہ مشہور الحافظ السخاوی فی المقاصد الحسنۃ شرح احیاء العلوم میں تخریج دار قطنی اور تصحیح امام الحرمین ایک حدیث قولی نقل کی ہے جو دال ہے اعتبار بلوغ پر پندرہ برس کی عمر میں۔

اس وقت وہ موقع مجھے ملا نہیں احیاء السنن میں انشاء اللہ تعالیٰ یہ تحقیق آوے گی لیکن تصحیح میں محدثین کا اعتبار کیا جائے گا یہ حاشیہ مختصر ہے اور وقت بھی اس کی تحریر کا بہت کم ہے اس لئے بعض تحقیقی امور کو احیاء السنن کے حوالہ کیا جاتا ہے۔

احقر کا قصد ہے کہ کچھ نظر وسیع ہو جانے کے بعد ترمذی شریف کی شرح عربی میں لکھے جو حقائق محدثانہ اور دقائق فقہیہ کو جامع ہو۔ ناظرین سے دعاءِ توفیق کا طالب ہوں اور اسکا اکثر طرز فتح الباری جیسا ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

باب ماجاء فی من تزوج امرأۃ ابیہ

قولہ ان ایتہ براسہ: ایام جاہلیت میں لوگ اپنی مادر یعنی منکوحہ اَب سے بعد انقضاءِ عدت پدر نکاح کر لیا کرتے تھے اسلام میں اس سے منع کیا گیا۔ اور اس شخص نے اس رسم کو پھر زندہ کیا اور آپ نے جو سر کاٹنے کے واسطے آدمی کو بھیجا تو اس میں چند وجوہ محتملہ ہیں ممکن ہے کہ اس نے یہ عقد حلال سمجھ کر کیا ہو تو اس تقدیر پر وہ کافر ہو گیا پس حلال الدم ہو گیا۔ یا آپ نے بطریق تعزیر ایسا کیا ہو۔ اور امام کو دھمکانے سے لے کر قتل تک تعزیر کا حق حاصل ہے جیسا موقع ہو ویسا عمل کرے.... مثلاً اگر کوئی معزز شخص کسی کو گالی دے تو اس کی تعزیر امام کو اس قدر کافی ہے ... کہ بلا کر کہہ دے بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم ایسا کرتے ہو اور اگر کوئی اس سے کم درجہ کا شخص ہو تو اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ تم نامعقول بدمعاش آدمی ہو۔

اب اس میں گفتگو ہے کہ آیا ایسے شخص پر حد قائم ہوگی یا نہیں سو جمہور کے نزدیک تو حد قائم کی جائے گی اور امام صاحب کے نزدیک حد نہ قائم کی جائے گی۔ جمہور تو یہ کہتے ہیں کہ جب غیر کے ساتھ زنا کرنے میں حد ہے تو محارم سے زنا تو اشد ہے پس اس میں بطریق اولیٰ حد قائم ہونا چاہئے اور امام صاحب فرماتے ہیں کہ مادر کی ذات تو نکاح سے مانع نہیں ہے ورنہ اس کے باپ کے ساتھ کس طرح نکاح صحیح ہوتا۔ اور وصف بھی مطلقاً مانع نہیں کیونکہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت میں محارم سے نکاح جائز تھا (قلت یحتاج الی دلیل تحج بہ[1] او اجامع)

---

[1] اس کے دلائل بدائع الصنائع اور شروح طحاوی میں مفصل مرقوم ہیں۔ اور چند دلائل احکام القرآن للتھانوی کی منزل رابع میں بھی نقل کر دیے گئے ہیں۔
بین القوسین عبارت کے بعد کا حصہ اس اعتراض کی عدم وقعت کو بھی بیان کر رہا ہے (امداد اللہ انور)

besturdubooks.wordpress.com

پس اگر مانع ہے تو ہماری شریعت کا حکم مانع ہے سو اس نکاح میں بعض امور تو مقتضی ہیں جواز نکاح کے اور بعض حرمت نکاح کے لہٰذا کسی جانب قطعی حکم متحقق نہیں ہو سکتا۔ بلکہ شبہ ہو گیا اور شبہ سے حد مندفع ہو جاتی ہے کما جاء فی الحدیث۔ (اور دتہ بسندہ فی الاجوبة اللطیفة و ھو بسند محتج بہ ۱۲ جامع)

پس حد قائم نہ کی جائے گی بلکہ اگر امام مناسب سمجھے تو بطریق حد تاکہ قتل کر سکتا ہے یہ دقت نظر ہے امام صاحب کی۔

باب ماجاء فی الرجلین یکون احدھما اسفل من الأخر فی الماء (یعنی ارضہ قریبة من الماء)

قولہ ثم احبس الماء حتی یرجع الی الجدر: اس عبارت میں اعادہ ہے کلام سابق کا لیکن کچھ زیادت اور تفصیل کے ساتھ اور مطلب یہ ہے کہ تم اچھی طرح پانی صرف کر لو کہ تمام زمین میں تمہاری خوب پھیل جائے ..... اور یہ غرض نہیں ہے کہ بعد حاجت پوری ہو جانے کے بھی پانی روک لو۔ بس یہ کلام سابق کی تفصیل ہے اور اعادہ اس لئے فرمایا کہ وہ شخص جان لیں کہ ان کی یہ نامناسب گفتگو قابل توجہ نہیں ہے۔

نیز اس لئے کہ حضرت زبیر پر اس کا کچھ اثر نہ ہو۔ اور وہ خوب اچھی طرح پانی صرف کرنے میں کوتاہی نہ کریں ..... اور پہلے اجمالی طور پر بیان کرنے کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت زبیر ممکن تھا کہ بقدر حاجت دل کھول کر اس صورت میں پانی صرف نہ کرتے اور انصاری کے ساتھ مروت فرماتے لیکن جب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نامناسب گفتگو کی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زجراً اس حکم سابق کی تفصیل کر دی تا کہ وہ پانی کو خوب اپنے صرف میں لائیں اور انصاری کی رعایت کا خیال نہ کریں۔

نکوئی بابداں کردن چناں ست　　　　کہ بدکردن بجائے نیک مرداں

(زادہ الجامع عفی عنہ)

باب ماجاء فی من یعتق ممالیکہ عند موتہ ولیس لہ مال غیرھم

قولہ عن عمران بن حصین الخ.

وصیت کا نفاذ ثلث مال سے متفق علیہ ہے البتہ قرعہ کا معتد بہا عند الشریعة ہونا مختلف فیہ ہے امام شافعی تو اس کے اعتداد کے قائل ہیں اور امام صاحب منکر اور حدیث کا امام صاحب یہ جواب دیتے ہیں کہ اس وقت حضور زندہ تھے محتمل ہے کہ کسی مصلحت سے آپ نے یہ عمل فرمایا ہو اور اس زمانہ میں ہر جزئی کا سوال آپ سے واجب تھا اور اب آپ کے مقرر کردہ قوانین کلیہ پر عمل کیا جائے گا اور کوئی دلیل احتجاج بالقرعہ پر قائم نہیں نیز حنفیہ کی طرف سے یہ بھی جواب ہے کہ قرعہ منسوخ[1] ہے۔

فائدہ: النسخ یحتاج الی دلیل وفعلہ صلی اللہ علیہ وسلم محتج بہ الا اذا عارض القول فافھم زادہ الجامع عفی عنہ.

---

[1] قرعہ کے منسوخ ہونے کی دلیل طحاوی کے حوالہ سے عرف شذی میں بیان کی گئی ہے فلیطلع ثمہ (عبد القادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء في من ملک ذامحرم

قوله عن سمرة الخ: بعضے اہلِ قرابت تو ذی رحم ہیں مگر محرم نہیں جیسے چچا کی بیٹی اور بعض محرم ہیں ذی رحم نہیں جیسے اُختِ رضاعی محرم ہے لیکن ذی رحم نہیں...... یہ دو مادے افتراق کے ہیں۔ اور موادِ اجتماع کی مثالیں کثرت سے ہیں۔ سو ذی رحم اور محرم میں عموم وخصوص من وجہ ہے...... اور یہ حدیث دلیل ہے امام صاحب کی کہ ان کے نزدیک ہر ذی رحم محرم صورت مذکورہ میں آزاد ہو جائے گا۔ اور اس مسئلہ میں دیگر ائمہ کا اختلاف ہے۔

فائدہ: قوله حماد بن سلمة الخ: قلت هو ثقة كما في النيل فزيادته مقبولة وقوله لم يتابع ضمرة الخ في نيل الاوطار عن الحاكم وضمرة هذا وثقة يحيٰى بن معين وغيره ولم يخرج له الشيخان وقد صحح حديثه هذا ابن حزم وعبدالحق وابن القطان اه زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء من زرع في ارض قوم بغير اذنهم

قوله من زرع الخ: بعض ائمہ تو اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جو کچھ پیداوار ہوگی وہ زارع کی ملک میں نہ ہوگی پس اس کو مالک زمین لے لے گا اور جو کچھ کاشت کرنے والے کا صرف ہوا ہے مالک زمین اس کو واپس کردے گا۔ اور اس استدلال کی بناء پر لام تملیک ہے...... اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لام انتفاعی ہے اور معنی یہ ہیں کہ زارع کو فقط اس قدر حلال ہے کہ جتنا اس نے اس میں صرف کیا ہے اور باقی حلال نہیں اس کو صدقہ کردے ایسے غرباء کو جن کو ایسا مال کھانا درست ہے۔

اور جمہور کے نزدیک مالک زمین کو کرایہ دینا زارع کے ذمہ لازم ہے اور امام صاحب کے نزدیک واجب نہیں۔ اور زرع کاشتکار کی مِلک ہو جائے گی

فائدہ: قلت في نيل الاوطار عن عروة بن الزبير ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من احيىٰ ارضًا فهي له وليس لعرق ظالم حق قال ولقد اخبرني الذي حدثني هذا الحديث ان رجلين اختصما الىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم غرس احدهما نخلا في ارض الآخر فقضى لصاحب الارض بارضه وامر صاحب النخل ان يخرج نخله منها قال قال فلقد رأيتها وانها لتضرب اصولها بالفؤس وانها لنخل عم رواه ابوداؤد وسكت عنه هو والمنذرى اه وفيه ايضًا اخرج احمد وابوداؤد والطبراني وغيرهم ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم رأى ارضًا في ارض ظهير فاعجبه فقال ما احسن زرع ظهير فقالوا انه ليس لظهير ولكنه لفلان قال فخذوا زرعكم وردوا عليه نفقته اه فمجموع الاحاديث عندي يقتضي ان لصاحب الارض التخيير بين يجبره على قلع الزرع وبين ان ياخذه ويعطى له النفقة فقط فبذلك يتحصل الجمع بين الحديثين لكن لابد للزارع في الصورة الاولىٰ من اعطاء الاجرة لمالك الارض

besturdubooks.wordpress.com

فانه شغلها بغير حق اويقال ان القلع مع كراء الارض حين لم يبلغ الزرع وقت الحصاد اوقريبًا منه واعطاء النفقة واخذ الزرع حين بلغ وقت الحصاد والاول اظهر فان التخيير للمالک اعدل واللّٰه تعالٰی اعلم زاده الجامع عفی عنه۔

باب ماجاء فی النحل والتسوية بين الولد

قوله عن محمد الخ: جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ہبہ صحیح ہوجائے گا لیکن مستحب تسویہ ہے تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ ورنہ مالک کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے خرچ کرے۔

اور بعض روایات میں اشہدؔ غیری کا لفظ ہے۔ سو اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ زجراً آپ نے فرمایا ہو کہ جاؤ کسی اور سے یہ کام لو۔ ہم ایسے نامعقول اور نامناسب کام میں گواہ نہیں ہوتے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ چونکہ آپ مقتدا اور اکمل تھے۔ آپ کی شان کے مناسب نہ تھا کہ جو کام کسی درجہ میں بھی نامناسب ہو اس کو عمل میں لاویں پس دوسروں کو اجازت دے دی۔ جیسا کہ بعض جنائز پر آپ نے خود نماز نہیں پڑھی اور دوسروں کو نماز پڑھانے کی اجازت دے دی۔

نیز یہ بھی وجہ تھی کہ آپ کے اس اعراض سے لوگ عدل و انصاف میں خوب احتیاط کریں...... اور اگر دوسروں کو بھی عام طور پر ایسے برتاؤ کا حکم ہوتا تو لوگوں پر گراں ہوتا اور تنگی ہوتی۔ اور آپ کا نفسِ نفیس تو ایسے عزائم کا عادی تھا اور اس سے متلذذ ہوتا تھا کیونکہ آپ اسی واسطے مبعوث ہوئے تھے۔ وکل میسر لما خلق کما فی المشکوٰۃ۔

فائدہ: امر بالرد سے معلوم ہوا کہ ہبہ صحیح ہوگیا تھا ورنہ اس کا کیا مفہوم ہوگا۔ رہا یہ امر کہ ایسی صورت میں باپ کو حق استرداد حاصل ہے یا نہیں۔ سو اس زمانہ میں تو حاصل نہیں بغیر رضاء ولد کے۔ کیونکہ شئے اس کی مملوک ہوچکی۔ اور رضامندی کی صورت میں بھی گویا ولد کی جانب سے ہبہ ہوگا گو صورۃً استرد ہے۔ لیکن آپ کے زمانہ میں حکمت تشریعی کی وجہ سے۔ چونکہ آپ نے امر فرمایا تھا اس لئے باپ کو یہ حق حاصل تھا۔ نہ بایں جہت کہ وہ واہب تھے اور اپنا مال عطا کیا تھا بلکہ بایں جہت کو استرداد کے لئے امر نبوی وارد ہوا تھا۔ سو گویا وہ عامل تھے سرکار نبوی کے۔ بحمد اللہ تعالیٰ نے جمہور کا مذہب بدلیل قوی ثابت ہوگیا۔ وبعض التحقیق قد کتب فی رسالتی المسماۃ بالاجوبۃ اللطیفۃ[1] اور عبارت[2] رہا الخ بالملحق اسی وقت بغیر تفکر القاء ہوئی ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی الشفعة

قوله جار الدار احق بالدار: یہ حدیث امام صاحب کی دلیل ہے کہ آپ مطلقاً جار کو مستحق شفعہ قرار دیتے ہیں خواہ وہ نفس مبیع میں یا حق مبیع میں شریک ہو یا نہ ہو۔ اور جمہور کے نزدیک فقط اس صورت میں شفعہ ہے جبکہ وہ شخص نفس مبیع یا حق مبیع میں شریک ہو۔ اور حدیث آئندہ سے استدلال کرتے ہیں جس کا جواب اس کی تقریر میں آوے گا اور نفس مبیع کی تو یہ مثال ہے کہ مثلاً ایک گھر میں دو شخص شریک ہیں اور حق مبیع میں شرکت کی مثال یہ ہے کہ گھر تو دونوں کے مثلاً جدا جدا ہیں کہ

---

[1] وهو مذكور بسنده فی الاجوبة اللطيفة لهذا الفقير ۔۱۲ جامع [2] یعنی اس عبارت سے اوپر جو اعتراض اور جواب کی عبارت "رہا یہ امر کہ ایسی صورت" الخ نقل کی گئی ہے۔ بلا تفکر اسی وقت القاء ہوئی ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

راستہ یعنی گلی دونوں گھروں کے درمیان مشترک ہے۔

باب ماجاء فی الشفعة للغائب

قوله اذا کان طریقهما واحدا: قلت لامفهوم للشرط عند الحنفیة انتهی التقریر قال الجامع الاحسن عندی ان سیاق الکلام یضطر الی اعتبار مفهومه هناک لکن ما اخرجه البخاری مرفوعا الجار احق بسقبه اه ای ماقرب من الدار یلجیٔ الی ان یشفع فی الجوار المطلق وهذا علی اصل الحنفیة من ان المطلق یحمل علی اطلاقه والمقید علی تقیید والا فلاخصم ان یحمل هذا علی المقید فانه مفسر زاده الجامع عفی عنه.

باب اذا حدت الحدود وقعت السهام فلاشفعة

قوله اذا وقعت الحدود الخ: جمہور کے نزدیک تو اس صورت میں شفعہ نہیں ہوسکتا جیسا کہ ظاہر حدیث کا مقتضیٰ ہے لیکن امام صاحب کے نزدیک اب بھی شفعہ کا استحقاق ہے اور حدیث کے یہ معنی ہیں کہ اس درجہ کا استحقاق اب نہیں ہے جیسا کہ قبل وقوع حدود وغیرہ تھا۔

اور قولہ فلاشفعۃ میں ایک خاص مقصود کی طرف اشارہ ہے جو ذیل کی تقریر سے معلوم ہوگا۔ سو پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ تقسیم دو چیزوں کو مقتضی ہوتی ہے ایک تو یہ کہ اشیاء مشترکہ کا انفصال ہوجائے۔ دوسرے اسی میں مبادلہ بھی ہوتا ہے۔ مثلاً کسی نے اپنا مشترک مکان۔ تقسیم کیا تو ہر حصہ جدا بھی ہوگیا اور باہم ایک دوسرے نے اجزاء مکان کا مبادلہ بھی کیا کیونکہ اس سے پہلے ہر ہر جزو مشترک تھا۔ اب جب تقسیم ہوا تو بعضے اجزاء اپنی مملوکہ ایک شریک نے دوسرے کو دے دیئے۔ اور اسی طرح دوسرے شریک نے اپنے بعض اجزاء مملوکہ اس کو دے دیئے لیکن یہ مبادلہ من کل الوجوہ نہیں ہے اس لئے اس قول فلاشفعۃ میں آپ نے اس توہم کو دفع کیا ہے کہ پہلے شرکت کی وجہ سے جو شفعہ کا استحقاق تھا وہ اب جاتا رہا کیونکہ کوئی شریک یہ خیال کرسکتا تھا کہ یہ مبادلہ من کل الوجوہ تو ہے نہیں اس لئے میں بعد تقسیم کے بھی بہ نسبت جار کے شفعہ کا زیادہ مستحق ہوں...... قولہ والشفعۃ فی کل شئ...... امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیر منقولات میں شفعہ نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ امام صاحب نے تعمق نظر سے یہ معلوم فرمائی ہے کہ منقولات میں شرکت غیرے سے بڑا سخت ضرر ہے بخلاف منقولات کے۔

باب ماجاء فی اللقطة

قوله فاستمتع بها فی حدیث سوید بن غفلة.

قلت محمول علی فقر اللاقط وقولهٗ کان ابی کثیر المال فی حدیث زید بن خالد الجهنی قلت جوابه انه لعله کان فقیرا اذ ذاک اولعله خاص به والجواب عن الاحتجاج بقصة علی رضی الله تعالیٰ عنه ان علیا رضی الله تعالیٰ عنه انما کانت تصدقات الواجبة

besturdubooks.wordpress.com

المقصودة حراما عليه دونٌ غير المقصودة.

فائدہ: حدیث میں جو تعریف لقطہ کی مختلف مدتیں مذکور ہیں سو اصل یہ ہے کہ یہ مدت محض تخمینی ہے تحدیدی نہیں جب تک مالک کے آنے کی امید ہو اس شے کی حفاظت کرے۔

وقدروى ابوداؤد وسكت عنه عن ابى سعيد ان على رضى الله تعالىٰ عنه بن ابى طالب وجد دينارًا فاتى به فاطمة فسألت عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم وسلم فقال[١]هورزق الله فاكل منه رسول الله صلى الله عليه وسلم واكل على و فاطمة رضى الله تعالىٰ عنهما فلما كان بعد ذالك اتته امرأة تنشد الدينار فقال النبى صلى الله عليه وسلم ياعلى رد الدينار اه وقدروى ابوداؤد ايضًا نحوه فى قصة طويلة وقد سكت عنه فان قلت لايمكن ان يقال والعياذ بالله انه صلى الله عليه وآله وسلم كانت الصدقات الغير الواجبة حلالاله بل لم ارمن قال بجواز النافلة له صلى الله عليه وآله وسلم فالمذهب[٢] القوى ماذهب اليه الشافعى والجمهور ومحصله ان اللقطة تعرف فان لم يوجد مالكها يصرف الواجد فى نفسه وعياله ويحل له ولايجب عليه التصدق فان فعل جاز لكن على كل حال يضمن للمالك اذا جاء ولم يرض بالتصدق والتصرف فى نفسه فيمكن للحنفية ان يجيبوا عن هذا انه صلى الله عليه وآله وسلم لم ياكل من حيث انه مال مالكه ومال اللقطة بل من حيث انه مال على رضى الله تعالىٰ عنه كماالقى فى روعى فلا محذور وهو الظاهر ولم اراحدًا صرح بجواز الصدقة الواجبة الغير المقصودة لأله صلى الله عليه وآله وسلم والمحقق فى نفس المسئلة ماذهب اليه الجمهور وهذا عندى والله تعالىٰ اعلم. وقد اردنا فى هذه الحاشية تحقيق المسائل من السنة فينبغى ان لا يفتتن العوام المطلع عليها نعم يعمل عليها هوان كان محققا وشهدبه قلبه والا فالتقليد المحكم فيه مصلحة عظيمة والتحقيق للخواص لاينافى التقليد ولكن الحذر ثم الحذر عن الافشاء بين العوام والله تعالىٰ خير حافظا وهو ارحم الراحمين اللهم لاتجعلنا فتنة لانفسنا ولالغيرنا واجعلنا للمتقين اماماً امين وقوله فى الحديث اعترفت اى عرفت قاله الجامع الضعيف عفى عنه.

---

[١] لم يطلع الاعتراض بعد لان عليًا رضى الله تعالىٰ عنه لم يعرف اللنهار سنة والاشهرا بل ولايومًا فالصحيح من الجواب ماذكره فى بذل المجهود فارجع اليه ان شئت ١٢ عبدالقادر [٢] الظاهر انه كان بعد التعريف وان لم يروفى خصوص هذا الحديث ١٢ جامع [٣] اقول لاحاجة الى العدول من مذهب الاحناف لان هذه القصة لاينافى مذهبهم لان تصرف على رضى الله تعالىٰ عنه فى اللقطة بسبب الاضطرار اوكان بعد رضاء المالك دلالة وان لم يكن صريحًا. ١٢ من البذل. عبدالقادر عفى عنه

besturdubooks.wordpress.com

باب ماذکر فی احیاء ارض الموات

قولہ عن سعید بن زید الخ. امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسی زمین محی کی ملک جب ہوگی جبکہ اس نے امام وقت اور خلیفہ زمان کی اجازت سے اس زمین کا احیاء کیا ہو۔ اور ظالم وہ ہے جو بغیر اجازت امام کے احیاء کرے اور اشتراط خلیفہ کی تقریر باب آئندہ میں آئے گی۔

وقولہ لیس لعرق ظالم فظاهر الاضافة یفید کون هذا العرق مملوکا للظالم ففیه دلالة لمذهب الامام حیث قال الزرع الذی زرعه والشجر الذی غرسه فی ارض الغیر یکون مملوکا له والمالک اما ان یقلعه اویبقیه ویاخذا جرة الارض انتهی التقریر قلت قدروی بالاضافة والوصف فالمدار علی الاضافة ضعیف والتطبیق بین الروایتین بان روایة الاضافة یرادبها اضافة الموصوف الی الصفة وفی النیل عن فتح الباری وبلغ الخطابی فغلط روایة الاضافة اه

باب ماجاء فی القطائع

قولہ انه وفد الخ: دل الحدیث علی ان الاستقطاع والاحیاء مخصوص بما لم یتعلق به المصالح العامة واما ما تعلقت به فهو لیس بمیت بل هو حی ودل ایضا علی ان الاحیاء لایجوز الاباذن الامام والا لم ینتزع منه انتهی التقریر قال الجامع ان اشتراط الامام بهذا الحدیث[1] مشکل فانه واقعة حال فاستقطاع رجل لایدل علی اشتراط الامام لانه یحتمل ان الرجل لم یعلم المسئلة ورسول الله صلی الله علیه وسلم اعطاء ماطلبه عنه فانه لاضرر فی قطع الامام لاحد واما الانتزاع فلا بأس به اذا احیی احد فی غیر موضعه سواء کان باذن الامام اوبغیرا ذنه فافهم زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی المزارعة

عن ابن عمر الخ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ مزارعت محض مزارعت نہ تھی بلکہ اس میں غالب مساقات تھی اور مساقات کے معنی ہیں درختوں کو بٹائی پر دینا اس طرح کہ کوئی حصہ معین مالک کا ہو باقی جو ان کی خدمت اور تربیت کرے وہ لے لے۔ اور جمہور کہتے ہیں کہ مزارعت جائز ہے اور مخابرت یعنی مزارعت سے جو نہی وارد ہوئی ہے وہ اس حالت پر محمول ہے جبکہ اس عقد کے ساتھ کوئی نامناسب شرط ہو جیسا کہ جاہلیت میں لوگ شرط لگایا کرتے تھے کہ ہم تو کنارے کی زمین کی پیداوار لیں گے۔ یہ قول مالک زمین کا ہوتا تھا۔ چونکہ وہاں کی پیداوار بوجہ قرب پانی کے اچھی ہوتی ہے جہاں کہ زمین کو پانی دیا جاتا ہے۔

اور جہاں محض بارش پر کفایت ہوتی ہے وہاں بھی کنارے میں پانی زیادہ جذب ہوتا ہے۔ کیونکہ وہاں بوجہ کھیت کی دیوار کے جس کو منڈیر کہتے ہیں دھوپ نہیں جاتی اور اس شرط کا نامناسب ہونا ظاہر ہے کہ اگر اس جگہ پیدا نہ ہوا تو مالک کا حصہ جاتا

---

[1] اشتراط الامام ثابت بحدیث الطبرانی مرفوعاً لیس للمرء الا ماطابت نفس امامه به فلا تصنع الی ما اعترض به الجامع. (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

رہا۔ اور اگر فقط دو تین پیدا ہوا تو کاشتکار خود کیا لے گا اس کا حصہ جاتا رہا۔ اور امام صاحب کے نزدیک بھی مزارعت جائز نہیں۔ اور اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ وہ لوگ سب حضور کے غلام تھے تبرعاً انتا بھی حصہ ان کا مقرر کر دیا تھا۔ یہ مزارعت من حیث انہا مزارعۃ نہ تھی بلکہ من حیث انہا تبرع تھی فلا محذور۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سب کو وہاں سے علیحدہ کر دیا کما اخرجہ ابوداؤد۔ اور وہ مختلف جگہ جا آباد ہوئے۔

فائدہ: نیز یہ حدیث فعلی ہے لہٰذا احتمال ہے کہ کسی خاص مصلحت سے ایسا کیا گیا ہو۔ اور وہ مصلحت امام کی رائے پر موقوف ہے۔ ... اور نہی عن المخابرۃ حدیث قولی اور قاعدہ کلیہ ہے فیرجح ہو علی ہذا زادہ الجامع عفی عنہ۔

بابؐ ماجاء في الوقف

قوله قال ابن عوف في حديث ابن عمر الخ: قلت ابن عوف هذا لعله ابن عون لان ابن عوف ليس في غير الصحابة كما يعلم من التقريب ١٥.

فائدہ: ابن عوف لم يسبق له ذكر فالغالب انه تصحيف ومعنى عدم ذكر ابن عوف من غير الصحابة في التقريب ان المسمى بهذا الاسم ليس راويا عن نافع لاغير ففي التقريب وفي المتاخرين محمد بن عوف الطائي المحدث المشهور ص ۳۲۳ فاروقي ولكنه ليس من تبع التابعين فانه من الحادية عشرة من رجال ابي داؤد كما في التقريب ص ۲۳۰ فافهم زاده الجامع عفي عنه.

ابوابؐ الديات عن رسول الله ﷺ

قوله عن خشف بن مالك الخ.

اس حدیث میں بجز بنی مخاض کے اور کہیں اختلاف نہیں ہے۔ اس جزو میں البتہ اختلاف ہے۔ سو امام صاحب تو بنی مخاض فرماتے ہیں اور امام شافعی بنی لبون۔ اور شاید منشاء اس اختلاف کا یہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نوع کا حکم دیا ہو۔ اس نے کہا ہو کہ یہ تو میسر نہیں اس لئے آپ نے اس کا بدل دوسری نوع ارشاد فرما دی ہو۔ لیکن ہم تعیین نہیں کر سکتے جو حدیث میں موجود ہے اس پر عمل کیا جائے گا اور دیت خطا احادیث میں مختلف وارد ہوئی ہیں۔ کسی میں تو چار طرح کی ہیں اور کسی میں پانچ طرح کی۔

اور اس اختلاف کا منشاء شاید ارزانی اور گرانی اونٹوں کی ہو۔ جیسا کہ ایک صحابی سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اونٹ کبھی گراں ہو جاتے تھے اور کبھی ارزاں ہو جاتے تھے اخرجہ۔ اھ

قوله عن عمرو بن شعيب الخ: ظاہر حدیث سے تخییر معلوم ہوتی ہے درمیان قتل اور دیت کے۔ سو جمہور کا تو یہی مذہب ہے اور زیادۃ علی الکتاب ان کے نزدیک خبر واحد سے جائز ہے بخلاف امام صاحب کے کہ ان کے مذہب میں

لے یہ باب مزارعت کے باب سے چار باب قبل ہے۔ مذکورہ خط کشیدہ عبارت ترمذی میں نہیں ہے۔ ٢ے اس جگہ سے بوجہ عدیم الفرصتی احقر نے حسب عادت سابقہ زیادہ تحقیق و تنقیح چھوڑ دی ہے۔ محض اصل تقریر پر کفایت کی ہے الا ماشاء اللہ تعالیٰ ۱۲ ج ع

besturdubooks.wordpress.com

زیادۃ علی القرآن بخبر الواحد جائز نہیں ہے اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ اول تو اولیاء کو قتل ہی کا اختیار ہے دیت سے کچھ تعلق نہیں ہاں جب کچھ اولیاء مقتول معاف کردیں تو باقی اولیاء دیت لے لیں یا وہ بھی معاف کردیں اور حدیث سے یہ مراد ہے کہ ان شآء و اقتلوا فی اول الامر وان شاءُ واخذوا الدیۃ اذا عفوا بعضھم او عفوا۔ لیکن یہ تاویل بہت بعید[1] ہے۔ اور قرآن مجید میں تو قصاص کی فرضیت وارد ہے لیکن اس سے قصاص کا حصر تو لازم نہیں آتا۔ اور اس حدیث میں فقط تین قسم کی دیت مروی ہے اور اوپر کی حدیث میں پانچ قسم کی اور بعض احادیث میں چار قسم کی کما اخرجہ۔

اور اس اختلاف کا منشاء اس سے پہلی حدیث میں مذکور ہو چکا ہے اور تقدم و تاخر احادیث کا معلوم نہیں اس لئے جس مجتہد کے نزدیک جو حدیث مرجح ہوئی اس کے موافق اس نے حکم تجویز کیا۔

باب ماجاء فی الدیۃ کم ھی من الدراھم

قولہ اثنی عشر الفا: اس مسئلہ میں اختلاف ہے چنانچہ امام صاحب کے نزدیک دیت دس ہزار درہم ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بارہ ہزار اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ اور امام صاحب کی دلیل دوسری حدیث ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار درہم دیت کا حکم فرمایا تھا...... اور ترمذی کی حدیث کا یہ جواب ہے کہ اس زمانہ میں دراہم کا وزن مختلف تھا۔ سو دس ہزار پوری مقدار کے تھے اور بارہ ہزار کم مقدار کے جو ان دس ہزار کے برابر تھے والحدیث الذی استدل بہ الامام ذکرہ فی اللمعات۔

باب ماجاء فی الموضحۃ

قولہ قال فی المواضع خمس خمس: یعنی جس شخص کو کوئی شخص اتنا زخمی کردے کہ اس کا گوشت علیحدہ ہوجائے اور ہڈی نظر آنے لگے اس کی دیت پانچ اونٹ ہے۔

فائدہ: قولہ فی المواضع خبر مقدم وخمس خمس مبتداء مؤکد ومعناہ فی کل واحد من الموضحات خمس قالہ الجامع عفی عنہ.

باب ماجاء فیمن رضخ راسہ بصخرۃ

قولہ عن انس الخ: یہاں پر تین مسئلے ہیں ان کو سمجھو اول یہ کہ مقتول کے کہنے سے بلا کسی دوسری دلیل کے قاتل کو قتل کردینا جائز ہے جبکہ قاتل اقرار بھی کرلے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ آیا قاتل کو اس طرح قتل کریں گے جس طرح اس نے مقتول کو قتل کیا تھا یا کسی اور طرح...... سو جمہور کے نزدیک تو اس کو اسی طرح ماریں گے جیسے کہ اس نے مارا تھا۔ اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے...... اور امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس کو اس طرح نہیں ماریں گے جس طرح کہ اس نے مارا ہے بلکہ یہ دیکھیں گے کہ اگر اس نے ایسی چیز سے مارا ہے جس

---

[1] اس کی تاویل یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ان شاء واقتلوا ان لم یرضوا بالدیۃ وان شاء واخذوا الدیۃ ان رضوا بھا۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

سے آدمی مرجاتا ہے مثل ہتھیار وغیرہ سے تو اس حالت میں اس قاتل کو بھی اسی طرح مارا جائے گا اور اگر اس نے پتھر وغیرہ سے مارا ہے تو قاتل کو پتھر وغیرہ سے نہ مارا جائے گا۔

اور اس حدیث میں جو مروی ہے تو وجہ اس کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سیاست کیلئے اس طرح قتل کرایا تھا نہ اس لئے کہ اس کی اصلی سزا یہ تھی۔ دوسرے وہ شخص ڈاکو تھا ہمیشہ لوگوں کو ایذا پہنچاتا تھا...... اور جمہور کہتے ہیں چونکہ اس نے لڑکی کے مار ڈالنے کا سامان کیا تھا۔ اس لئے قصاص اسی طرح لازم ہوگا۔ جس طرح اس نے مارا۔

قولہٗ لاقود الا بالسیف لاوجہ لنقلہ فی ھذا المحل لان ھذا القتل ما کان موجبا للقود.

باب ما جاء فیمن یقتل نفسا معا ھدًا

قولہٗ عن ابن عباس الخ: یہ حدیث حجت ہے امام صاحب کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی عامر کے دو شخصوں کی دیت جو ذمی تھے۔ دو مسلمانوں کی دیت کے برابر دلوائی اور حدیثوں سے جن کو ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذمی کی دیت مسلمان کی دیت سے نصف ہے اور امام......شافعی اور دیگر ائمہ کا یہی مذہب ہے کہ ذمی اور مسلم کی دیت مساوی نہیں بلکہ مسلم کی دیت دو چند ہے ذمی کی دیت سے......اور وہ حضرات اس حدیث کا یہ جواب دے سکتے ہیں کہ اصل حکم تو وہی ہے جو بطور قاعدہ کلیہ حدیث قولی سے ثابت ہے اور یہ واقعہ خاصہ ہے ممکن ہے کہ فتنہ وفساد رفع کرنے کی غرض سے آپ نے ایسا کیا ہو پس یہ واقعہ اس کلیہ کے معارض نہ ہوگا اور امام صاحب نے اس زیادت کو احتیاطاً اختیار کیا فقط۔

باب ماجاء فی حکم ولی القتیل فی القصاص والعفو

قولہ عن ابی ھریرۃ قال قتل رجل الخ: اگر قاتل قتل کے جانے کے وقت کہے کہ میں نے قصداً قتل نہیں کیا۔ بلکہ سہواً مجھ سے یہ فعل سرزد ہو گیا تو یہ قول عندالحاکم مسموع ہوگا یا نہیں۔ اور ہر مقتول یہ تاویل کر سکتا ہے سو یہ قول مسموع نہ ہوگا کیونکہ حضور نے جو ارشاد فرمایا ان کان صادقًا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کہنے کے بعد بھی اس کو اختیار قتل کا حاصل ہے۔

اب رہی یہ بات کہ باوجود اس کے صادق ہونے کے قتل کیسے کیا جا سکتا ہے۔ سو جواب یہ ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے ان کان صادقا فی زعمک الخ پس اس حالت میں دیانۃً اس کو قتل کرنا ناجائز ہے گو ظاہری حجت شرعیہ سے حاکم قتل کا حکم کر دے گا اور ولی مقتول بے تکلف قصاص لے سکتا ہے۔

اور لفظ فی زعمک ایہاماً محذوف کر دیا گیا تا کہ مخاطب ڈر جائے اور قتل سے درگزر کرے دروحد کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طریقہ ایہامی ارشاد فرمایا۔

باب ماجاء فی دیۃ الجنین

قولہ غرۃ عبدٍ اوامۃ: جس عورت کا کوئی حمل ساقط کر دے اس کی دیت ایک غرہ ہے خواہ نر ہو یا مادہ پس حرف اَو راوی کا شک نہیں ہے بلکہ خود حدیث میں ہے اور یہ خاص تعیین آپ نے اس لئے فرمائی کہ اگر پوری دیت مقرر کر دی جاتی تو

besturdubooks.wordpress.com

دینے والے کہہ سکتے تھے کہ شاید حمل مردہ ہو اور مردہ کی دیت ہے نہیں اور اگر نصف متعین فرماتے تو حاملہ کہہ سکتی تھی کہ میرا حمل تو پورا تھا اس لئے دیت پوری ملنی چاہئے بہر حال جھگڑا ہوتا۔ اس لئے آپ نے بین بین مقدار معین فرمادی تاکہ جھگڑا نہ ہو۔

باب ماجاء لایقتل مسلم بکافر

قوله ثنا ابو جحيفة الخ: فرقہ رافضہ اس زمانہ میں بھی تھا اس نے مشہور کر دیا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی باتیں بتلائی ہیں جو اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں تعلیم فرمائیں۔ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ یہ قصہ سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ کیا کوئی مضمون آپ کے پاس حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے جو قرآن مجید میں نہیں ہے۔

حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو پھاڑا اور روح کو پیدا کیا میرے پاس کوئی علم نہیں ہے مگر فہم قرآن کا جس کو حق تعالیٰ اپنے بندے کو مرحمت فرماتا ہے..... اور اس صحیفے میں جو مضمون ہے سو یہ دو چیزیں البتہ میرے پاس ایسی ہیں جو قرآن مجید کے علاوہ ہیں۔ حضرت ابو جحیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اس صحیفے میں کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس میں قیدی چھوڑنے اور دیت کے متعلق احکام ہیں۔

نیز یہ حکم ہے کہ مومن کافر کے عوض نہ قتل کیا جائے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ امور ایسے نہ تھے جو اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخفی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مضمون قسم سے مؤکد فرما کر ارشاد فرمایا۔ گویا دعویٰ پر دلیل قائم کر دی اور قسم میں ظاہر اور باطن دونوں طرف اشارہ ہو گیا۔

کیونکہ جو شخص دانہ دیکھے گا اگر وہ محض ظاہر بین ہے تو دانہ ہی پر نظر رکھے گا اور اگر محقق ہے تو اس کی نظر درخت پر پہنچے گی جو گویا دانہ کے اندر پوشیدہ ہے۔ اور اسی طرح نسمہ کو سمجھ لو۔ اہل ظاہر سمجھتے ہیں کہ جان اس بدن کا نام ہے اور اہل حقیقت کہتے ہیں کہ جان روح کا نام ہے اور مسلمان کا کافر کے بدلہ قتل نہ کیا جانا مطلقاً جمہور کا مذہب ہے اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے اور امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہاں کافر سے حربی کافر مراد ہے۔ اور اس تاویل کی اس لئے حاجت ہوئی کہ ایک حدیث میں آیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کو ذمی کے عوض میں قتل فرمایا تھا اور نیز یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ہم لوگ زیادہ عہد کے پورے کرنے والے ہیں۔

کفار کی دیت میں اختلاف ہے جیسا کہ ترمذی شریف میں مذکور ہے..... امام صاحب کے نزدیک مسلم و کافر کی دیت یکساں ہے اور امام صاحب نے اکثر ماورد کا اعتبار کیا ہے اور جو لوگ نصف کے قائل ہیں انہوں نے الاصل ہو الاقل کا اعتبار کیا۔

وفي الحاشية العربية له دامت بركاتهم قوله وان لايقتل مومن بكافر محمول عندنا على الحربي وان توهم احدكونه غير مقيد اجيب بحمله على المستامن وقوله وبهذا الاسناد عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال دية عقل الكافر نصف عقل المؤمن اه فهو منسوخ عند الحنفية وقوله من قتل عبدًا فقتلناه فمحمول على السياسة.

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء في المرأة ترث من دية زوجها

قوله عن سعيد بن المسيب الخ: غالباً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلیل یہ ہو کہ عورت کا حق اس مال میں ہے جو اس کے خاوند کا مملوک اس کی حیات میں ہو لیکن اس مال کا سبب تو وہ حیات خاوند ہے اس لئے دیت میں عورت کی وراثت جاری ہوئی اور عورت جب تک عدت سے فارغ نہ ہو شرعاً مرد کے نکاح ہی میں سمجھی جاتی ہے۔

باب ماجاء في القصاص

قوله والجروح قصاص: قصاص کے معنی برابری کے ہیں اور جروح کے معنی ہیں زخم ہا۔ پس حاصل یہ ہوا کہ جس طرح اس شخص کے دانت ٹوٹے اسی طرح جس سے قصاص لیا جائے اس کے دانت توڑنا چاہئے۔

فائدہ۔ اگرچہ بادی اظلم ہوتا ہے لیکن وہ یہ بھی تو کرسکتا ہے کہ آہستہ اس کے منہ میں سے اپنا ہاتھ نکال لیتا اتنا زور کیوں کیا جس سے اس کے دانت نکل پڑے اور جب ایسا کیا تو سزا بھی لازم ہوئی۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء في القسامة

قوله خرج عبدالله بن سهل الى آخره: کبر الکبر کا یہ مطلب ہے کہ تم ٹھہر جاؤ ان کو حال بیان کرنے دو۔ اس کے بعد تم دعویٰ کرنا مدار مقدمہ کا تو دعویٰ پر ہی ہے لیکن صورت مقدمہ اچھی طرح ظاہر ہو جانے کے لئے ان لوگوں سے بھی دریافت فرمایا اور وارث تو فقط عبدالرحمٰن ہی تھے۔

اور اس مسئلہ میں کئی مذہب ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو مدعیوں سے قسم لی جائے گی اگر انہوں نے قسم کھا لی تو قاتل دے دیا جائے گا۔ اور دیت نہ دلوائی جائے گی ان کا مذہب اسی حدیث کے موافق ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قسم لی جائے گی اور بعد قسم کھانے کے ان کو دیت دلوائی جائے گی کیونکہ آپ نے فرمایا ہے قاتلکم اور قاتلکم مع الدم ارشاد نہیں فرمایا جس سے قتل لازم ہو۔

پس مطلب آپ کا یہ تھا کہ قاتل کو دلایا جائے اور پھر دیت لازم کی جائے۔ اور امام صاحب کے نزدیک اتحلفون میں استفہام انکاری ہے یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ تم قسم کھا کر قاتل کو لے لو کیونکہ قسم تو مدعیٰ علیہ پر لازم کی جاتی ہے نہ کہ مدعی پر۔ وقولہ حبرتکم یعنی عن الظن انتھی التقریر۔

فائدہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محض اطفاءِ فتنہ کی وجہ سے خود دیت عنایت فرمائی تاکہ مدعیوں کی دل شکنی نہ ہو کیونکہ وہ یہود سے قسم لینے پر راضی نہ تھے اور قانون شرعی بجز ان سے قسم لینے کے اور کچھ تھا نہیں اس لئے آپ نے خود دیت مرحمت فرمائی رہا یہ امر کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باوجود قانون شرعی کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کو کیوں اختیار کیا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے فرمان کو کیوں تسلیم نہ کیا۔ جیسا کہ ظاہراً متوہم ہوتا ہے؟

لے یعنی جب قصداً دانت توڑ دیا تو قصاص ہوگا (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

سوال کا جواب یہ ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے تالیف قلوب کے لئے خود ذات مبارکہ پر دیت کا تحمل کیا۔ اور یہ قانون شرعی کے مخالف نہ تھا۔ کیونکہ صورت مذکورہ میں اولیاء مقتول کی رضا مندی مطلوب ہے۔ جس طرح بھی شریعت کے مطابق راضی ہو جائیں۔ اور وہ حضرات چونکہ نو مسلم تھے اس وجہ سے زیادہ کہنا مناسب نہ سمجھا یا حدوث اسلام اس کا سبب نہ ہو بلکہ محض خاطر داری صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مطلوب ہو اور صحابہ نے آپ کے ارشاد پر جو کچھ عرض کیا بطریق اعتراض نہ تھا بلکہ بے تکلفی سے اپنی رائے ظاہر کی تھی وھو ظاہر زادہ الجامع عفی عنہ۔

ابواب الحدود عن رسول الله ﷺ

قولہ عن الحسن رحمۃ اللہ علیہ عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ الخ۔

یہ حدیث حنفیہ کی حجت ہے۔ صبی پر زکوٰۃ واجب نہ ہونے کی۔ کیونکہ وہ بالغ نہیں اور نابالغ مرفوع القلم ہے۔

فائده: قلت وهٰذا الصحيح علىٰ اصلهم من ان الزكٰوة معنى العبادة فيها اغلب واما ان قيل انها من حقوق المال ومعنى العبادة فيها مغلوب فلا يمكن الاحتجاج به فافهم.

وقوله لانعرف للحسن رضي الله تعالىٰ عنه الخ.

قلت فمقتضاه ان الحديث حسن الاسناد مع انقطاع الاسناد ولكن قد صح سماع الحسن رضي الله تعالىٰ عنه عن علي رضي الله تعالىٰ عنه ففي اثار السنن قال النيموي اتصال الحسن بعلي ثابت بوجوه وفي التعليق الحسن قوله بوجوه قلت منها ماذكره البخاري في تاريخه الصغير في ترجمة سليمان بن سالم القرشي العطار سمع علي بن زيد عن الحسن راے عليا والزبير التزما[1] وراى عثمان وعليا التزما. ومنها ماخرجه المزي في تهذيب الكمال باسناده عن يونس بن عبيد قال سالت الحسن قلت يا ابا سعيد انك تقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وانك لم تدرك قال يا ابن اخي لقد سألتني عن شيء ماسألني احد قبلك ولولا منزلتك مني مااخبرتك اني في زمان كماترى وكان في عمل الحجاج كل شيء سمعتني اقول قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فهو عن علي بن ابي طالب غير اني في زمان لااستطيع اَن اذكر عليا انتهٰى.

قلت قال الشيخ العلامة مولانا فخر الدين النظامي رحمة الله عليه في كتابه فخر الحسن هذا دليل جليل على سماع الحسن من علي المرتضٰے رضي الله تعالىٰ عنه واكثاره عنه كرم الله تعالىٰ وجهه ووجه من راى وجهه والرواة ليس فيهم كلام للثقات انتهٰى ومنها مااخرجه ابو يعلى في مسنده. حدثنا حوثرة بن اشرس قال اخبرنا عقبة بن ابي الصهباء

---

[1] حاصل بتقدیر یعنی رای علیا وقد صاحب زبیرا وکذا لک قول ورای عثمان وعلیا التزما۔ ۱۲ جامع۔

besturdubooks.wordpress.com

23 الباهلي قال سمعت الحسن يقول سمعت عليا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل امتي مثل المطر الحديث قال السيوطي في اتحاف الفرقة بوصل التحرقة قال محمد بن الحسن الصير في شيخ شيوخنا هذا نص صريح في سماع الحسن رحمة الله عليه من علي رضي الله عنه ورجاله ثقات حوثرة وثقه ابن حبان وعقبة وثقه احمد وابن معين انتهٰی ج۲ ص۱۰۹و۱۰۰ زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في درء الحدود

قوله يزيد بن ابی زياد الكوفي الخ: اعلم ان الترمذی ذكره وميزه عن ابی زياد مع ان كنيتهما مختلفة لان ابن زياد يقال له ايضا ابن ابی زياد كما قال فی تهذيب التهذيب ونصه ويقال ابن ابی زياد الخ وفی سندی هذا الحديث ابن زياد الدمشقي ولم ار من وثقه الا ان عبارة ابن شاهين تدل بظاهر ها على كونه ثقة وهی فے تهذيب التهذيب ونص صاحب تهذيب التهذيب وقال ابن شاهين فی الثقات قال وكيع كان رفيعا من اهل الشام فی الفقه والصلاح اه ووجه ظاهر الدلالة ان وكيعا مدحه ولم يجرح فافهم واما تحقيق الحديث بما لاحاجة على الزيادة عليه ففي رسالة المسماة..... بالاجوبة اللطيفة قاله الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في الستر على المسلم

قوله ومن ستر على مسلم ستره الله فی الدنيا والأخرة الخ.

اس جملہ کے دومعنی ہوسکتے ہیں ایک تو یہ کہ جوشخص مسلمان کا عیب چھپالے تو حق تعالیٰ دین اور دنیا میں اس کا عیب چھپالیں گے۔

دوسرے یہ کہ جوشخص مسلمان کو کپڑا پہنائے تو حق تعالیٰ اس کو دین ودنیا میں کپڑا پہنائیں گے۔

باب ماجاء في التلقين في الحد

قوله عن ابن عباس الخ: اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا اور دوسری حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود حاضر ہوئے اور اپنا حال بیان فرمایا اور آپ نے کئی بار اعراض فرمایا..... سوان دونوں حدیثوں میں تطبیق کی یہ صورت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس لئے دریافت فرمایا کہ اگر یہ بات غلط ہو تو تہمت لگانے والے پر حد قذف قائم کی جائے اور یہ بری کردیئے جائیں پھر جب انہوں نے انکار نہ کیا بلکہ اقرار کرلیا تو آپ نے درء حد کے لئے چند بار اعراض فرمایا اور یہ چار بار اقرار کرنا محتمل ہے کہ ایک ہی مجلس میں ہوا اور محتمل ہے کہ چند مجالس میں ہوا امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نیز بعض دیگر ائمہ کا تو یہی مذہب ہے کہ اقرار کی

besturdubooks.wordpress.com

صورت میں چار بار اقرار کے بعد حد قائم کی جائے گی۔

اور یہ حدیث آئندہ جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ان کی دلیل ہے۔ اور بعض ائمہ کے نزدیک ایک بار اقرار کے بعد اقامت حد کا حکم دے دیا جائے گا۔ اور ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس کا ترمذی نے حوالہ دیا ہے اور مفصلاً عنقریب مذکور ہوگی اور اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ بناء علی المشہور المعلوم آپ نے یہ نہیں قید لگائی کہ چار بار اقرار کے بعد رجم کیا جائے۔

قولہ فی حدیث ابی ھریرۃ ھلاتر کتموہ: اس قول سے اشارۃً مفہوم ہوتا ہے کہ راجمین کو مرجوم کے بھاگنے کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسئلہ دریافت کرنا مناسب تھا کہ اس صورت میں رجم کریں یا معاف کردیں اور اگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا تو بظاہر اس پر ضرور عمل کرتے۔

وفی الحاشیۃ قال علی القاری فی المرقاۃ قال ابن الھمام فاذا ھرب فی الرجم فان کان مقرا یترک ولایتبع وان کان مشھودًا علیہ اتبع ورجم حتی یموت لان ھربہ رجوع ظاھر ورجوع یعمل فی اقرارہ لافی رجوع الشھود انتھٰی.

اور جس حدیث میں چار بار اقرار کے بعد اقامت حد مذکور ہے اس کی ترجیح کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ درء حد مامور بہ ہے۔ اور اس حدیث کو ترجیح دینے سے درء حد علیٰ قدر الامکان محقق ہو جائے گا۔ اور جس حدیث کا ظاہر دال ہے اس امر پر کہ ایک بار اقرار کرنا اقامت حد کے لئے کافی ہے تو اس پر عمل کرنے سے درء حد محقق نہ ہوگا۔ فافہم زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب فی الرجم علی الثیب

قولہ عن عبید اللہ الخ: باہم علماء میں اس باب میں گفتگو ہوئی ہے کہ تغریب عام داخل حد ہے یا خارج از حد اور محض سیاست کے لئے تجویز کی گئی ہے... سو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو تغریب داخل حد ہے اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے۔ اور امام صاحب کے نزدیک خارج از حد ہے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تغریب عام فرمائی تھی تو وہ شخص مغرب کفار سے جا ملا کما اخرجہٗ۔ پس آپ نے ارشاد فرمایا کہ تغریب فتنہ کے لئے کافی ہے۔ سو اگر تغریب داخل حد ہوتی تو وہ منقوص نہیں کی جاسکتی تھی کہ حد میں تنقیص جائز نہیں اور اس حدیث کا ظاہر اس امر پر دال ہے کہ فقط ایک بار اقرار کرنا اقامت حد کے لئے کافی ہے اور امام صاحب کی طرف سے اس کا جواب مفصلاً عنقریب گزر چکا ہے۔ اور جو لوگ ایک بار اقرار کو کافی سمجھتے ہیں تو وہ حدیث کا جس میں چار بار اقرار مذکور ہے یہ جواب دیتے ہیں کہ وہاں کوئی خاص موقع ایسا ہوگا جس کی وجہ سے چار بار آپ نے اقرار لے کر اقامت حد کا حکم دیا۔

قولہ فی حدیث عبادۃ بن الصامت. الثیب بالثیب جلد مائۃ قلت منسوخ بدلیل حدیث ماعز الذی یتاخر عن ھذا الحدیث بیقین لکون ھذا الحدیث فی ابتداء مشروعیۃ الحد

---

[1] یہ عمل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں۔ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق کتب حدیث میں مروی ہے جیسا کہ نصب الرایہ، احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۱۴۱۵ اور مصنف عبدالرزاق میں مروی ہے اسی طرح طحاوی میں بھی ہے۔

والدليل على ان قصة ماعزمتا خرة[1] واجمع الائمة الاربعة على نسخ الجلد فقط۔

باب ماجاء في رجم اهل الكتٰب

قوله رجم يهود يا الخ۔

حنفیہ کے نزدیک یہ حکم منسوخ ہے اور ان کے نزدیک رجم میں احصان شرط ہے اور مشرک و کافر محصن نہیں ہو سکتا۔ اور جمہور کے نزدیک منسوخ نہیں اور وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامور تھے اہل کتاب کے ساتھ۔ ان کی کتاب کے موافق حکم کرنے پر اس لئے آپ نے ایسا کیا تھا اور پھر اس کے نسخ کی کوئی دلیل وارد نہیں ہوئی۔ اور احصان مختلف معانی میں مستعمل ہے۔

خدا جانے اس موقع پر احصان کے کیا معنی ہیں اس لئے تصریح اور منطوق محتمل کے مقابل نہیں چھوڑا جا سکتا۔

فائدہ: اس مسئلہ کی تفصیل اور تحقیق بمالا مزید علیہ احقر کے رسالہ الاجوبۃ اللطیفہ میں ہے ضرور ملاحظہ ہو انشاء اللہ تعالیٰ تسلی ہو جائے گی۔ قالہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء ان الحدود كفارة لاهلها

قوله عن عبادة الخ: جمہور کا تو یہی مذہب ہے کہ حدود کفارہ ہیں کیونکہ جب مجرم نے دنیا میں سزا پائی تو پھر دوبارہ اس کو کیوں سزا دی جائے۔

اور امام صاحب فرماتے ہیں کہ احکام دنیا میں حدود کفارہ ہیں نہ کہ احکام آخرت میں اور امام صاحب کی دلیل یہ آیت ہے۔

انما جزآوا الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الارض فساد ان يقتلوا اويصلبوا او تقطع ايديهم۔

اور اس کے آخر میں فرماتے ہیں۔ **ذلك لهم خزيٌ في الدنيا ولهم في الاخرة عذاب عظيم.**

سو اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بغاۃ کے دنیا میں ہاتھ پیر قطع کئے جانے کے بعد بھی ان کو عذاب آخرت ہوگا اور دوسری[2] آیت میں ارشاد ہے۔

اور اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی استاد اپنے کسی شاگرد کو زدوکوب کرے اور وہ تلمیذ توبہ کرنی شروع کردے تو ایک یہ صورت ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ توبہ نہ کرے چنانچہ ہے اور کچھ معذرت نہ کرے تو ظاہر ہے کہ گو دونوں صورتوں میں مجرم سزا دے کر چھوڑ دیا گیا لیکن پہلی صورت میں بالکل معاملہ صاف ہو گیا اپنی شرارت سے رجوع بھی کیا سزا بھی بھگت لی۔ بخلاف دوسری صورت کے کہ سزا تو پائی مگر تمرد اور سرکشی باقی رہی جس کی وجہ سے معذرت اور توبہ نہیں کی۔ بلکہ محض

---

[1] لم يذكره الجامع فلعل اراد عمل الصديق والفاروق كما نقل عنهما الترمذي (عبدالقادر عفی عنہ) [2] جامع نے دوسری آیت بیان نہیں کی شاید یہ مراد ہے۔ والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما جزآء بما كسبا نكالا من الله والله عزيز حكيم فمن تاب من بعد ظلمه واصلح ذكر التوبة بعد الجزاء يفيد ان الحدود ليست بكفارة. (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

سزائے اضطراری پر قناعت کرلی۔پس ہنوز یہ شخص سزا کا مستحق ہے۔

اب اس مثال سے یہ مسئلہ خوب واضح ہو گیا سو امام صاحب کے نزدیک حدود بغیر توبہ کے اصل اعمال کا کفارہ ہیں اور مع توبہ کفارہ کاملہ ہیں یعنی آخرت میں بھی عذاب نہ ہوگا اور امام صاحب کے مذہب اور جمہور کے مذہب میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ جمہور کے قول کو محمول کیا جائے اجراء حدود مع التوبہ پر اور امام صاحب کا قول محمول کیا جائے اجراء حدود بغیر التوبہ پر۔

باب ماجاء فی حد السکران

قوله عن ابی سعید الخ: صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں اس پر اجماع ہو گیا ہے کہ حد خمر اسی درے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کوئی خاص تعیین نہ تھی بطریق تعزیر مار پیٹ کرادی جاتی تھی۔

باب ماجاء من شرب الخمر فاجلدوه فان عاد فی الرابعة فاقتلوه

اس حدیث کو علماء نے زجر پر محمول کیا ہے۔

باب ماجاء فی کم یقطع السارق

قوله عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها الخ: اس مسئلہ میں بھی مختلف احادیث وارد ہوئی ہیں کہیں تو آپ نے ربع دینار میں قطع ید فرمایا جیسا کہ اس حدیث میں ہے اور کہیں دس درہم پر قطع فرمایا جیسا کہ طحاوی نے روایت کیا ہے اور کہیں نصف[1] دینار پر قطع فرمایا جیسا کہ روایت کیا ہے۔امام صاحب نے اکثر مقدار کو اختیار کیا کیونکہ درء حد مامور بہ ہے اس لئے تحقیق موجبات حدود میں تسامح چاہئے۔اور اس جواب کی اس وقت حاجت ہے جبکہ یہ ثابت ہو جائے کہ تمام ائمہ کو یہ مختلف احادیث پہنچ گئیں تھیں ورنہ یوں کہا جائے گا کہ جس امام کو جو حدیث پہنچی اسی کو انہوں نے معمول بہ قرار دیا اور بہت ایسا ہوا ہے۔

باب ماجاء فی تعلیق ید السارق

قوله عن عبدالرحمٰن الخ: یہ حکم امام کی رائے پر موقوف ہے اور تعزیرا ہے پس اگر امام مصلحت سمجھے تو ایسا کرے مضائقہ نہیں۔

فائدہ: اس میں دو حکمتیں معلوم ہوتی ہیں ایک تو مزید خزی سارق کی دوسرے عبرت حاصل کرنا دوسروں کا...... اور یہ حدیث حجاج بن ارطاۃ کی روایت سے ہے اور غریب بھی ہے کوئی متابع بھی اس کا نہیں۔اور باوجود ان امور کے ترمذی نے اس کی تحسین کی ہے تو معلوم ہوا کہ حجاج ترمذی کے نزدیک محتج بہ ہے۔

اور بعض اہل فن نے حجاج کی تضعیف کی ہے اور بعض دیگر اہل فن نے توثیق کی ہے پس مختلف فیہ ہے نہ کہ ضعیف مطلق۔

زادہ الجامع عفی عنہ۔

---

[1] نصف دینار کی حدیث اور ائمہ میں سے کسی کا قول نہیں ملا۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول تین درہم کا ہے (عبدالقادر)

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء في الخائن والمختلس والمنتهب

قوله عن جابر الخ: صُوَرِ مذکورہ فی الحدیث میں چونکہ سرقہ کے معنی متحقق نہیں اس لئے قطع ید بھی نہیں اور سرقہ کے یہ معنی ہیں کہ خفیہ طور پر مال محفوظ چرایا جائے فافہم۔

باب ماجاء لاقطع في ثمر ولا كثر

قوله عن عمه واسع الخ: یہ حدیث دلیل ہے اس حکم کی جو چیز جلد خراب ہو جاتی ہیں ان کو کوئی چرالے تو قطع ید نہ کیا جائے گا۔

فائدہ: وجہ یہ ہے کہ قطع ید ایک حد ہے۔ حدود شرعیہ میں سے اور اقامۃ حدود کے لئے دلیل قائم کرنے میں شریعت نے نہایت احتیاط کی ہے اور بقدر امکان مدافعت حدود ما مور بہ ہے تا کہ فناء عالم نہ ہو پس اموال مذکورہ چونکہ مہتم بالشان نہیں اس لئے ان کے سرقے سے قطع ید کا حکم نہیں دیا جاتا۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء ان لايقطع الايدى في الغزو

قوله عن بسر بن ارطاة الخ: اس حدیث کے دو معنی ہوتے ہیں اول یہ کہ قطع ید جہاد میں نہ کرتا کہ محدود علیہ کارِ جنگ سے بیکار نہ ہو جائے۔ جہاد سے فارغ ہونے کے بعد حد قائم کی جائے اور اس میں حد کا مؤخر کرنا بھی ہے جو جوفی الجملہ درء ہے۔

دوسرے یہ معنی ہیں کہ چونکہ سارق نے ایسا مال چرایا ہے جو مشترک ہے اور اس میں خود اس کا حصہ بھی ہے لہٰذا سرقہ من کل الوجوہ متحقق نہیں پس حد نہ قائم کی جائے...... پہلے معنی اختیار کرنے کی صورت میں تفصیل ہے جو قواعد کا مقتضا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر مال مسروق غنیمت میں سے ہو جب تو بعد فراغ جہاد دارالاسلام میں بھی حد قائم کی جائے۔ اور اگر وہ مال مجاہدین کا کسی اور جہت سے مملوک ہو تو بعد فراغت جہاد حد قائم کی جائے۔ اور دوسرے معنی اختیار کرنیکی حالت میں مال مسروق کو مال غنیمت کیساتھ مقید کیا جائیگا اور فی الغزو کا مفہوم اعتبار نہ کیا جائے گا فافہم۔ پس حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ جہاد میں حد نہ قائم کی جائے اور تفصیل دیگر قواعد سے مستفاد ہے۔

باب ماجاء في الرجل يقع على جارية امرأته

قوله عن حبيب بن ابى سالم الخ: لوگوں نے کہا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور اگر تاویل کریں تو تاویل ممکن ہے کہ اس صورت میں رجم کیا جائے گا کیونکہ یہاں اشتباہ ملک نہیں ہے اس لئے کہ عرب میں قاعدہ تھا مرد اپنا مال جدا رکھتے تھے اور عورتیں اپنا مال جدا رکھتی تھیں۔ اور یہ جو حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لان كانت احلتها له الا جلد مائة یہاں کا قیاس ہے کہ تحلیل کو انہوں نے موجب شبہ سمجھا۔

اور اکثر ائمہ کے نزدیک یہ اجازت معتبر نہیں کیونکہ تحلیل فروج ان امور میں سے نہیں ہے کہ جو اباحت سے حلال ہو جاتے ہیں اور موجب شبہ ملک ہو سکیں۔ اور حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا کہ لاقضین الخ اس طرح ہے کہ جیسے کہا جاتا ہے یہ حکم شریعت کا ہے یا کوئی خاص فیصلہ حضور سرور عالم نے فرمایا ہو جس پر ہم مطلع نہیں ہوئے۔

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی المرأة اذا استکرھت علی الزنا

قولہ ولم یذکر انہ جعل لھا مھرًا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حد نہ قائم فرماتے تو مہر دلواتے اب چونکہ حد قائم فرمائی اس لئے مہر نہیں دلوایا۔ حد اور مہر جمع نہیں کئے جاتے ہیں۔

وقولہ فلما امر بہ فمعناہ کاد ان یؤمر بذالک

فائدہ: قولہ امربہ ای بالزانی وقولہ صاحبھا الذی وقع الیھا یعنی الزانی وقولہ قال للرجل قولا حسنا ای للرجل الذی لقیھا اولا. زادہ الجامع عفی عنہ.

باب ماجاء فیمن یقع علی البھیمۃ

قولہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ الخ: ایک وجہ توقتل بہیمہ کی یہ ہے جو کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمائی جس کا یہ حاصل ہے کہ ایسے جانور کا گوشت کھانا یا اس سے اور کوئی منفعت حاصل کرنا طبائع سلیمہ کے خلاف ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ آپ نے بہیمہ کے قتل کا اس لئے حکم دیا کہ ایسا نہ ہو اس کے آدمی کا حمل رہ جائے اور آدمی زاد پیدا ہو[1]۔

اور مولانا محمد یعقوب صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرماتے تھے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس کا تذکرہ چھوڑ دیں کیونکہ جہاں کہیں جانور رہ جائے گا اس کو دیکھ کر لوگ اس قصہ کو بوجہ الحو بہ ہونے کے یاد کریں گے اور اس کا تذکرہ امر مذموم ہے۔

فائدہ: اور آتی علی البہیمۃ کے لئے قتل کا ارشاد ہونا زجر اور تشدید پر محمول کیا گیا ہے اور ائمہ اربعہ کے نزدیک اس پر حد نہ جاری کی جائے گی ہاں تعزیر دی جائے گی زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی حد اللوطی

قولہ عن ابن عباس الخ: جمہور کے نزدیک تو اس حدیث کے موافق لوطی قتل کیا جائے گا اور اسی طرح مفعول بہ بھی جمہور کے نزدیک قتل کیا جائے گا۔

اور امام صاحب کے نزدیک یہ حدیث سیاست پر محمول ہے جبکہ لوطی لواطت کی عادت کرلے سو اس حالت میں امام اس کو قتل کرے خواہ وہ محصن ہو یا غیر محصن اور یہ تاویل ثبوت حدیث کی صورت میں ہے اور حدیث چونکہ متکلم فیہ ہے اس لئے اس کی بناء پر اثبات حد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ثبوت حد کے لئے دلیل قوی کی حاجت ہے۔

باب ماجاء فی المرتد

قولہ قالت طائفۃ منھم تحبس ولاتقتل قلت ھو مذھب الحنفیۃ قالوا ان الحکم بالقتل معلل بالحرابۃ التی لیست فی المرأۃ

---

[1] کہ اس صورت میں اس بچہ کی پرورش نہایت دشوار ہے کون اس کا کفیل ہوگا۔ بہیمہ کو تو اس سے انسیت نہ ہوگی کہ وہ اس کی جنس سے نہیں اور غیر بہیمہ یعنی انسان میں سے کسی کو اس سے علاقہ محبت ولادت نہیں ۱۲ جامع عفی عنہ۔

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی حد الساحر

قوله صلی اللہ علیه وآله وسلم حدالساحر ضربة بالسیف.

بعض ائمہ کا تو یہ مذہب ہے کہ اگر سحر حد کفر تک پہنچ جائے یعنی سحر کو حق سمجھتا ہے تو یہ کفر ہے اور اس ارتداد کی بناء پر قتل کیا جائے۔ لیکن اس صورت میں حدیث کو مخصوص کہا جائے گا۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ یوں کہا جائے چونکہ سحر کا ضرر متعدی ہے اس لئے ساحر کو قتل کرنا لازم ہے۔ اور یہ معنی اختیار کرنے میں حدیث عام رہے گی خواہ وہ سحر حد کفر تک پہنچے یا نہیں ساحر قتل کر دیا جائے گا اور اس قتل کو حد مجازاً کہا گیا ہے کیونکہ حقیقتہً یہ زجر ہے اور دلیل اس کی یہ[1] ہے۔

باب ماجاء فی الغال مایصنع به

قوله عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه الخ.

اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول تو ہے لیکن کبھی آپ نے ایسا عمل نہیں فرمایا سو یوں کہا جائے کہ آپ نے احراق کا امر زجراً فرما دیا ہے۔

فائده: قولهٔ فرجدر جلا قلت فاعله مسلمة. زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فیمن یقول للآخریا مخنث

قولهٔ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنه الخ.

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص کسی کو یہودی کہے تو اس کے بیس دُرے لگائے جائیں اور حدیث آئندہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تعزیر دس دُروں سے زیادہ نہ کی جائے سوال ...... دونوں حدیثوں میں تطبیق یہ ہے کہ سب صورتیں امام کی رائے پر ہیں جس طرح جس کے ساتھ مناسب سمجھے ویسا کرے۔ اگر تعزیر کا مقصود دس میں حاصل ہو جائے تو اسی پر کفایت کرے اور اگر بیس کی حاجت ہو تو اس پر عملدرآمد کرے۔

دس کی تحدید باعتبار غالب کے وارد ہوئی ہے یہ مقصود نہیں ہے کہ ہمیشہ اسی پر کفایت کی جائے چونکہ غالب اوقات یہ مقدار کافی ہو جاتی ہے اس لئے اس کی تصریح فرما دی گئی۔ وبالحاشیۃ العربیۃ لہ تحدیدہ بعشرین خلاف الاجماع ثم الحدیث ضعیف اھ

باب ماجاء فی التعزیر

قوله عن ابی بردة بن دینار قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم لایجلد فوق عشر جلدات الخ قلت انعقد الاجماع علی خلافه.

باب ماجاء مایوکل من صید الکلب ومالایوکل

قولهٔ عن عدی بن حاتم الخ: بندوق سے شکار کیا ہوا بغیر ذبح کے ہوئے جائز نہیں اور اس باب میں قاعدہ کلیہ یہ ہے

---

[1] فی الاصل ههنا بیاض فلعله اراد ماروی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه مرفوعاً لایحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلث الثیب الزانی والنفس بالنفس والتارک لدینه المفارق للجماعة رواه الترمذی (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

کہ جو چیز جوارح میں نفوذ کر جائے ایسی شے کا شکار کیا ہوا بلا ذبح حلال ہے۔ تیر کی یہی شان ہے کہ وہ آر پار ہو جاتا ہے۔ اور جو چیز اس کی مثل ہو اس کا بھی یہی حکم ہے بخلاف گولی کے کہ وہ آر پار نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے اس سے شکار کیا ہوا بغیر ذبح جائز نہیں۔

کلب اور باز کے معلم ہونے میں اختلاف ہے کہ کس صورت میں یہ دونوں معلم قرار دیئے جاسکتے ہیں..... بعض ائمہ تو کہتے ہیں کہ شکار کر کے دونوں خود نہ کھائیں تو اس صورت میں معلم قرار دیئے جائیں گے اور علامت اس کے معلم ہونے کی ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جب وہ شکار کے پاس جائے اور اس کو بلا دیں تو فوراً[1] آ جائے کیونکہ جس وقت یہ شکار کرتا ہے اس وقت بہت برانگیختہ ہوتا ہے سو جب اس وقت آواز دینے سے متنبہ ہو جائے تو معلوم ہوا کہ وہ معلم ہے.....اور بعض ائمہ نے دیگر علامات بیان فرمائی ہیں۔

باب ماجاء فی صید کلب المجوسی

قوله عن جابر بن عبدالله الخ: اول تو مجوسی کا شرعاً اعتبار نہیں بخلاف اہل کتاب کے کہ ان کا ذبیحہ حلال ہے نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اس نے بسم اللہ کہہ کر کلب کو نہ چھوڑا ہو۔

باب فی صید البزاة

قوله تعالی وما علمتم من الجوارح: یہ لطیف کنایہ ہے اور اس سے مراد ہے جانور تعلیم کردہ شدہ۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تعلیم کردہ جانوروں کا شکار بدوں ذبح بھی جائز ہے جبکہ ذبح بعد شکار ممکن نہ ہو۔

باب فی الذبح بالمروة[2]

قوله عن جابر الخ. بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ اس کا یعنی خرگوش کا گوشت کھانا مکروہ ہے کیونکہ اس کو حیض آتا ہے سو معلوم ہوتا ہے کہ ان کو حدیث نہیں پہنچی اور اگر ان کو حدیث پہنچی ہے اور باوجود حدیث پہنچنے کے پھر بھی منع کیا تو ان کا یہ مطلب ہے کہ اس کا کھانا مقتضاء طبیعت سلیمہ کے خلاف ہے طبیعت اس کو گوارا نہیں کرتی ہے لیکن جائز ہے کیونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے کھانے کی اجازت دی ہے۔

باب ماجاء فی کراهية اكل المصبورة

قولهٗ عن ابی الدرداء رضی الله عنه الخ.

وجہ نہی کی یہ ہے کہ باوجود قدرت کے یہ جانور ذبح نہیں کیا گیا۔ گویا کہ شکاری نے نشانہ بنا کر چھوڑ دیا۔ اور اوپر جو صید کلب میں بعض صورتوں میں بغیر ذبح کے حلت فرمائی گئی ہے تو وجہ یہ ہے کہ وہاں ذبح پر قدرت نہیں ہے۔

باب فی ذكوة الجنين

قوله عن ابی سعيد الخ: جمہور کے نزدیک تو ظاہری معنی ہیں پس ان کے نزدیک اگر گائے ذبح کی جائے اور

---

[1] هذه علامة تعليم البازى فقط واية تعليم الكلب عدم اكل الصيد ثلث مرات من الهداية (عبدالقادر عفی عنہ)

[2] مروہ بمعنی سفید پتھر ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

اس کے شکم کے اندر سے بچہ نکلے تو اس کے ذبح کرنے کی حاجت نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے جنین کا ذبح کرنا اس کی ماں کا ذبح کرنا ہے یعنی ماں کا ذبح کرنا کافی ہے بچہ کے جدا ذبح کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ اور امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ بچہ کے ذبح کرنے کا بھی وہی طریق ہے جو خود اس ماں کے ذبح کرنے کا طریق ہے کوئی نیا طریقہ بچہ کے ذبح کرنے کا نہیں ہے نیز جو بچہ مرا ہوا جانور کے اندر سے نکلا ہے وہ لغۃً ظاہر ہے کہ میتہ ہے لہٰذا اس آیت کے عموم میں داخل ہوگا۔ حرمت علیکم المیتۃ اور حدیث پر یہ عموم مقدم ہوگا۔

باب فی کراهیة کل ذی ناب وذی مخلب

قولہٗ عن ابی ثعلبة الخشنی قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن کل ذی ناب من السباع قلت دخل فیه الضبع.

باب ماجاء ما قطع من الحی فهو میت

قوله عن ابی واقد اللیثی الخ: چونکہ کوہان اور چلکے اجزاء ذبیحہ میں سے ہیں لہٰذا وہ اجزاء بغیر ذبح ذبیحہ حلال نہیں ہوسکتے اس لئے ان اجزاء کے استعمال سے قبل ذبح منع فرمادیا گیا اور قبل ذبح ان اعضاء کے جدا کر لینے کی یہ وجہ تھی کہ یہ اعضا زیادہ لذیذ ہوتے ہیں۔ اور بعد ذبح اس قدر لذت ان میں باقی نہیں رہتی اس لئے وہ لوگ ان اعضاء کو قبل ذبح جدا کر لیتے تھے۔

فائدہ: ایک وجہ نہی کی قلب پر بلا تفکر یہ وارد ہوئی ہے کہ ذبیحہ کے بعض اعضاء کا قبل ذبح جدا کر لینا جانور کے ایذاء کا سبب ہے اور ایسی حالت میں جانور کو سخت تکلیف ہوتی ہے اور کوئی وجہ معتد بہ ہے نہیں جس کی وجہ سے یہ ایذا گوارا کر لی جائے واللہ تعالیٰ اعلم زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب فی قتل الحیات

قوله عن سالم بن عبدالله الخ: قوله ذا الطفیتین والابتر قلت فی النهایة الطفیة خوصة المقل فی الاصل وجمعها طفی شبه الفطین اللذین علی ظهر الحیة بخوصتین من خوص المقل وفی الدر النثیر الابتر القصیر الذنب من الحیات وقال النضر بن شمیل هو صنف ازرق مقطوع الذنب لاتنظر الیه حامل الاالقت مافی بطنها اه زاده الجامع عفی عنه.

قوله عن ابی سعید الخدری الخ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر سانپ دیکھو تو تین بار آواز دے دیا پھر بھی اگر ظاہر ہو تو اس کو مار ڈالنا وجہ اس کی یہ ہے کہ جن جناب رسول کی خدمت میں شرائع اسلام سیکھنے کی غرض سے حاضر ہوئے تھے اور وہ سانپ کے لباس میں تھے اور پھر وہ لوگوں کے گھروں میں رہنے لگے پس اس وقت آپ نے یہ حکم ارشاد فرمایا تھا وہذہ القصۃ اخرجہا[1]۔

---

[1] لم اجدہ۔ (۱۲ عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

فائدہ: آواز دینے میں جو الفاظ کہے جائیں احقر کے نزدیک وہ الفاظ اس باب کے آخر حدیث میں مذکور ہیں۔۔۔۔ اگر کہا جائے کہ جنوں کو دوسرے کے گھروں میں رہنا بلا اجازت مالک خانہ کے کس طرح جائز ہوگیا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ لوگ سانپ کی شکل میں تھے اور سانپ وغیرہ گھروں میں رہا ہی کرتے ہیں اس لئے ان کو بھی گھروں میں رہنے کی اجازت دے دی گئی اور غالب یہ ہے کہ جس وقت وہ سانپ کی صورت میں ہوتے ہوں گے اس وقت ہر طرح سے وہ سانپ ہی کے لباس میں ہو جاتے ہوں گے۔ پس یہ اعتراض لازم نہیں آتا کہ گھر والوں کی عورتوں کی اس صورت میں بے پردگی ہوتی ہے تو یہ اجازت مذکورہ کس طرح ان کو دی گئی جبکہ اس میں دوسروں کا ضرر ہے نیز یہ بھی ممکن ہے کہ وہ لوگ اس باب میں باعتبار ان احکام کے انسان کے حکم میں نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب من امسک کلبا ماینقص من اجرہ

قوله: من اقتنى (ای امسک کما فی المرقاة) کلبا اواتخذ کلبا لیس بضار (فی المرقاة الضاری من الکلاب مایهیج بالصید)

قوله من حدیث ابن عمر ان ابا هریرة له زرع.

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ کھیتی کرتے ہیں اس لئے انہوں نے کلب زرع کا حکم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرلیا۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب فی الذکوة بالقصب وغیرہ

قوله صلی الله وسلم مالم یکن سن اوظفر. قلت ان کانا متصلتین فحرام والا فمکروه انتهی التقریر.

فائده: والتشبه فی الظفر بالحبشة مذکور فی الحدیث واما السن فهو عظم ولا یجوز به الذبح اذا لم یصلح له ۱۲ زاده الجامع عفی عنه.

باب فی الجذع من الضان فی الاضاحی

قوله قال وکیع الخ هذا تفسیر الجذع من وکیع یوافق مافسره به الاحناف

باب فی الاشتراک الاضحیة

قوله عن علی قال البقرة الخ.

فیه حجة للحنفیة فی جواز مکسورة القرن والنهی تنزیهی.

باب ماجاء ان الشاة الواحدة تجزی عن اهل البیت

قوله کان الرجل یضحی بالشاة عنه وعن اهل بیته قلت یعنی باعتبار الانتفاع والا فلا یجوز

besturdubooks.wordpress.com

الشاة لاكثر من واحد وقوله هذا عمن لم يضح من اُمتی قلت هذا عندالجمهور محمول علی هبة الثواب لهم بفعله الذبح عن نفسه.

باب قولهٗ ان الاضحية ليست بواجبة

قلت هٰذا کما تری لاينفی الوجوب وقد ثبت وجوبه بدليل.

فائده: قد حسن الترمذی حديث ابن عمر من طريق حجاج بن ارطاة و حجاج هذا مختلف فيه زاده الجامع عفی عنه.

باب فی الذبح بعد الصلٰوة

قوله صلی الله عليه وسلم فاعد ذبحک. قلت الامر للوجوب فدل علی الوجوب.

باب ماجاء فی العقيقة

قوله عن علی ابن ابی طالب قال عق رسول الله صلی الله عليه وسلم عن الحسن بشاة الخ.

یا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے واسطے ایک ہی بکری عقیقہ فرمائی ہوگی اور یا آپ کو اس وقت ایک ہی بکری دستیاب ہوئی...... اور پھر دوسری ملی ہو تو اس وجہ سے آپ نے اول ایک ہی بکری ذبح کی ہو اور پھر دوسری بکری بوقت دستیابی ذبح فرمادی ہو لیکن چونکہ راوی نے پہلی ہی بار ذبح ہونا دیکھا اس لئے فقط اسی کو روایت کر دیا۔ اور یا باوجود دو بکری دستیاب ہونے کے راوی ایک بکری ذبح کیے جانے کے وقت موجود ہو۔ اور دوسری بکری ذبح ہوتے اس نے نہیں دیکھی پس ایک ہی کو روایت کر دیا۔ اور عقیقہ میں ایک بکری ذبح کرنا یا دو ذبح کرنا یہ سب مستحب ہے۔

قوله والعمل[1] علی هذا عند اهل العلم من اصحٰبه[2] صلی الله عليه وسلم وغيرهم ان يقول الرجل اذا ذبح بسم الله والله اكبر. قلت صريح فی جواز زياده الواو ولا دليل علی كراهتها.

قوله[3] صلی الله عليه وسلم الغلام مرتهن بعقيقته يذبح عنه يوم السابع ويسمٰی ويحلق رأسه

یہ سب امور مستحب ہیں اور عقیقہ کا سات روز سے پہلے ہونا کہیں ثابت نہیں۔ اور جو شخص بچے کے پیدا ہونے کی مدت بھول جائے اس کو چاہیے کہ حساب کر کے جس روز بچہ پیدا ہوا ہے اس سے ایک روز پہلے عقیقہ کر دے اس طرح جب بھی عقیقہ کرے گا وہ دن طاق ہی واقع ہوگا پس سات دن کا حساب اور مناسبت محفوظ رہے گی۔

ابواب النذور والايمان عن رسول الله ﷺ

قوله صلی الله عليه وآله وسلم لانذر فی معصية وكفارته كفارة يمين.

---

[1] ذكر هذا القول فی باب بعدست ابواب من العقيقة [2] واللفظ فی الجامع اصحاب النبی بدل اصحابه

[3] هذا القول ذكر بعد سبعة ابواب من باب العقيقة

besturdubooks.wordpress.com

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معصیت کی نذر منعقد نہیں ہوتی اور ایسی نذر کرنے میں کفارہ یمین واجب ہوتا ہے اور دوسری حدیث یعنی **ومن نذر ان یعصی** الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ نذر منعقد نہیں ہوتی اور نہ اس میں کوئی کفارہ لازم ہوتا ہے۔

سو اگر کوئی شخص نذر کرے کہ اگر میرا بھائی مرض سے اچھا ہو جائے تو میں ناچ کراؤں گا پس اس نذر میں حدیث اول کا مقتضا تو یہ ہے کہ نذر کا پورا کرنا بھی جائز نہیں اور کفارہ یمین لازم ہے اور حدیث ثانی کا یہ مقتضا ہے کہ نہ نذر کا پورا کرنا جائز اور نہ کفارۂ یمین لازم...... اب دونوں حدیثوں میں تطبیق کی حاجت ہے اور وہ اس طرح سمجھ میں آتی ہے کہ اگر جزاء طاعت ہو اور شرط معصیت ہو تب تو شرط کے وقوع پر جزا کا مترتب کرنا یعنی نذر کا پورا کرنا واجب ہوگا پس اس صورت میں یہ نذر منعقد ہو جائے گی۔

اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ میں فلاں مہاجن کے گھر چوری کرنے جاتا ہوں اگر میرے کچھ ہاتھ لگ گیا تو سو نفلیں پڑھوں گا تو اس صورت میں اس کو اختیار ہے کہ خواہ سو نفل پڑھے کیونکہ سو نفل پڑھنا گناہ نہیں ہے بلکہ طاعت ہے اور خواہ وہ نفل نہ پڑھے بلکہ کفارۂ یمین ادا کر دے دونوں اختیار ہیں۔ اور اگر جزاء معصیت ہو۔

مثلاً یوں کہے کہ اگر میرا بھائی مرض سے اچھا ہو جائے گا تو میں ناچ کراؤں گا تو اس صورت میں یہ نذر منعقد ہی نہیں ہوئی نہ نذر کا پورا کرنا جائز اور نہ کفارہ واجب۔ یہ صورت ہے تطبیق کی

وفی الحاشیة العربیة له ان کان الجزاء معصیة فلا ینعقد وان کان الجزاء طاعة والشرط معصیته ینعقد وخیر بین الایفاء والکفارة وهو المراد فی هذا الحدیث (ای الحدیث الاول) ومعنی لانذر لاتنذروا والمعنی الاول مراد فی الحدیث الآتی من نذر ان یعصی الله الخ بلا ذکر الکفارة فیه اه

باب لانذر فیما لایملک ابن آدمؑ

قوله صلی الله علیه وسلم لیس علی العبد نذر فیما لایملک.

مثلاً ناذر نے کہا کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو فلاں غلام آزاد ہے اور وہ غلام اس کی ملک میں اس وقت ہے نہیں تو یہ نذر منعقد نہ ہوگی۔ اور اگر نذر کے بعد اس غلام کا مالک بھی بن جائے تب بھی اس غلام کا آزاد کرنا ناذر کے ذمہ واجب نہ ہوگا۔

اور امام صاحب کے نزدیک اگر اس طرح نذر کرے گا کہ اگر یہ میرا کام ہو جائے اور میں فلاں غلام کا مالک بھی ہو جاؤں تو وہ غلام آزاد ہے تو یہ نذر منعقد ہو جائے گی اور اس صورت میں یہ غلام ملکیت کے بعد آزاد کرنا لازم اور واجب ہوگا۔[1]

اور دیگر ائمہ کے نزدیک اس شرط کے ساتھ بھی نذر منعقد نہ ہوگی کہ میں مالک ہو جاؤں تو یہ آزاد ہے کیونکہ نذر کرنے کے وقت تو ملکیت ثابت ہی نہیں ہے۔

وفی الحاشیة العربیة له قوله لیس علی العبد نذر الخ یمکن ان یراد مالا یقدر کصوم الدهر اذا ضعف عنه فلیس الواجب الوفاء کیف ما استطاع بل فیه کفارة الیمین.

---

[1] بلکہ ملکیت کے بعد خود بخود آزاد ہو جائے گا (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

باب فی کراھیۃ الحلف بغیر اللہ

قولہ عن سعد بن عبیدۃ الخ: امام ترمذی نے اس حدیث کو تغلیظ پر محمول کیا ہے اور اس تاویل کی تقویت کے لئے احادیث اور آیت سے استشہاد فرمایا ہے اور میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اس کفر کو کفر عملی پر محمول کیا جائے کہ اس شخص نے کفار کی مثل یہ کام کیا اور کفر اعتقادی یہ نہیں ہے کیونکہ اس کا مقصود انحراف عن الاسلام بوجہ من الوجوہ نہیں ہے۔

باب فی من یحلف بالمشی و الیستطیع

قولہ عن انس الخ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بی بی کو پیادہ پا چلنے سے اس لئے منع فرمایا تھا کہ ان کا ابتداء سلوک تھا اور ابتداء سلوک میں یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر زیادہ محنت اور مشقت پیش آ جاتی ہے تو اللہ تعالی سے محبت نہیں رہتی اول تو مبتدین کو محبت ہوتی ہی کم ہے تو پھر مشاق پیش آنے سے رہی سہی بھی فوت ہو جاتی ہے اس لئے آپ نے سوار ہونے کا امر فرمایا کہ جب سوار ہو کر جائیں گی اور جوں جوں کعبہ مکرمہ قریب ہوتا جائے گا ان کو محبت الہی تعالی بڑھتی جائے گی پھر جب بالکل اندر کعبہ مکرمہ کے داخل ہو جائیں گی تو عشق کی کچھ اور ہی حالت ہو جائے گی۔

اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی کو پلاؤ کھلاؤ تو وہ نہایت مسرت اور خوشی سے الحمد للہ کہے گا اور اگر نان خشک کھلاؤ تو گو الحمد للہ کہے گا تو لیکن ایسی مسرت سے نہ کہے گا جس طرح پلاؤ کھانے سے کہتا ہے۔ اور ایسے ہی اگر کسی کو ٹھنڈا پانی پلاؤ تو نہایت مسرت سے الحمد للہ کہے گا۔ اور اگر گرم پلاؤ تو دل میں کم سے کم اضطرارا تو کہے گا کہ اللہ تعالی نے مجھے کچھ نہیں دیا حتی کہ پانی بھی گرم دیا تو گو اس کا قصد ان حرکات کا نہ ہو لیکن طبعا زیادہ مسرت سے شکر خوب اچھی طرح دل سے نکلتا ہے۔

اور جو لوگ حق تعالی کے عاشق ہیں اور ان کے تمام مقامات سلوک طے ہو چکے ہیں ان کو عشق کی ایسی بے چینی ہوتی ہے جس کی وجہ سے محبوب کی طرف سے جو کچھ مشقتیں پیش آتی ہیں وہ سب ان کو لذتیں معلوم ہوتی ہیں اور مطلقا ان کو کراہت نہیں معلوم ہوتی۔ گو تکلیف ہو اگر ان سے کہا جائے سو رہو آرام کرو تو یہ سونا ان کے حق میں موت معلوم ہو اور **النوم اخو الموت** نظر آنے لگے اور علماء ظاہر ان بے چاروں پر اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے **لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ** جس سے عبادت اور ریاضت شدیدہ کا اختیار کرنا ممنوع ثابت ہوتا ہے۔ اور صوفیہ کرام رحمہم اللہ اس کے مرتکب ہیں۔

اور یہ اعتراض قلت تامل نے پیدا ہوا ہے بات یہ ہے کہ صوفیہ کرام کو شدت عبادت میں کلفت نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک خاص لطف آتا ہے جو تمام دنیا و مافیہا کی لذتوں سے بڑھ کر ہے اور اگر وہ عبادت میں کوتاہی کریں۔ اور نفس کو مہلت دیں تو ان کی تو اس صورت میں ہلاکی ہے کیونکہ قطع نظر خسران آخرت کے خود اس فعل کا ان پر جو صدمہ پڑے وہ صدمہ ان کے اہلاک کے لئے کافی ہے پس ان کے اعتبار سے آیت کریمہ کا تحقق اور اس کی مخالفت راحت اور قلت عبادت میں ہے نہ کہ شدت و کثرت طاعت میں۔

خوب سمجھ لو ایک بزرگ قیام لیل فرمایا کرتے تھے کسی شب کو (تطویل) رکوع کے ساتھ (مع اداۓ ارکان اخری) خاص فرمالیا کرتے تھے۔ اور کسی شب کو (تطویل) قیام (مع اداۓ ارکان اخری) مختص کر لیتے تھے اور آخر میں فرماتے تھے کیا کروں رات بہت چھوٹی ہوتی ہے۔ کاش کہ رات بہت بڑی ہوتی تا کہ مقصود حقیقی سے اور زیادہ مناجات میسر آتی۔

besturdubooks.wordpress.com

اور جاننا چاہئے کہ جب تک انسان اپنے کو کچھ سمجھتا ہے اس وقت تک اس کے ہاتھ پیر کثرتِ عبادت سے تھک جاتے ہیں اور جب وہ فنا ہو جاتا ہے پھر تکلیف اور ناگواری نہیں ہوتی۔

اور حدیث قدسی بخاری میں ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے (خاص) بندے کی کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

بھلا جب یہ بات ہے تو کثرت عبادت سے کیونکر گرانی ہو سکتی ہے آدمی کر کے تو دیکھے انشاء اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف نہ ہوگی۔اور حدیث شریف میں زیادہ عبادت کرنے کی ممانعت آئی ہے اس سے بھی ظاہری علماء یہی سمجھ گئے کہ یہ نہی علی الاطلاق ہے حالانکہ یہ نہیں سمجھتے کہ ایسی عمدہ چیز سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے رحیم کریم علی الاطلاق کیسے منع فرما سکتے ہیں۔ضرور ہے کہ کسی ایسی وجہ سے منع فرمایا ہے جو ہمارے لئے مضر ہے اور ہمارے اندر کوئی مرض ہے جس کی وجہ سے ہم کو ایسی محبوب اور مقصود شے سے روکا گیا ہے ان لوگوں کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی طبیب کسی مریض کو پلاؤ کھانے سے منع کرے اور وہ مریض بجائے اس کے کہ اپنے مرض کے معالجہ میں پہلے سے زیادہ سعی کرتا اور غور کرتا کہ میرے مرض کی وجہ سے مجھے روکا گیا ہے اس کے علاج کا اہتمام کروں علاج ہی چھوڑ دے اور کہے کہ لو بھائی! پلاؤ نہیں کھائیں گے کیا مر تھوڑا ہی جائیں گے پس ایسا ہی ہم لوگوں نے کیا کہ حدیث کو اپنے نفس کے موافق سمجھ کر عبادت سے کنارہ کش ہو بیٹھے کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو کثرت عبادت سے منع فرما ہی دیا ہے پھر کیوں اہتمام کیا جائے یہ نہ سمجھے کہ اس ممانعت کا سبب کیا ہے وہ خرابی قلب ہے۔

چاہئے تھا کہ اس کو معلوم کر کے اس کے ازالہ کی سعی کرتے حدیث میں ہے کہ انسان کے بدن میں ایک مضغہ ہے جب وہ درست اور ٹھیک ہو جاتا ہے تو تمام بدن انسانی درست اور ٹھیک ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو تمام جسم تباہ ہوتا ہے اور وہ مضغہ دل ہے......سو قلب کی اصلاح کا اہتمام چاہئے اور قلب میں محبت الٰہی کی تشنگی لگانی چاہئے اس وقت کثرت عبادت میں کچھ بھی گرانی نہ معلوم ہوگی بلکہ لطف آئے گا۔

اس زمانہ کے علماء کے تقویٰ اور عبادت کا کیا حال ہے جاہل تو عشاء کی سترہ رکعت پڑھتے ہیں اور مولوی صاحب سے فتویٰ لیا جائے تو وہ بھی سترہ ہی رکعت فرمائیں گے لیکن خود یہ نو رکعت پڑھتے ہیں اور باقی نصف حذف فرما دیتے ہیں گویا کہ باقی نماز فضول ہے...... یہ خیال نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ تو مصلحت سمجھ کر یہ رکعتیں بڑھائی ہیں۔اور انکی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک شخص مریض ہے اس نے طبیب سے نسخہ لکھوایا پھر دریافت کیا کہ حکیم صاحب اس نسخہ میں اصلی اور مقصود اجزاء کون کون سے ہیں اس کے بعد وہ دوائیں تو باقی رکھیں اور باقی نسخہ پھاڑ کر پھینک دیا تو ظاہر ہے کہ یہ کیسی حماقت ہے اور شفاء کی کیا امید ہے۔

نسخہ میں اصل دوائیں تو ایک دو ہی ہوتی ہیں لیکن باقی دوائیں بھی تو ان کی معین ہوتی ہیں کسی کو اصل دواؤں کی تاثیر میں دخل ہوتا ہے کوئی دوا اعتدال مزاج ادویہ کے لئے ہوتی ہے پس اسطرح شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں کہیں کوئی عمل مقرر فرمایا اور کہیں کوئی عمل مقرر فرمایا۔۔اور یہ سب حکمت اور مصلحت کی وجہ سے کیا لہٰذا تمام امور مقصود بعینہا ومطلوب لغیر ہا پر عمل لازم ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

اگر کوئی کہے کہ نوافل وغیرہ پڑھنے سے کتب دینیہ کا مطالعہ اولیٰ ہے تو جواب یہ ہے کہ ہم یہ تھوڑا ہی کہتے ہیں کہ مطالعہ نہ دیکھو .. بعض اوقات جب ٹھنڈی سڑک پر جاتے ہو اس وقت یہ نہیں ہوتا کہ دو رکعت نفل پڑھ لو! یہ حال تو عبادت کا ہے اور تقویٰ ہم لوگوں کا ایسا ہے کہ ایک شخص نے زنا کیا تھا ایک عورت سے۔ سو اس سے بچہ پیدا ہوا کسی نے کہا کہ تو نے عزل کیوں نہ کر لیا کہنے لگا کہ ایک مولوی صاحب سے میں نے سنا تھا کہ عزل مکروہ ہے اس لئے نہیں کیا تو دیکھئے حرام فعل پر تو جرأت کی اور مکروہ سے اجتناب کیا۔ اسی طرح مولوی صاحب زنا سے تو بچتے ہیں کیونکہ شان کے خلاف ہے اور زنا سے بڑھ کر کام کرتے ہیں وہ کیا ہے کسی کی غیبت کرنا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی کی غیبت کرتا ہے گویا اس نے ۳۵ یا ۳۶ عورتوں سے زنا کیا اخرجہ...... اور بھی غیبت کے باب میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں... مولوی صاحب کو غیبت وغیرہ کرنے میں کچھ عار نہیں معلوم ہوتی اور زنا سے شرم معلوم ہوتی ہے یہ تقویٰ کا حال ہے۔ .. اور جاننا چاہئے کہ آدمی چار قسم کے ہوتے ہیں۔

پہلی قسم ایسے لوگ ہیں جن کا ظاہر و باطن دونوں خراب ہیں یہ شخص گوہ در گوہ ہے اور دوسری قسم وہ لوگ ہیں جن کا ظاہر خوب اور باطن خراب ہے یہ شخص پہلی قسم سے بہتر ہے اور تیسری قسم وہ لوگ ہیں جو باطن سے تو آراستہ اور ان کا ظاہر خراب ہے یہ لوگ اوپر کی دونوں قسموں سے بڑھ کر ہیں کہ اس کا قلب جو محل نظر الٰہی ہے عمدہ ہے اور ظاہر جو محل نظر مخلوق ہے خراب ہے اور مقصود نظر حق ہے نہ کہ نظر خلق۔

(ظاہر خراب ہونے سے مخالفت شریعت مراد نہیں ہے بلکہ ایسے امور کہ جو فی الواقع محمود ہیں لیکن عامہ مخلوق کی فہم کی رسائی چونکہ وہاں تک نہیں ہوتی اس لئے وہ لوگ ایسے کاموں کو خلاف شرع سمجھتے ہیں یا ظاہر خراب لوگوں سے مجذوب مراد لئے جائیں کہ محبت حق سے شاداب ہیں اور دل میں خدا کی محبت کی آہ دردناک ہے اور اسی محبت کے غلبہ کی وجہ سے بعض الفاظ ان سے خلاف شریعت نکل جاتے ہیں مگر وہ اس میں معذور اور مرفوع القلم ہیں اور جو شخص بیدار مغز اور باہوش ہو اور مخالف سنت ہو اس کا باطن تو کسی طرح اچھا نہیں ہو سکتا۔ زادہ الجامع عفی عنہ)

اور چوتھی قسم وہ لوگ ہیں جن کا ظاہر و باطن دونوں اچھے ہیں ایسے لوگ بہت کم بلکہ گویا نایاب ہیں ہزار میں ایک بھی ایسا نکل آئے تو غنیمت ہے اور یہ صفائی ظاہری و باطنی بغیر ازالۂ امراض باطنیہ ممکن نہیں۔ مولوی صاحب سے اگر کوئی دریافت کرے کہ ہمیں کوئی ایسی چیز بتلا دیجئے کہ جس سے حق تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے تو جواباً فرمائیں گے وظیفہ پڑھا کرو درود پڑھا کرو اور عدم محبت کی علت پر نظر نہیں کرتے کہ حق تعالیٰ کی محبت نہ ہونے کا سبب کیا ہے وہ ایک حجاب ہے قلب پر اس کے ازالہ کی تدبیر اور فکر کرنی چاہئے جب اس کی تدبیر کی جائے گی اور وہ حجاب زائل ہو جائے گا تو پھر دیکھو کیسی محبت پیدا ہوتی ہے۔

یاد رکھو! ہر مرض کا علاج اصلاح قلب ہے نئی روشنی کے لوگ ہمیشہ گاتے رہتے ہیں اتفاق کرو اتفاق کرو مگر اتفاق کی جو اصل تدبیر ہے اس کو عمل میں نہیں لاتے ہو کیا ہے سنو! وہ اصلاح قلب ہے۔ اور چونکہ وہ لوگ اس کا اہتمام نہیں کرتے اس لئے اتفاق باوجود اس چیخ و پکار کے حاصل بھی نہیں ہوتا اور قاعدہ عقلیہ کلیہ سے یہ امر ثابت ہے کہ بغیر تواضع اتفاق نہیں ہو سکتا اور تواضع موقوف ہے اصلاح قلب پر۔ دیکھو! اگر نباتات چاہے کہ میں جزو حیوان ہو جاؤں تو جب تک اس کو کوئی حیوان نہ

۱؎ لم اجدہ۔ ۱۲ عبدالقادر عفی عنہ ۲؎ قلت قد صدق القائل ع بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد یہاں بگڑنے ہی میں کام اچھا بنا ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

کھائے وہ جزو حیوان کیسے ہوسکتی ہے ہاں کوئی حیوان اس کو کھالیوے اور وہ فضلہ ہضم رابع یعنی مادہ منویہ میں جا کر ہضم ہو تب وہ جزو حیوان ہو جائے گی۔ اور اب بھی نباتات اگر چاہے کہ میں بولوں اور نطق حاصل کروں تو اسے نطق نہیں میسر آ سکتا تاوقتیکہ کوئی انسان نہ کھالے سواس کو چاہئے کہ اپنے ذبح کئے جانے پر صبر کرے اور غل نہ مچاوے خاموش رہے جب وہ ذبح ہو جائے گی اور اس کو کوئی انسان کھالے گا اور وہ فضلہ ہضم رابع میں جا کر ہضم ہو جائے گی تو جزو انسان بن کر ناطق ہو جائے گی۔

اب ملاحظہ فرمایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہم کو کس قدر ہے واقعی بات یہ ہے کہ آپ کی محبت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تھی۔ ایک صحابی کے سامنے بعد وفات جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا لایا گیا جس میں ایک تلی ہوئی مرغی تھی وہ ایسے کھانے کو دیکھ کر بہت روئے اور فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے ایسی حالت میں تشریف لے گئے کہ آپ نے کبھی کھجوروں سے بھی پیٹ نہیں بھرا اور وہ صحابی بہت روئے اور غمگین ہوئے یہاں تک کہ کھانا نہ کھا سکے۔ یہ غیر مقلد اپنے کو تبع سنت کہتے ہیں اور ہمیشہ مشغلہ حدیث کا رکھتے ہیں اور ہم لوگ بھی حدیث شریف کا مشغلہ رکھتے ہیں مگر کبھی ایسا بھی ہوا کہ کوئی عمدہ چیز سامنے آئی ہو اور ہمارے آنسو بہے ہوں۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کامل محبت نہیں ہے..... ذرا غور کرنا چاہئے کہ اگر کسی کا بیٹا گھر سے باہر ہو اور وہ اپنے باپ کے پاس یہ لکھ کر بھیج دے کہ مجھے ایک وقت کھانا میسر آتا ہے اور ایک وقت فاقہ ہوتا ہے تو یہ حال سن کر باپ کا کیا حال ہوگا۔ اور اگر اس کے سامنے کوئی عمدہ چیز آئے گی تو کیا اس کو گوارا ہوگا کہ آرام سے بیٹھ کر عمدہ عمدہ غذائیں کھائی جائے نہیں ہرگز نہیں بلکہ اس کو ایسے وقت لڑکا یاد آئے گا اور یہ خیال ہوگا کہ واللہ تعالیٰ اعلم میرے بچے کو یہ چیز میسر ہوئی ہوگی یا نہیں اور اس صدمہ کی وجہ سے وہ چیز ہرگز باپ کے حلق سے نہ اترے گی۔ اب پورے طور پر ہم لوگوں کے تقویٰ، محبت بحق تعالیٰ و برسول الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا حال معلوم ہو گیا۔ حق تعالیٰ نے یہ امراض ہمارے قلوب سے دور فرمائیں۔

باب فی کراهیة النذور

قوله عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه الخ.

محققین کے نزدیک نہی عن النذر کی یہ وجہ ہے کہ جب کسی نے نذر کی اور مقصود مطلوب حاصل ہو گیا تو ناذر پر نذر کا ادا کرنا گراں معلوم ہوگا سمجھے گا کہ مجھے اس کا ادا کرنا لازم ہے اور گویا یہ نذر مثل تاوان کے ہو جائے گی اور عبادت محبت اور شوق کے ساتھ ہونی چاہئے اور یہاں کراہت پیدا ہوگئی..... اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرب حق تعالیٰ کا فرائض اور نوافل سے حاصل ہوتا ہے اور نذر جبکہ حصول مقصود پر مبنی ہو تو بناء علی نیۃ العوام عبادت نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ ان کی نیت تو فقط یہی ہوتی ہے کہ کام ہو جائے اور اس کا عوض پورا کر دیں۔

اور بس ہاں کوئی شخص نذر کو قائم مقام دعا کے سمجھے تو البتہ کچھ ثواب بھی حاصل ہو سکتا ہے۔

فائدہ: کراہت نذر کا ایک نفیس سبب شامی میں مذکور ہے ملاحظہ فرما لیا جائے مجھے اس وقت وہ موقع شامی میں ملا نہیں۔

زادہ الجامع عفی عنہ۔

besturdubooks.wordpress.com

باب فی وفاء النذر

قوله عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه الخ

بعض ائمہ کے نزدیک تو نذر جاہلیت منعقد ہی نہیں ہوتی کیونکہ نذر طاعت ہے حق سبحانہ وتعالیٰ کی اور صحت طاعت کے لئے ایمان کی مصاحبت لازم ہے اور امام صاحب کے نزدیک ایسی نذر کا ایفاء مستحب ہے کیونکہ حالت کفر میں جو نذر کی جاتی ہے اس وقت تو بوجہ فقدان ایمان کے انعقاد ہوتا ہی نہیں اور جب حالت کفر مبدل باسلام ہوئی تو اس وقت نذر نہیں کی گئی پس وجوب تو ہو ہی نہیں سکتا ہاں ایفاء نذر کی صحت ہو سکتی ہے بوجہ مصاحبت ایمان کے لہٰذا کچھ مضائقہ نہیں بلکہ بہتر ہے کہ یہ نذر پوری کردی جائے۔

اس لئے کہ آخر حق تعالیٰ سے ایک وعدہ کیا تھا گو اس کا ایفاء حالت کفر میں معتبر نہ ہو سکتا تھا مگر بعد اسلام لانے کے تو نا ذر کو قدرت ہے کہ اس کو پورا کردے پس بہتر ہے کہ ایسی نذر کا بھی ایفاء کیا جائے...... رہا یہ کہ اعتکاف کے لئے حنفیہ کے نزدیک روزہ شرط ہے تو یہ حدیث اس کے منافی نہیں اس لئے کہ عرب کا محاورہ ہے رات بول کر شب و روز معاً مراد لیتے ہیں اور بعضوں نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ اعتکاف تو صورۃً ہے حقیقۃً نہیں ہے گویا کہ مراقبہ ہے اس لئے اس میں روزے کی حاجت نہیں ہے۔

باب: قولهٗ عن ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم من حلف منکم فقال فی حلفه واللات والعزیٰ الخ

جس شخص نے لات وعزیٰ کی قسم کھائی اس نے صورۃً کفر کیا اس لئے اس کی مکافات کلمہ طیبہ پڑھ لینے سے فرمادی گئی کہ کلمہ پڑھ لینا یہ بھی صورۃً تجدید ایمان ہے۔ اور چونکہ ایسے شخص کا حقیقتاً عقیدہ خراب نہیں ہوتا اس لئے فلیؤمن وغیرہ الفاظ دالہ علی تجدید الایمان حقیقتاً نہیں ارشاد فرمائے گئے۔ اور قمار کے باب میں تصدق کا امر اس لئے فرمایا کہ مقصود قمار سے مال بڑھانا ہوتا ہے لہٰذا اس حرص کی سزا یہ ہے کہ مال کم کیا جائے ایسا عمل کرنے سے حرص کا علاج ہو جائے گا۔

باب قضاء النذر عن المیت

قوله عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنه الخ: نذر کا اس طرح ادا کرنا بطریق تبرع تھا البتہ اگر مورث اپنے مال میں وصیت کر جائے تو اس کا ادا کرنا وصی پر لازم ہوتا ہے اور یہاں وصیت تھی نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسئلہ اس لئے دریافت کیا کہ سائل کو شبہ تھا کہ یہ تبرع جائز بھی ہے یا نہیں۔

فائدہ: اور بغیر وصیت اس لئے ادا کرنا واجب نہیں ہوتا کہ جس نے التزام کیا ہے وجوب تو اس پر ہے دوسروں سے کیا علاقہ ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ۔ زادہ الجامع فی عنہ۔

باب ماجاء فی الدعوة قبل القتال

قوله عن ابن البختری الخ: امام صاحب فرماتے ہیں کہ قبل از قتال دعوت الی الاسلام ضرور کرنا چاہئے اس میں دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ اس صورت اہل اسلام کا رعب بہت زیادہ ہوگا اس طرح کہ وہ لوگ خیال کریں گے مسلمان بڑے

besturdubooks.wordpress.com

دلیراور شجاع ہیں کہ اس طرح ایسی صاف گفتگو کرتے ہیں ان کو اپنی دلیری پر پورا اعتماد ہے ورنہ ان کو یہ جرأت کیسے ہوسکتی تھی ......دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ممکن کہ بعض کفار کو دعوت اسلام تفصیلاً نہ پہنچی ہو تو اس صورت میں ان کے خواہ مخواہ قتل کا احتمال ہے اس لئے احتیاط ضرور ہے...... اور دیگر ائمہ یہ فرماتے ہیں کہ دعوت اسلام کفار کو پہنچ چکی ہے کیونکہ اسلام کی اشاعت خوب اچھی طرح ہو چکی ہے سب جانتے ہیں کہ مسلمان اسی واسطے لڑتے ہیں لہٰذا تجدید دعوت کی حاجت نہیں۔

وقوله حديث حسن الى قوله مات قبل على رضي الله تعالىٰ عنه قلت هذا كلام موهم فان قوله حسن يقتضي بظاهره انه متصل ونقل كلام البخاري يدل على انه منقطع فلهٰذا الكلام محملان احدهما ان الحديث حسن عند المصنف وان كان منقطعا عند البخاري وهذا اوجه عندي وثانيهما ان الاسناد حسن منقطع فافهم زاده الجامع عفي عنه.

باب في البيات والغارات

قولهٗ عن انس الخ: صبح کے وقت غارت کرنا اچھا ہے کیونکہ وہ وقت برکت کا ہے اور دوسرے بات یہ ہے کہ شب کو غارت کرنے میں خود باہم قتال کا اندیشہ ہے کیونکہ رات میں اپنے پرائے کی تمیز نہایت دشوار ہے۔

قوله والله محمد۔ الخمیس جاننا چاہئے کہ لشکر کے کئی نام ہوتے ہیں اور اس کی ترتیب اس طرح ہوتی ہے کہ جس وقت بادشاہ چلتا ہے تو اس کی داہنی طرف چلنے والے لشکر کو میمنہ کہتے ہیں اور بائیں طرف والے کو میسرہ کہتے ہیں اور آگے والے کو مقدمہ کہتے ہیں اور پیچھے والے کو ساقہ کہتے ہیں۔ اور ایک لشکر ان سب کے درمیان میں ہوتا ہے اس کو قلب کہتے ہیں اور مجموعہ کو خمیس کہتے ہیں۔

فائدہ: في نهاية ابن الاثير الخميس الجيش سمي به لانه مقسوم بخمسة اقسام المقدمة والساقة والميمنة والميسرة والقلب ١ه زاده الجامع عفي عنه

قوله عن ابى طلحة ان النبى صلى الله عليه وسلم كان اذا ظهر الخ.

تین روز تک اس لئے قیام فرماتے تھے تاکہ بخوبی تصرف اور دخل حاصل ہو جائے اور اگر بعد فتح فوراً آپ واپس تشریف لے جاتے تو ممکن تھا کہ وہ لوگ مجتمع ہو کر پھر اپنا تصرف کر لیتے۔

باب في سهم الخيل

قوله عن ابن عمر الخ: جمہور کے نزدیک تو اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ سوار کو تین حصے دیئے جائیں گے ایک تو خود اس کا اور دو اس کے گھوڑے کے......اور امام صاحب کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ سوار کو دو حصے دیئے جائیں گے ایک تو خود اس کا دوسرا اس کے گھوڑے کا (یا کسی دوسری سواری کا) اور پیدل کو ایک حصہ خود اسی کا دیا جائے گا۔ اور ظاہر حدیث حنفیہ کی مؤید معلوم ہوتی ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

فائدہ: هذه المسئلة قد حققها العبد الضعيف في الاجوبة اللطيفة وذكر الاحاديث المعارضة الصريحة لما ذهب اليه اصحابنا ثم اجاب عنها جواباشافيا على طريقة الفقهاء المحدثين فانظر هناك ولاتجد مثله في ظني في احد من كتب القوم ولله الحمد زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في السرايا

قوله صلى الله عليه وآله وسلم ولايغلب اثنا عشر الخ.

مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کے لشکر کا یہ عدد بوجہ قلت مغلوب نہ ہوگا گو کسی اور وجہ سے مغلوب ہوجائے اس خاص عدد میں حق تعالیٰ نے ایسی ہی برکت رکھی ہے اور یہ امور بغیر وحی کے نہیں معلوم ہوسکتے۔

فائدہ: قوله حسن غريب قلت معناه حسن غريب مرفوعاً زاده الجامع عفي عنه

باب من يعطى الفئ

قوله عن يزيد الخ قوله قال الاوزاعي واسهم النبي صلى الله عليه وسلم الخ.

قلت ان صح فهو محمول على الرضخ والاعطاء للنساء والصبيان لا على السهم المعين فلا تعارض بين الحديثين الا اذاثبت حديث قوى راجح على حديث الترمذى صريح في اسهام النساء واسهام الصبيان على سبيل التعيين ولايمكن التطبيق فيرجح على هذا فافهم زاده الجامع عفي عنه.

باب هل يسهم للعبد

قوله وعرضت عليه رقية الخ: ظاہر[1] یہ ہے کہ یہ منتر کاغذ پر لکھے ہوں گے جن میں سے بعض کے روک لینے کا اور ان کو اپنے پاس رکھنے کا ارشاد فرمایا اور بعض کو پھینک دینے کا حکم دیا اب رہی یہ بات کہ جس کے پھینک دینے کا حکم دیا گیا وہ خلاف شرع منتر تھا۔ سو اس میں اثر کیونکر ہوتا تھا جواب یہ ہے کہ اثر منتر موافق شرع ہونے میں منحصر نہیں ہے بہت سی خلاف شرع اشیاء میں حق تعالیٰ نے خاص اثر رکھے ہیں اور اس میں حکمتیں ہیں لیکن امر خلاف شرع کا ارتکاب جائز نہیں ہے جیسے کفر مخلوق خداوندی ہے لیکن اس کا ارتکاب جائز نہیں ہے۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء في اهل الذمة يغزون مع المسلمين هل يسهم لهم

قوله عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنه الخ.

علماء نے لکھا ہے کہ مشرک (یا کافر) کو نہ جہاد میں لے جائے نہ اور کسی نیک کام میں ان کو شریک کرے کیونکہ کافروں کا کیا اعتبار ہے یہاں سے تو مسلمانوں کی طرف سے لڑنے جائیں اور خاص موقع پر جا کر خود کافروں کے ساتھی ہوجائیں لہٰذا

---

[1] عرضت علیہ کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ میں نے زبانی سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا جو حصہ خلاف شرع تھا اس کو چھوڑنے کا حکم فرمایا۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

ان کی شرکت کسی دینی کام میں مناسب نہیں ہے اور یہ جو امام ترمذی نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کا حصہ مقرر کیا۔ اگر یہ حدیث بطریق قوی ثابت ہو تو علماء نے اس کے مختلف جواب دیئے ہیں۔ بعض نے تو یہ فرمایا ہے کہ یہ لوگ بلا اطلاع آپ کے چلے گئے ہوں گے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور معلوم ہوا کہ یہ لوگ بھی شریک تھے تو آپ نے بطریق تفضل ان کو بھی کچھ دے دیا کیونکہ اس صورت میں کچھ نہ دینا ذرا مروت کے خلاف ہے۔

اور بعضوں نے یہ فرمایا ہے کہ اگر ایسے کافر امام کے نزدیک قابل اعتماد ہوں اور امام کو پورا اطمینان ہو کہ یہ لوگ دغا وفریب نہ کریں گے اور اپنے ہم مشربوں سے نہ ملیں گے تو ان کو لے جائے اور حصہ بھی مقرر کردے کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

باب في النفل

قوله عن عبادة بن الصامت ان النبي صلى الله عليه وسلم كان ينفل في البداة الربع وفي القفول الثلث:

جاننا چاہئے کہ بداۃ کے معنی ابتداء کے ہیں اور قفول کے معنی رجوع کے اور صورت اس کی یہ ہے کہ مثلاً کوئی لشکر کہیں جا رہا ہے اس میں سے امام نے چند لوگوں کو منتخب کر کے کسی خاص موقع پر بھیج دیا اور ان لوگوں نے فتح کی تو جس قدر غنیمت ان چند لوگوں نے حاصل کی ہے اس میں سے چوتھائی اس خاص گروہ کو دیا جائے اور باقی تین چوتھائی بقیہ لشکر کو تقسیم کیا جائے۔

اور یہ صورت ابتداء کی ہے اور رجوع کی صورت یہ ہے کہ کوئی لشکر جہاد سے لوٹ رہا ہے اور اس میں سے امام چند لوگوں کو بصورت مذکورہ منتخب کر کے کہیں بھیجے اور اس صورت میں تہائی حصہ ملنے کی یہ وجہ ہے کہ لشکر اس صورت میں تھکا تھکا یا ہوتا ہے۔ سپاہی ایک مشقت سے فارغ ہوئے ہیں دوسری مشقت میں مصروف ہو رہے ہیں۔ بخلاف پہلی صورت کے کہ جہاد کے لئے روانہ ہی ہوئے ہیں اور کسی مشقت کا تحمل بھی کرنا نہیں پڑتا۔

قوله عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم تنفل سيفه ذو الفقار الخ.

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار تھا کہ قبل مال غنیمت تقسیم ہونے کے جو چیز غنیمت میں سے آپ کو پسند ہوا کرے منتخب فرما کر خود لے لیا کریں پس اسی وجہ سے آپ نے یہ تلوار لے لی تھی اب رہی یہ بات کہ یہ نفل ربع وثلث جس کا بیان اس حدیث سے پہلی حدیث میں ہو چکا ہے آیا خمس غنیمت سے دیا جائے یا خمس نکال کر بقیہ اخماس اربعہ میں سے دیا جائے۔

سو اس میں اختلاف ہے امام صاحب نیز بعض ائمہ کے نزدیک یہ نفل خمس میں سے دیا جائے گا اس لئے کہ اخماس اربعہ تو غزاۃ کا حق متعین ہے اس میں سے یہ زیادت یعنی نفل کیونکر نکالا جا سکتا ہے۔ اور صورت تقسیم اخماس کی یہ ہے کہ کل غنیمت میں ایک خمس تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تھا پھر اس میں پانچ حصے تھے ایک خمس آپ کا اور ایک خمس اہل قرابت نبویہ کا اور ایک خمس یتامیٰ کا اور ایک خمس مسافرین کا اور ایک خمس سائلین فی الرقاب کا۔

اب یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو خمس[1] تھا اس کے باب میں علماء مختلف ہیں۔ ... بعض کا تو یہ مذہب ہے کہ اس کے پانچ حصے کئے جائیں جن میں سے ایک حصہ امام وقت اور سلطان زماں لے

---

[1] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کا خمس والا حصہ کہاں خرچ ہوگا (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

لیوے۔ اور چار باقی مثل اخماس اربعہ غزاۃ پر تقسیم کردیے جائیں۔ اور بعض ائمہ کے نزدیک یہ خمس پورا غزاۃ ہی پر تقسیم کردیا جائے اور بعض کے نزدیک آپ کا حصہ نیز ذوی القربیٰ کا حصہ ساقط کیا جائے۔

فقط بقیہ تین قسموں میں غنیمت تقسیم کردی جائے اور آپ جو ذوی القربیٰ کو یہ حصہ مرحمت فرماتے تھے تو بوجہ اس کے آپ ان کو دیتے تھے کہ وہ لوگ آپ کی مدد کرتے تھے امور دینیہ میں۔

چنانچہ ایک بار مال آیا اور آپ نے تقسیم فرمایا اور ذوی القربیٰ کو بھی دیا لیکن فقط انہی اہل قرابت کو دیا جو آپ کی اعانت کیا کرتے تھے حالانکہ تمام اہل قرابت موجود تھے کما اخرجہٗ

فائدہ: قوله وهو الذى راى فيه الرؤيا يوم احد قلت وقد ذكرت فى حديث الصحيحين ففى المشكوة عن ابى موسىٰ رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم رأيت فى المنام انى اُهاجر من مكة الى ارض بها نخل فذهب وعلى الى انها اليمامة اوهجرفاذا هى المدينة يثرب ورأيت فى رؤياى هذه انى هززت سيفا فانقطع صدره فاذا هو ما اصيب من المومنين يوم احدثم هززتهٗ اخرىٰ فعاد احسن ماكان فاذاهو ماجاء الله به من الفتح واجتماع المومنين ١٥ زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء فى من قتل قتيلا فله سلبه

قولهٗ عن ابى قتادة الخ: اس باب میں اختلاف ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو شخص لشکر میں سے کسی کافر کو قتل کرے اور اس کے پاس اس کارگزاری کی حجت بھی ہو تو مقتول کا سامان قاتل کو دیا جائے گا یا یہ قاعدہ اس صورت میں ہے جبکہ امام نے اعلان کردیا ہو من قتل قتیلا الخ اس صورت میں مقتول کا سامان قاتل کو دیا جائے گا۔

امام صاحب کا یہی مذہب ہے۔ اور بعضے ائمہ اس قاعدہ کو عام فرماتے ہیں لیکن عموم مراد لینے میں بڑی خرابی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ بعض صورتوں میں ممکن ہے کہ مال غنیمت میں فقط مقتولین ہی کا مال حاصل ہو۔ اور لشکر کے سب آدمی قاتل نہ ہوں بلکہ بعض قاتل ہوں...... سو اس عموم کی بناء پر قاتلین کو تو سامان مقتولین کا مل جائے گا اور باقی اہل لشکر محروم رہیں گے...... نیز اور مصارف غنیمت بھی مسدود ہو جائیں گے اور نیز ایسا اعلان عرفاً کسی خاص موقع پر ترغیباً ہوا کرتا ہے جیسا کہ تتبع سے ظاہر ہے اور سلب میں سے خمس نہ نکالا جائے گا کیونکہ یہ مال تو اعلان کی وجہ سے خاص قاتل کا قرار دیا جائے گا اور جبکہ اعلان نہ ہوا ہو۔ اور کسی مقتول کا سامان امام اس کے قاتل کو دینا چاہے تو امام اس کو بطور نفل دے سکتا ہے۔

جس طرح دیگر اموال غنیمت میں سے حسب قاعدہ مذکورہ فی تقریر الحدیث السابق نفل دینے کی اجازت ہے۔

باب فى كراهية بيع المغانم حتى تقسم

قوله عن ابن سعيد الخ: نہی کی وجہ یہ ہے کہ اگر بائع اپنا حصہ فروخت کرتا ہے تو چونکہ ابھی اس کا حصہ علیحدہ نہیں ہوا (اور ملک تام ثابت نہیں ہوئی محض استحقاق ملک ثابت ہوا ہے جو ملک ضعف ہے ۱۲ جامع) لہٰذا یہ بیع مجہول کی ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

(بلکہ احتمالاً معدوم کی بیع ہے کیونکہ احتمال ہے کہ امام کو کوئی خاص ضرورت متعلقہ سلطنت پیش آ جائے اور وہ غنیمت میں سے کسی کو کچھ نہ دے ۱۲ جامع) اور اگر مجموعہ غنائم کو فروخت کرتا ہے تو دوسروں کے حصے کو فروخت کرنے کا اس کو حق حاصل نہیں ہے۔

باب ماجاء في كراهية وطى الحبالى من السبايا

قوله عن وهب بن ابی خالد الخ: نہی کی وجہ یہ ہے کہ حاملہ سے وطی کرنے میں نسب مخلوط ہو جائے گا ایک تو اس شخص کا نطفہ داخل ہوا جس کا حمل ہے اب دوسرے شخص کا نطفہ داخل ہوگا۔ اور اگر حاملہ نہ ہو تو ایک حیض گزرنے تک جب بھی وطی نہ کی جائے اس لئے کہ احتمال حمل کا ہے۔ اور حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ تم کسی دوسرے کی کھیتی کو پانی نہ دو یعنی کسی شخص کے نطفہ میں اپنا نطفہ نہ ملاؤ۔

فائدہ: یہاں سے معلوم ہوا کہ حمل کو منی سے تقویت ہوتی ہے یعنی حاملہ سے وطی کرنا اس کے حمل کو ترقی دینا ہے اور حمل کے نشوونما کو منی سے اعانت ہوتی ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء في طعام المشركين

قوله سالت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ: یہ ذم اس صورت میں ہے جبکہ محض تغایر ملت کی وجہ سے ان لوگوں کے کھانے سے اجتناب کرے اور جگہ کوئی شرعی وجہ شبہ کی ہو تو یہ ذم نہیں متوجہ ہو سکتی۔ بلکہ ایسی صورت میں تو اجتناب محمود اور مطلوب شرعی ہے اور شبہ شرعیہ کی ایک مثال یہ ہے کہ نصاریٰ کا کھانا اس وجہ سے نہ کھائے کہ یہ لوگ بے احتیاط ہیں نجاست سے پرہیز نہیں کرتے خنزیر و شراب کا بخوبی استعمال کرتے ہیں۔ برتنوں کو شراب لگی رہتی ہے لہٰذا ان کا کھانا ہرگز نہ کھانا چاہئے۔

وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ کسی مذہب کے پابند نہیں ہیں محض رسمی اور نام کے نصاریٰ ہیں اکثر تو دہریے ہیں...... اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نصاریٰ اپنے مذہب کے پابند تھے اور نجاست سے احتیاط رکھتے تھے اس وجہ سے آپ نے ان کے کھانے سے اجتناب کو معنی تشدد سے تعبیر فرمایا۔ اگر اس زمانہ میں ایسے بے احتیاط لوگ ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور ان کے کھانے سے بچنے کا حکم دیتے۔

نیز یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ آج کل انگریزوں کے ساتھ کھانا کھانے میں یا ان کا کھانا قبول کرنے میں گو ساتھ نہ کھایا جائے علاوہ مفسدہ مذکورہ اور بھی چند مفاسد ہیں...... ایک ان میں سے یہ ہے کہ یہ لوگ ایسے شخص کو جو ان سے ایسا برتاؤ رکھے ذلیل اور طامع اور حقیر سمجھتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ایسا شخص اپنی قوم میں بدنام ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی قوم کے لوگ اس کو بددین اور خوشامدی سمجھتے ہیں کہ یہ شخص ان کی سلطنت میں رہنے کی وجہ سے اپنے دین کو تباہ کرتا ہے اور خوشامد کرتا ہے تا کہ دنیا حاصل ہو۔

غرض ہندوستان میں نصاریٰ کے ساتھ کھانا کھانا اور نیز ان کا کھانا کھانا گو ان کے ساتھ نہ ہو دارین میں مضر ہے......

بعضے لوگ کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اس لئے کہ جدہ اور قسطنطنیہ میں مسلمان انگریزوں کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں...... مگر افسوس ہے کہ یہ لوگ باوجود ادعاء عقل وفہم دونوں جگہ میں کچھ فرق نہیں کرتے۔

صاحبو! وہاں اسلامی عملداری ہے اور یہاں نصاریٰ کی عملداری ہے وہاں مسلمانوں کو نصاریٰ کیسے ذلیل سمجھ سکتے ہیں

besturdubooks.wordpress.com

بلکہ وہاں تو ایسے برتاؤ میں ایک خاص نمونہ عدل کا نظر آتا ہے جس سے بے تعصبی مسلمانوں کی ثابت ہوتی ہے...... مسلمانوں کی جانب خوشامد کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا بلکہ اس برتاؤ میں ان لوگوں کی تالیف قلب ہے۔

رہی یہ بات کہ نصاریٰ کے کھانے میں نجاست سے اجتناب تو وہاں بھی دشوار ہے۔ سو جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ وہاں پر مسلمان کسی خاص طریق پر اس کا اطمینان کر لیتے ہوں...... اور ہندوستان میں جو ہندو ہیں ان کے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں اس لئے کہ یہ لوگ اپنے مذہب کے پابند ہیں اور جس طرح ہمارے مذہب میں شراب وغیرہ حرام ہے اسی طرح ان کے مذہب میں بھی یہ چیزیں حرام ہیں ہمیں اعتبار ہے کہ یہ لوگ مٹھائی وغیرہ میں کوئی نجس چیز شراب وغیرہ ایسی نہیں[1] ملاتے لہٰذا ان کا کھانا کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں اور ان لوگوں کی حکومت بھی نہیں ہے جو ان سے ایسا برتاؤ رکھنے میں ذلت کا احتمال ہو۔ ہاں ازراہ دوستی و تعلق و محبت کسی کافر سے ایسا خلط ملط جائز نہیں اور تالیف قلب کی نیت سے عبادت ہے۔

باب ماجاء في قتل الاسرى والفداء

قوله عن علي رضي الله تعالىٰ عنه الخ.

اصل قصہ یہ ہے کہ جنگ بدر کے دن ستر قیدی کفار کے پکڑے ہوئے اہل اسلام کے قبضے میں آئے سو چند صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تو یہ رائے ہوئی کہ ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک اور صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ان کی یہ رائے ہوئی کہ یہ لوگ قتل کر دیئے جائیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے مبارک فریق اول کے موافق تھی۔

غرض اسی اثناء میں حضرت جبرئیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! اپنے صحابہؓ کو اختیار دیجئے کہ یا تو فدیہ قبول کریں لیکن اس شرط پر کہ آئندہ سال مسلمان اسی قدر شہید و قتل کئے جائیں گے جس قدر کہ امسال کافر قید کئے گئے ہیں اور یا ان قیدیوں کو قتل کریں۔ صحابہؓ نے شق اول کو اختیار کر لیا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔

ماكان لنبي ان يكون له اسرى حتي يثخن في الارض تريدون عرض الدنيا والله يريد الأخرة والله عزيز حكيم لو لا كتب من الله سبق لمسكم فيما اخذتم عذاب عظيم.

اور واضح ہو کہ اس آیت میں دو اشکال ہیں ایک تو یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ نے اختیار دے دیا تھا تو پھر عتاب کیوں ہوا......

سو اس کا حل اس طرح ہے کہ پہلے یہ سمجھنا چاہئے کہ اختیار کی دو قسمیں ہیں ایک تو یہی اختیار جو کہ مشہور ہے یعنی مخیِّر سے کہنا کہ تم فلاں کام کر لو یا فلاں کام کر لو ہم ہر طرح راضی ہیں۔ اور دوسری قسم کا اختیار اس لئے نہیں ہوتا ہے کہ مخیَّر (بصیغہ اسم مفعول) امور مخیرہ میں سے جو چاہے سو کر لے مخیِّر (بصیغہ اسم فاعل) کو کوئی فعل ان افعال میں سے ناگوار نہ ہوگا۔ بلکہ مقصود اس تخییر سے صرف آزمائش عقل ہوتی ہے۔ اور ان دونوں کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص دو روپیہ رکھ دے اور کہے کہ جونسا روپیہ چاہو اٹھا لو پس ایک

---

[1] اگرچہ گوبر سے یہ لوگ بھی اجتناب نہیں کرتے اور نہ اس کو نجس سمجھتے ہیں کما عرف شہرۃ و جرب قرینۃ لیکن جب تک نجاست ان کے کھانے میں دیکھی جائے اس وقت تک اس کو طاہر ہی سمجھا جاوے اور اگر ممکن ہو تو ان کے کھانے سے بھی پرہیز رکھا جاوے کہ بناء علی شبہۃ النجاسۃ یہی اولیٰ ہے۔ ۱۲ جامع لیکن جب تک نجاست ان کے کھانے میں نہ دیکھی جائے اس وقت تک اس کو طاہر ہی سمجھا جائے گا...... اور اگر ممکن ہو تو ان کے کھانے سے بھی پرہیز رکھا جائے کہ بناء علی شبہۃ النجاسۃ یہ بھی اولیٰ ہے۔ ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

شخص ان میں سے ایک روپیہ اٹھالے تو مخیّر کچھ ناراض نہ ہوگا ... سو یہ مثال پہلے اختیار کی ہے اور دوسرے اختیار کی یہ مثال ہے جیسے کوئی شخص دو روپیہ رکھ دے جن میں ایک کھرا ہو دوسرا کھوٹا اور اختیار دے کہ ان دونوں میں سے جو روپیہ چاہو...... اٹھا لو پس کوئی شخص ان دونوں روپیہ میں سے کھوٹا روپیہ اٹھالے تو مخیّر سخت ناراض ہوگا اور کہے گا کہ تو کیا بےعقل ہے کہ تو نے کھوٹا روپیہ پسند کر لیا۔

پس جب یہ تمہید سمجھ میں آگئی تو جاننا چاہئے کہ مثل قسم ثانی کے یہاں بھی حق تعالیٰ نے بطور اختبار عقل اختیار دیا تھا۔ سو جب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فدیہ اختیار کیا اور وہ تھا مرضی خداوندی کے خلاف لہٰذا عتاب فرمایا گیا کہ تم نے غور سے کیوں کام نہ لیا اور کیوں نہ سمجھا کہ فدیہ اختیار کرنا قتل سے اولیٰ نہیں قتل[1] سے تو کفر کی جڑ کٹتی اور فدیہ میں یہ بات کہاں ہے۔ اب یہ اشکال تو رفع ہو گیا۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس جگہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے سے غالب رہی۔ سو جواب یہ ہے کہ یہ رائے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کہاں سے آئی تھی جناب سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے سینہ فیض گنجینہ میں جو نور تھا اور جو برکت تھی اسی کی طفیل سے تو یہ رائے صائب فہم سلیم عمری میں داخل ہوئی اور جناب سیدنا وسید الاولیاء ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ مبارک میں نور نبوی کی ہی برکت سے اختیار فدیہ کی رائے واقع ہوئی تھی اور جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے رائے صدیقی کو رائے فاروقی پر اس لئے ترجیح دی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت حلیم وکریم تھے یوں چاہا کہ یہ لوگ فدیہ لے کر چھوڑ دیئے جائیں تو ان کی جان بچ جائے گی (نیز مسلمان اس وقت صاحب احتیاج تھے اس لئے یہ خیال ہوا کہ ان کے لئے فدیہ لینا بہتر ہوگا ۱۲ جامع)
یہ وجہ ہے اس رائے اختیار کرنے کی۔ ورنہ ظاہر ہے کہ دین کا جس قدر خیال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تھا کسی کو نہیں نیز آپ اصوب الرائی اور اذکی الرائی بھی تھے لیکن اتفاقاً ایسا ہو جاتا ہے کہ کبھی ادنیٰ شخص کی رائے صائب ہو جاتی ہے۔

بعض ائمہ کا تو یہ مذہب ہے کہ امام کو اختیار ہے خواہ کچھ فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑ دے یا ویسے ہی مجاناً چھوڑ دے۔ اور دلیل ان کی یہ آیت ہے **اما منا بعد واما فداءً** اور بعضے ائمہ یہ کہتے ہیں کہ امام کو چاہئے کہ ان قیدیوں کو قتل کر دے اور آیت مذکورہ کی ناسخ یہ آیت ہے **فاقتلوهم حيث وجدتموهم**۔ اور دلیل نسخ کی آیت[2] اولیٰ کا مکی ہونا اور آیت ثانیہ کا مدنی ہونا ہے اور یہ امر متفق علیہ ہے اور جاننا چاہئے کہ **امامنا بعد واما فداء** میں حرف اما حصر حقیقی کے لئے نہیں ہے اور کوئی حصر کا دعویٰ نہیں کر سکتا پس جب یہ بات ہے تو اس آیت میں حصر نہیں اور نہ دوسری آیت میں حصر ہے اور میرے نزدیک یہ اولیٰ ہے کہ **ماكان لنبي الخ** کو ناسخ کہا جائے اور گو اس پر خصم کا یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ یہ حکم مخصوص ہے جناب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لیکن دعویٰ خصوصیت پر کیا دلیل ہے فسقط الدعویٰ۔

باب ماجاء في النهي عن قتل النساء والصبيان

قوله عن ابن عمر الخ: عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا منع ہے کیونکہ قتل سے مقصود ہے اماتۂ فتنۂ کفار اور یہ فتنہ بذریعہ

---

[1] نیز فدیہ میں ایک گونہ دنیا کا لگاؤ ہے بخلاف قتل کے کہ اس میں دنیا کا علاقہ ہے نہیں اور استیصال کفر ہے ۱۲ جامع عفی عنہ۔ [2] آیت اولیٰ سورۃ محمد میں ہے اور سورۃ محمد مدنی ہے نیز اس میں صرف رقاب کا حکم ہے اور یہ حکم مدینہ منورہ میں تھا پس اس آیت کا مکی ہونا محل نظر ہے البتہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ آیتیں دونوں مدنی ہیں لیکن دوسری آیت پہلی سے مؤخر ہے کیونکہ وہ سورۂ توبہ میں ہے اور سورۂ توبہ آخری سورتوں میں سے ہے (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

مقاتلہ و مقابلہ وایصال ضرر کے ہوتا ہے اور عورتیں اور بچے بوجہ ضعف کے مقابلہ اور ایصال ضرر پر قادر نہیں۔ اور مقابل ہوکر سامنے آتے بھی نہیں اس لئے ان کا قتل کرنا نہ چاہئے ہاں کوئی عورت حاکمہ ہو خواہ مقابل ہوکر لڑے یا نہ لڑے یا حاکمہ نہ ہو اور مقابلہ کرے تو اس صورت میں اس کو بھی قتل کرنا لازم ہے کیونکہ علت قتل یہاں موجود ہے اسی طرح کوئی لڑکا یا لڑکی ایسا کرے تو اسکو بھی قتل کردیا جائے اور اگر کہیں رات میں غارت کرنے کا اتفاق ہو اور اس وقت بوجہ ظلمت لیل کے بچوں عورتوں بڑوں میں تمیز نہ کی جاسکے اور بچے عورتیں بھی قتل کردی جاویں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

اور اس حدیث کے بعد جو حدیث ہے وہ ایسی ہی مجبوری کی حالت پر محمول ہے یعنی جبکہ عورتیں لڑیں یا ان کا بچانا مسلمانوں کو سخت دشوار ہوتو ان کے قتل میں مضائقہ نہیں ہے...... غرض مقصود جہاد سے افناءِ عالم نہیں ہے بلکہ بقاء مسلمین ہے کہ وہ کفر کا زور توڑ کر اچھی طرح امن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرسکیں اور کوئی ان کی مزاحمت پر قادر نہ رہ سکے۔

باب ماجاء في الغلول

قوله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من فارق الروح الجسد الخ: قلت معناه من فارق روحه الجسد فالالف واللام في الروح عوض عن المضاف اليه. زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في قبول هدايا المشركين

اس باب میں دو مختلف حدیثیں ہیں جن میں سے ایک حدیث میں کفار کے ہدایا قبول کرنا مذکور ہے اور دوسری حدیث میں مشرک کا ہدیہ قبول کرنے سے انکار مذکور ہے۔ سو بعض علماء نے حدیث ثانی کو ناسخ کہا ہے لیکن میرے نزدیک نسخ کی حاجت نہیں ہے بلکہ یوں تطبیق مناسب ہے کہ امام کو اختیار ہے جیسی مصلحت دیکھے اس کے موافق عمل کرے اگر ہدیہ قبول کرنے میں تالیف قلب ہوتو قبول کرلے اور اگر قبول نہ کرنے میں مہدی کے انزجار کی امید ہو کہ وہ منزجر ہوکر اسلام قبول کرلے گا۔ اور قبول کرنے میں یہ بات نہ حاصل ہوگی تو ایسی صورت میں ہدیہ رد کردینا چاہئے۔

باب ماجاء في سجدة الشكر

قوله عن ابى بكرة الخ: حنفیہ میں یہ بات مشہور ہے کہ امام صاحب کے نزدیک یہ سجدہ مکروہ ہے اور علماءِ حنفیہ نے اس حدیث میں تاویل کی ہے کہ یہاں سجدہ سے مراد ہے دو رکعت نماز۔ جس کو شکراً آپ نے ادا فرمایا اطلاقا للجزء على الكل۔ لیکن یہ تاویل ابعد ہے کیونکہ خر کے معنی ہیں گر پڑنے کے۔ بھلا اس لفظ سے دو رکعت نماز کس طرح مفہوم ہوسکتی ہے۔

میرے نزدیک اصل بات یہ ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اصل سجدہ شکر کے ثبوت اور استحباب کے منکر نہیں ہیں۔ بلکہ انہوں نے اپنی نظر دقیق سے یہ سمجھا کہ یہ سجدہ مقصود لذاتہا تو ہے نہیں اور بنظر استحباب اگر خواص سجدہ شکر کریں گے تو عوام سے غالب اندیشہ ہے کہ وہ اس سجدہ کو التزاماً اور مقصوداً ادا کریں گے۔ پس التزام مالایلزم کی بناء پر امام صاحب منع فرماتے ہیں۔

اور یہ احتمال امام صاحب کو اپنے زمانہ کے عوام کے اعتبار سے پیدا ہوا ورنہ جہاں یہ احتمال نہ ہوتو یہ سجدہ سنت اور مستحسن ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء ان لکل غادر لواءٌ یوم القیامة

قوله عن ابن عمر الخ: اہلِ عرب کا دستور تھا کہ جب کسی کو مشہور کیا کرتے تھے تو اس کے آگے جھنڈا گاڑ دیا کرتے تھے اور جب کسی کو رسوا کیا کرتے تھے تو اس کے پس پشت جھنڈا کھڑا کرتے تھے اسی مناسبت سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے اور مقصود اس سے رسوائی کا بیان کرنا ہے۔

باب ماجاء فی النزول علی الحکم

قلت یعنی فی النزول من الحصن باشتراط حکم حکم: قوله انهم یرون الانبات بلوغا ان لم یعرف احتلامه ولاسنه قلت لان الاصل من علامات البلوغ هومایمکن به حصول التناسل کما هو ظاهر وهوالاحتلام ثم مایقوم مقامه فی الاستعداد وهو السن وهو اولی من الانبات فان الانبات قد لایکون مع حصول مایتحصل به التناسل فافهم زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی الحلف

قوله عن عمرو بن شعیب الخ: حلف کے معنی ہیں باہم قسم کھانا تعاضد اور تناصر کے لئے کہ تم ہمارے دوست رہو ہماری مدد کرو ہم تمہارے دوست رہیں تمہاری مدد کریں۔ ایام جاہلیت میں لوگ ایسا کیا کرتے تھے جب اسلام لائے تو ان کو یہ خیال ہوا کہ یہ بھی مثل دیگر رسوم کے رسم جاہلیت سے ہے لہٰذا اب حلف سابق کا اتباع کرنا مناسب نہیں بلکہ جائز نہیں۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا فانه لایزیده الخ جس کا یہ حاصل ہے کہ محصل اس عہد عقد کا ایفاء عہد ہے اور یہ مذموم نہیں بلکہ بہ نسبت دوسرے مذاہب کے اسلام میں ایفائے عہد کی نہایت تاکید ہے اس لئے ان عہود سابقہ کا ایفاء ضرور کرنا چاہئے ہاں جو عہد خلاف شرع ہو۔ مثلاً تعاون علی الاثم والعدوان اس کا ایفاء دوسری دلیلوں سے حرام ہے۔ اور یہ جو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ولا تحدثوا حلفا فی الاسلام...... اس نہی کی دو وجہ ہوسکتی ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ تم اب ایسے عہود قائم کرو اس لئے کہ خود تمہاری شریعت تعاون وتعاضد کا التزام سکھارہی ہے۔ سو اس خاص طرز پر معاہدہ فضول ہے قال اللہ تعالیٰ۔

انما المؤمنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم...... وقال ایضاً
تعاونوا علی البر والتقوی

اور دوسرے یہ کہ اس خاص طریق پر معاہدہ سے تعصب کا احتمال ہے اور جب تعصب ہوگا تو خواہ تعاضد وتناصر جائز ہو یا ناجائز ہو فریقین ضرور اس کا اہتمام کریں گے...... سب لوگ تو بڑے محتاط اور پارسا ہوتے نہیں عصبیت پیدا ہوہی جاتی ہے لہٰذا اس وجہ سے احداث عہود سے نہی فرمائی گئی۔

فائدہ: نیز ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تعاون وتعاضد کے ایسے انتظامات اور طرق کو عمل میں لانا ایک گونہ تقصیر فی التوکل پر دال ہے اور انہماک فی الاسباب سے گا ہے حالاً وفعلاً اس کا تحقق ہو بھی جاتا ہے لہٰذا بقدر ضرورت اس باب پر کفایت اور اصل

besturdubooks.wordpress.com

بھروسہ حق تعالیٰ پر چاہئے وھو حسبنا نعم الوکیل الیس اللہ بکاف عبدہ وعلی اللہ فتوکلو ان کنتم مؤمنین ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ زادہ الجامع عفی عنہ.

باب فی اخذ الجزیۃ من المجوس

قولہ ان عمر الخ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غالباً اس آیت قرآنیہ سے جزیہ مخصوص باہل کتاب ہونا مفہوم ہوا ہوگا اس وجہ سے وہ مجوس سے جزیہ نہیں لیتے تھے اور وہ آیت یہ ہے۔

من الذین اوتوا الکتٰب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صٰغرون

سو اس ظاہر آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جزیہ مخصوص باہل کتاب ہے لیکن جب حدیث اس معنی کی نفی کرتی ہے تو اس آیت میں تخصیص اہل کتاب کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ اہل کتاب سے جزیہ نہ لیا جائے بلکہ ان کو قتل کیا جائے کیونکہ یہ لوگ پڑھے لکھے ہیں پس ان کا جرم عظیم ہے کہ باوجود علم کے ایسی حرکات عمل میں لاتے ہیں۔ سو اس احتمال کو اس آیت شریفہ نے دفع کر دیا کہ جزیہ ایسا حکم کلی ہے جو اہل کتاب پر بھی جاری کیا جا سکتا ہے اس واسطے من الذین اوتوا الکتٰب آیت میں بڑھا دیا گیا۔

باب ماجاء ما یحل من اموال اھل الذمۃ

قولہ عن عقبۃ بن عامر الخ: اس حدیث کی ایک تاویل تو خود امام ترمذی نے نقل کی ہے اور وہ وہ لوگ قوم کے یہود وغیرہ تھے اور نہایت متعصب تھے کہ مسلمانوں سے بیع وشراء بھی پسند نہ کرتے تھے اور بعضے لوگ کہتے ہیں کہ جب وہ لوگ ذمی بنائے گئے ہیں ان سے عہد لے لیا گیا ہے کہ جو شخص ہمارا تمہارے پاس آئے اس کی ضیافت تمہارے ذمہ لازم ہے پس جب وہ اس شرط کے خلاف کریں تو جبراً مسلمان ان سے اپنا حق وصول کر لیں اور اشتراط پر عبارت'' ولاھم یؤدون مالنا علیھم من الحق' دلالت کرتی ہے ورنہ محض ضیافت نہ کرنے کے بیان کے لئے تو فقط جملہ اولیٰ ''فلاھم یضیفونا'' کافی تھا۔

فائدہ: ترمذی نے اپنی تاویل پر جو استدلال کیا ہے بقولہ ہٰکذا روی فی بعض الحدیث مفسراً اس میں یہ خدشہ ہے کہ بظاہر تعدد واقعہ کا معلوم ہوتا ہے ورنہ اتحاد واقعہ کی صورت میں'' فلاھم یضیفونا'' صحیح نہ ہوگا کہ بیع اور ضیافت میں افتراق ظاہر ہے اور ضیافت کو بیع پر محمول کرنا مجاز ہے اور بعید ہے کہ بلا حاجت ارتکاب مجاز ہے پس تاویل صحیح یہ ہے کہ جبکہ وہ لوگ مسلمانوں کی ضیافت نہ کریں اور وہ ضیافت ان کے ذمہ واجب ہو چکی ہو خواہ بذریعہ شرط فی الذمہ کے یا اور کسی طریق پر مثلاً وہاں کھانا داموں سے نہ دستیاب ہو سکے یا احتیاج اس درجہ ہو کہ درجہ اضطرار تک پہنچ جائے تو ایسی صورت میں مسلمانوں کو ان لوگوں سے اپنا حق جبراً لے لینا جائز ہوگا۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی الھجرۃ

قولہ عن ابن عباس الخ: بعض علماء نے اس حدیث کے یہ معنی لئے ہیں کہ مکہ معظمہ پہلے دار الحرب تھا وہاں سے ہجرت کرنا مسلمانوں پر فرض تھا جب وہ فتح ہو گیا اور دار الاسلام ہو گیا تو اب وہاں سے ہجرت کرنا فرض نہ رہا لیکن میرے

besturdubooks.wordpress.com

نزدیک لفظ ہجرۃ اور فتح عام ہے یعنی ہر دار الحرب سے دار الاسلام کو ہجرت کرنا بشرطِ قدرت فرض ہے اور جب دار الحرب فتح ہو کر دار الاسلام ہو جائے تو پھر وہاں سے ہجرت کرنا فرض نہیں رہتا۔

فائدہ: احقر کے نزدیک مراد نبوی تو وہی معلوم ہوتی ہے جو بعض علماء نے بیان کیا ہے لیکن حکم عام ہے اس لئے کہ خصوص سبب معتبر نہیں بلکہ عموم لفظ معتمد ہے پس اس صورت میں حضرت مولانا صاحب کا قول اور ان علماء کا قول مطابق ہو سکتا ہے۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء في بيعة النبي ﷺ

قوله عن جابر الخ: اس حدیث میں ہے کہ لم نبایعہ علی الموت اور اس سے آگے کی حدیث میں ہے علی الموت بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں تعارض نہیں ہے اس لئے کہ موت پر بیعت کرنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ ضرور مر ہی کے ہٹیں گے بلکہ غرض یہ ہوتی ہے کہ اگر جان بھی جانے کا خدشہ ہوگا یا یقین ہوگا اس وقت بھی فرار نہ کریں گے۔

سو پہلی حدیث میں اس امر کا بیان ہے کہ ہم نے اس بات پر بیعت نہیں کی کہ ضرور مر ہی جائیں گے۔ اور دوسری حدیث سے یہ مقصود ہے کہ ہم نے اس امر پر بیعت کی کہ اگر مرنے کی نوبت بھی آجائے گی جب بھی پشت نہ پھیریں گے۔

فائدہ: قولهٗ صلى الله عليه وسلم فيما استطعتم اى كان يقول قولوا نبايعك فيما استطعنا وهذا تلقين حسن وهذا التلقين فى الظاهر وان كان لايحتاج اليه فانه ثابت بقوله تعالىٰ لايكلف الله نفسا الاوسعها لكن انما امرهم به لئلا يبايعوا على انهم يتبعونه علىٰ كل حال وان لم يستطيعوا ثم لايقدروا عليه وكانو ناقضين للوعد والبيعة زاده الجامع عفى عنه۔

باب ماجاء فى التسليم على اهل الكتٰب

قوله صلى الله عليه وسلم فاضطروه الى اضيقه: اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کو نالی میں ڈال دو۔ بلکہ یہ معنی ہیں کہ تم راستے سے مت ہٹو۔ اور وہ لوگ جب جگہ نہ پائیں گے تو خود ہی علیحدہ ہو جائیں گے اور اس حالت میں اہلِ اسلام کا رعب ان پر پڑے گا۔

یہ ارشاد انتظام سلطنت کے لئے فرمایا گیا۔ اور یہ امر طبعی اور عادی ہے کہ جس قوم کی عملداری ہوتی ہے اس قوم کے لوگ ایسی شان سے رہتے ہیں جس سے وہ اہلِ حکومت اور ممتاز معلوم ہوں اور یہی مناسب بھی ہے کہ انتظام سلطنت کا مقتضا ہے..... چنانچہ دیکھو یہاں پر آج کل انگریزوں کی عملداری ہے۔ سو تم اگر راستے میں جارہے ہو اور سامنے کوئی ادنیٰ گورا آجائے تو تم ہی کو ہٹنا پڑے گا وہ تو کیوں ہٹنے لگا۔ اور گو وہ اپنی قوم میں ادنیٰ ہو لیکن تمہارے اعتبار سے تو بسبب اہلِ سلطنت کی قوم میں سے ہونے کے بڑا سمجھا جاتا ہے۔ اور یہود جب مسلمانوں کو سلام کرتے تھے تو زبان دبا کر یہ لفظ ادا کرتے تھے اور السام علیک کہتے تھے اگر ایسا کریں تو ان کو علیک کے ساتھ جواب دینا چاہئے۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ تم ہی پر موت آئے۔ اور اگر یہود براہِ شرارت یہ لفظ نہ کہیں بلکہ السلام علیکم کہیں تو وعلیکم السلام کہہ دینا مضائقہ نہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی کراھیة المقام بین اظھر المسلمین

قولہ عن جریر الخ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصف دیت ان لوگوں سے دلائی وجہ یہ ہے کہ ان مقتولین کی خود بھی تو کوتاہی تھی اس لئے کہ ہجرت ان پر فرض تھی تو انہوں نے کفار کے ساتھ کیوں رہنا گوارا کیا۔ اور دارالاسلام کی طرف کیوں نہ ہجرت کی اور قاتلین سے خطاء اجتہادی واقع ہوئی اور ایسی صورت میں دیت لازم نہیں ہے پس یہاں پر کسی حکمت اور مصلحت سے جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے یہ دیت دلوائی ہوگی اصل حکم یہ نہیں ہے۔

باب ماجاء فی ترکة النبی ﷺ

قولہ عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ الخ: اگر کہا جائے کہ اس خاص طریق پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کرنے کا حق حاصل نہ تھا...... اور حضرات شیخینؓ نے جو جواب دیا اس میں کوئی خدشہ نہیں ہے۔

اور جواب اس کا یہ ہے کہ چونکہ آپ صاحب زادی تھیں اس لئے بطریق ناز آپ کو یہ حق حاصل تھا نیز اگر کہا جائے کہ اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس مسئلہ کا علم تھا تو پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو کرنے کی کیا حاجت ہوئی...... اور اگر علم نہیں تھا تو ان کی متصف بعلم ہونے کی نفی لازم آتی ہے تو دوسری شق پر یہ جواب ہے کہ ایک مسئلہ کے علم نہ ہونے سے عالم ہونے کی نفی نہیں کی جا سکتی۔

دیکھو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنے بڑے عالم تھے۔ لیکن پھر بھی بعض مسائل ان کو معلوم نہ تھے۔ اور پہلی شق کی بناء پر جواب یہ ہے کہ قرآن مجید سے عموم وراثت ثابت ہے۔ اسی بناء پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ترکہ طلب فرمایا اور حدیث کو مؤول سمجھا جس کی کچھ تاویل کر لی ہوگی۔

بعض محققین نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنا تمام مال واسباب اپنی حیات ہی میں وقف فرما دیتے ہیں اس لئے اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ اور بعض نے یہ فرمایا ہے کہ وراثت اموال موتی میں جاری ہوتی ہے اور انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں...... اور یہ بھی جاننا چاہئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کی ایسی مثال ہے جیسا کہ سکتہ والا ہوتا ہے کہ اس میں جان تو ہوتی ہے لیکن نبض وغیرہ سب ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور کچھ حس وحرکت باقی نہیں رہتی اور حیات اولیاء اللہ میں بھی بعد ممات باقی رہتی ہے لیکن حیات نبویہ اور حیات ولیہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے اور نیز اگر کہا جائے کہ جب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں یہ مسئلہ طے ہو چکا تھا تو پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ قصہ کیوں پیش کیا۔ تو جواب یہ ہے کہ یہ حضرات اپنا ورثہ طلب کرنے تشریف نہیں لائے تھے...... بلکہ ان کی غرض یہ تھی کہ اس جائیداد کا بندوبست ہمارے سپرد کیا جائے تاکہ اپنے حقوق ہم سہولت سے لے لیا کریں۔ اور اس جائیداد میں جو بقیہ حقوق ہیں وہ اہل حق کو پہنچا دیا کریں۔

چنانچہ اسی بناء پر ان دونوں حضرات کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ انتظام عنایت فرما دیا تھا اور پھر جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غالب آ گئے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست کی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ یہ

besturdubooks.wordpress.com

بندوبست تقسیم فرمادیجئے یعنی نصف جائیداد کا انتظام جداگانہ میرے سپرد کر دیا جائے اور نصف جائیداد کا انتظام جداگانہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر دیا جائے تاکہ استقلالاً ہر شخص اچھی طرح بندوبست کر سکے اس کا جواب حضرت عمرؓ نے یہ ارشاد فرمایا کہ ایسا انتظام نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ چند روز میں لوگ گمان کرنے لگیں گے کہ یہ جائیداد ہماری ملک ہے اس لئے اب اس کا بندوبست ہم خود کریں گے وقد خرج ہذہ القصۃ البخاری وابوداؤد۔

اور اگر کہا جائے کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت روز تک حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بوجہ غصہ کے نہیں بولیں اخرجہ البخاری ص ۴۳۵ ج ۱ حالانکہ جب حق تحقیق ہو چکا تھا پھر رنج رکھنے کی کوئی وجہ نہ تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ طبعی بات ہے جب مناظرہ میں کسی کی بات نہیں چلتی ہے تو اس کو ندامت ہوتی ہے اور اس بات کا رنج ہوتا ہے کہ میں نے خواہ مخواہ مناظرہ کیا اور اپنی بات ہیٹی کی۔

سو یہ رنج اس وجہ سے تھا نہ کہ اس وجہ سے کہ ان کو جائیداد ناحق نہیں ملی ان حضرات کی تو بڑی شان ہے معمولی اولیاء اللہ تعالیٰ ایسا ارتکاب نہیں کرتے ہیں کہ محض دنیوی نفع فوت ہو جانے سے جبکہ ان کا حق بھی ہو کسی سے عداوت رکھیں۔ چہ جائیکہ جب ان کا حق بھی نہ ہو اور پھر بھی رنج رکھیں دنیا کی محبت ان کے دل پر ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور حب دنیا کا استیصال ہو جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ رنج ندامت تھا نہ کہ رنج عداوت۔

باب ماجاء في الساعة التي يستحب فيها القتال

قوله كان يقال عند ذالك تهيج الخ: يعنى عندالاوقات المذكورة فيها القتال زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء في الطيرة

قوله عن عبدالله بن مسعود الخ: الطیرۃ من الشرک اتنے الفاظ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ ہیں اور اس کو شرک اس لئے فرمایا گیا ہے کہ لوگ بدشگونی کو موثر سمجھتے ہیں اور موثر فقط اللہ تعالیٰ ہیں لا غیر پس موثر سمجھنا کفر اور شرک ہے کہ صفت خداوندی میں غیر خدا کو شریک کیا اور ومامنا الخ یہ قول حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اور یہاں سے کچھ عبارت محذوف ہے یعنی ومامنا الا یجد انہ یضرہ اور مطلب اس کا یہ ہے کہ سب کو (یا اکثر کو) طبعاً اور اضطراراً دل میں اس کا خیال ہو ہی جاتا ہے کہ شاید فلاں سبب سے یہ کام نہ ہوا ہو۔ لیکن حق تعالیٰ پر چونکہ مسلمانوں کا بھروسہ ہے اس لئے یہ خیال دل میں عزم کے درجہ کو نہیں پہنچتا اور نہ فعلاً اس کا تحقق ہوتا ہے بلکہ جلد رفع ہو جاتا ہے اور وہ خیال کا درجہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔

اور فال اس وجہ سے محمود ہے کہ اس میں حق تعالیٰ سے رجاء ہوتی ہے بخلاف طیرہ کے کہ اس میں مایوسی ہوتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حسن ظنی حق تعالیٰ سے محمود اور بدظنی مذموم ہے۔

باب ماجاء في وصية النبي ﷺ في القتال

قوله صلى الله عليه وسلم فانكم ان تخفروا الخ: اس فرمودہ سے اباحت نقض عہد کی لازم نہیں آتی۔ کیونکہ

besturdubooks.wordpress.com

دیگر ادلہ سے غدر حرام ہے اور یہاں بھی سیاق کلام سے یہ شبہ منتفی ہے کیونکہ یہاں تو یہ مراد ہے کہ حق تعالیٰ کے نام پاک کی بے ادبی نہ ہو جبکہ عہد ٹوٹ جائے اور عہد ٹوٹنا محتمل ہے کہ آراء مختلف ہوتی ہیں۔ ہر شخص سے اس کا نباہ دشوار ہے۔

تو حاصل یہ ہوا کہ اگر کوئی شخص عہد توڑ دے تو یہ نقض عہد اللہ تعالیٰ کی طرف صورۃً منسوب نہ ہو اور یہی مقصود عبارت فلاتنزلوهم الخ سے ہے۔۔۔۔ قوله صلى الله عليه و آله وسلم على الفطرة الخ لوگوں نے علی الفطرۃ کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ تو اسلام پر ہے یعنی یہ شہادت تبویہ مؤذن کے مسلمان ہونے پر ہے اور خرجت من النار سے بھی یہی مطلب لیا ہے کہ مسلمان ہے۔

اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب قدس سرہ یہ معنی بیان فرماتے تھے کہ پہلی بار اللہ اکبر اللہ اکبر کے بعد علی الفطرۃ فرمانے کا یہ مطلب ہے کہ یہ تمہاری طبعی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہو اور اس کی عظمت تمہارے قلوب میں ہے اور جتنے کفار وہاں تھے ان کی یہی حالت تھی کہ حق تعالیٰ کو سب سے بڑا سمجھتے تھے اور اس میں مدح کامل ہے کہ یہ خصلت تمہاری جبلی ہے۔ ماشاء اللہ تعالیٰ اور خرجت من النار کا یہ مطلب ہے کہ تو چونکہ مسلمان ہے سو دوزخ سے نجات پائے گا پس عمل اور ثمرہ عمل دونوں کا بیان کر دیا گیا اور دونوں جگہ ایک ہے معنی اختیار کرنا بلاضرورت تکرار ہے جو بلاغت کے خلاف ہے۔

باب فضل الجهاد

قوله صلى الله عليه وسلم رجعته باجر اوغنيمة: قلت اوللتنويع و معنى الجملة رجعته باجر فقط اذالم تحصل الغنيمة وصحت النية اوبغنيمة فقط بغير اجرا ذالم تصح النية وحصلت الغنيمة وبقى حصول الاجرمع الغنيمة اذا صحت النية وحصلت الغنيمة فحرف اوهناك مانعة الخلو لامانعة الجمع فان القسم الذى بقى وترک على فهم المخاطبين ثابت بالادلة الشرعية. زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء فى فضل من مات مرابطاً

قوله صلى الله عليه وسلم المجاهد من جاهد نفسه: اصل جہاد تو نفس ہی کا جہاد ہے اور بدن کا جہاد تو اس کی فرع ہے کیونکہ جہاد بدن موقوف ہے صحت نیت پر جب تک نیت صحیح نہ ہوگی اور اعلاء کلمۃ اللہ تعالیٰ مقصود نہ ہوگا ثواب نہ ملے گا اور نیت فعل قلبی ہے اور اس کی صحت موقوف ہے صحت وصلاحیت قلب پر جب تک قلب صالح نہ ہوگا نیت درست اور مقبول نہ ہوگی پس جہاد نفس جو اصلاح باطن ہے اصل ہے مقبولیت اور صحت جہاد بدن کی۔ اور جاننا چاہئے کہ قلب میں بہت سے امراض ہیں بعضوں کو تو عمر بھر معاذ اللہ تعالیٰ ان امراض کا پتہ نہیں چلتا حتیٰ کہ معصیت کو طاعت سمجھنے لگتے ہیں۔۔۔۔ اور جن پر حق تعالیٰ کا فضل و کرم ہوتا ہے ان کو امراض باطن پر تنبیہ ہو جاتا ہے اور وہ پھر معالجہ کر لیتے ہیں اور مقبول حضرۃ علیہ ہو جاتے ہیں۔

اور علاج دو طرح سے کیا جاتا ہے ایک بطریق کلی دوسرا بطریق جزئی دوسرا طریق تو جیسے مثلاً احیاء العلوم میں تفصیلاً تحریر ہے کہ کینہ کا یہ علاج ہے اور حسد کا یہ علاج ہے اور پہلا طریق وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنی محبت کاملہ عطا فرمائیں کہ وہ تمام امراض

besturdubooks.wordpress.com

کا کافی اور کلی علاج ہے تمام صفات ذمیمہ کو فنا کر دیتی ہے اور صفات محمودہ سے مزین کر دیتی ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ عاشق پر محبوب کی فرمانبرداری نہایت سہل ہو جاتی ہے اور کسی طرح اس کی ناراضی گوارا نہیں ہوتی پس تصفیہ اور تحلیہ اہل محبت پر دونوں سہل ہو جاتے ہیں اور یہی مطلوب للمحبوب ہے۔

باب ماجاء فی فضل النفقة فی سبیل اللہ

قوله صلی اللہ علیه وسلم کتبت له سبع مائة ضعف.

جہاد میں صرف کرنے کا یہ ثواب ادنیٰ درجہ کا ہے اور حق تعالیٰ کو اختیار ہے جس قدر چاہیں بڑھا دیں جیسے دیگر مصارف خیر میں صرف کرنے سے ادنیٰ درجہ دس گنا ثواب ملتا ہے اور مضاعفت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جس قدر چاہیں بڑھا دیں۔

باب ماجاء فی فضل الرمی فی سبیل اللہ

قوله صلی اللہ علیه وسلم کل مایلهو الخ: یہاں پر باطل سے مراد غیر مفید اور حق سے مراد مفید اچھا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر تین کھیلوں کے سوا تمام کھیلوں کو حرام کہا جائے تو بڑی سخت دشواری ہے اور اس سے بالکلیہ بچنا تقریباً محال ہے شاگرد سبق پڑھنے بیٹھتا ہے اور اپنے دھڑ سے کھیلتا ہے۔ اور اگر کسی مولوی سے فتویٰ طلب کیا جائے تو وہ کبھی نہ کہے گا کہ ان تین کے سوا تمام لعوب حرام ہیں۔

اور یہ بھی شرعی کلیہ ہے کہ حرج مدفوع ہے پس جو معنی مذکور ہوئے انہی کا اختیار کرنا مناسب ہے اور فقہاء جو ان تین کے سوا بقیہ کی حرمت کے قائل ہوئے ہیں اس کی تاویل کی جائے گی۔ تشدیداً مکروہ تنزیہی پر حرام کا اطلاق کر دیا تاکہ لوگ خفیف سمجھ کر اس کے مرتکب نہ ہوں واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب ماجاء فی ثواب الشهید

قوله صلی اللہ علیه وسلم ان ارواح الشهداء الخ: یہ قالب جو شہداء کو عطا فرمائے جاتے ہیں یہ مثل غبارے کے ہیں جیسے دنیا میں آدمی خود نہیں اڑ سکتا اور غبارہ کے ذریعے سے اُڑتا ہے اسی طرح برزخ میں بھی شہداء خود تو پرواز نہیں کر سکتے ان قوالب کے ذریعہ سے پرواز کرتے ہیں۔

فائدہ: اور اس صفت کا عطا ہونا ایک قسم کا کمال ہے جیسے دنیا میں غبارے اُڑنا کمال سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر کسی ولی سے پرواز بلا واسطہ غبارہ کے ظاہر ہوتا ہے تو وہ بوجہ خرق عادت ہونے کے کرامت سمجھا جاتا ہے پس یہ تو ہم نہ کیا جائے کہ اشرف المخلوقات کو جانور کی صفت کیوں عطا کی گئی۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

قولہ صلی اللہ علیه وسلم الا الدین: جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر دین کا استثناء اس وجہ سے نہ فرمایا ہو کہ قرض لینا کچھ گناہ تو ہے نہیں اس لئے اس کے استثناء کی کیا حاجت ہے لیکن چونکہ لوگ یوں سمجھتے کہ دین بھی معاف ہو جائے گا اس لئے اس کے ادا کرنے کا زیادہ اہتمام نہ کرتے پس اس وجہ سے تلقین فرمائی گئی

besturdubooks.wordpress.com

فائدہ: حافظ علامہ سیوطی نے جامع صغیر میں حلیۃ الاولیاء سے بسند حسن یہ حدیث نقل کی ہے 25

عن عمة النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرفوعا شهيد البر يغفرله كل ذنب الا الدين والامانة وشهيد البحر يغفر له كل ذنب والدين والامانة اه

اور اسی مضمون کی ایک اور حدیث بھی نقل فرمائی ہے لیکن اس کی تضعیف بھی کی ہے اور شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ردالمختار میں ایک قول نقل کیا ہے کہ جہاد سے جمیع حق العباد معاف کردیے جاتی ہیں ص ۳۴۵ ج ۳ لیکن اس کی کوئی قوی دلیل عقلی یا نقلی نہیں لکھی اور حدیث الباب کی۔ گو ترمذی نے تضعیف کی ہے۔ مگر یہ حدیث بسند ابن عمرو مرفوعا مسلم میں مروی ہے، قد نقلہ فی الجامع الصغیر ولفظہ القتل فی سبیل اللہ یکفر کل خطیئۃ الا الدین۔ اور ظاہر ہے کہ مسلم کی سند صحیح ہے۔

پس بظاہر حدیث مسلم اور حدیث حلیہ میں تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن حدیث حلیہ مثبت زیادت ہے فتعین الاخذ بہ اور معنی ظاہر ہیں کہ حدیث مسلم میں دین کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اور حدیث حلیہ میں جہاد بحری کرنے والے کی دین سے بھی براءت مذکور ہے۔

قوله عن انس عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال مامن عبد يموت الخ

اس حدیث کے معنی جو لوگوں نے بیان کئے ہیں وہ یہ ہیں کہ چونکہ شہداء بہت بڑا ثواب پائیں گے اس وجہ سے عود الی الدنیا للقتل کی درخواست کریں گے۔

اور مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب قدس سرہ اس تمنی عود کی یہ وجہ فرماتے تھے کہ شہداء کی ارواح حق تعالیٰ خود قبض فرماتے ہیں۔ اور اس میں شہید کو ایک خاص لطف اور لذت حاصل ہوتی ہے۔ پس یہ لذت ایسی ہے کہ اس کی وجہ سے دوبارہ شہادت کی تمنا کرے گا۔

فائدہ: حدیث میں **لمایری من فضل الشهادة** عام ہے پس اس میں ثواب بھی داخل ہے اور قبض روح بید اللہ تعالیٰ بھی داخل ہے ان ثبت بدلیل۔ سو کسی خاص جہت کی تعیین نہیں کی جاسکتی۔ ہاں ہر شخص کی طبیعت کا جداگانہ مقتضا ہوتا ہے کسی کو حور وقصور میں زیادہ لطف آتا ہے کوئی لباس وطعام سے زیادہ محلذذ ہوتا ہے کسی کو جمال ازلی کی خاص خواہش ہوتی ہے پس اس بناء پر جس شہید کی طبیعت کا میلان جس طرف ہوگا وہی اس کے لئے اصل وجہ تمنا عود کی ہوگی۔ گو تبعا اور امور بھی ملحوظ نظر ہوں۔ اور عشاق جو فی الواقع بغیر قتل ظاہری اعلیٰ درجہ کے قتل باطنی سے مشرف ہو چکے ہیں ان کا میلان اور خواہش طبعی اصل رؤیت حق اور زیارت جمال الٰہی اور استرضاء کمال ازلی ہے رزقنا اللہ تعالیٰ۔

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم ۔۔۔ گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

زادہ الجامع عفی اللہ عنہ وجعلہ من اہلہ ورزقہ من حسبہ آمین۔

باب في الغدو والرواح في سبيل الله

قوله صلى الله عليه وسلم ولقاب قوس احدكم الخ.

اہل عرب کا دستور تھا کہ سفر میں جہاں کہیں قیام کا قصد ہوتا تھا وہاں کمان وغیرہ رکھ دیتے تھے اور مقصود اس سے یہ ہوتا تھا کہ یہ جگہ ہماری ہے یہاں ہم قیام کریں گے۔ دوسرا یہاں قبضہ نہ کرے اور یہ کمان رکھنا بطریق علامت کے ہوتا تھا تحدید

besturdubooks.wordpress.com

مطلوب نہ ہوتی تھی۔ سواس جگہ خود بھی قیام کرتے تھے اور اپنے اہل وہمراہی لوگوں کو اُتارتے تھے اور جس قدر جگہ کی حاجت ہوتی اس مقدار میں تصرف کرتے تھے نیز تملیک بھی مقصود نہ ہوتی تھی کہ یہ جگہ ہم نے لے لی اور ہماری ہوگئی۔

باب ماجاء فیمن خرج الی الغزو وترک ابویه

قوله عن عبدالله بن عمرو الخ: چونکہ جہاد فرض ''' یہ ہے اور خدمت والدین بحالت احتیاج الی الخدمۃ فرض عین ہے اس لئے ثانی کو اول پر ترجیح دی گئی اور سائل کو لوٹا دیا گیا۔

فائدہ: اور ممکن ہے کہ وہ جہاد نفل ہو اور والدین محتاج خدمت ہوں۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی کراهية ان یسافر الرجل وحده

قوله عن ابن عمر الخ: اس کے ظاہری معنی ظاہر ہیں اور اس حدیث میں ایک امر دقیق کی طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی شخص کو مناسب نہیں کہ طریق سلوک میں قدم رکھنے کی بغیر پیر کے ہوس کرے ایسا کرنے میں جو خرابیاں ہیں ان کو میں خوب جانتا ہوں۔ برات سے مراد طریق سلوک لاشتراکھا فی الظلمة اور راکب سے مراد سالک ہے۔

باب ماجاء فی الرخصة فی الکذب والخدیعة فی الحرب

قوله صلی الله علیه وسلم الحرب خدعة: غدر تو جائز نہیں اور خدعہ جائز ہے اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے کہ مثلاً مسلمانوں کا لشکر یہ دیکھے کہ کافروں کے لشکر نے داہنی جانب مورچہ لگا رکھا ہے اور بائیں جانب کوئی نہیں ہے۔ اس بناء پر مسلمان بائیں جانب چلے جائیں۔ اور اس صورت میں کفار اپنا مورچہ چھوڑ کر بائیں طرف مسلمانوں سے لڑنے آئیں۔ پھر مسلمان ایسی حالت میں بائیں[1] جانب میدان[2] خالی پا کر حملہ کر دیں سو اس میں کچھ مضائقہ نہیں..... غرض خدعہ توریہ ہے اور صریح کذب ایسے موقع پر جائز نہیں ورنہ غدر بھی جائز ہوتا فافہم۔

باب ماجاء فی صفة سیف رسول الله ﷺ

قولہ انہ صنع سیفہ علی سیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم..... یعنی علی صفۃ سیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان سیفہ کما کان سیفہ صلی اللہ علیہ وسلم زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی الثبات عند القتال

قوله لا والله الخ: اگر کہا جائے کہ سوال وجواب یہاں متطابق نہیں ہیں جیسا کہ ظاہر ہے تو جواب یہ ہے کہ بطریق ادب وتواضع اپنا عدم فرار نہیں بیان فرمایا بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عدم فرار ذکر کیا کیونکہ جن کو ثبات میسر ہوا تھا وہ آپ ہی کی برکت سے تو تھا جیسا کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ایسی حالت میں دیکھا تھا کہ چٹائی کے نشان بدن مبارک میں پڑ گئے ہیں تو عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے لئے دعا کیجئے کہ ہم پر دنیا فراخ ہو جائے

---

[1] غالباً صحیح یہ ہے داہنی جانب ۱۲ عبدالقادر عفی عنہ۔ [2] یعنی میدان پر لڑنے والا لشکر نہ تھا اور ان کا سامان اور باقی آدمی وہاں موجود تھے ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

اور یہ نہیں کہا کہ آپ اپنے واسطے فراخی دنیا کی دعا کیجئے گو عموم کے اندر آپ بھی داخل تھے نیز اس میں یہ بھی اشارہ ہے چونکہ اصلی فرار امیر کا فرار ہوتا ہے۔ اور امیر یعنی جناب علیہ الصلوۃ والسلام اس سے مبرا ہے اس لئے یہ فرار کچھ معتدبہ نہ تھا۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء في السيوف وحليتها

قوله عن جده مزيدة الخ: تلوار میں چاندی سونا لگانا جائز ہے خواہ کم ہو یا زیادہ ہو لیکن ہاتھ میں پکڑنے کی جگہ پر سونا یا چاندی نہ لگانا چاہئے کیونکہ اس جگہ کو پکڑنا ہوگا۔ اور قبیعہ اس جگہ کو کہتے ہیں جو تلوار کے قبضہ کے سر پر اٹھی ہوئی ہوتی ہے اور اس کو اردو میں یوں کہہ سکتے ہیں تلوار کے مٹھے کی ٹوپی۔

باب ماجاء في المغفر

قوله وعلى رأسه المغفر الخ: اس حدیث سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہے کہ خانہ کعبہ میں بغیر احرام باندھے جانا جائز ہے کیونکہ آپ خود پہنے ہوئے وہاں داخل ہوئے اور احرام نہیں باندھا۔ اور امام صاحب کے نزدیک بغیر احرام باندھے کعبہ مکرمہ میں داخل ہونا جائز نہیں ہے اور اس حدیث کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ اس وقت آپ کے لئے حلال ہو گیا تھا۔

چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حرم مکہ کے اندر اور کسی کو قتال جائز نہیں ہے مجھ کو ایک گھڑی کے لئے قتال حلال ہو گیا ہے اخرجہ الترمذی فی الحج۔ اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل احیاء السنن میں مذکور ہے۔

باب مايستحب من الخيل

قوله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال خير الخيل الادهم الاقرح الخ.

في المرقاة الادهم الذى يشتد سواده وقوله الاقرح الذى في وجهه القرحة بالضم وهي مادون الغرة يعني فيه بياض يسير ولوقد زدرهم وقوله الارثم يعني انه الابيض الشفة العليا وقيل الابيض الانف والتحجيل بياض في قوائم الفرس اوفي ثلٰث منها اوفي رجليه قل اوكثر بعد ان يجاوز الارساغ ولا يجاوز الركبتين والعرقوبين طلق اليمين بضم الطاء واللام ويسكن اذا لم يكن في احدى قوائمها تحجيل.

قوله فكميت بالتصغير اى باذنيه وعرفه سواد والباقي احمر قوله على هذه الشية بكسر الشين المعجمه وفتح التحتيه اى العلامة وهذه اشارة الى الاقرح الارثم ثم المحجل طلق اليمين اه ملخصا ص ۴۰۷ و ۴۰۸ ج ۴ مصريه زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء في الرهان

قلت في المرقاة الرهان والمراهنة المراد منه المخاطرة والمسابقة على الخيل ذكره صاحب القاموس زاده الجامع عفى عنه.

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی کراھیة ان ینزی الحمر علی الخیل

فی المرقاة من انزی الحمر علی الخیل حملها علیه والسبب فیه قطع النسل واستبدال الذی هوادنی بالذی هو خیر فان البغلة لاتصلح للکر والفرو لذلک لاسهم لها فی الغنیمة ولاسبق فیها علی وجه ۱ ه ملخصا بلفظه۔ یہ تین حکم اہلِ بیت کے ساتھ مختص فرمائے گئے سو اس تخصیص سے بالا جماع یہ تو مراد ہے نہیں کہ سوائے اہل بیت کے دیگر اہلِ اُمت کا ان احکام سے تعلق نہیں کہ اسباغ وضوسب کے لئے سنت مؤکدہ ہے اور اغنیاء غیر اہل بیت کے لئے صدقہ بھی کھانا منع ہے۔

اور انزاء الحمار علی الفرس بھی سب کے لئے مکروہ ہے لحدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنه قال اهدیت لرسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم واصحابه وسلم بغلة فرکبها فقال علی رضی اللہ تعالیٰ عنه لوحملنا الحمیر علی الخیل فکانت لنا مثل هذه فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انما یفعل ذالک الذین لایعلمون رواه ابوداؤد والنسائی کما فی المشکوة.

پس ظاہر یہ ہے کہ حضرات اہل بیت کو ان احکام کے ادا کرنے کی خاص طور پر تاکید فرمائی گئی۔ اور یہ تین حکم بطریق نمونہ کے ان حضرات کے حق میں مؤکد کیے گئے کہ اسی پر اور احکام کو قیاس کرلیں۔ یہ غرض نہیں ہے کہ محض ان ہی احکام کو خاص اہتمام سے ادا کریں اور باقی احکام کو معمولی طور پر کریں اور محض ضابطہ کی کارروائی کردیا کریں وہو ظاہر۔

اب رہی یہ بات کہ ان ہی تین حکموں کی کیوں تخصیص کی گئی۔ سو جواب یہ ہے کہ وہ کوئی خاص موقع ایسا ہوگا جہاں ان ہی تین حکموں کا ذکر فرمایا گیا ہو خواہ کسی نے اس موقع پر سوال ان ہی تین مسئلوں کا کیا ہو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور لوگوں کو عموماً اور اہل بیت کو خصوصاً ان امور سے منع فرمادیا ہو یا اور کوئی ایسا ہی قرینہ مقتضیہ للتخصیص ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نیز ایک حکمت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ وضو عبادت بدنیہ ہے اس کے اکمال کی تاکید سے جمیع عبادات بدنیہ کی تکمیل کی طرف اشارہ ہوگیا بلکہ جمیع اخلاق محمودہ کی تکمیل کی طرف بھی۔ اور عدم اکل صدقات کا تعلق عبادات مالیہ سے ہے اس میں تمام احکام مالیہ کے اہتمام کی طرف اشارہ ہوگیا۔ بلکہ طمع دنیا کے استیصال کی جانب بھی اور انزاء الحمیر علی الخیل حقوق عباد سے ہے اس میں تمام حقوق العباد کے اہتمام سے ادا کرنے کی طرف اشارہ ہوگیا بلکہ اس طرف بھی کہ کسی مخلوق کی کسی درجہ میں بھی حق تلفی نہ ہو۔ اور چونکہ وضو ذرائع عبادات بدنیہ میں سے ہے اور عبادت مقصودہ نہیں اس لئے اُس کے اہتمام کی تاکید سے عبادات مقصودہ بدنیہ کی بطریق اولیٰ تاکید حاصل ہوگئی۔

اور اسی طرح چونکہ نفس کو مال کی تحصیل سے روکنا بہ نسبت مال محصل خرچ کرنے کے سہل ہے اس لئے اول کی تاکید سے ثانی کی بطریق اولیٰ تاکید ہوگئی۔ اور انزاء مذکور چونکہ منجملہ حقوق حیوانات کے ہے اور نیز کسی درجہ میں خفت رکھتا ہے پس اس کی تاکید سے حقوق مخلوقات شدید الرعایت کی بطریق اولیٰ تاکید حاصل ہوگئی۔ خصوصاً اداءِ حقوق خفیف الرعایت وشدید الرعایت اشرف المخلوقات حضرت انسان کی تاکید تو بہت ہے ظاہر طور پر تاکید حاصل ہوگئی۔ فافہم حق الفہم ولعلہ عند غیر احسن منہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء في الاستفتاح بصعاليك المسلمين

قوله عن ابی الدرداء الخ: چونکہ فقراء اپنے کو ذلیل اور حقیر سمجھتے ہیں نیز دوسرے لوگ بھی ان کو معمولی سمجھتے ہیں کچھ وقعت نہیں کرتے اس وجہ سے حق تعالیٰ کی رحمت خاص طور پر ان کے ساتھ ہوتی ہے اس لئے آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ضعفاء کو شامل کر کے دعا مانگا کرو۔

فائدہ: ابغونی فی ضعفائکم ''کا یہ مطلب ہے کہ میں ان لوگوں کا ہمنشیں ہوں اغنیاء سے میرا تعلق نہیں پس مجھے ان ہی میں طلب کرو کہ میرے ملنے کی جگہ ان لوگوں کی مجلس ہے اور یہ مجلس جبکہ ظاہری ہو تب تو ہمنشینی ظاہری ہے اور جبکہ آپ حیات ہوں لیکن ظاہری مجلس نہ ہو یا آپ کی وفات کے بعد کی حالت ہو تو مجالست کا یہ مطلب ہے کہ میرا قلبی تعلق ان ہی لوگوں کے ساتھ ہے ان کے پاس جب تم بیٹھو گے تو اس صحبت کی برکت سے میرا تقرب باطنی حاصل ہوگا۔

وقوله فانما الخ تعليل لمحذوف واصل العبارة ابغوني في صعفائكم فاني اجالسهم لانهم ذابركة فانما الخ زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق

قوله عن ابن عمر الخ: حاکم مسلم جب شریعت کے موافق حکم دے تو اس کی ضرور تعمیل کرنی چاہئے خواہ وہ حکم مامور کو ناگوار ہو یا گوارا ہو...... اور جبکہ حاکم خلاف شروع امر کرے تو مامور ہرگز اس پر عمل نہ کرے۔

فائدہ: اس حدیث میں گو طاعت حاکم کی تصریح نہیں ہے لیکن احادیث میں ایسے عنوانات سے اطاعت حاکم ہی مراد ہوا کرتی ہے اور وجوب طاعت کلمہ علی سے مستفاد ہے نیز شریعت میں جس قدر طاعت سلطان کی تاکید ہے اس قدر کسی اہل حق کے حق ادا کرنے کی تاکید نہیں ہے۔

چنانچہ والدین کا ہر مباح حکم ماننا ضرور نہیں علیٰ ہذا شوہر کا بھی ہر مباح حکم ماننا لازم نہیں ہے بخلاف سلطان کے کہ اس کی طاعت ہر امر مباح میں لازم ہے..... مثلاً اگر والدین اپنی اولاد سے بغیر حاجت نفقہ وغیرہ کچھ روپیہ طلب کریں اور اولاد کے پاس وسعت بھی ہے اس مقدار کے والدین کو دے دینے سے کسی کی حق تلفی بھی نہیں ہوتی نہ اپنے نفس کو کوئی ضیق معتد بہ پیش آتا ہے تو اس صورت میں یہ مطلوب رقم اولاد کے ذمہ لازم نہیں ہے ہاں اگر والدین محتاج ہوں تب تو ان کی خدمت کرنا بوقت استطاعت و وسعت حسب تفصیل فقہیہ واجب ہے۔

اور اسی طرح اگر زوج غائب ہو اور زوجہ کو لکھے کہ تم نفل روزے مت رکھو جبکہ روزے رکھنے میں اس کا کوئی حرج بھی نہیں ہوتا تو اس صورت میں یعنی غیبوبت زوج کی حالت میں زوجہ کو نفل روزہ سے شرعاً لحق الزوج ممانعت نہ کی جائے گی۔
بخلاف امر سلطانی کے کہ اس کے ہر مباح فرمان کا اتباع لازم ہوگا اور اس میں بہت بڑی مصلحت ہے کہ ایسی حالت میں تفرق جماعت نہ ہوگا۔ راعی اور رعایا متحد رہیں گے اور اس میں فتنہ وفساد سے امن رہے گا وغیر ذالک من المصالح العامۃ فافہم اور ترمذی نے جس عنوان سے باب تحریر کیا ہے یہ الفاظ حدیث مرفوع صحیح میں وارد ہوئی ہیں کما اوردہ العلامۃ السیوطی فی الجامع

besturdubooks.wordpress.com

الصغیر وعزاہ الی امسند احمد وصححہ ،زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی دفن الشهداء

قوله عن هشام بن عامر الخ: مجبوری اور ضرورت کے وقت ایک قبر میں کئی مردوں کا دفن کرنا جائز ہے لیکن جو شخص کلام اللہ شریف کا زیادہ علم رکھتا ہو اس کو اول یعنی قبر میں آگے رکھنا چاہئے یہ بات لحاظ کے قابل ہے۔

فائدہ: ایک قبر میں جب چند مردوں کے دفن کرنے کی حاجت ہو تو سب مردے برابر رکھے جائیں اوپر نیچے نہ رکھے جائیں زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء لاتفادی جيفة الاسير

قوله عن ابن عباس الخ: چونکہ مبیع یہاں قابل بیع نہیں اور متقوم نہیں اس لئے آپ نے بیع منظور نہ فرمائی۔

فائدہ: قولہ فقہاء نا ابن ابی لیلی وعبداللہ بن شبرمۃ ۔امام ترمذی نے یہ سند اس لئے نقل کی ہے کہ ابن ابی لیلی اس حدیث کی روایت میں متفرد نہیں ہیں اور ابن ابی لیلیٰ سے مراد یہاں محمد بن ابی لیلی ہے اور اس کنیت یعنی ابن ابی لیلی کے چار شخص ہیں اور محمد بن ابی لیلی متکلم فیہ ہیں اور مختلف فیہ ہیں۔

اور ترمذی نے کتاب الحج میں ان کی حدیث کی تصحیح کی ہے اور کتاب الحج میں بھی کنیت سے ترمذی نے ان کو ذکر کیا ہے لیکن زیلعی نے تصریح کی ہے کہ وہ محمد ہیں۔اور یہاں تضعیف لیکن یہاں دوسروں کا کلام نقل کیا ہے اپنی رائے تصریحاً نہیں ظاہر کی اور وہاں اپنی رائے سے تصحیح فرمائی ہے پس کلام متعارض نہیں ہے۔

باب: قوله عن ابن عمر الخ.

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو عکاروں سے خطاب فرمایا یعنی لوٹنے والے اور فئۃ سے مراد گروہ ہے یعنی تم فرار نہیں ہو بلکہ اپنے گروہ کی طرف واپس ہونے والے ہو اور ایسے شخص پر کچھ گناہ نہیں۔

چنانچہ قرآن مجید کی ایک آیت میں دو وجہ[1] سے بھاگنے والے کو فرار کی اجازت دی گئی ہے ایک تو یہ کہ مثلاً تم ہارہ جائے اور کفار دو سے زیادہ آجائیں تو ایسے وقت میں اپنے لشکر میں آکر مل جانا گناہ نہیں ہے دوسری صورت یہ کہ اس نیت سے بھاگ آئے کہ مسلمانوں کی تعداد کم ہے اور مسلمانوں کو جمع کر کے پھر لڑنے کا قصد ہو۔پس اس صورت میں بھی گناہ نہیں ہوگا۔

باب ماجاء في الفيء

غنیمت میں تو بہت سے حقوق متعین ہیں اور فئی میں کوئی حق مقرر نہیں بلکہ امام کو اختیار ہے جہاں چاہے خرچ کرے۔

ابواب اللباس عن رسول الله ﷺ باب ماجاء في الحرير والذهب للرجال

قوله عن عمر رضي الله تعالىٰ عنه الخ: کلمہ او یہاں پر تخییر کے لئے ہے شک کے لئے نہیں ہے یعنی خواہ

---

[1] یہ دونوں صورتیں "متحیزاً الی فئۃ" میں داخل ہیں دوسری صورت ہے " متحرفاً لقتال " یعنی لڑائی میں پینترہ بدلنے کے لئے بھاگا پھر پلٹ کر حملہ کر دیا۔ (عبداللہ ودعفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

دو انگل ہو یا تین انگل یا چار انگل اور یہ مقدار عرض کی مراد ہے کہ چار انگل سے زیادہ چوڑا نہ ہو اگرچہ طویل کتنا ہی ہو اور دلیل اس تقیید کی یہ ہے کہ[1] اور تین انگل سے یہ مراد ہے کہ تین انگلیاں طول میں برابر رکھی جائیں پس اس مقدار عرض میں حریر لگانا جائز ہے۔

باب ماجاء في لبس الحرير في الحرب

قوله عن انس الخ: حنفیہ کے نزدیک اگر تانا[2] سوت کا ہو اور بانا ریشم کا ہو تو اُس کا پہننا حرب اور غیر حرب میں ہر طرح جائز ہے اور ضرورت اس مخلوط سے بھی رفع ہو سکتی ہے۔ اور جس کپڑے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے وہ ایسا ہوگا لیکن میرے نزدیک یہ تکلف اور تعسف ہے بلکہ یہ مناسب ہے کہ جب ایسی حاجت ہو تو اول مخلوط استعمال کرے اس لئے کہ جہاں تک محرم شئے کے استعمال سے بچ سکے بہتر ہے۔ اور اگر اس سے بھی مقصود حاصل نہ ہو تو خالص حریر استعمال کرے کچھ مضائقہ نہیں اور ظاہر حدیث سے تو جواز مطلقاً ہی ثابت ہوتا ہے۔

باب ماجاء في الرخصة في الثوب الاحمر للرجال

قوله عن البراء الخ: سرخ کپڑا پہننا بعض کے نزدیک تو حرام ہے اور وہ لوگ اس حدیث میں تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جوڑا خالص سرخ نہ تھا۔ بلکہ اس میں سُرخ دھاریاں پڑی تھیں۔ .. اور بعض کے نزدیک خالص سرخ بھی جائز ہے اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ جس حدیث میں سرخ کپڑا پہننے کی ممانعت وارد ہوئی ہے کما اخرجہ، وہ کسم کے رنگ کے ساتھ مخصوص ہے۔ علاوہ کسم کے اور کسی سرخ شئے سے رنگا ہوا پہنے تو مضائقہ نہیں حاصل مقام کا یہ ہے کہ سرخ مخطط سب کے نزدیک جائز اور سرخ خالص جو کسم کا رنگا نہ ہو مختلف فیہ ہے اور کسم کا رنگا ہوا سب کے نزدیک ممنوع ہے اور اس مسئلہ میں اور بھی اقوال ہیں سب کا مجموعہ آٹھ تک پہنچتا ہے جن میں ایک قول یہ ہے کہ سرخ کپڑا پہننا مستحب ہے۔

پس مناسب یہ ہے کہ خود تو خالص احمر استعمال نہ کرے اور جو کوئی استعمال کرے تو اس سے تعرض نہ کرے۔

فائدہ: حضرت مولانا صاحب قبلہ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب قدس سرہ مہاجر مدنی سرخ جوتا استعمال نہیں فرماتے تھے نہی عن الاحمر کی وجہ سے اھ بحمد اللہ جب سے یہ قصہ سنا ہے احقر کو بھی تنبہ ہوا اور سرخ جوتا استعمال کرنا چھوڑ دیا۔

اور احقر کے نزدیک حدیث کا مخطط پر محمول کرنا اور احمر کا ممنوع ہونا مطلقاً خواہ کسمی ہو یا غیر کسمی ارجح ہے ولکل وجہۃ

وفي المرقاة واما ماورد في شمائله صلى الله عليه وسلم عليه حلة حمراء فقال ابن حجر الحديث صحيح وبه استدل امامنا الشافعي على حل لبس الاحمر وان كانت قانياقلت قد قال الحافظ (ابن حجر) العسقلاني ان المراد بها ثياب ذات خطوط اى لاحمراء خالصة وهو المتعارف في برود اليمن وهو الذى اتفق عليه اهل اللغة والذا انصف ميرک شاہؒ (ابن السيد جمال الدين اى المحدث وهو صاحب روضة الاحباب وحاشية المشكوة) وقال

---

[1] درمختار میں ہے الاقدار اربع اصابع کاعلام الثوب مضمومۃ وقیل منشورۃ وقیل بین بین: اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ انگلیوں کا عرض مراد ہے نہ طول اور عبارت کو اس پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ [2] یہ ناقل کی غلطی ہے صحیح یہ ہے کہ بانا سوت کا ہو تانا ریشم کا ہو۔ درمختار میں ہے ویحل لبس ماسداہ ابریسم ولحمتہ غیرہ (فتاوی شامی ج ۵ ص ۳۲)

besturdubooks.wordpress.com

فعلي هذا اى نقل العسقلني لايكون الحديث حجة لمن قال بجواز لبس الاحمر اھ وقال العلامة السيوطي في الدر النثير والحلة واحدة الحلل وهي برود اليمن ولا تسمى حلة الا ان تكون ثوبين من جنس واحد قلت قال الخطابي الحلة ثوبان ازار، ورداء ولا تكون حلة الاوهي جديدة تحل من طيها فتلبس اھ وفي النيل ومن اصرح ادلتهم حديث رافع بن براد اورافع بن خديج كما قال ابن قانع مرفوعا بلفظ ان الشيطان يحب الحمرة فاياكم والحمرة وكل ثوب ذى شهرة اخرجه الحاكم فى الكنى وابو نعيم فى المعرفة وابن قانع وابن السكن (اى فى صحاحه كما هو الظاهر ۱۲ جامع) وابن منده وابن عدى ويشهد له ما اخرجه الطبراني عن عمران بن حصين مرفوعا بلفظ اياكم الحمرة فانها احب الزينة الى الشيطان واخرج نحوه عبدالرزاق من حديث الحسن مرسلا ص ۳۹۴ ج ۱.

وقوله يضرب اى يلقي الشعر على منكبيه. وقوله بعيد على التصغير اى يكون الشعر على منكبيه وبينهما يكون موضعا خاليا وقوله في الحديث الذى بعده والمعصفر اى المصبوغ بالعصفر والعصفر يصبغ صباغا احمر زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في جلود الميتة اذا دُبغت

قوله هكذا فسره النضربن شميل وقال انما يقال اهاب الخ: قلت لو ثبت قلنا لما رتب الطهارة على الدباغة بالفاء علم عليتها فيعم الحكم بعمومها.

وقوله صلى الله عليه وسلم ان لا تنتفعوا من الميتة باهاب ولا عصب قلت جوابه انه لا يسمى اهابا بعد الدباغة.

باب ماجاء في كراهية جر الازار

قوله عن عبدالله بن عمر الخ: قلت فدورد التحديد فيما رواه البخارى مرفوعاً ما اسفل من الكعبين من الازار فى النار اورده فى المشكوٰة زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في ذيول النساء

قوله صلى الله عليه وسلم يرخين شبرا في المرقاة اى من نصف الساقين وقيل من الكعبين اھ[1]

قوله عن ام الحسن الخ: اس حدیث میں نطاق سے کمر بند مراد ہے اور ظاہر یہ ہے کہ وہ کمر بند بہت نیچا ہوگا جیسا کہ اس دیار میں اکثر ہوتا ہے پھر اس مقدار سے ایک بالشت نیچے تک ازار پہنے کی آپ نے اجازت فرمائی وقد مر حدیث البخاری زادہ الجامع عفی عنہ۔

---

[1] قال فى جمع الرسائل معناه عريض اعلى الظهر ۱۲ عبدالقادر عفى عنه

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی کراھیة خاتم الذھب

قوله عن علی الخ. نھی عن القرأة فی الرکوع والسجود.
کی یہ وجہ ہے کہ رکوع اور سجود محل تذلل ہیں ایسے وقت کلام اللہ پڑھنا بے ادبی ہے پس اس وجہ سے نہی فرمائی گئی۔

باب ماجاء فی خاتم الفضة

قوله عن انس الخ: یہ نگینہ حبش کا کہ وہاں پیدا ہوتا ہے اور نفیس ہوتا ہے۔

باب ماجاء ما یستحب من فص الخاتم

قوله عن حمید عن انس الخ: اس حدیث میں نگینہ چاندی کا ہونا مذکور ہے۔ سو اس حدیث اور اوپر کی حدیث میں بعض نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ دو انگشتری تھیں اور بعض نے یہ کہا ہے کہ انگشتری بھی حبشہ کی تھی اور نگینہ بھی وہیں کا تھا اور میرے نزدیک تطبیق اس طرح اچھی معلوم ہوتی ہے کہ یوں کہا جائے کہ پہلی حدیث میں تو نگینہ مراد ہے اور دوسری حدیث میں نگینہ کا گھر مراد ہے یعنی (انگشتری اور اس میں نگینہ کا گھر تو چاندی کا تھا اور نگینہ حبشہ کا تھا۔

باب ماجاء فی الصورة

قوله عن جابر الخ: یہاں نہی جاندار کی تصویر سے ہے اور بے جان کی تصویر رکھنا اور بنانا سب جائز ہے جیسے مکان کی تصویر یا باغ کی تصویر یا محض نقش ونگار سو یہ سب جائز ہے اور اس سے آگے کی حدیث میں رقم سے مراد نقش ہے اور وہ جاندار کی تصویر ہوتی نہیں اس لئے اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

باب ماجاء فی الخضاب

قوله عن ابی هریرة الخ: خضاب اس قدر نہ لگانا چاہئے جس سے بال سیاہ ہو جائیں ہاں لڑائی میں سیاہ بال کر لینا مضائقہ نہیں تا کہ مخالف کو مسلمان جوان نظر آئیں۔

فائده: فی المشکوة مرفوعا ان الیهود والنصاری لا یصبغون (والمعنی لا یخضبون لحاهم (جمیع لحیه) کذا فی المرقاة) فخالفوهم متفق علیه وفیه ایضا مرفوعا غیروا هذا الشیء واجتنبوا السواد رواه مسلم)فی المرقاة قال ابن الملک قیل هذا فی حق غیر الغزاة واما من فعل ذالک من الغزاة لیکون اهیب فی عین العدو لا لتنزین فلا بأس به ا ه زاده الجامعه عفی عنه.

باب ماجاء فی الجمة واتخاذ الشعر

قوله اسمر اللون: فی الحاشیة عن مجمع البحار وروی ابیض مشربا حمرة والجمع ان مایبرز للشمس کان اسمر (ای لحرارة الشمس) وما تواریه الثیاب کان ابیض ا ه قلت

besturdubooks.wordpress.com

هذا لايصححه قلبي فقد اجمع المسلمون انه صلى الله عليه وسلم كان احسن المخلوق خلقا وخلقا واللون الاسمر يقال له بالهندية گندمي ليس احسن الالوان فهذا التطبيق ليس بشيئي في جنابه صلى الله عليه وآله وسلم والصحيح اللطيف مانذكره نافلا عن فتح البارى ونذكر اولا متن الحديث الذى فى صفته صلى الله عليه وآله وسلم فى البخارى فقد روى البخارى عن انس يصف النبى صلى الله عليه وآله وسلم قال كان ربعة من القوم ليس بالطويل ولا بالقصير ازهر اللون ليس بابيض امهق ولاادم الحديث. الزهر والزهرة البياض النيروهوا حسن الالوان كذا فى حاشية البخارى عن مجمع البحار.

وفى حاشيته قوله امهق هو الكريه البياض كلون الجص يريد انه كان نير البياض كذا فى المجمع قال صاحب الفتح ووقع عند الداودى تبعا لرواية المروزى امهق ليس بابيض واعترضه الداودى وقال عياض انه وهم قال وكذلک رواية من روى انه ليس بالابيض ولا الأدم ليس بصواب كذا قال وليس بجيد فى هذا الثانى لان المراد ليس بالابيض الشديد البياض ولا بالأدم شديد الادمة وانما خالطه بياضه الحمرة والعرب قد يطلق على من كان كذالک اسمر والهذا جاء فى حديث انس عند احمد والبزار وابن منده باسناد صحيح وصححه ابن حبان ان النبى صلى الله عليه وسلم كان اسمرا انتهى كلام صاحب الفتح.

باب ماجاء فى النهى عن الترجل الاغبا

قوله عن عبدالله بن مغفل الخ: مطلب یہ ہے کہ ہروقت زینت ہی میں مصروف نہ رہے اور زیادہ اہتمام تزئین کا نہ کرے اور غبا سے تحدید مرادنہیں ہے بلکہ تمثیل مقصود ہے۔ غرض کہ بقدر حاجت ترجل کرے۔ اور نسائی میں ایک حدیث ہے جس میں آپ کا ایک شخص کو روزمرہ کنگھا کرنے کے لئے امر فرمانا مذکور ہے۔

باب ماجاء فى مواصلة الشعر

قوله صلى الله عليه وسلم لعن الخ: واصلہ کے معنی ہیں بالوں میں جوڑ لگانے والی عورت اور مستوصلہ بالوں میں جوڑ لگوانے والی عورت اور واشمہ گودنے والی عورت اور مستوشمہ گودوانے والی عورت۔ اور یہ سب باتیں زینت کے لئے کی جاتی ہیں اور چونکہ اس میں دھوکا ہے اس لئے ممانعت کی گئی۔

فائده: قوله اللثة بالكسر بن دندان كما فى الصرح زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء فى ركوب المياثر

قوله عن ركوب المياثر قلت صريح فى النهى عن الجلوس على الحرير.

besturdubooks.wordpress.com

فائده: قلت لاصراحة فيه فان المياثر لايلزم ان تكون من الحرير فافهم والصريح ما اخرجه الشيخان عن حذيفة قال نهنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نشرب في انية الفضة والذهب وان ناكل فيها وعن لبس الحرير والديباج وان نجلس عليه كما في المشكوة.

وفي المرقاة وقال ابو حنيفة لاباس بافتراش الحرير والديباج والنوم عليهما وكذا الوسائد والمرافق والبسط والستور من الديباج والحرير اذا لم يكن فيها تماثيل. وقال ابو يوسف ومحمد يكره جميع ذالک اه وفيه ايضا وحاصله ان النهي في الحديث محمول على التحريم عندهما وعنده على التنزيه كما اشار اليه بقوله لاباس فان الورع من يدع مالابأس به مخافة ان يكون به بأس وهو معنى الحديث المشهور دع ما يريبک الى مالا يريبک وكان الامام ابا حنيفة ماحصل له دليل قطعي على كون نهيه للتحريم والنصوص في تحريم لبس الحرير لاتشمله لان القعود على شئے لايطلق عليه لبسه الخ.

قلت الأن[1] لا حاجة الى ادخال الفرش في اللباس فان الحديث صريح في النهي عن الجلوس على الحرير واما ما في الدراية ابن سعد من طريق راشد مولٰى بني عامر رايت على فراش ابن عباس مرفقة حرير ومن طريق مؤذن بن وداعه دخلت على ابن عباس وهو علٰى متكئ على مرفقة حرير وسعيد بن جبير عنده الخ فهوان صح فهو موقوف فلا يصلح للمعارضة بالمرفوع ولاحاجة الى التطبيق فانه يحتاج اليه عند كون المتعارضين متساويين فافهم حق الفهم زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في شد الاسنان بالذهب

قوله عن عرفجة الخ: چاندی اور سونے کا دانتوں میں تار لگوا لینا جائز ہے اور اسی طرح چاندی اور سونے کے تاروں سے دانت بندھے ہوئے استعمال کرنا جائز ہے۔ لیکن منہ کے دانت سونے یا چاندی کے بنوا کر استعمال کرنا جائز نہیں۔

فائدہ: قولہ وزریا صحیح ای صحیح یعنی لفظ زریہ صحیح ولفظ زریں وہم۔

باب ماجاء في النهي عن جلود السباع

قوله عن ابي المليح الخ: اس نہی کی یہ وجہ ہے کہ سباع کی کھالوں کے بستر پر بیٹھنے سے مزاج بدل جاتا ہے اور تکبر پیدا ہو جاتا ہے پس یہ نہی شفقت کی وجہ سے فرمائی گئی ہے۔

فائدہ: اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ نہی شرعی نہیں ہے اور جو اس پر عمل کرے وہ مذموم نہیں ہے ضرور ممقوت ہے لیکن مصلحت جس میں یہ مدنظر ہے جو مذکور ہوئی زادہ الجامع عفی عنہ۔

---

[1] قوله الأن اى ازاورد الحديث بلفظ ان نجلس عليه لاحاجة الخ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی نعل النبی ﷺ

قوله قبالان فی المرقاة قال الجزری کان لنعل رسول الله صلی الله علیه وسلم سیران یضع احدهما بین ابهام رجله والتی تلیها ویضع الأخرین الوسطی والتی تفسیر قبالان تلیها ومجمع السیرین الی السیر الذی علی وجه قدمه صلی الله علیه وآله وسلم وهو الشراک اه.

قلت قوله علی وجه قدمه یرید وسط قدمه وتصویره فی رسالة زاد السعید لشیخنا وفی المرقاة ایضًا بروایة الترمذی کان لنعل رسول الله صلی الله علیه وسلم (ای لکل واحدة کذافیه) قبالان مثنی شراکهما اه زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی کراهیة المشی فی النعل الواحدة

قوله صلی الله علیه وسلم لا یمشی الخ: یہ نہی شفقت کے لئے ہے کیونکہ ایک جوتا پہن کر آدمی راحت سے نہیں چل سکتا اور تیز گرنے کا خوف رہتا ہے اور دوسری حدیث میں جو عنقریب آتی ہے خود آپ کا ایک جوتا پہن کر چلنا منقول ہے سو لوگوں نے کہا ہے کہ یہ فعل بیان جواز کے لئے تھا لیکن میرے نزدیک تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک جوتا کہیں قریب رکھا ہوگا اور دوسرا کچھ فاصلہ پر ہوگا پس آپ ایک پہن کر وہاں تک تشریف لے گئے ہوں گے اور وہاں جا کر دوسرا پہن لیا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب: قوله عن ام هانیٔ الخ.

اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ آپ نے بالوں کے چار حصے کر کے ان کو گوندھ لیا تھا یعنی بالوں کو باہم ملا لیا تھا اور چار مینڈھیاں کر لی تھیں۔ گرد وغبار کی وجہ سے آپ نے ایسا کر لیا تھا اور اس طرح گوندھنا مردوں کو مطلقاً جائز ہے خواہ کوئی ضرورت ہو یا نہ ہو۔

باب

قوله کانت کمام اصحب رسول الله صلی الله علیه وسلم بطحا الخ.

قلت فی المرقاة بکسرالکاف جمع کمة بالضم کقباب وقبة وهی القلنسوة المدورة سمیت بها لانها تغطی الرأس بطحا بضم الوحدة فسکون المهمله جمع بطحا ای کانت مبسوطة علی رؤسهم لازقة غیر مرتفعة عنها وقیل هی جمع کم بالضم الخ وفیه ایضا قال الطیبی فیه ان انتصاب القلنسوة من السنة بمعزل کما یفعله الفسقة اه

قلت افاد شیخی صاحب التقریران القلنسوة التی تقال لها دو پلی وهی کانها مستطیلة وتستعمل فی دیارنا لیست من لباسنا فی الاصل لکن لما استعملها فی دیارنا کثیر من المسلمین وقد مضت علیه الازمنة فلاتذم فانها الأن لاتعد من شعار غیرنا اه

قلت لکنها من السنة بمعزل الان ایضا وابو کبشة الذی روی هذا الحدیث صحابی

besturdubooks.wordpress.com

كما فى المرقاة عن اسماء الرجال لصاحب المشكٰوة ثم اعلم ان هذا الحديث الموقوف فى حكم المرفوع فان قول الصحابة كنا نفعل هكذا فى زمنه صلى الله عليه وسلم فى حكم المرفوع كماثبت فى اصول الحديث ولهٰذا استدل بقولهم رضى الله تعالىٰ عنهم كنا نعزل والقران ينزل علىٰ اباحة العزل كما افاد سيدنا الحافظ ابن حجر فى فتح البارى...... واما قول الترمذى وعبدالله بن بسر بصرى ضعيف الخ.

ليس على الاطلاق فانه ذكره ابن حبان فى الثقات قاله الحافظ فى تهذيب التهذيب فهو مختلف فيه ولايخفى ان الاختلاف غير مضر والالم يسلم رجال البخارى عن القدح فيهم وعدم الاحتجاج بهم فعبدالله هذا محتج به وحميد بن مسعدة شيخ الترمذى صدوق وهو من رجال مسلم كما فى التقريب ومحمد بن حمران مختلف فيه وقال ابو زرعة محله الصدق وقال ابو حاتم صالح وقال ابوداؤد كان ابن داؤد يثنى عليه كما فى تهذيب التهذيب فرجال السنه كلهم محتج بهم وهكذا ينبغى ان يحقق الاحاديث وعلى مثل هذا فليعمل المدرسون فواحسرتىٰ قد ارتفع علم الاسناد ولا يعبأبه فى نقل الاحاديث والتفاسير فالى الله المشتكى...... وفقنا الله تعالىٰ لخدمة الحديث والتفسير بالاسناد المحكم وقد نقل العلامة السيوطى فى الجامع الصغير فى الشمائل بسند حسن كان (صلى الله عليه وآله وسلم) يلبس قلنسوة بيضاء اه والحاصل ان القلنسوة المسنونة هى المدورة الواسعة الاذقه بالراس البيضاء ولله الحمد علىٰ ماوفقنا لمثل هذا التحقيق الانيق زاده الجامع عفى عنه.

باب: قوله عن ركانة الخ: اس حدیث کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ ہم ٹوپی فقط اوڑھتے ہیں یا فقط عمامہ باندھتے ہیں اور وہ عمامہ ٹوپی کے اوپر باندھتے ہیں اور دوسرے یہ کہ ہم عمامہ کے نیچے ٹوپی اوڑھتے ہیں اور وہ فقط عمامہ باندھتے ہیں یا فقط ٹوپی اوڑھتے ہیں۔

فائدہ: قلت الحديث رواه ابوداؤد وسكت عنه كما فى المرقاة قلت فهو صالح عنده وفى الجامع الصغير باسناد ضعيف كان يلبس القلانس تحت العمائم وبغير العمائم ويلبس العمائم بغير قلانس الخ.

وفى المرقاة عن النووى انه كان له صلى الله عليه وسلم عمامة قصير وعمامة طويلة وان القصيرة كانت سبعة ازرع والطويلة اثنى عشر ذراعا اه وفيه ايضا اورد ابن الجوزى فى الوفاء من طريق ابى معشر عن خالد الحذاء قال اخبرنى ابن عبدالسلام قال قلت لابن عمر كيف كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقيم قال لا يدير كور العمامة على راسه

besturdubooks.wordpress.com

ويفر شهامن ورائه ويرخي لها ذوابة بين كتفيه ١ه (فائده) حافظ نے فتح الباری میں واقدی سے آپ کی ایک چادر کا طول چھ ذراع اور عرض تین ذراع اور دوسری چادر کا طول بارہ ذراع اور عرض چھ ذراع نقل کیا ہے والواقدی وثقة كثيرون كما في مجمع الزوائد زاده الجامع عفي عنه.

باب: وله عن عبدالله بن بريدة الخ.

انگشتری ایک مثقال بھر سے کم بنوائے اور مثقال[1] ساڑھے تین ماشہ کا ہوتا ہے اس مقدار سے زیادہ مناسب نہیں۔

فائده: في المشكوة وقد صح عن سهل بن سعد في الصداق ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لرجل التمس ولو خاتما من حديد ١ه قلت لا يعارض هذا اذا ففي المرقاة قال التوزلشتي هو المبالغة في بذل مايمكنه تقدمة النكاح وان كان شيئا يسيرا ١ه وفيه ايضا وخاتم الحديد وان نهي عن التختم به فانه لم يدخل بذالک في جملة مالاقيمة له ١ه وعزى الحديث في المشكوة الى الترمذى وابي داؤد والنسائي وفي الالفاظ اختلاف وفي المرقاة بسند حسن بل صححه ابن حبان زاده الجامع عفي عنه.

قد تم تعليق الجزء الاول من الترمذى بحمدالله عزوجل بعد العصر في الثالث من الربيع الأخر ١٣٣٣ ه ويتلوه تعليق الجزء الثاني منه انشاء الله تعالى.

سبحان ربک رب العزة عما يصفون وسلم على المرسلين والحمد لله رب العلمين.

لا اله الا الله محمد رسول الله

---

[1] مثقال کا وزن ساڑھے چار ماشے انظر جواہر الفقہ۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

الجزء الثانی

(من المسک الذکی)

ابواب الاطعمة عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیہ وسلم

باب ماجاء علیٰ ماکان یاکل النبی ﷺ

قولہٗ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنه الخ: قلت فی المرقاة خوان بکسر الخاء المعجمة ویضم ای مائدة وفی مفردات الراغب والمائدة الطبق الذی علیه الطعام ویقال لکل واحدة منهما (ای الطعام والطبق) مائدة یقال مادنی یمیدنی ای اطعمنی اه وفی الصراح ومنه المائدة وهی خوان علیه طعام یعنی خوان اراسته فاذالم یکن علیه طعام فهی خوان اه

قوله سکرجة فی المرقاة عن النهایة هی اناء صغیر فارسیة اه وفیها ایضا والاکل منها تکبر اومن علامات البخل اه قوله خبز علی زنة المجهول کما فی المرقاة ومرقق فی الدر النثیر المرقق الارغفة الواسعة الرقیقة اه

.قلت وهوالذی یقال له بالهندیة (چپاتی) (ای الذی یؤکل علیه لئلا یفتقرو الی التطاطؤ والانحناء. ۱۲ ظاهر) وفی المرقاة ای ملین محسن کخبز الحواری (سفید آٹا ۱۲ ط) وشبهه ذکره السیوطی ویمکن ان یراد به خبز الرقاق وهو الموسع الدقاق کما هو المستعمل فی خراسان والعراق اه فعلی ماذکره العلامة السیوطی یکون المراد منه

besturdubooks.wordpress.com

الذی یقال له بالهندیة (کلجیا) فهو ملین جد الکن اطلاق الرقیق علی الملین ففی القلب منه شئ فلیحقق قوله السفو ففی الدر المثیر والسفرة طعام یتخذ المسافرو اکثر مایحمل فی جلد مستدیر فنقل اسم الطعام الی الجلد ا ه والسفربضم ففتح جمع سفره کما فی المرقاة وفیه ایضًا ثم اشتهرت لما یوضع علیه الطعام جلد اکان اوغیره ماعداالمائدة لما مرمن انها شعار المتکبرین غالبًا فالا کل علیها سنة وعلی الخوان بدعة لکنها جائزة ا ه قلت ای جائزة ولایستحسن والبدعة لغویة فان البدعة الشرعیة تکون علی سبیل العبادة ولا یتعبد به احد قال الامام الغزالی ولم یرد النهی عنه فیقال انه ممنوع.

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آج کل جو چیزیں سینی اور طباقوں میں رکھ کر کھائی جاتی ہیں حالانکہ وہ ایسی ہیں کہ طباق میں رکھا جانے کی محتاج نہیں ہیں۔ اور اسی طرح چوکی میزوں پر رکھ کر جس طرح کھانا کھایا جاتا ہے اس طرح کھانا بہتر نہیں ہے کہ سنت عادیہ نبویہ کے خلاف ہے وجہ یہ ہے کہ یہ طرز متکبرین اور اہلِ شان وشوکت کا ہے۔ اور چپاتیاں کھانا بھی جبکہ بطریق تکلف اور شان کے ہو اسی حکم میں داخل ہے۔

ہاں اگر چپاتیاں کھانا بھی کسی خاص جگہ متکبرین کا شعار ہو تو وہاں اس سے بھی مطلقا پرہیز چاہئے۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی اکل الارنب

قوله عن هشام بن زید الخ: خرگوش کی حلت میں اختلاف ہے جیسا کہ ترمذی نے بیان کیا ہے اور جو لوگ حلت کے قائل ہیں یہ حدیث ان کی دلیل ہے اور ایک اور حدیث میں ہے۔ حوالہ: کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اکل ارنب کی اجازت چاہی سو آپ نے اجازت دے دی پس یا تو کارہین کو حدیث نہیں پہنچی اور یا کراہت سے کراہت طبعیہ مراد ہے۔

فائدہ: چنانچہ انہا تدمی اس پر دال ہے کیونکہ اس فعل کو حلت وحرمت میں داخل ہوتا تو ثابت نہیں البتہ اس سے بعض قلوب کو طبعی کراہت معلوم ہوتی ہے۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب فی اکل الضب

قوله عن ابن عمر الخ: اکلِ ضب میں بھی اختلاف ہے بعض تو حلال کہتے ہیں اور ان کی دلیل یہ حدیث اور دیگر احادیث صحیحہ ہیں۔ اور جن احادیث میں اس کے کھانے سے ممانعت وارد ہوئی ہے اُن کو کراہت طبعیہ پر محمول کرتے ہیں اور بعض اس کو حرام کہتے ہیں اور احادیث صحیحہ کو نسخ پر محمول کرتے ہیں۔

فائدہ: قلت الصحیح[1] عندی ماذهب الیه الفریق الاول وقد تاید بما رواه الترمذی عن ابن عباس انه قال اکل الضب الخ.

---

[1] فیه نظر لانه اذا تعارض الحرمة والاباحة ترجحت الحرمة. (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

والنسخ يحتاج الى دليل والا دليل فلا نسخ فان الدعوى بغير دليل غير مقبول وقد غلب ذالک على الطحاوی رحمة الله عليه وهو امام حافظ فانه يدعي كثير النسخ ولادليل عليه زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في اكل الضبع

قوله عن ابن ابی عمار الخ: يحتمل عود الضمير (فی لفظ "اقاله") الى كونه صيد اثم استنبط منه جوازا كله وفيه كلام وقد حرمه حديث النهی عن كل ذی ناب من السباع اخرجه الترمذی وسياتی قريبا انشاء الله العزيز.

فائده: قلت ارجاع الضمير الى الصيد بعيد كما ترى بل الظاهر ارجاعه الى المذكور كله ولايعارض هذا الحديث النهی عن كل ذی ناب من السباع فيرجح المحرم بحكم التعارض فان التطبيق ممكن وهو تخصيص البعض وهو المذكور فی هذا الحديث من العام وهو المذكور فی حديث النهی فليتامل في الجواب عنه زاده الجامع عفی عنه.

قوله صلى الله عليه وسلم ويا كل الضبع احد الخ.

یہاں سے ہمزہ استفہام محذوف ہے اور وہ تعجب کے لئے ہے یعنی کیا کوئی شخص بجو کو بھی کھاتا ہے ہرگز نہ کھانا چاہئے اور جولوگ حلت کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں تعجب کے لئے نہیں ہے بلکہ ویسے ہی آپ نے دریافت کیا تھا۔

باب ماجاء في اكل لحوم الخيل

قوله عن جابر الخ: حلت اکل لحوم خیل میں اختلاف ہے اور حرمت اکل لحوم حمر اہلیہ میں اتفاق ہے۔ جولوگ لحوم خیل کو جائز کہتے ہیں وہ احادیث ناہیہ کو عارض پر محمول کرتے ہیں یعنی اس وجہ سے نہی کی گئی ہے کہ گھوڑوں کی قلت نہ ہو جائے اور جہاد میں دشواری نہ پیش آئے اور جولوگ حرمت کے قائل ہیں وہ احادیث مبیحہ کو منسوخ کہتے ہیں۔

فائده: فی الحاشية فی ابوداؤد نهی رسول الله صلى الله عليه وسلم عن لحوم الخيل ولبغال والحمير وقال الطيبی ان علماء الحديث اتفقوا على انه حديث ضعيف واحاديث الاباحة التی ذكرها مسلم وعيره صحيحة صريحة ولم يثبت فی النهی حديث صحيح اه ملخصا بلفظها.

قوله ورواية ابن عيينه قلت هو سفيان المذكور فی السند وقوله احفظ الخ قلت يمكن ان عمروبن دينار قد سمع عن جابر تارة بغير واسطة وتارة بواسطة (محمد بن على. ۱۲ ط) فحدث مرة هكذا ومرة هكذا فلا حاجة الى الترجيح فافهم زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء في الاكل فی انية الكفار

قوله صلى الله عليه وسلم ان لم تجدوا غيرها الخ: قلت ليس بقيد للحل بل للاستحباب

besturdubooks.wordpress.com

فان الغسل يطهر الاناء فافهم زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في الفارة تموت في السمن

قوله صلى الله عليه وسلم القوها وماحولها. قلت هذا الحديث اخرج البخاري نحوه وفي عمدة القاري في شرح ذالک الحديث قوله القوها اى الفارة اى ارموها وماحولها اى وماحول الفارة من السمن ويعلم من هذه الرواية ان السمن كان جامدًا كما صرح به في الرواية الاخرى لان المائع لاحول لهٗ اذا لكل حوله اه وفيه ايضا ويستنبط منه ان السمن الجامد اذا وقعت فيه فارة اونحوها تطرح الفارة ويؤخذ ماحولها من السمن ويرمي به ولكن اذا تحقق ان شيئا منها لم يصل الى شيء خارج عما حولها والباقي يؤكل اه

قلت وكذلک يطرح ماتحت الفارة ولم يذكر في الحديث لان ماحوله لما امر بطرحه فما تحته بالطريق الاولى فافهم واعلم ان الاصل هو طرح ماتحتها فان الفارة لاقت منه واما الامر بطرح ماحولها فللا حتياط الموجب للطرح زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في اللقمة تسقط

قوله عن جابر رضي الله تعالى عنه الخ.

اللہ تعالیٰ نے شیطان کو ایسی بصیرت عطا فرمائی ہے کہ کھانے میں جو اجزاء برکت ہوتے ہیں ان کو جدا کر دیتا ہے سو جب لقمہ گر جائے اس کو چھوڑ نا نہ چاہئے شاید برکت اسی میں ہو بلکہ جو کچھ اس میں لگ جائے اس کو علیحدہ کر کے کھالینا چاہئے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ بطریق کبر یا خواہ مخواہ بغیر کسی وجہ معتد بہ کے ایسے کھانے کو جس میں کچھ لگ گیا ہو اور اس کو علیحدہ کر کے کھانا ممکن ہو برباد نہ کرنا چاہئے ہاں اگر طبیعت پر بوجہ غلبہ نزاہت بار ہو اور اس کے کھانے سے کسی قسم کی تکلیف کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں اس کھانے کو استعمال میں نہ لانا مضائقہ نہیں۔ فافہم زادہ الجامع عفی عنہ)

باب ماجاء في الرخصة في اكل الثوم مطبوخا

قوله عن علي رضي الله تعالى عنه انه قال نهٰى عن اكل الثوم الامطبوخًا الخ.

پیاز لہسن وغیرہ اشیاء کا کھانا جائز ہے خواہ مطبوخ ہوں یا غیر مطبوخ لیکن غیر مطبوخ کا کھانا مکروہ ہے اور اس کو کھا کر جب تک اس کی بو کا ازالہ نہ کرے کسی مسجد میں نہ جائے۔

باب ماجاء في تخمير الاناء واطفاء السراج والنار عند المنام

قوله صلى الله عليه وسلم فان الشيطان الخ: قلت ان مدخولي الفاء تعليلان متصلان بعد ذكر المعللين المتصلين وهذه الامور المذكورة في الحديث قيدها المصنف بقوله

besturdubooks.wordpress.com

عند المنام وان لم يكن له ذكر في الحديث فان النهي عن ترك النار عند المنام ورد في ثاني احاديث الباب واما غير النار فلا يمكن اغلاق الباب وتخمير الاناء وايكاء السقاء قبل المنام في الليل لمس الحاجة اليها فلا بدمن تقييدها بوقت المنام وان كان للشيطن دخل في كل وقت فافهم زاده الجامع عفي عنه.

باب في الحمد على الطعام اذا فرغ منه

قوله صلى الله عليه وسلم ان الله ليرضى عن العبد ان ياكل الخ: اى بسبب ان ياكل الخ كما في المرقاة زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في الاكل مع المجذوم

قوله عن جابر الخ: بعض احادیث میں مجذوم کے ساتھ کھانے سے نہی وارد ہوئی ہے اور نیز ان احادیث میں اس نہی کی علت بھی بتلائی گئی ہے کہ یہ بیماری متعدی ہوتی ہے اخرجہ البخاری ومسلم۔

اور اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوڑھی کے ہمراہ خود کھانا منقول ہے بعض ائمہ تو مجذوم کے ساتھ کھانے کی اجازت[1] دیتے ہیں آپ نے اس لئے منع فرمایا ہے کہ اگر اس کے ہمراہ کھانے سے کہیں بیماری لگ گئی تو عجب نہیں کہ وہ اس تعدی کو موثر حقیقی سمجھ کر عقیدہ خراب کرلے حالانکہ موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہیں۔

رہا حدیث میں جو اس کا متعدی ہونا مذکور ہے۔ سو وہ تاثیر حقیقی نہیں بلکہ جیسے اور مسببات اپنے اسباب کے ساتھ مرتبط ہیں باحداثہٖ تعالیٰ۔ اسی طرح یہ بھی ہے اور نیز یہ بھی ضرور نہیں کہ یہ تعدی کبھی متخلف ہی نہ ہو بلکہ تخلف جائز ہے اور یہ ارتباط علت ومعلول کا نہیں ہے جس میں تخلف جائز نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس مبارک کو اس کے ساتھ کھا کر ہلاکت میں نہ ڈالتے پس معلوم ہوا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ تعدی ظنی ہے فافہم زادہ الجامع عفی عنہ۔

اور جو علماء مجذوم کے ساتھ کھانے سے منع فرماتے ہیں وہ نہی کو اصل قرار دیتے ہیں اور آپ کے فعل کو جواز پر محمول کرتے ہیں۔

فائده: فان قلت فاى الفريقين اقوى دليلا قلت اما بادئ النظر فيرجح ويقوى قول من ذهب الى ان الاصل هو النهي والفعل محمول على الجواز فان القول اقوى من الفعل واما من دقق النظر في الحقائق الشرعية ومقاصد الملة ومعه حال من التوكل فيحمل الفعل على الاصل والقول على الجواز وان لزم عليه ترجيح الفعل على القول فانه صلى الله عليه وآله وسلم منع بالقول رعاية للضعفاء وعمل بالاولى رعاية لنفسه الشريفة وتعليما للاقوياء ولما كان الضعفاء اكثر منعهم بالقول فان القول اقوى حجة واكتفى بفعله في جانب الاقوياء فانهم بدقة نظرهم يعرفون بفعله مالا يعرف غيرهم بقوله تامل حق التامل زاده الجامع عفي عنه.

---

[1] اور حدیث نہی کی سنا و یل کرنے کے ۔۔۔ محمد

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء ان المؤمن یاکل فی معًا واحدٍ

قولہ عن ابی ھریرۃ الخ: لوگوں نے لفظ سبع کے متعلق بہت تکلفات کئے ہیں کہ آپ نے یہ لفظ کیوں اختیار فرمایا حالانکہ ظاہر ہے کہ اس کافر نے چونکہ سات بکریوں کا دودھ پی لیا تھا۔ اس وجہ سے آپ نے سات کا لفظ اختیار فرمایا سو یہ عدد تو واقعی ہے پھر اس میں تکلف کی کیا حاجت ہے (اور غالبًا یہ دونوں حدیثیں ایک ہی واقعہ ہے بعض رواۃ نے مختصراً نقل کیا اور بعض نے مفصلاً ۱۲ جامع)

مطلب یہ ہے کہ کافر بہت زیادہ کھاتا ہے اور مؤمن کم کھاتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ بعض مسلم زیادہ کھاتے ہیں اور بعض کافر کم کھاتے ہیں تو یہ واقعہ تو خلاف حدیث کے ہے سو جواب یہ ہے کہ دونوں شخص برابر کے لئے جائیں پھر موازنہ کیا جائے تو مسلمان[1] کم ہی کھاوے گا۔

اور اصل بات یہ ہے کہ ایک قسم کے لوگ یعنی جو لوگ تندرستی وغیرہ میں مساوی ہوں برابر ہی کھاتے ہیں خواہ مسلمان نہ ہو۔ لیکن نور ایمانی کی وجہ سے مسلمان کی نیت بھر جاتی ہے اور کافر کی نیت بھی بھرتی ہمیشہ اس کو حرص ہی رہتی ہے۔

اگر کہا جائے کہ کھانا تو معدے میں جاتا ہے پھر آنتوں کی طرف کیوں نسبت کی گئی تو جواب یہ ہے کہ کھانا اولاً معدہ میں پھر اس کا فضلہ ثانیًا آنتوں میں جاتا ہے اس لئے یہ نسبت آنتوں کی طرف کی گئی اور ظاہر ہے کہ جس قدر کھانا زیادہ ہوگا اس کا فضلہ بھی زیادہ ہوگا اس لئے نسبت الی المعدہ اور نسبت الی الامعاء میں کچھ تفاوت بھی نہیں ہے۔

فائدہ: آنتوں کی طرف نسبت کرنے میں اشارہ ہے اس طرف کو زیادہ کھانے کا انجام یہ ہے کہ اس کا بول و براز زیادہ ہوگا اور بجائے اس کے کہ عبادت میں مشغول ہو بیت الخلاء کی طرف توجہ ہوگی لہٰذا کسی عاقل کی طبیعت ایسی لغو حرکت کو گوارا نہیں کر سکتی سبحان اللہ کیا کلام نبوی ہے (زادہ الجامع عفی عنہ)

باب ماجاء فی اکل لحوم الجلالۃ والبانھا

قولہ عن ابن عمر الخ: جلالہ نجاست کھانے والے جانور کو کہتے ہیں سو ایسے جانور کا یہ حکم ہے کہ اگر کسی غالب خوراک نجاست ہو۔ اور اس کے گوشت و دودھ میں بدبو آنے لگی ہو تو اس کا کھانا حرام ہے جب تک کہ اس قدر دنوں تک محبوس نہ کیا جائے کہ اس کی بدبو زائل ہو جائے اور اگر اس نجاست خوری کا اثر گوشت اور دودھ میں ظاہر نہ ہو تو اس کا کھانا جائز ہے۔

باب ماجاء فی فضل الثرید

قولہ عن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ الخ.

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ حضرت مریم اور حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبوت سے مشرف ہوئی تھیں اور جمہور فرماتے ہیں کہ نبی مرد ہی ہوئے ہیں کوئی عورت نبی نہیں ہوئی۔ میرے نزدیک فریقین میں سے دلیل کسی کے پاس نہیں ہے۔ جمہور کا استدلال تو اس آیت سے ہے۔

---

[1] یعنی الکامل والناقص کمالطعم بمقابلۃ الکافر۔ جامع

besturdubooks.wordpress.com

وما ارسلنا من قبلک الا رجالاً نوحی الیهم (للآیة)

یعنی "ہم نے آپ سے پہلے مردوں ہی کو رسول بنایا ہے جن کی طرف ہم وحی بھیجا کرتے تھے۔"

سو اس میں یہ خدشہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ حصر حقیقی نہ ہو۔ بلکہ اضافی ہو اور مقصود یہ ہو کہ ہم نے ملائکہ کو رسول بنا کر نہیں بھیجا بلکہ آدمیوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ (اور مردوں کی تخصیص بوجہ ان کی کثرت اور شرفیت کے ہو کہ انبیاء چونکہ کثرت سے مرد ہی ہوئے ہیں اور عورتیں کم اس درجہ کو پہنچی ہیں اس لئے فقط مردوں کے ذکر پر کفایت کی گئی ۱۲ جامع)

پس مناسب یہ ہے کہ جس قدر بھی رسول ہوئے ہیں خواہ مرد ہوں یا عورت ہم سب پر ایمان لاتے ہیں ہاں ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت نبی نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ مستور رہتی ہیں اور نبی کو معلن ہونا ضرور ہے ادعاء نبوت کے لئے بھی اور تبلیغ کے لئے بھی واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور جو لوگ حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نبوت کے قائل ہیں وہ اس کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ حدیث میں کمل کا لفظ وارد ہوا ہے اور بہت عورتیں کامل ہوئی ہیں۔ سو اگر اس کمال سے نبوت مراد نہ لی جائے تو اس تخصیص کی کیا وجہ ہوگی اور ان حضرات مذکورہ کی کیا فضیلت خاصہ ہوگی لیکن اس دلیل کا مخدوش ہونا ظاہر ہے کیونکہ فضیلت خاصہ کے لئے یہ کیا ضرور ہے کہ نبوت ہی کا قائل ہو جائے۔ بلکہ کمال ولایت جو اعلیٰ درجہ کا ہو اس فضیلت خاصہ کے مصداق ہونے کے لئے کافی ہے سو معنی یہ ہوئے کہ اور عورتیں کامل فی الولایت ہوئی ہیں اور یہ اکمل فی الولایت اور یا یہ کہا جائے کہ یہ ذکر ہے زمان گزشتہ کا۔ یعنی جو عورتیں زمانہ گزشتہ میں کامل گزری ہیں ان میں یہ اکمل ہیں اور اس زمانہ نبویہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا افضل ہیں جیسا کہ **وفضل عائشة** الخ سے ظاہر ہے۔

اور اصل یہ ہے کہ فضل کل کسی کو بھی حاصل نہیں ہے بلکہ ایک فضل جزئی میں کوئی افضل ہے اور دوسرے فضل جزئی میں کوئی دوسرا افضل ہے۔

باب ماجاء انهشوا اللحم نهشا

قوله. وقد تكلم بعض اهل العلم فى عبدالكريم المعلم الخ.

قلت هو مختلف فيه وليس لضعيف مطلقًا وان تكلم فيه كثير روى عنه البخارى ومالك ومالك لايروى الاعن الثقات عنده كما صرحوا به وقد بسط ترجمة عبدالكريم هذا وذبّ عنه حق الذب العلامة الفاضل الذكى المولٰى محمد حسن السنبهلى فى حاشية مسند الامام اعظم فطالع تلك الترجمة فانها حقيق ان تطالع وتدل علٰى سعة نظر العلامة الممدوح جزاه الله تعالٰى عن خيراً لجزاء زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء فى الخل

قوله بعد حديث ام هانئ وام هانئ ماتت بعد على بن ابى طالب بزمان قلت هذا

besturdubooks.wordpress.com

القول جواب عن دخل مقدروهوان الشعبي لم يعرف سماعه من ام هانئ ففي تهذيب التهذيب قال الترمذی فی العلل الكبير قال محمد لااعرف للشعبي سماعًا من ام هانئ اھ

وفيه ايضًا وقال الدارقطني في العلل لم يسمع الشعبي من علي الا حرفًا واحدًا ماسمع غيره كانه عنى ما اخرجه البخاری في الرجم عنه عن علي رضی الله تعالىٰ عنه حين رجم المرأة قال رجمتها بسنة النبي صلى الله عليه وسلم اھ ص۱۶۸ ج ۵ مطبوعه حيدراباد فدفع الترمذی بهذا القول ذالک السؤال بانه قد سمع عن علي رضی الله تعالىٰ عنه وماتت ام هانئ رضی الله تعالىٰ عنه بعده بزمان فلا يبعد ان يكون سمع منها ولادليل علي نفيه فالظاهر سماعه عنها واما مانقل فی العلل الكبير فهو قول البخاری الاماستحكم عليه رای الترمذی ففهم حق الفهم وخذهذه الدقيقة بلا شئ والله هو الموفق ولعلک لاتجد مثله الامن هو ما هر في الفن وانا ليس كذلک ولكن ذالک فضل الله تعالىٰ ينبه عليه من يشاء وان لم يكن اهلًا لذلک وينبغي ان يحقق اسانيد الاحاديث بمثل هذا زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء فی اكل الدباء

قول انس رضی الله تعالیٰ عنه يالک شجرة قلت الضمير بواسطة اللام منادی وهو مميز وشجرةً تميز زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی الاكل مع المملوک

قوله صلی الله علیه وسلم فان ابی: یعنی اگر آقا کو خادم کا اپنے ساتھ کھلانا گوارا نہ ہو اور اس کو اس قابل نہ سمجھے تو جداگانہ تھوڑا سا کھانا اپنے (خاص) کھانے میں سے اس کو دے دے کیونکہ یہ بے مروتی ہے کہ خادم مشقت اٹھا کر ایک نفیس شی تیار کرے اور خود اس سے بالکل ہی محروم رہے۔ اگر کہا جائے کہ شق ثانی پر تو گویا تکبر کی اجازت دے دی گئی کہ وہ اپنے ساتھ نہ کھلائے اور جداگانہ اس کو کچھ تھوڑا سا کھانا دے دے تب بھی کچھ مضائقہ نہیں تو جواب یہ ہے کہ جو امور جبلیہ ہیں اور ان سے طبعًا کراہت ہوتی ہے شریعت نے نظرًا ورعایۃ لضعف العباد ان کے ارتکاب پر تسامح فرمایا ہے اور مواخذہ نہیں کیا اور اکثر طبائع کے اعتبار سے یہ امر بھی جبلی ہے کہ غلام کو ساتھ کھلانے سے کلفت ہوتی ہے اور عار معلوم ہے۔

اور یہ توجیہ اس صورت میں ہے جبکہ شق ثانی کے یہ معنی لئے جائیں کہ ایسا کرنا جائز ہے کہ اس کو ہمراہ نہ کھلائے اور جداگانہ کھانا دے دے جیسا کہ متبادر یہی سمجھ میں آتا ہے ورنہ یہ بھی احتمال ہے گو بعید ہے کہ علی سبیل التنزل یہ حکم فرمایا گیا ہو کہ اگر ساتھ نہ کھلائے تو جداگانہ ہی کچھ دے دے گو اس شق میں گناہ ہی ہو فافہم زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی فضل اطعام الطعام

قوله صلی الله عليه وسلم واضربو الهام في النهاية الهامة كل ذات سم يقتل والجمع الهوام اھ (زادہ الجامع)

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء في التسمية على الطعام

قوله حدثنا محمد بن بشارثنا العلاء الخ: قلت العلاء هذا ضعيف جدًالم اراحدًا اوثقة وقد ضعفوه كما يتحصل من تهذيب التهذيب وفيه ايضا وضع العلاء بن الفضل هذا الحديث حديث صدقات قومه الذى رواه عن عبيدالله الخ قلت فالحديث موضوع زاده الجامع عفي عنه.

قوله صلى الله عليه وسلم فى اخر حديث الباب اما انه لو سمى لكفاكم.

یعنی اگر یہ شخص بسم اللہ کر کے کھانا کھاتا تو اس قدر حرص کی حاجت نہ ہوتی کہ ایک ایک بار میں دو دو لقمے کھانے لگا اور دوسرے شرکا طعام کی حق تلفی کی اور وہ کھانا اس صورت میں تم سب کو باقاعدہ کافی ہوجاتا اور اس حرص کی حاجت نہ ہوتی۔

اخر ابواب الاطعمة ابواب الاشربة باب ماجاء في شارب الخمر

قوله صلى الله عليه وسلم كل مسكرٍ خمرٌ وكل مسكرٍ حرام الخ.

یہاں پر دو مسئلوں میں اختلاف ہے پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ ہر مسکر خمر ہے یا نہیں۔ اور ائمہ تو یہ فرماتے ہیں کہ جس قدر مسکرات ہیں وہ سب خمر ہیں اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے۔ اور امام صاحب فرماتے ہیں کہ خمر جمیع مسکرات کو نہیں کہا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ خمر وہ ہے جو انگور سے اس طرح بنائی جاتی ہے کہ اس کا شیرہ بغیر جوش وغیرہ کئے رکھا جائے یہاں تک کہ اس میں نشہ پیدا ہوجائے سو اس کا نام خمر ہے اور لوگ امام صاحب پر اعتراض کرتے ہیں کہ تم اہل لغت کا اعتبار کرتے ہو اور حدیث کی مخالفت کرتے ہو۔

سو جواب یہ ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمر کے لغوی معنی تھوڑا ہی بیان کئے ہیں آپ نے تو اس کا حکم بیان فرمایا ہے پھر مخالفت کہاں سے ہوگئی۔ بلکہ حدیث تو امام صاحب کے قول کی مؤید ہے اس لئے کہ خمر کا لفظ مشہور و معروف تھا۔ پس اگر خمر کا لفظ ہر مسکر کو شامل ہوتا تو آپ اس کا ذکر کیوں فرماتے کہ کل مسکر خمر یہ تو مشہور ہی تھا اور معروف بات کے اظہار سے کیا فائدہ اس کو تو لوگ جانتے ہیں پس ثابت ہوا کہ خمر کا لفظ ہر مسکر پر اطلاق نہیں کیا جاتا اس وجہ سے یہ تعبیر اختیار فرمائی گئی۔ اور خمر کا اگر ایک گھونٹ بھی پیے گا تو امام صاحب کے نزدیک اس پر حد جاری کی جائے گی اور بقیہ جو تین شرابیں ہیں یعنی ایک تو تمر سے بنائی ہوئی اور دوسری انگور کا شیرہ پکا کر بنائی ہوئی اور تیسری کشمش کی خام شراب۔ سو یہ تینوں بھی امام صاحب کے نزدیک حرام ہیں لیکن اتنا فرق ہے کہ ان کی حرمت اس قدر اشد نہیں جیسی کہ خمر کی ہے اور ان کے پینے سے حد نہ جاری کی جائے گی۔

اور دیگر ائمہ کے نزدیک ان چاروں شرابوں کا ایک حکم ہے۔ ... یہ تو ایک مسئلہ مختلف فیہا کا بیان تھا اور دوسرے مسئلہ مختلف فیہا کا یہ بیان ہے کہ کل مسکر حرام سے مراد مسکر بالقوہ ہو یا بالفعل یہ حکم دونوں کو شامل ہے۔ سو جمہور کے نزدیک تو یہ حکم مسکر بالقوہ اور مسکر بالفعل دونوں کو شامل ہے اور امام صاحب کے نزدیک مسکر بالفعل مراد ہے اور ایسے مسکرات نبیذ اور انگور پکنے سے بنائی ہوئی شراب وغیرہ ہیں پس اگر کوئی شخص تھوڑی سی تازی پی لے کچھ مضائقہ نہیں ہے اور امام صاحب کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا اثر ہے واخرجہ الطحاوی۔ جس میں یہ مضمون ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کہ اکثر لوگوں کو نبیذ پلادیا کرتے تھے۔

besturdubooks.wordpress.com

چنانچہ ایک مرتبہ نبیذ پلائی گئی دوسرے روز ایک شخص نے آ کر شکایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ اس میں تو کوئی ایسی چیز نہیں ہے صرف فلاں فلاں چیز تھی ہاں زیادہ نہ پینا چاہئے تھوڑی سی پی لے تو مضائقہ نہیں اور جمہور کے نزدیک مسکر کا تھوڑا سا پینا بھی حرام ہے اور ان کی دلیل نسائی میں ایک حدیث ہے جو بسند صحیح مروی ہے لیکن وہ حدیث امام صاحب کو پہنچی نہیں ورنہ امام صاحب اس پر ضرور عمل فرماتے اب چونکہ وہ ثابت ہوگئی اس لئے اس پر عمل کرنا واجب ہے اور امام صاحب کے قول کو اس صورت میں چھوڑ دینا چاہئے خود امام صاحب نے فرمایا ہے کہ جب حدیث ثابت ہو جائے وہی میرا مذہب ہے یہ دو مسئلوں میں جو اختلاف مذکور ہوا سو یہ مائعات یعنی بہتی چیزوں کے باب میں ہے اور جو اشیاء مائعات میں سے نہیں ہیں اور جامدات میں سے ہیں جیسے کہ افیون ہے سو اجماعاً ایسی چیزوں کا اس قدر کھانا جائز ہے جو مسکر نہ ہوں اور اگر زیادہ کھانا چاہے جس میں نشہ پیدا ہو جانے کا احتمال ہو تو ان چیزوں میں کوئی ایسی چیز ملا لیوے جو مانع سکر ہو پھر کھالے کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

باب ماجاء كل مسكرٍ حرام

قوله عن عائشة رضى الله عنها الخ: تبع کے معنی شہد کی شراب کے ہیں اس میں بھی اختلاف ہے امام صاحب کے نزدیک تو اگر مسکر بالفعل نہ ہو تو اس کا پینا جائز ہے۔ اور دیگر ائمہ کے نزدیک ہر طرح حرام ہے خواہ وہ مسکر بالقوہ ہو یا مسکر بالفعل۔

باب ما اسكر كثيره فقليله حرام

قوله صلى الله عليه وآله وسلم ما اسكر كثيره فقليله حرامٌ قلت انعقد الاجماع عليه.

باب ماجاء فى الرخصة ان ينتبذ فى الظروف

قوله عن جابر الخ: چونکہ برتنوں کی ذات میں کوئی خرابی نہیں ہے بلکہ ایک مصلحت کی وجہ سے عارضی طور پر ان کے استعمال سے منع کیا گیا تھا اس وجہ سے آپ نے ضرورت اور حاجت کے وقت ان کے کام میں لانے کی اجازت دے دی اور اگر برتنوں میں کوئی ذاتی خرابی ہوتی تو آپ ہرگز اس ضرورت کی وجہ سے اجازت نہ دیتے۔

باب ماجاء فى الحبوب الذى يتخذ منها الخمر

قوله ان من الحنطلة خمرًا الخ: قلت هذا لاينفى قول ابى حنيفة لان مقصود الحديث بيان الحكم لااللغة

باب ماجاء فى خليط البسر والتمر

قوله عن اجبر الخ: نہی کی یہ وجہ ہے کہ دو قسم کی چیزوں کے ملانے سے جلد نشہ پیدا ہو جاتا ہے اور بعض اہل ظاہر یہ فرماتے ہیں کہ دو چیزوں کو باہم نہ ملانا چاہئے جیسے دو بہنوں کا نکاح جائز نہیں۔

فائدہ: ظاہر یہ کہ یہ تعلیل ہر جگہ نہیں چل سکتی چنانچہ جزار میں کیسے جاری ہوگی کہ اس میں اتحاد جنس کہاں ہے اور اسی طرح زبیب اور تمر میں اتحاد جنس کہاں ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔

besturdubooks.wordpress.com

قولہ نہی عن الجرار۔ جرار جمع ہے جرہ کی اور جرہ کہتے ہیں گھڑے کو۔ اور وجہ نہی کی یہ ہے کہ گھڑے کے مسامات بند ہوتے ہیں اس لئے اس میں نبیذ جلد خراب ہو جاتا ہے اور اس میں نشہ جلد آ جاتا ہے بخلاف مشک کے کہ اس کے مسامات کھلے ہوتے ہیں۔

چنانچہ دیکھا ہوگا کہ مشک کے اندر سے پانی باہر کو رسا کرتا ہے پس اس میں انگور بھگو دینے سے جلدی خراب نہیں ہوتے اور نشہ جلد نہیں آتا ہے۔

باب ماجاء فی الرخصة فی الشرب قائماً

قولہ عن عمرو بن شعیب الخ: لوگوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کھڑے ہو کر پیا تھا یہ بیان جواز کے لئے تھا لیکن میرے نزدیک اس لئے ایسا کرنے میں کچھ بڑی حکمت نہیں معلوم ہوتی بلکہ یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے تواضعاً ایسا عمل کیا کیونکہ ہمیشہ بیٹھ کر کھانے پینے میں تکبر پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے کہ بے حد وقار کبھی تکبر کا باعث ہو جاتا ہے اور پادری لوگ کھڑے ہو کر کھانے کو بڑا معجوب سمجھتے ہیں کہ یہ بہت بری بات ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بہتر تو یہی ہے کہ بیٹھ کر کھائے پیے اور اگر کبھی اظہار تواضع کے لئے یا ویسے ہی کھڑے ہو کر بھی کھا پی لیوے تو جائز ہے بلکہ اظہار تواضع کے لئے کبھی ایسا کرنا یہ بھی مستحب ہے۔

باب ماجاء ای الشراب کان احب الٰی رسول اللہ

قولہ الحلو البارد۔ قلت الحلو مایقابل الأجاج فافهم زادہ الجامع عفی عنہ.

ابواب البر والصلة عن رسول اللہ ﷺ باب ما جاء فی بر الوالدین

قولہ حدثنا بندار الخ: اس حدیث سے بعض علماء نے یہ استنباط کیا ہے کہ ماں کا درجہ باپ سے زیادہ ہے کیونکہ آپ نے ماں کے ساتھ سلوک کرنے کا تین بار امر فرمایا ہے اور بعض یہ فرماتے ہیں کہ دونوں کا حق مساوی ہے لیکن لوگ ماں کا حق ادا کرنے میں تساہل کرتے ہیں بلکہ بعض تو بے چاری کو ایذا دیتے ہیں اس لئے آپ نے تاکیداً تین بار ارشاد فرمایا کہ ماں کے ساتھ بھلائی کرو۔

فائدہ: بعض احادیث میں ماں کا حق باپ کے حق سے دو چند تصریحاً وارد ہوا ہے اخرجہ ابن منیع ولا احضر الآن لفظہ وحررتہ فی حاشیۃ الاربعین فانظر ثمہ ولکن لم اطلع علی رجالہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم ہل ہو قابل للاحتجاج بہ ام لا فانی لم اطلع علی سندہ مفصلاً۔ اور بعض احادیث میں محض زیادت وارد ہوئی ہے یعنی والدہ کا حق والد سے زیادہ ہے یہ تفصیل نہیں وارد ہوئی کہ کس قدر زیادہ ہے فقد اخرج الحاکم فی المستدرک مرفوعاً وسندہ صحیح کما قال العلامۃ السیوطی فی الجامع الصغیر ولفظہ اعظم الناس حقاً علی المرأۃ زوجہا واعظم الناس حقاً علی الرجل امہ۔

باب الفضل فی رضاء الوالدین

قولہ عن ابی الدرداء الخ: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصود یہ ہے کہ تم اس صورت میں بیوی کو طلاق دے دو اور حدیث مرفوع کو استدلالاً پیش کر رہے ہیں لیکن اس حدیث سے یہ مقصود ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ ظاہر ہے۔

اور اصل مسئلہ ضمیمہ بہشتی گوہر میں حضرت مولانا صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے خوب توضیح کے ساتھ لکھا ہے جس کا یہ حاصل ہے کہ والدین کو ایذا دینا جائز نہیں اور ان کا ہر حکم ماننا لازم نہیں پس اگر عورت کوئی ایسا کام کرے جس سے ساس یا خسر کو معتد بہ تکلیف ہو اور اپنے اس فعل سے باز نہ آئے تو زوج پر در صورت امر والدین اس کو طلاق دینا واجب ہے ورنہ نہیں۔

فافهم فان لكل متعلق حقا وايضًا قد ورد مرفوعا بسندٍ صحيح كما في الجامع الصغير ابغض الحلال الى الله الطلاق زاده الجامع عفى عنه

باب ماجاء في عقوق الوالدين

قوله وجلس وكان متكئا يعني وكان متكئًا من قبل ثم جلس وهذا الجلوس كان ليلبين ماذكر بالاهتمام كمايفعل مثل هذا في مثل هذا هذا هو حاصل معناه وفي العبارة قلب كان اصله "وكان متكئًا وجلس"

والواوالثانية بمعني ثم اوليس في العبارة قلب بل جملة " وكان متكئًا" حال من فاعلِ جلس وزمان الحال وذيه متحد مجازًا فافهم وقوله قال وشهادة الزور ففاعل قال هو النبي صلى الله عليه وسلم وقوله حتٰى قلنا ليته سكت فهذا التمني اما باقتضاء الطبع دون الاختيار اولخوف غلب عليهم بتكرار ذلك الامر الدال على عظم شانه حتي يحبوا ان يسكت والاولى اظهر والثاني انسب بشانهم فافهم كانوا محبي رسول الله صلى الله عليه وسلم والمحب لايحب ان يسكت محبوبه بل يتفكر في امور تبعث المحبوب على الكلام كما فعل موسٰى صلى الله عليه وسلم حيث قال في جواب قوله تعالٰى " وما تلك بيمينك ياموسٰى قال هي عصاى اتوكوا عليها واهش بها علي غنمي ولي فيها مارب اخرى." ولم يكتف علٰى بيان ذات العصامع ان الجواب قد حصل بها بل شرع في بيان منافعه ليحصل به الانس والمكالمة به تعالٰى سبحان الله تعالٰى ما اعظم شانه قد صدق من قال " العشق نار في القلوب يحرق ماسوى المحبوب" رزقنا الله تعالٰى وايامكم حبه وحب رسول امين زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في قطيعة الرحم

قوله فقال خير هم واوصلهم ماعلمت ابو محمد قلت معناه جئت وانت خيرهم واوصلهم ما علمت فيمن وصل الرحم حتي حملك عليه وابومحمد[1] بدل من ضمير علمت وهذا يدل علٰى انهما كانت بينهما قرابة زاده الجامع عفي عنه.

---

[1] فيه نظر لان الظاهر انه خير مبتدأ وهو خيرهم فمعناه خيرهم واوصلهم في علمي ابو محمد ۱۲ عبدالقادر عفی عنہ

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء في البخل

قوله صلى الله عليه و آله وسلم خصلتان لاتجتمعان الخ اى فى الاكثر

فائده: قلت يريد به فى اكثر الاوقات والمراد من "مؤمن" هو المؤمن الكامل العادل والا لايصح الحكم زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء في ظن السوء

قوله واما الظن الذى ليس باثم فالذى يظن ولايتكلم به قلت معناه يتوسوس ويتخيل به ولايعزم به لان العزم معتبر ويترتب عليه الثواب والعقاب وهو من معاصى القلب زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء فى المزاح

قوله انک تداعبنا قال انى لااقول الاحقًا.

لوگوں نے کہا ہے کہ ان کو شبہ اس وجہ سے ہوا کہ مزاح میں تھوڑا یا بہت کذب بھی ہوتا ہے پس عرض کیا جو کچھ عرض کیا لیکن میرے نزدیک شبہ کی یہ وجہ نہیں ہے اسلئے کہ مزاح کے لئے کذب کی آمیزش لازم نہیں ہے اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اکثر کذب ہوتا ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ مداعبۃ شان نبوت اور متانت کے خلاف معلوم ہوتی ہے نبی کو چاہئے کہ وقار کے ساتھ رہے۔

پس اس لئے سوال کیا گیا اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مداعبت ہزلیات میں سے نہیں ہے بلکہ امور مفیدہ میں سے ہے لہٰذا مذموم نہیں اور حقا بمعنیٰ "مفیدا" کے ہے یعنی میں جو مزاح کرتا ہوں تو اس میں تمہارا نفع ہوتا ہے اور واضح ہو کہ وہ نفع یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کے مظہر اتم ہیں سو کسی وقت شان جلال کا جلوہ ہوتا تھا اور کسی وقت شانِ جمال کا۔

پہلی صورت میں لوگوں کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ کچھ بول سکیں اس لئے دوسری صورت کی حاجت تھی۔ اور وہ متحقق ہوتی تھی تا کہ لوگ آپ سے دل کھلے رہیں اور بے تکلف ہو کر مسائل دریافت کرسکیں اس لئے آپ دل کھول کے ان سے بے تکلف ہوجاتے تھے اور مزاح فرماتے تھے فافہم۔

باب ماجاء في المراء

قوله صلى الله عليه وآله وسلم لاتمارا خاک ولاتمارخه الخ

قلت قال، الجزرى اسنادهٗ جيدٌ كما فى المرقاة

باب ماجاء فى المداراة

قوله عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها الخ: حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ سوال اس نظر سے نہیں کیا تھا کہ آپ نے غیبت کیوں کی بلکہ یہ دریافت کرنا مطلوب تھا کہ آپ نے ابتداء تو سختی فرمائی اور انتہاء نرمی۔ اور اس کا

besturdubooks.wordpress.com

جواب خود حدیث میں مذکور ہے اور غیبت کا تو یہاں احتمال ہی نہیں اس لئے کہ غیبت کے یہ معنی ہیں کہ کسی کے پس پشت اس کو برا کہا جائے بغیر کسی غرض محمود کے۔ اور اگر کوئی عمدہ مصلحت مدنظر ہو تو وہ غیبت نہیں ہے۔

مثلاً کوئی عورت کسی مولوی صاحب سے مسئلہ دریافت کرے کہ میرا خاوند مجھ کو بقدر کفایت اور مقدار واجب نفقہ نہیں دیتا تو کیا میں اس کی بے اجازت اس کے مال میں سے لے لیا کروں تو یہ جائز ہے اور عورت کو بمقدار واجب لے لینا صورت مسئولہ میں جائز ہوگا۔ اسی طرح یہاں یہ مصلحت تھی۔ کہ لوگوں کو اس شخص کا حال معلوم ہو جائے کہ یہ ایسا شخص ہے اور لوگ اس سے محترز رہیں ورنہ لوگوں کو دھوکا ہوتا کہ اس کو بڑا نیک اور متدین خیال کرتے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدارات اور خاطر داری کی تھی اور عجب نہیں کہ کثرت سے آمد و رفت رکھتا ہو۔ پس اس بناء پر اس سے کوئی معاملہ کرتے اور پھر اس میں ان کو ضرر رہوتا۔ اس وجہ سے آپ نے اس کا راز ظاہر کر دیا۔ اور اس حکمت کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس لئے نہیں دریافت کیا کہ بہت ظاہر تھی۔

باب ماجاء في الاقتصاد في الحب والبغض

قوله صلى الله عليه وآله وسلم هوناً ما: فلفظ مازيد لزيادة مبالغة التنكير في قوله هوناً وكذا في قوله يوما مافاحفظه والحديث عزاه الامام السيوطي الى الترمذي والبيهقي عن ابي هريرة مرفوعا والطبراني عن ابن عمرو عن ابن عمرٍ ومرفوعًا والدارقطني في الافراد وابن عدي والبيهقي عن علي مرفوعًا والبخاري في الادب والبيهقي عن علي موقوفاً ثم رمز لتحسينه زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في كثرة الغضب

قوله عن ابي هريرة الخ: اس سائل میں غصہ زیادہ تھا جیسا کہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے پس آپ نے اس کا معالجہ فرمایا (کہ بار بار اس کے مکرر سہ کرر سوال کے جواب میں لاتغضب ہی ارشاد فرماتے رہے۔ ط)

باب ماجاء في تعظيم المؤمن

قوله ونظر ابن عمر يوماً الخ: مومن کا رتبہ خانہ کعبہ مکرمہ سے اس لئے افضل ہے کہ ہر مخلوق اپنے خالق کا محل تجلی ہے کسی میں ایک تجلی ظاہر ہوتی ہے اور کسی میں دو اور کسی میں اور زیادہ لیکن انسان تمام تجلیات ربانیہ کا مظہر ہے۔ اس لئے وہ افضل ہے اور کعبہ مکرمہ میں ایک دو تجلی کا ظہور ہے۔

ابواب الطب عن رسول الله ﷺ باب ماجاء في الحمية

قوله صلى الله عليه وآله وسلم مه مه: قلت وكان ذالك مضر اله في تلك الحال واما قوله فانه اوفق فمعناه اوفق بنفسه لاباعتبار مانهي عنه فاسم التفضيل ليس على معناه

besturdubooks.wordpress.com

بل هو للمبالغة باعتبار نفسه زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی کراهية الكی

قوله عن عمران الخ: یہاں پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب حضرات عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہی عن الکی معلوم تھی تو انہوں نے پھر کیوں اس کے خلاف کیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نہی کراہت تنزیہی پر محمول ہے انہوں نے یہ سمجھا کہ جائز تو ہے ہی اس لئے عمل میں لے آئے اور فما افلحنا و لا انجحنا کے معنی لوگوں نے یہ بیان کئے ہیں کہ داغ لگانے سے بھی مرض کو شفاء نہ ہوئی لیکن میرے نزدیک اسکے یہ معنی ہیں کہ یہ بڑے صاحب کشف تھے اور ملائکہ ان کو سلام کیا کرتے تھے داغ لگانے سے وہ سلام موقوف ہوگیا (وقد کتبت القصة بتمامہا مسندة فی ہدیۃ الاحباب فی کرامات الاصحاب فانظر ثمہ) اس کو عدم افلاح اور عدم انجاح سے تعبیر کیا ہے اور توبہ وغیرہ کرنے سے اور داغ چھوڑ دینے سے پھر بدستور ملائکہ کا سلام ان پر ہونے لگا تھا۔

باب ماجاء فی اخذ الاجر علی التعویذ

قوله ورخص الشافعی الخ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اُجرت رقیہ پر اُجرت تعلیم کو قیاس کیا ہے لیکن یہ قیاس مع الفارق ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ رقیہ میں تو دنیاوی نفع پہنچانا مقصود ہوتا ہے اور تعلیم میں دینی نفع منظور ہوتا ہے اور دین کو دنیا کے عوض فروخت کرنا ناجائز ہے اور ایک اور حدیث ہے جس میں مصرح ہے کہ کلام اللہ پر اُجرت لیا کرو اخرجہ احمد وابوداود.....اب یا تو یہ کہا جائے کہ یہ مسئلہ منصوص علیہا ہے یا غیر منصوص علیہا۔ دوسری صورت میں قیاس کی حاجت ہے جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے رقیہ پر تعلیم کو قیاس کیا ہے اور امام صاحب کے نزدیک تعلیم قرآن پر اُجرت لینا جائز نہیں ہے اور دلیل امام صاحب کی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1] کی حدیث ہے جس کو ابوداؤد وابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

اور مضمون اس کا یہ ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ[2] نے ایک شخص کو قرآن مجید پڑھایا تھا اور وہ ان کو کمان دینا چاہتا تھا۔ انہوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا آپ نے ارشاد فرمایا اگر جہنم کی کمان لینا مقصود ہو تو اس کو لے لو۔ سو امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر جائز ہوتا تو آپ کیوں منع فرماتے اب ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہوا تو یوں تطبیق کی گئی کہ یہ حدیث تو جوازِ اجرت رقیہ کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ حدیث[3] یعنی (حدیث عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ ط) حدیث حرمت اجرت تعلیم قرآن پر محمول ہے اور اس باب میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب قوی معلوم ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

نیز اس زمانے میں تو امام صاحب کے مذہب کے موافق سارے علماء جو نوکری تعلیم کی کرتے ہیں[4]۔ حرام خور ثابت ہوتے ہیں۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سب حلال خور[5] ہیں سو اگر یہ کہا جائے کہ اس مسئلہ میں ہم امام شافعی کی تقلید

---

[1] غالباً صحیح "عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ" ہے (مشکوٰۃ ص ۲۵۸ ج ۱) ۱۲ محمد طاہر عفی عنہ۔ [2] بلکہ عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
[3] یعنی حدیث عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ [4] لیکن متاخرین احناف نے بناء برضرورت جواز کا فتویٰ دیا ہے اس لئے اب حنفی مسلک کے مطابق تنخواہ لینا جائز ہے۔ خود حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاویٰ میں جائز قرار دیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اگر نیت خدمت دین کی ہو تو ثواب بھی پورا ملے گا۔ دیکھئے امداد الفتاویٰ ص ۳۳۰ جلد سوم۔ (عبد القادر عفی عنہ) [5] یعنی حلال مال کھانے والے نہ کہ بھنگی۔ ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

کرلیں یہ تو مناسب نہیں معلوم ہوتا اور نہ غیر مقلدین میں اور ہم میں کیا فرق رہے گا۔ جس مسئلہ میں جس کی چاہی تقلید کرلی۔ یہ تو بالکل نامناسب ہے، وہ لوگ بھی ایسا ہی کرتے ہیں لوگوں نے حنفیہ کے مذہب کے موافق اس مسئلہ کی بہت تاویلیں کی ہیں لیکن کوئی چسپاں[1] نہیں معلوم ہوتی۔ پس بعض نے تو یہ کہا ہے کہ ہم جو اُجرت لیتے ہیں تو بعوض تعلیم اجرت نہیں لیتے بلکہ حبس وقت کی اُجرت لیتے ہیں لیکن یہ تاویل صحیح نہیں اس لئے کہ جو لوگ اُجرت دیتے ہیں وہ حبس کی اُجرت نہیں دیتے چنانچہ اگر مولوی صاحب خالی بیٹھے رہیں اور سبق نہ پڑھاویں تو کوئی بھی تنخواہ نہ دے حالانکہ حبس موجود ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ ہم معقولات کے عوض اجرت لیتے ہیں سو یہ بھی غلط ہے اس لئے کہ اگر یہ لوگ منقولات پڑھانا چھوڑ دیں تو ان کو دمڑی بھی نہ ملے۔ اور میرے نزدیک یہ صورت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ اگر پڑھانے سے پہلے اجرت مقرر کرلے اور ٹھیرالے تو مضائقہ نہیں کہ یہاں دین ہی مقصود نہیں اور بعد فراغت از تعلیم اگر کوئی کچھ دے دے اور وہاں پر کوئی قرینہ ایسا ہو جس سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ بطریق اجرت دیتا ہے تو اس کو قبول نہ کرے اس لئے کہ اس نے دین کے لئے اور ثواب کے لئے یہ کام کیا تھا اب اس کو فروخت کر ڈالا۔ اور حضرت ابوقتادہ کو کوئی قرین ایسا ہی معلوم ہوا ہوگا جب تو انہوں نے دریافت کیا ورنہ محض ہدیہ ہونے کی حیثیت سے ان کو دریافت کرنے کی کیا حاجت تھی پھر اگر محض ہدیہ ہونا معلوم ہو جائے تو اس کا قبول کرلینا مضائقہ نہیں ہے۔

زمانہ سلطنت اسلامیہ میں مفتی اور قاضی کا نفقہ بیت المال سے دیا جاتا تھا اس لئے کہ جب انہوں نے اپنے کو لوگوں کے کام میں مشغول کر دیا تو ان کے اخراجات کا بندوبست کہاں سے ہو اس لئے جن کا کام کیا ان ہی کے ذمے نفقہ بھی واجب کیا گیا اور اس کا خزانہ بیت المال ہے جو ماتحت سلطان ہے پس جو کچھ ان کو دیا جاتا ہے وہ خیر خیرات نہیں ہے بلکہ ان کا حق واجب ہے اور اب بھی جو علماء پڑھاتے ہیں ان کو جو کچھ دیا جاتا ہے وہ ان کا حق ہے کسی کا ان پر احسان نہیں ہے اور نہ وہ خیر خیرات ہے۔

اور قرآن مجید سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ محصور فی سبیل اللہ تعالیٰ ہیں ان کا نفقہ لوگوں کے ذمے واجب ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ۔

للفقراءِ الذين احصروا في سبيل الله لايستطيعون ضربا في الارض يحسبهم الجاهل اغنياء من التعفف الخ.

اور میرے نزدیک لفظ فی سبیل اللہ عام ہے غازی اور عالم معلم کے لئے اور اسی طرح اور جو شخص دینی کام میں مشغول ہو۔ اور علماء نے اختلاف کیا ہے کہ مالدار قاضی یا مفتی اپنا نفقہ بیت المال سے لے یا نہیں۔ بعض نے تو کہا کہ نہ لے (حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے قاضی تھے اور نفقہ بیت المال سے نہیں لیتے تھے اور تجارت سے بسر اوقات فرماتے تھے قالہ العلامۃ الذہبی فی تذکرۃ الحفاظ ۱۲ جامع)

اور بعض نے کہا ہے کہ لے لینا چاہئے اس لئے کہ وہ اگر نہ لے گا تو یہ مد موقوف ہو جائے گی اور پھر کوئی حاجت مند مفتی یا قاضی اس کا قائم مقام ہوگا تو اس کو وقت پیش آئے گی اور دوبارہ اس مد کا اجراء اس کے لئے دشوار ہے (یہ احتمال اس صورت

---

[1] اس کی صحیح تاویل آگے آرہی ہے حضرت صاحب تقریر کے قول زمانہ سلطنت اسلامیہ سے لے کر اور جو شخص دینی کام میں مشغول ہو۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

میں ہے کہ جب سلطان اور ارکین متدین اور عادل نہ ہوں ۱۲ جامع) بلکہ عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ اط)

اور نفقہ قاضی کو لینا کچھ مذموم نہیں اور دین کے کسی طرح خلاف نہیں ہے چنانچہ کلام اللہ میں ہے۔

انما الصدقات للفقراء والمسکین والعاملین علیہا۔ الخ.

عاملین سے مراد عام ہے خواہ وہ مفلس ہو یا امیر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار خدمت نبویہ میں صدقات وصول کر کے لائے آپ نے اس میں سے کچھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرحمت فرمایا انہوں نے اجرت اور خلاف دین سمجھ کر انکار کیا۔ حضرت نبوت نے ارشاد فرمایا کہ جب بغیر طلب کے کچھ ملا کرے تو لے لیا کرو منع نہ کیا کرو (پھر چاہے صدقہ کر دیا کرو ۱۲ اط) کما اخرجہ ابوداؤد (ایسی صورت میں یہ اجرت عمل بھی نہ ہوگا اور نفقہ کفایت کے متعلق بھی یہ رقم نہ ہوگی جس میں ضرورت ملحوظ ہوتی ہے بلکہ یہ انعام ہے جو امام وقت مناسب سمجھ کر دیتا ہے امیر وغریب دونوں کو بلا تکلف لے لینا چاہئے اور اسکا ترک قربت نہیں ہے ۱۲ جامع)

اور مولانا محمد یعقوب صاحب علیہ الرحمۃ والغفر ان فرماتے تھے کہ اگر ایک مسئلہ بتلانے پر مثلاً اجرت لے تو جائز نہیں اور اگر مثلاً ماہانہ درس وغیرہ پر اجرت مقرر کر لے تو جائز ہے۔

باب ماجاء فی تبرید الحمی بالماء

قولہٗ صلی اللہ علیہ وسلم الحمی فورٌ الخ.

یہ علاج اس بخار کے لئے ہے جو کہ گرمی سے ہو اور جو بخار سردی سے ہو اس کا علاج اس طریق سے اس شخص کے ساتھ مقید ہے جس کا عقیدہ نہایت پختہ ہو کہ اگر صحت نہ بھی ہو تب بھی اس کے عقیدے میں کچھ خرابی نہ پیدا ہو اور پختگی عقیدے سے حق تعالیٰ شفا دے ہی دیتے ہیں عقیدے کا انجاح حوائج میں بڑا دخل ہے۔

باب ماجاء فی دواء ذات الجنب

قولہ عن خالد الحذاء الخ: قسط ایک گھاس[1] ہوتی ہے جس کا رنگ زرد اور تاثیر گرم ہے اور ذات الجنب کے لئے یہ دوا بہت مفید ہے...... بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ ذات الجنب گرمی سے پیدا ہوتا ہے اس کا علاج تو کسی سرد دوا سے ہونا چاہئے کیونکہ علاج بالضد ہوا کرتا ہے لیکن یہ ان کی حماقت ہے اس لئے کہ علاج بالضد قاعدہ کلیہ نہیں ہے بہت بار علاج بالمثل کیا جاتا ہے اور ہزاروں مریض علاج بالمثل سے اچھے ہو جاتے ہیں پس یہ علاج بھی بالمثل ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ ذات الجنب کی دو قسمیں ہیں کبھی تو ہوتا ہے مادے کی وجہ سے اور کبھی ہوتا ہے ریح کی وجہ سے جو سردی سے پیدا ہو جاتی ہے سو یہ علاج ذات الجنب ریحی کا ہے کہ اس کا لیپ اس حالت میں بہت مفید ہے اور جو ذات الجنب مادے کی وجہ سے ہو اس کا علاج اور ہے۔

بلغیب: قولہ عن اسماء بنت عمیس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سالھا بما تستمشین قالت بالشبرم قال حار جاء فی النہایہ اتباع الحاد ومنھم من یرویہ بار وسو اتباع ایضا اھ قلت

---

[1] قاموس میں لکھا ہے کہ ایک لکڑی ہے دوا بالضم عود ہندی وعربی مدرۃ نفخ ۱۲ عبدالحق در مخفی عنہ۔

besturdubooks.wordpress.com

فهو مؤكد لمعنى الحار ولا معنى له غيرها كقولهم اجمع ابتع زاده الجامع عفى عنه۔

باب ماجاء في العسل

قوله عن ابی سعید الخ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس کی شفا شہد ہی میں ہے اسی وجہ سے آپ نے بار بار اس مریض کے لئے یہی ارشاد فرمایا کہ شہد کا استعمال کرایا جائے۔

بعض لوگوں نے یہاں بھی اعتراض کیا ہے کہ شہد گرم تھا اس مرض کے لئے مناسب نہ تھا آپ کو چاہئے تھا کہ کوئی سرد دوا ارشاد فرماتے لیکن یہ لغو اعتراض ہے کیونکہ شہد کے بار بار حکم فرمانے کا سبب یہ ہے کہ آپ نے مرض کی علت کو معلوم کر لیا پس معلوم ہوا کہ معدے میں ضعف ہے اور سبب اس ضعف کا مادہ فاسدہ ہے پس آپ نے اسی کا علاج فرمایا کہ شہد سے اچھی طرح دست آجائیں گے اور معدہ صاف ہو جائے گا اور درد بھی جاتا رہے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

باب: قوله صلى الله عليه وسلم اذا دخلتم على المريض فنفسوا له في اجله. الخ.

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان کا دل خوش کرنا چاہئے۔

ابواب الفرائض عن رسول الله ﷺ باب ماجاء في من ترك مالاً فلورثته

قوله صلى الله عليه وسلم من ترك مالاً الخ.

مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ جو شخص مال چھوڑے تو وہ اس کے وارثوں کو دیا جائے اور جو بچے چھوڑ جائے اور ان کی پرورش کے لئے مال وغیرہ کچھ نہ ہو یا اس پر دین ہو اور اداء کا سامان نہ ہو وہ ہمارے ذمے ہے ہم بیت المال سے ان کی خدمت کریں گے اور یہ ارشاد اس وقت فرمایا تھا جبکہ ملک فتح ہونے لگے تھے کما اخرجہ البخاری ومسلم۔ مشکوٰۃ ص ۲۵۲

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ اس زمانے میں مدیون کے جنازے کی نماز بھی پڑھتے تھے کیونکہ جب آپ ادائے قرض کے ذمے دار ہو جاتے تھے تو پھر جنازے کی نماز پڑھنے میں کیا عذر ہو سکتا تھا۔

باب ماجاء في ميراث الاخوة من الاب والام

قوله عن علي رضي الله تعالىٰ عنه الخ: حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شبہ ہوا کہ کلام اللہ شریف میں وصیت کا ذکر مقدم ہے اور حالانکہ بحکم حدیث وصیت مؤخر اور ادائے دین مقدم ہے پس ایسا نہ ہو کہ کوئی ظاہری سیاق قرآن مجید پر عمل نہ کرے اس لئے اس شبہ کو دفع فرمایا اور حقیقت سے مطلع کر دیا کہ مسئلہ تو وہی ہے جو حدیث میں ہے اور قرآن مجید میں تقدیم ذکری تقدیم حکمی کے لئے نہیں ہے بلکہ اہتمام کے لئے ہے کہ اہل دین اپنا دین خود مطالبہ کر کے لے لیں گے۔ اور اہل وصیت کا کوئی حق لازم نہیں ہے جو وہ مطالبہ کر کے وصول کر لیں۔ پس چونکہ ایسے حقوق کے ادا کرنے میں لوگ کوتاہی کرتے ہیں اس لئے اہتمام ادائے وصیت کے لئے وصیت کو ذکر میں مقدم کیا گیا۔ اور اسی طرح چونکہ قرآن مجید میں مطلقاً اخوۃ کا ذکر ہے جس سے بظاہر عموم معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ مراد اس سے وہ برادر ہیں جو حقیقی یعنی ایک والدین سے ہوں اور یہ فرد کامل ہے مطلق کا۔ پس حدیث سے یہ شبہ رفع ہو گیا کہ یہاں اطلاق مراد نہیں ہے بلکہ اخوۃ حقیقیہ مراد ہیں کیونکہ ان کی اخوت کامل ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

فائدہ: وقدتكلم بعض اهل العلم في الحارث قلت هو مختلفٌ فيه وليس بضعيف مطلقاً كما يظهر من تهذيب التهذيب زاده الجامع عفي عنه.

باب: قوله عن جابر بن عبدالله قال جاء ني رسول الله صلى الله عليه وسلم يعود في وانا مريض. الخ.

کلالہ اس کو کہتے ہیں کہ جس کے والد اور ولد کوئی نہ ہو اور دیگر ورثہ ہوں اور اس میں تین صورتیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ فقط ہمشیرہ ہی ہو۔ اور دوسری یہ صورت ہے کہ فقط بھائی ہوں اور بہن کوئی نہ ہو۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ بھائی بہن دونوں ہوں پہلی صورت میں سب کو سدس سدس ملے گا۔ اور دوسری صورت میں سب کو برابر ملے گا۔ اور تیسری صورت میں لڑکے کو دوہرا اور بہن کو اکہرا لیکن عینی بھائی سے علاتی بھائی بہن سب ساقط ہو جاتے ہیں[1]۔

باب ماجاء في ميراث الجد

قوله عن عمران بن حصين الخ: آپ نے دو بار کر کے جو جد کو ہر بار سدس سدس مرحمت فرمایا اس میں یہ راز تھا کہ جد ایک سدس کا تو بطور فرض کے مستحق تھا اور دوسرے سدس کا بطریق تعصیب سو اگر آپ یکبارگی دونوں سدس کو امر فرما دیتے تو وہ شخص یہ سمجھتا کہ یہ سب مجھ کو بطریق فرض کے دلایا گیا ہے پس جب دو بار کر کے اس کو یہ حکم بتلایا گیا تو یہ شبہ رفع کر دیا گیا۔ اور تیسری بار اس لئے بلایا تا کہ وہ یہ نہ سمجھے کہ پہلی بار آپ نے بھول کر یہ ارشاد فرمایا تھا کہ سدس تیرا حق ہے۔

فائدہ: اگر کہا جائے کہ دوسری بار ہی آپ نے یہ شبہ کیوں نہ رفع فرما دیا جو تیسری بار بلانے کی حاجت ہوئی تو جواب یہ ہے کہ ممکن ہے اس وقت قلب مبارک میں اس کا خیال نہ ہوا ہو اور پھر خیال آیا ہو...... نیز ہر امر کو جداگانہ بیان کرنا خاص اہتمام کے لئے بھی ہو سکتا ہے تا کہ قلب میں اچھی طرح جاگزیں ہو۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ميراث الجدة

قوله عن قبيصة الخ: جدہ کا لفظ عام ہے خواہ نانی ہو یا دادی اور ان کا حصہ سدس ہے اگر ایک عدد ہو تو کل اسی کو مل جائے گا۔ اور اگر کئی ہوں تو باہم تقسیم کر دیا جائے اور یہ تعدد بھی عام ہے خواہ کئی دادیاں ہوں یا نانیاں یا دونوں جنس سے ہوں۔

فائدہ: قلت يخدش العموم بان اللفظ ليس بمروى من كلام الشارع على سبيل القاعدة حيث يحمل عليه بل هو واقعة حال فلت فافهم. جامع عفي عنه.

---

[1] وضاحت یہ ہے کہ اس میں دو صورتیں ہیں اول یہ کہ بھائی اور بہن حقیقی یا علاتی یعنی باپ شریک ہوں دوسری صورت یہ ہے کہ خیفی یعنی ماں شریک بھائی بہن ہوں اگر اول صورت ہو تو ایک بہن کو نصف (۱/۲) ملے گا اور ایک زیادہ بہنیں ہوں تو ثلثان (۲/۳) کو آپس میں برابر تقسیم کریں گی۔ اور اگر بھائی ہوں خواہ ایک ہو یا زیادہ وہ عصبہ ہوں گے یعنی ذوی الفروض سے بچا ہوا سارا مال لیں گے۔ متعدد ہونے کی صورت میں آپس میں برابر حصہ لیں گے اور اگر بھائی بہن ملے جلے ہوں تو بھائی کو ضعف اور بہن کو نصف ملے گا یعنی للذکر مثل حظ الانثیین حقیقی بھائیوں کے ہوتے ہوئے علاتی ساقط ہوں گے۔ اگر دوسری صورت ہو یعنی خیفی ہوں تو اگر ایک بہن یا بھائی ہے تو اس کو سدس (۱/۶) ملے گا اور اگر ایک سے زائد ہوں خواہ بھائی ہو یا بہنیں ہوں یا ملے جلے ہوں تو وہ ثلث (۱/۳) کو آپس میں برابر تقسیم کریں گے۔ خیفی بھائی بھی عصبہ نہیں ہوتے (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی میراث الجدة مع ابنها

قوله عن عبداللہ بن مسعود الخ: اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور اختلاف کا منشاء یہ ہے کہ اگر وہ نانی تھی تو ماموں حاجب نہیں ہو سکتا اور اگر دادی تھی تو باپ حاجب ہوتا ہے۔ پس جنہوں نے دادی سمجھا محروم کر دیا اور جنہوں نے نانی سمجھا مستحق کیا وفی الحاشیة المختصرة بالعربیة قوله قال فی الجدة مع ابنها الخ اجابت الحنفیة بان السدس لم یکن فرضًا لها کما یدل علیه لفظ الطعمة وظاهر ان الجدة الیست بعصبته فعلم ان هذا کان تبرعا محضًا برضاء الوارث الشرعی وهو الاب اه

باب ماجاء فی میراث الخال

قوله صلی اللہ علیه وآله وسلم اللہ ورسوله مولی لامولیٰ له والخال وارث من لاوارث لهٗ.

ایسی عبارت کے دو معنی ہوا کرتے ہیں کبھی تو نفی اور کبھی اثبات جیسا کہ حدیث مرفوع۔ (رواہ الامام احمد فی مسندہ بسند صحیح کمافی المقاصد ۱۲ جامع) میں ہے الدنیا دار من لادار له یعنی دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو۔

مطلب یہ ہے کہ دنیا کسی کا بھی گھر نہیں تو ایسی جگہ معنی نفی کے مراد ہوتے ہیں۔ اور **قوله صلی اللہ علیه وسلم اللہ ورسوله مولٰه من لا مولی له** میں معنی اثبات کے مراد ہیں یعنی اللہ اور رسول اس شخص کے معین ہیں جس کا کوئی معین نہ ہو (اس میں تسلی ہے اہلِ عجز کی جن کا کوئی مددگار نہ ہو کہ وہ پریشان نہ ہو۔ اور حق تعالیٰ کو اپنا معین سمجھیں۔ یہ غرض نہیں ہے کہ جن کے ظاہری معین ہوں ان کی اعانت خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوگی بلکہ ہر وہ شخص جو اہل ہے اعانت کا اس نعمت سے سرفراز ہوگا ۱۲ جامع) اور اس معنی اثبات کے قرینہ سے دوسرے جملے والخال الخ کے بھی یہی معنی ہیں خوب سمجھ لو۔

باب: قوله عن ابن عباس الخ

قاعدے کے موافق میراث جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لینی چاہئے تھی کیونکہ آپ آقا تھے اور وارث نہ ہونے کی صورت میں غلام کی میراث آقا کو پہنچتی ہے لیکن چونکہ انبیاء علیہم السلام نہ خود کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ان کا کوئی وارث ہوتا ہے کما اخرجه، مرفوعاً فی شمائل الترمذی وغیرہ۔

اس لئے آپ نے یہ مال نہیں لیا اور گویا بیت المال میں داخل کر کے مستحقین کو تقسیم کر دیا۔

باب ماجاء فی ابطال المیراث بین المسلم والکافر

قوله صلی اللہ علیه وسلم لایرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم.

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتد کے باب میں یہ مذہب ہے کہ اس کی میراث اس کے ورثہ مسلمین میں نہ تقسیم کی جائے گی۔ اور وہ سب مال بیت المال میں جمع کیا جائے گا اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

اور امام صاحب کے نزدیک جو مال اس نے حالت اسلام میں کمایا ہے وہ اس کے ورثہ مسلمین میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ ارتداد حکماً موت ہے اور ظاہر ہے کہ مسلم کی موت کے بعد اس کے مسلمان ورثہ ترکہ کے مستحق ہوتے ہیں پس اسی طرح اس مرتد کے ارتداد کے بعد بھی اس کا ترکہ اہل اسلام ورثہ میں تقسیم ہو جائے گا اور جو اس نے حالت ارتداد میں کمایا ہے وہ تمام مال بیت المال میں داخل کیا جائے گا۔

قولہ عن جابر الخ: اہلِ ملتین سے مراد یہاں پر مسلمان اور کافر ہیں۔ اور اگر یہود و نصاریٰ قاضی اسلام کے پاس مقدمہ لے کر آویں تو ان کو باہم میراث دلوائی جائے گی کیونکہ اہل اسلام کے سوا جتنے فرقے کافروں کے ہیں وہ سب متحد اور ملت واحدہ شرعاً شمار کیے جاتے ہیں کہ کفر تمام کفار میں ایک امر مشترک ہے اور روافض وغیرہ جو فرقے ہیں وہ سب اسلام میں داخل ہیں جب تک کہ ان کے عقائد کفر تک نہ پہنچیں اور ان سے نکاح وغیرہ بھی جائز ہے اور فتویٰ میں تو چونکہ ہر شخص خود مختار ہے جو چاہے لکھ دے مگر اس باب میں بہت بڑی احتیاط کرنی چاہئے کہ تکفیر کے لئے نہایت قوی دلیل کی ضرورت ہے اور جاننا چاہئے کہ کفر کی دو قسمیں ہیں ایک تو کفر لزوماً ہوتا ہے اور ایک التزاماً مثلاً کوئی شخص عمل کفار کے کرتا ہے اور جب اس سے دریافت کیا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں تو اس صورت میں کفر لزوماً ہے یہ شخص کافر نہیں اور اگر مثلاً کسی سے دریافت کیا جائے کہ تم مسلمان ہو یا ہندو اور وہ کہے کہ میں ہندو ہوں تو یہ کفر التزامی ہے کہ وہ اپنے کافر ہونے کا التزام کرتا ہے۔ سو یہ شخص واقعی کافر ہے کیونکہ ملتزم کفر ہے اگرچہ وہ عمل مسلمانوں کے کرے۔

اسی طرح جو حدیث میں ہے **من ترک الصلوٰۃ متعمدًا فقد کفر**۔ اخرجہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ تارک صلوٰۃ نے عمل کفار کا جیسا کیا اور کفر کا اطلاق یہاں پر تہدید کے لئے ہے (اور اس میں نماز کا مہتم بالشان ہونا بتلانا ہے ۱۲ جامع) یہ تقریر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب قدس سرہ کی ہے اور آیت

وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون: اس کی تفسیر میں مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے کہ ایمان و کفر جمع ہو سکتا ہے اور یہ مطلب یہ ہے کہ ایمان تو ہے باعتبار علم کے یعنی تصدیق قلبی تو ان میں موجود ہے لیکن عمل کافروں کا سا کرتے ہیں اور اسی طرح ایمان علمی اور شرک عملی جمع ہو سکتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ خارجی وغیرہ سب مسلمان ہیں ان کے جنازے کی نماز بھی پڑھی جائے گی اور مثل مسلمانوں کے ان کی میراث بھی تقسیم کی جائے گی اور ان کو بھی مسلمان ورثہ سے میراث دی جائے گی۔ بعض لوگوں نے بڑا غضب کیا ہے کہ یوں لکھ دیا ہے کہ یہ لوگ کافر ہیں اور ان میں مسلمانوں کی میراث کے احکام جاری نہ ہوں گے۔ یہ بڑا تشدد ہے تکفیر میں بڑی احتیاط چاہئے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص ہمارا ذبیحہ کھائے اور ہم جیسی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف نماز میں منہ کرے وہ مسلمان ہے جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے (بخاری)

باب ماجاء في ميراث المرأة من دية زوجها

قولہ عن سعید الخ: پہلے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ تھا کہ عورت کو مرد کی دیت سے حصہ نہ دیا جائے اور وہ

besturdubooks.wordpress.com

اپنے ذہن میں اس کی ایک دقیق وجہ سمجھے ہوئے تھے اور وہ یہ کہ عورت جو مرد کے مال کی وارث ہوتی ہے تو اس مال کی وارث ہوتی ہے جو اس مرد کا زمانۂ حیات میں مملوک تھا نہ کہ اس مال کی جو کہ بعد ممات حاصل ہوا کیونکہ اس صورت میں وہ عورت بوجۂ وفات زوج نکاح سے نکل جائے گی پس استحقاق میراث باطل ہو جائے گا پھر جب ان کو حدیث پہنچ گئی تو اپنی رائے سے رجوع فرمایا اور حدیث میں جو میراث کا دلوانا مذکور ہے اس کی وجہ ادق ہے اور وہ یہ کہ دیت جب حاصل کی جاتی ہے تو اس وقت وہ شخص جس کی دیت ہے حکماً زندہ تصور کر لیا جاتا ہے اور علاقۂ نکاح ہنوز باقی ہے کہ وہ عدت وفات ہے پس وہ عورت مستحق میراث ہے۔

باب ماجاء في ان الميراث للورثة والعقل للعصبة

قوله عن ابي هريرة الخ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت میں ایک غرہ اس لئے ارشاد فرمایا کہ اگر آپ جنین کو زندہ فرض کرتے تو اس صورت میں سو اونٹ لازم ہوتے اور وہ لوگ جن پر یہ دیت لازم کی گئی تھی وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ ہم پر زندہ کی دیت لازم کی جاتی ہے حالانکہ وہ حکماً مردہ تھا اور اگر اس کو مردہ تصور کرتے تو کچھ دیت واجب نہ ہوتی اور عورت کہہ سکتی تھی کہ وہ حکماً زندہ تھا اس لئے آپ نے دونوں جانب کا خیال اور رعایت فرما کے ایک غرہ تجویز فرمایا اور عورت جب مر گئی تو آپ نے اس کی میراث اس کے ورثہ کے لئے تجویز فرمائی اور اس کی دیت عصبہ کے ذمے لازم فرمائی اور عصبات کے ذمے دیت لازم کرنے میں بہت بڑی حکمت ہے اور وہ یہ ہے کہ جو کوئی شخص ایسا کام کرتا ہے تو اپنے اعزہ واہل خاندان کے بھروسے پر اور ان کے اعتماد پر ایسی حرکت کر گزرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ لوگ ہماری مدد کریں گے پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قانون مقرر فرمایا کہ عصبات کے ذمہ دیت واجب کر دی تا کہ وہ لوگ دیت کے خوف سے اپنے اہل قرابت کی نگرانی رکھیں کہ ایسے امور کا تحقق نہ ہونے پائے سبحان اللہ کیا زبردست انتظام ہے۔

باب ماجاء في الرجل يسلم على يدي الرجل

قوله عن تميم الداري الخ: جس کے ہاتھ پر کوئی شخص مسلمان ہو تو چونکہ مسلمان کرنے والے نے اس کو کفر سے نکالا اور اسلام میں داخل کیا تو گویا مردے کو زندہ کیا اس لئے وہ اس کے ساتھ اس کی حمایت وممات میں زیادہ قریب سمجھا گیا اور وہ اس کی میراث بھی لے گا اور اس کی طرف سے دیت بھی ادا کرے گا لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ تو مسلم نے باہم معاہدہ اس مسلمان کرنے والے کے ساتھ کر لیا ہو کہ تم میرے بعد میرا تمام مال لے لینا کیونکہ میرے ورثہ کافر ہیں۔

اب جبکہ اس نے اس کو نفع میں شریک کیا ہے تو وہ اس کے ضرر میں بھی شریک ہوگا اور دیت بھی ادا کرے گا اور اگر باہم معاہدہ نہ ہوا ہو تو اس کا تمام مال بیت المال میں داخل کیا جائے گا اور بیت المال میں داخل کرنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ مصرف ہے حقوق مسلمین کا وہاں سے جس وقت جس قدر ضرورت ہوگی مسلمانوں کے صرف میں لایا جائے گا۔ اور وجہ یہ ہے کہ تمام اہل اسلام بحیثیت اسلامی آپس میں بھائی ہیں چنانچہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

انما المؤمنون اخوة: پس اس وجہ سے اس قسم کے اموال دوسرے مسلمانوں کے خرچ میں بیت المال سے کر دیئے

besturdubooks.wordpress.com

جاتے ہیں۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب ہے کہ باوجود معاہدہ مذکور کے بھی تو مسلم کا مال بیت المال میں ہی داخل کیا جائے گا اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

ان الولاء لمن اعتق: لیکن یہ حکم ہر جگہ نہیں ہے نیز جس کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے یہ بھی تو معتق من النار ہے

قوله عن عمرو بن شعیب الخ: اگر اس بچے کو مرد زانی اپنے گھر میں روک بھی لے اور اس کی پرورش بھی کرے جب بھی نسب ثابت نہ ہوگا کیونکہ نسب ثابت ہوتا ہے باپ سے اور مرد کی جانب سے اور قاعدہ اس امر کا مقتضی ہے کہ نسب عورت کی طرف سے ثابت ہو کیونکہ عورت کے بہت سے اجزاء سے بچے کی ترکیب ہوتی ہے اور مرد کا فقط اس میں ایک ہی جزو ہوتا ہے اور وہ منی ہے جب بچہ ماں کے رحم میں ہوتا ہے تو اول تو وہ منی ہوتا ہے اور ماں کا حیض کا خون بند ہو جاتا ہے اور وہ تمام خون ماں کے رحم میں جاتا ہے اور اس خون کے ذریعہ سے بچے کا نشوونما ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ دنیا میں آ جاتا ہے یعنی پیدا ہو جاتا ہے لیکن شریعت نے اس امر کا لحاظ کیا ہے کہ عورت تو ضعیف غیر مکتسب ہے اور مرد قوی مکتسب ہے پس بچے کی پرورش مرد ہی کر سکتا ہے اس لئے اس کی نسبت باپ کی طرف کر دی اور اس کے سپرد کر دیا تا کہ ضائع نہ ہو۔[1]

اگر کوئی کہے کہ جب محض پرورش ہی مطلوب تھی تو باپ کے علاوہ بچہ کسی اور کے سپرد کر دیا جاتا تو جواب یہ ہے کہ یہ پرورش تو کسی ایسے شخص کے سپرد کرنی چاہئے جس سے کچھ علاقہ ہو کہ عدم علاقے کی حالت میں اس بچے کی پرورش بمقتضاء طبیعت دشوار ہے نیز مناسب بھی نہیں اس لئے کہ اس خدمت کا مستحق تو عقلاً وہی شخص ہونا چاہئے جس کا بچے سے علاقہ ہے اور علاقے کی وجہ ظاہر ہے کہ خود اس کا نطفہ ہے اور بذریعہ عورت کے وہ عورت کے نطفے کے ساتھ ممتزج ہو کر انسان ہو گیا۔ مگر زانی میں چونکہ علاقہ نکاح عورت کے ساتھ قائم نہیں اس لئے یہ تعلق نطفہ غیر معتد بہ سمجھا گیا۔

بعض دشمنان اہل بیت علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام نے کہا ہے کہ نسب تو باپ کی طرف سے ہوتا ہے ماں سے کیا علاقہ اس لئے سیادت حضرت سیدنا امام حسن وسیدنا امام حسین علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام بواسطہ حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا صحیح نہیں۔ اس جہالت کا جواب بھی تقریر مذکور سے ظاہر ہو گیا کہ نسب کا بہت بڑا تعلق ماں سے بھی ہے جس طرح کہ باپ سے بھی ہے فافہم حق الفہم۔

باب من یرث الولاء

قوله صلی اللہ علیه وسلم یرث الولاء من یرث المال.

اس حدیث کی ترمذی نے تضعیف کی ہے اور یہاں تضعیف سے مراد عدم صحت ہے نہ کہ ضعیف اصطلاحی کیونکہ ابن لہیعہ اس تضعیف کا باعث ہے اور ترمذی نے ان کی حدیث کی بعض جگہ اس کتاب میں تحسین کی ہے۔ **ففی باب ماجاء فی الرجل یسلم وعندہ اختتان حدثنا قتیبة نا ابن لهیعه الی ان قال هذا حدیث حسن غریب ج ا ص ۱۴۴ وعد العلامة الممدوح فی تلک الحاشیة مواضع اخری من الترمذی حیث حسن حدیثه ص ۱۰۸.**

اور ترمذی بعض اوقات لیس اسنادہ بالقوی کا اطلاق حدیث حسن پر بھی فرماتے ہیں

---

[1] وقد ذکرت وجوها حکمیة فی الباب فی المناقب الفاطمیہ ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

قال الفاضل الذکی العلامۃ المولوی محمد حسن السنبھلی رحمہ اللہ تعالٰی رحمۃ واسعۃ فی تعلیقہ علٰی مسند الامام الاعظم والترمذی نفسہ حسن حدیث سھل بن عبداللہ القطعی عن ثابت عن انس مرفوعًا فی اخر سورۃ المدثر من التفسیر وقال ھذا حدیث حسن غریب وسھل لیس بالقوی فی الحدیث وقد تفرد سھل بھذا الحدیث عن ثابت فعلم ان ھذا القدر من الضعف لاینافی وصف الحسن فی الحدیث الخ ص ۲۹ اور ابن لھیعہ مت لف فیہ ہیں۔

غرض یہ حدیث تو صحیح ہے اور ارباب صحاح نے مرفوعاً روایت کیا ہے **الولاء لمن اعتق کما قال الزیلعی** لہٰذا تطبیق کی حاجت ہے اور وہ یوں ہو سکتی ہے کہ اصل تو حدیث صحاح کی رکھی جائے کیونکہ وہ قوی ہے اور جس صورت میں معتق بکسر التاء زندہ نہ رہے اور اس کے ورثہ بھی زندہ نہ رہیں تو معتق بفتح التاء کے ورثہ اس مال کے مستحق ہوں۔

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم المرأۃ تحوز ثلثۃ مواریث عتیقھا ولقیطھا وولدھا الذی لاعنت عنہ

اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حصر نہیں فرمایا ہے بلکہ ایک شبہے کو دفع فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ احتمال تھا کہ جس طرح عورت کا دعویٰ نسب بعض صورتوں میں جبکہ وہ ذوات زوج ہو اور دعویٰ پر حجت نہ قائم کر سکے مقبول نہیں ہوتا ہے کیونکہ تحمیل نسب علی الغیر ہے بخلاف مرد کے کہ اس کا دعویٰ نسب بلا حجت مقبول ہے تحمیل نسب علی الغیر نہیں ہے۔ سو اسی طرح ولاء بھی اس کو نہ ملے کیونکہ بحکم **حدیث الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب وقد اخرجہ الامام العلامۃ ابن جریر الطبری فی تھذیب الأثار بسند رجالہ ثقات کما فی الجوھر النقی ۱۲ جامع)**

عتق مشابہ نسب کے معلوم ہوتا ہے پس اس شبہے کو دفع فرما دیا کہ ولاء کا یہ حکم نہیں ہے اور عورت کو عتیق کی میراث ملے گی اور لقیط کے بارے میں ایک شبہے کو دفع کرنا ہے اور تقریر شبہے سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ مسئلہ فقہیہ ہے کہ مثلاً کسی عورت نے کہا کہ یہ میرا بچہ ہے اور اس کا خاوند بھی زندہ ہے اور وہ شوہر بھی اس عورت کی تصدیق کرے تو اس عورت کی تصدیق کی جائے گی اور وہ بچہ ثابت النسب سمجھا جائے گا اور اگر اس کا خاوند زندہ نہیں ہے اور وہ معتدہ اور منکوحہ ہے تب بھی شریعت بدگمانی کی اجازت نہ دے گی اور یوں سمجھا جائے گا کہ اس عورت نے کہیں نکاح کر لیا ہوگا اور اس شوہر سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے۔ اس صورت میں بھی نسب ثابت ہو جائے گا۔ سو جس صورت میں وہ لقیط کو اپنی طرف منسوب کرے تو شبہ یہ ہوتا ہے کہ شاید اس کا نسب مطلقاً اس عورت سے ثابت نہ ہو اس کی مدافعت حدیث میں فرمائی گئی اور **ولدھا الذی لاعنت عنہ** کا مطلب تو بہت ظاہر ہے وہ اس کا جزو ہے پس لعان کی وجہ سے اس نسب کے ثبوت میں کچھ شبہ نہ کیا جائے بخلاف مرد کے کہ اس کا دعویٰ نسب تحمیل نسب علی الغیر نہیں ہے سو بلا حجت مقبول ہے۔

ابواب الوصایا عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی الوصیۃ بالثلث

قولہ عن عامر الخ: یہ راوی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے بیٹے ہیں نیز دیگر ورثہ بھی تھے کما اخرجہ الترمذی پھر باوجود اس کے انہوں نے جو عرض کیا کہ میری وارث صرف بیٹی ہی ہے تو وجہ اس کی یہ ہے کہ لڑکی چونکہ

besturdubooks.wordpress.com

ضعیف اور غیر کا سب ہوتی ہے اس وجہ سے اس ہی کا ذکر فرمایا کہ طبعی امر ہے خیال اس چیز کا ہوتا ہے جو ضعیف ہوتی ہے۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ثلث مال تک وصیت کر دینا جائز ہے اور اس سے کم کی وصیت کرنا بہتر ہے کیونکہ آپ نے والثلث کثیر فرمایا...... اور اس قصے کے بعد حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں ہجرت سے متخلف ہوں گا یہ ہجرت کر چکے تھے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو اور وہاں سے پھر مکہ معظمہ تشریف لائے تھے اور ان کو یہ گوارا نہ تھا کہ ہجرت کی جگہ ان کی وفات ہو کہ تمام ہجرت میں ایک طرح کا نقص ہے۔

سو آپ نے اس سوال کا جواب چھوڑ کر ایک خوشخبری ان کو سنائی جس کا یہ حاصل ہے کہ تم میری وفات کے پیچھے تک زندہ رہو گے اور تمہارے ذریعے سے بعض قوموں کو نفع ہوگا اور بعض کو ضرر۔ چنانچہ ان کے ہاتھ پر فارس فتح ہوا اور اس کا فتح ہونا بہت دشوار تھا کیونکہ وہاں پر بڑے بڑے پہلوان اور خزانے اور فوجیں تھیں مگر حق تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر ایسے عظیم الشان ملک کو فتح فرما دیا اور مسلمانوں کو اس فتح میں نہایت ثروت حاصل ہوئی اور کفار کو بہت بڑی ذلت ہوئی وہذا کلہ اخرجہ اہل التاریخ۔

فائدہ: قوله صلى الله عليه وسلم اللهم امض لاصحابى هجرتهم ولاتردهم على اعقابهم فمعناه اللهم تمم هجر تهم ولاتعدهم الى ماهاجروا منه وفيه اشارة الى جواب قول سيدنا سعد اخلف عن هجرتى حيث دعالهم بتتميم هجرتهم فكانه قال لن تخلف من هذه الهجرة قاله الجامع عفى عنه.

باب ماجاء لاوصية لوارث

قوله عن ابى امامة الخ: پہلے زمانے میں اقارب کے لئے وصیت فرض تھی اور مردہ جس شخص کے لئے جس قدر وصیت کر جاتا تھا اس قدر مال اس کو دیا جاتا تھا اور یہ حکم قابل نزول آیت میراث کے تھا مگر جبکہ میراث کا حکم نازل ہوا تو یہ وصیت منسوخ ہوگئی کیونکہ ہر ذی حق کا حق مقرر کر دیا گیا۔

باب ماجاء يدأ بالدين قبل الوصية

قوله حدثنا ابن ابى عمر الخ:قلت رجال السندرجال مسلم الاالحارث وهو مختلف فيه والاختلاف غير مضروسمع ابن عيينة عن ابى اسحق بعدا ختلاطه وابواسحق لم يسمع من الحارث الا اربعة احاديث فالله تعالى اعلم هل هذا منها ام لاوقد مرالحديث بزيادة المتن من طرق فى كتاب الفرائض فى باب ماجاء فى ميراث الاخوة من الاب والام فقال الترمذى هناك حدثنا بندار (وهو محمد بن بشار) نايزيد بن هارون ناسفيان (يعنى به ابن عيينة) عن ابى اسحق عن الحارث عن على اله قال انكم الحديث وهذا سندرجاله رجال الجماعة غير الحارث ثم قال الترمذى هناک حدثنا بندارنا يزيد بن هارون نازكريا بن ابى زائدة عن ابى اسحق عن الحارث عن على عن النبى صلى الله عليه وآله وسلم مثله

besturdubooks.wordpress.com

اه وزكريا ايضا من رجال الجماعة وتابع سفيان من عيينة في هذا كما ترى وهو مثله وفي حديثه عن ابي اسحق لين وقد سمع من ابي اسحق بأخره نعم بقي الاحتمال في هذا السند ان اباسحق سمع هذا الحديث من الحارث ام لا ولم ارمن تكلم في الحديث من هذه الجهة وانما تكلموا فيه من جهة الحارث فالظاهر ان هذا الاحتمال غير معتدبه وقد سمع ابو اسحق هذا الحديث من الحارث روى الحاكم في المستدرك بسند صحيح عن علي رضي الله تعالىٰ عنه قال قضى محمد صلى الله عليه وسلم ان الدين قبل الوصية وانتم تقرون الوصية قبل الدين وان اعيان بني الام يتوارثون دون بني العلات ورواه ابن الجارود ايضاً في المنتقى بسند صحيح كما في كنز العمال وقد اخرجه غيره.

باب النهي عن بيع الولاء وهبته

قوله سمع عبدالله بن عمران رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع الولاء وهبته قلت دل الحديث على انه لايصلح للتمليك ويعلم منه حكم كونه موروثاً

باب ماجاء في من تولى غير مواليه اوادى على غير ابيه

قوله صلى الله عليه وسلم المدينة حرم مابين غير الى ثور الخ.
قلت هذه الحرمة بالمعنى اللغوى المتفرع عليه فمن احدث الخ فيما بعد

باب ماجاء في الرجل ينتفي من ولده

قوله عن ابى هريرة رضي الله تعالىٰ عنه الخ: یہ حدیث امام صاحب کی دلیل ہے کہ فرماتے ہیں قیافہ کوئی چیز نہیں ہے اور محض علامات ظنیہ سے بدظنی جائز نہیں ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قیافہ معتبر اور مستدل یہ ہے اور اس حدیث کے بعد جو حدیث ہے (مجز زمدلجی کی) اس سے وہ استدلال کرتے ہیں۔

حنفیہ کی طرف سے اس حدیث کا یہ جواب ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسرت کا باعث فقط یہ امر تھا کہ کفار کے نزدیک قیافہ نہایت معتبر تھا اور وہ اس کو حق سمجھتے تھے اور وہ قائف بھی ان کے نزدیک مستند اور معتبر تھا پس آپ نے یہ سمجھ لیا کہ اس کا کہنا طاعنین کفار پر حجت ہوگا۔ جولوگ کہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نسب پر طعن کرتے تھے اور وہ لوگ احکام شرعیہ کو مانتے نہ تھے سو قائف کے قیافے سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد عالی کی تائید ہوگئی اور کفار پر حجت ہوگئی اور آپ کی مسرت کا باعث یہ نہ تھا کہ قیافے کو حجت قرار دیا فافہم وحق الفہم وہو ظاہر۔ اور کفار کا طعن کرنا حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن زید کے نسب پر اس کو ابوداؤد نے احمد بن صالح سے روایت کیا ہے۔

باب ماجاء كل مولود يولد على الفطرة

قوله صلى الله عليه وسلم كل مولود يولد على الملة الخ.

besturdubooks.wordpress.com

ملت سے یہاں مراد استعداد ہے اسلام کی یعنی حق تعالیٰ نے ہر مولود کے اندر ایک قوت رکھی ہے جس کو با موقع استعمال کرنے سے اسلام کی حقانیت دل کے اندر رچ جاتی ہے اور انسان اسلام قبول کر لیتا ہے لیکن کفار چونکہ اس قوت واستعداد کو خراب کر دیتے ہیں اس لئے اس کے مبارک اثر سے محروم رہتے ہیں اور اگر ملت سے مراد اسلام لیا جائے تو معنی صحیح نہیں ہوسکتے ہیں کیونکہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے اس میں اصول یا فروع اسلامی کا شعور کہاں ہوتا ہے پس یہی معنی بہت عمدہ ہیں کہ ملت سے مراد استعداد وقوتِ قبول اسلام ہے اور جبکہ ہر بشر کے اندر یہ استعداد ثابت ہے تو ان کا یہود ونصاریٰ وغیرہما کے خاندان میں پیدا ہونا اسلام نہ لانے کا عذر نہیں ہوسکتا۔

تقدیر کا مسئلہ بہت صاف ہے اور سہل ہے اور جبر وقدر کی مثال حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے کما اخرجہ[1] بہت عمدہ بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ تقدیر کا مسئلہ مجھے سمجھا دیجئے آپ نے فرمایا کہ ایک ٹانگ اٹھا کر کھڑا ہو جاوہ کھڑا ہو گیا آپ نے فرمایا کہ یہ قدر ہے پھر فرمایا کہ دوسری ٹانگ کھڑی کر لے وہ نہ کر سکا کیونکہ دونوں ٹانگیں اٹھا کر کھڑا ہونا بہت دشوار ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ جبر ہے غرضیکہ نہ قدر ہے نہ جبر ہے بلکہ امر بین بین ہے اور یہ مقدار قدرت، مواخذہ اور ثواب کے لئے کافی ہے سبحان اللہ اتنے بڑے اور باریک مسئلے کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس وضاحت کے ساتھ سمجھا دیا۔

باب ماجاء ان الله كتب كتابا لاهل الجنة واهل النار

قوله خرج علينا الخ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کتابیں کسی کو دکھلائی نہیں کیونکہ دکھلانے سے معاملہ درہم برہم ہو جاتا کہ مکلفین مامور ایمان بالغیب کے ہیں اور دکھا دینے کی صورت میں ایمان بالحضور ہو جاتا اور واضح ہو کر جنت کی تحصیل اور دوزخ سے اتقاء کی وجہ سے عبادت کرنا ادنیٰ درجہ ہے اور اعلیٰ درجہ اور کمال یہ ہے کہ خالق کی اطاعت محض خالق اور مالک ہونے کی حیثیت سے کی جائے اور مقصود فقط رضاءِ الٰہی ہو اور اس کی ایسی مثال ہے کہ کوئی محبوب اپنے عاشق سے کہلا بھیجے کہ تو بھلا شام کو نکلنا تو دیکھ کتنی جوتیاں لگاتا ہوں تو دیکھو وہ حبیب ضرور شام کو نکلے گا اور اس جوتا کاری کو اپنا فخر سمجھے گا اور اس مار پیٹ کے ذریعہ سے ملاقات محبوب کو بسا غنیمت سمجھے گا تو یہی حال محبانِ خدا تعالیٰ کا ہونا چاہیے۔

کیا حق تعالیٰ نعوذ باللہ ایسے محبوب بھی نہیں جیسے انسان ایک مضغہ گوشت ہے افسوس ہے کہ جنت ودوزخ کا لحاظ باعث عبادت ہو۔ اور محبوب رب العالمین قادر مطلق جمیل ازلی حکیم حقیقی کی محبت اور استرضاء عبادت کا سبب نہ ہو اور جنت ودوزخ کی تو ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص بچے کو پڑھانا چاہے اور کہے کہ تم آج اسقدر سبق یاد کر لو تو شام کو اس قدر شیرینی تم کو دی جائے گی اور اگر یاد نہ کرو گے تو اس قدر مار کھاؤ گے پس وہ بچہ اس لالچ اور خوف سے ابتداء سبق یاد کرے گا اور اس وقت اغراض ومنافع علوم سے وہ لڑکا بالکل بے خبر ہے لیکن رفتہ رفتہ جب اس کو علم کا شوق ہو جائے گا اور اس کے منافع سمجھ میں آنے لگیں گے تو اگر کوئی اس سے یہ بھی کہے گا کہ اگر تو سبق یاد کرے گا تو ہم ماریں گے اور زیادہ کرے گا تو شیرینی دیں گے۔ وہ اب تو اس لالچ اور خوف کا بالکل خیال نہ کرے گا اور اپنے کام میں مشغول رہے گا۔

---

[1] لم اطلع علیہ۔ ۱۲ عبد القادر عفی عنہ

besturdubooks.wordpress.com

اسی طرح حق تعالیٰ نے جنت کی طمع اور دوزخ کا خوف اسی لئے تجویز فرمایا ہے تاکہ مکلفین کو عادت عبادت کی پڑ جائے اور اس کے بعد محض خالصاً لوجہ اللہ والاسترضاء ہ عبادت کریں اور ان کی یہ حالت ہو جائے کہ ان کو کوئی کتنا ہی روکے لیکن اپنی غذائے عبادت کا فراق گوارا نہ کریں۔

چنانچہ ایک بزرگ بہت بڑے عابد تھے اس زمانے میں کسی کو ان کی نسبت الہام ہوا کہ ان کی عبادت ہمارے دربار میں مقبول نہیں ہے ان ملہم صاحب نے جب ان بزرگ کو اس امر کی اطلاع دی تو ان پر ایک خاص حالت وجد کی طاری ہوئی اور فرمانے لگے یہی غنیمت ہے اور بسا غنیمت ہے کہ ہمارا اس دربار عالی شان میں ذکر تو ہے ہمیں تو یہ بھی امید نہ تھی کہ ہمارا نام وہاں پر مذکور ہوتا ہے اور محبوب حقیقی ہم کو یاد تو رکھتے ہیں ہم تو راضی ہیں جس حال میں وہ رکھیں عبادت مقبول ہو یا نہ ہو۔ اور عرض کیا بارگاہِ الٰہی میں کہ بارِ خدایا اب تو تیرے در دولت پر حاضر ہوں۔ یہ دروازہ چھوڑ کر کہاں جا سکتا ہوں حق تعالیٰ کی جناب میں یہ تواضع مقبول ہوئی اور الہام ہوا کہ گو تمہاری عبادت مقبولیت کے قابل نہیں ہے مگر ہم نے اپنی رحمت سے تمہاری اطاعت قبول کرلی۔

سبحان اللہ کیا رحمت ہے اور جاننا چاہئے کہ جب حق تعالیٰ سے محبت ہو جائے گی تو وہ ہر طرح سے توجہ فرمادیں گے اور انشاءَ اللہ تعالیٰ خاتمہ بخیر فرمادیں گے کیا دوست سے یہ امید ہے کہ وہ اپنے دوست کو اپنی رحمت سے بعید کردے اور جہنم میں ڈال دے اور اہل اللہ کو تو اگر حق تعالیٰ دوزخ میں بھیج دیں لیکن خود راضی رہیں جب بھی کوئی ضرر نہیں کہ دوزخ بھی ان پر سرد ہو جائے گی۔ آخر ملائکہ بھی تو وہیں قیام پذیر ہیں اور مالک داروغہ دوزخ بھی وہیں رہتا ہے اور ان سب کو نار کا کچھ بھی اثر نہیں پہنچتا اور حدیث میں آیا ہے کما اخرجہ

کہ مومنین جب پل صراط پر ہو کر گزریں گے تو دوزخ سرد ہو جائے گی اور کہے گی کہ تیرے نور ایمان نے میری ساری آگ ٹھنڈی کردی جا جلدی سے گزر جا دیکھو دوزخ بے چاری خود مومن سے ڈرے گی...... پس معلوم ہوا کہ محبت خداوندی تمام موذیات سے بچانے والی ہے لہٰذا اسی کو اختیار کرنا چاہئے۔

باب ماجاء لا عدوٰی ولاھامۃ ولاصفر[1]

قولہ البعیر اجرب الحشفۃ یذنبہ.

اس لفظ یذنبہ میں تین روایتیں منقول ہیں ایک تو یہ ہے یذنبہ یعنی باندھتا ہے اس کو اس کا مالک تھان پر۔ اور دوسری روایت نذنبہ ہے بصیغہ جمع متکلم اور تیسری روایت بذنبہ ہے یعنی خارشتی کردیا اونٹ نے اپنے حشفہ کو اپنی دم لگا کر (جو خارشتی تھا) اور غالباً بذنبہ روایت غلط ہے اور کاتب کی خطا ہے اور پہلی دو روایتیں صحیح ہیں (وفی الحاشیۃ العربیۃ لہ قولہ یذنبہ ای ندخلہ نحن اویدخلہ احدٌ فی الدبن[2] ای خطیرۃ۔

قولہ ولاصفر: لوگ صفر کے مہینے کو منحوس سمجھتے تھے (نقلہ ابوداؤد عن بقیۃ ۱۲ مرقاۃ) اس لئے آپ نے اس کی نفی

---

[1] تحصیصہا بالذکر لما ان عدایۃ المجرب لکون منہا الکوکب الدری (عبدالقادر عفی عنہ) [2] اس کو دل مہملہ کے ساتھ فرمایا گیا ہے دبن باڑے کو کہتے ہیں مذنبہ کے معنی ہیں کہ ہم باڑے میں داخل کرتے ہیں۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

فرمادی یعنی صفر منحوس نہیں ہے یہ سب واہیات خیالات ہیں اور ایک دوسری حدیث میں ہے ولا ہامۃ اخرجہ البخاری وفی المرقاۃ ماحاصلہ، عرب کا ایام جاہلیت میں یہ خیال تھا کہ اگر مقتول کا عوض نہ لیا جائے تو اس کی روح الو ہو جاتی ہے اور وہ ہمیشہ کہتا ہے اسقونی اسقونی پھر جب عوض لے لیا جاتا ہے تو وہ اُڑ جاتا ہے اھ

پس آپ نے اس خیال کی نفی فرمادی کہ یہ محض خیال اور لغویات ہے۔

فائدہ: قال الجامع العجب یمدح الترمذی عبدالرحمٰن بن مهدی المشهور وسکت عن رجلٍ مجهول بین ابی زرعة و ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه فلیتبع

باب ماجاء فی القدریة

قوله صلی الله علیه وسلم صنفان من امتی لیس لهما فی الاسلام نصیب الخ.

قدریہ سے مراد (بقرینۂ تقابل ۱۲ جامع) منکرین قدر ہیں یعنی جو مخلوق کو خالق افعال بتلاتے ہیں اور مرجئہ یعنی جو نا خیر اختیار عبد کے قائل ومعتقد ہیں۔ یعنی جن کا یہ اعتقاد ہے کہ افعال بندوں کے غیر اختیاری ہیں اور حق تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے گا۔ کیونکہ ان کے افعال ان کے زعم میں اختیاری نہیں ہیں۔ اور مطلب حدیث کا یہ ہے کہ یہ دونوں فرقے کامل الایمان نہیں ہیں بطریق مبالغہ ان کے اسلام کی مطلقاً نفی کر دی گئی ہے۔

فائدہ: کیونکہ مسئلے میں تاویل کی گنجائش ہے اس لئے کفر کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔

وفی النهایة وهم فرقة من فرق الاسلام یعتقدون انه لایضر مع الایمان معصیة کما انه لاینفع مع الکفر طاعةٌ سموا مرجئة لاعتقادهم ان الله ارجأ تعذیبهم علی المعاصی ای اخره عنهم اه (ای لایعذبهم علی المعاصی) وفی المرقاة یقولون الافعال کلها بتقدیر الله تعالیٰ ولیس للعباد فیها اختیار وانه لایضر مع الایمان معصیة کما لاینفع مع الکفر طاعة کذا قاله ابن الملک وقال الطیبی قیل هم الذین یقولون للایمان قولٌ بلا عملٍ فیؤخرون العمل عن القول وهذا غلط بل الحق ان المرجئة هم الجبریة القائلون بان اضافة الفعل الی العبد کاضافته الی الجمادات سموا بذٰلک لانهم یؤخرون امرالله ونهیه عن الاعتدادبهما ویرتکبون الکبائر فهم علی الافراط والقدریة علی التفریط والحق مابینهما اه

وفیه ایضًا عدة فی الخلاصة من الموضوعات لکن قال فی جامع الاصول اخرجه الترمذی قال صاحب الازهار حسنٌ غریبٌ وکتب مولنا زاده وهو من اهل الحدیث فی زماننا انه رواه الطبرانی واسناده حسنٌ اه

قلت وقد قال الترمذی ایضًا حسنٌ غریبٌ فدعون الوضع موضوعٌ وبعیدٌ فافهم زاده الجامع عفی عنه.

besturdubooks.wordpress.com

باب: قولہ حدثنا محمد بشار الخ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بدعتی کو سلام کرنا نہیں جائز ہے اور چونکہ جواب دینا فرض ہے سو باوجود اس کے جب جواب نہ دینا چاہیئے تو سلام کرنا بطریق اولیٰ نہ چاہیئے کیونکہ ابتداء بسلام سنت ہے واجب یا فرض نہیں ہے۔

اور ظاہر یہ ہے کہ اس شخص سے احداث فی القدر کیا تھا یعنی انکار قدر فافہم۔

ابواب الفتن عن رسول اللہ ﷺ

باب ماجاء لایحل دم امرئ مسلم الا باحدیٰ ثلث

قولہ عن ابی امامۃ الخ: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا ابتدائی قصہ یہ ہوا تھا کہ آپ نے ایک شخص کو حاکم بنا کر مصر بھیجا تھا وہاں سے چند روز کے بعد شکایت آئی۔ اس پر آپ نے دوسرے شخص کو حاکم تجویز کیا اور اس کو مع اپنے نامہ عالی کے مصر روانہ کردیا اور مضمون اس نامہ مبارک کا یہ تھا کہ جس وقت یہ تمہارے پاس پہنچیں کام ان کے سپرد کردو اور تم معزول کیے گئے۔

مروان رحمۃ اللہ علیہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہتے تھے اور آپ کے سررشتہ دار تھے اور مہر وغیرہ آپ کی ان ہی کے پاس رہتی تھی اور اکثر آپ اپنے دل کا راز ان سے بیان کردیا کرتے تھے اتفاق سے شیطان نے ان کو ورغلایا سو انہوں نے اسی حاکم مصر سابق کو خط لکھا کہ جب یہ شخص تمہارے پاس پہنچے جو حاکم ثانی تجویز کیا گیا ہے اس کو قتل کردینا اور اس خط پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہر کردی اور یہ خط اپنے ایک غلام کے حوالہ کردیا اور کہا کہ یہ خط مصر کے حاکم سابق کے پاس لے جاؤ اور کسی کو نہ دکھلانا اور جلدی پہنچانا وہ غلام روانہ ہوا لیکن راہ میں گرفتار کرلیا گیا اور اس خط کا مضمون پڑھا گیا اور لوگ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور یہ سارا قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا کہ میں نے تو یہ خط ہرگز نہیں لکھا اور لوگوں کو بھی معلوم ہوگیا تھا کہ یہ فعل آپ کا نہیں ہے بلکہ مروان کا فعل ہے پھر لوگوں نے آپ سے مروان کو طلب کیا تا کہ سزا دیں آپ نے فرمایا چونکہ کوئی بینہ نہیں ہے اس لئے مجھ کو اس کو تمہارے حوالہ کردینا جائز نہیں ہے لوگوں نے کہا کہ اگر آپ اس کو ہمارے حوالہ نہ کریں گے تو آپ کے ساتھ بھی برابر تاؤ کیا جائے گا فرمایا کہ جو کچھ بھی ہو قانون شریعت سے باہر میں قدم نہیں رکھ سکتا۔

چنانچہ وہ لوگ مخالفت پر کمربستہ ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کا احاطہ کرلیا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکان سے سر نکال کر یہ مضمون فرمایا جو حدیث میں مذکور ہے اور جس روز حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے ہیں اس روز آپ کا روزہ تھا اور اس دن کی رات میں آپ نے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا کہ آپ فرماتے ہیں۔ ''اے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تمہارا کیا حال ہے۔''

آپ نے عرض کیا کہ آپ کی امت میری خونریزی کے درپے ہے آپ نے فرمایا:

''کہ تم میرے پاس آکر روزہ افطار کروگے یا دنیا میں۔''

عرض کیا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر روزہ افطار کروں گا آپ نے ارشاد فرمایا

besturdubooks.wordpress.com

''کہ تم آج میرے پاس آ جاؤ گے'' پھر آپ بیدار ہوئے اور فرمایا کہ آج میں شہید ہو جاؤں گا چنانچہ اسی روز آپ شہید ہو گئے اور حالتِ تلاوت میں جبکہ آپ کی زبان مبارک پر یہ آیت تھی **فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم** آپ نے شہادت پائی یہ قصہ ہے حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا جس کو سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں روایت کیا ہے۔

باب ماجاء فی تحریم الدماء والاموال

قولہ قالوا یوم الحج الاکبر: حج اکبر سے مراد یہ نہیں ہے جو یہاں مشہور ہے کہ جمعہ کے دن جو حج واقع ہو وہ حج اکبر ہے بلکہ مراد حج ہے جو مقابل عمرہ کے ہے کیونکہ عمرے کو ''حج اصغر'' کہتے ہیں اور حدیث میں کہیں اس امر کی تصریح نظر سے نہیں گزری کہ جس میں حج کا وقوع جمعہ کے دن حج اکبر کہا گیا ہو۔ وہاں جمعہ کے دن حج اکبر یعنی حج واقع ہونے کا ثواب بہت آیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم لوگوں نے کہاں سے مشہور کر دیا ہے۔

فائدہ: قلت فی رد المحتار فی المعراج وقد صح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال افضل الایام یوم عرفۃ اذا وافق یوم جمعۃ وھو افضل من سبعین حجۃ ذکرہ (ای رزین بن معاویۃ کما فی رد المحتار عن الزیلعی) فی تجرید الصحاح بعلامۃ المؤطا اھ وفیہ ایضًا لکن نقل المناوی عن بعض الحفاظ ان ھذا حدیث باطلٌ لا اصل لہ الخ قال الجامع قال العلامۃ السیوطی ان کل ما فی المؤطا فھو صحیح اھ

وقد عرف عند اھل الفن ان الامام مالکالا یروی الاعن الثقات کما صرح بہ العلامۃ السیوطی فی رجال المؤطا والحافظ ابن حجر فی تھذیب التھذیب فھذا الحدیث ان کان فی نسخۃ معتبرۃ من نسخ المؤطا فھو مستندٌ ومحتج بہ والظاھر انہ فی نسخۃ معتبرۃ فان رزیناً نسبہ الیہ فی تجرید الصحاح کما مروالمشھورۃ من نسخہ نسخۃ یحییٰ واللہ تعالیٰ اعلم زادہ الجامع الراجی الیٰ رحمۃ ربہ القوی غفرلہ۔

باب ماجاء لایحل لمسلم ان یروع مسلما

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لایاخذ احدکم عصا اخیہ لاعبا جاداً

لفظ جاداً کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ اپنے بھائی کی لکڑی نہ لیوے اس حال میں کہ کھیلنے والا ہو قصداً یعنی اس کی لکڑی اس قصد سے نہ لیوے کہ میں اس سے مزاح کروں گا اور اس صورت میں جاداً بحذف عاطف معطوف علیہ نہ ہوگا بلکہ لاعباً کے تحت میں ہوگا (یعنی ضمیر لاعباً سے حال ہوگا) اور دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں لاعباً ولا جاداً۔ اور اس صورت میں عاطف محذوف کیا جائے گا اور معنی یہ ہوں گے کہ اپنے بھائی کی لکڑی نہ اٹھائے اس حال میں کہ کھیلنے والا ہو جبکہ کوئی دیکھ لیوے یعنی اگر کسی نے دیکھ لیا تو یوں کہہ دے کہ ہنسی میں اٹھائی تھی اور نہ قصداً ایسا کرے یعنی جبکہ کوئی نہ دیکھے تو ہضم کر جائے۔

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء في نزول العذاب اذالم يغير المنكر

قوله عن ابى بكر الخ: بظاہراس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب نہیں ہے اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ واجب ہے لیکن حقیقت میں کچھ بھی تعارض نہیں ہے کیونکہ آیت کا حاصل یہ ہے کہ جب تم ہدایت یاب ہو جاؤ گے تو تم کو کسی کا گمراہ ہونا مضرنہ ہوگا اور دیکھنا چاہئے کہ ہدایت یاب ہونا کس کو کہتے ہیں سو مہتدی اس کو کہتے ہیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت کرے اور ظاہر ہے کہ اطاعت نبویہ میں امر بالمعروف اور نہی المنکر بھی داخل ہے۔

پس جب مسلم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے گا تو جب مہتدی قرار پائے گا اور باوجود امر و نہی اور اہتمام کے جب کوئی اس کے کہنے پر عمل نہ کرے تو آمر اور ناہی چونکہ اپنے ذمے سے بری ہو گیا اس لئے اس پر کوئی الزام نہیں ہے جو بے عمل اور گمراہ رہا وہی عاصی ہے۔

جمہور ائمہ کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تفصیل نہیں بیان فرمائی کیونکہ ان کا مقصود محض تنبیہ تھی اس امر پر کہ لوگ اس آیت کے ظاہر معنی کا لحاظ کر کے دھوکے میں نہ پڑ جائیں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ چھوڑ دیں اور آیت اور حدیث کی تطبیق وتفصیل بیان کرنی مقصود نہ تھی فافہم حق الفہم ۱۲ جامع۔

لیکن مجھے اس معنی میں جو جمہور نے بیان کئے ہیں شبہ ہے کیونکہ پہلے ارشاد ہوتا ہے کہ **علیکم انفسکم** الخ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے تزکیہ نفس میں مشغول ہو اور کسی کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرے تو وہ مواخذنہ ہوگا۔ اس لئے جمہور کی تفسیر بعید معلوم ہوتی ہے اور میرے نزدیک آیت کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص اپنے تزکیہ نفس میں مشغول ہو اور مغلوب الحال ہو اس پر امر و نہی واجب نہیں ہے کیونکہ وہ ایک کام شرعی میں کہ اصلاح نفس ہے مشغول ہے دوسرا کام اس سے کس طرح ہو سکتا ہے ہاں جو شخص اپنی اصلاح سے فارغ ہو چکا ہو اور شرائط اور امر و نہی کے اس میں جمع ہوں اس پر امر و نہی واجب ہے۔

اور قرآن مجید سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اپنی اصلاح عقائد و اعمال دوسروں کی اصلاح پر مقدم ہے چنانچہ حضرت سیدنا حضرت لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصیحت قرآن مجید میں نقل فرما کر انکار نہیں فرمایا ہے فرماتے ہیں **یٰبنی اقم الصلٰوۃ وامر بالمعروف وانه عن المنکر واصبر علی مااصابک** تو دیکھئے پہلے ارشاد فرماتے ہیں کہ نماز کو قائم کر اور اس کے بعد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم کرتے ہیں اور شاید کسی کو شبہ ہو کہ یہاں تو فقط نماز کی تقدیم ہے امر و نہی پر اور اعمال کا ذکر نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس نصیحت میں سب کچھ فرما دیا ہے ہاں تامل کی حاجت ہے۔

چنانچہ اول تصحیح عقائد کا امر فرماتے ہیں جس میں اول توحید ذات کا امر فرماتے ہیں اس آیت میں **وان جاھدک علی ان تشرک بی مالیس لک به علم فلا تطعھما** اور دوسری آیت یعنی **انھا ان تک الخ** میں صفات باری تعالیٰ کا بیان فرماتے ہیں۔

اور بعد بیان عقائد کے فروعات اسلامیہ کا ذکر فرماتے ہیں جن کا تعلق خود اپنے نفس سے ہے **اقم الصلٰوۃ** میں اور اپنی اصلاح کے بعد پھر امر بالمعروف کا ارشاد ہوتا ہے۔ **وامر بالمعروف وانه عن المنکر** پس معلوم ہوا کہ اول اپنی اصلاح

besturdubooks.wordpress.com

میں مشغول ہو پھر دوسروں کی اور ظاہر ہے کہ جب تک اپنی اصلاح میں مشغول رہے گا اس وقت تک دوسروں سے تعرض کرنا سخت دشوار ہے پس ایسے شخص کے ذمے جو اپنی اصلاح کرتا ہو اور اس درجہ اس میں مشغول ہو کہ اسے مغلوب الحال کہہ سکیں۔ احتساب واجب نہیں اور تجربہ ہے کہ غیر عامل کے وعظ کا نہ اثر ہو اور نہ لوگ اس کو قبول کریں۔ اور جو شخص اپنی اصلاح میں باوجود اپنی اصلاح کی حاجت کے مشغول نہ ہو اور دوسروں کی اصلاح کسی درجہ میں بھی کر سکتا ہو اس پر امر بالمعروف واجب ہے کہ وہ فارغ ہے گو ایسے شخص کا اثر بہت کم ہوتا ہے لیکن تبلیغ کرنا بروقتِ قدرت وفرصت لازم ہے اور مغلوب الحال کا کہنا بھی بہت کم لوگ مانتے ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ یہ اپنے کام میں مشغول ہے دوسروں کی طرف اس کی توجہ ناقص ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں۔ اور بعضے عام لوگ آیت اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم کے معنی میں یہ غلطی کیا کرتے ہیں کہ جب تک خود عمل نہ کرے اس وقت تک دوسرے کو نصیحت کرنا ایسے شخص کے لئے جائز نہیں اور علماء اس کا یہ جواب دیا کرتے ہیں کہ ہمزۂ استفہامیہ انکاریہ مجموعِ جملتین پر داخل ہے اور خود امر بالمعروف محلِ انکار نہیں ہے بلکہ بدعملی کے ساتھ امر بالمعروف مذموم ہے جو حاصل ہے مجموعہ جملتین کا۔ لیکن یہ جواب میرے نزدیک تکلف معلوم ہوتا ہے اور صاف اور سیدھا جواب یہ ہے۔

کہ بدعملی کی صورت میں وعظ کا اثر نہیں ہوتا تو اس حالت میں ہمزۂ استفہامیہ انکاریہ جملہ اولیٰ پر ہی داخل رہے گا کما ہو الظاہر۔ اور معنی یہ ہوں گے کہ امر بالمعروف بدعملی کی صورت میں چونکہ نافع نہیں ہے اس لئے مذموم ہے اور اس جواب کے صاف اور بے تکلف ہونے کی یہ وجہ ہے کہ ظاہراً ہمزہ جملہ اولیٰ ہی پر داخل ہے پس ایسے معنی بیان کرنا انسب ہیں جو اس ظاہر پر منطبق ہو جائیں۔ اور یہ معنی صاف اور صحیح اور ظاہر پر منطبق ہیں پس اصل اور ظاہر سے عدول کرنا کیا ضرور ہے۔

باب ماجاء في الامر بالمعروف والنهي عن المنكر

قوله صلى الله عليه وسلم حتى تقتلوا امامكم الخ.

قلت والاقرب عندی ان یقال ان ایراده استطراداً لان سند الحدیثین واحدٌ ولاعجب ان یکون الثانی جزءً من الاول

باب ماجاء فی تغییر المنکر الخ

قوله مروان یافلان ترک ماهناک

قلت لابد من التاویل فیه والایلزم ذالک الکفر وهوتابعیٌ احتج به البخاری وقال بعضهم ان له صحبة کما افاده ابن حجر زاده الجامع عفی عنه

باب سوال النبی ﷺ ثلثًا فی امته

. قوله صلى الله عليه وسلم والا بیض قلت المرادبه نقود الدراهم من الفضة

قوله من باقطارها یعنی من باقطار الارض من العدو

besturdubooks.wordpress.com

قوله حتی یکون بعضهم یهلک بعضا الخ قلت تفریع علٰی محذوف تقدیره ولا یهلکون بتسلیط العدو علیهم ولکن یخاصمون بینهم حتی یکون الخ زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی الرجل یکون فی الفتنة

قوله حدثنا عبداللہ بن معاویة الخ: بعض نے فرمایا ہے کہ اس فتنہ سے مراد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باہمی جنگ ہے۔

اور قتلاها فی النار میں مختلف تاویلیں بیان کی گئی ہیں بعض نے کہا ہے کہ یہ زجر کے لئے ارشاد فرمایا گیا ہے اور یہ مقصود نہیں ہے کہ اس جنگ میں جو شریک تھے وہ ناری ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ کام تو انہوں نے ناری ہونے کا کیا ہے لیکن ان کے دوسرے اعمال مثل ہجرت صحابیت مانع ہوگئے دخول نار سے۔

اور قوله اللسان فیها اشد من السیف۔

اس جزو کے معنی وہ لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ اہل محاربہ پر تو واقعہ عظیمہ پیش آیا تھا ان میں سے ہر ایک نے جس طرح ہو سکا اپنے اوپر سے مدافعت فرمائی اور جو شخص ان کے معاملات میں زبان درازی کرے گا اس کی زبان درازی اور فریقین میں سے کسی کو برا کہنا اس قتل وقتال سے بھی عنداللہ بڑھ کر سمجھا جائے گا۔ اور میرے نزدیک یہ فتنہ کوئی اور ہے صحابہؓ کی جنگ نہیں ہے کیونکہ اور بھی بڑے بڑے فتنے واقع ہوئے ہیں جن میں بڑے بڑے لوگ شہید ہوئے ہیں اور حدیث میں کسی خاص فتنے کی تعیین سے نہیں۔

اور اللسان فیها اشد من السیف کے میرے نزدیک یہ معنی ہیں کہ فتنے میں باہم ادھر کی ادھر باتیں لگانا چونکہ اکثر مفضی الی القتل ہو جاتا ہے اس لئے وہ قتل سے بھی اشد ہے سو یہ معنی ہیں حدیث کے خواہ مخواہ تعیین فتنہ کر کے پھر تاویلیں کرنا کیا ضرور ہے۔

باب ماجاء فی رفع الامانة

قوله امان الأمانة نزلت الخ: المراد عندی الایمان حدث لقبولهم الاسلام ثم تاکد بالقرآن والسنة اه

اور اردو تقریر میں یہ مضمون ہے کہ اس امانت سے استعداد ایمانی مراد ہے جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہونے کے سبب ترقی حاصل ہوئی اور لوگ ایمان لے آئے۔

فائدہ: قوله مثل الوکت فی الدر النثیر الوکت الاثر فی الشئ کالنقطة فی غیر لونه اه قوله المجل فی الدر النثیر مجلت الیه تمجل مجلًا ومجلت تمجل اذاثخن جلدها وتعجر (ای تلفف و تجمع ۱۲ طاهر) وظهر فیها مایشبه البشر من العمل بالاشیأ الصلبة الخشنة.

قوله فنفطت قلت یعنی ورمت تلک الجمر الرجل..... قوله منتبرا من من النبر بمعنی المرتفع کمایتحصل من النهایة.

besturdubooks.wordpress.com

باب لتركبن سنن من كان قبلكم

قوله صلى الله عليه وسلم هذا كما قال قوم موسىٰؑ الخ.

قلت دل علىٰ ان التشبه بالكفار مذمومٌ مطلقاً ولو في العادات ا ه

باب ماجاء في انشقاق القمر

قوله عن ابن عمر الخ.

اس انشقاق قمر میں ایک یہ بھی حکمت ہے کہ ظاہر ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح چاند کے ٹکڑے کر دیئے اسی طرح مسلمانوں کو بھی ریزہ ریزہ کر دیں گے پس حیات دنیویہ پر مغرور نہ ہوں اور یہاں پوری طرح جی نہ لگائیں۔

فائدہ: نیز اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ سلب ایمان پر بھی وہ اسی طرح قادر ہیں جس طرح کہ شق قمر پر۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء في الخسف

قوله صلى الله عليه وسلم خسف باولهم واخرهم ولم ينج اوسطهم

قلت اراد به هلاك جميعهم اى جميع العسكر وعبره بهٰذا التفصيل لتشديد الانذاربه واما قول سيدتنا صفية رضى الله تعالىٰ عنهافمن كره منهم الخ

فعليه ان يقال انهم ان كرهوا ذالك فكيف شاركو الظلمة فالجواب عنه انهم يكرهون علىٰ ذالك زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء في الاثرة

قوله صلى الله عليه وسلم انكم سترون بعدى اثرة

قلت معناه عندى ان هٰذه الاثرة لمصلحة لكن لمالم تصبروا علىٰ هٰذهٖ فكيف تصبرون علىٰ مايكون لغير مصلحةٍ فانى امركم فيها بالصبر.

باب ماجاء في اهل الشام

قوله صلى الله عليه وسلم اذا فسد اهل الشام الخ

قلت لانهم يكون فيهم الملك وفسادهم يتعدى الىٰ غيرهم لامحالة ا ه

فائده: قوله قال محمد ابن اسمٰعيل الخ

قلت لاوجه للتخصيص فان عموم الحديث يدخل فيه كل من كان معيناً للحق والدين سواء كان محدثاً او فقيها اوزاهدًا صوفيًا او ذا مال يبذل ماله في سبيل الله زاده

besturdubooks.wordpress.com

الجامع عفی عنه.

قوله نابهزبن حکیم عن ابیه عن جده قلت الضمیر فی قوله جده یرجع الی بهز ثم اعلم ان بهذا هٰذا هو بهزبن حکیم بن معاویة بن حیدة کما فی تهذیب التهذیب وفیه ایضا وروی عن معاویة هذا ابنه حکیم اه

وقوله این تامرنی قلت ظاهره واللہ تعالٰی اعلم انه سٔال ان ای موضع یصلح له لان یسکن فیه لو ترک المدینة للضرورة فان المدینة خیرٌ من الشام فاجا به صلی اللہ علیه وسلم بما اجاب فان قلت انه صلی اللہ علیه وسلم کیف لم یامره بان یسکن مکة فانها خیر البلاد قلت کان فی ذالک مصلحة للسائل فامره به اولیظهر بهٰذا القول فضل الشام واللہ تعالٰی اعلم زاده الجامع عفی عنه

باب ماجاء انه تکون فتنة القاعد فیها الخ

قوله قال افرایت ان دخل علٰی بیتی یعنی ان دخل احدٌ فی بیتی للحرب وابتدأ قوله کن کابن ادم یعنی الذی جاء ذکره فی القرآن المجید حیث قال لئن بسطت الّي یدک لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیک لاقتلک الخ زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی الهرج

قوله عن المعلی بن زیادرده الخ.

قلت المراد من الرد فی جمیع هٰذه المواضع هو النسبة والعزوزاده الجامع عفی عنه.

باب حدثنا صالح بن عبداللہ الخ

قوله صلی اللہ علیه وسلم واطاع الرجل زوجته وعق امه وبرصدیقه وجفا اباه فی الحاشیة قیل برالصدیق مع جفاء الاب مذموم لاوحده، بخلاف اطاعة الزوجة فانها مذمومة وحدها ایضًا کذا قاله السید جمال الدین فی حاشیة المشکوة اه

قلت کون اطاعة الزوجة مذمومة وحدها غیر صحیح فان صنع شیٔ لامراحد لایلم الا لعارض کما لا یخفی فمن یطع الزوجة لتطییب قلبها احسان معاشرتها فکیف یذم بل یحمد ویثاب علیه ان نوی فی ذالک للہ تعالٰی نعم لو اطاعه من حیث انها حاکمة علیه فلا خفاء فی ذم ذلک لکنه بعید کل البعد فان احدًا ممن له مسکة من العقل لایطیع امرأته بتلک الحیثیته وظاهر الحدیث ایضًا یقتضی ان اطاعتها مذمومة مع عصیان اُمه فافهم حق الفهم زاده الجامع عفی عنه.

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء فی قول النبی ﷺ بعثت انا والساعة کهاتین

قوله صلی الله علیه وسلم بعثت انا فی نفس الساعة یعنی مع ذات الساعة قوله فما فضل احدهما علی الاخریٰ ای لم یظهر فضل احدهما علی الاخریٰ من حیث ان احدهما سبقت علی الاخریٰ کما ورد فی الحدیث الذی قبل هذا.

باب ماجاء اذا ذهب کسری فلاکسری بعده

قوله صلی الله علیه وسلم اذا هلک کسری فلاکسری بعده واذا هلک قیصر فلا قیصر بعده قلت المراد اذا ذا ذهبت السلطنتان فلا تعود ان الیٰ ایدیهم

باب ماجاء فی الخلافة

قوله عن سالم بن عبدالله الخ.

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارۃً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ فرمادیا تھا لیکن تصریح نہیں فرمائی تھی کما یشعر بہ الاحادیث اور وجہ یہ تھی کہ چونکہ یہ ایک امر عظیم تھا اور اختلاف اس باب میں غالب الوجود تھا سو آپ نے تصریح نہیں فرمائی کہ مبادا لوگ حکم شریف پر عمل نہ کریں اور کسی نوع کا عذاب ان پر نازل ہو جائے۔

فائدہ: یہ صحیح حدیث ہے اور اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا خلیفہ اپنی حیات میں مقرر فرمادیا تھا فافہم زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی الائمة المضلین

قوله صلی الله علیه وسلم لاتزال طائفة الخ: ہر فرقے نے دعویٰ کیا ہے کہ اس کے مصداق ہم ہیں یعنی اہل تفسیر تو اپنے آپ کو اس حدیث کا مصداق بتلاتے ہیں اور اسی طرح محدثین اور فقہاء بھی لیکن یوں کہنا صحیح ہے کہ سب خدام دین مل کر ایک فرقہ مراد ہے کیونکہ دین کی خدمت کے لئے تو سب ہی کی حاجت ہے۔

باب ماجاء ان الخلفاء من قریش الیٰ ان تقوم الساعة

قوله صلی الله علیه وسلم قریش ولاة الناس الخ.

قلت لیس المراد به ان غیرهم لایکون والیًا بل معناه ان عقد الخلافة لایجوز لغیرهم وانما قلنا ذالک لئلا یخالف هذا الحدیث الحدیث الاٰتی[1] بعده ولئلا یخالف الواقعة

باب ماجاء فی الدجال

قولهٗ صلی الله علیه وسلم لعله سید رکه بعض من راٰنی.

---

[1] وهو هذا. لاتذهب اللیل والنهار حتی یملک رجل من الموالی یقال له جهجاه (ترمذی ص ۴۳۲ ج ۲) ۱۲ محمد جابر علی عنہ

besturdubooks.wordpress.com

ایک حدیث میں آیا ہے جس کو جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت جتنے لوگ موجود ہیں سو برس کے بعد ان میں سے روئے زمین پر کوئی باقی نہ رہے گا اور نئے لوگ پیدا ہوں گے۔ (ترمذی ص ۳۲۸ ج ۲)

سو اس حدیث کی وجہ سے محدثین اس امر کے قائل ہو گئے ہیں کہ اس زمانے کا کوئی آدمی اب زندہ نہیں ہے۔ اب یہ لوگ اس حدیث کو یا تو عام مخصوص البعض کہیں یا ترک کریں لیکن شق اول کے اختیار کرنے سے بچاؤ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور شیطان بالاجماع اس زمانے میں تھے اور اب بھی زندہ ہیں پس اسی تخصیص کی بناء پر یہ حدیث بھی ظاہری معنی پر رکھی جائے اور کہا جائے کہ اس زمانے کا کوئی شخص دجال کے زمانے تک باقی رہے گا جس کو رویت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یا سماعِ کلامِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف حاصل ہوا ہو۔

حضرت حافظ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص تشریف لائے تھے جن کی ڈیڑھ سو سال کی عمر تھی اور وہ یہ فرماتے تھے کہ میں ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت ہوں جن کی عمر چھ سو سال کی تھی پھر ان سے حضرت حافظ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فیض حاصل کیا جب وہ بزرگ تشریف لے گئے تو حضرت علامہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ نے ان کو کیسا پایا فرمانے لگے کہ اس زمانے کے لوگوں نے حق تعالیٰ کو مفت اور سہولت سے حاصل کر لیا ہے حضرات صحابہؓ نے بڑی مشقتیں اس کام کے لئے اٹھائی تھیں اور سخت محنتوں سے حق تعالیٰ کو پایا تھا۔ اور ان لوگوں نے کہا ہے جو ان بزرگ کے (یعنی جن سے علامہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے فیض حاصل کیا ہے) خاندان کے ہیں کہ وہ بزرگ اب بھی زندہ ہیں اور انہوں نے اپنے آپ کو ایک تہ خانہ میں بند کرا دیا ہے جب دجال کا زمانہ ہوگا وہ برآمد ہوں گے اور اکثر علماء اس زمانے کے قائل ہو گئے ہیں کہ کوئی شخص اس حدیث کا مصداق ضرور موجود ہے جو دجال کے زمانے میں برآمد ہوگا اور اولیاء اللہ تعالیٰ بھی اس امر کے قائل ہوئے ہیں لیکن محدثین اس کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ قول بالکل کذب ہے کوئی شخص اب ایسا نہیں ہے جس نے کلامِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنا ہو یا آپ کو دیکھا ہو مگر سمجھنے کی بات ہے کہ جب قرآن مجید و حدیث شریف کو اس کے محل پر رکھ کر نہ سمجھا تو کچھ بھی نہ کیا۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کلام اللہ شریف کو جب تک دلالتِ مطابقی پر محمول کیا جائے اس وقت تک اس کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آتا ہے اور جب دلالتِ مطابقی سے تجاوز کر کے تضمنی اور التزامی کی طرف توجہ کی اسی وقت سے فہم میں کمی آ جاتی ہے۔

بعض لوگوں نے حضرت مولانا صاحب موصوف سے دریافت کیا کہ قرآن مجید میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں وما انا بظلام للعبید یعنی حق تعالیٰ بہت ظلم کرنے والا نہیں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت ظلم تو نہیں فرماتے ہیں لیکن تھوڑے ظلم کی نفی نہیں ہے حالانکہ یہ عقیدے اور عقل کے خلاف ہیں تو اس کا کوئی جواب عنایت ہو؟ مولانا نے فرمایا حق تعالیٰ چونکہ تمام صفاتِ کمال کے مظہر اتم ہیں پس حق تعالیٰ میں اگر یہ صفت ہوتی تو بدرجۂ کمال ہوتی پس اس ہی صفت کمالیہ کی نفی فرمائی گئی ہے پس یہ مبالغہ کا صیغہ احترازی قید کے لئے نہیں ہے بلکہ قید واقعی ہے اور ظالم ہونے کا تو احتمال ہی نہ تھا اس لئے اس کی نفی نہیں کی گئی اور مولوی صاحب فرماتے تھے۔

besturdubooks.wordpress.com

ذالک الکتٰب لاریب فیہ یعنی قرآن مجید میں کوئی شک نہیں ہے اور جو بعضے لوگ شک کرتے ہیں تو شک ان کے قلوب میں ہے نہ کہ اس کتاب میں اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی یرقان کے مرض میں مبتلا ہو تو اس کو سفید چیز زرد نظر آوے گی اور ظاہر ہے کہ وہ چیز زرد نہیں ہے لیکن اس مریض دیکھنے والے کی نگاہ گویا زرد ہو گئی ہے۔

دیکھو حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا عمدہ معانی آیات کے بیان کئے ہیں اور ہر زمانے میں ایسے محققین پیدا ہوتے ہیں لیکن عوام کے خوف کی وجہ سے اور اتقاء عن الفتنہ کے لئے ایسے مضامین کی تفسیر نہیں بیان کرتے کہ ایسے مضامین کا بیان کرنا کفر کا فتویٰ اپنے اوپر لینا ہے ایک آیت کے ایک بزرگ نے معنی ارشاد فرمائے ہیں اور کس قدر نفیس ہیں۔ دیکھو حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ومن الناس من یعبد اللہ علیٰ حرف اور جمہور مفسرین نے اس کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ بعضے لوگ وہ ہیں جو حق تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں ایک جانب پر یعنی پورے طور سے ہنوز داخل اسلام نہیں ہیں اور ان بزرگ نے یہ فرمایا کہ حرف سے مراد یہی ظاہری حرف ہے۔

معنی یہ ہیں کہ انہوں نے حق تعالیٰ کو دیکھا نہیں ہے بغیر دیکھے محض اس کا نام دیکھ کر اس کی عبادت کرتے ہیں، سبحان اللہ[1] کیا لطیف معنی ہیں اور انہوں نے کسی سے کہا کہ چلو میں تم کو تمہارا خدا دکھلاؤں اس نے خیال کیا کہ حق تعالیٰ کو آج تک کسی نے دنیا میں دیکھا نہیں لیکن پھر یہ خیال کیا کہ یہ بزرگ ہیں شاید کوئی صورت ایسی ہو جس سے حق تعالیٰ نظر آجاویں سو وہ شخص ان بزرگ کے ساتھ ہو لئے اور وہ بزرگ ان کو مسجد میں لے گئے وہاں لفظ اللہ لکھا ہوا تھا اس طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ یہ تیرا خدا ہے۔

باب ماجاء فی علامات خروج الدجال

قولہ ھی مدینۃ الروم الخ: قلت معناہ انھا فتحت مرۃً فی زمن بعض الصحابۃ ثم تخرج من ید المسلمین ثم تفتح علیٰ ایدیھم واللہ تعالیٰ اعلم زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی فتنۃ الدجال

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجہ دونکم الخ۔

یہاں ایک شبہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے خروج دجال کا سنہ اور سال وغیرہ سب متعین کر دیا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں تعیین کے ساتھ یہ کیفیت ارشاد نہیں فرمائی سو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا کشف بڑھا ہوا ہے و لیکن غور کیا جائے تو جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا کشف بڑھا ہوا ہے اس لئے کہ معرفت کی دو قسمیں ہیں ایک معرفت مطلق کی جس میں زمانہ نہیں ہوتا۔

اور یہ معرفت ذات الٰہیہ کی ہے۔ اور دوسری معرفت مقید جس میں زمانہ ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ قسم اول افضل ہے ثانی سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی معرفت حاصل تھی جس کی وجہ سے آپ نے تعیین وقت نہیں فرمائی اور شیخ اکبر قدس سرہ کو لوح محفوظ کا کشف ہوتا تھا جس میں تعیین زمانہ وغیرہ سب کچھ ہے اور یہ معرفت مقید کی ہے پس اس وجہ سے انہوں نے وقت کی تعیین فرما دی۔

---

[1] قلت سیاق الآیۃ یاباہ اشد الاباء فافہم ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

پھر جاننا چاہیے کہ حدیث میں یاجوج اور ماجوج کا کفر یا ایمان کچھ نہیں بتلایا گیا اور وہ ان دونوں صفتوں میں سے ایک کے ساتھ ضرور متصف ہیں سوان کو کافر نہ کہنا چاہیے اور نہ مسلمان کہنا چاہیے کس لئے کہ ان امور پر کوئی دلیل نفیاً یا اثباتاً قائم نہیں اور اگر ان کے اس قول سے شبہ کفر کا ہو کہ وہ کہیں گے فلنقتل من فی السماء الخ تو جان لو کہ وہ اس صورت میں کافر نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ جاہل ہیں تبلیغ ان کو پہنچی نہیں پھر جہل اور عدم تبلیغ کی صورت میں وہ کس طرح کافر ہو سکتے ہیں اور انہوں نے حق تعالیٰ کو جس قدر بھی جانا ہے سو عقل سے پہچانا ہے نہ کہ تعلیم نبوت سے۔ سو چونکہ عقل کی مقدار ہی کیا ہے اس لئے اگر ان کے عقیدے میں کوئی خلل پیدا ہو جائے تو ان کے لئے مضر نہیں۔

دیکھو! حکماء یونان کتنے بڑے عقیل مشہور ہیں لیکن پھر بھی ان سے کیا کیا غلطیاں ہوئیں۔ حق تعالیٰ کو محض بے کار کہتے ہیں اور بھی ان کے عقیدے اسی طرح فاسد ہیں تو یاجوج ماجوج ان سے تو بظاہر عقل میں بڑھ کر نہیں پس ان سے غلطی ہو جانا کیا عجب ہے اور ان کو تبلیغ ہوئی نہیں پس اگر ان کا عقیدہ خراب ہو جائے تو ان سے مواخذہ نہ ہوگا اور غور کرنے کی بات ہے کہ یہاں شب و روز تبلیغ ہوتی ہے مگر پھر بھی بعض بعض لوگوں کے عقیدے صحیح نہیں ہوتے کج فہمی سے غلطیاں واقع ہوتی ہیں چنانچہ ایک شخص میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ (نعوذ باللہ تعالیٰ) حق تعالیٰ کے عضوِ مخصوص بھی ہے یا نہیں اور ایک بڑھیا نے تھانہ بھون میں مجھ سے دریافت کیا کہ حق تعالیٰ (توبہ توبہ) زندہ ہیں یا وفات فرما گئے۔

اور یہ جو حدیث میں آیا ہے (وقد اخرجه الامام احمد ولفظه لایبقی علی اظهر الارض بیت ولا وبر الا ادخله الله کلمة الاسلام بعز عزیز وذل ذلیل اما یعزهم الله فیجعلهم من اهلها او یذلهم فیدینون لها قلت فیکون الدین کله لله اه کما فی المشکوٰۃ ۱۲ جامع)

کہ اسلام تمام گھروں میں داخل ہو جائے گا۔ اور کوئی جگہ ایسی باقی نہ رہے گی جہاں نورِ اسلامی جلوہ گر نہ ہو تو یہ باعتبار اکثر اور اغلب کے ہے اور نیز ان مواضع کے متعلق ہے جہاں کوئی حکومت ہو اور شہر و آبادی ہو پس یاجوج و ماجوج چونکہ وحشی قومیں ہیں لہٰذا وہ اس عموم میں داخل نہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کو مقید کر رکھا ہے اور ان کا قصہ قرآن مجید میں مذکور ہے اور بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ جو شخص عاقل اور بالغ ہو اور توحید وغیرہ کا قائل نہ ہو تو وہ شخص جہنم جائے گا کیونکہ توحید وغیرہ عقلی احکام ہیں ان کا قائل ہونا تبلیغ پر موقوف نہیں لیکن محققین کے نزدیک یہ غلط ہے اس لئے کہ عقل میں اتنی قابلیت نہیں ہے کہ جو ذات و صفاتِ باری تعالیٰ کی معرفت ضروریہ کا اور نیز دیگر احکام کا حسن و قبح بلا تبلیغ ادراک کر سکے اور جو اس کے درپے ہوتے ہیں دیکھو ان کا کیا انجام ہوتا ہے۔

چنانچہ اس زمانے میں نئی روشنی کے لوگ اس کا نمونہ موجود ہیں کیسی گمراہی میں مبتلا ہیں اور حدیث میں آیا ہے جس کو بخاری و مسلم نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے روز جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام شفاعت فرما چکیں گے تب حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے اب تو سب کی شفاعت ختم ہو گئی اور باقی ہے ارحم الراحمین پس ایک مشت دوزخ سے نکال کر بہشت میں داخل فرمائیں گے (لم یعملوا خیراً قط) اور نیز حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب باری میں عرض کریں گے کہ یا اللہ تعالیٰ اگر حکم ہو تو میں موحدین کو دوزخ سے نکال

besturdubooks.wordpress.com

دوں۔ حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ آپ ان کو نہ نکالیں میں ان کو دوزخ سے رہائی دوں گا۔ اخرجہ البخاری ومسلم۔

تو اس کی وجہ یعنی حق تعالیٰ کے ان کو دوزخ سے نکالنے کی یہ وجہ ہے کہ وہ لوگ بلا تبلیغ موحد ہو گئے تھے اور محض عقل کے ذریعہ سے ان کو ہدایت ہوئی تھی جس قدر بھی ہوئی تھی اور فقہاء نے لکھا ہے کہ جس جزیرے میں تبلیغ نہ ہوئی ہو وہاں کا یہ حکم ہے۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض مواضع ایسے ہیں جہاں تبلیغ نہیں پہنچی پس بلا حجت تو یہ کسی کو کافر ہرگز نہ کہنا چاہیے۔

فائده: قوله فامرءٌ جحيج نفسه في المرقاة بالرفع اى فكل امرئ يحاجه فيحاوره ويغالبه لنفسه كذا قاله الطيبي قلت فنفسه منصوب بنزع الخافض وفامرءٌ مضافه محذوف وهو كل فهو مبتدأ في الاصل وهو معرفة ابدًا فصح كونه مبتدأ.

قوله عينه قائمة في رواية مسلم عينه طافية وفي المرقاة طافية اى مرتفعة اه قلت فيحمل "قائمة" عليه

قوله ذرى في المرقاة بضم الذال المعجمة وحكي كسرها وفتح الراء منونًا جمع ذروة بالمثلثة وهي اعلى السنام وذروة كل شئ اعلاه وهو كناية عن كثرة السمن اه

.قوله كيعا سيب النحل في المرقاة ففي الكلام نوع قلب اذحق الكلام كنحل اليعاسيب ولعل النكتة في جمع اليعاسيب هو الايماء الى كثرة الكنوز...... التابعة وانه قدر كانه جمع باعتبار جوانبه واطرافه والمراد جمع من امرائه وو كلائه وقال الاشرف.

قوله: كاليعا سيب كناية عن سرعة اتباعه اى تتبعه الكنوز بالسرعة الخ.

قوله قطر اى عرق كما في المرقاة

قوله فيرسل الله عليهم اى على ياجوج وماجوج كما في المرقاة زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في ذكر ابن صياد

قوله عن ابي سعيد الخ: لوگ اس سے بہت گھبراتے تھے جب اس نے کہا میں تو مسلمان ہوں خواہ مخواہ لوگ مجھ کو دجال کہتے ہیں تو اس کہنے سے لوگوں کو اطمینان ہو گیا مگر اس نے جو یہ کہا کہ میں دجال کو اور اس کے والدین کو جانتا ہوں اور دجال کے قیام گاہ کو جانتا ہوں کہ وہ اس وقت جہاں موجود ہے اس کو سنکر حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھبرائے اور ان کو قوی شبہ ہوا کہ دجال یہی ہے (کیونکہ عادۃً غیر دجال کو دجال کا ایسا حال معلوم ہونا کہ وہ اس وقت کہاں ہے دشوار ہے پس یہ دعویٰ غیب ہے۔ اور اولاً اسلام کا دعویٰ اور پھر یہ واہیات باعث شبہ کا ہو گیا (کمافی المرقاۃ مع الزیادۃ فی اولہ ۱۲ جامع)

اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہی دجال ہے اور بعض کہتے ہیں کہ دجال اور ہے۔ بہرحال اگر دجال یہ نہیں تھا تب بھی اس نے خلط وملط کر دیا اور دجال کے بھی معنی خلط وملط کرنے والے کے ہیں اور اس کے اس خلط وملط سے تمام لوگوں کو پریشانی ہو گئی۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ مر گیا ہے اور لوگوں نے اس کے جنازے کی نماز پڑھی ہے اور اس کو دفن کیا ہے اور

besturdubooks.wordpress.com

بعض نے یہ کہا ہے کہ یہ غائب ہوگیا ہے جس دن کہ یزید کا لشکر اہلِ مدینہ کے قتل کے لئے آیا تھا واللہ تعالیٰ اعلم کیا قصہ ہے۔

فائدہ: قوله ارایت من خفی علیه حدیثی فلن یخفی علیکم الخ

قلت تقدیره ابصرت رجلاً خفیت علیه حالی یعنی انا رجل معروف وحالی مشهورة غیر خفیة وان خفی علیٰ احدٍ فرضًا فلن یخفی علیکم الخ او یقال معناه اخبرنی عمن خفی علیه حدیثی ای لایخفی وان خفی علیٰ احدٍ فلن یخفی الخ زاده الجامع عفی عنه.

قوله عن ابن عمر الخ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس شخص کے باب میں تردد تھا لیکن ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ آپ کا علم نہایت وسیع تھا اس لئے اس کا حال تو آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا لیکن آپ نے اس مصلحت سے کہ اس امر کا اظہار موجب تشویش اہلِ اسلام ہے کہ وہ حیران و پریشان ہو جائیں گے اس کو ظاہر نہ فرمایا اور یہ جو آپ نے فرمایا، **امنت باللہ ورسوله** تو اس میں یہ حکمت ہے کہ آپ نے یہ سمجھا کہ یہ اگر دجال ہے تو ایسا نہ ہو کہ کسی سخت لفظ کی وجہ سے کوئی فتنہ برپا کردے اس لئے آپ نے یہ لطیف جواب عنایت فرمایا جس سے اس کا جی خوش ہوگیا۔

اور مطلب آپ کا دوسرا تھا یعنی میں اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں اور تو رسول نہیں ہے پس تجھ پر ایمان نہیں رکھتا اور آپ نے یہ جو فرمایا ہے **انی قد خبأت لک الخ** تو اس میں بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے کہہ دیا تھا کہ میں اس آیت کو اپنے دل میں چھپالوں گا۔

ابن الصیاد نے اس ارشاد کو سن لیا اور آپ کے جواب میں کہہ دیا کہ جو چیز آپ نے پوشیدہ رکھی ہے وہ دخ ہے اور بعض یہ کہتے ہیں۔ شیطان نے آپ کا مخفی امراسے جا کر کہہ دیا اس طرح کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب صحابہؓ سے اس کا اظہار فرمایا تھا تو وہ سن رہا تھا اور لوگوں نے کہا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قلوب پر شیطان کا تصرف نہیں چل سکتا ہے لیکن میری تحقیق یہ ہے کہ اس کا تصرف وہاں بھی ہوتا ہے لیکن ان حضرات سے یہ مردود گناہ نہیں صادر کراسکتا اور یہ بات کلام اللہ سے معلوم ہوتی ہے کہ حضرت سیدنا ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں **انی مسنی الشیطٰن بنصب وعذاب** اور یہ عرض اس وقت کی تھی جبکہ آپ کے قلب پر اس نے تصرف کیا تھا کیونکہ اس وقت تک تو ان کو اس قدر صدمہ نہیں ہوا تھا اور نہ یہ گزارش کی تھی جب تک کہ اس کا دخل محض جسم تک تھا وہذہ[1] القصہ اخرجہا احمد فی کتاب الزہد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نیز حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصے میں ان سے قرآن مجید میں منقول ہے۔ **وما انسنیه الا الشیطٰن الأیة** اور نسیان کا تعلق دل سے ہے پس ان دونوں قصوں سے شیطان کا فی الجملہ تصرف قلوب انبیاء پر ثابت ہوا یہ میری تحقیق ہے اور اسی بناء پر میں کہتا ہوں کہ حدیث مذکور میں بھی شیطان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے یہ مضمون اخذ کر کے اس مردود کے قلب منحوس میں القاء کر دیا۔

فائدہ: قوله یاتینی صادق (ای خبر صادق تارة) وکاذب (ای اخریٰ) او ملک صادق وشیطانٌ کاذبٌ وقیل حاصل السوال ان الذی یاتیک مایقول لک و مجمل الجواب انه

---

[1] ایک بار شیطان بشکل طبیب کے ایوب علیہ السلام کی بی بی کو راستہ میں ملا انہوں نے طبیب سمجھ کر علاج کی درخواست کی اس نے کہا کہ اس شرط سے کہ اگر ان کو شفا ہو جاوے تو یوں کہہ دینا کہ تو نے ان کو شفا دی میں اور کچھ نذرانہ نہیں چاہتا انہوں نے ایوب علیہ السلام سے ذکر کیا انہوں نے فرمایا کہ بھلی مانس! وہ تو شیطان تھا۔ میں عہد کرتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو شفا دے دے تو میں تجھ کو سو تجیاں ماروں گا کذا فی الدر المنثور پس آپ کو اس سے سخت رنج پہنچا کہ میری بیماری کی بدولت شیطان کا یہاں تک حوصلہ بڑھا کہ خاص میری بی بی سے ایسے کلمات کہلوانا چاہتا ہے جو ظاہراً موجب شرک ہیں گو تاویل سے شرک نہ ہو (محمد طاہر رحیمی از بیان القرآن) ۱۲

besturdubooks.wordpress.com

يحدثني بشئ قد يكون صادقا وقد يكون كاذبًا كذا في المرقاة زاده الجامع عفي عنه.

باب: عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما على الارض نفس منفوسة يعني اليوم ياتي عليها مائة سنة.

یہ حدیث عام مخصوص البعض ہے پس بعید نہیں ہے کہ اس زمانے میں کوئی شخص ایسا ہو جس نے کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سنا ہو یا رویت نبویہ سے مشرف ہوا ہو جیسا کہ عنقریب بیان ہو چکا ہے اور مطلب حدیث کا یہ ہے کہ سو برس کے بعد یہ قرن بدل جائے گا نہ یہ کہ اشخاص موجودین میں سے ہر ہر واحد ختم ہو جائے گا۔

پس دو چار دس پانچ بیس پچیس آدمی اگر باقی رہ جائیں تو کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ قرن نہیں بدلا ہرگز نہیں کہہ سکتے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کے معنی کی تفسیر فرمادی ہے جیسا کہ خود ترمذی میں ہے۔

اور تصوف کی کتابوں میں لکھا ہے کہ عبداللہ ایک شخص ہیں ان کی عمر چھ سو برس کی ہے (یعنی اس وقت جبکہ وہ کتاب لکھی گئی ہے ۱۲ جامع) وہ ابھی تک زندہ ہیں ان کے ایک خلیفہ تھے جو حضرت بختیار کاکی علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور یہ عرض کیا تھا کہ اپنے خاندان کے موافق مجھ کو تعلیم تصوف کی دیجئے اور ان بزرگ کا خاندان قلندر یہ تھا۔

غرض یہ صاحب حضرت قدس سرہ سے بیعت ہوئے اور خلافت سے بھی مشرف ہوئے۔ معلوم ہوا ہے کہ ابھی تک وہ زندہ ہیں۔ پاک پٹن میں انہوں نے ایک بت خانہ[1] بنوایا اور خود اس میں بند ہیں اور اس مکان کو چاروں طرف سے بند کر دیا ہے اور مراقبے میں ان پر اکثر استغراق غالب رہتا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے کے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے جا رہے تھے کہ راستے میں مستغرق ہو گئے دو سو برس کے بعد ہوش میں آئے آ کر دیکھا کہ نہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور نہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ حالت ہے ان کے استغراق کی کیا تعجب ہے کہ وہ حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کریں۔

باب: قوله عن فاطمة بنت قيس ان نبي الله صلى الله عليه وسلم الخ.

جساسہ نام ہے ایک جانور کا جو کہ دجال کو خبریں سناتا ہے اور شیطان بھی کبھی جساسہ کی شکل میں آتا ہے۔

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ وہ مراقب تھے اس حالت میں شیطان ان کے پاس جساسہ کی شکل میں آیا اور کہنے لگا ہمزہ لام میم ان بزرگ نے فرمایا الف۔ لام۔ میم شیطان نے پھر کہا ہمزہ۔ لام۔ میم یہ بزرگ گھبرائے کہ شیطان اب مجھ پر غالب ہونا چاہتا ہے یہی حالت تھی کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے مرشد داہنی جانب کھڑے ہیں پھر ان مرشد صاحب نے اس شیطان کے ایک چپت لگایا پس تھوڑی دیر میں وہ شیطان ایک خوب صورت آدمی کی صورت ہو گیا۔ صبح کو یہ بزرگ مراقب اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ فرمانے لگے کہ انسان کامل کے ہاتھ سے شیطان آدمی بن جاتا ہے۔

بزرگوں کے یہاں بھی امتحان ہوتے ہیں جیسے کہ ہمارے یہاں یعنی اہل علم کے یہاں اس امر کا امتحان ہوتا ہے کہ طالب علم عبارت پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور ترجمہ کر سکتا ہے یا نہیں۔ سوایسے ہی ان حضرات کے ہاں اس نوع کے امتحان ہوئے ہیں۔

جیسے کہ ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ ان کے تین مرید تھے اور وہ ان کی تعلیم کیا کرتے تھے چند روز کے بعد ان بزرگ نے تینوں کو ایک ایک کبوتر دیا اور یہ کہا کہ جاؤ اس کو ایسی جگہ ذبح کر کے لاؤ جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔ سو دو مرید تو اپنے اپنے کبوتر ذبح کر لائے اور تیسرا ویسے ہی واپس چلا آیا اور کبوتر ذبح نہیں کیا حضرت مرشد نے اس کا سبب دریافت کیا انہوں نے عرض کیا

---

[1] غالباً یہ لفظ خلوت خانہ ہے ۱۲ عبدالقادر عفی عنہ ویرید بذالک ان ینحزم ذالک القرآن ترمذی ص ۳۲۸ ط

besturdubooks.wordpress.com

کہ آپ نے تو یہ فرمایا تھا ایسی جگہ ذبح کر کے لانا جہاں کوئی نہ دیکھے اور مجھے کوئی ایسی جگہ نہ ملی اس لئے کہ جہاں مخلوق نہ تھی وہاں خالق تھا پس میں ذبح کرنے سے معذور رہا۔

تو ان بزرگ نے فرمایا کہ تم آگے چلو تمہارا کام بن گیا اور ان دونوں سے کہا کہ تم ابھی تعلیم سابق کی مشق کرو کہ تم میں نقص باقی ہے اگر کہا جائے کہ جب یہ دجال ابن الصیاد تھا (علی تقدیر اتحادہما) تو اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بارے میں کیوں استفسار کیا حالانکہ وہ آپ کو دیکھ چکا تھا تو جواب یہ ہے۔

کہ یہ کلام عالم ملکوت کا ہے مگر حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو سمجھے نہیں کہ یہ عالم ملکوت ہے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کسی شئے کو ملکوت میں دیکھتا ہے مگر اس کو خبر نہیں ہوتی کہ میں ملکوت میں ہوں اور اس کی شناخت عارف کا کام ہے وہ فوراً سمجھ جاتا ہے کہ میں اس وقت کہاں ہوں ملکوت میں ہوں یا کسی اور مقام میں ہوں فافہم۔

باب: قوله حدثنا اسمٰعيل بن موسى الفزارى ابن ابنة السدى الكوفى نا عمر بن شاكر عن انس الخ.

قلت هذا الحديث ثلاثيٌّ وهو مافيه ثلٰث وسائط بين المؤلف وبين النبى صلى الله عليه وآله وسلم فينبغى ان يحقق السند فاقول اسمٰعيل هذا فمختلف فيه وهو من رجال الترمذى وابى داوٗد وابن ماجة والبخارى فى الادب كما يتحصل من تهذيب التهذيب و عمر بن شاكر ايضا مختلف فيه كما فى تهذيب التهذيب فالسند رجاله محتج بهم وهو حسن

اور اس حدیث کے احقر کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ جس طرح چنگاریاں ہاتھ میں لینے والا صبر نہیں کر سکتا اور بوجہ خوف احتراق کے اور اپنے ہاتھ سے چنگاریاں اگر اس کے ہاتھ میں آ بھی جاویں تو گرا دیتا ہے اسی طرح دیندار کو دین پر قائم رہنا بوجہ ضعف ایمان وشیوع مفاسد کے دشوار ہوگا اور یہ غرض نہیں ہے کہ عمل کرنا اس کو محال ہوگا جیسا کہ عادۃً قبض علی الجمر محال ہے اس لئے کہ مشبہ بہ اشہر اور اقویٰ ہوتا ہے پس مساوات ضروری نہیں۔

باب: قوله عن ابى بكرة قال عصمنى الله بشئى الخ.

حضرت ابو بکرہ کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بصرہ میں جنگ صفین میں شرکت کے لئے تشریف لائیں تو لوگوں نے ان کو والی بنانا چاہا میں نے یہ حدیث سنادی تو یہ قصد لوگوں کا جاتا رہا اور عورت کی ولایت سے حق تعالیٰ نے ہم کو بچالیا واللہ تعالیٰ اعلم زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب: قوله صلى الله عليه وسلم انكم فى زمان من ترك منكم عشر ما امر به الخ

یہاں پر کمیت میں تو تفاوت مراد ہو نہیں سکتا ورنہ لازم آتا ہے کہ اس زمانے میں کوئی شخص چار فرضوں کی بجائے دو رکعت پڑھ لے تو وہ نماز اس کے لئے کافی ہو جائے۔ اور اسی طرح روزے وغیرہ کو سمجھ لو پس تفاوت فی الکیفیۃ مراد ہے یعنی مثلاً جس قدر خشوع وخلوص وغیرہ کا عبادات میں تم کو امر ہے اگر تم اس کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دو تو تم پر عذاب اور مصائب نازل ہوں بخلاف ان آئندگان کے کہ ان کا دسویں حصے پر عمل کرنا کفایت کرے گا اور نجات کا سبب ہو جائے گا اور لوگوں نے کمیت ہی مراد لی ہے کیفیت کسی نے مراد نہیں لی لیکن کمیت مراد لینا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

قوله صلى الله عليه وسلم حتى تنصب بالبا قلت حتى تتعلق بيخرج لا بيرد قاله الجامع عفى عنه

besturdubooks.wordpress.com

ابواب الرؤیا
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب ان رؤیا المؤمن جزء من ستة واربعين جزاءً من النبوة

قوله عن ابی هریرة الخ: احقر کہتا ہے کہ میرے خیال میں قربِ زمان سے مراد قربِ قیامت ہے اور اس وقت صدقِ رؤیا کی وجہ یہ ہے کہ جیسے بعد مرنے کے انکشاف حقائق ہوتا ہے اور ہر شئے اپنے محل پر نظر آتی ہے حتی کہ قربِ موت کے وقت بھی کسی قدر اس انکشاف کا اثر ظاہر ہوتا ہے پس اسی طرح قربِ قیامت کے زمانے میں کشفِ حقائق ہو جائے گا اور نیز علاماتِ قربِ قیامت میں سے وقوعِ عجائب وغرائب ثابت ہی ہے اور اس امر کا عجیب وغریب ہونا ظاہر ہے اور جملہ اصدقهم رؤیا اصدقهم حدیثاً کا تعلق قربِ قیامت سے نہیں ہے بلکہ یہ قاعدہ ہر زمانے کو عام ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ذهبت النبوة وبقيت المبشرات

قولہ عن عطاء بن يسار عن رجل من اهل مصر اعلم ان الترمذی حسن الحديث مع ان رجلاً فيه مجهول فلعل الترمذی وجدله متابعاً علی شرط المتابعة فحسنه فافهم زاده الجامع عفی عنه۔

(اس سے مراد تبلیغ ہے کہ میرے اس زمانہ میں تبلیغ کا ترک، عذر کی وجہ سے نہیں بلکہ کوتاہی کی وجہ سے ہوگا لہٰذا اس وقت دسویں حصے کا ترک بھی موجبِ ہلاکت ہے ولیکن میرے بعد کے زمانہ میں ضعفِ اسلام اور غلبۂ ظلم وفسق کے عذر کی بناء پر ترکِ تبلیغ ہوگا نہ کہ کوتاہی کی بناء پر لہٰذا اس وقت دسویں حصے کا ارتکاب بھی نجات کے لئے کافی ہوگا۔۱۲ط)

باب ماجاء فی قول النبی ﷺ من رآنی فی المنام فقد رآنی

قولہ عن عبداللہ الخ: شیطان جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت بن کر خواب میں نہیں آسکتا ہے اس کی یہ وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محض مظہرِ ہدایت ہیں اور شیطان محض مظہرِ ضلالت ہے اور ہدایت وضلالت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں بخلاف حق تعالیٰ کے کہ وہ مظہرِ ہدایت اور مظہرِ ضلالت دونوں ہیں اس لئے شیطان خواب میں اللہ تعالیٰ کی صورت بن کر نمودار ہو سکتا ہے۔

باب ماجاء فی الذی یکذب فی حلمہ

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من تحلم الخ: اس قدر سخت وعید (عقد شعیرتین) اس کذب پر اس وجہ سے ہے کہ عالمِ ظاہر کے متعلق جو کذب ہوتا ہے اس کا انکشاف اور اس کی تحقیق کر لینا اس باب عادیہ سے کسی درجہ میں ممکن ہے بخلاف کذب فی

besturdubooks.wordpress.com

الاموِر الخفیہ کے جن میں رویا بھی ہے کہ اس کا تحقیق کرنا عادۃً خارج از قوت ہے ہٰذا ما ظہر لی واللہ تعالیٰ اعلم زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی رؤیا النبی

قوله عن ابی بکرة الخ: قلت فیه اشارة الٰی افضلیته ابی بکر علی عمرو افضلیته علٰی عثمان وافضلیته عثمان علٰی غیره من الصحابة رضی الله تعالیٰ عنه زاده الجامع عفی عنه.

ابواب الشهادات

عن رسول الله صلی ای علیه وسلم

قوله صلی الله علیه وسلم (فی حدیث عائشة رضی الله تعالیٰ عنها) لاتجوز شهادة خائن الخ الٰی هٰذا کله ذهب الفقهاء

ابواب الزهد عن رسول الله ﷺ

باب ماجاء قلب الشیخ شابٌ علٰی حب اثنتین

قوله عن ابی هریرة الخ: چونکہ جوان آدمی کسب پر قادر ہوتا ہے اس لئے اس کے اندر استغناء ہوتا ہے کہ سمجھتا ہے کہ خرچ کردوں گا تو کیا حرج ہے پھر کسب سے حاصل کرلوں گا اور ضعیف بڈھا چونکہ کسب پر قادر نہیں ہوتا غنیمت سمجھتا ہے کہ جس قدر مال ہو ذخیرہ رکھا جائے تا کہ احتیاج کے وقت کام آئے کمانے کی تو امید ہوتی نہیں پس یہ وجہ ہے کثرت حرص کی عالم شیخوخت میں اور حرص طول عمر کی یہ وجہ ہے کہ جوان آدمی باعتبار ظاہر اسباب کے خیال کرتا ہے کہ میں تو جوان ہوں بہت دنوں تک زندہ رہوں گا۔ موت کا کوئی تقاضا نہیں معلوم ہوتا اس لئے وہ مطمئن رہتا ہے گو کبھی اس خیال کے خلاف بھی ہو جاتا ہے لیکن تاہم اس خیال کو بہت بڑا دخل ہے اس شخص کے اطمینان میں بخلاف بڈھے کے کہ جانتا ہے قاصد موت جو بڑھاپا ہے آن پہنچا جو دن زندگی کا میسر ہو جائے غنیمت ہے پس یہ وجہ ہے حرص طول حیات کی اور اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حرص مال وعمر دونوں شدت سے شباب کو بھی ہوتی ہیں لیکن بوجہ ایک مانع کے ان کا اثر کم ہوتا ہے۔

اور شیخ میں بوجہ ارتفاع مانع کے وہ اثر زیادہ ہوتا ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی معیشة النبی ﷺ واهله

قوله عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت ما شبع رسول الله واهله الخ قلت فی التلخیص الحبیر صحؔ عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت شبعنا بعد فتح خیبر من التمر

لہ قلت قد اخرج البخاری عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت لما فتحت خیبر قلنا الآن نشبع من التمر اه وقد اخرج ایضا عنها توفی النبی صلی الله علیه وسلم حین شبعنا من الاسودین التمر والماء ۱۲ جامع عفی عنه.

besturdubooks.wordpress.com

ص ۴۰ ج ا وفیه ایضًا وقد ثبت فی السیر کلها انه لمامات کان مکفیا ص ۲۹۹ ج ۲ وفی الجامع الصغیر کان (صلی اللہ علیہ وسلم)اذا تغدی لم یتعش واذا تعشی لم یتغد رواہ ابو نعیم فی حلیۃ الاولیاء واسنادہ صحیح ج ۲ ص ۸۸ وقد نقل بعض اهل السیر عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہاانہا قالت بعد وفاتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔

یا من لایشبع من خبز الشعیر　　یا من اختار الحصیر علی السریر

یا من لم ینم اللیل کلہ　　من خوف عذاب رب السعیر

وقد طبقت بین هذه الروایات بانہ صلی اللہ علیہ وسلم واهلہ کانوا غیر مکفیین فی اول الامرثم کفوا فی اخر الامر لکن الظاهر انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقی مع الکفایۃ علی الزهد الذی کان فی اول امرہ الٰی اخرہٖ کما تدل علیہ روایۃ ابی نعیم واللہ تعالیٰ اعلم زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب کراهیۃ المدحۃ والمداحین

قولہ عن ابی معمر الخ: ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو اپنے حقیقی معنی پرمحمول کیا اور بعض نے اس کو ظاہر پرنہیں محمول کیا بلکہ زجر پر محمول کیا ہے۔

باب: قولہ قال اخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین سلمان وابی الدرداء الخ

بعض بندگانِ خدا ایسے بھی ہیں جو تمام شب قیام کرتے ہیں لیکن چونکہ ان کے اس فعل سے کسی کی حق تلفی نہیں ہوتی اور ان کو خود بھی کلفت نہیں ہوتی اس لئے ان کے حق میں یہ امر مذموم نہیں اور مذموم تو جب ہے جبکہ نفس کو شاق ہو یا اہل وعیال کا حق ضائع ہو وغیرہ وغیرہ۔

اور فی الحقیقت تکثیر مطلوب نہیں ہے۔ بلکہ حق تعالیٰ کی رضا کے لئے نفس کو کام میں لگائے رکھنا مقصود ہے جس قدر نشاط وخوبی وسہولت کے ساتھ کام ہو سکے وہ مقبول اور مطلوب ہے اور بے حد کام کرنے سے دوام اور نباہ نہیں ہو سکتا چندروز کے بعد اس زیادتی کی وجہ سے ضروری کاموں میں بھی خلل واقع ہونے لگتا ہے اس لئے اعتدال ملحوظ رکھنا چاہئے۔

besturdubooks.wordpress.com

اباب صفة الجنة

باب ماجاء في شان الحساب والقصاص

قوله عن ابن مسعود عن النبي صلي الله عليه وسلم قال لاتزول الخ.

احقر کہتا ہے کہ اس قسم کی حدیثیں عام مخصوص البعض ہیں کیونکہ بعض حضرات حساب ہی سے بچالئے جائیں گے چنانچہ متوکلین کے باب میں وارد ہے کہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے اور وہ فی المشکوٰۃ عن الصحیحین قال الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء في شان الحشر

قوله عن ابن عباس قال قال رسول الله صلي الله عليه وسلم يحشر الناس الخ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معروض کرنا حضرت صمدیت میں ان تعذبهم الخ استرحام اور استغفار کے لئے نہ ہوگا کیونکہ وہ لوگ جب مرتد ہو گئے تو کسی درجے میں رحمت کے اہل نہ رہے بلکہ اظہار قدرت باری تعالی اور تفویض امر کے لئے ہوگا یعنی جب یہ لوگ اس درجہ محلِ عتاب ہیں تو میں ان کے بارے میں کچھ نہیں عرض کرتا۔ بلکہ ان کا کام آپ کے سپرد کرتا ہوں جو چاہے کیجئے زادہ الجامع عفی عنہ

وقوله اول من يكسى من الخلائق ابراهيم الخ

بعض آدمی شبہ کیا کرتے ہیں کہ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درجہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبے سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ اول ان کو لباس مرحمت ہوگا لیکن واقع میں ایسا نہیں ہے اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ خلعت عوض عطا ہوگا کیونکہ وہ دنیا میں مجرد کر کے آگ میں ڈالے گئے تھے کما اخرجہ۔[1]

اور خلعتِ انعام سب سے پہلے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوگا جیسا کہ آپ کے فضائل اسی کے مقتضی ہیں۔

قوله صلي الله عليه وسلم وتجرون علي وجوهكم قلت معنى الحديث ان بعض المحشورين كان راجلاً وبعضه راكبا وبعضهم يجر علي وجهه وهذا التفاوت باعتبار تفاوت الاعمال زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في شان الصراط

قوله صلي الله عليه وسلم اطلبني اول ما الخ: في الحاشية وجه الجمع بين هذا الحديث وبين حديث عائشة رضي الله تعاليٰ عنهاانها ذكرت النار فبكت فقال صلعم

---

[1] لم اطلع عليه لكن نقله العلامه عيني في عمدة القارى ص ۲۴۳ ج ۱۵

besturdubooks.wordpress.com

مایبکیک قالت ذکرت النار فبکیت فهل تذکروں[1] اهلیکم یوم القیٰمة قال صلی الله علیه وسلم مافی ثلٰثة مواطن فلایذکر احدٌ احدًا عند المیزان الحدیث هو ان جوابه لعائشة بذالک کیلا تتکل علٰی کونها حرم رسول الله صلی الله علیه وسلم (ای زوجة ۱۲ ط) وجوابه لانس بهٰذا کیلاییأس کذا ذکره السید فی حاشیة المشکوٰة قلت فی المرقاة بعد نقل هٰذا القول عن الطیبی اقول فیه انه خادم رسول الله صلی الله علیه وسلم فهو محل الاتکال ایضًا مع ان الیاس غیر ملائم لها ایضًا فالاوجه ان یقال ان الحدیث الاول محمول علی الغائبین فلا احد یذکر احدًا من اهله الغیب (لعدم فراغه عن نفسه)

فالحدیث الثانی محمول علی من حضره من امته الخ اھ قلت هٰذا التوجیه حسن لطیف وفی المرقاة عن السید جمال الدین ماحاصله ان حدیث عائشة رواه ابوداؤد بسند منقطع اھ قلت ولاینبغی ان یاول الحدیث بما اوله فی حاشیة الکتاب فان فیه صورة الخداع والایقاع فی الغلط وحضرة النبوة اعلٰی وارفع من ان ینسب الیه مثل هٰذا فافهم زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء فی صفة اَوَانی الحوض

قوله عمر لکنی لکحت المتعمات الخ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد یہ ہے کہ میں نے خوش عیش لڑکی سے تو نکاح کرلیا لیکن اس امر پر قدرت باقی ہے کہ سر نہ دھوؤں حتیٰ کہ پراگندہ اور غبار سے آلودہ ہوجائے اور اپنے کپڑے جو جسم پر ہیں ان کو نہ دھوؤں یہاں تک کہ وہ خوب میلے نہ ہوجائیں سو ان امور کو بجالاؤں گا تا کہ مجھ کو یہ فضیلت جو اس حدیث میں مذکور ہے حاصل کرلو۔

اور اس مطلب میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مقصود ہو کہ تکلفات سے اجتناب کروں گا نہ یہ کہ میل کچیل میں مبتلا رہوں گا دوسرے یہ کہ میں قصداً بذاذت اختیار کروں گا اور کپڑے وغیرہ صاف نہ کروں گا جب تک کہ خوب میلے نہ ہوجائیں۔ سو پہلی مراد تو صحیح المعنیٰ ہیں اور مطلوب شرعی ہے گو حدیث میں اس کا صراحۃً ذکر نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث کا مطلب تو یہ ہے کہ ایسے عاجز و بیکس لوگوں کا یہ رتبہ ہے جن کو متنعمات عورتوں سے نکاح کرنے کی قدرت نہیں یعنی وہ عورتیں یا ان کے اولیاء ان کو بوجہ بیکسی اور افلاس کے کچھ خیال میں نہیں لاتے اور بے وقعت سمجھتے ہیں اس وجہ سے وہ ایسی عورتوں سے نکاح نہیں کرسکتے اور ان کے پکارنے پر لوگ دروازے نہیں کھولتے بوجہ ان کے بے وقعت سمجھنے کے اور وہ لوگ بوجہ معذوری اور افلاس وغیرہ کے پراگندہ حال رہتے ہیں صفائی بدن بھی نہیں کرسکتے (لیکن دین کے مطیع اور مقبول عنداللہ ہیں) سو یہاں تو ان امور کا

---

[1] فیه دلیل علی استعمال لفظ المجموع المخاطب للواحد تعظیمًا له وقد منعه العلامة التفتازانی فی المطول فقال ما محصله ان ذالک الاستعمال مخصوص بجمع المتکلم لاغیر ولکن سیدتنا عائشة رضی الله تعالی عنها من افاضل اهل اللسان والشعراء فاستعمالها حجة اللّٰهم ان یقال ان قول العلامة محمول علی ان الاستعمال لغیر جمع المتکلم فی هذا المعنی قلیل فانک تراهم کثیرا یستعملون لفظ الواحد المخاطب وان کان المخاطب کبیرًا عظیمًا. اویقال انها ارادت بالجمع الانبیاء کلهم فکانها قالت انتم ایها الانبیاء تذکرون الخ والله تعالی اعلم ۱۲ جامع عفی عنه.

besturdubooks.wordpress.com

ذکر ہے اس قید کے ساتھ میں کہ بحالت معذوری و مجبوری جب ان کو یہ امور پیش آویں نہ یہ کہ قصداً ایسی حالت اختیار کرے جیسا کہ اہل فہم پر بعد نظر بر قواعد شرعیہ و سنن نبویہ کے مخفی نہیں ہے کہ صفائی وغیرہ کا جبکہ حد تکلف تک نہ ہو کس قدر اہتمام کیا گیا ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو قصد کیا اس پر صریح یہ حدیث دال نہیں کہ ان کا قصد امور اختیاریہ کے متعلق تھا اور یہ فضیلت امور اضطراریہ (بشرط صبر) کے متعلق ہے ہاں! اس حدیث سے اتنا ضرور ثابت ہوا کہ دنیا میں جی لگانا اور اس میں قدر ضرورت سے زائد مشغول ہونا محمود نہیں ہے کہ وہ مقصود لعینہا نہیں ہے تو شاید حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی استنباط کی بناء پر یہ قصد کیا ہو یا محض ظاہر معنی کے اتباع پر یہ قصد کیا ہو کہ گو اضطراراً یہ امور نہ ہوں لیکن اختیاراً ایسا کرنا باوجود قدرت علی التنعم کے اور زیادہ باعث اجر ہوگا اور یہ ان کی رائے ہے۔

احقر کے نزدیک حدیث کی مراد وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئے کہ جب اضطراراً یہ مصائب پیش آئیں اس پر صبر کرنا یہ درجہ رکھتا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام میں دوسرا احتمال جو مذکور ہوا وہ نہایت بعید ہے کہ میلا کچیلا قصداً رہنا نہایت مذموم ہے واللہ تعالیٰ اعلم زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب: قولہٗ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سبقک بہا عکاشۃ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں اس لئے آپ نے ان کے لئے دعا فرمادی نیز آپ نے کل امت میں سے ستر ہزار لوگوں کو اس صفت کے ساتھ متصف دیکھا تھا اگر عام طور پر اس زمانے میں دعا فرماتے تو یہ مقدار تو جب ہی پوری ہو جاتی اس لئے آپ نے دعا نہیں فرمائی۔

فائدہ: ترمذی کے صفحہ گزشتہ یعنی صفحہ ۳۵۱ پر ایک حدیث بسند حسن گزر چکی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں وعدنی ربی ان یدخل الجنۃ من امتی سبعین الفًا لاحساب علیہم ولاعذاب مع کل الفٍ سبعون الفًا الخ۔

سو احقر کے نزدیک ذوقاً وہ حدیث اور یہ حدیث جس میں حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہے ایک معلوم ہوتی ہے گو الفاظ مختلف ہیں اور تطبیق یوں ممکن ہے کہ اول ستر ہزار کا وعدہ ہوا ہو پھر ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اضافہ کئے گئے ہوں زادہ الجامع عفی عنہ۔

قولہٗ حدثنا سوید نا عبداللہ عن یونس الی ان قال فقال حکیم فقلت یا رسول اللہ والذی بعثک بالحق لا ارزأ احدًا بعدک شیأً فان قلت لم استثنیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال بعدک ای غیرک قلت واللہ تعالیٰ اعلم کانہ قصد بذالک انہ صلی اللہ علیہ وسلم مایعطیہ من حقہ کان عدم اخذہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم من سوء الادب واثرہ شرعًا وعقلا وطبعا غیر خفی فاستثنیٰ لذالک.

باب: قولہ صلی اللہ علیہ وسلم بقی کلہا غیر کتفہا.

اس کا مطلب یہ ہے کہ کتف کے سوا اور چیزیں چونکہ تصدق کر دی گئی ہیں اس لئے وہ باقی ہیں بوجہ ان کا اجر باقی رہنے کے اور کتف چونکہ محض ہمارے استعمال میں آئے گا اس لئے فانی ہے۔ اور اس حدیث میں ترغیب ہے صدقہ کی۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله عن ابراهیم قال کل بناءٍ وبالٌ علیک قلت ارایت مالا بد منه قال لااجر ولا وزر اھ
(هوالتابعی الجلیل اعنی به الخفی وهو المتبادر عند الاطلاق کمالایخفی علی المتتبع ۱۲ جامع)
قلت محمول علی ان من لم ینوبه الاطمینان والفراغ للعبادة فان البناء فی هذه الحال مباح وان نوی به الفراغ للعبادة والاستعانة به علی العبادة فهو عبادة لغیرها فافهم زاده الجامع عفی عنه.

باب: قوله صلی الله علیه وآله وسلم من عیر اخاه بذنب الخ.

اہل ظاہر تاویل کرتے ہیں کہ جو شخص بعد عاصی کے توبہ کر لینے کے اس کو اس کے گناہ سے عار دلادے تو یہ عار دلانے والا خود اس گناہ میں مبتلا کیا جائے گا۔

لیکن اہلِ حقیقت فرماتے ہیں کہ مطلقاً کسی کو اس کے گناہ پر عار دلانا نہ چاہئے کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ شخص عار دلانے سے ضد کرنے لگتا ہے اور گناہ کے کام اور زیادہ کرتا ہے اس لئے عار دلانا ہر حالت میں منع ہے ہاں بطریق حسن و نصیحت کچھ کہے تو مضائقہ نہیں۔

فائدہ: احقر کے نزدیک عار دلانا اس لئے بھی منع ہے کہ اس عار دلانے کا سبب تکبر اور مکر اللہ تعالیٰ سے غفلت ہوتی ہے اور عاصی پر طعنہ زنی مقصود ہوتی ہے اور یہ سب ممنوع ہے پس جبکہ ان امور میں سے کوئی امر نہ ہو بلکہ عاصی کی خیر خواہی منظور ہو اور اس سے امید خیر کی ہو یعنی یہ امید ہو کہ وہ راہِ ہدایت پر آ جائے گا اور ضد نہ کرے گا تو اس صورت میں جس طرح مناسب ہو خواہ نرمی یا سختی سے عار دلانا مذموم نہیں فافہم زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب: قوله صلی الله علیه وسلم افلا انبئکم بما یثبت ذالک لکم افشوا السلام بینکم.

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے افشاء سلام کا امر فرمایا تاکہ لوگ تواضع اختیار کریں کیونکہ ابتداء بہ سلام کرنے والا جب دوسرے کو سلام کرے گا تو اپنے آپ کو کمتر سمجھے گا کہ متکبرین کسی کو سلام نہیں کیا کرتے ہیں۔

اور واضح رہے کہ تواضع، اتفاق کی جڑ ہے جہاں لوگ اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں وہاں اتفاق نہیں ہوتا۔ اور جس مجمع میں تواضع ہوتی ہے وہاں خوب اتفاق ہوتا ہے۔

باب: قوله عن حنظله الاسیدی وکان من کتاب رسول الله صلی الله علیه وسلم الخ.

یہ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم ہمیشہ اسی حالت پر رہو کہ جس حالت پر میرے پاس سے جدا ہوتے ہو تو ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام تم سے مصافحہ کیا کریں تو اس حالت کے دائم نہ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ ملائکہ ملکوتی ہیں اور انسان ناسوتی ہے پس اگر انسان ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہے تو وہ بھی ملکوتی ہو جائے حالانکہ وہ ناسوتی ہے اور اس کا ناسوتی ہی رکھنا مطلوب ہے حق تعالیٰ کو ..... اور جاننا چاہئے کہ ملائکہ کو انسان پر علی الاطلاق فضل نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فرشتوں کو حضور باری تعالیٰ حاصل ہے اور وہ شب و روز اطاعت اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ پس عبادت اور طاعت گویا ان کا شعار ہو گیا ہے اور

besturdubooks.wordpress.com

عادت اور غذا ہوگئی ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں یسبحون اللیل والنھار لایفترون اور فرمایا وھم لایسئمون۔ سوان کو خاص لذت عبادت میں نہیں آتی ہے بخلاف انسان کے کہ اس کی حالت بدلتی رہتی ہے اور بحکم لکل جدید لذیذ جب عبادت کرتا ہے تو لذت آتی ہے اور پھر اس کے بعد دوسری حالت طاری ہوتی ہے اور وہ پھر عبادت کرتا ہے تو پھر تازہ لذت آتی ہے۔

ایک تو انسان کے ملائکہ سے افضل ہونے کی یہ جزئی وجہ ہے۔ دوسری وجہ جزئی یہ ہے کہ انسان کا جب تک نزول کامل نہیں ہوتا ہے اس وقت تک وہ کامل نہیں ہوتا اور اصل بات یہ ہے کہ جب آدمی ناسوت سے ملکوت میں جاتا ہے اور وہاں سے پھر جبروت میں جاتا ہے اور پھر وہاں سے لاہوت میں جاتا ہے اور پھر اس سے اوپر پہنچتا ہے یہاں تک کہ تمام مقامات مطلوبہ کو طے کرلیتا ہے اس کے بعد پھر نزول کرتا ہے اور نزول سے پہلی حالتوں کا نام عروج ہے اور جتنی نزول میں کمی رہتی ہے اسی قدر کمال میں کمی رہتی ہے اور ملائکہ میں شان نزول کی ہے نہیں سو ایک وجہ انسان کے فضل علی الملائکہ کی یہ ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ باوجود ملائکہ کے موجود ہونے کے اور عبادت کرنے کے حق تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا معلوم ہوا کہ انسان کے ساتھ کوئی خاص مطلوب تھا اور وہ ملائکہ سے حاصل نہ ہوا تھا سو تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دردِ دل ہے جو عبادت سے پیدا ہو جاتا ہے اور فرشتوں میں دردِ دل ہے نہیں اس سے معلوم ہوا کہ ناسوت زیادہ مقصود ہے ملکوت سے۔ پس یہ تیسری وجہ ہے جس سے انسان کو ملائکہ پر فضیلت حاصل ہے اور انسان کو چاہئے کہ اپنے اندر دردِ دل پیدا کرے اور یہ سب طالب حق کے لئے ہے اور غافلوں تو فقط یادِ الٰہی میں مشغولی کافی ہے ان کو اسی کا اہتمام مناسب ہے۔

قوله صلی اللہ علیه وسلم اعقلها وتوکل: مقصود یہ ہے کہ باوجود اختیار اسباب کے حق تعالیٰ پر نظر ہو اور ترک اسباب اس کے لئے لازم نہیں گو بعض صورتوں میں اقویاء کے لئے محمود ہے لیکن باوجود اختیار کرنے اسباب کے پھر نظر تام رکھنا حق تعالیٰ پر نہایت دشوار ہے۔ اور جب اسباب نہیں ہوتے تو خواہ مخواہ آدمی کی نظر حق تعالیٰ پر رہتی ہے۔ مثلاً کوئی طالب علم کتاب پڑھتا ہے اس نے ایک روز مطالعہ نہیں دیکھا اور پھر سبق پڑھا اور سمجھ لیا تو وہ کہے گا کہ حق تعالیٰ کا بڑا فضل ہوا کہ بدوں مطالعہ کے سبق سمجھ میں آ گیا اور جب وہ مطالعہ دیکھ کر پڑھتا ہے اور سبق سمجھ لیتا ہے تو کہتا ہے کہ حق تعالیٰ کا احسان ہے کہ آج بھی سبق سمجھ میں آ گیا اور اس کو اس قدر مسرت نہیں ہوتی جیسے کہ مطالعہ نہ دیکھنے کی صورت میں ہوئی تھی اور نہ اسی قدر دل سے شکر نکلتا ہے کیونکہ یہ تفاوت طبعًا ہے اس وجہ سے کہ پہلی صورت میں سبب ظاہری کا دخل نہ تھا۔ اور اس صورت میں ظاہری سبب کا دخل ہے فافہم حق الفہم۔

قولهٗ عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنه قال ذکر رجل عند النبی صلی اللہ علیه وسلم الخ

اس زمانے میں لوگ تھوڑی بہت ریاضت تو کرتے ہیں لیکن رزق حلال کی ان کو پرواہ نہیں یعنی کیسی ہی کھانے کی ان کی دعوت کردو قبول کرلیں گے اور اس کا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں کہ کہیں چھینٹیں نجس نہ پڑ جاویں ذرا سا بھی وہم ہوا اور کپڑا دھونا شروع کیا۔ یہ بھی کسی درجہ میں اچھی بات ہے لیکن بہ نسبت شبہات کے اور پھر وہ بھی جبکہ موہوم ہوں محرمات سے بچنے کا اہتمام بہت زیادہ مؤکد اور مامور بہ ہے۔

اور یہ بھی خیال رہے کہ طہارت میں بھی حد سے زیادہ مبالغہ مناسب نہیں ہے کہ وسوسہ شیطانی ہے اور امور ضروریہ کے

besturdubooks.wordpress.com

قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا حالانکہ وہ دانہ جنت کا تھا مگر چونکہ حق تعالیٰ کی کسی درجے کی نافرمانی کا جو اراس کو حاصل تھا اس لئے اس میں یہ اثر بد پیدا ہو گیا جہاں تک انسان سے ہو سکے مال حلال کھانے کی سعی کرے کہ اس میں بہت سے فائدے ہیں اور بہت سی مضرتوں سے امن ہے۔.....اور توکل میں بزرگوں کی حالتیں مختلف ہوتی ہیں۔

چنانچہ حضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ جب حج کے لئے تشریف لے جانے لگے تو چند اور آدمی بھی مولانا صاحب کے ساتھ ہو لئے۔ مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس اس قدر روپیہ ہے جو حج کے لئے کافی ہو جائے وہ کہنے لگے کہ روپیہ تو نہیں ہے لیکن ہم توکل پر جاتے ہیں مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے ساتھ کیوں جاتے ہو جب توکل پر جاتے ہو تو علیحدہ جاؤ۔ پس مولوی صاحب کسی کو اپنے ہمراہ نہیں لے گئے۔

اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ جب حج کو تشریف لے جانے لگے تو ان کے ہمراہ بھی لوگ حج کو چلنے لگے محض توکل پر۔ مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے منظور کر لیا کہ جو تمہارا حال وہ میرا حال۔ چنانچہ بمبئی تک پہنچے وہاں سیٹھوں نے نذر پیش کی مولانا صاحب نے سب ہمراہیوں کو وہ رقم تقسیم کر دی اور سب کے پاس کرایہ ہو گیا اور سب نے حج کیا لیکن واپسی کے لئے خرچ نہ تھا۔ لوگوں نے مولانا صاحب سے کہا کہ آپ کو ہم لے چلیں گے مگر ہمراہیوں کے خرچ کا بندوبست نہیں ہے فرمایا کہ میں ان کے بغیر نہیں جا سکتا اس کو سن کر لوگوں نے باہم چندہ کیا اور سب لوگوں کو ہندوستان میں لے آئے۔

اور وجہ اس تفاوت بین الشیخین کی یہ ہے کہ مولانا رشید احمد صاحب جو ہیں ان کی حالت ہے شیخ کی۔ کیونکہ شیخ معلم ہوتا ہے اور اپنی حالت پر غالب ہوتا ہے اور ہر کام کو انتظام کے ساتھ انجام دیتا ہے اور مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حالت عاشقانہ ہے اور عاشق مغلوب الحال ہوتا ہے پس اس وجہ سے حضرت محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ صاحب قدس سرہ پر سخاوت اور اعانت فی اللہ بلا لحاظ انتظام اور حسن اخلاق غالب ہو گیا اور لوگوں کا محروم ہونا گوارا نہ کیا۔

اللہ تعالیٰ کی شان ہے اور اس کی رحمت ہے جس کو جیسا چاہیں ویسا کر دیں۔ اور واضح ہو کہ اگر اسباب مطلوب میں تاخیر ہو جائے تو پریشان نہ ہو کیونکہ تاخیر میں مصلحت ہوتی ہے اور کبھی یہ سبب ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کو اس کی تضرع و زاری والتجا اچھی معلوم ہوتی ہے اس لئے دیر فرمائی جاتی ہے کما ورد فی الحدیث الذی رواہ۔

اور اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ حق تعالیٰ کو اس کی ایسی حالت کی طرف خاص توجہ ہوتی ہے۔ سبحان اللہ! ہم جیسے نااہل اور ناپاکوں کی کوئی بات ایسی بھی ہے جس کو حق تعالیٰ بہ نظر محبت دیکھتے ہیں۔ اور اس کی ایسی مثال ہے کہ مثلاً ایک شخص کو کسی عورت سے محبت تھی اور وہ قضاء الٰہی سے اتفاقاً محتاج ہو کر اس کے دروازے پر گدا گری کے لئے حاضر ہوئی اور اس کے ہمراہ ایک بڑھیا بھی حاضر ہوئی اس مرد نے اس بڈھی کو کچھ دے دلا کر رخصت کر دیا اور اس جوان عورت کو بہانہ سے روکا کہ ابھی کھانا تیار نہیں ہے ٹھہر جاؤ تھوڑی دیر میں دیں گے اور مقصود یہ ہے کہ جو گھڑی یہ سامنے رہے اس کے نظارے سے متلذذ ہوتا رہوں۔ سو اگر یہ عورت عقلمند ہے تو سمجھ جائے گی کہ یہ روکنا محبت کی وجہ سے ہے اور بڑھیا کے ساتھ محبت نہ تھی جلدی دے کر اس کو روانہ کر دیا۔ اور اگر بے وقوف ہے تو خیال کرے گی کہ بڑھیا کی بڑی وقعت کی گئی اور مجھے پریشان اور حقیر کیا گیا۔

besturdubooks.wordpress.com

بجالانے میں یہ وہم مانع ہوتا ہے۔

دہلی میں ایک بزرگ محدث مولانا شاہ عبدالغنی صاحب قدس سرہ تھے ایک طالب علم ان سے پڑھتے تھے اور وہی طالب ایک اور عالم سے بھی پڑھتے تھے جو رئیس تھے اور وہ ایک محکمہ سرکاری کے حاکم بھی تھے۔ مولانا شاہ عبدالغنی صاحب کے یہاں ایک بار فاقہ تھا کئی روز کا۔ اور بوجہ تکلیف اور تھکان کے سبق بھی نہیں پڑھایا تھا۔ اس طالب علم نے ان مولوی صاحب سے جو حاکم تھے۔ شاہ صاحب کا یہ قصہ جا کر بیان کیا اور کہا کہ شاہ صاحب کے بشرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آج ان کے یہاں فاقہ ہے۔ وہ مولوی صاحب اس قصے کو سن کر بہت روئے اور کہنے لگے کہ ہم لوگ دنیا میں مبتلا ہیں اور اہل اللہ کی خدمت سے غافل ہیں۔ اور اسی وقت مولوی صاحب نے شاہ صاحب کی خدمت میں کھانا اور کچھ کپڑے نذر بھیجے حضرت شاہ صاحب کو جب معلوم ہوا کہ یہ اشیاء وہاں سے آئی ہیں واپس کرادیں اور فرمانے لگے کہ مولوی صاحب مقدمات میں سود کی ڈگریاں کرتے ہیں اور حق تعالیٰ نے سود سے ممانعت فرمائی ہے۔ یہ مقام ذرا قابل غور ہے کہ ایسی نازک حالت میں جبکہ شاہ صاحب کو سخت احتیاج تھی یہ سامان ان کے پاس آیا لیکن شاہ صاحب نے کیسی ہمت کی کہ نہ اپنی پرواہ کی اور نہ بچوں کی پرواہ کی۔

سبحان اللہ کیا شان ہے اہل اللہ کی اور مہدی مولوی صاحب بھی اچھے آدمی تھے کہ وہ واپسی ہدیہ سے ناراض نہیں ہوئے اور رکھ لیا اور کہلا بھیجا کہ میرے واسطے دعا فرمایئے کہ حق تعالیٰ مجھے بھی اس بلا سے نجات دے۔ اور جاننا چاہئے کہ حرام کا بہت برا اثر ہوتا ہے۔

ایک بزرگ تھے کہ ان کا لڑکا بہت شریر تھا لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ تو ایسے بزرگ ہیں اور یہ لڑکا ایسا ہے فرمایا کہ اس کا قصور نہیں میرا ہی قصور ہے کیونکہ ایک باورچی میرا معتقد تھا اور وہ بادشاہ کا باورچی تھا خاص خاص کھانے بادشاہ کے لئے پکایا کرتا تھا ایک روز اس نے کہا کہ حضور میں تو عمدہ عمدہ کھانے کھاتا ہوں اور آپ سوکھی روٹیاں کھاتے ہیں مجھ سے یہ نہیں دیکھا جاتا اور اس نے بہت اصرار کیا کہ حضور میرا کھانا قبول فرمائیں۔ غرض میں نے کہا کہ اچھا تھوڑا سا کھانا لے آ ؤ سو وہ کھانا لایا میں نے دو چار لقمے اس میں سے کھالئے اس کا یہ اثر ہوا کہ قلب میں ایک ہیجان واقع ہوا اور میں نے مجامعت کی۔ اسی روز اس لڑکے کا حمل رہ گیا تو یہ اس کھانے کا اثر ہے۔

اور ظاہر یہ ہے کہ ان بزرگ کو اس کا علم نہ تھا کہ یہ کھانا حرام ہے ورنہ کیوں کھاتے واللہ تعالیٰ اعلم اور ایک واقعہ مثنوی شریف میں لکھا ہے کہ اگر مال حرام کا ایک دانہ لے کر اس کو خانہ کعبہ کے اندر بوئیں اور حوض کوثر کے پانی سے اس کو سیراب کریں اور ہلال کے دو ٹکڑے کر کے اس سے اس کو کاٹیں اور حجر اسود سے اس کو روندیں اور حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ فرعون اس غلہ کے آٹے کی روٹی پکاویں اور حضرت سیدتنا مریم علیٰ نبینا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام اس کو پیسیں تب بھی اس میں وہی حرام ہونے کا اثر باقی رہے گا اور حق تعالیٰ کے لئے جو لوگ تصدق کرتے ہیں۔ سو ان میں بعضے اس کا اہتمام کرتے ہیں کہ حلال مال ہی سے جستہ للہ تعالیٰ دیویں کہ ہم تو مبتلا ہیں ہی دوسروں کو اس میں خصوصاً جن کو اللہ تعالیٰ کے لئے دیویں کیوں ایسے مال میں ملوث کریں۔

اور قابیل نے جو ہابیل کو قتل کر ڈالا تھا اس میں اثر تھا اس دانہ کا جو کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت میں غلطی سے کھالیا تھا۔ سو وہ خود تو چونکہ معصوم تھے اس لئے ان پر تو اس کا کچھ اثر نہیں ہوا لیکن ان کی اولاد پر اس کا اثر پڑا۔ چنانچہ

besturdubooks.wordpress.com

پس اسی طرح حق تعالیٰ کا اپنے محبوبوں کے ساتھ برتاؤ ہے اگر انکو ان کا عطیہ جلد دیدیا جائے تو وہ پھر دعا اور تضرع نہ کریں اور گو بمقتضاء عبدیت کریں گے لیکن طبعی خاصہ ہے کہ مصیبت واقع ہونے کے وقت جس تضرع سے دعا نکلتی ہے بغیر وقوع مصائب اس طرح نہیں نکلتی فشتان بینہما قال تعالیٰ مر کان لم یدعنا الی ضر مسہ۔

ابواب صفة الجنة عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی صفة غرف الجنة

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی الجنة جنتین من فضة الخ.

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض جنان سیمی اور بعض زرین ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ بعض داخلین کو سیمی عطا ہوں گی اور بعض کو زرین تو وجہ اس کی یہ ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی **ان اللہ اشتری من المومنین انفسهم واموالهم بان لهم الجنة الآیة** ۔تو اس آیت کو سنکر بعض لوگوں کا چہرہ تو خوش ہو گیا کہ حق تعالیٰ نے ہمارے نفوس اور اموال خرید لئے کس قدر ہماری قدر فرمائی پس وہ بوجہ سرور نہایت بشاش ہو گئے اور بعض کا چہرہ زرد ہو گیا یہ خیال کر کے کہ چونکہ ہم لوگ اپنے اموال اور انفس کو اپنی طرف منسوب کرتے تھے اس لئے حق تعالیٰ نے ان چیزوں کو ہم سے خرید لیا کیونکہ خریداری تو اسی چیز کی ہوتی ہے جو اپنی نہ سمجھی جائے اور حالانکہ سب چیزیں حق تعالیٰ کی ہیں ہماری ناشائستگی ہے کہ ہم نے ان چیزوں کو اپنی طرف نسبت کیا پس اس غم میں ندامت کی وجہ سے ان کے چہرے زرد ہو گئے سو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قسم اول کو تو قسم اول یعنی جنان سیمی اور قسم ثانی کو قسم ثانی یعنی جنان زرین مرحمت ہوئیں۔

باب ماجاء فی صفة درجات الجنة

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجنة مائة درجه الخ: ان درجوں میں سے کسی خاص درجے کی تعیین کر کے طلب کرنا منع ہے۔ایک شخص نے داہنی طرف کا سفید محل جنت میں ملنے کی دعا کی تھی تو ان کے والد نے جو صحابی تھے ان کو منع فرمایا تھا کما اخرجہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ (مشکوٰۃ ص ۳۴۷ ج ۱)

فائدہ: جس مقام جنت کا خواص طور پر فضل وارد ہوا ہو اس کا خاص تعیینی طریق پر طلب کرنا منع نہیں ہے کیونکہ وہ تو مطلوب ہے اور اس کا فضل ہی اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ مخاطبین دعاء وعملاً اس کی رغبت کریں اور طلب کریں البتہ محض اپنی طرف سے کوئی تخصیص کرنا بے ادبی اور لغو ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔

besturdubooks.wordpress.com

صفة جهنم

بابا ماجاء ان اكثر اهل النار النساء

قوله صلى الله عليه وسلم واطلعت فى النار فرأيت اكـ اهلها النساء الخ.

قلت يعارضه مافى المقاصد الحسنة للحافظ السخاوى تلميذ شيخ الاسلام امام الانام سلطان الحفاظ العلامة ابن حجر نور الله تعالى مرقده ونصه حديث دخلت الجنة فرأيت اكثر اهلها النساء رواه البيهقي فى البعث وابن عساكر فى ترجمة عمروبن ابى عمر من تاريخ دمشق له من حديث جابر اه والمقاصد موضوع لبيان ضعف الحديث ووضعه فلما لم يتكلم عليه فيه علم ان سند محتج به لاسيما اذا وقع التعارض بين هذا الحديث والحديث الصحيح المعروف كما سياتي فقال السخاوى بعد نقل العبارة المذكورة ولاتنا فى بينه وبين حديث اطلعت فى النار فرايت اكثر اهلها النساء لامكان حمل ذالک على الابتداء وذاعلى مابعد كما اوضحته فى مكان اخر اه

قلت وذالک حيث ترقت وضوعفت مدارجه العالية صلى الله عليه وسلم فاعطى مالم يعط قبل ويحتمل ان يكون فى ذالک الرّ لبركة عمل النساء بعد ترهيبه صلى الله عليه وسلم لهن بقوله اطلعت فى النار الخ وتعدت بركتهن الى من بعدهن من النساء فى هذا الامر وان كن لم يعملن بمثل عملهن فافهم وقال شيخنا صاحب التقرير رحمة الله عليه واحسن من هذا (اى من قول السخاوى فى التطبيق بين الحديثين) جعل النساء عامًا للحور فالمراد بشارة الرجال بكثرة النساء وازواجهم فى الجنة اه

قال الجامع والاقرب عندى الارادة بالنساء هى نساء الدنيا فى كليهما من الحديثين فتامل زاده الجامع عفى عنه.

ابواب الايمان عن رسول الله ﷺ باب لايزنى الزانى وهو مؤمنٌ

قوله وقدروى من غير وجه عن النبى صلى الله عليه وسلم انه قال فى الزنا والسرقة الخ.

اس حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے بر تقدیر ثبوت حدیث کے کہ جس شخص پر حد نہ قائم کی جائے تو اس کا یہ گناہ جس کی وجہ سے حد واجب ہوئی ہے مشیت باری تعالیٰ میں ہے خواہ بخشیں یا مواخذہ کریں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حدیث اس حدیث کے بعد بسند حسن مروی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کا پردہ فاش یہاں نہ ہوا قیامت میں بھی مستور رکھا جائے

besturdubooks.wordpress.com

گا اور اس سے اس گناہ کا مواخذہ نہ ہوگا تو تطبیق یوں ہے کہ حدیث اول بیان کرتے وقت جو مضمون حدیث ثانی سے ثابت ہے حق تعالیٰ کی طرف سے وحی نہیں کیا گیا تھا پھر رحمت الٰہی جوش زن ہوئی اور یہ سہولت عنایت فرمائی گئی۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

ابواب العلم عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء ان الدال على الخير كفاعله

قول الامام الترمذی بعد رواية حديث ابی موسی الاشعری مانصه وبريديكنى ابابردة هو ابن ابی موسی الاشعری اه

قلت يريد ان بريدايكنى بكنية جده وجدهٗ ابوبردة ابن ابی موسیٰ الاشعری فاعلم ذالک فالعبارة بتضيقة موهمته وماقلته حصلته من تهذيب التهذيب زاده الجامع عفى عنه.

باب فی من دعا الی هدی فاتبع

قول الترمذی فی حديث ابن جرير بن عبدالله عن ابيه مانصه وقدروى هذا الحديث عن المنذر الخ.

قلت فی سياق اسناد الترمذی فی السنن هو المنذر بن جرير فان ظاهر مافی تهذيب التهذيب ان عبدالملک بن عمير روى عن المنذر بن جرير ولم يرو عن عبيدالله بن جرير فاحفظه واما ماكتب فی الحاشية بعلامة النسخة. عبدالله بن جرير موضع عبيدالله بن جرير فهو غلط والصحيح عبيدالله بن جرير كما يتحصل بظاهر تهذيب التهذيب فی ترجمة جرير فاحفظه زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء فی عالم المدينة

قوله عن ابی هريرة روايةً قلت معنى قوله روايةً ان هذا الخبر مروى عن

عن النبی صلى الله عليه وآله وسلم ولم يقله سيدنا و مولانا ابوهريرة رضی الله تعالىٰ عنه عن رايه فاعلم ذالک وهذا الحديث اورده الحافظ السيوطی فی كنز العمال وعزاه الى الترمذی والمستدرک للحاكم بالرمز وهو مرفوع صحيح على قاعدته ولله الحمد وفی كنز العمال ايضًا روى الطبرانی عن ابی موسیٰ مرفوعا يخرج الناس من المشرق والمغرب فی طلب العلم فلا يجدون عالما اعلم من عالم المدينة اه

قلت والله تعالىٰ اعلم هل هو بسند محتج به ام لاوعلىٰ كل حال لايخلوعن التائيد.

باب ماجاء فی فضل الفقه على العبادة

قوله الا من حديث هذا الشيخ خلف بن ايوب الخ.

besturdubooks.wordpress.com

قلت محمد بن العلاء هو ابو كريب وفي تهذيب التهذيب روى عن خلف بن ايوب احمد و ابو كريب وابو معمر القطيعي الهذلي وغيرهم وهو مختلف فيه اه محصلا قلت فارتفعت جهالته وظهرت عدالته فهو محتج به على الاختلاف والحديث صححه العلامة السيوطى فى الجامع الصغير زاده الجامع عفى عنه.

ابواب الاستيذان والاداب

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

باب كيف رد السلام

قوله صلى الله عليه وسلم وعليك الخ: قلت قد اخرج ابوداؤد مرفوعا وسكت عنه لاتقل عليك السلام فان عليك السلام تحية الموتى وسياتى فى هذا الكتاب بسند صحيح فى باب ماجاء فى كرا ان يقول عليك السلام مبتدأ وروى الامام احمد وابوداؤد والحاكم فى مستدركه مرفوعا لاغرار فى صلوة ولاتسليم وسنده صحيح كما فى الجامع الصغير وفى نهاية ابن الاثير وغرار التسليم ان يقول المجيب وعليك ولايقول السلام اه ويؤيده ان ثبت بسند محتج به مافى النهاية ايضًا من الحديث لاتغارالتحية اى لاينقص السلام اه فالتطبيق بين الحديثين ان الاختصار جائز مكروه والجواب الكامل بقوله وعليكم السلام اولٰى فافهم وانما فعله عليه الصلوٰة والسلام لبيان الجواز زاده الجامع عفى عنه.

باب فى كراهية اشارة اليد فى السلام

قوله حدثنا قتيبة الخ: قلت الحديث ضعفه الترمذى مرفوعا وله وجهان فالاول منهما ماذكره الترمذى بقوله وروى ابن المبارک الخ.

فانه قال بعضهم ان سماع ابن المبارک عن ابن لهيعة قديم معتبر بخلاف قتيبة فيرجح الموقوف على المرفوع والثانى منهما ان الاحاديث التى يرويه ابن لهيعة عن عمرو بن شعيب فيها كلام كثير ومحصل كلامهم انه لم يسمع منه ففيها انقطاع والجواب[1]

عن الاول ان ابن لهيعة مختلف فيه الا انه يعتبر الترمذى صحة وقفه كما هو ظاهر كلامه فلايكون هذا الرد حجة عليه ورد بعضهم مانقل عن البعض من اعتبار سماع ابن المبارک عنه والاعتماد عليه فالرفع والوقف كل منهما مختلف فيه وعن الثانى انه ادرک عن عمرو بن

---

[1] هذا الكلام اورده الجامع ولم انحصله.

besturdubooks.wordpress.com

شعیب نص علیه في المیزان واللقاء یکفي في الاتصال عنه مسلم ومانقل فی تهذیب التهذیب انه روی عن عمروهذا بواسطة ثم حذف الواسطة فغایته تدلیسٌ و حکمه، مختلف فیه بین الامة فالحنفیة لایعبأون به وغیرهم بجرح الراوی به فافهم.

وفی الترغیب للمنذری عن جابر رضي الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم تسلیم الرجل باصبع واحدة یشیربها فعل الیهود رواه ابو یعلي ورواته رواة الصحیح والطبراني واللفظ له اه زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في التسلیم علی النساء

قوله ان رسول الله صلی الله علیه وسلم مر فی المسجد الخ.

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام اشارے سے فرمایا سو غالباً کوئی عذر ہوگا پس جبکہ کوئی عذر ہو۔ مثلاً مخاطب بعید ہو یا بہرا ہو تو زبان سے آہستہ سلام کرلے اور اشارہ بھی کردے تاکہ اس کو معلوم ہوجائے کہ مجھ کو سلام کیا ہے یا میرے سلام کا جواب دیا ہے۔

فائدہ: قدروی هذا الحدیث عن سیدتنا اسماء بنت یزید رضی الله تعالیٰ عنهما بسند اخروسکت عنه وفیه فسلم علینا فوجه التطبیق اما الجمع بین الاشارة والتسلیم واما تعدد الواقعة والثاني اظهر عندی ولم یثبت فی نظری الجمع صریحًا فی حدیث فالظاهر ثبوت الاشارة منفردةً وثبوت التسلیم منفردًا فعند العذر لاحاجة الی التسلیم باللسان بل تکفی الاشارة زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء فی کراهیة التسلیم علی الذی

قوله عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها الخ: اگر کسی قرینے سے یہ معلوم ہوجائے کہ یہ شخص سلام ہی کرتا ہے اور کوئی شرارت مقصود نہیں ہے تو اس کے سلام کا جواب دینا مضائقہ نہیں ہاں ان لوگوں کو بغیر خوف ضرر، ابتداء بالسلام جائز نہیں کہ سلام کا معنی یا تعظیم ہے یا محبت اور یہ دونوں امر کے اہل نہیں ہیں۔

باب التسلیم قبل الاستیذان

قوله عن جابر الخ: ضمیر انا متکلم کے نزدیک تو اعرف المعارف ہے اور مخاطب کے نزدیک انکر المناکر ہے پس اس لئے آپ نے انکار فرمایا کہ مخاطب کو اس لفظ سے پتہ نہیں لگتا کہ متکلم کون شخص ہے مقصود یہ تھا کہ نام بتلانا چاہئے میں میں نہ کرنا چاہئے اور صوفیہ کرام نہی کی یہ وجہ بیان فرماتے ہیں کہ انانیت بندے کو نازیبا ہے اس لئے آپ نے منع فرمایا۔

فائدہ: قال الجامع قول الصوفیة رضي الله تعالیٰ عنه هذا بعیدٌ جد اوالسیاق یاباه والایصح

besturdubooks.wordpress.com

صراحةً ولااشارةً وهو من قبيل تفسير الكلام بما لايرضاه المتكلم ولا يخفٰی[1] بطلانه.

باب ماجاء في تتريب الكتٰب

قوله عن جابر الخ.

خط پر مٹی ڈالنے میں دو فائدے ہیں ایک تو یہ ہے کہ وہ جلدی سے خشک ہوجاتا ہے (ولا يقصد ہنا ک ۱۲ جامع) اور اس کی روانگی میں دیر نہیں ہوتی۔ دوسرے یہ کہ اس نے گویا اپنی حاجت پر خاک ڈال دی اور اپنے فعل پر اعتماد چھوڑ دیا۔ سو چونکہ یہ تواضع اور توکل ہے اس لئے حق تعالیٰ سے امید قوی ہے کہ وہ اس کی حاجت جلد پوری فرمادیں گے انتہی التقریر۔

فائدہ: قوله حديث منكر الخ.

قلت الأن فيه القول الترمذی وغيره فقد شددفيه والحديث والله تعالٰى اعلم موضوع في نقدی وليس من كلام النبي صلى الله عليه وسلم ثم اعلم ان حمزة هذا منعفوه ونسبه عدة الى الوضع كما يتحصل من تهذيب التهذيب وميزان الاعتدال وذكرله طرقًا في المقاصد بالفاظ عديدة وضعف كلها ولكن التحقيق والاتقاء في حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم لايجيزان يعتمد بمثل هذا الحديث بل ينبغي ان لايذكر اصلًا الا لحاجة بيان ضعفه الشديد والوضع نعم لوقال احدٌ من اهل الفن انه حسن لغيره لشد بعضها ببعض فلك ان تجعله معتمدًا ولم اراحد قاله زاده الجامع عفي عنه.

باب في تعليم السريانية

قوله عن زيد بن ثابت الخ: لوگ اس حدیث کو استدلالاً انگریزی تعلیم کے جواز میں بہت پیش کیا کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں پر غیر زبان کے سیکھنے کا امر فرمایا پھر انگریزی پڑھنے میں کیا قباحت ہے لیکن ان کا یہ استدلال باطل اور قیاس مع الفارق ہے وہاں تو دینی مصلحت تھی کہ بعض یہود سے کچھ خط و کتابت کی حاجت ہوتی تھی اور خود یہودی سے لکھانے میں کمی و بیشی کا اندیشہ تھا اس لئے آپ نے یہ تجویز فرمائی تھی کہ کسی اپنے آدمی کو عبرانی لکھنا پڑھنا آجائے تو اطمینان سے مقصود حاصل ہوسکے انگریزی پڑھنے میں تو محض دنیا کی تحصیل ہوتی ہے اور وہ اس طرح جس سے کہ دین بالکل رخصت ہوجائے یا ٹوٹا پھوٹا باقی رہ جائے پھر اس حال میں انگریزی کیسے جائز ہوسکتی ہے نیز وہاں مدت بہت قلیل یعنی صرف پندرہ دن سے بھی کم صرف ہوئے تھے اور انگریزی کی تحصیل میں تو عمر گزر جاتی ہے اور اس پر ایسا عمل کیا جاتا ہے جیسے خدا اور رسول کے احکام پر عمل کرنا لازم ہے اور اس زمانہ میں الٹا معاملہ ہورہا ہے کہ لوگ عربی خوانوں سے کہتے ہیں کہ تم انگریزی پڑھو تاکہ جامعیت حاصل ہوجائے اور لوگوں کو انگریزی میں دین سمجھا جاسکو اور یہ نہیں کہتے کہ انگریزی دان عربی پڑھیں اور اشاعتِ دین کریں۔

حالانکہ جو انگریزی داں عربی پڑھے گا وہ دین کی اشاعت کرسکتا ہے اور جو عربی داں انگریزی پڑھے اس سے دین کی

---

[1] اقول هذه نكتة محضة دلالة ولطيفة خفية فقط مما يليق بشان جوامع الكلم فافهم (محمد طاہر رحیمی)

besturdubooks.wordpress.com

اشاعت نہیں ہوسکتی کس لئے کہ جوانگریزی داں عربی پڑھتا ہے وہ عوام کے نزدیک مقبول ہوجاتا ہے کیونکہ عربی پڑھنے کو یہ لوگ دین کا کام سمجھتے ہیں۔ اسلئے ایسے شخص کی وقعت کرتے ہیں جو کہ علم دین کی تحصیل میں مشغول ہو اور انگریزی اگر عربی دان پڑھے تو عوام کے قلب سے اس کی وقعت نکل جاتی ہے کس لئے کہ وہ انگریزی کی تحصیل کو مطلقاً دنیا کا کام سمجھتے ہیں خواہ دین کے لئے پڑھی جائے یا دنیا کے لئے پس ایسے شخص کے لئے ان کی پہلی عقیدت بھی جاتی رہتی ہے اور مدار افادہ عقیدت ہے اور دلیل اس فرق کی مشاہدہ ہے۔ اور عوام کے دل میں جو یہ امر قدرتی متمکن ہورہا ہے اس کا ازالہ دشوار ہے نیز قطع نظر اس کے مناسب یہی ہے کہ اہل دین دنیا میں مشغول نہ ہوں اور اہل دنیا دین میں مشغول ہوں پس انگریزی والے عربی پڑھیں اور عربی والے انگریزی نہ پڑھیں۔[1]

باب ماجاء فی کراهیة ان یقول علیک السلام مبتدأ

قوله عن جابر بن سلیم الخ: بعضے لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ علیک السلام مردوں کو کہا کرتے ہیں **تفریقاً بینهم وبین الاحیاء** اور میرے خیال میں یہ بات آتی ہے کہ اس سے پہلی حدیث میں تحیۃ المیت میں اضافت مصدر کی طرف مفعول کی نہیں ہے بلکہ یہ اضافت مصدر کی فاعل کی طرف ہے اور مطلب یہ ہے کہ اموات تو عالم برزخ میں ہیں اور مشغول عن الدنیا ہیں اب جو کوئی ان کی قبروں پر جاتا ہے تو وہ ابتداء بسلام تو کر نہیں سکتے ہاں سلام کرنے والے کا جواب دیں گے اور علیک السلام کہیں گے۔

پس آپ نے فرمایا کہ تم مردوں کا سا سلام نہ کیا کرو کہ تم تو زندہ ہو۔ اگر کہا جائے کہ علیک السلام مثل مردوں کے بعض احیاء بھی کرتے ہیں یعنی جواب کے وقت تو جواب یہ ہے کہ احیاء میں دونوں احتمال ہیں کہ ابتداء کرے تو یہ کلمہ نہ کہے اور احتمال ہے کہ جواب دیوے اور ابتداء بسلام دوسرا شخص کرے اور یہ جواب دیوے اور یہ کلمہ یعنی علیک السلام کہے تو یہ طریقہ احیاء میں بعض صور میں پایا جاتا ہے بخلاف اموات کے کہ وہ ابتداء بسلام کرتے ہی نہیں ہیں۔

فائدہ: ہماری شریعت نے مردوں پر سلام کرنے کا یہ طریقہ بتلایا ہے **السلام علیکم دار قوم مومنین** الخ رواہ مسلم وغیرہ اور علیک السلام حدیث میں میت کے لئے کہیں نہیں وارد ہوا۔ اور نہ کسی فقیہ نے لکھا علی ما علمت زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی المصافحة

قوله عن انس الخ: لوگوں نے اس نہی کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ ان امور[2] میں اکثر لوگوں کی نیت خراب ہوتی ہے اس لئے ممانعت فرمائی گئی ہے لیکن میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ کسی کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنے میں اکثر اس کا باطنی نہایت ضرر ہوتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ میں کچھ ہوں جب ہی تو لوگ میری ایسی تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور یہ عجب ہے اور کبھی اس وجہ سے دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ مداحین کے منہ میں خاک جھونک دو۔ اخرجہ ابوداؤد ص ۳۰۶۔

باب ماجاء فی المعانقة والقبلة

قوله عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها الخ: لفظ عریاناً میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہ آپ بالکل برہنہ ہوں

---

[1] علاوہ ازیں خود عربی داں انگریزی پڑھ کر دنیا ہی کا ہوکر رہ جاتا ہے اور اکثر دینداری رخصت ہوجاتی ہے اس لئے بھی عربی دانوں کا انگریزی نہ پڑھنا ہی مناسب ہے۔ ۱۲ محمد طاہر رحیمی عفی عنہ۔ [2] یعنی جھکنا، چمٹنا اور بوسہ دینا۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

دوسرے یہ کہ آپ ستر ڈھکے ہوئے ہوں اور باقی بدن کھلا ہوا ہو۔ پہلی شق تو بداہۃً باطل ہے اور دوسری شق پر یہ اشکال ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی بیوی تھیں پس یہ بعید ہے کہ انہوں نے آپ کو اس برہنگی کی حالت میں کبھی دیکھا نہ ہو۔

سو جاننا چاہئے کہ دوسری شق متعین ہے اور اشکال کا یہ جواب ہے کہ آپ کسی سے ملنے کے وقت عمامہ باندھ کر اور کرتہ وغیرہ پہن لیا کرتے تھے کما اخرجہٗ[1] اور اس وقت محض ساتر عورت تھے اور اہلِ ظاہر کہتے ہیں کہ یہ تقبیل اور معانقہ مخصوص "/ آئندہ از سفر کے ساتھ ہے لیکن اس تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ وجہ نہی کی خوف از فتنہ ہے خواہ وہ فتنہ ظاہری ہو یا باطنی اور جواز، عدمِ خوف فتنہ کی صورت میں ہے۔

فائدہ: اور بغیر سفر سے آنے کے آپ سے معانقہ منقول نہ ہونا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص سفر سے آتا ہے اکثر اس کے ساتھ قلب کو جوشِ محبت ہوتا ہے کہ زیادہ ایام میں ملاقات ہوتی ہے اور دل...... چاہتا ہے کہ خوب کھل کر اس سے ملاقات کریں اس لئے مناسب ہوا کہ معانقہ کے لئے یہ وقت کسی درجے میں خاص کیا جائے۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب مايقول العاطس اذا عطس

قول ابن عمر الخ وانا اقول الخ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسے وقت درود پڑھنا جائز تو ہے چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا فعل بیان کرتے ہیں لیکن مسنون نہیں ہے وہو المحمد علیہ۔

اب رہی یہ بات کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود نامناسب ہونے کے اس وقت درود کیوں پڑھتے تھے تو جواب یہ ہے کہ ان پر محبتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم غالب تھی غالب یہ ہے کہ اس وجہ سے اضطراراً ان سے یہ کلمہ تحمید کے ساتھ نکل جاتا تھا فافہم۔[2]

یا یہ وجہ ہو کہ نکلتا تو اختیار سے ہو لیکن بوجہ غلبہ حب ہونے کے اس اولیٰ پر عمل نہ کر سکتے تھے زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء كيف يشمت العاطس

قوله عن ابى موسى قال كان اليهود الخ في المرقاة يتعاطسون (اى يطلبون العطسة من انفسهم) عند النبى صلى الله عليه وسلم يرجون (اى يتمنون بهذا السبب) ان يقول لهم يرحمكم الله فيقول (اى النبى صلى الله عليه وسلم عند عطاسهم وحمدهم) يهديكم الله ويصلح بالكم (ولا يقول لهم يرحمكم الله لان الرحمة مختصة بالمومنين بل يدعوالهم بما يصلح بالهم من الهداية والتوفيق للايمان) اه قلت معنى يتعاطسون يتكلفون العطس بالمعالجة بشيء زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء فى كراهية القعود وسط الحلقة

قوله عن ابى مجلز الخ: یہ ذم محمول ہے عدمِ ضرورت پر اور ضرورت کے وقت وسطِ حلقہ میں بیٹھنا جائز ہے مثلاً

---

[1] لم اطلع على ماخذه [2] بہتر مطلب یہ ہے کہ درود و سلام کے نفس مضمون کی اصلیت و محبوبیت کا باشبہ دل و جان سے میں بھی قائل و معتقد ہوں مگر یہ اس کا موقع نہیں ہے اس لئے مسنون طریقہ پر زیادتی نہ کرنی چاہئے۔ ۱۲ محمد طاہر عفی عنہ۔ علاوہ ازیں یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ الحمدللہ والسلام علیٰ رسول اللہ کہنے کا میں منکر نہیں۔ اپنے موقع پر میں بھی یہ کلمات کہتا ہوں لیکن یہ اس کا موقع نہیں ہے۔ (عبداللہ درانی عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

واعظ وعظ کہنے کے لئے وسطِ حلقہ میں بیٹھ جائے کیونکہ اگر کسی گوشے میں بیٹھے گا تو سب لوگ اس کی آواز نہ سن سکیں گے اگر نیت استکبار کی ہو کر لوگ ہم کو بڑا سمجھیں تو اس نیت سے ممنوع ہے۔

باب ماجاء في الاخذ من اللحية

قوله عن عمرو الخ: اعلم ان مقتضٰی حدیث اعفوا اللحٰی تحریم مطلق الاخذ من اللحیة لکن ثبت من الصحابة اخذ مافوق القبضة فبقٰی ماسواہ علی الحرمة فافهم

فائده: قد اخرج البخاری کان ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنه اذا حج اواعتمر قبض علی لحیته فما فضل اخذه اه ولا یظهر فی الظاهر وجه مفهوم الشرط وان ذهب الیه البعض فقیده بالحج اوالعمرة نقل ذالک المذهب فی نیل الاوطار زاده المجامع عفی عنه.

باب ماجاء في حفظ العورة

قوله قلت یا رسول الله عوارتنا ماناتی منها وما نذر

ای مانوٰی منها وما نترک منها زاده الجامع عفی عنه.

باب ماجاء في النهي عن الدخول على النساء الا باذن ازواجهن

قوله ان عمروبن العاص ارسله ای مولاه الٰی علیؓ[1] رضی الله تعالیٰ عنه.

باب ماجاء في كراهية رد الطيب

قوله وابو عثمان النهدی اسمه عبدالرحمٰن بن مل الخ.

فان قلت کیف قال الترمذی حسن غریب مع ان ابا عثمان لم یر النبی صلی الله علیه وسلم ولم یروعنه فهو یقتضی ان یکون الحدیث مرسلاً قلت لاریب ان هذا المحل محل اشکال وقد تسامح المصنف حیث لم یبین فتحسینه اعط ما علی سبیل التسامح حیث اطلق التحسین الذی ظاهره الاتصال بل لایطلق الا علی المتصل الااذا کان مقیدًا بقید فیقال مرسل حسن او حسن منقطع وهذا هو الظاهر واعط ما ان یقول الترمذی ان من ادرک زمن النبی علیه السلام فهو صحابی وان لم یره ولم یروعنه وهو بعیدٌ ولایقال یمکن ان یکون الحدیث متصلا من غیر هذا الطریق فان قوله غریب یاباه ویمکن ان یقال انه اکتفی لقوله لم یر النبی صلی الله علیه وسلم

باب ماجاء في الشوم

قوله صلی الله علیه وسلم الشوم فی ثلثة الخ: بعض لوگ کہتے ہیں شوم ہے اور یہی حدیث ان کی دلیل ہے

---

[1] ترک ههنا بیاضًا لعله یرید بیان ان علیا رضی الله عنه کان زوجًا لاسماء بنت عمیس فلذا استاذن عمرو علیاً فی لقائه ایاها. ۱۲ عبدالقادر

besturdubooks.wordpress.com

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان تینوں کو آدمی کے ساتھ میں بہت علاقہ ہے مثلاً عورت ہے وہ ہروقت پاس رہتی ہے اور اسی طرح دابہ اور مکان کا تعلق بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان نکاح کرتا ہے اور بیوی کے آنے سے تنگی ہوجاتی ہے یا بیماری پیش آجاتی ہے اور ایسے ہی دابہ ہے، پس طبعاً یہ چیزیں ایسی صورت میں مکروہ اور نامبارک معلوم ہوتی ہیں۔

اور احقر کے نزدیک معلوم تو ہوتا ہے کہ ان تین چیزوں میں حق تعالیٰ نے کچھ اثر رکھا ہے لیکن اس کا اظہار عوام کے سامنے نہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ اس کو سن کر اس کو مؤثر حقیقی سے زیادہ متصرف سمجھیں گے اور آدمی کو تو یہ چاہئے کہ یہ سمجھے مؤثر حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہیں اور ان چیزوں میں اثر ان کا رکھا ہوا ہے نہ کہ بالذات پس اس اعتقاد میں کچھ مضائقہ نہیں۔

اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ شوم کوئی چیز نہیں ہے اگر ہوتا تو ان تین چیزوں میں ہوتا۔ کما روی الترمذی ان کان الشوم فی شی ففی المراۃ والدابۃ والمسکن اور نفاۃ شوم کی یہ حدیث دلیل ہے اور مثبتین جواب دیتے ہیں کہ یہاں لفظ ان تاکید وتحقیق کے لئے ہے نہ کہ تعلیق کے لئے۔

فائدہ: احقر کے نزدیک اس حدیث کے صحیح معنی یہ ہیں کہ اگر شوم ہوتا تو ان تین چیزوں میں ہوتا اور ان اشیاء کی تخصیص کی یہ وجہ ہے جو حضرت مولانا نے بیان فرمائی ہے اور اوپر گزری ہے اور ایک حدیث سے اس معنی کی تائید ہوتی ہے اور وہ یہ ہے۔ روی الحاکم فی المستدرک باسناد صحیح عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مرفوعہ کان اھل الجاھلیۃ یقولون انما الطیرۃ فی المرأۃ والدابۃ والدار کذا فی کنز العمال جلد ۵ ص ۱۹۶ اور تقریر تائید کی یہ ہے کہ آپ نے اس قول کو کہ جانور اور دار اور عورت میں بدشگونی ہے اہلِ جاہلیت کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ آپ کا مقصود اثباتِ شوم نہیں ہے بلکہ انکار ہے ان کے اس قول پر اور جب انکار ثابت ہو گیا تو حدیث باب کے ایسے معنی اختیار کرنے چاہئیں جو اس حدیث کے معارض نہ ہوں اور وہ معنی یہی ہیں کہ اگر شوم ہوتا تو ان چیزوں میں ہوتا اور احادیث ذیل سے بھی تائید ہوتی ہے خواہ ان کی سند ثابت ہو یا ضعیف ہو۔

فی کنز العمال عن ابی حسان قال قیل لعائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الطیرۃ فی المرأۃ والفرس والدار فقالت ما قالہ انما قال کان اھل الجاھلیۃ یتطیرون من ذالک اھ رواہ ابن جریر فی تھذیب وعن ابی ملکیۃ قال قلت لابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیف تری فی جاریۃ لی فی نفسی منھا شیٔ فانی سمعتھم یقولون قال نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کان شیٔ ففی الربع والفرس والمرأۃ قال فان کران یکون سمع ذالک من النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشد النکرۃ وفی روایۃ فانکر ان یکون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالہ وان یکون الشوم فی شیٔ وقال اذا وقع فی نفسک منھا شیٔ ففارقھا او بعھا رواہ ابن جریر الطبری فی تھذیبہ اھ

فان قلت قد روی البخاری مرفوعًا انما الشوم فی ثلثۃ فی الفرس والمرأۃ والدار اھ

besturdubooks.wordpress.com

وروى ايضًا ان كان الشوم في شئي ففى الدار والمرأة والفرس اه فكيف يصح التائيد قلت التائيد صحيحٌ والنفي ثابتٌ لمعنى ارادته عائشة رضي الله تعالىٰ عنهاواراده ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنه وهو نفي الشوم في شئي وحديثا البخارى يؤولان بما مر عنقريب وقدروى ابن حبان في صحيحهٖ وابن جرير في تهذيبه وسعيد بن منصور (في سننه) عن انس رضي الله تعالىٰ عنه مرفوعا لاطيرة (اى ومالها ١٢ منه) والطيرة علىٰ من تطير فان يک في شئي ففى الدار والفرس والمرأة كما في كنز العمال فسياق هذا الحديث يدل على ان الطيرة لو تثبت لثبتت فى هذهٖ الثلثة ولا يصح ان يقال في هذا المتن ان حرف ان هناک للتحقيق دون التعليق زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء ان من الشعر حكمة

قوله كثير بن عبدالله عن ابيه عن جده.

قلت الضمير في جدهٖ يرجع الىٰ كثير اى روآى كثيرٌ عن عبدالله وهو عن ابيه وهو عمروبن عوف الصحابى رضى الله تعالىٰ عنه زاده الجامع عفى عنه.

ابواب الامثال عن رسول الله ﷺ

باب ماجاء في مثل الله عزوجل لعباده

قول الترمذى خذوا عن بقيته الخ.

قلت احاديث اسمٰعيل هذا عن اهل الشام محتجة بها اذا روٰى عنه الثقة وروى هو عنه كما تقرير في موضعه فهٰذا الحكم الذى ذكره الترمذى لعله مخصوص بغير اهل الشام زاده الجامع عفى عنه.

باب ماجاء مثل الصلوٰة والصيام والصدقة

قولهٗ صلى الله عليه وسلم ان يبطئ الخ.

ابطاء کے معنی ہیں تاخیر کے اور تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اس وقت تک کوئی موقع ایسا نہ ملا ہوگا اور اس کی فکر میں ہوں گے کہ کوئی موقع مناسب ہو تو لوگوں کو یہ احکام پہنچادوں اور حق تعالیٰ کی طرف سے حکم مطلق تبلیغ کا تھا۔یعنی ان احکام کے بارے میں یہ حکم نہ تھا کہ فلاں وقت تک ان کا پہنچا دینا ضرور ہے۔ بلکہ ان کو اختیار دیا گیا تھا کہ جب چاہیں پہنچا دیں بس آپ نے اس وجہ سے تعجیل نہیں فرمائی اور موقع کے منتظر رہے۔ جیسے کہ اب بھی علماء کو کسی امر کا اظہار مقصود ہوتا ہے تو جمعہ وغیرہ کے منتظر رہتے ہیں کس لئے کہ ایسے موقعوں پر اجتماع عظیم ہوتا ہے اور تبلیغ امور میں سہولت ہوتی ہے ہر شخص سے

besturdubooks.wordpress.com

جداگانہ کہنے کی حاجت نہیں ہوتی۔ اور اگر حکم مقید ہوتا کہ فلاں وقت تک اس کی تبلیغ ہوجائے تو حضرت یحییٰ علیہ السلام کو تاخیر کی بالکل گنجائش نہ ملتی اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو اس امر کی اطلاع ہوگئی کہ حق تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا ہے تو ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے آپ کو اطلاع کر دی تھی اور یہ جو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم کو خدا تعالیٰ کے ذکر کا حکم کرتا ہوں۔

حالانکہ اس سے پہلے روزہ، نماز، صدقہ کا ذکر فرما چکے تھے۔ اور یہ امور ذکر اللہ تعالیٰ میں داخل ہی ہیں۔ سو یہاں، پر پھر ذکر اللہ کو خاص کرنا اس کی یہ وجہ ہے کہ یہاں ایک خاص ذکر مراد ہے جو نماز روزہ سب سے بڑھ کر ہے اور آیت **ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر** میں اس کا ذکر ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ذکر اللہ نماز سے بھی بڑھ کر ہے اور **ولذکر اللہ اکبر** کا مفضل علیہ صلوٰۃ ہے اور گویا عبارت اصلی یہ ہے **ولذکر اللہ اکبر من الصلوٰۃ** اور ایسا ذکر بڑھ کر نماز سے کیوں نہ ہو جس سے ہر وقت حق تعالیٰ کے سامنے گویا حضوری رہے اور نماز میں غفلت ہو کہ قلب وساوس سے پراگندہ رہے گو جسم ادائے ارکان نماز میں مشغول رہے اور ظاہر میں ارکان ادا کرتا ہو اور دل میں گاؤ خر کا خیال ہو۔

حدیث شریف میں آیا ہے **ان تعبداللہ کانک تراہ فان لم[1] تکن تراہ فانہ یراک اخرجہ الشیخان**۔ یعنی ایسی توجہ سے نماز پڑھا کرو جیسے کہ تم گویا حق تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جس وقت حق تعالیٰ تمہارے سامنے موجود ہوں اور تم ان کو دیکھتے ہو اس وقت جیسی توجہ سے عبادت کرو ایسی ہی عبادت اب بھی کرو کس لئے کہ گو تم اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھتے ہو مگر وہ تو تم کو دیکھتے ہیں اور دیکھنا ان ہی کا مقصود ہے کیونکہ توجہ محکوم کو حاکم ہی کے دیکھنے سے ہوتی ہے خواہ وہ خود حاکم کو دیکھے یا نہ دیکھے اور اہل اللہ تو ایسی ہی نماز پڑھتے ہیں جیسے کہ وہ حق جل وعلا شانہ کو دیکھ رہے ہیں اور یہ رویت وہ رویت نہیں ہے جو آخرت میں ہوگی بلکہ ایک اور قسم کی رویت ہے۔ جس کا اظہار نامناسب ہے اور مقصود یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف خاص توجہ ہو۔

تھانہ بھون میں ایک بزرگ تشریف لائے تھے انہوں نے کسی کے پیچھے جماعت سے نماز نہیں پڑھی لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ جماعت سے نماز نہیں پڑھتے انہوں نے لوگوں کے کہنے سننے سے جماعت میں شرکت کی۔ اس روز امام صاحب کے گھر گائے کئی تھی ان کو تین بار خیال ہوا کہ واللہ تعالیٰ اعلم مکان پر ذبح ہو کر پہنچ گئی یا نہیں پھر کچھ مکان کا خیال ہوا تو جب امام نے گائے کا خیال کیا تو بزرگ صاحب نے صبر کیا لیکن جب ان کو گھر کا خیال ہوا تو ان بزرگ نے نیت توڑ دی اور علیحدہ ہو کر نماز پڑھی لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے تفصیلی قصہ بیان کیا اور فرمایا کہ جب انہوں نے گھر کا خیال کیا تھا اس صورت میں اگر میں نیت باندھے رہتا تو ان کے گھر میں داخل ہو جاتا کہ امام و مقتدی کا مکان ایک ہوتا ہے اور جب گھر میں جاتا تو غیر محارم کو دیکھتا اس لئے میں نے نیت توڑ دی اور اس کے بعد یہ قصہ امام نماز سے کہا گیا انہوں نے اس کا اقرار کیا اور کہا کہ واقعی ایسا ہی ہوا تھا ان بزرگ کو یہ تمام قصہ منکشف ہو گیا تھا۔

امام غزالی علیہ الرحمۃ والرضوان کے بھائی تھے حضرت احمد غزالی قدس سرہ اور یہ بہت بڑے صوفی تھے اور امام صاحب اس زمانے میں خشک مولوی تھے حضرت احمد رحمۃ اللہ علیہ ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے امام صاحب نے والدہ سے شکایت

---

[1] الفاء تعلیلیۃ وان شرطیۃ لفظا لکنھا تحقیقۃ معنی فافھم ۱۲ منہ

besturdubooks.wordpress.com

کی انہوں نے حضرت احمد صاحب سے کہا سنا ان کے کہنے سے انہوں نے امام صاحب کا اقتدا کیا۔ اس زمانے میں امام صاحب کوئی کتاب لکھ رہے تھے جس میں حیض کا بیان تھا۔ لکھتے لکھتے نماز کا وقت آ گیا اور نماز پڑھائی۔ اثناءِ صلوٰۃ میں ان کو خیال ہوا کہ اس مسئلے میں یہ جزئی بھول گیا ہوں فوراً احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے نیت توڑ دی امام صاحب نے پھر والدہ صاحبہ سے شکایت کی انہوں نے دریافت کیا حضرت احمد صاحب نے فرمایا کہ جب یہ نماز پڑھانے کھڑے ہوئے تو ان کو حیض کا خیال آیا بھلا جب حیض ایسی گندی چیز ہے کہ نماز اس میں معاف ہے تو جس دل میں ایسی گندگی موجود ہو وہ دل کب قابل نماز کے ہے والدہ صاحبہ نے کہا کہ بیٹا تم بھی ابھی کامل نہیں ہو۔ غزالی کو تو خیال آیا حیض کا اور تم نے توجہ کی اس کے قلب کی طرف۔ اگر تم کامل ہوتے تو توجہ الی اللہ تعالیٰ رکھتے اور غیر حق کی طرف نظر نہ کرتے ان کی والدہ صاحبہ بڑی کامل تھیں۔

فائدہ: یہ قصے مغلوبانِ احوال کے ہیں اس لئے نہ یہ حضرات قابلِ ملامت ہیں جنہوں نے نماز توڑ دی یا جماعت سے گریز کیا اور نہ ان بزرگوں کی اس باب میں تقلید جائز ہے۔

سنت کا طریقہ اور مصالحِ شرعیہ کا اقتضاء یہ ہے کہ کسی حال میں جماعت سے گریز نہ کیا جائے گو امام فاسق ہو اور ذی وساوس ہو تا اس سے (مقامِ فسق سے ۱۲ ط) نہایت کم درجہ ہے اگرچہ اولیٰ اور واجب یہی ہے کہ وساوس بالکل نہ آئیں یا تقاضا نہ ہو لیکن اگر ایسا نہ بھی ہو تو ایسے امام کے پیچھے نیت توڑ دینا جائز نہیں۔ حق تعالیٰ نے اتباعِ سنت خیر الابرار میں ایک خاص نور رکھا ہے جس کی رونق اور برکت تمام مجاہدات اور ریاضیات پر غالب ہے۔

اور حضرت شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ صاحبہ کا جو مقولہ ہے کہ تم ابھی کامل نہیں ہوالخ یہ بھی پایۂ تحقیق سے گرا ہوا ہے دو وجہ سے اول وجہ تو یہ ہے کہ کشف غیر اختیاری ہے پس جب ان کو کشفاً یہ امر متحقق ہوا کہ امام صاحب کو حیض کا خیال ہے تو ان کی کیا خطا ہے اور وہ کس طرح اس سے بچ سکتے تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حالتِ استغراق تام میں ایسی یکسوئی ہوتی ہے جس سے اکثر آثارِ بشریہ سے احساس منعدم ہو جاتا ہے اور قلب صافی پر کسی امر منکر کا اثر پڑنا امر طبعی ہے باوجود توجہ اللہ تعالیٰ کے، اور حالت استغراق گو کسی درجہ میں محمود ہے لیکن مقصود اور مطلوب نہیں بلکہ بسا اوقات مخل بالمقاصد الشرعیہ ہوتا ہے۔ نیز استغراق غیر اختیاری ہے پس ایسی توجہ نماز میں جس سے احساسِ بشری باطل ہو جائے نہ مطلوب اور مقصود اور نہ اختیاری، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مابال اقوام یصلون معنا لایحسنون الطہور وانما یلبس علینا القران اولئک رواہ النسائی واسنادہ حسن کما فی المرقاۃ۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ماصلیت وراء امام قط اخف صلوۃ ولا اتم صلوۃ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم وان کان لیسمع بکاء الصبی فیخفف مخافۃ ان تفتن امہ متفق علیہ کذا فی المشکوۃ زادہ الجامع عفی عنہ۔

اور ظاہر ہے کہ اس ذات مقدسہ کے برابر کوئی درویش کوئی صوفی اور کوئی عالم نہیں ہو سکتا پس جب یہ امور آپ کی نماز میں مخل نہ تھے تو اوروں کی نماز میں کس طرح مخل ہو سکتے ہیں اور واقعی کمال بھی یہی ہے کہ باوجود بقاء عوارض بشریہ کے پھر نماز

besturdubooks.wordpress.com

کے حقوق ادا کرے وللہ تعالیٰ الحمد حمداً کثیراً مبارکاً طیباً کما یحب ربنا ویرضی زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء مثل المؤمن القارئ للقراٰن وغیر القارئ

قولہ عن ابن عمر الخ. حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شرمانے کی یہ وجہ[1] تھی کہ اس مجلس میں بڑے بڑے صحابی جلیل القدر موجود تھے پس انہوں نے سمجھا کہ اگر میرا خیال صحیح ثابت ہوا تو ان حضرات کو شرمندگی ہوگی سو اس وجہ سے یہ خاموش رہے کہ بزرگوں کو نادم کرنا گو قصداً نادم کرنے کا نہ ہو غیر مناسب ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو فرمایا لان تکون قلتہا الخ۔ اس کی یہ وجہ ہے کہ جب شیخ یا استاد کسی کو طالب دیکھتا ہے تو اس کو اس شخص کی جانب بہت زیادہ التفات ہو جاتا ہے پس اس لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم جواب دے دیتے تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے حال پر زیادہ توجہ فرماتے اور مختلف امور سے آگاہی فرماتے اور فہم دریافت کرنے کا یہی موقع ہوتا ہے کہ کسی سے کوئی امر دریافت کیا جائے اور وہ اس کا جواب دیوے اور جو جواب نہ دیوے اور گونگا بنا بیٹھا رہے تو کیا معلوم ہوگا کہ وہ فہیم ہے یا غبی فافہم۔

باب ماجاء مثل ابن ادم واجلہ واملہ

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل تدرون الخ: ایک کنکری تو آپ نے قریب پھینکی تھی اور فرمایا تھا یہ اس کی موت ہے اور دوسری کنکری دور پھینکی اور فرمایا کہ یہ اس کی امید ہے تو حاصل یہ ہوا کہ موت قریب ہے اور امیدیں بہت بعید ہیں۔

فائدہ: قلت قالہ، صاحب التقریر تفقھًا ولا یثبتہ[2] الحدیث زادہ الجامع عفی عنہ.

ابواب فضائل القراٰن عن رسول اللہ ﷺ

باب ماجاء فی فضل فاتحۃ الکتاب

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان استجیبوا لِلّٰہِ وللرسول الخ.

قلت وھو الوجہ فی عدم بطلان صلٰوۃ ذی الیدین ولاحاجۃ الی تکلف النسخ.

فائدہ: قلت ولکن لابد من الجواب عن کلامہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ کان کلم ھناک ولایمکن الخلاص فی المسئلۃ عن الجواب المذکور زادہ الجامع عفی عنہ.

باب ماجاء فی سورۃ البقرۃ واٰیۃ الکرسی

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ حٰمٓ المؤمن الخ.

لوگ کہتے ہیں کہ صاحب یہاں تو فضیلت میں تخصیص ہوئی جاتی ہے جواب یہ ہے کہ جس کو حق تعالیٰ کوئی خاص بزرگی عطا فرماویں اس میں کسی کو کیا حق مزاحمت ہے اور عوام کو ایسے امور سے روکا جاتا ہے کہ کسی امر کو خاص نہ کریں کس لئے کہ یہ

---

[1] یحتاج الی دلیل ۱۲ جامع حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر محض احتمال و توجیہ کے درجہ میں ہے ورنہ اصل علت خود اپنی ذات کی ندامت کا اندیشہ تھا ۱۲ محمد طاہر

[2] اقول بل ھو ثابت بالحدیث ایضا صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث اخر وھذا (الخط) الذی ھو خارج رای من الخط الربع) املہ الح لنظر المشکوۃ ص ۴۳۹ ج ۲. ۱۲ محمد طاہر رحیمی

besturdubooks.wordpress.com

لوگ کہیں سے کہیں پہنچ جاتے ہیں اور حد سے تجاوز کرنے لگتے ہیں اور خواص چونکہ سمجھدار ہوتے ہیں اس لئے ان کو اس سے ممانعت نہ کرنا چاہئے وہ جس سورت کو چاہیں پڑھیں،

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ ہمیشہ تہجد میں سورہ یٰس شریف پڑھا کرتے تھے اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے۔ یٰسین قرآن مجید کا قلب ہے۔ اخرجہ الترمذی بسند مجہول وسیاتی اور تہجد کا وقت بھی جوف اللیل ہوتا ہے ادھر پڑھنے والا خود بھی صاحب قلب ہے تو تینوں دلوں کا اجتماع ہوگیا اور ظاہر ہے کہ جہاں صرف دو دل جمع ہو جاتے ہیں وہاں کسی غیر کی گنجائش نہیں رہتی سو جب تین دل جمع ہو جائیں گے وہاں کیا کسی کی گنجائش باقی رہے گی فافہم۔

حاجی صاحب کی بزرگی اور مقبولیت میں کس کو کلام ہے حضرت کا یہی عمل تھا اور حدیث میں (یعنی سورۃ یاسین شریف کی فضیلت میں جو حدیث گزری نیز حدیث ترمذی جس کی یہ تقریر ہے ۱۲ جامع) خود فضیلت مصرح ہے ہاں ایسی طرح فضیلت نہ بیان کرے جس سے دوسری سورتوں کی تحقیر ہو کہ یہ نہایت لغو اور سخت گناہ بلکہ بعض حالت میں کفر کا اندیشہ ہے اور یہی حکم ہے کسی آیت کو ابلغ کہنے کا۔ یعنی اگر کسی کو کسی آیت کا ابلغ ہونا ثابت ہو جائے تو اس کا یہ کہنا جائز ہے کہ یہ آیت سب آیتوں سے زیادہ بلیغ ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اور آیات بلیغہ نہیں ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ بعض اعلیٰ اور ابلغ اور بعض عالی اور بلیغ ہیں اور حدیث میں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں باہم ایک دوسرے کو فضیلت دینے کی نہی آئی ہے کما اخرجہ البخاری ص ۴۸۵ اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ ایسی فضیلت نہ دے جس سے دوسروں کی تحقیر ہو۔ ورنہ جن رسول کی فضیلت دوسروں پر ثابت ہے ان کو افضل کہنا کچھ مضائقہ نہیں۔

باب ماجاء في آلِ عمران

قوله صلی اللہ علیه وسلم یاتی القرآن الخ: ان دونوں کے درمیان میں جو روشنی ہوگی وہ بسم اللہ کی برکت سے ہوگی (قلت یحتاج الی دلیل ۱۲ مؤلف) بعض لوگ تو ان سورتوں کو سایہ کی صورت میں دیکھیں گے اور بعض ابر کی شکل میں اور بعض پرندوں کی صف کے سایہ کی مثل اور یہ تفاوت بوجہ تفاوت اعمال کے ہوگا۔

فائدہ: پہلی مثال اعلیٰ ہے اور دوسری ادنیٰ اور تیسری متوسط کیونکہ پہلی میں دونوں کے درمیان ایک خاص روشنی بھی مذکور ہے اور دوسری میں ابر سیاہ کا ذکر ہے اور تیسری میں ظلۃ من طیر صواف ذکر کیا گیا ہے جس میں روشنی ہوتی ہے لیکن کم فافہم زادہ الجامع عفی عنہ۔

قوله انه لله یجیء قراۃ القرآن الخ: بعض علماء نے کہا ہے کہ قرآن کے آنے سے مراد اس کے ثواب کا آنا مراد ہے کیونکہ پورا کلام اللہ یا یہ دونوں سورتیں کس طرح آسکتی ہیں میں کہتا ہوں اسی طرح ثواب بھی نہیں آسکتا ہے کیونکہ جس شخص نے جو کچھ قرآن مجید پڑھا ہے اس میں سے ہر حرف کے عوض ادنیٰ درجہ دس نیکیاں ملیں گی..... اور نیز حدیث میں ہے وقد اخرجہ الترمذی فی الزکوٰۃ کہ حق تعالیٰ اس ثواب کو یہاں تک بڑھاتے ہیں کہ وہ احد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے پس جیسے کہ ان سورتوں کا آنا بعید ہے اس طرح اس عظیم الشان ثواب کا آنا بھی بعید ہے اور میرے نزدیک معنی حدیث کے یہ ہیں کہ صورت مثالیہ ان سورتوں کی وہاں پر ظاہر ہوگی۔

فائدہ: احقر کے نزدیک احوط یہ ہے کہ اس امر کو بھی مثل دیگر متشابہات میں داخل کیا جائے اور اس کی حقیقت حق تعالیٰ

---

[1] مگر یہ حدیث صدقہ کے بارے میں ہے نہ تلاوت کے بارے میں۔ ۱۲ عبد القادر عفی عنہ

besturdubooks.wordpress.com

کے سپرد کی جائے ہاں جو مقصود شفاعت کا ہے وہ اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اور خود ان سورتوں کو بصورت موجودہ میں ناطق کر دینا حق تعالیٰ کے نزدیک کچھ بھی دشوار نہیں لہٰذا تاویلات کی حاجت نہیں ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء في يٰسٓ

قوله و هارون ابو محمد شيخ مجهول: فان قلت كيف حسن الحديث مع ثبوت المجهول في السند ولم يتعدد الطرق كمايدل عليه قوله غريب قلت قوله حسن غلط من الكاتب وانما قوله غريب فقط ففي تهذيب التهذيب في ترجمة هذا الراوي بعد نقل حديثه هذا قال الترمذي هذا حديث غريبٌ وهارون ابو محمد مجهول اه زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في سورة الملك

قوله عن ابن عباس الخ: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اکثر صاحب کشف تھے اور ان صحابی پر اللہ حق سبحانہ تعالیٰ نے برزخ منکشف فرما دیا تھا اور وہ میت عالم برزخ میں سورۂ ملک پڑھ رہے تھے اور ممکن ہے کہ اس سورۃ کے علاوہ اور قرآن مجید بھی پڑھتے ہوں۔

فائده: قلت يحتاج القول بكون اكثر الصحابة ذوي كشفٍ الى دليل قويٍ زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في اذا زُلزلت

قوله عن انس بن مالك الخ: قلت المراد بقوله ما اتزوج هو المهر، وتعليم القران يصلح مهرًا كما مر عن بعض الحنفية ايضًا فرغبه صلى الله عليه وسلم في التزوج بعوض تعليم القران زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في تعليم القران

قوله وعلم القران في زمان عثمان الخ: يعني ابو عبد الرحمن كان معلما القران في زمن سيدنا عثمان رضي الله تعالىٰ عنه بقي عليه الى ان بلغ الحجاج الملك اوبقي عليه حتى وجد زمن الحجاج زاده الجامع عفي عنه.

باب ماجاء في من قرأ حرفًا من القران ماله من الاجر

قوله صلى الله عليه وسلم لااقول الٓمٓ حرفٌ الخ.

بعض لوگ کہتے ہیں کہ الٓم پڑھنے سے نوے نیکیاں ملتی ہیں کیونکہ الف میں تین حرف ہیں اور لام میں تین حرف ہیں اور

ل۔ ليس المراد اكثر جميع الصحابة بل الذين سمعوا فقط سورة الملك من قرأ المومن والدليل عليه ظاهر لانهم سمعوا الصوت الواقع في البرزخ ولاينكشف ذالك الالذي كشف. ۱۲ عبدالقادر عفي عنه

besturdubooks.wordpress.com

میم میں تین حرف ہیں لیکن میرے نزدیک الٓم پڑھنے سے تیس نیکیاں ملیں گی اور وجہ یہ ہے کہ مسمیٰ الف کا ایک ہے اور یہی ظاہر حدیث کا مقتضیٰ ہے گو الف کے مفہوم میں تین حرف ہیں لیکن مسمیٰ اور مقصود ایک ہے اس لئے نوے کا قول صحیح نہیں ہے۔

باب ماجاء کیف کانت قراءۃ النبی ﷺ

قوله قد يعرض نفسه بالموقف (فی حدیث جابر

یعنی فی موقف الناس کالسوق وغیرها زاده الجامع عفی عنه

ابواب القراءۃ عن رسول اللہ ﷺ

قوله عن ام سلمة الخ ملک بفتح المیم وکسر اللام ومالک

دونوں قراءتیں متواتر ہیں۔ قوله صلی الله علیه وآله وسلم فی اخر الباب بئسما لاحدهم اولاحدکم ان یقول نسیت ایة کیت وکیت الخ.

اس حدیث میں لغزش شرعی اور عصیان دینی کے متعلق ایک ادب سکھلایا گیا ہے کہ اپنے گناہوں کا اظہار نہ کیا جائے کہ اس میں صورۃ جراۃ علی اللہ تعالیٰ تیز اپنے کو عرضۂ ذلت کرنا ہے اور یہ حق تعالیٰ کو پسند نہیں سبحان اللہ تعالیٰ۔

حق تعالیٰ کو یہ بھی گوارا نہیں کہ ہمارا عاصی بھی رسوا ہو فضلاً عن المطیع۔ اور نسیت کہنے میں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اس میں اپنے فعل کو حق تعالیٰ کی طرف خلاف واقع منسوب کیا جاتا ہے کیونکہ یہ نسبت تکوینی ہے اور ہر فعل تکوینا منسوب اللہ تعالیٰ اور صادر من اللہ تعالیٰ ہے اور بندے سے جو صدور لغزش ہوا وہ فعل اختیاری ہے فلا محظور زادہ الجامع عفی عنہ

باب ماجاء ان القراٰن اُنزل علٰی سبعة اَحرفٍ

قوله عن ابی بن کعب الخ: اس حدیث کے معنی میں بڑا اختلاف ہے مگر اقرب اور احسن معنی یہ ہیں کہ حرف سے مراد لغت لیا جائے ابتداء جب قرآن مجید نازل ہوا تو ایک لغت میں سب کو پڑھنا دشوار ہوا جیسا کہ خود حدیث میں مذکور ہے اور ایسا تفاوت لغات میں ہوتا ہے مثلاً ہندوستان میں مختلف زبانیں ہیں حالانکہ اصل زبان اردو جس کے یہ اقسام ہیں ایک ہی ہے۔

دیکھو لکھنؤ، دہلی، دکن، شہر دیہات کی زبانیں باہم متفاوت ہیں گو قدرے تفاوت ہے لیکن ہے تو سہی اور تفاوت اس درجہ کا ہے کہ مثلاً سکانِ دہلی، باشندگانِ لکھنؤ کی بول چال استیعاباً بے تکلف نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ پس عرب کے سات لغت میں قرآن مجید پڑھنے کی اجازت دے دی گئی تھی اور عجم کے لوگوں کے لئے یہ تمام لغات برابر تھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں صرف ایک ہی لغت یعنی قریش کے لغت میں باقی رکھا گیا۔ اب قراۃ میں جس قدر اختلاف ہے وہ سب ایک ہی لغت کے اندر ہے اور باقی لغات میں اب تلاوت وغیرہ کی اجازت نہیں اور وجہ اس عدم اجازت کی یہ ہوئی کہ اگر وہ تمام لغات باقی رکھے جاتے تو اختلاف عظیم برپا ہوتا اور ابتداء سب لوگوں کو تعلق بھی لغات عرب سے کم تھا اور بعد میں رل مل جانے سے زیادہ ہو گیا پس حاجت وسعت بھی نہ رہی اس لئے صرف ایک ہی لغت مجاز رہا فافہم

besturdubooks.wordpress.com

باب: قوله وروی عن عثمان الخ۔

اس باب میں اہلِ تحقیق کا یہ قول ہے کہ اگر تنہا پڑھے تو اس کو اختیار ہے کہ جس قدر جی چاہے پڑھے بشرطیکہ ترتیل اور توجہ سے پڑھے اور جو جماعت کے ساتھ ہو تو مقتدیوں کا لحاظ رکھے یعنی اس قدر پڑھے کہ ان کو ناگوار اور بار نہ ہو۔

فائدہ: یہاں سے یہ وسوسہ نہ کیا جائے کہ ان اکابر نے حدیث لم یفقه من قرأ القران فی اقل من ثلاث کے خلاف کیوں کیا اس لئے کہ یہ حدیث معلل بعلت ہے کہ جو شخص توجہ اور فہم معانی ساتھ اس مدت میں ختم نہ کر سکے اس پر انکار کیا جائے گا اور اکثر کے اعتبار سے یہی حکم ہے اور اقل ایسے لوگ ہوں گے جو اس مدت قلیلہ میں بھی یہ قرآن مجید کا حق ادا کر سکیں پس ان کے لئے اس مدت سے کم میں ختم کرنا مذموم نہیں فافہم۔

اور یہ سب اس صورت میں جبکہ یہ تعلیقات ترمذی کے بسند صحیح بہ ثابت ہوں ورنہ اصل ایراد ہی نہ وارد ہوگا زادہ الی مع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برأیه

قوله عن ابن عباس الخ: مطلب یہ ہے کہ قواعد عربیہ سے واقف نہ ہو یا واقف ہو لیکن وہ تفسیر قواعد عربیہ پر منطبق نہ ہوتی ہو۔ سو اس صورت میں تفسیر بالرای ہوگی اور ایسی تفسیر کرنا حرام اور باعثِ دخولِ نار ہے۔

اور یہ غرض نہیں ہے کہ ہر تفسیر مروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو اس لئے کہ اگر یہ مراد ہو تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے جو دعا فرمائی تھی اللهم فقهه فی الدین وعلمه التاویل (قلت رواه الطبرانی کذا قال العلامة المحدث السید مرتضی فی شرح الاحیاء) اس کے کیا معنی ہوں گے پس معنی یہ ہیں کہ خلاف قواعد عربیہ واصول شرعیہ کے کوئی تفسیر نہ کی جائے۔

ومن سورة البقرة بسم الله الرحمٰن الرحيم

قولهٗ عن البراء قال لما قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينه الخ.

قلت هذا الحديث يدل علىٰ ان من تجولوا فى اثناء الصلوٰة كانوا فى صلوٰة العصر والذى بعده علىٰ انهم كانوا فى صلوٰة الفجر وقد اخرج البخارى الحديثين بمعناهما عن البراء وعن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما ولكن لابدلنا من نقل الثانى عن البخارى ففيه عن عبدالله بن عمر قال بينا الناس بقباء فى صلوٰة الصبح الخ قال الحافظ ابن حجر فى فتح البارى تحت هذا الحديث

قوله فى صلوٰة الصبح وهذا فيه مغايرة لحديث البراء رضى الله تعالىٰ عنه المتقدم فان فايه انهم كانوا فى صلوٰة العصر والجواب ان لامنافاة بين الخبرين لان الخبر وصل وقت العصر الىٰ من هود اخل المدينة وهم بنو حارثه وذالك فى حديث البراء رضى الله تعالىٰ عنه والاتى اليهم بذلك عباد بن بشر او ابن نهيك رضى الله تعالىٰ عنه كما تقدم

besturdubooks.wordpress.com

ووصل الخبر وقت الصبح الى من هو خارج المدينة وهو بنو عمرو بن عوف اهل قباء وذالك في حديث ابن عمرو رضي الله تعالىٰ عنه ولم يسم الاتي بذلك اليهم وان كان ابن طاهر وغيره نقلوا انه عباد بن بشر رضي الله تعالىٰ عنه ففيه نظر لان ذالك انما ورد في بني حارثة في صلوٰة العصر فان كان مانقلوا محفوظا فيحتمل ان يكون عباداتي بني حارثة اولًا في وقت العصر ثمه توجه الى اهل قباء فاعلمهم بذلك في وقت الصبح ومما يدل على تعددهما ان مسلما روى من حديث انس رضي الله تعالىٰ عنه ان رجلا من بني سلمة مروهم ركوع في صلوٰة الفجر فهٰذا موافق لرواية ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنه في تعيين الصلوٰة وبنو سلمة غير بني حارثة اھ زاده الجامع عفي عنه.

قوله عن زيد بن ارقم رضي الله تعالىٰ عنه

قال كنا نتكلم علىٰ عهد رسول الله الخ: قلت في ابانة البيان لهٰذا العبد الحقيرا علم ان القنوت له معان عديدة لكن المراد في القران كله هو الطاعة لاغير كما روى الامام احمد رحمة الله عليه وغيره مرفوعًا كل قنوت في القران فهو طاعة واسناده جيدٌ وصححه ابن حبان قاله الامام السيوطي في الاتقان وجعل صاحب الصراح هٰذا المعنى اصلاً من معانيه فينبغي الترجمة به لاغير وقوله فامرنا وان دل بظاهره على انه اريد السكوت بالقنوت لكن هذه اللفظة ليست كلفظة انه منسوخ لاحتمال فهم الراوى خلاف مقصود الشارع كما نبه عليه العلامة ابن دقيق العيد ونقله عنه في فتح الباري فالتطبيق بين الحديثينؒ انه صلى الله عليه وآله وسلم ادخل السكوت في افراد الطاعة فامربه فنقله الراوى ذالك عنه صلى الله عليه وسلم كذلك فلا منافاة بين الحديثين ولكن لايلزم منه ان يترجم القنوت في الأية بالسكوت لان الحمل على المعنى الاصلي اولىٰ حتى الامكان ويمكن ان يرجع المرفوع على الموقوف فيترك به اھ زاده الجامع عفي عنه.

ومن سورة اٰل عمران

قوله صلى الله عليه وآله وسلم ماحكم الله احداقط يعني من غير الانبياء بعد الموت.

قوله (قبيل سورة النساء ۱۲ جامع) ان مروان بن الحكم الخ.

ان کو شبہ اس وجہ سے ہوا تھا کہ طبعاً ہر شخص کو فرحت ہوتی ہے اس نعمت پر جو اس کو ملی ہے وہ عمل میں لایا ہے اور اپنی مدح چاہتا ہے جس کو ابھی عمل میں نہیں لایا تو اس بناء پر سب کا معذب ہونا لازم آتا ہے پس حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

لـہ اى حديث كل قنوت في القران طاعة وحديث كنا نتكلم على عهد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في الصلوٰة فنزلت وقوموا لله قانتين (المراد من القنوت السكوت) عبدالقادر عفي عنه.

besturdubooks.wordpress.com

اس شبہ کو اس طرح رفع فرمایا کہ یہ آیت اہلِ کتاب کے حق میں نازل ہوئی ہے لیکن اصول کا مسئلہ ہے کہ اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے نہ خصوص اسباب کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ عموم الفاظ کا یہاں بھی اعتبار ہے لیکن آدمی جو اپنی مدح پسند کرتا ہے اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ اس میں وصفِ مدح نہیں ہے لیکن لوگ خود بخود اس کی تعریف کرتے ہیں حق تعالیٰ نے لوگوں کے دل میں اس کی مدح القاء کر دی ہے پس ظاہر ہے کہ اس مدح سے وہ خوش ہوتا ہے اور اس صورت میں کچھ گناہ نہیں ہے۔

اور دوسری قسم یہ ہے کہ سعی کرے اور طالب ہو کہ لوگ میری اس امر میں مدح کریں جو مجھ میں نہیں ہے تو اس صورت میں گناہ ہوگا کہ اس صورت میں کذب کا مرتکب ہے اور اسی طرح فرح کی بھی دو قسمیں ہیں افتخاراً و تحدثاً بالنعمۃ پہلی ناجائز دوسری محبوب ہے۔

اب رہی یہ بات کہ جس شخص میں کوئی وصفِ مدح ہو اور اس پر وہ لوگوں سے مدح کا خواہاں ہو تو اس صورت میں گنہگار ہوگا یا نہیں تو جواب یہ ہے کہ اس صورت میں بھی گنہگار ہوگا

من سورة النساء

بسم الله الرحمٰن الرحیم

قوله حتی نزلت یوصیکم الخ: اس آیت کے شانِ نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی زندگی میں جو مال اپنے ورثہ میں تقسیم کرے تو اسی حساب سے تقسیم کرے جس حساب سے ان لوگوں کو بعد مقسم کی وفات کے ملے گا والیہ ذہب الامام محمد رحمۃ اللہ علیہ زادہ والجامع عفی عنہ۔

حدثنا عبدبن حمید قوله لما کان یوم اوطاس الخ: کفار جب قید کر لئے جائیں اور اسی طرح ان کی عورتیں بھی اور یہ لوگ لونڈی غلام بنا لئے جائیں تو ان عورتوں سے باوجود ان کے ازواج کے دارالاسلام میں موجود ہوتے ہوئے وطی جائز نہیں ہے اور یہی حکم ہے دارالحرب کا بھی۔

پس حاصل یہ ہے کہ جب تک تباین دارین نہ ہو اس وقت تک یہی حکم ہے اور لفظ "لهن ازواج فی المشرکین" سے اس مذہب کی تائید ہوتی ہے اور کفار حرہ عورتوں کا یہ حکم نہیں ہے یعنی خواہ توافق دارین ہو یا تباین ان سے وطی جائز نہیں ہے۔

قوله قال عبدالله امرنی رسول الله صلی الله علیه وسلم الخ

یہاں پر ان کو پڑھنے سے روک دینا اس غرض سے تھا کہ آپ کی توجہ بوجہ طریان خوف منتشر ہوگئی تھی اور بغیر کامل توجہ کے کلام اللہ شریف کا سننا یا پڑھنا بے ادبی ہے زادہ والجامع عفی عنہ۔

حدثنا محمد بن بشار قوله صلی الله علیه وسلم انها طیبة الخ

اس ضمیر کا مرجع مدینہ ہے اور طیبہ سے مراد یہی ہے اور مطلب حدیث کا یہ ہے کہ مدینہ ایک پاکیزہ جگہ ہے اور کسوٹی ہے جس کے ذریعہ سے ایماندار اور بے ایمان اور نیک و بد تنقید کرایا جاتا ہے ... چنانچہ جنگ بدر میں منافق اور مسلمان ممتاز ہوگئے جیسا کہ اس آیت سے جو یہاں مذکور ہے معلوم ہوتا ہے۔

اور ترجمہ اس عبارت حدیثیہ کا یہ ہے کہ تحقیق مدینہ طیبہ ہے اور بے شک وہ دور کر دیتا ہے میل کچیل کو جس طرح کہ آگ لوہے کا میل دور کر دیتی ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله حدثنا الحسن بن احمد بن ابی شعیب الخ: جب تک انسان اپنی تدبیروں میں مشغول رہتا ہے تو چونکہ کسی قدر اپنے اوپر اعتماد ہوتا ہے اس لئے اکثر کافی مدد اس کی حق تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتی اور جب مضطر ہو کر تدبیر چھوڑ دیتا ہے تو حق تعالیٰ کی اس کی طرف خاص توجہ ہوتی ہے جیسا کہ یہاں پر مجبور ہو کر ان صحابی نے حق تعالیٰ کے سپرد معاملہ کر دیا تو آیت[1] نازل ہوئی۔ اس سے یہ مقصود نہیں ہے کہ تدابیر بالکلیہ ترک کر دی جاویں بلکہ مطلوب یہ ہے کہ برائے نام تدابیر کرے اور اس پر بالکل اعتماد نہ کرے بلکہ اعتماد حضرت حق تعالیٰ پر رکھے اس صورت میں کافی اعانت کی امید ہے۔

اور **ویغفر مادون ذلک** الخ میں دون کے معنی کم کے لئے جائیں تو یہ نہایت مناسب ہیں کہ اس صورت میں مقصود قرآن مجید کا بطرز احسن حاصل ہو جائے گا اور کوئی اشکال وارد نہ ہوگا معنی یہ ہوں گے کہ حق تعالیٰ شرک کو نہیں بخشتا ہے اور شرک سے کم جو گناہ ہیں ان کو بخش دیتا ہے یعنی کبائر اور کفر چونکہ بعض صورتوں میں شرک سے بڑھ کر ہے کہ شرک میں تو مشرک خدا تعالیٰ کا ساجھی بناتا ہے اور کفر میں کافر بالکل انکار کرتا ہے اس لئے وہ کفر اس حکم میں بطریق اولیٰ داخل ہو جائے گا۔ اور اگر دون کے معنی سوای کے لئے جاویں تو یہ اشکال ہوگا کہ شرک کے علاوہ جو کچھ گناہ ہیں سب معاف ہو جاویں اگرچہ کفر ہی کیوں نہ ہو حالانکہ یہ باطل ہے ہاں البتہ وہ کفر باقی رہا جو شرک سے کم ہے مثلاً انکار رسالت کی یہ کفر ہے لیکن شرک سے کم ہے کہ توحید میں تو اس عقیدے سے خلل نہیں آتا گو وہ توحید بوجہ عدم اقتران اقرار رسالت غیر معتد بہ عند الشرع ہے تو جواب یہ[2] ہے کہ۔

ومن سورة المائدة

قوله عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت کان النبی صلی الله علیه وسلم یحرس الخ.

یہاں پر دو سوال ہیں پہلا تو یہ ہے کہ بر تقدیر تحسین یا تصحیح حدیث اگر یہ حرس، اسباب یقینیہ میں سے تھا تب تو اس کا ترک کسی صورت میں جائز نہیں اور تخصیص کی کوئی دلیل نہیں اور اگر یہ اسباب ظنیہ میں سے ہے اور واقعی ایسا ہی ہے بھی تو آپ نے قبل نزول آیت اس کو باقتضائے توکل کیوں ترک اختیار نہ فرمایا اور گو ترک اسباب ظنیہ ضروری نہیں لیکن بہتر تو ہے اور آپ کی امت کے ادنیٰ مشائخ کو یہ رتبہ حاصل ہو جاتا ہے اور آپ کی تو بڑی شان ہے۔

اور دوسرا سوال یہ ہے کہ جنگ احد میں آپ کے زخم لگا جیسا کہ اسی کتاب التفسیر میں گزر چکا ہے پھر اس عصمت و تحفظ کا تحقق علی العموم کہاں ہوا جیسا کہ ظاہر حدیث کا مقتضاء ہے۔ سو پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ آپ میں قوت توکل کی بلاشبہ متحقق تھی لیکن دو وجہوں سے اس کے مقتضا پر ابتداء عمل کرنا قرین مصلحت نہ تھا اول یہ ہے کہ لوگوں کو اس امر پر متنبہ ہو جائے کہ باوجود اس کے کہ نیک کام پر قدرت بھی حاصل ہو لیکن کسی مصلحت سے اذن شرعی اس کے کرنے کا نہ ہو تو مکلف کو اس عدم اذن کی وجہ سے اس فعل کو نہ کرنا چاہئے اور رضائے حق کو مطلوب اور حق تعالیٰ کے تجویز کردہ مصالح پر نظر کر کے اور اپنی ہمت اور قوت پر خاک ڈال کر عبدیت کا اظہار کرنا چاہئے اور یہ نہایت سخت ریاضت لیکن غایت درجہ مفید ہے۔ اور اس میں علاوہ لوگوں کے متنبہ کرنے

---

[1] یعنی آیت انا انزلنا الیک الکتاب بالحق الآیۃ عبد القادر عفی عنہ [2] روح المعانی میں نقل کیا ہے کہ یہاں شرک معنی کفر ہے اور شرک ہر قسم کے کفر کو شامل ہے خواہ وہ بظاہر شرک سے کم ہو جیسا کہ یہود کا کفر ہے انکار رسالت کی وجہ سے۔ پس اس سے اشکال زائل ہو جاتا ہے۔ (عبد القادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

کے خود حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ریاضت اور ترقی درجات مطلوب تھی جیسا کہ ابتلاً مصائب میں بھی یہ حکمت ملحوظ تھی۔

اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے بر تقدیر نزول آیت قبل از غزوۂ احد کہ حفاظت کا مقصود یہ تھا کہ آپ کو کفار ایذا کامل نہ پہنچا سکیں گے جس سے کہ آپ ہلاک ہو جائیں یا قریب بہلاکت ہو جائیں اور جس ایذا کا ہر وقت خلجان رہتا تھا اس طریق پر اچانک آپ کو ایذا نہ پہنچے گی اور غزوۂ احد میں جو شج واقع ہوا وہ اعلانیہ تھا اور قریب بہلاکت نہ تھا اچانک ایسا واقعہ پیش آنے میں زیادہ رنج اور کلفت ہوتی ہے اور اتفاقی کوئی کلفت پیش آ جانا یہ عصمت وتحفظ خداوندی کے منافی نہیں ہے کہ اس میں ہلاکت کا "فرد کامل منفی" نہیں ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔

قوله عن ابن عباس الى قوله فقام رجلان الخ: فى الحاشية قال فى المدارک وقد احتج به من يرى رد اليمين على المدعي فالجواب ان الورثة قد ادعوا على النصرانيين انهما قد اختانا فحلفا فلما ظهر كذبهما ادعيا الشراء فيما كتما فانكرت الورثة ولم يكن لهما بينة فكانت اليمين على الورثة لانكارهم الشراء ١٥

ومن سورة الانعام

قوله عن سعد بن ابى وقاص الخ: قلت قوله صلى الله عليه وسلم اما انها كائنة الخ المراد به العذاب الواقع بعد وفاته صلى الله عليه وآله وسلم لئلا يخالف قوله تعالى وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم زاده الجامع عفي عنه.

قوله عن عبدالله قال من سره ان ينظر الى الصحيفة الخ: فان قلت ما معنى الخاتم هناک فانه ان اريد به تصديق النبى صلى الله عليه وآله وسلم بانه كلام الله تعالى فلا يختص ذالک بهذه الأية بل هو اعم لجميع القران قلت لعل امرا اقتضى التاكيد فخص الحكم بكون الأية مختومة للنبى صلى الله عليه وسلم فافهم زاده الجامع عفي عنه.

قوله عن ابى هريرة الخ: قلت معنى الهم فى قوله صلى الله عليه وسلم واذا هم بسيئته الخ هو القصد الغير المصمم فانه قد ثبت فى موضعه ان اعمال القلوب يؤاخذ عليها لانها داخلة تحت الاختيار والعزم منها واما القصد الغير المصمم فليس بشئ وكانه ملحق بالوساوس فى الحكم زاده الجامع عفي عنه.

ومن سورة التوبة

قوله صلى الله عليه وسلم فى حديث طويل غير ربا العباس بن عبدالمطلب فانه موضوع كله: ان الفاظ کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ آپ نے پہلے اپنے گھر کا انتظام کیا تا کہ اور لوگ اچھی طرح عملدرآمد کریں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقارب کے ساتھ بھی صاف صاف معاملہ کیا جاتا ہے اور کسی طرح کی رعایت نہیں کی

besturdubooks.wordpress.com

جاتی تو ہم کس طرح امتثال میں کوتاہی کر سکتے ہیں اور دوسرے یہ معنی ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جس قدر راس المال اور اصلی روپیہ ہوگا وہ ادا ہو چکا ہوگا صرف اس کا سود باقی ہوگا اس لئے آپ نے یہ ارشاد فرمایا یعنی تم چونکہ اپنا اصلی روپیہ لے چکے ہو اس لئے اب کچھ نہ لو کہ اب تو صرف سود ہی باقی رہ گیا ہے فافہم۔

فائده: في الجوهر النقي مانصه: بيع الدرهم بالدرهمين في ارض الحرب ذكر (اى البيهقي) فيه قوله عليه السلام واول ربا اضعه ربا العباس.

قلت مذهب البيهقي واصحابه ان البيع المذكور لايجوز وان الربا ثابت بين المسلم والحربي وهذا الحديث يدل على خلاف ذالك وانه لاربا بينهما وذالك انه عليه السلام قال ذالك في خطبته يوم عرفة في حجة الوداع في السنة التاسعة وكان اسلام العباس قبل ذالك قال صاحب التمهيد اسلم قبل فتح خيبر وكان يكتم اسلامه وذلك في حديث الحجاج بن علاط انه كان مسلما فسره مايفتح الله على المسلمين ثم اظهر اسلامه يوم فتح مكة وشهد حنينا والطائف وتبوک ويقال ان اسلامه قبل ابدر وكان يحب ان يقدم على رسول الله صلى الله عليه وسلم فكتب اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ان مقامک بمكة خير فلذلک قال عليه السلام يوم بدر من لقى منكم العباس فلا يقتله فانه انما اخرج مكرهًا وفي الصحيح انه عليه السلام اتى بخيبر بقلادة الحديث وفي اخره قال عليه السلام الذهب بالذهب وزناً بوزنٍ فثبت ان الربا كان محرمًا وان العباس بمكة يعامل بالربا الى الفتح قال الطحاوى فدل وضع النبي عليه السلام رباه على ان الربا بين المسلمين والمشركين في دارالحرب جائز على مايقوله ابو حنيفة والثورى والنخعي قبلهما لان قوله عليه السلام وربا الجاهلية موضوعٌ دليل على انه كان قائماً الى ان ذهبت الجاهلية بفتح مكة ووضع ربا العباس رضى الله تعالىٰ عنه دليلٌ على انه كان قائمًا الى ذالک الوقت لانه لايضع الاماكان قائمًا قال الفقيه ابو الوليد بن رشد وهذا استدلالٌ صحيحٌ لانه لولم يكن الربابين المسلمين والمشركين حلالاً في دارالحرب لكان ربا العباس موضوعًا يوم اسلم وما عط قبض منه بعد ذالک مردودًا لقوله تعالىٰ وان تبتم فلكم رؤس اموالكم الآية اه ص ٤٠٣ و ٤٠٤ ج ٢.

قلت اما قوله عليه السلام والصلوٰة غير ربا العباس بن عبدالمطلب فانه موضوع كله اه وفي المرقاة تحت قوله عليه الصلوٰة والسلام فانه موضوع كله مالفظه تاكيد بعد تاكيد والمراد الزائد على رأس المال اه

besturdubooks.wordpress.com

ورواية مسلم هذا اظهر معنى فرواية الترمذى بلفظ غير الدال على الاستثناء فيها استثناء منقطع فافهم زاده الجامع عفى عنه.

قوله عن عبدالرحمٰن بن كعب بن مالک عن ابيه قال لم اتخلف الخ.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عتاب نہیں فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے بقصدِ جنگ خروج نہیں فرمایا تھا بلکہ ملک شام سے کفار کا قافلہ آیا تھا اس کی اغارت کے لئے آپ وہاں تشریف لے گئے تھے پھر اس واقعہ کی خبر مکہ معظمہ پہنچ گئی وہاں کے لوگوں نے چند سپاہی اس قافلہ کی نگرانی کے لئے بھیج دیئے جب وہ آئے تو ان سے اور صحابہ سے لڑائی ہو گئی اور اسی قصہ کو قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے پس اس وجہ سے کہ عزمِ جنگ نہ تھا۔ غیر حاضر رہنے والوں پر عتاب نہیں فرمایا گیا۔ اور یہ صحابی فرماتے ہیں کہ بیعت لیلۃ العقبہ میں شریک ہونا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اس بیعت میں حاضر نہ ہوتا اور بدر میں حاضر ہوتا۔

سو وجہ اس کی یہ ہے کہ اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت نہیں فرمائی تھی اور قریش آپ کو بہت تکلیفیں دیا کرتے تھے اور دین کی اشاعت میں مخل ہوتے تھے ایسے وقت میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ چند لوگ مدینہ منورہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے اور بیعت کی اور پھر مدینہ منورہ واپس چلے گئے اور وہاں جا کر خوب اسلام کی اشاعت کی۔ حتیٰ کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے گئے ہیں تو بہت لوگ ایمان لا چکے تھے۔

قولہ فانطلقت الخ: یہاں پر ایک قصہ معطوف علیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک غزوہ میں یعنی غزوۂ تبوک میں نہیں تشریف لے گئے تھے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے تھے لیکن حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصد کرتے تھے کہ آج جاؤں کل جاؤں پرسوں جاؤں یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں پہنچ گئے اور یہ قصد ہی میں رہے اور وہاں جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یاد فرمایا لوگوں نے کہا اب تو وہ مالدار ہو گئے ہیں یہاں آ کر کیا کریں گے ایک شخص نے ان کی طرفداری کی اور کہا کہ وہ تو بڑے بزرگ آدمی ہیں غیر حاضری کی کوئی خاص وجہ ہو گئی ہو گی اور حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر سستی سوار تھی اور اسی قصد میں رہا کہ آج جاؤں کل جاؤں اگر میں درمیان غزوہ میں بھی چلا جاتا تب بھی مقام پر پہنچ جاتا۔ جیسے دو شخص اس غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہنچے اور ان دونوں صاحبوں کا قصہ یہ ہے کہ یہ باغ میں رہتے تھے اور ان کی عورتوں نے پانی کا چھڑکاؤ کیا تھا اور سرد ہوا ئیں بھونؔ میں کو چھنکرا رہی تھیں کہ یکایک ان کو خیال آیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں ہیں آپ پر کس درجہ کی مصیبت ہو گی یہ خیال کر کے ان لوگوں نے سواری منگائی اور اس پر سوار ہو کر چلے اور حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا کر مل گئے حضرات صحابہؓ کو جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عشق تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرا سی تکلیف ان پر نہایت شاق ہوتی تھی۔

غرض کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ قصہ یہاں تک پہنچا کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کی خبر ہوئی کہ آپ تشریف لا رہے ہیں پھر تو مجھے بڑا صدمہ ہوا اور میں نے لوگوں سے مشورہ کیا کہ مجھے تدبیر بتلاؤ کیا

لہ یعنی درختوں سے چھن چھن کر آ رہی تھیں واللہ اعلم (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

کروں لوگوں نے کہا کہ تم آنحضرت کے سامنے کوئی عذر مصنوعی کر دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے استغفار فرما دیں گے اور تمہارا یہ فعل یعنی تخلف عن الغزوہ معاف ہو جائے گا پس میں نے اس مشورے پر عمل کرنے کا قصد کیا لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو میرا یہ ارادہ بدل گیا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ کچھ ہی ہو میں جھوٹ تو نہ بولوں گا اور سچا واقعہ عرض کردوں گا۔ غرض میں آپ کے دربار عالی میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ منافقوں کی ایک جماعت کثیرہ اپنے جھوٹے جھوٹے عذر آپ سے بیان کر رہی ہے اور آپ سے استغفار کرا رہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم استغفار فرما رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر غصے سے فرمایا کہو جی تمہارا کیا عذر ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کے سامنے بیٹھا ہوں جو امر واقعی ہے اس کو صاف صاف اور صحیح صحیح عرض کرتا ہوں اگر کسی بادشاہ دنیاوی کے دربار میں ہوتا تو جھوٹ بول کر کار برآری کر لیتا آپ کے سامنے ایسی حرکت نہ کروں گا۔

میرا عذر صحیح یہ ہے کہ میں سستی کی وجہ اس قصد میں رہا کہ آج حاضر ہوں کل حاضر ہوں حتیٰ کہ آپ کی واپسی کی خبر معلوم ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ سچا عذر ہے اور باقی لوگوں نے جو عذر بیان کئے وہ جھوٹے ہیں اب جو حکم حق تعالیٰ نازل فرمائیں گے اس پر عمل کیا جائے گا چنانچہ حق تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا کہ ان سے مسلمان بولنا چھوڑ دیں اور ان کے علاوہ تین اور شخص بھی تھے جنہوں نے صحیح عذر بیان کر دیا تھا۔ ان کے لئے بھی یہی ارشاد ہوا پھر پچاس راتوں کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں لقد تاب اللہ علی النبی والمهاجرین الی قوله وكونوا مع الصادقين. حضرت اس روز حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دولت خانہ پر تشریف فرما تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توبہ قبول ہوگئی انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا میں ان کو اطلاع نہ کردوں آپ نے فرمایا کہ ابھی ان کو خبر نہ دو ان کو سونا دشوار ہو جائے گا اس لئے کہ لوگ کثرت سے ان کو مبارک باد دینے آئیں گے۔

غرض! صبح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے کہہ دیا حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان دور تھا ایک شخص نے جا کر ان کو خبر دی یہ اس خبر کو سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہوئے اسی کو بیان کرتے ہیں فانطلقت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا هو جالس فی المسجد۔ اور اس حالت کی آپ کی تصویر لندن میں موجود ہے جو ایک نصرانی نے اتاری تھی نواب صاحب رامپور نے ایک لاکھ روپیہ دے کر اس کا فوٹو منگایا تھا اور ایک عمدہ مکان ہوا کر اس میں اس کو چسپاں کرا دیا تھا لوگ زیارت کو جایا کرتے تھے۔ ایک مولوی صاحب بھی پہنچے وہ اس کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑے اور ایک حالت ان پر طاری ہوگئی مولوی ارشاد حسین صاحب مرحوم و مغفور نے نواب صاحب سے کہہ کر اس تصویر کو کہیں پوشیدہ کرا دیا تھا بوجہ خوف فتنہ و فساد کے۔ قال وفینا انزلت ایضا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ایک مولوی صاحب تشریف لائے تھے اور ان کے ساتھ ایک اور شخص تھے یا تو ان ہی کے ساتھ آئے تھے یا یہیں سے ان کے ساتھ ہو لئے تھے اس شخص نے دریافت کیا کہ صاحب یہ جو مسئلہ شیخ سے بیعت کرنے کا صوفیہ کرام کے یہاں مشہور ہے اس کی قرآن مجید یا حدیث شریف سے بھی کوئی اصل ثابت ہے یا دیسے ہی لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے میرے قلب میں اسی وقت حق تعالیٰ کی طرف سے ایک جواب القاء ہوا۔

besturdubooks.wordpress.com

پس میں نے کہا کہ ہاں کلام اللہ سے بھی ثابت ہے اور حدیث شریف سے بھی۔ کلام اللہ میں ارشاد فرماتے ہیں **وکونوا مع الصادقین** اور معیت کی دو قسمیں ہیں ایک تو ظاہری اور دوسری باطنی۔ پہلی قسم کی صورت تو یہ ہے کہ ہر وقت ان حضرات کے ہمراہ رہے خواہ وہ کہیں ہوں مسجد میں ہوں یا بازار میں مجلس میں ہوں یا گوشۂ خلوت میں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ناممکن اور مجموعی حیثیت سے نامناسب بلکہ ناجائز ہے۔

اور دوسری قسم کی یہ صورت ہے کہ شیخ کسی حالت میں ہو تم اپنا دھیان اسی کے قلب کی طرف رکھو بس اس آیت میں یہی صورت مراد ہے۔ ... اور حدیث شریف میں یہ مضمون اس طرح ثابت ہے کہ ایک صحابی فرماتے ہیں **کانی انظر الی وجہ رسول اللہ** یعنی گویا کہ میں[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کو دیکھ رہا ہوں۔

بعض کہتے ہیں اس کا یہ مطلب ہے کہ گویا کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو دیکھ رہا ہوں تو اس کا سبب کیا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کا نقش مبارک صحابہؓ کے قلوب میں جما ہوا تھا وہ مولوی صاحب منکر تصوف تھے اس جواب کو سن کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ آج تک ہم نے تو ایسا جواب نہیں سنا۔

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم امسک علیک بعض مالک. دیکھو فلاسفی اور بصیرت اس کو کہتے ہیں کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھ گئے کہ سستی کا سبب، وجود مال ہے لہٰذا اس کے اخراج کی فکر ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کچھ مال باقی رکھو اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس وقت تو جوش میں خرچ کر ڈالتے اور پھر تکلیف ہوتی اور ان کو برداشت نہ ہوتی اور صبر دشوار ہوتا اور اس حالت کا مذموم شرعی وطبعی ہونا ظاہر ہے۔

نیز اہل وعیال کا نفقہ ان پر واجب تھا مال خیرات کرنے سے یہ وجوب ساقط تھوڑا ہی ہوسکتا ہے جاننا چاہئے کہ اس تقریر میں جو قصص صحابہ کے ذکر کئے ہیں ان کو روایت کیا[2] ہے۔

قولہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان حذیفۃ الخ

قبل خلافت حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام اللہ کے جمع کرنے میں صحابہؓ نے بڑی سعی فرمائی تھی۔ چنانچہ تمام قرآن مجید یکجا جمع ہوگیا تھا مگر اس خاص ترتیب سے نہیں جمع کیا گیا تھا۔ جس ترتیب سے حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمع فرمایا اور وہی ترتیب آج تک موجود ہے اور صحابہؓ نے اس ترتیب پر اجماع فرمایا سوا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ وہ اس اجماع میں شریک نہیں ہوئے تھے اور مصلحت اس خاص ترتیب میں حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سمجھی تھی کہ اگر قرآن مجید ہیئت سابقہ پر اور الفاظ مختلفہ پر رکھا جائے تو چند روز میں اختلاف عظیم اور فتنہ شدیدہ پیدا ہو جائے گا لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس رائے کے مخالف تھے اور وہ چاہتے تھے کہ کلام اللہ کی وہی صورت رکھی جائے جو پہلے تھی اسی لئے فرمایا کہ اے اہل عراق اس قرآن کو جو تمہارے پاس ہے چھپالو عنقریب اس کا مزہ چکھو گے یعنی قیامت میں **لقولہ تعالیٰ ومن یغلل الخ فانہ عام لخیانۃ المال والعلم**۔ اب اگر کہا جائے کہ انہوں نے امام وقت

---

[1] اخرجہ البخاری ومسلم من حدیث ابن مسعود کذا فی التکشف۔ صاحب التقریر رحمہ اللہ (عبدالقادر عفی عنہ)

[2] بخاری وغیرہ میں مذکور ہیں۔ (عبدالقادر عفی عنہ)

کی مخالفت کی تو جواب یہ ہے کہ ان کی رائے تھی کہ امام وقت اور ان کے انصار سب غلطی پر ہیں۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ جب امام حق[1] پر نہ ہو تو اس کی اطاعت نہ کرنا چاہئے پس اس بناء پر یہ امام وقت کے موافق نہ ہوئے۔ اور ان پر کوئی طعن اور اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ مجتہد تھے اور مجتہد اہل رائے ہوتا ہے خواہ مخطی ہو یا مصیب۔

اور ان کا جو کلام اللہ تھا اس میں اور اب جو کلام اللہ ہے اس میں اختلاف تھا۔ یہ ہمیشہ والذکر والانثی پڑھتے تھے اور ما خلق نہیں پڑھتے تھے کما اخرجہ عنہ الترمذی فی ابواب القرآت۔

اور ممکن ہے کہ ما خلق کا قرآن مجید میں پڑھا جانا ان کو معلوم ہوا ہو لیکن یہ خبر متواتر نہ پہنچا ہو اس لئے انہوں نے عمل نہیں کیا دوسرے انہوں نے جس طرح کہ ذہن نبوی علی صاحبہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے جو الفاظ سنے تھے اس طرح اس زیادت کو نہیں سنا اس لئے اس نسخ پر عمل نہیں فرمایا تیسری یہ بات ہے کہ ان کو وما خلق کا قرآن مجید میں داخل ہونا پہنچا نہ ہو۔ غرض حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کسی طرح اعتراض نہیں وارد ہوتا۔

اور جاننا چاہئے کہ قرآن مجید سات حرفوں میں نازل ہوا تھا اور ان حروف سے مراد لغات مختلفہ عربیہ ہیں کہ نہ قرأت کہ وہ تو دس مشہور ہیں اور میری سمجھ میں یہ بات نہیں آیا کرتی تھی کہ قرآن مجید کا سات طرح پڑھنا کس طرح جائز ہوا اور اسی طرح جہاں اختلاف نسخ ہوتا تھا وہاں پر مجھے یہ خیال ہوتا تھا کہ یہ سب نسخے مصنف کی طرف منسوب نہیں ہیں۔ مگر اب جو کتابیں تصنیف کیں تو معلوم ہوا کہ یہ مختلف نسخے مصنف ہی کے ہوتے ہیں۔

کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک مضمون لکھا گیا اور پھر اس میں کسی لفظ کی جگہ کوئی اور فصیح لفظ سمجھ میں آ گیا تو حاشیہ پر نشان نسخہ بنا کر وہ لفظ لکھ دیا جاتا ہے اسی طرح چونکہ حق تعالیٰ کو معلوم تھا کہ مسائل میں اختلاف ہوگا پس ہر مختلف کا لحاظ فرما کر الفاظ مختلفہ میں قرآن مجید نازل فرمایا جیسے کہ تستم اور تستم اور جن سات لفظوں میں قرآن مجید نازل فرمایا گیا تھا ان لغات میں بنی طے اور بنی انصار کا لغت نہ تھا ان کو فقط اپنے لغات میں پڑھنے کی سہولت کے لئے اجازت دے دی گئی تھی۔

پھر جب ان حضرات کو لسان قریش سے ارتباط ہو گیا تو ممانعت کر دی گئی کذا اخرجہ۔ اور قرآن مجید قریش کے سات لغات میں نازل ہوا ہے۔ **وقد اخرجه في المشكوٰة عن البخاري من حديث انس رضي الله تعالىٰ عنه فاكتبوه بلسان قريش فانما نزل بلسانهم ۱۲ مشكوٰة ص ۱۹۳**

اور معنی ان الفاظ مختلفہ کے متحد ہوتے ہیں۔

ومن سورة يونس

بسم الله الرحمٰن الرحيم

قوله عن صهيب الخ: الحسنیٰ میں جو الف لام ہے وہ عہد کے لئے ہے یعنی عہد ذہنی اور تعریف کے لئے اور لفظ زیادۃ کو نکرہ فرمایا گیا وجہ اس فرق کی یہ ہے کہ بجز رویت حق کے جنت میں اور نعماء جو عطا ہوں گی وہ بعوض اعمال مرحمت ہوں گی اور اعمال اور جزاء میں تناسب ہوگا۔

---

[1] رواہ الامام احمد فی مسندہ والحاکم فی مستدرکہ بسند صحیح لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق قال فی الجامع الصغیر للحافظ السیوطی ۱۲ جامع۔

besturdubooks.wordpress.com

تو گویا وہ جزاء بھی اعمال ہوئے جو دنیا میں کیے جاتے ہیں پس معنی یہ ہوئے کہ وہ حسنیٰ خاص ہے یعنی جزاء ہے اس فعل حسن کو جو احسنوا میں مذکور ہے اور کلام اللہ میں ایک جگہ مذکور ہے کلما رزقوا منها من ثمرة رزقا قالوا هذا الذی رزقنا من قبل واتوا به متشابها الایة مطلب اس کا یہ ہے کہ جب وہ وہاں رزق دیئے جائیں گے تو کہیں گے یہ وہی رزق ہے جو ہم کو دنیا میں عطا ہوا تھا یعنی اعمال صالحہ جو آج ثمرات کی صورت میں ظاہر ہو رہے ہیں اور ان ثمرات کے مشابہ دنیا میں بھی ملاحظہ کر چکے تھے بخلاف رؤیت حق تعالیٰ کے کہ نہ اس کے مشابہ کوئی چیز دنیا میں دیکھی تھی۔ بلکہ آخرت میں بھی کوئی ایسی چیز نظر نہ آئے گی اس لئے یہ نعمت عظمیٰ اجنبی اور غیر معروف ہوئی۔

نیز چونکہ محض فضل سے عطا ہوگی اور اعمال کا اس میں دخل نہ ہوگا (یعنی اس قدر دخل نہ ہوگا جس قدر کہ اور نعمتوں میں ہوگا نہ یہ کہ بالکل دخل نہ ہوگا ۱۲ جامع) اس لئے بھی یہ زیادت اجنبی اور مجہول ہوئی پس ان وجوہ سے اس کو منکر لایا گیا اور للذین احسنوا الحسنیٰ فرمایا گیا احسنوا الثواب نہیں فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ حسنیٰ وہی ہے جو احسنوا میں داخل ہے یعنی اعمال وجزا متناسب ہیں اور جاننا چاہئے کہ دیدار حق تعالیٰ کا سب کو میسر ہوگا لیکن بعض لوگوں نے غصے میں لکھ دیا ہے۔ کہ معتزلہ کو نصیب نہ ہوگا[1] کیونکہ وہ اس کے قائل نہیں ہیں اور ایک حدیث سے بھی جس کو مجمع الزوائد ص ۳۱۸ ج ۲ روایت کیا ہے اس کی تائید ہوتی ہے اور لفظ اس کے یہ ہیں انا عند ظن عبدی بی۔ اور تقریر اس کی یہ ہے کہ چونکہ اس فرقے کا گمان ہے کہ رؤیت نہ ہوگی اس لئے اس حدیث کے موافق وہ اس نعمت کے مستحق نہیں اور یہ جو مشہور ہے کہ اہل اسلام میں ایک فرقہ ناجیہ اور بقیہ یعنی ۷۲ ناریہ ہیں اسکے یہ معنی ہیں کہ اس ناجیہ سے دربارہ اعتقاد مواخذہ نہ کیا جائے گا اور یہ مراد نہیں ہے کہ اعمال سوء کے متعلق بھی مواخذہ نہ فرمایا جائے گا اور ناریہ سے عقائد اور اعمال سوء سب کے متعلق مواخذہ کیا جائے گا۔

اگر کہا جائے کہ یہ کس طرح معلوم ہو کہ ہم ہی حق پر ہیں اور سب باطل پر ہیں میں کہتا ہوں کہ جس کو اس کی فکر ہوگی اللہ تعالیٰ اس کو خوب بتلا دیں گے اور وہ شخص حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کرلے گا میں حق تعالیٰ کے بھروسے پر بشارت دیتا ہوں۔

دیکھو امام المسلمین حجۃ الاسلام مقدام المتقین قدوۃ الانام مقبول حضرت لم یزلی ابو حامد الغزالی قدس سرہ کو اس کی فکر ہوئی تھی حق تعالیٰ نے نہایت عمدہ طور پر ان کو وصول الی الحق عطا فرمایا یہ بہت بڑے عالم تھے عصر کے بعد جب مکان تشریف لے جاتے تھے تو پانچ سو علماء ان کے ہمراہ ہوتے تھے جب حق کی طلب ہوئی ان سب امور کو ترک کر دیا اور پہاڑ پر قیام کیا حق تعالیٰ نے فضل فرمایا اور ان کی طلب کی قدر کی پس وصول الی الحق ہو گیا۔ اور یہ امور ایسے تو ہیں نہیں کہ استدلال سے سمجھ میں آ دیں اور پھر چند روز میں بھول جاؤ بلکہ ذوق سلیم سے سمجھ میں آتے ہیں اور پھر ہمیشہ محفوظ رہتے ہیں۔

دیکھو ایک مثال اس کی یہ ہے کہ ہمارے وطن یعنی تھانہ بھون کے قریب قاضی اسمٰعیل صاحب ایک بزرگ تھے ان کی خدمت میں ایک غیر مقلد آئے اور کہنے لگے کہ حضرت حق اور باطل ممتاز کر کے سمجھا دیجئے۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ بھائی میں اور تو کچھ جانتا نہیں ہوں۔ عصر کے بعد میرے حلقے میں آ جانا جو حق ہوگا سمجھ میں آ جائے گا چنانچہ وہ صاحب شریک حلقہ

---

[1] فی هذا التفسیر نظر فافهم تعالیٰ اعلم ۱۲ جامع [2] چونکہ معتزلہ کی خطا اجتہادی ہے اس لئے ان پر حرمان عن لقاء اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں کیا جا سکتا اور ظن مذکور متعلق تمدد کے ہے اللهم ارزقنا رؤیتک وارزقهم آمین۔ فافہم ۱۲ جامع عفی عنہ

ہوئے اور قاضی صاحب نے ان کو توجہ دی جس کا یہ اثر ہوا کہ بیعت کی درخواست کی اور عرض کیا کہ میں حق سمجھ گیا ہوں لوگوں نے کہا بیان تو کر دو کیا سمجھے ہو کہنے لگے بس میں تو سمجھ گیا حق وہی ہے جس پر قاضی صاحب ہیں...... جاننا چاہئے کہ علم الیقین سے تسلی اور اطمینان نہیں ہوتا ہاں عین الیقین سے جو گویا مشاہدہ ہے اطمینان میسر ہوتا ہے اور حق الیقین جس میں غلبۂ حال بھی ہوتا ہے وہ تو سبحان اللہ بڑی نعمت ہے اور اس سے طمانیت تامہ میسر ہوتی ہے۔

اور یہ بات کہ علم الیقین موجب اطمینان نہیں ہے اور عین الیقین مورث تسلی ہے قرآن مجید میں مسطور ہے چنانچہ فرماتے ہیں واذقال ابراھیم رب ارنی کیف تحی الموتٰی قال اولم تومن یہاں پر اولم تؤمن بمعنی اولم تعلم ہے اور ارنی میں عین الیقین کا ذکر ہے اور قال بلٰی ولکن لیطمئن قلبی میں اس کا مورث طمانیت ہونا مذکور ہے۔

اور دوسری جگہ قرآن مجید میں مذکور ہے افمن شرح اللہ صدرہٗ للاسلام فھو علی نور من ربہ یہ شرح صدر وہی عین الیقین ہے اور اس کا مقابل ویل للقسیۃ قلوبھم ہے اور ایک جگہ ارشاد ہے اللہ نزل احسن الحدیث کتباً متشابھًا مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ الأیۃ اس میں حق الیقین کا ذکر ہے کہ ان لوگوں کو یقین کامل ہو کر ایک خاص حالتِ خشیت ان میں پیدا ہوتی ہے

قولہ عن رجل من اھل مصر الخ: جب انسان اچھی خواب دیکھتا ہے تو اس کے دل کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور غیب سے تسلی ہونے کی اب تو یہی صورتیں باقی رہ گئی ہیں۔ عمدہ خواب، الہام کیونکہ وحی کا سلسلہ تو مسدود ہو چکا اور جو شخص رویائے صالحہ والہام سے متصف نہ ہو وہ بھی ایک حالت ہے اور یہ حالت اعلیٰ ہے کیونکہ اس میں شہرت اور اعجاب نفس سے امن رہتا ہے اور حق تعالیٰ قادر ہیں کہ باوجود خواب وغیرہ نہ ہونے کے کسی کو ایسا یقین عطا فرمائیں جو خواب وغیرہ سے حاصل ہوا اس سے بھی حاصل نہ ہو۔

غرض مخفی رہنا بڑی حفاظت کا باعث ہے اور اشتہار میں بڑا خطرہ ہے ہاں جس کو حق تعالیٰ کی طرف سے کوئی خدمت عطا ہو اور وہ شہرت کا سبب ہو جائے تو اس میں مضائقہ نہیں ایسے شخص کی غیب سے مدد ہوتی ہے خود طالب شہرت نہ ہونا چاہئے کہ یہ مضر اور راہزن ہے غرض ہر حال میں راضی رہنا چاہئے جو حالت ہو وہ حق تعالیٰ کے نزدیک اس خاص شخص کے اعتبار سے محمود ہے۔

قولہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الما اغرق الخ

فرشتے بھی اصحاب رائے ہوتے ہیں اور یہ جو مشہور کہ وہ جو کچھ کرتے ہیں سب نص قطعی سے کرتے ہیں سو یہ غلط ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ رائے ان پر غالب نہیں ہے اور انسان پر رائے غالب ہے اور دلیل[1] اس کی یہ ہے کہ

اور ان کا صاحب رائے ہونا قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں واذ قال ربک للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ قالوا تجعل فیھا الأیۃ اگر وہ صاحب رائے نہیں ہیں تو ان سے مشورہ کرنا غلط ہوا جاتا ہے سو کلام اللہ شریف سے تو ان کا صاحب رائے ہونا معلوم ہو گیا۔

---

[1] یہ آیت دلیل بن سکتی ہے لایعصون اللہ ما امرھم ویفعلون مایؤمرون۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ملائکہ کو اکثر امر صریح کیا جاتا ہے اجتہادی آراء میں نافرمانی نہ کرنے کو ذکر نہیں فرمایا کیونکہ وہ مطلوب اور قلیل ہیں جو اکثر ہے یعنی امر صریح اس کو ذکر فرما دیا واللہ اعلم (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

اب حدیث شریف کو ملاحظہ فرمایئے کہ اس میں ہے کہ ایک شخص مسلمان ہوا اور مر گیا ملائکہ اس کو کھینچتے تھے بعض اس زمین کی طرف جہاں وہ ایمان لایا تھا اور بعض اس زمین کی طرف جہاں اس سے گناہ سرزد ہوا تھا اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے پس یہ حدیث بھی ان کے ذی رائے ہونے پر دال ہے۔

سورۃ یوسف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قولہ عن ابی ھریرۃ الخ.

یہاں پر بظاہر حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح فرما رہے ہیں لیکن حقیقت میں اس کلام سے آپ[1] کی مدح مستفاد ہوتی ہے کیونکہ جب بادشاہ نے آپ کو بلوایا اور آپ جیل خانہ سے باہر نہ آئے اور فرمایا کہ جب تک میری براءت ثابت نہ ہوگی اس وقت تک باہر نہ آؤں گا اور یہ بہت بڑی بات ہے اور بڑی ہمت اور دلیری ہے اور پھر آپ فرماتے ہیں کہ اگر وہ قاصد ہمارے پاس آتا تو ہم اس کے ہمراہ ہو لیتے تو اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا یوسف علیٰ نبینا وعلیہ افضل الصلوٰۃ والسلام جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ باہمت اور اولوالعزم تھے لیکن حقیقت میں دیکھا جائے تو اس تقریر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی افضلیت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس قصے سے آپ کی عبدیت بڑھی ہوئی معلوم ہوئی اور توضیح اس کی یہ ہے کہ جب بلانے والا آتا تو آپ یہ تصور فرماتے کہ ابھی تک تو حق تعالیٰ کا حکم جیل خانہ کے اندر رہنے کا تھا اور اب باہر آنے کا ہوا۔ لہٰذا باہر چلنا چاہئے اور اپنی رائے کو اس میں دخل نہ دینا چاہئے۔

پس آپ کا رتبہ اس تقریر سے اعلیٰ ثابت ہوا اور اسی طرح آپ لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح ارشاد فرماتے ہیں اور رکن شدید کے علماء نے دو معنی بیان کئے ہیں۔ ایک تو یہ اس سے مراد ان کا قبیلہ ہے پس آپ نے گویا آرزو کی کہ کاش! میں صاحب قبیلہ ہوتا اور میرے خاندان میں کثرت سے لوگ ہوتے اور وہ میری اعانت کرتے کیونکہ آدمی جس کسی کے خاندان میں ہوتا ہے تو اہلِ خاندان سے اس کو دینی اور دنیاوی مدد پہنچتی ہے اور تسلی رہتی ہے۔

اب یہاں پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ایسی آرزو کیوں کی ان کو تو حق تعالیٰ کی پناہ لینی چاہئے تھی تو جواب یہ ہے کہ بزرگوں کی توجہ بوجہ کمالِ عبدیت کے اسباب پر زیادہ ہوتی ہے اور وہ اپنے کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ اس باب سے قطع نظر کریں اور سبب اس کا کمالِ نزول ہوتا ہے۔

اور بعض نے رکن شدید کی تفسیر حق تعالیٰ کے ساتھ کی ہے تو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ گویا آپ فرماتے ہیں کہ اگر ایسے موقع پر میں ہوتا تو ظاہری اسباب سے استمداد کرتا۔ اس صورت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نزول کامل ہوگا۔

فائدہ: فقد روی الحاکم فی المستدرک بسند صحیح مرفوعا کما فی کنز العمال رحم اللہ لوطا کان یاوی الی رکن شدید وما بعث اللہ بعدہ نبیا الا فی ثروۃ قومہ اھ

---

[1] آپ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ عبدالقادر

besturdubooks.wordpress.com

وقدروی الحاکم ایضًا فی المستدرک بسند صحیح مرفوعًا کما فی کنز العمال ایضًا الکریم بن الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراهیم ولو لبثت فی السجن مالبث ثم اتانی الرسول اجبت الخ وقدروی الطبرانی وابن مردویه مرفوعًا کما فی کنز العمال عجبت لصبراخی یوسف وکرمه والله یغفرله حیث ارسل الیه لیستفتٰی فی الرؤیا ولوکنت انالم افعل حتی اخرج وعجبت لصبره وکرمه والله یغفرله انه لیخرج فلم یخرج حتی اخبرهم بعذره ولوکنت انالبادرت الباب ولولا الکلمة لما لبث فی السجن حیث ینبغی الفرج من عند غیر الله عزوجل اه

احقر کے نزدیک ان تمام عبارات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت لوط و حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کی مدح فرمانا مقصود نہیں ہے بلکہ ان حضرات کی زلات کا بتلانا مقصود ہے اور رحم اللہ اور یغفر لہ دونوں کلمے ایسے ہیں جن کا استعمال محاورۂ عربیہ اور احادیث میں جابجا وارد ہے اور حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے صبر و تحمل سے تعجب فرمانا اس تقریر کے منافی نہیں ہے کیونکہ شدتِ صبر و تحمل جو اس موقع پر مذکور ہے اس حیثیت سے کہ وہ صبر و تحمل ہے بے شک محمود ہے اور قابل تعجب ہے لیکن چونکہ وہ یہاں پر نامناسب ہے اس لئے یہ کمال زلت شمار کیا گیا اور کسی فعل کا کسی ایک اعتبار سے محل تعجب ہونا اور دوسرے اعتبار سے زلت ہونا عجیب نہیں ہے۔

اور وجہ زلت کی یہ ہے کہ آپ ظلماً محبوس کئے گئے تھے اور حبس میں طبعی جو کلفت ہوتی ہے اور زیادہ حق تعالیٰ میں جو ذوق و شوق آزادی میں ہوتا ہے وہ اس حالت میں نہیں ہوسکتا نیز نفع متعدی بھی نہایت کم ہوتا ہے اس لئے خروج کی سعی زیادہ مناسب تھی۔ رہی یہ بات کہ براءت کا حاصل کرنا معین فی اصلاح الغیر تھا کہ لوگوں کو اس صورت میں تو ہم بدظنی بھی جاتا رہتا تو جواب یہ ہے کہ اول تو اس میں زیادہ کا دخل حاجت نہ تھی آپ کی تعلیم اور ذاتی حالت سے خود لوگ معتقد تھے۔

نیز بعد خروج بھی یہ استقصاء فی البراءۃ ممکن تھا اور کمال نزول سے کمال تفویض و کمال توکل بڑھ کر ہے۔ چنانچہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے نیز تفویض و توکل زیادہ دشوار اور خط خواص ہے بخلاف کمال نزول کے اس میں مشابہت عوام سے ہے اور نیز ناشاد دشوار وللناس فیما یعشقون مذاہب۔

اور رکن شدید کی تفسیر قبیلہ کے ساتھ احادیث بالا سے مستفاد ہوتی ہے اور اس کی تفسیر حق تعالیٰ کے ساتھ کرنے سے معنی آیت کے خراب ہوئے جاتے ہیں نیز یہ تفسیر احادیث سے ثابت بھی نہیں۔ علیٰ ما علمت۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

سورة الرعد

بسم الله الرحمٰن الرحیم

قوله صلی الله علیه وسلم اشکی عرق النساء الخ.

قلت معنی قوله علیه الصلوٰة والسلام هذا مذکورٌ فی بیان القراٰن ونصهٗ

besturdubooks.wordpress.com

حضرت یعقوب علیہ السلام کو عرق النساء کا مرض تھا آپ نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ اس سے شفا دیں تو سب میں زیادہ جو کھانا مجھ کو محبوب ہو اس کو چھوڑ دوں گا ان کو شفا ہوگئی اور سب میں زیادہ محبوب آپ کو اونٹ کا گوشت تھا اس کو ترک فرمادیا اخرجه الحاکم وغیره بسند صحیح عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما کذا فی روح المعانی اه (ص ۱۴ ج ۱) قلت وفی روایة الترمذی هذه زیادة قوله صلی الله علیه وسلم والبانها وفی بیان القران ایضاً.

اور معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شریعت میں نذر سے تحریم بھی ہو جاتی ہوگی جس طرح ہماری شریعت میں مباح کا ایجاب ہو جاتا ہے مگر تحریم کی نذر جائز نہیں بلکہ اس میں حنث پھر اس حنث کا کفارہ واجب ہے۔ کما قال الله تعالیٰ لم تحرم ما احل الله لک الآیة اسی طرح تفسیر کبیر میں ہے اھ۔ ص ۴۱ ج ۲ ازادہ الجامع

سورة ابراهيم

بسم الله الرحمٰن الرحيم

قوله عن انس رضی الله تعالیٰ عنه : حنظل اندرائن کو کہتے ہیں اس کے درخت کو من فوق الارض مالها من قرار فرمایا اس کی جڑ بہت نیچی نہیں ہوتی ہے اگر کوئی اس کو اکھاڑنا چاہے تو اس کے تنے کو پکڑ کر بخوبی اکھاڑ سکتا ہے بخلاف کھجور کے درخت کے کہ اس کا اکھاڑنا اس طرح ناممکن ہے اس لئے کہ اس کی جڑ مستحکم اور زمین کی نہایت گہرائی میں ہوتی ہے انتھی التقریر۔

فائدہ: قوله قال فاخبرت بذالک ابا العالیة الخ

قلت فاعل قال هو حماد بن سلمة وفاعل صدق واحسن هو شعيب بن الحجاب وابو العالية تابعي زاده الجامع عفي عنه

سورة النحل

قوله عن ابی العالیة الخ: ان چار شخصوں کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تخصیص فرمادی تھی انتھی التقریر۔

فائدہ: ان چار شخصوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نام بھی بتلایا ہوگا راوی نے اختصاراً ترک کر دیا اور تخصیص کی وجہ یا تو یہ ہوگی کہ آپ کو امید ان لوگوں کے اسلام کی تھی سوائے ان چار کے یا اور کوئی سبب مقتضی ہوگا زادہ الجامع عفی عنہ۔

ومن سورة بني اسرائيل

بسم الله الرحمٰن الرحيم

قوله عن ابن بريدة عن ابيه الخ: قلت المراد من الحجر

قوله عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم فی قوله تعالیٰ وقران الفجر ان قران الفجر کان مشهوداً الخ.

یہاں پر یا تو ملائکہ کراماً کاتبین مراد ہیں پس محتمل ہے کہ ان کی بدلی ہوتی ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان کے سوا کوئی اور جماعت

besturdubooks.wordpress.com

فرشتوں کی موجودزمرہ کے اعمال کی اطلاع حضرت حق میں کرتی ہو۔اور کراماً کاتبین کی بدلی نہ ہوتی ہو واللہ تعالیٰ اعلم زادہ الجامع عفی عنہ۔

قولہ عن صفوان الخ: اس حدیث میں دونوں یہودیوں کا جو یہ قول مذکور ہے **وقالا نشهد انک نبیّ** اس کا صدور ان لوگوں سے اضطراراً ہوا تھا اور تصدیق اضطراری سے مومن نہیں ہوسکتا۔ ایمان کے لئے تو تصدیق اختیاری شرط ہے اور ان لوگوں کا ایسا حال ہے۔ جیسے کہ کوئی شخص دیوار کو دیکھ لے اور پھر آنکھیں بند کر لے تو لامحالہ اس حالت میں وہ دیوار کی اضطراراً تصدیق کرے گا اور وہ تصدیق جدار جورؤیت سے حاصل ہوئی تھی اب آنکھیں بند کرنے سے غائب نہ ہوگی سو ایسے ہی یہ لوگ مجبوراً اور اضطراراً تصدیق کرتے تھے جو مفید نہ ہوئی۔

سورۃ الکھف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قولہ عن سعید بن جبیر...... فعتب اللہ علیہ: عتاب کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علم کو اپنی طرف منسوب کیا اور حق تعالیٰ کی طرف کیوں نہ نسبت کی یعنی یہ کیوں نہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ اعلم ہے اور دوسری وجہ یہ ہے جو حدیث کی اس عبارت سے مستفاد ہوتی ہے **ان عبدا من عبای بمجمع البحرین هو اعلم منک** اور وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو اعلم نہیں کہا اور اپنے کو اعلم کہا تو بطریق تقیید کہنا چاہئے تھا یعنی یوں کہتے کہ اس خاص جگہ میں اعلم ہوں۔

غرض بظاہر دو وجہ علی سبیل التبادل عتاب کی ہیں ایک حق تعالیٰ کی طرف اعلمیت کو منسوب نہ کرنا دوسرے اپنے کو علی الاطلاق اعلم کہنا (قلت والثانی ہو الظاہر ۱۲ جامع) اور یہ عتاب ترک ادب واستحباب پر تھا ؏ نزدیکاں را بیش بود حیرانی

اور اس عتاب میں جو لذت ہے اس کو حضرت موسیٰ کا ہی دل جانتا ہوگا کیونکہ یہ ایسا عتاب ہے جیسا کہ عشاق کی طرف سے معشوقوں پر ہوتا ہے اور وہ صورتاً عتاب اور حقیقتہً راز و نیاز ہوتا ہے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ عبس میں ایک عتاب مذکور ہے اس سورۃ کے نزول کے بعد حضرت رسول مقبول علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے چادر بچھوا دیتے کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے آؤ اچھا ہو تمہارا آنا ہم تمہاری وجہ سے عتاب کئے گئے۔ جب ابتدائی آیات نازل ہوئی ہیں تو آپ خوف خداوندی سے بہت گھبرائے تھے لیکن پھر آپ اس عتاب کو بطریق التذاذ یاد کرتے تھے اور اس قصے کو در منثور وغیرہ نے روایت کیا ہے اور جس طرح حق تعالیٰ کا عتاب اپنے خاص بندوں پر محض صورۃً ہوتا ہے اسی طرح حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جب کسی پر عتاب ہوتا ہے تو وہ محض صوری عتاب ہوتا ہے۔

اور اسی طرح پیران طریقت کا عتاب ظاہراً ہوتا ہے اور باطناً وہ قلوب پر تصرف فرماتے ہیں اور علامت اس کی یہ ہے کہ جب وہ کسی سے ناراض ہوتے ہیں تو اس شخص کے دل سے ان کی محبت نہیں جاتی گو وہ اوپر کے دل سے ناراض ہو۔ اور جبکہ اس کے قلب سے محبت نکل جائے اور وہ حقیقتاً ناراض ہو جائے تو سمجھ لینا چاہئے کہ خود ان بزرگ ہی کے دل سے اس کی محبت نکل چکی ہے اور فرعون جو ایمان نہیں لایا تو اس کی وجہ یہی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس سے غایت نفرت تھی چنانچہ

besturdubooks.wordpress.com

بددعا فرمائی تھی: ربنا اطمس علی اموالھم واشدد علی قلوبھم۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے نفرت نہ کرتے تو کیا اس کی مجال تھی کہ ایمان نہ لاتا۔

اور اس قصے کو حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں لکھا ہے۔ اور جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ کا جب عتاب ہوتو ان کی رضا وعدم رضا کی بھی وہی علامت ہے جو اوپر بزرگوں کے متعلق مذکور ہوئی...... ایک بزرگ تھے اجیینہ میں اور وہ مغلوب الحال تھے اور گانا بجانا سنا کرتے تھے ان کے ایک خادم حج کرنے گئے اور حج سے فارغ ہوکر روضہ شریفہ پر بھی حاضر ہوئے اور چونکہ یہ بڑے کامل تھے اس لئے ان کو حضور تام ہوئی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، اور خوب باتیں ہوئیں اور جب تک وہاں رہے اس دولت سے مشرف ہوتے رہے جب مکان واپس ہونے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بدعتی پیر سے ہمارا سلام کہہ دینا۔ ان پیر صاحب کو ان مرید صاحب کی واپسی سے پہلے یہ امر منکشف ہوگیا تھا پھر جب یہ مرید حاضر ہوئے تو انہوں نے پیغام عالی شان سنایا لیکن صرف سلام کا ذکر کیا ان بزرگ نے فرمایا کہ اسی طرح پیغام ادا کرو کہ جس طرح کہ دربار عالی سے ارشاد ہوا ہے خادم نے عرض کیا کہ حضرت آپ پر تو انکشاف ہو ہی گیا ہے۔ پھر اب میرے عرض کرنے کی کیا حاجت ہے۔ حضرت نے فرمایا دل چاہتا ہے کہ ان ہی الفاظ سے تم مضمون ادا کرو جن الفاظ سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ پس انہوں نے اسی طرح ادا کیا غرض اس طرح ادا کرنا تھا کہ سنتے ہی ان پر ایک حالت طاری ہوگئی یہاں تک کہ وہ رقص کرنے لگے اور ایک شعر بار بار پڑھنے لگے۔ اور گو یہ بزرگ صاحب حال تھے اور اور سماع ان کو جائز تھا لیکن باوجود اس کے پھر ان کو بدعتی کے خطاب سے یاد کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حالت بظاہر تو خلاف ہے گو بوجہ معذوری مذموم نہیں اس لئے اس خطاب سے یاد فرمایا گیا۔

اور اس میں اشارہ تھا اس امر کی طرف کہ جب غلبہ کی حالت مدفوع ہو جایا کرے باہتمام تام اس فعل سے مجتنب رہا کریں اور الضروری یتقدر بقدر الضرورۃ پر کفایت کریں ۱۲ جامع) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ناز تھا ان پر۔ اس کی وجہ سے اس خطاب سے یاد فرمایا اور اس ناز کے اثر سے ان پر خاص لذت طاری ہوئی اور حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ جو کہا انی بارضک السلام اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جگہ جنگل تھی اور وہاں جنگلی آدمی رہتے تھے وہ کیا جانتے تھے سلام کو اس لئے انہوں نے تعجبانہ یہ کلام کیا اور ان کے اس کلام سے کہ موسیٰ بنی اسرائیل یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نام کے اور بھی بعض لوگ ہوئے ہیں۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے دریافت کیا کما اخرجہ[1] کہ خلقت کی ابتداء کب سے ہے آپ نے فرمایا کہ یہ سوال حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت باری تعالیٰ میں کیا تھا اور وہاں سے یہ جواب ملا تھا کہ تم فلاں کنوئیں کے پاس جاؤ۔ اور اس کے اندر ایک کنکری ڈالنا۔ وہاں اس کے متعلق سب حال معلوم ہوجائے گا پس حضرت موسیٰ وہاں تشریف لے گئے اور کنکری ڈالی وہاں سے آواز آئی کون شخص ہے انہوں نے جواب دیا کہ میں ہوں موسیٰ پھر وہاں سے آواز آئی کہ کون موسیٰ؟ انہوں نے جواب دیا ابن عمران پھر وہاں سے آواز آئی کون عمران انہوں نے اپنے دادا کا نام بتلایا

---

[1] لم اطلع علیہ (عبدالقادر)

besturdubooks.wordpress.com

پھر وہاں سے آواز آئی کہ یہ کون سا فلاں ہے پھر حضرت موسیٰ نے اس کا جواب دیا اور حضرت آدمؑ تک نام لئے پھر وہاں سے آواز آئی آدم کس کے بیٹے ہیں پس اس وقت حضرت موسیٰ گھبرائے پھر وہاں سے آواز آئی بہت سے موسیٰ اس نسب نامی کے یہاں آ چکے ہیں اور سب نے کنکریاں ڈالی ہیں اور میں بھی وہ شخص ہوں اور بدل گیا ہوں ایک ہیئت اور تشخص سے میں نے سب سے بات چیت نہیں کی ہے پس انہوں نے دیکھا تو وہ شخص پھرا ہوا تھا۔

حق تعالیٰ کی بڑی قدرت اور عجیب شان ہے جس پر کوئی پوری طور پر مطلع نہیں ہو سکتا۔ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار طواف کر رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ بہت عمدہ پوشاک پہنے ہوئے طواف کر رہے ہیں جب طواف سے فارغ ہوئے تو فرمانے لگے تم مجھ کو جانتے ہو میں نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا فرمانے لگے میں تمہارا جد امجد ہوں۔ میں نے عرض کیا آپ کی وفات کو کتنا عرصہ ہوا فرمانے لگے چالیس ہزار برس گزر گئے ہیں۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے برجوں کے حساب سے معلوم کیا تو (مشہور) حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ السلام کی وفات کو چھ ہزار برس ہوتے ہیں حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم ہیئت و نجوم بخوبی جانتے تھے اور ایک حدیث میں آیا ہے جس کو[1] روایت کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے ایک لاکھ آدم پیدا کئے ہیں پس ممکن ہے کہ یہ جد امجد ان ہی میں سے ہوں اور وجہ جد امجد کہنے کی یہ ہے کہ وہ (مشہور) آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تو مقدم ہی ہیں گو بعض دیگر اجداد سے پیچھے ہوں۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے دریافت کیا تھا کہ خلقت کی ابتداء کب سے ہے انہوں نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ نے ایک مرغ پیدا کیا تھا اور اس کی روزمرہ کی خوراک بھی پیدا کی تھی اور اس کی اس قدر مقدار تھی کہ آسمان وزمین کے پر ہو جائے اور وہ مرغ تھوڑا تھوڑا کھاتا تھا بوجہ اس کے کہ کم نہ ہو جائے اور اسی وجہ سے وہ بہت لاغر ہو گیا تھا یہاں تک کہ وہ طعام ختم ہو گیا۔ اور وہ مرغ خشک ہو کر چڑیا کے برابر ہو گیا تھا اگر حساب لگایا جائے تو کس قدر طویل زمانہ ہوتا ہے اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ تو ایک مرغ کی پیدائش کا ذکر ہے اور حق تعالیٰ نے تو ہزاروں مرغ ایسے پیدا کئے ہیں۔

غرض حاصل یہ ہے کہ (مشہور) حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا اور بھی موسیٰ گزرے ہیں اور اس اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روایت[2] کیا ہے اور حق تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ کو کونسا علم عطا فرمایا گیا تھا لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو علم ذات باری تعالیٰ عطا فرمایا گیا ہے اور حضرت خضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوح محفوظ کا علم عنایت ہوا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت خضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق حق تعالیٰ نے چونکہ امور تکوینیہ کا بندوبست رکھا ہے اسلئے ان کے لئے لوح محفوظ کے علم کا جاننا ضروری ہے اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

---

[1] لم اطلع علیہ۔ [2] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت اور پیچھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کنوئیں میں کنکری پھینکنا مذکور ہے اور اسی طرح یہ حدیث کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ آدم پیدا کئے ہیں اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے ان کے متعلق چند امور سمجھ لینے چاہئیں (۱) یہ روایات حدیث کی معتبر اور متداول کتابوں میں خصوصاً صحاح ستہ میں نہیں ملتیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ روایات کمزور ہیں (۲) جو مضمون ان روایات میں بیان کیا گیا ہے وہ دین کے ضروری اور بنیادی عقائد میں نہیں ہے (۳) اگر یہ روایات صحیح طریقے سے ثابت ہوں تو ان کو صور مثالیہ پر محمول کیا جا سکتا ہے کیونکہ عالم مثال میں ایک چیز کے لئے متعدد زمانہ میں متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں اس سے تعدد حقائق داعیان لازم نہیں آتا فتامل (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

خدمتِ ارشاد سپرد کی گئی تھی اس کے لئے بالذات علوم نبوت کی حاجت تھی اور کسی قدر علوم مکاشفہ کی۔ سو اول تو بکمال آپ کو عطا کیا گیا تھا اور ثانی بقدر حاجت۔ اور اس کو سالک اور مجذوب کی مثال سے سمجھ لینا چاہئے۔ سالک کے سپرد خدمتِ ارشاد ہوتی ہے اور مجذوب کے متعلق خدمتِ تکوینی ہوتی ہے۔ مجاذیب یہاں بیٹھے ہیں اور کلکتہ کی ان کو خبر ہے اور سالکین کو کشف کم ہوتا ہے گو بطریق خرق عادت بہت سے امور خارقہ ان سے صادر ہوتے رہتے ہیں اور خدمتِ ارشاد بہت بڑا کمال[1] ہے جس کے مقابل خدمتِ تکوین معتد بہ کمال نہیں اور چونکہ اہل سلوک کو کشف کم تا ہے۔

اسی لئے حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تم کو کچھ دریافت کرنا ہو تو صوفیۂ اعلیٰ مقام سے نہ دریافت کرو بلکہ ان لوگوں سے دریافت کرو جو رند ہیں وہ تم کو بتلادیں گے اور اعلیٰ مقام والے نہ بتلادیں گے لوگوں نے اس قول کا مطلب خراب کردیا ہے اور سمجھا ہے کہ حافظ صاحب نے رندوں کو سالکین پر ترجیح دی ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے بلکہ صحیح وجہ یہ ہے کہ اول تو سالکین کو زیادہ واقعات کے علم سے تعلق نہیں ہوتا جس طرح کہ کوٹھے پر جو آدمی ہو اس کو نیچے کی کیا خبر۔

دوسرے یہ کہ اسرار کا بیان کرنا ہر کس و ناکس کے سامنے ان کی وضع کے خلاف ہے بخلاف مجاذیب رندواں اہلِ خدمت کے کہ ان کو کشف تکوینی بہت ہوتا ہے نیز ان کو بیان کرنے میں بھی مناسب نامناسب کا خیال نہیں ہوتا کیونکہ بے خود ہوتے ہیں پس حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم اعلیٰ ہے کیونکہ علمِ ذات ہے جس کی اطلاقی حالت ہے اور جہاں ماضی، حال مستقبل سب یکساں ہے اور لوح محفوظ کا علم مقید زمان ہے پس عجب نہیں کہ حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم بھی ایسا ہی ہو اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کا کشف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کشف سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ انہوں نے جس امر کے وقوع کی اطلاع دی ہے مع سن وسال اطلاع دی ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعات آئندہ کی جو خبر دی ہے تو اس تفصیل سے نہیں خبر دی لیکن یہ سمجھنا غلط ہے کیونکہ حضرت شیخ کا علم لوح محفوظ سے مستفاد ہے اور لوح محفوظ میں سنہ وسال سب تحریر ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم لوح محفوظ کو قطع کرکے حق تعالیٰ کے علم ذات والا صفات تک پہنچ گیا ہے اور وہاں سن وسال کچھ بھی نہیں سب زمانے برابر ہیں۔ قال ستجدنی ان شاء اللہ صابرا ولا اعصی لک امرا۔ اس رکوع میں آداب شیخ و پیر کے جو مرید کو برتنے چاہئیں مذکور ہیں گویا شیخ فرما رہے ہیں مرید سے فلا تسئلنی عن شیء الخ یعنی مرید کو بھی چاہئے کہ جو بات پیر کی اس کی سمجھ میں نہ آئے اس پر صبر کرے اور بغیر اجازت اس کے متعلق سوال نہ کرے اس صبر میں اول تو انقباض ہوتا ہے لیکن پھر حق تعالیٰ وہ بھید جس کا یہ طالب تھا اور بوجہ ادب شیخ خاموش رہا اس پر منکشف فرمادیتے ہیں اور یہ ادب وخدمت پیر کی جو کی جاتی ہے اس میں ان کا کچھ نفع نہیں ہے اس میں مرید ہی کی بھلائی ہے کیونکہ ان تمام امور سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ پیر کا دل ہماری جانب مائل اور متوجہ ہو اور جب ان کے دل پر کدورت آتی ہے تو پھر ان سے فیض نہیں ہوتا اور آدمی محروم رہ جاتا ہے اور بزرگوں میں بھی مختلف مزاج کے حضرات ہوتے ہیں۔

---

[1] قال صلی اللہ علیہ وسلم حببوا اللہ الی عبادہ یحببکم اللہ ۱۲ اوردہ فی کنز العمال بسند صحیح ۱۲ منہ

besturdubooks.wordpress.com

بعض تو سوالات کی اجازت دے دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو تمہاری سمجھ میں آ جائے بہتر ہے اور جو بات سمجھ میں نہ آئے مضائقہ نہیں اور بعض سوالات سے مسرور ہوتے ہیں اور بعض کو سوالات ناگوار ہوتے ہیں۔ غرض بغیر اجازت سوال نہ کرے اور ان کی خدمت میں جا کر خاموش بیٹھ جائے اور حق تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ کچھ ارشاد فرمائیں اور پھر جب وہ کچھ ارشاد فرمائیں تو کان لگا کر خوب سنے جو سمجھ میں آئے اس پر عمل کرے اور جو اس کے فہم سے باہر ہو اس کو ترک کر دے اور گو اس وقت اس صبر سے اس کو خلجان ہوگا لیکن حق تعالیٰ ایک وقت یہ بھید بھی منکشف فرما دے گا۔

اور یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ ان حضرات کے اقوال کا اتباع کرے اور افعال کا اتباع نہ کرے ہاں اگر وہ فرما دیں کہ فعل کا بھی اتباع کرو کچھ مضائقہ نہیں تو ایسی صورت میں افعال کی تابعداری میں بھی مضائقہ نہیں افعال کے اتباع میں خاص فہم اور اہتمام کی حاجت ہے کہ ان کے افعال کی حکمت بدشواری سمجھ میں آتی ہے۔

ایک بزرگ تھے ان کی یہ عادت مستمرہ[1] تھی کہ جب کوئی انکی خدمت میں آتا خواہ مرد یا عورت اس کے رخسار پر بوسہ دیتے تھے بعض اہلِ فواحش نے کہا کہ یہ تو سنت ان بزرگ کی بہت عمدہ ہے کہ بزرگ کا اتباع بھی اور لذت بھی پس ہم بھی ایسا ہی کیا کریں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا ان بزرگ کو اس قصے کی اطلاع ہوگئی وہ بزرگ بازار میں تشریف لائے اور وہاں ایک لوہار کی دکان پر بیٹھ گئے وہاں لوہا گرم کر کے بڑھایا جا رہا تھا انہوں نے اس گرم لوہے کو ہاتھ میں لے کر بوسہ دیا اور کہا کہ ان نالائقوں کو بلاؤ وہ لوگ حاضر کیے گئے آپ نے فرمایا نالائقو! اگر میرا اتباع کرتے ہو تو اس میں بھی اتباع کرو یہ بھی تو مظہر خداوندی ہے دیکھو کس چمک دمک سے اپنا حسن و جمال ظاہر کر رہا ہے وہ لوگ ایسا نہ کر سکے آپ نے فرمایا کہ جب میرے برابر ہو جاؤ اس وقت میرا اتباع کرنا تو بعض بزرگوں کی ایسی حالتیں ہوتی ہیں پھر بھلا ان کے افعال کا کس طرح اتباع کیا جا سکتا ہے۔

ایک بادشاہ تھا اور اس کے یہاں ایک شخص نوکر تھا جس کی خدمت یہ تھی کہ بادشاہ کے ہاتھ پیر دبا دے لوگوں نے بادشاہ سے کہا کہ یہ بڑے بزرگ شخص ہیں لیکن بادشاہ کو کچھ ان کی بزرگی کی طرف توجہ نہ ہوئی چند روز کے بعد کیا دیکھتا ہے کہ وہ بزرگ ایک عورت سے کچھ باتیں کر رہے ہیں بادشاہ نے لوگوں سے ذکر کیا کہ یہ تو بڑا بزرگ تھا اب اس کو کیا ہو گیا کہ ایسی بے حیائی اختیار کی ہے ان بزرگ کو کشف سے اس قصے کی اطلاع ہوگئی کہ بادشاہ کا میری نسبت ایسا خیال ہے انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ فلاں انگیٹھی جو آگ سے بھری ہوئی رکھی ہے اس کو اٹھا لاؤ وہ شخص اٹھا لایا۔ ان بزرگ نے اس میں دونوں پیر رکھ دیے اور فرمایا کہ جیسا کہ مجھ کو یہ آگ ضرر نہیں کرتی اسی طرح عورتوں سے گفتگو کرنا ضرر نہیں دیتا پھر اپنے پیر نکال کر دکھلائے جن پر آگ کا کچھ اثر نہ تھا۔

پس حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی جو افعال بظاہر خلاف سرزد ہوئے وہ فی الواقع خلاف شریعت نہ تھے اور اگر خلاف ہوتے تو حق تعالیٰ قرآن مجید میں یہ قصہ نقل فرما کر اس پر انکار فرماتے اور جو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] یہ بزرگ مغلوب الحال ہوں گے ورنہ جو مغلوب نہ ہو اس کو اس کا ارتکاب حرام ہے خواہ کوئی فتنہ متوقع ہو یا نہ ہو اس لئے کہ متوقع ہونے کی حالت میں تو منع ہونا ظاہر ہے اور دوسری صورت میں تہمت کا خطرہ ہے نیز عوام کی ضلالت کا باعث ہے فقد روی البخاری فی تاریخہ کما فی کنوز الحقائق مرفوعا اتقوا مواضع التہم اور مغلوب الحال گو خود شرعاً معذور ہے لیکن اس کی تقلید جائز نہیں۔ ۱۲ جامع عفی عنہ) [2] اگرچہ ضرر نہ بھی کرے تاہم بمقتضا ء انتظام شریعت اور تہمت سے بچنے کے لئے اجتناب لازم ہے تاکہ عوام دلیر یا بدظن نہ ہوں قال صلی اللہ علیہ وسلم اتقوا مواضع التہم اخرجہ البخاری فی تاریخہ ۱۲ جامع عفی عنہ۔

besturdubooks.wordpress.com

کا سکوت بہتر نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ارشاد فرماتے یرحم اللہ موسی لوددنا انہ کان صبر حتی یقص علینا من اخبارھما پس معلوم ہوا کہ حضرت خضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ کیا درست کیا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام پر چونکہ غلبہ ظاہر تھا اس لئے ان سے تحمل نہ ہو سکا اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا وھذا اشد من الاولی اس میں آپ نے قرآن مجید کی بلاغت ظاہر کی کہ پہلے تو الم اقل فرمایا گیا اور اس بار لک اضافہ کیا گیا جو مفید تاکید ہے یعنی خاص تم سے ہی تو ہم نے منع کیا تھا اور یہ کلام حضرت خضر کا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی پہلی بار امرا فرمایا یعنی امر عظیم اور دوسری بار نکرا فرمایا یعنی امر منکر۔ اور یہ کلمہ پہلے سے سخت ہے اور فلا تصحبنی جو فرمایا گیا تو وہ بوجہ ندامت کے فرمایا کہ ہم سے تحمل ہو نہیں سکتا بار بار کہاں تک معذرت کریں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلی بار تو سوال سہواً کیا تھا اور دوسری بار عمداً اور تیسری بار ندامۃً واستخلاصاً۔

اہل ظاہر کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی علیحدگی آخر بار میں اس لئے کر دی گئی کہ انہوں نے خود ہی شرط لگائی تھی ان سالتک الخ اور اہل تحقیق کہتے ہیں کہ وجہ انفصال کی یہ تھی کہ اس بار انہوں نے اپنے نفس کی راحت کی غرض سے سوال کیا تھا کہ اجرت لے لیتے تو کھانا کھاتے (تطبیق دونوں قولوں میں یوں ہو سکتی ہے کہ سبب قریب تو اشتراط واقع ہوا اور سبب بعید راحت نفس کے لئے سوال کرنا۔ اگر مقصود راحت نہ ہوتی تو تحمل عطا ہوتا اور شرط کا تحقق نہ ہوتا۔ قال الجامع عفی عنہ۔

پھر اس تمام قصے کے بعد ہر قصے کی وجہ حضرت خضر علیہ السلام نے بیان فرما دی جو قرآن مجید میں مذکور ہے اور[1] نے روایت کیا ہے کہ اس تمام واقعات کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا کہ آپ نے فرعون کو غرق کرا دیا اس پر کسی نے انکار نہ کیا میں نے تو صرف کشتی کا ایک تختہ ہی نکالا تھا اس میں ان لوگوں نے موم وغیرہ بھر دیا اس میں پانی آنا بند ہو گیا پھر اس تھوڑی سی بات پر آپ نے انکار کیا اور آپ کو تعجب ہوا اور آپ نے ایک قبطی کو قتل کر دیا تھا نیز آپ نے ایک کام بغیر اجرت کیا تھا اور باوجود احتیاج کے مزدوری نہ لی اور اس کا قصہ یہ ہے کہ جب مدائن آپ تشریف لے گئے تو وہاں چند لڑکیاں پیاسی تھیں جن کو آپ نے پانی پلایا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام گرسنہ تھے اور یہ قصہ اخیرہ قرآن مجید میں مذکور ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا علم کامل تھا ایک خاص جزئی علم کے ذریعہ سے حق تعالیٰ نے بوجہ انا اعلم کہنے کے ان کا امتحان کرا دیا اور الزام قائم کر دیا لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام[2] نبی ہوئے ہیں میں کہتا ہوں کہ نبی اولوالعزم نہیں ہیں اور انبیاء اولوالعزم کو علم ذات مطلقہ بھی ہوتا ہے۔ غرض بعض اعتبار جزئی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حضرت خضر علیہ السلام کو فضیلت حاصل ہے۔

یہ قصہ حضرات صوفیہ کے یہاں بہت مشہور ہے اور واقعی ان کے طریق کے بہت ہی مناسب ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث میں جو قرآن مجید معروف سے کچھ زیادہ الفاظ منقول ہیں سو یا تو یہ ان کی قرأت ہے جو قرأت آحاد میں سے ہے یا بطور تفسیر یہ خود یہ کلمات پڑھا لیتے ہوں گے اور یا حضور نے تفسیر فرمائی ہوگی اور یہ اس کو قرآن سمجھ

---

[1] روح المعانی میں معمولی اختلاف کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے پھر لکھا ہے والظاھر ان شیئا من ذالک لیس بصحیح۔ (عبد القادر عفی عنہ)

[2] ولقد حقق الامام الرافعی فی روض الربا حین انہ ولی ولا دلیل علی نبوتہ قلت ھو الصحیح وان مشی القسطلانی علی خلافہ ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

گئے ہوں گے اور یا حضور کی تفسیر تو تفسیر ہی ہونے کی حیثیت سے شامل کرتے ہوں گے۔

ومن سورة الحج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قوله عن عمران الخ: في ثاني احاديث الباب قلت معنى فتفاوت بين اصحابه في السير سبق على اصحابه ومعنى حتو المطي يعني القوا المركوب (والاوجه في معناه حملوا المراكب على الاسماع ۱۲ ط)

سورة النور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قوله كان رجل الخ: بعض علماء نے تو یہ کہا ہے کہ یہ حکم یعنی عدم جواز نکاح زانیہ از غیر زانی و مشرک منسوخ ہے لیکن محققین فرماتے ہیں کہ منسوخ نہیں ہے جو وجہ عدم جواز کی پہلے تھی وہی اب بھی ہے اور وہ یہ امور ہیں صحبت بد کا ہونا اور کبھی باہمی موافقت نہ ہونا اور ہر وقت اس کی طرف سے کھٹکا لگا رہنا کہ کہیں کسی سے تعلق نہ کر لے اور نکاح صحیح ہو جاتا ہے عدم جواز سے عدم صحت لازم نہیں آتی کیونکہ نہی لغیرہ ہے اور نیز قاعدہ ہے کہ مستثنیٰ کا عامل وہی ہوتا ہے جو مستثنیٰ منہ میں عامل ہوتا ہے جیسے جاء نی القوم الا زیدا میں جاء نی جس طرح کہ القوم کا عامل ہے ویسے ہی زید میں بھی عمل کرتا ہے پس اسی طرح یہاں پر الزاني لاينكح الخ فرمایا یعنی الزاني لاينكح امراة الا ينكح زانية او مشركةً الخ

پس ینکح مقدر کرنے سے معلوم ہوا کہ نکاح برقرار رکھا گیا اور صحیح سمجھا گیا اور آگے جو فرماتے ہیں **وحرم ذالك على المومنين** یہ بھی عدم صحت پر دال نہیں بلکہ عدم جواز پر دال ہے اور اس کی وجہ گزر چکی۔

ایک شخص نے اعتراض کیا تھا کہ حدیث میں آیا ہے وقد اخرجہ[1] کہ اچھے لوگوں کو چاہئے کہ وہ برے لوگوں کے پاس نہ جاویں اور نہ ان کو اپنے پاس آنے دیں سو اس صورت میں وہ لوگ کہاں جائیں اور ان کی اصلاح کس طرح ہو حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ جب برا شخص اچھوں کے پاس آیا تو وہ برا کہاں رہا اب تو وہ اچھا ہو گیا سبحان اللہ کیا پاکیزہ جواب ہے۔

حضرت نور اللہ مرقدہ ہر شخص کی اس کے درجے کے موافق تعظیم فرمایا کرتے تھے مجھے خیال ہوتا تھا کہ حضرت امراء کی کیوں تعظیم[2] کرتے ہیں ایک روز خود بخود فرمانے لگے **نعم الامير على باب الفقير وبئس الفقير على باب الامير** اور فرمایا کہ ہم جو تعظیم کرتے ہیں نعماء الٰہیہ کی کرتے ہیں (جو فی الواقع منعم کی تکریم ہے ۱۲ جامع) امیر اور منعم علیہ کی عظمت نہیں کرتے سبحان اللہ کیا عمدہ فیصلہ کیا ہے۔

---

[1] اخرج معناه في المشكوة عن الترمذي مرفوعًا لاتصاحب الامومنًا ولا ياكل طعامك الاتقي واخرج ايضًا عن الترمذي المرء على دين خليله فلينظر احدكم من يخالل ۱۲ (مشكوة ص ۴۲۷ عبدالقادر عفي عنه) [2] وقد روى ابن ماجه وغيره مرفوعا اذا جاء كم كريم قوم فاكرموه وصححه الحافظ السيوطي ۱۲ جامع

besturdubooks.wordpress.com

حضرت علیہ الرحمۃ نے بڑے بڑے مشکل مسئلوں کا فیصلہ فرمایا ہے۔ ایک بار اس امر میں اختلاف ہوا کہ مکہ معظمہ میں قیام افضل ہے یا مدینہ منورہ میں حضرت نے فرمایا کہ زندگی تو مکہ کی افضل ہے اور موت مدینہ کی احسن ہے کیونکہ زمانہ حیات میں تو اعمال بجالائے جاتے ہیں اور ان کا ثواب مکہ میں زیادہ ہوتا ہے کہ ایک نماز پڑھنے سے ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے (اور تمام نیکیوں کا یہی حکم ہے کما اخرجہ الحاکم مرفوعاً فی صحیحہ وحرر فی احیاء السنن فی باب فضل الحج ماشیا ۱۲ جامع) اور مدینہ میں ایک نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے (کما اخرجه ابن ماجه وفي سنده مجهول وانما وقع في الصحيحين مرفوعاً صلاة وفي مسجدي هذا خير من الف صلوة فيما سواه الاالمسجد الحرام و صحح ابن حبان مرفوعاً صلاة في مسجدي هذا افضل من الف صلوة في غيره من المساجد الاالمسجد الحرام صلوة في المسجد الحرام افضل من الصلوة في مسجدي هذا بمائة الف صلوة اه واسناده علي شرط الشيخين كذا في المرقاة ۱۲ جامع)

اور مرنے کے بعد شفاعت کی حاجت ہے اور شفیع سے جس قدر زیادہ قرب ہو اسی قدر بہتر ہے اور حدیث میں ہے وقد اخرجہ الترمذی وابن ماجہ وغیرہما وسندہ صحیح کما فی المرقاۃ کہ جب آپ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ چلے تھے تو فرمایا تھا کہ اے مکہ تو میرے نزدیک بہت محبوب ہے سب مقاموں سے مگر مجھ کو یہ لوگ یہاں رہنے نہیں دیتے ورنہ میں تجھ سے ہرگز جدا نہ ہوتا سو اس سے معلوم ہوا کہ اقامت مکہ کی افضل ہے اور ایک شخص کی مدینے میں قبر کھودی جارہی تھی اور آپ وہاں پر تشریف فرما تھے اور آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ ما علی الارض بقعة احب الی ان یکون قبری بها منها (ای من المدینة) ثلث مرات رواه مالک مرسلاً کما فی المشکوٰۃ ص ۲۴۱

پس اس سے معلوم ہوا کہ موت مدینے کی افضل ہے سبحان اللہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے کیا عمدہ فیصلہ فرمایا جس سے تمام حدیثیں جمع ہوگئیں۔

قوله عن سعيد بن جبير الخ: قلت قوله ايفرق بينهما اى يحتاج الى التفريق اويقع الفرقة بنفس اللعان وقوله ثم فرق بينهما ففي هذا جوابٌ عما سأل حاصله ان لابد من التفريق

قوله عن ابن عباس الخ: اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول ابصروہا الخ جو مذکور ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علامات اور قرائن قویہ جو قریب یقین کے ہوں صحیح وصادق ہیں لیکن ہر موقع پر جمیع احکام ان پر مترتب نہیں ہوتے چنانچہ ان علامات سے اس کا کذب ظاہر ہوگیا لیکن شریعت نے اس کے اس جرم کی کچھ سزا مقرر نہیں فرمائی مگر اس کے کاذب سمجھنے کی اجازت دی اور اس کو بدظنی، مذموم میں نہیں داخل فرمایا ورنہ حضور بدظنی کی کیوں اجازت دے دیتے اگر کہا جائے کہ آپ کو وحی سے معلوم ہوگیا ہوگا اس وجہ سے آپ نے اس کے ساتھ ایسا گمان فرمایا تو جواب یہ ہے کہ یہ احتمال بعید ہے ظاہر یہ ہے کہ اگر وحی سے معلوم ہوتا تو آپ علامت کے ساتھ حکم کو متعلق نہ فرماتے اور نقالت قومی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے زوج کی تصدیق کی لیکن بوجہ عار کے اس کا اظہار پسند نہ کیا اور اس صورت میں عورت کا کذب کھل گیا لیکن پھر بھی پانچویں بار وہ کلمات

besturdubooks.wordpress.com

اس سے کہلوائے گئے اور اس کذب کا خیال نہ فرمایا گیا فی البخاری ثم قالت لا افضح قومی سائر الیوم فمضت (وفی المرقاۃ ای فی الخامسۃ) واتمت اللعان بہا جواب یہ ہے کہ اس کا یہ کہنا خود محتمل ہے صدق و کذب کو ممکن ہے کسی مصلحت سے یا غصے میں ایسا کہہ دیا ہو۔ اور اس احتمال کے ہوتے ہوئے اصلی حکم سے اعراض کرنا مناسب نہیں فافہم۔

قولہ عن عائشۃ الخ: یہ قصہ اس طرح ہے کہ ۵ھ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بنی المصطلق میں تشریف لے گئے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے ہمراہ تھیں اور یہ ہودج میں بیٹھی رہتی تھیں جہاں قافلہ ٹھہرا وہاں ان کا بھی ہودج اتار کر رکھ دیتے تھے۔

غرض جب حضرت نے وہاں فتح پائی تو واپس ہوئے اور ایک مقام پر قافلہ ٹھہرا تو ان کا بھی ہودج اتار کر رکھ دیا گیا ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ قافلہ اسی وقت کوچ کرنے والا ہے یہ پاخانہ پیشاب کو تشریف لے گئیں وہاں سے لوٹنے میں ان کا ہار گم ہو گیا۔ اور وہ ہار آپ نے کسی سے عاریت لیا تھا۔ (ظاہر یہ ہے کہ یہ ہار وہی تھا جس پر آیت تیمم نازل ہوئی۔ اور اس کا حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عاریت لینا۔ بخاری باب التیمم میں مذکور ہے ۱۲ جامع) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کی تلاش میں مشغول ہو گئیں۔ حمال نے ان کا ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھ لیا اور چونکہ یہ کم عمر تھیں نیز ہلکی پھلکی تھیں اس لئے تمیز نہ ہو سکی کہ ہودج خالی ہے یا بھرا ہے۔ غرض یہ تنہا رہ گئیں اور لشکر چلا گیا انہوں نے کہا کہ میرا اس جگہ سے علیحدہ ہونا مناسب نہیں ہے اس لئے کہ کوئی میری تلاش میں آئے گا اور وہ یہیں آئے گا۔ یہ خیال کر کے وہیں ایک پتھر پر بیٹھ گئیں اور ان کو نیند آ گئی پس وہاں سو بھی رہیں۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لئے مقرر کر دیا تھا کہ وہ اگر لشکر میں کسی کی کوئی چیز گر جائے تو اسے اٹھا لیا کریں اور سب سے پیچھے چلا کریں چنانچہ جب یہ پیچھے چلے تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا اور پہچانا اور قبل نزول حجاب انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا ہوگا اس لئے پہچان گئے اور انا للہ الخ پڑھا اور اونٹ لا کر ان کے پاس بٹھا دیا یہ کپڑے میں لپٹی لپٹائی اس پر بیٹھ گئیں اور وہ صحابی ان کو ہمراہ لے کر لشکر میں آئے۔ منافقوں نے یہ قصہ سن کر بہت کچھ مشہور کیا اور اپنا منہ دونوں جہاں میں زرد رو کیا اور عرب میں دو قبیلے تھے اوس اور خزرج ان دونوں میں زمانہ جاہلیت میں باہم عداوت رہتی تھی جب یہ مسلمان ہوئے تو آپس میں میل جول تو ہو گیا تھا مگر کبھی کبھی جوش آ جایا کرتا تھا ایام جاہلیت کا اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ خزرج سے ہیں اور وہ شخص جس نے ان کی تکذیب کی تھی ان کی ماں قبیلہ اوس میں سے تھیں یعنی اس شخص کا ننھیال قبیلہ اوس میں تھا وہ سمجھا کہ حضرت سعد جو کچھ فرماتے ہیں عداوت سے فرماتے ہیں ان کا قصد یہ ہے کہ اسی بہانے سے دو چار کو قتل کر ڈالیں اس لئے اس شخص نے تکذیب کی۔

اور للبعض حاجتی سے مراد پاخانہ پیشاب ہے کیونکہ پہلے گھروں میں پاخانے بنے ہوئے نہیں تھے عورتیں بھی بول و براز کے لئے مکانوں سے باہر ہی جایا کرتی تھیں۔ اور گو پاخانوں کا اندر گھروں کے ہونا صفائی کے تو خلاف ہے لیکن چونکہ پردے میں مبالغہ کیا گیا ہے اس لئے یہ صورت اختیار کی گئی (احقر کہتا ہے کہ مجموعی حالات پر غور کرنے سے مکان کے اندر پاخانہ ہونا نہایت مناسب ہے ایک تو اس میں پردے کا انتظام ہے اور شرم و آبرو کی بڑی حفاظت ہے۔ دوسرے ممکن ہے کہ جنگل میں

besturdubooks.wordpress.com

ہمراہ جانے کے لئے شب کے وقت کسی عورت کو دوسری عورت میسر نہ آئے تو اس صورت میں اس کو سخت دہشت اور اندیشہ ہو۔ تیسرے بارش و مرض وغیرہ میں جنگل جانا نہایت دشوار ہے۔

سوا گر پاخانے گھروں میں بنے ہوئے نہ ہوں تو کہیں گھر کے کسی حصے میں اس سے فراغت کرنی پڑے جس سے انتشار بد بو کا نہایت درجہ کا ہو اور پھر چونکہ خاکروب تو ملازم نہ ہو اس لئے خاص طور پر کوئی ایسا آدمی تلاش کرنا پڑے جو براز کو اٹھا کر جنگل میں ڈالے اور اس میں سخت مشقت ہے۔ چوتھے چونکہ جنگل میں براز کے اٹھوانے کا بندوبست ہوتا نہیں اس لئے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ پڑا رہتا ہے اور شب کے وقت کبھی تو اس پر پیر پڑ گیا اور کبھی بوجہ عدم علم کے اسی پر اور براز کر دیا اور وہ بدن سے لگ گیا اور یہ صفائی کے بالکل خلاف ہے۔

پانچویں چونکہ وہاں قدمچے نہیں ہوتے اس لئے پیشاب وغیرہ کی چھینٹوں سے بچنا نہایت دشوار ہے چھٹے ہر وقت بے تکلف وہاں جانا غیر ممکن ہے ایک خاص وقت معین پر جانا ہو سکتا ہے حالانکہ کبھی بے وقت بھی انسان کو حاجت ہوتی ہے اور جب گھر میں پاخانہ ہو تو یہ کلفت نہیں ہوتی۔ اور گھر اگر کشادہ ہو اور پاخانہ بھی اس کے دور حصے میں ہو یعنی وہ حصہ مکان کا جو نشست و برخاست کھانے پکانے کی جگہ سے بہت دور ہو اور اس کی صفائی کا خوب اہتمام رکھا جائے اور پاخانہ پختہ اور قدمچے بھی پختہ ہوں اور ان میں گھاس یا کوئی برتن رکھ دیا جائے جس سے براز زمین پر نہ گرے یا بہت ہی کم گرے تو اس اہتمام کے ہوتے ہوئے گھر میں پاخانہ ہونے سے بد بو کا اثر تقریباً معدوم ہو جائے گا۔ اور اہتمام مدافعت لازی کی جو صورتیں بتلائی گئیں یا امراء کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ متوسط درجہ کے لوگ بھی اس کا انتظام کر سکتے ہیں اور جو نہایت مفلس ہوں وہ گو اس کا پورا اہتمام نہیں کر سکتے لیکن تاہم بہت کچھ مدافعت پر قادر ہیں فافہم حق الفہم قالہ الجامع عفی عنہ۔

اور ہندوستان کے ہنود میں جو رسم ہے کہ صبح کے وقت عورتیں جنگل میں جا کر بول و براز سے فراغت کرتی ہیں یہ خاص دستور تھا اہل عرب کا مگر بوجہ مبالغہ فی الحجاب کے یہ طریقہ چھوڑ دیا گیا قبل اس کے مرد اور عورت سب باہر ہی جاتے تھے پھر گو عورتوں کے لئے بوجہ کمال حجاب پاخانے بنانے کی حاجت ہوئی لیکن مردوں نے بھی راحت اسی میں سمجھی کہ ان ہی پاخانوں میں فراغت کر لیا کریں۔

اور یہ جو مسطح کی ماں نے کہا یا تعس مسطح۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ان کے ٹھوکر لگی تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ یہ مصیبت میرے بیٹے کے کرتوت کی وجہ سے پیش آئی اور عرب کا یہ خیال تھا اور بہت اچھا خیال تھا کہ جب ان کو کوئی مصیبت پیش آتی تھی تو یہ خیال کرتے تھے کہ یہ ہمارے لئے اعمال کا نتیجہ ہے (اگر کہا جائے کہ تہمت لگانا تو ان کے بیٹے کا فعل تھا پس بحکم لاتزر وازرۃ وزر اخریٰ ان کو یہ خیال کیوں پیدا ہوا تو جواب یہ ہے کہ بعضے اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے فاعل تو خاص ہی اشخاص ہوتے ہیں لیکن دنیا میں اس کا وبال عام ہوتا ہے مگر وہ وبال ان فاعلین کے حق میں تو عذاب ہوتا ہے اور بے گناہوں کے لئے رحمت کہ ان کے لئے رفع درجات کا سبب ہوتا ہے میں قیامت کے دن مجرم اور غیر مجرم جدا کر دیئے جائیں گے وامتازوا الیوم ایھا المجرمون قالہ الجامع عفی عنہ۔

besturdubooks.wordpress.com

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس قصے کی خبر بھی نہ تھی اور مدینہ منورہ میں یہ خبر مشہور ہو رہی تھی اور وجہ یہ تھی کہ یہ کم عمر تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر شریف صرف اٹھارہ سال کی تھی (سات سال کی عمر میں نکاح ہوا تھا نو برس کی عمر میں زفاف اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نو برس رہیں اخرج کلہ البخاری اس قلیل مدت میں کیسی عالمہ مجتہدہ زاہدہ ہو گئیں شرم آنی چاہیے ان عورتوں کو جو اپنی عمر صلحاء کی زوجیت میں تمام کر دیتی ہیں اور پھر بھی بے حس ہی رہتی ہیں یہ بہت بڑا کفرانِ نعمت ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔

ہمارے یہاں اٹھارہ برس کی عمر میں لڑکیوں کی شادی ہوتی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ میں یوں کہتی تھی کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ہو گیا ہے کہ مجھ سے اچھی طرح سے نہیں پیش آتے ہیں کیا کچھ ناراض ہو گئے یہ قصہ اس حدیث میں مذکور نہیں ہے پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے میکے جانے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی تا کہ اپنے عزیزوں میں جا کر غم غلط ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور ایک لڑکے کو ہمراہ کر دیا اور اس زمانے میں ڈولی تھی نہیں اور ان کی والدہ صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو ان سے یہ خبر سن کر زیادہ رنج نہیں ہوا اس کا سبب یہ تھا وہ پہلے سے اس واقعہ کو سن چکی تھیں اس لئے یہ بات ان کے نزدیک پرانی ہو چکی تھی اور رنج جب پرانا ہو جاتا ہے تو اس میں کمی ہو جاتی ہے اور ان کی والدہ صاحبہ نے یہ جو فرمایا لقلما کانت امرأۃ حسناء عند رجل الخ سو یہ انہوں نے معمولی طور پر فرما دیا تا کہ ان کا رنج کم ہو ورنہ ازواج مطہرات میں کوئی آپ کی مخالف نہ تھیں بلکہ باوجود اس کے کہ ان میں اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں باہم چلتی رہتی تھی مگر تاہم حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کوئی بات ان کے خلاف نہیں کہی اور ان کی طرفداری کی بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں اپنے کان اور آنکھ اور زبان کو دوزخ سے بچاتی ہوں (یعنی میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں کوئی خلاف بات نہیں دیکھی۔ یہ عفیفہ اور پارسا ہیں اور میں جھوٹ کہوں گی نہیں ۱۲ جامع)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان نوک جھونک ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ازواجِ مطہرات کے دو گروہ تھے۔ ایک گروہ کی سردار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اور دوسرے کی سردار حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا[1] تھیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور تو کسی امر میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نہیں دبتی تھیں مگر ایک بات میں اور وہ یہ ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ کہا کرتی تھیں کہ میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور تمہارا نکاح تمہارے ماں باپ نے کیا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب کا نکاح خود فرمایا تھا پھر آیتِ نکاح نازل فرمادی پس آپ ویسے ہی ان کے پاس تشریف لے گئے یعنی عرفی نکاح نہیں ہوا وہ فقط نزولِ آیت سے آپ کو اطلاع ہو گئی کہ آپ کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کر دیا گیا حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے عرض کیا کہ آپ بغیر نکاح میرے پاس کس طرح تشریف لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے میرا نکاح تمہارے

---

[1] صحیح بخاری میں دوسرے گروہ کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف منسوب کیا گیا ہے (بخاری ص ۳۵۱ ج ۱) عبد القادر عفی عنہ

besturdubooks.wordpress.com

ساتھ کر دیا ہے سو عرفی نکاح کی حاجت نہیں رہی۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بڑی دانائی کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے گھر لوٹا دیا کیونکہ اگر آپ ان کو نہ لوٹاتے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوتا کہ انہوں نے اپنی لڑکی کی حمایت کی اور اس زمانے کا کیا برا دستور ہے کہ جہاں زن و شوہر میں ذرا سا جھگڑا ہوا میکے والے ڈولی بھیج کر لڑکی کو بلا لیتے ہیں جس سے فساد زیادہ بڑھتا ہے جہاں تک ہوسکے ہرگز نہ بلائے اور اگر لڑکی خود بھی آ جائے تو واپس کر دیں۔

ایسی حالت میں شوہر کے دل میں عورت کی قدر ہوتی ہے اور اس کو رحم آتا ہے کہ اس کا میرے سوا کوئی حمایتی اور خبر گیراں نہیں ہے اور اس کا بہت عمدہ نتیجہ ہوتا ہے اور جو لڑکی کو میکے والوں نے روک لیا اور حمایت کی تو شوہر بدگمان ہو جاتا ہے اور رنجش بڑھتی جاتی ہے اور وانجم ہا۔

بعض اصحاب میں بعض اصحاب سے مراد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان رنجش تھی اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ اشارہ واقع ہوا سو یہ اعتراض تو ان ہی پر واقع ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا فعل کیا بوجہ عداوت کے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تو اس میں کچھ بھی ضرر نہیں اور جاننا چاہئے کہ اس اشارہ میں ایک حکمت تھی مگر اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کو حق تعالیٰ فہم عطا فرمائیں۔ دیکھو یہ طبعی بات ہے کہ جس کو رنج پہنچتا ہے اگر اس کی طرفداری کی کوئی بات کہی جائے تو اس کے دل کو تقویت ہوتی ہے اور اگر اس کے سامنے اس شخص کی طرفداری کی جائے جس سے اس کو رنج پہنچا ہے تو اس کا رنج بڑھتا ہے۔ پس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان بیوی[1] کو اس وجہ سے جھڑکا تا کہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ایک قسم کی تقویت حاصل ہو یہ تو حضرت کا فائدہ تھا اس اشارہ میں جس کا اہتمام بوجہ حب نبوی کیا گیا اور اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی فائدہ تھا اور وہ یہ ہے کہ ان کی برأت کامل طور پر ظاہر ہوئی اس طرح کہ باوجود اشارہ کے بھی وہ بی بی ان کی برأت کا ہی اظہار کرتی رہیں اگر ذرا بھی کوئی بے موقع بات ہوتی تو وہ ڈر جاتیں کہ ایسا نہ ہو میری لغزش ثابت ہو جائے اور میری کم بختی آ جائے۔

یہ قصہ دیکھنے والوں کو آپ کی برأت کا کس قدر اطمینان ہوا ہوگا اور تبر الذہب الاحمر کو تمثیلاً بیان کیا اور تبر کے معنی ہیں ڈلی اور ٹکڑے کے یعنی وہ سونا جس کا ابھی تک زیور وغیرہ کچھ بنایا نہیں گیا ہے اور سرخ سونا اعلیٰ درجہ کا اور اصلی ہوتا ہے اور معمولی سونا زردی مائل ہوتا ہے اور وہ شخص جن سے یہ تہمت لگائی گئی تھی۔ اکثر محدثین نے کہا ہے کہ وہ نامرد تھے اس وجہ سے انہوں نے کسی کے پردے کی جگہ نہیں کھولی کیونکہ جب جماع پر قدرت نہ تھی تو وہ مقام مقصود کو کھول کر کیا کرتے۔

اور بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ وہ صحابی عنین نہ تھے اور ان کے اس قول کے یہ معنی ہیں کہ میں نے ایسی عورت کا پردہ کبھی نہیں کھولا جو مجھ پر حرام ہو اور یہ اس لئے کہا کہ دفعۃً اتنے بڑے کام کی ہمت کرنا عادۃً نہایت دشوار ہے اگر یہ قصہ صحیح ہوتا تو کچھ تو بداطواری ان کی پہلے سے ظاہر ہوتی کیونکہ آدمی کی عادت چھپی نہیں رہتی۔

دیکھئے حق تعالیٰ کی کیسی رحمت ہے کہ تہمت بھی ایسے شخص سے لگی جو حقیقتاً یا احتمالاً عنین تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ

---

[1] صحیح بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشارہ لونڈی کو تھا یعنی حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیز تھیں (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

تعالیٰ عنہا نے یہ جو ارشاد فرمایا کہ وہ شہید کر دیے گئے حق تعالیٰ کی راہ میں یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حکیمانہ اور عارفانہ جواب ہے تاکہ زید وعمرو اعتراض نہ کر سکیں۔

حاصل اس جواب کا یہ ہے کہ اگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محارم سے اس طرح پیش آتے تو یہ حرام موت مرتے اس فعل کو سزا میں۔ اور جبکہ یہ شہید مرے تو معلوم ہوا کہ اس فعل کا ارتکاب ان سے نہیں ہوا سبحان اللہ کیسا نفیس جواب ہے عوام ایسے جواب سے نہایت خوش ہوتے ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا ان کنت قارفت سوء الخ یہ بہت بڑی علامت آپ کی نبوت کی ہے اس لئے کہ کوئی معزز شخص اپنی بیوی کی نسبت اس طرح اخلاص سے یہ باتیں نہیں کہہ سکتا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ آپ جواب دیجئے اس کی یہ وجہ تھی کہ ان کو اپنے باپ کے ادب کا خیال ہوا کہ بڑوں کے سامنے میرا بولنا نامناسب ہے لیکن حضرت ابوبکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غایت درجہ ادب کرتے تھے وہ کیا بولتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی والدہ صاحبہ سے اسی ادب کی وجہ سے جواب دینے کی درخواست کی انہوں نے بھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی وجہ سے کچھ عرض نہ کیا اور جواب دینا تھا ضروری، اس لئے مجبوراً حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود ہی خطبہ پڑھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار کا جواب دیا اور یہ جو فرمایا کہ میں نے حضرت یعقوبؑ کا نام تلاش کیا لیکن میں اس پر قادر نہ ہوئی (اور "ابو یوسف" کہہ دیا) اور روایتوں میں آیا ہے کہ میں نے کلام اللہ شریف اس وقت تک بوجہ صغرسنی کے نہیں پڑھا تھا اس وجہ سے یہ نام مجھ کو معلوم نہ تھا۔

اور وحی نازل ہونے کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اول بشارت دی پھر باقی مضمون ارشاد فرمایا اس میں بہت بڑی بلاغت ہے کیونکہ اگر بشارت کو مؤخر کیا جاتا اور باقی مضمون مقدم کیا جاتا تو اس قدر مسرت نہ ہوتی اس لئے کہ احتمال رہتا۔ خدا جانے اس مضمون کے آگے کوئی اور مضمون باعث رنج تو نہیں ہے پس آپ نے اول ہی سے خوش کن مبارک باد دے دی تاکہ وہ بہت خوش ہوں اور کوئی تردد نہ رہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والدین نے جو ان کو امر فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر کھڑی ہو اس سے معلوم ہوا کہ اس ملک میں یہ جو رسم ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو کچھ دیتا ہے تو وہ شخص یعنی لینے والا دینے والے کو سلام کرتا ہے یہ صحیح ہے (یہ اس کی دی ہوئی نعمت کا شکریہ ہے اور قیام سے مراد یہ ہے کہ جا کر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکر ادا کریں خواہ لفظ سلام سے کہ یہ دعا ہے یا اور کسی ایسے لفظ سے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جواب کی عبارت سے اشارۃً مفہوم ہوتا ہے کہ یہاں پر محض قیام مقصود نہ تھا ۱۲ جامع) اور ان کے والدین نے یہ ارشاد اس لئے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو یہ دولتِ برأت میسر ہوئی اور پھر وہ بھی وحی کے ذریعہ سے جو دلیل یقینی ہے اور پھر وہ بھی بذریعہ وحی متلو باقی تا قیامت ہے تو یہ سب کچھ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہی کے طفیل سے تو ہوا اس لئے آپ کا احسان ماننا اور شکر بجا لانا ضرور ہوا اور ان کا انکار کرنا ظاہر میں بڑی بے ادبی معلوم ہوتی ہے لیکن یہ جو کچھ کہا بقصد بے ادبی نہ تھا بلکہ بطریق ناز تھا اور عاشق مقامِ ناز میں اگر حق تعالیٰ کی شان میں بھی اس قسم کے بے تکلفی کے الفاظ استعمال کرے تو کچھ مضائقہ اور گناہ نہیں ہے مگر شرط یہ ہے کہ ایسا عشق ہو جس سے مغلوب الحال ہو گیا ہو اور نیز اس وقت حضرت

besturdubooks.wordpress.com

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر محبت اور احسانِ خداوندی کا ایسا غلبہ ہوا جس نے غیر اللہ کو بالکل بھلا دیا۔

جب سے آنکھوں میں میری تو سمایا ہے　　　جدھر دیکھتا ہوں تو ہی تو ہے

یہی تو وجہ تھی کہ اتنی بڑی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہہ دی اور پھر بھی مومنہ کاملہ ہی رہیں جیسا کہ اجماع اہلِ حق کا اس پر دال ہے بھلا کوئی دوسرا تو ایسا کر دیکھے کافر اور ملعون ہو جائے کیونکہ یہ بہت بڑی بات ہے اور یہاں سے ایک مسئلہ مستنبط ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی عاشق حق تعالیٰ یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے بے تکلفی کے الفاظ استعمال کرے تو اس پر کچھ ملامت نہیں ہے اور حضرت مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رشتہ دار تھے اور مفلس تھے یہ ان کی کچھ ماہواری خدمت کیا کرتے تھے جب یہ تہمت میں شریک ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غصے میں آ کر قسم کھائی کہ اب ان کی کچھ اعانت نہ کریں گے یعنی ہم تو ان کی اعانت کرتے ہیں اور یہ ہمارے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے ہیں (اگر کہا جائے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ساتھ جو سلوک کرتے تھے وہ بطریق صلہ رحمی اور للہ تعالیٰ کرتے تھے جب یہ نیت تھی تو ان کو یہ خیال کیوں ہوا کہ اب آئندہ سلوک نہ کریں اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض اس امید پر ان سے سلوک کرتے تھے کہ وہ ان کے موافق و طرفدار ہیں امور حقہ میں، اور یہ حظِ دنیاوی ہے گو جائز ہے لیکن صدیقین اور مخلصین کی شان کے خلاف ہے تو جواب یہ ہے کہ بوجہ صدمہ کے مغلوب الغضب ہو گئے اور اخلاص کا خیال قلب سے مرتفع ہو گیا اس وقت ایسا کر بیٹھے **وذالک وان لم یکن متیقنا فھو محتمل ومع ھذا فھو مباح والمباحات لاتکون نقصًا فی الصدیقین الا ان یکون منھمکاً فیھا فافھم قالہ الجامع عفی عنہ۔**

اور باقی جو لوگ تہمت میں شریک تھے ان کے یہ نام ہیں جو حدیث میں مذکور ہیں حسان بن ثابت والمنافق عبداللہ بن ابی **وکان یستوشیہ ویجمعہ وھو الذی تولی کبرہ منھم وحمنۃ۔** سو عبداللہ بن ابی تو بہت بڑا منافق تھا اور کان یستوشیہ کے یہ معنی ہیں کہ یہ اس بات کو (خوب) رنگتا تھا اور یجمعہ سے یہ مراد ہے کہ یہ شخص اس امر کو مجتمع کرتا تھا اس طرح کہ جہاں مجمع دیکھا وہاں جا کر ذکر چھیڑ دیا اور خود علیحدہ ہو جاتا تھا اس نے یہ شیطنت مچا رکھی تھی اس کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔ **والذی تولی کبرہ منھم لہ عذاب عظیم** یہ بہت بڑا شریر اور بدمعاش تھا لوگوں کو بہکایا کرتا تھا اور سب فساد اسی کا کیا ہوا تھا یہاں سے حق تعالیٰ کی رحمت کا اندازہ کرنا چاہئے کہ حضرت مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ تہمت میں شریک ہوئے مگر اللہ جل شانہ کو گوارا نہ ہوا کہ یہ تکلیف میں رہیں اس لئے سفارش فرماتے ہیں **ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ** یعنی اباابکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ **ان یؤتوا اولی القربی والمساکین والمھاجرین فی سبیل اللہ** یعنی مسطحا الی قولہ **الاتحبون ان یغفر اللہ لکم** واللہ غفور رحیم اور جاننا چاہئے کہ لا یاتل کے مادے کے دو معنی آتے ہیں ایک تو قسم کے معنی اور دوسرے رو کنے کے معنی اور یہاں دونوں معنی ہو سکتے ہیں یعنی نہ رو کے صاحب فضل و وسعت تم میں سے یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ الخ یا نہ قسم کھائے الخ۔

اور یہ غور کرنے کی بات ہے کہ حق تعالیٰ نے فاعل و معطی یعنی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مفعول و معطی لہ یعنی حضرت مسطح

besturdubooks.wordpress.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت چند الفاظ استعمال فرمائے یعنی ولا یاتل اولوا الفضل فرمایا پھر والسعۃ بڑھایا اور مفعول کے باب میں ان یوتوا اولی القربیٰ فرمایا اور پھر والمسکین بڑھایا۔ والمھٰجرین فی سبیل اللہ بڑھایا سو جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے بطریق مبالغہ فاعل واحد کو قائم مقام متعدد کے فرمایا کہ ان کے اندر مادۂ فاعلیت اعطاء کا اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ یہ واحد قائم مقام متعدد کے ہیں اور اسی طرح حضرت مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مادۂ مفعولیت و مصرفیت اور استحقاق اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ وہ اکیلے چند کی جگہ ہیں حق تعالیٰ کی رحمت کا کیا ٹھکانہ ہے ایک جگہ بڑی امید دلاتے ہیں قل یعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ الآیہ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترغیب دلاتے ہیں۔ ولیعفوا ولیصفحوا الاتحبون الخ یعنی مناسب ہے کہ خطا معاف کردو اور قصور سے درگزر کرو تم سے بھی تو گناہ ہوتے ہیں کیونکہ ایسا تو کوئی نہیں ہے جس سے کبھی کوئی لغزش نہ ہو جیسے تم چاہتے ہو کہ حق تعالیٰ ہماری مغفرت کردیں اور حق تعالیٰ معاف بھی کردیتے ہیں۔ اسی طرح تم کو بھی چاہئے کہ اوروں کی خطاؤں سے درگزر کرو اور الا تحبون ان یغفر اللہ لکم میں امیدوار کردیا کہ کیا تم یہ نہیں چاہتے ہو کہ حق تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمادیں یعنی چاہتے ہو اور یہاں یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو قصور معاف کردیں اور حق تعالیٰ شاید معاف نہ کریں اس لئے فرماتے ہیں واللہ غفور رحیم یعنی حق تعالیٰ نے تو معاف کردیا ہے تم بھی معاف کردو۔

سبحان اللہ! کس درجہ کی سفارش ہے اس حدیث میں تو نہیں ہے لیکن اور روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سفارش کے بعد حضرت مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنخواہ پہلے سے بڑھادی تھی کیونکہ جس کے لئے ایسی خاص سفارش حق تعالیٰ کی ہو اس کی جو کچھ بھی مدارات ہوسکے کرنا چاہئے پھر آیت کے نزول کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چاروں شخصوں کے حد لگائی یعنی اسی اسی درے اور عبداللہ بن ابی اس کا حال مجھے یاد نہیں رہا کہ اس کو کیا سزا دی گئی تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت کی آیتیں یہ تھیں۔ الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت والطیبات للطیبین والطیبون للطیبٰت الخ اور خبیثٰت کے معنی دو ہوسکتے ہیں ایک تو یہ کہ اس سے مراد بری باتیں ہوں اور مطلب یہ ہو کہ بری باتیں برے لوگوں کے لئے ہیں اور اچھی باتیں اچھے لوگوں کے لئے ہیں[1]۔ اور جو اچھے لوگ ہیں وہ اس وقت میں بھی اچھی باتیں کرتے ہیں اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے واسطے ہیں اور اچھی عورتیں اچھے مردوں کے لئے ہیں پس چونکہ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نہایت اچھے ہیں اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی زوجہ طاہرہ ہیں نہایت پاکیزہ ہیں جیسا کہ یہ ظالم کہتے ہیں ایسی نہیں ہیں اور آگے فرماتے ہیں اولٰئک مبرء ون مما یقولون یعنی یہ لوگ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے لوگ پاک وصاف ہیں اس تہمت سے جس کو یہ لوگ (ظالم) بیان کرتے ہیں۔

ہندوستان میں جو یہ محاورہ ہے کہ بیوی کو تعبیر کرتے ہیں (گھر کے لوگوں) سے سو یہ محاورہ کلام اللہ میں موجود ہے دیکھو اولٰئک کا لفظ جو جمع ہے اور وہ بھی مذکر حالانکہ یہاں تو واحد مؤنث کا صیغہ کافی تھا۔ لیکن حق تعالیٰ نے یہ صیغہ جمع مذکر کا اس

---

[1] یعنی تہمت رکھنے والے چونکہ برے شخص ہیں اس لئے یہ بری باتیں کرتے ہیں

besturdubooks.wordpress.com

لئے استعمال فرمایا کہ عورت مستور ہے اور ستر کا مقتضاء یہ ہے کہ صیغہ تانیث کا نہ استعمال کیا جائے نیز یہ کہ واحد کا لفظ بھی نہ لایا جائے پس بوجہ مبالغہ پردہ کے یہ طریق اختیار کیا گیا اس قصے میں یہ بھی بہت بڑی حکمت ہے کہ اگر کسی کو تہمت لگائی جائے تو وہ اس قصے کو یاد کر کے اپنے دل کو تسلی دے لے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی عزت دار فی الدنیا وفی الدین کو ایسا واقعہ پیش آیا تو ہم کیا چیز ہیں۔ جاننا چاہئے کہ جس قدر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام گزرے ہیں ان میں سے کسی کی بیوی زانیہ نہیں ہوئی گو بعض کی کافرہ ہوئی ہیں وجہ یہ ہے کہ زنا عندالناس ابغض ہے اور کفر کو عرفاً اتنا برا نہیں سمجھا جاتا پس زانیہ ہونے کی صورت میں افادۂ نبوت تام نہیں ہو سکتا اور یہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت ایک دلیل ہے اور میرے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس قصے سے علاوہ ثواب اخروی کے دینی فائدہ جو دنیا میں ہوا وہ یہ ہے کہ یہ واقعہ ان کے لئے مجاہدہ (اور ریاضت اضطراریہ) ہو گیا (اور ریاضت اضطراریہ انفع للباطن ہے ریاضت اختیاریہ سے صرح بہ امامہم الغزالی قدس سرہ قالہ الجامع) اور اس نوع کا سخت مجاہدہ اختیاریہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو ان سے کرا نہیں سکتے تھے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ تھیں سو اگر یہ واقعہ نہ ہوتا آپ اس کے ثمرات کاملہ مطلوبہ سے مستفید نہ ہو سکتیں یہ برأت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قرآن مجید سے ثابت ہے جو اس کا انکار کرے وہ کافر ہے بعضے روافض اس کا انکار کرتے ہیں ان کا عمل کلام اللہ پر تو نہیں ہے ایک اور عمل کرتے ہیں وہ یہ کہ جہاں درد شکم ہوا اور عمل طبی لے لیا نیز ان کے یہاں ایسا برا دستور ہے کہ جب کوئی مر جاتا ہے تو مقعد میں لکڑی ڈال کر پاخانہ نکالا کرتے ہیں ایک عورت اسی خوف سے اہل سنت میں داخل ہو گئی تھی اور وہ ہمارے گھر آئی تھی جب اسے سنی ہونے کا سبب دریافت کیا گیا تو اس نے ظاہر کیا کہ یہ حرکت ان لوگوں میں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے اس خوف سے میں سنی المذہب ہو گئی ہوں۔ اور ان ہی پر کیا ہے تمام قوموں میں بجز اہل اسلام کے بجز فرقہ رافضہ کے مردے کی بڑی خراب گت بنائی جاتی ہے۔

اہل اسلام تو اس کو دولہا بنا کر اور سفید کپڑے پہنا کر اور خوشبو لگا کر اس کو دفن کرتے ہیں بعضے قومیں تو مردوں کو جلاتی ہیں اور یہ حکم جلانے کا جنوں کے لئے تھا اور وہ ان لوگوں کے بڑے تھے جن کو یہ لوگ مہادیو کہتے ہیں۔ یہ لوگ ان کو آدمی سمجھتے تھے سو انہوں نے ان کی پیروی کرنی شروع کر دی اس بارے میں، اور معلوم کرنا چاہئے کہ ان کے جلانے کی یہ وجہ تھی کہ جیسے انسان میں عنصر ارضی غالب ہے اس لئے اس کے لئے یہ تجویز کیا گیا ہے کہ اس کو زمین میں دفن کر دیں تاکہ مستحیل بہ ارض ہو کر مٹی میں مٹی مل جائے اسی طرح ان لوگوں میں یعنی جنوں میں عنصر ناری غالب ہے پس ان کے لئے یہ حکم دیا گیا کہ وہ لوگ اپنے مردوں کو جلا دیں تاکہ وہ مستحیل بہ نار ہو کر آگ میں آگ مل جائے۔ اور انگریزوں کا یہ دستور ہے کہ مردے کو ایک صندوق میں رکھ کر جس میں چوطرفہ میخیں لگی ہوتی ہیں کھڑا کر کے اس کو چنوا دیتے ہیں اور اس حالت کو اس حالت دنیاوی کے مشابہ کر دیتے ہیں جس میں وہ لیکچر دیا کرتا تھا اور باقی سب قومیں ایسا ہی کرتی ہیں۔

دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام فرقوں میں صرف فرقہ اسلامیہ نجات پائے گا اور واقع میں ایسا ہی ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حاکم جب کسی کو ملاقات کے لئے بلایا کرتا ہے تو اس کو کہلا کر بھیجتا ہے کہ باقاعدہ لباس پہن کر غسل کر کے خوشبو لگا کر

besturdubooks.wordpress.com

ہمارے پاس آئے جب وہ اس طرح آتا ہے تب حاکم اس سے ملاقات کرتا ہے اور اس سے عمدہ برتاؤ کرتا ہے پس اس طرح حق تعالیٰ اپنے محبوب بندوں مسلمانوں کو محبوب صورت میں بلاتے ہیں اور اگر کچھ تھوڑی سی سزا بھی دیں گے تو وہ اس شخص کی تطہیر کے لئے ہوگی۔ اور یوں سمجھو کہ جیسے کوئی دوست اپنے دوست کو پیار محبت میں کچھ کہہ سن لیتا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں رکھا ہے تو بہت دیر تک کھڑے ہو کر دعا کرتے رہے اور اس وقت شوق کی وجہ سے زمین ان سے چمٹ گئی (کما اخرجہ فی المشکوٰۃ عن النسائی لقد ضم ضمۃ ثم فرج عنہا ۱۲ عبدالقادر) اور یہ معانقہ ایسا تھا جیسا کہ کوئی پردیس سے آتا ہے اس سے ملا کرتے ہیں اور گو معانقہ شدیدہ میں جو شدت اشتیاق کے وقت ہوتا ہے تکلیف ہوتی ہے لیکن وہ ناگوار نہیں ہوتی اسی طرح حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو تکلیف ہوئی وہ بھی اسی نوع کی تھی اور یہ ملاقات تعظیمی نہ تھی جیسا کہ اہلِ ظاہر کا گمان ہے۔

یہ نعمتیں جو حاصل ہوتی ہیں ریاضت اور طاعتِ الٰہی سے میسر ہوتی ہیں بغیر کے کچھ نہیں ہوتا۔ حضرت غوث اعظم کے صاحب زادے نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت مجھے اجازت ہو تو میں وعظ کہوں آپ نے فرمایا بہت بہتر کہو انہوں نے وعظ کہا اور مضامین عالیہ بیان فرمائی لیکن سامعین میں سے کسی پر کچھ بھی اثر نہ ہوا حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سارا حال بیان کیا حضرت نے فرمایا مضامین عالیہ اثر کا سبب نہیں ہیں چلو میں چلتا ہوں اور معمولی مضمون بیان کروں گا چنانچہ آپ مجلس میں تشریف لائے اور صاحب زادے کو نیچے اپنے پاس بٹھلایا اور فرمایا بھائیو میرا آج روزہ رکھنے کا قصد تھا اس کی والدہ نے کل شب کو جو میرے لئے دودھ رکھا تھا وہ بلی پی گئی یہ سن کر سب لوگ لوٹنے لگے...... صاحبو! یہ سب برکت مجاہدہ اور نفس کشی کی ہے۔

ایک صوفی صاحب ایک جگہ وعظ فرما رہے تھے اور ضروری مسائل سے واقف تھے عالم اصطلاحی نہ تھے ان کے وعظ کا لوگوں پر اثر ہوا وہاں ایک عالم متبحر بھی تھے انہوں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میں ایسا عالی مضمون بیان کرتا ہوں جب بھی لوگوں پر اثر نہیں ہوتا اور صوفی صاحب کا مضمون تو عالی بھی نہیں پھر بھی لوگ متاثر ہوتے ہیں ان بزرگ کو یہ امر مکشوف ہو گیا کہ ان کے دل میں یہ بات ہے ان کو جواب دیا وہاں ایک گلاس رکھا تھا جس میں نیچے پانی تھا اوپر تیل تھا ان بزرگ نے فرمایا بھائیو اس پانی اور تیل کے درمیان مناقشہ ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ پانی تو کہتا ہے میں وہ ہوں کہ میری شان میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں وجعلنا من الماء کل شیء حی یعنی ہم نے پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا نیز پانی کہتا ہے کہ میں خود صاف اور شفاف ہوں اور تمام نجاستوں کو دور کرتا ہوں اور تیل سے کہا کہ تیری یہ حالت ہے کہ تو جہاں کہیں گرتا ہے تو چمٹ جاتا ہے اس نے جواب دیا کہ میں پہلے ایک تل تھا اور ایک شخص کے پاس تھا اس نے مجھے زمین میں بو یا زمین نے میرے تمام اجزاء کو اپنے اجزاء کے ساتھ مخلوط کر دیا میں اس وقت میں بڑی دقت اور تکلیف میں تھا پھر میں درخت بن گیا اور میں نے حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا پھر چند روز کے بعد مجھ میں پھل آیا اور دانہ پڑا اور آفتاب کی تیزی کی میں نے تکلیف اٹھائی پھر جب میرا دانہ پک گیا تو میں کاٹا گیا کہیں سر کاٹا گیا کہیں پیر کاٹا گیا پھر میرا مغز و چھلکا علیحدہ کیا گیا پھر میں کولہو میں ڈالا گیا اور میرے نیچے آگ جلائی گئی یہاں تک کہ اس میں میرے تمام اجزاء منتشر ہو گئے ان سب حالتوں اور مصیبتوں پر میں نے صبر کیا تو کیا اس قدر پستی

besturdubooks.wordpress.com

قبول کرنے کے بعد بھی میں اوپر ہونے کا مستحق نہیں ہوں اور تیری کیا حالت ہے جیسا تھا ویسا ہی ہے۔

پس جاننا چاہئے کہ جو شخص پستی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرتا ہے سبحان اللہ کیا معقول جواب دیا مولوی صاحب کو، ان حضرات محققین صوفیہ کا جواب بھی غضب کا ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ان کے ساتھ خاص تائید ہوتی ہے۔

بعض بزرگ ایسے ہوئے ہیں اور اب بھی بعض حق تعالیٰ کے بندے ایسے ہیں کہ جب وہ کسی کا چہرہ دیکھتے ہیں فوراً معلوم کر لیتے ہیں اس کے گناہ کو۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب کوئی شخص حاضر ہوتا تھا تو آپ فوراً اس کے بشرہ سے معلوم فرما لیتے تھے کہ یہ مسلم ہے یا کافر کما اخرجہ[1] اور ایک حدیث میں آیا ہے

کہ قیامت کے قریب ہر شخص کے چہرے پر لکھا[2] معلوم ہوگا مسلمان اور کافر اور اسکو سب لوگ پڑھ لیں گے اھ سو اب بھی لکھا ہے اور جو بزرگ ہیں اب بھی پڑھ لیتے ہیں لیکن ہم عوام کو نہیں نظر آتا اور قرب قیامت میں اسکا ظہور عام ہو جائے گا۔

قرآن مجید میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں تعرفهم بسيمهم لايسئلون الناس الحافاً

واضح ہو کہ اس حدیث کی شرح میں جس قدر ایسا مضمون ہے جو احادیث میں ہے لیکن وہ مضمون ترمذی کی حدیث میں نہیں ہے سو ان احادیث کو دوسرے محدثین نے روایت کیا ہے۔

سورة الروم

قوله عن ابی سعید رضی الله تعالیٰ عنه الخ: ہماری قرأت میں جو متواتر ہے غلبت الروم بصیغۂ مجہول[3] ہے اور سيغلبون بصیغۂ معروف ہے اور اس صورت میں تمام حدیثیں جمع ہو جاتی ہیں اور قرأۃ شاذہ میں ہے غلبت بصیغۂ معروف اور سیغلبون بصیغۂ مجہول اور اس صورت میں احادیث جمع نہیں ہو سکتی ہیں۔

پہلے یہ معلوم کرنا چاہئے کہ یہ آیتیں کب نازل ہوئی ہیں جنگ بدر سے پہلے یا پیچھے؟ سو یہ خوب محقق ہو گیا ہے کہ یہ آیتیں جنگ بدر سے دو برس پہلے نازل ہوئی ہیں اور اس وقت تک روم کو غلبہ نہیں حاصل ہوا تھا کیونکہ لڑائی ہی واقع نہیں ہوئی تھی پس اس قرأۃ شاذہ پر یہ اعتراض لازم آتا ہے (یہ اعتراض تو غلبت کے مجہول پڑھنے کی حالت میں بھی واقع ہوگا کہ جیسے وہ غالب نہیں کئے گئے اسی طرح مغلوب بھی نہیں کئے گئے کیونکہ لڑائی واقع نہیں ہوئی تھی ۱۲ جامع

لوگوں نے کہا ہے کہ راوی سے غلطی ہو گئی ہے جو قرأۃ شاذہ نقل کر دی ہے۔ احقر کہتا ہے کہ غلطی کے قائل ہونے کی حاجت نہیں ہے بلکہ یہ دو واقعہ ہیں جن میں یہ آیت دو بار نازل ہوئی ہے ایک بار تو اس وقت نازل ہوئی تھی جبکہ فارس نے روم پر غلبہ حاصل کیا تھا اور دوبارہ جب نازل ہوئی جبکہ روم فارس پر غالب آئے اور یہ مضمون قرأۃ شاذہ کا ہے یعنی روم اب تو فارس پر غالب آ گئے ہیں اب عنقریب مسلمان ان کو مغلوب کر لیں گے اور قرأۃ شاذہ کی تلاوت کو یا تو منسوخ کہا جائے یا یہ کہا جائے

---

[1] ذکرہ الآلوسی رحمۃ اللہ علیہ فی روح المعانی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۲ عبدالقادر عفی عنہ) [2] اخرج ابن جرير رحمة الله عليه بسنده عن حذيفة بن اسيد وفيه فيعيش الناس زماناً يقول هذا يامومن هذا ياكافر. ۱۲ عبدالقادر عفی عنہ [3] یہ لڑائی اگرچہ اس وقت واقع نہیں ہوئی تھی لیکن ہجرت سے قبل مجوسیوں نے رومیوں کو اذرعات میں شکست دی تھی اس لئے غلبت (بصیغۂ مجہول) درست ہے اور غلبت (بصیغہ المعروف) درست نہیں ہوسکتا (تفسیر ابن جریر) (عبدالقادر عفی عنہ)

besturdubooks.wordpress.com

کہ یہ قراۃ بطریق قرآن نازل نہیں ہوئی تھی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت یہی قراۃ شاذہ ہے کما اخرجہ عنہ[1]

فائدہ: حدیث ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق درمنثور میں ہے اخرجہ الترمذی وحسنہ وابن جریروابن المنذر روابن ابی حاتم وابن مردویہ عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ الخ اور ترمذی کے نسخہ متداولہ میں اس کو صرف غریب کہا ہے اور نسخہ کی علامت بنا کر حسن لکھا ہے اور اسی نسخہ کی موافقت درمنثور سے ثابت ہوتی ہے سو یہ تو معلوم ہوگیا کہ حدیث حسن اور صحیح ہے اور غلبت بصیغہ معروف کے ساتھ یغلبون بصیغہ مجہول بجز ترمذی کے حاشیہ کے اور کہیں نظر سے نہیں گزرا لیکن حاجت بھی نہیں کس لئے کہ معروف پڑھنا...... یغلبون کا اس حالت میں صحیح نہیں ہوسکتا کہ اس صورت میں دوبار غلبہ روم کا لازم آتا ہے حالانکہ ایسا واقع نہیں ہوا بلکہ ایک بار وہ لوگ فارس پر غالب آئے اور دوسری بار اہلِ اسلام سے مغلوب ہوئے نیز سیاق کلام سے بھی ابعد ہے۔

اگر سیغلبون اس صورت میں معروف ہوتا تو من بعد غلبھم کی حاجت نہ تھی بلکہ عبارت یہ ہوتی وھم ثم یغلبون کما لا یخفی علی من لہ ذوق لسانی پس لابدی ہے کہ بصیغہ مجہول پڑھا جائے اور تطبیق دونوں قراتوں میں اس طرح ہے کہ بدر کے دن قراۃ شاذہ (سیغلبون مجہول) نازل ہوئی اور اس سے قبل...... قراۃ مشہورہ سیغلبون معروف نازل ہوئی۔

قولہٗ عن نیاربن مکرم الاسلمی الخ (وھو صحابی عندالبعض وعدہ ابن سعد من التابعین وانکر ان یکون لہ صحبۃ (اصابہ)

ویومئذ یفرح المومنون سے مراد یوم بدر ہے یعنی جس روز روم فارس پر غالب آئے تھے اسی روز مسلمانوں نے بدر میں کفار پر فتح پائی تھی اس کی بشارت حق تعالیٰ نے پہلے سے ارشاد فرمائی ہے اور رہان کے معنی شرط کرنے کے ہیں یعنی دونوں جانب سے شرط کرنا، بعض لوگوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ دارالحرب میں رہان جائز ہے کیونکہ یہ سورت مکی ہے اور واقعہ مکہ معظمہ کا ہے لیکن اس کا جواب بھی خود راوی کا قول موجود ہے کہ یہ واقعہ قبل تحریم رہان کے تھا۔

فائدہ: جو علماء عقودِ فاسدہ سے برضاءِ اہلِ حرب مال حاصل کرنا جائز کہتے ہیں وہ اس کا یہ جواب دے سکتے ہیں کہ نیار بن مکرم نے تحریم رہان کو اپنے نزدیک عام سمجھا ہے اس وجہ سے انہوں نے یہاں یہ بیان کردیا ہے کہ یہ واقعہ قبل تحریم رہان کے تھا جس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اب ایسا کرنا کہیں بھی جائز نہیں اور ان کا یہ سمجھنا اس پر حجت نہیں جس کے پاس دلیل اس کے خلاف پر موجود ہو۔ قالہ الجامع عفی عنہ

سورۃ لقمان

قولہ عن ابی امامۃ الخ: اگر کہا جائے کہ اگر کسی کے پاس مغنیہ لونڈی ہو تو اس کی بیع تو منع ہے اب اس کو کس کام میں لایا جائے تو جواب یہ ہے کہ اس کی تربیت کرے اور مناسب سزا دے حتیٰ کہ اس فعل سے باز آئے قالہ الجامع عفی عنہ۔

سورۃ الاحزاب

قولہٗ قال عمی انس بن النضر سمیت بہ قال الجامع قول سمیت بہ من کلام احد

---

[1] ذکرہ فی روح المعانی من غیر سند ۱۲ عبدالقادر

الرواة[1] قولهٗ فلم استطع ان اصنع ماصنع فی حدیث حمید الطویل قلت هو مقولة سعد رضی الله تعالیٰ عنه وفعله محذوف ای قال.

قوله صلی الله علیه وسلم طلحة ممن قضٰی نحبه

اس کے معنی لوگوں نے یہ بیان کئے ہیں کہ یہ بھی فی سبیل اللہ شہید ہو جائیں گے لیکن میرے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ بھی ان ہی لوگوں میں داخل ہو گئے جو شہید ہو چکے ہیں بلکہ از مرنا ان سے بڑھ کر ہے کیونکہ انہوں نے اپنی جان کو قتل کر دیا تھا انہوں نے باوجود زندہ رہنے کے نفس کو فنا کر دیا ہے اور یہ حدیث موتوا قبل ان تموتوا (رواہ[2]) کے مصداق ہو گئی۔

قوله قال لما نزلت هٰذهِ الأیة علی النبی صلی الله علیه وآله وسلم انما یرید الله الخ.

حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا انت علیٰ مکانک وانت علیٰ خیر۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ تم کو اس کمبل میں آنے کی کیا حاجت ہے تم اہل بیت میں داخل ہی ہو اور تمہاری شان میں یہ آیتیں نازل ہی ہوئی ہیں (سیاق کلام سے اس آیت میں ازواج مطہرات کو خطاب ہونا ظاہر ہے قال الجامع۔

اور دوسرے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ تم ازواج میں ہو اور اس وقت محل دعا خصوصیت کے ساتھ یہ حضرات اہل بیت ہیں جن کو کمبل میں داخل کیا گیا ہے اس لئے تمہارا دخول اس جماعت میں نہیں ہو سکتا لیکن تم بھی بھلائی سے خالی نہیں ہو کہ تمہاری شان میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں اور تم شرف زوجیت سے مشرف ہو۔

فائدہ: یہ آیات ازواج مطہرات کی شان میں نازل ہوئی ہیں جیسا کہ سیاق کلام اس پر دال ہے جب ایسا ہوا تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ اس تطہیر میں اصحاب کساء کو بھی شامل کروں اور ان کے لئے دعا کروں تاکہ یہ حضرات بھی اس خاص نعمت سے محروم نہ رہیں اور امام ابن جریر طبری نے بسند رجالہ ثقات حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اصحاب کساء کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

پس اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ کی دعا ان اصحاب کی حق میں قبول ہوئی اور تطبیق بین سیاق الکلام اور بین ہذا الحدیث اس طرح ہے کہ اس آیت کا نزول دوبار ہوا اور اس آیت میں جو مضمون ہے اس سے اصحاب کساء اور ازواج مطہرات مشرف ہیں۔ اور ازواج مطہرات کا دخول تو بطریق سیاق کلام معلوم ہوا...... اور حدیث ترمذی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اول ازواج کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور حدیث طبری سے دخول اصحاب کساء کا معلوم ہوا فافہم حق الفہم اور ترمذی نے اس حدیث کو غریب کہا ہے۔

وفی الدرالمنثور اخرج الترمذی وصححه وابن جریر وابن المنذر والحاکم وصححه وابن مردویه والبیهقی فی سننه من طرق عن ام سلمة رضی الله تعالیٰ عنهاقالت فی بیتی نزلت انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت وفی البیت فاطمة وعلی والحسن والحسین فجللهم رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم بکساء کان علیه ثم قال

---

[1] الظاهر انه من کلام انس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه (۱۲عبدالقادر)

[2] قال العسقلانی انه غیر ثابت قلت هو من کلام الصوفیة. کذا فی الموضوعات الکبیر لملاعلی القاری ۱۲عبدالقادر

besturdubooks.wordpress.com

هٰؤلاء اهل بيتي فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا ١ ه زاده الجامع عفي عنه.

قوله عن عامر الشعبي في قول الله ماكان محمد الخ

یہ مضمون اس آیت سے اس طرح مستنبط کیا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے من رجالکم اور رجل قبل بلوغ کے بولا نہیں جاتا ہے بلکہ ذکر نابالغ کو ابن وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ آپ کی اولاد میں کوئی مرد بالغ زندہ نہ رہے گا اور مفہوم اس کا یہ ہے کہ غیر رجال کے باپ ہیں اور وہ عورتیں ہیں (بالغہ وغیرہ بالغہ وذکر نابالغ) مفہوم سے یہ سب کچھ ثابت ہوتا ہے قالہ الجامع۔

قولہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ آیتِ اخیرہ سے آیتِ اولیٰ کا منسوخ ہونا معلوم ہوتا ہے

فائدہ: اگر کہا جائے کہ عموم آیت اٰتيت اجورهن وماملكت يمينك سے توزن کافرہ مہرہ اور کنیزک کافرہ کی حلت بھی حضور کے لئے معلوم ہوتی ہے تو جواب یہ ہے کہ اس امر پر اجماع ہے کہ یہ دونوں صنفیں نہ حضور کے لئے جائز اور نہ امت کے لئے زادہ الجامع عفی عنہ۔

سورة الملائكة

قال الجامع في حديث الباب رجلان مجهولان (انه سمع رجلاً من ثقيف يحدث عن رجل من كنانة) لكن الترمذي حسنه فلعله وجد مايقويه فحسنه زاده الجامع عفي عنه.

سورة صٓ

قوله في حديث ابن عباس الخ: كلمةً تدين لهم بها العرب قلت لان امير المومنين لابد ان يكون قريشيا وفي قوله وتؤدي اليهم العجم الجزية حجة للحنفية عليٰ ان ليس الجزية علي العرب كذا في التقرير العربي له.

سورة الزمر

قوله عن عبدالله قال جاء يهودي الخ: لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کی تکذیب کے لئے پڑھی تھی مگر یہ غلط ہے آپ نے اس کی تصدیق کے لئے پڑھی تھی اور اس کے قول کا حاصل آیت والسموٰت مطويت بيمينه ہے اور مراد حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تھی کہ باوجودیکہ یہ لوگ حق تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کے قائل ہیں لیکن پھر بھی شرک کرتے ہیں۔

قوله عن ابي هريرة الخ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں اپنی طرف سے ایجاد کر کے کچھ نہ بیان کرنا چاہئے جس قدر فضائل ثابت ہیں ان ہی کو بیان کرنا چاہئے آپ کی شان نہایت اعلیٰ اور ارفع ہے اس امر سے کہ کلام مخترع سے آپ کے فضائل ثابت کئے جائیں نیز آپ کے فضائل جس قدر ثابت ہیں وہی کافی وافی ہیں مولود پڑھنے والے اس باب میں نہایت غلو

besturdubooks.wordpress.com

کرتے ہیں اور صحیح سقیم کی تمیز نہیں کرتے ایسے فضائل جو ثابت ہیں مثلاً آپ نے فرمایا ہے کہ اول جنت کا دروازہ میں کھلواؤں گا اخرجہ مسلم وغیرہ اور فرمایا ہے کہ میں دعا کروں گا تب حساب شروع ہوگا اخرجہ الشیخان۔ اور علیٰ ہذا القیاس لوگ اپنا وعظ رنگنے کے لئے بیان کیا کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا ان معی ربی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ معنا۔

سو جاننا چاہئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے فضائل تو وہی بیان کر سکتا ہے جو ان کے مقامات سے واقف ہو ہر شخص کا یہ کام نہیں ہے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حالت کا یہی مقتضا تھا کہ انہوں نے معیت کو صرف اپنے ساتھ بیان فرمایا اور غیر کی طرف توجہ نہ فرمائی یہ ایک حالت ہے اور جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر یہ حالت غالب نہ تھی بلکہ آپ خود حالت پر غالب تھے پس آپ نے اپنے ساتھ اپنے اہلِ تعلق کا ذکر بھی فرما دیا۔

ایک بزرگ اپنے خدام سے بیان فرماتے تھے کہ دو بزرگ تھے ان دونوں کے زانو پر کسی ظالم نے آگ رکھ دی آگ نے ایک بزرگ پر تو اپنا اثر کیا دوسرے بزرگ صاف بچ گئے بتلاؤ دونوں میں کون سے افضل تھے۔ خدام نے عرض کیا کہ ظاہر تو یہ ہے کہ وہی افضل ہوں گے جو نہیں جلے ان بزرگ نے فرمایا افضل وہ تھے جو جل گئے کیونکہ ان کا استغراق کامل تھا ان کی کسی طرف توجہ نہیں ہوئی حتیٰ کہ جل گئے اور دوسرے بزرگ کا استغراق کامل نہ تھا اس لئے انہوں نے اپنی کرامت کے ذریعہ سے اپنی ذات کو بچا لیا (اگر انہوں نے قصداً تصرف کر کے خود کو بچایا ہو تو یہ ان کا تصرف ہوگا اور توجہ الی الغیر پر دال ہوگا اور جو محض حکم خداوندی سے بچ گئے ہوں اور اس بچنے میں ان کا کچھ دخل نہ ہو تو یہ امر دال علی التوجہ الی الغیر نہ ہوگا فافہم ۱۲ جامع)

دیکھو جب چھوٹے چھوٹے اولیاء کے مقامات کا پتہ نہیں لگتا تو حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات کا کس طرح پتہ لگ سکتا ہے اسی لئے تفاضل بین الانبیاء سے نہی وارد ہوئی ہے اخرجہ البخاری۔

اور لاتفضلوا حدیث میں وارد ہوا ہے واخرجہ بہذا اللفظ البخاری ص ۴۵۸ ج ۱ اور کوئی ایسا صیغہ نہیں وارد ہوا جس سے یہ معلوم ہوتا کہ ان کو بڑھاؤ مت بلکہ ایسا لفظ ارشاد فرمایا جس سے یہ معلوم ہوا کہ باہم ایک دوسرے پر فضیلت نہ دی جائے نہ یہ کہ ان کو حد کے موافق نہ بڑھایا جائے۔

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ باوجودیکہ بہت بڑے صاحب کشف ہیں لیکن فرماتے ہیں کہ میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات میں گفتگو نہیں کرتا ہوں اس لئے کہ معرفتِ مقامات امر ذوقی ہے اور وہ ذوق مجھے حاصل نہیں اس کو حاصل ہوتا ہے جو کہ نبی ہو اور میں نہ نبی ہوں نہ رسول پھر مجھے کس طرح نصیب ہو سکتا ہے۔

اب یہاں سے معلوم ہو گیا کہ جب ایسے اکابر اہلِ کشف کی یہ حالت ہے تو اور لوگ کدھر رہے۔

فائدہ عظیمہ: اعلم ان العلماء اختلفوا فی ان المستثنٰی من الصعق منهم فالصحیح مافی فتح الباری (ص ۳۲۰ ج ۱۱) حدیث ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم انه سأل جبریل علیه السلام عن هذه الأیة من الذین لم یشأ الله ان یصعقوا قال هم شهداء الله عزوجل صححه الحاکم ورواته ثقات ورجحه الطبری اه وفیه ایضًا

besturdubooks.wordpress.com

ویدل علیٰ ان المستثنیٰ غیر الملائکة ما اخرجه عبدالله بن احمد فی زوائد المسند وصححه الحاکم من حدیث لقیط بن عامر مطولا وفیه یلبثون مالبثتم ثم تبعث الصائحة فلعمر الهک ماتدع علیٰ ظهرها من احد الامات حتی الملائکة الذین مع ربک ا ه (ص ۳۲۱ ج ۱۱) زاده الجامع عفی عنه.

سورة الدخان

قوله عن مسروق الخ: یہ اندھیرا جو ایام قحط میں معلوم ہوتا تھا بوجہ بھوک کے تھا کہ شدت بھوک سے دھواں نظر آنے لگا تھا۔ اور وہ دخان جو آیت میں مذکور ہے ابھی نہیں ظاہر ہوا قرب قیامت میں ظاہر ہوگا۔

فائده: فی فتح الباری وهذا الذی انکره ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قدجاء عن علی رضی الله تعالیٰ عنه فاخرج عبدالرزاق وابن ابی حاتم من طریق الحارث عن علی رضی الله تعالیٰ عنه قال اية الدخان لم تمض بعدیاً خذ المومن کهیئة الزکام وینفع الکافر حتی ینفد ا ه وفیه ایضًا ویؤید کون اية الدخان لم تمض ما اخرجه مسلم من حدیث ابی شریحة رفعه لاتقوم الساعة حتی تروا عشر ایات طلوع الشمس من مغربها والدخان والدابة الحدیث وروی الطبری من حدیث ربعی عن حذیفة رضی الله تعالیٰ عنهامرفوعا فی خروج الأیات والدخان قال حذیفة یا رسول الله وما الدخان فتلاهذه الأیة قال اما المومن فیصیبه منه کهیئة الزکمة واما الکافر فیخرج من منخریه واذنیه ودبره واسناده ضعیف ایضًا وروی ابن ابی حاتم من حدیث ابی سعید رضی الله تعالیٰ عنه نحوه واسناده ضعیف ایضا واخرجه مرفوعا باسنادٍ اصلح منه والطبری من حدیث ابی مالک الاشعری رضی الله تعالیٰ عنه رفعه ان ربکم انذرکم ثلثا الدخان یأخذ المومن کالزکمة الحدیث ومن حدیث ابن عمر نحوه واسنادهما ضعیف ایضا لکن تظافر هذه الاحادیث علی ان لذلک اصلاً (ص ۴۴۳ ج ۸)

وفی فتح الباری ایضا قوله وجعل یخرج من الارض کهیئة الدخان وقع فی الروایة التی قبلها فکان یری بینه وبین السماء مثل الدخان من الجوع ولاتدافع بینهما لانه یحمل علیٰ انه کان مبدؤه من الارض ومنتهاه مابین السماء والارض ولامعارضة ایضابین قوله یخرج من الارض وبین قوله کهیئة الدخان الاحتمال وجود الامرین بان یخرج من الارض بخاره کهیئة الدخان من شدة حرارة الارض ووهجها من عدم الغیث وکانوا یرون بینهم وبین السماء مثل الدخان من فرط حرارة الجوع اوالذی کان یخرج من الارض بحسب تخیلهم ذالک من غشاوة ابصارهم من فرط الجوع اولفظ "من الجوع" صفة الدخان ای

besturdubooks.wordpress.com

یرون مثل الدخان الکائن من الجوع اھ زادہ الجامع عفی عنہ۔

سورۃ الاحقاف

قولہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رای مخیلۃ الخ۔
لوگوں نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ وہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ابر آیا ہے اب بارش ہوگی مگر پانی نہیں برسا پتھر اور آگ برسی سب لوگ جل کر مر گئے اس وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خوف کیا کرتے تھے کیونکہ صورت اس ابر کی بھی برسنے ہی کی تھی مگر برسا عذاب پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خوف ہوتا تھا کہ یہ ابر جو مجھے نظر آتا ہے اور بارش کی امید دلاتا ہے ایسا نہ ہو کہ عذاب نازل ہو۔ لیکن میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ یہ مراد نہیں ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے آپ کو مطمئن فرما دیا تھا بقولہ عزوجل۔ ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ عاشق الٰہی تھے اور عاشق کو ہر وقت ایک خاص نوع کی بے قراری لگی رہتی ہے اور وہ خوف ناراضی محبوب ہے اگرچہ محبوب مطمئن ہی کر دے اس لئے آپ کی بھی ایسی حالت ہوتی تھی۔

فائدہ: اگر کہا جائے کہ بعد اطمینان دلا دینے کے پھر ایسی حالت ہوتا اور اس کو ظاہر بھی کرتا کہ شاید عذاب نازل ہو غلبۂ حالت پر دلالت کرتا ہے اور غلبہ بھی اعلیٰ درجہ کا اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایسا غلبہ نہیں ہوتا کہ مخل منصب نبوت ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ اس درجہ کا غلبہ نہیں ہے جو مخل منصب نبوت ہو۔ بلکہ مخاطبین سمجھ سکتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے جو وعدہ کیا ہے وہ اس کو پورا فرما دیں گے اور آپ کا خوف علی سبیل الاحتمال طبعی اور اضطراری ہے جیسا کہ ندیمان امراء وسلاطین پر اور مریدان شیوخ پر یہ امر اظہر ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔

قولہ عن علقمۃ الخ بڑے احمق ہیں وہ لوگ جو جنات کے وجود کے منکر ہیں ایک شخص میرے پاس آئے تھے اور وہ قصہ بیان کرتے تھے کہ ایک جن ہے اس کو ایک عورت سے محبت ہے سو وہ کبھی کبھی آیا کرتا ہے اور اس کے لئے کھانا تیار کرا کر بھیجا جاتا ہے اور وہ کھاتا ہے مگر ظاہر نہیں ہوتا ہے اور اس کے سامنے پانوں کی گلوریاں بنا کر رکھی جاتی ہیں پھر غائب ہو جاتی ہیں اس نے ایک بار ایک بچہ کو گود میں لے لیا تھا وہ بچہ غائب ہو گیا لوگوں نے کہا کہ ابھی تو موجود تھا ابھی غائب ہو گیا۔ یہ کیا یکایک مصیبت آئی پھر انہوں نے ہنس کر اس کو اپنی گود سے نیچے اتار دیا اور سب نے اس لڑکے کو دیکھ لیا پھر اس جن سے دریافت کیا گیا کہ تم کہاں رہتے ہو جواب دیا کہ ہم مدینہ منورہ میں رہتے تھے اور وہاں پر اطباء میں ملازم تھے سلطان کی طرف سے۔

اب ظاہر ہے کہ یہ امور دلیلیں ہیں ان کے وجود کی بھلا پھر کیسے ان کے وجود کا انکار کیا جا سکتا ہے۔

سورۃ الحجرات

قولہ حدثنا علی بن حجر نا عبداللہ بن جعفر الخ۔
ان اکرمکم عنداللہ اتقکم سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کیونکہ سورۂ واللیل کے اندر جو لفظ

besturdubooks.wordpress.com

اتقی ہے وہاں سب کا اجماع ہے کہ وہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہیں اور آیت اتقی ان ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اتقی کے لئے اکرم ہونا لازم ہے اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسی طرح جمیع انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سب سے افضل ہونا بدلیل قطعی ثابت ہے پس مراد جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے۔

فائدہ: اس آیت میں ایک قاعدہ کلیہ بتایا گیا ہے کہ جو اتقی ہوگا وہ اکرم عند اللہ تعالیٰ ہوگا اور اس کے عموم میں چونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد انبیاء اتقی ہیں اس لئے داخل ہوگئے یہ نہ سمجھا جائے کہ خود اصل مراد یہاں پر اکرم سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں فافہم زادہ الجامع عفی عنہ۔

سورۃ ق

قولہٗ صلی اللہ علیہ وسلم حتی یضع فیھا رب العزۃ قدمہ الخ: صحیحین کی ایک روایت میں بجائے لفظ قدمہ کے رجلہ آیا ہے اور یہ الفاظ متشابہات سے ہیں اور احقر کے نزدیک مراد اس سے تصرف خداوندی ہے جو تسلی نار کا سبب ہوجائے گا اس طرح کہ اس کے اجزاء باہم مل جل جائیں گے اور اس انزوار سے اس میں شدت پیدا ہوگی جس سے تسلی حاصل ہوجائے گی اور طلب مزید سے باز رہے گی اور قط قط (بفتح قاف) بسکونِ طاء بمعنی کفی کفی ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔

سورۃ النجم

قولہٗ عن عکرمۃ عن ابن عباس الخ: اس باب میں اختلاف ہے صحابہؓ کے درمیان کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق جل وعلا شانہٗ کو دیکھا ہے یا نہیں اور دونوں فریق حق پر ہیں۔ اور جو لوگ عدمِ رویت کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں آیت **لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار** سے اور یہ استدلال صحیح ہے کس لئے کہ جب تجلی جلال کی ہوتی ہے اس وقت اس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا ہے کیونکہ تجلی جلال اشیاء کا استیصال کرتی ہے اس وقت کس کو تاب رویت ہے اور جب تجلی جمال کی ہوتی ہے اس وقت دیدار ہوسکتا ہے کہ تجلی جمالی اشیاء کو جماتی اور اگاتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان عالی شان ذاک اذا تجلی الخ سے تجلی جلالی مراد ہے اور تجلی جلال کی ایسی مثال ہے جیسے کہ ایک آئینہ ہو بغیر قلعی کا اور بہت صاف ہو تو اگر اس میں کوئی شخص اپنا منہ دیکھنا چاہے ہرگز منہ نظر نہ آئے گا کیونکہ وہ شفاف اس قدر ہے کہ اس میں صورت نظر نہیں آتی اور جب اس میں قلعی کرالی جائے تو اس میں صورت نظر آنے لگے گی کیونکہ فی الجملہ کثافت اس میں پیدا ہوگئی ہے تو تجلی جلال کا تحمل تو نہیں ہوسکتا اور تجلی جمال کا ہوسکتا ہے اور یہ تجلی جلال جنت میں بھی نہ ہوگی چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے (اخرجہ البخاری فی صحیحہ) **ومابین القوم وبین ان ینظر واربھم الارداء الکبیر علی وجھہ فی جنت عدن** اھ اس سے مراد یہی تجلی جلال ہے۔

اب سب حدیثیں مطابق ہوگئیں جن میں رویت وارد ہے وہ بھی اور جن میں عدمِ رویت وارد ہے وہ بھی یعنی عدمِ رویت سے مراد تجلی جلال ہے اور رویت سے مراد تجلی جمال ہے اور یہ امر مخصوص ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لیکن قاعدہ ہے جب کسی امیر

besturdubooks.wordpress.com

کی کہیں دعوت ہوتی ہے تو وہ امیر وہاں اکیلا تھوڑا ہی جاتا ہے بلکہ سو پچاس آدمی اس کے ہمراہ ہوتے ہیں پس اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال سمجھو کہ جب حق تعالیٰ نے آپ کو یہ نعمت عطا فرمائی اور جنت میں پھر عطا فرمائیں گے تو آپ امت کو بھی ان کے وقت پر ضرور شریک فرمائیں گے۔ یعنی جنت میں گو اس خاص وقت شرکت امت کی نہ حاصل ہوئی کمصلحتہ الہیہ تقتضیہ

قوله عن ابی سلمة عن ابن عباس الخ: یہاں پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کا دیکھنا مراد ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں (اخرجہ ابن جریر فی تفسیرہ) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ میں نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا ہے۔

قوله عن عكرمة عن ابن عباس قال ماكذب الفؤاد ما رأى قال راه بقلبه

صحابہ کا اس باب میں بھی اختلاف ہے کہ آپ نے قلب سے حق تعالیٰ کو دیکھا یا آنکھ سے۔ اور اگر غور کر کے دیکھا جائے تو یہ ظاہر ہے کہ قلب اور چشم دونوں ہی سے دیکھا کیونکہ انسان جو دیکھتا ہے تو صرف ان ہی آنکھوں سے تھوڑا ہی دیکھتا ہے بلکہ قلب کی آنکھوں سے بھی دیکھتا ہے۔ اور اس کی ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص ہے اور اس کی نظر کم ہوگئی ہے اب جب وہ عینک لگاتا ہے تو اس کو کچھ نظر آتا ہے سو اگر عینک ٹوٹ جائے تو اس کو نظر نہیں آتا پس عینک وقلب دونوں کا رویت میں دخل ہے تو اگر کوئی اپنی دونوں آنکھیں پھوڑ لے وہ نظر سے بےکار ہو جائے گا۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ حق تعالیٰ نے قلب کی آنکھ کا خزانہ اور جگہ رکھا ہے اور ظاہری آنکھ کا خزانہ اور جگہ رکھا ہے ممکن ہے کہ یہ دونوں خزانے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وقت مجتمع ہو گئے ہوں اور آپ نے ان دونوں سے دیکھ لیا ہو اب دونوں قول منطابق ہو گئے۔

قولهٗ عن عبدالله بن شقيق الخ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسئلے کو ظاہر بھی کر دیا اور پوشیدہ بھی رکھا کیونکہ ایک معنی تو یہ ہیں کہ وہ ایک نور ہے اور میں اس کو دیکھ رہا ہوں یعنی میں نے دیکھا ہے اس صورت میں تو مسئلہ ظاہر فرما دیا اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ تو ایک نور ہے بھلا میں اس کو کس طرح دیکھ سکتا ہوں پس پہلی صورت میں تو مسئلہ ظاہر ہو گیا۔ اور دوسری صورت میں اس اعتبار سے مخفی رہا کہ مرئی کا حال کسی کو بھی معلوم نہ ہو۔ اور پہلی صورت میں مراد یہ ہوگی کہ تجلی جمالی کی حالت میں آپ کو رویت حاصل ہوئی کیونکہ تجلی جلالی کی تو کسی کو تاب ہی نہیں ہے اور تم ہم سے صاف صاف بیان کراتے ہو تو سن لو کہ قیامت نام تجلی جلالی ہی کا تو ہے اس روز اس تجلی کا غلبہ ہوگا تمام آسمان وزمین فنا کر دیے جائیں گے اور اب تو عالم میں سبقت رحمتي علي غضبي (اخرجہ الشیخان کذا فی تخریج العراقی علی الاحیاء مرفوعا) کا ظہور ہے اور اسی وجہ سے عالم قائم ہے اور قیامت کے روز اس کا عکس ہو جائے گا اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو درخواست کی تھی رب ارني انظر اليك تو اس سے مقصود کوئی خاص تجلی تھی کہ مطلق تجلی سے تو وہ طور پر مشرف ہو چکے تھے جبکہ اس میں سے آواز آئی تھی انني انا الله لا اله الا انا فاعبدني الآیۃ اور دنیا میں جو تجلی بھی ہو وہ تجلی مجازی اور مثالی ہے کیونکہ حقیقی تجلی خواہ وہ جمالی ہو یا جلالی دنیا میں محال شرعی ہے لقولہ تعالیٰ لن تراني ولقولہ عزوجل لاتدركه الابصار اور تجلی جلالی آخرت میں بھی

besturdubooks.wordpress.com

محال شرعی ہے لما مر من قولہ تعالیٰ لا تدرکہ الابصار ولقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یبقی الارداء الکبریاء۔ اگر کہا جائے کہ وہ تجلی حق سبحانہ وتعالیٰ کی نہیں تھی بلکہ وہ ایک آگ تھی تو جواب یہ ہے کہ آگ کو یہ الفاظ کہنا کہاں جائز ہے۔

پس معلوم ہوا کہ وہ تجلی مجازی ومثالی حق سبحانہ وتعالیٰ کی تھی۔ سو ثابت ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی خاص تجلی کے طالب تھے اور کلام اللہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی ایسی تجلی تھی جو ممکن تھی اسی لئے تو لن اراہ نہیں فرمایا لن ترانی فرمایا یعنی ہم تو نظر آ سکتے ہیں مگر تم نہیں دیکھ سکتے ہو یعنی بعض موانع کی وجہ سے تم معذور ہو اور مانع یہ ہے کہ ان میں قابلیت تحمل کی نہ تھی۔

اور جاننا چاہئے مراتب مختلف ہیں واحد کا مرتبہ اور ہے اور وحدانیت کا اور ہے اور وحدیت کا مرتبہ اور ہے وعلیٰ ہذا القیاس اور بھی مراتب ہیں اگر ان سب کو ایک ہی حالت پر محمول کریں تو کس طرح ہو سکتے ہیں اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے انبہ کی گٹھلی کسی شخص نے بوئی اور چند روز کے بعد اس سے ایک درخت پیدا ہوا اور اس میں پھل وپھول آیا اب ایک شخص تو ہے کہ وہ جانتا ہے اس کی گٹھلی کو بھی اور اس کی جڑ کو بھی اور تنے کو بھی اور پتوں کو بھی اور پھل کو بھی۔ اور ان اعتبارات سے اس کو ایک مرتبے میں تو گٹھلی کہہ سکتے ہیں دوسرے میں جڑ تیسرے میں تنا چوتھے میں پتے پانچویں میں پھل اور ان مراتب کو وہ سمجھ سکتا ہے جو ان تمام امور سے واقف ہے اور جو واقف نہیں وہ ان مراتب میں تمیز نہ کرے گا اور ایک کو دوسرے پر محمول کرے گا۔ اسی طرح عارف مقامات کو خوب سمجھتا ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں یہ بات مشہور ہوئی تھی کہ ایک شخص نے حق تعالیٰ کو آنکھ سے دیکھا ہے آپ نے اس کی تکذیب نہیں فرمائی بلکہ یہ فرمایا کہ اس سے غلطی ہوئی ہے اس کو رویت عینیہ حاصل نہیں ہوئی بلکہ رویت قلبیہ میسر آئی ہے جس کو اپنی غلط فہمی سے رویت بالعین سمجھا ہے۔

اور واضح ہو کہ تجلی فعل خداوندی ہے اور معنی تجلی کے ظہر ہیں اور اس کا مسند الیہ آیت فلما تجلی ربہ کے حق عز شانہ ہے اور یہ فعل جائز ہے عقلاً وشرعاً یعنی حق تعالیٰ اپنا ظہور جمالاً وجلالاً ہر طرح فرما سکتے ہیں اور رویت باری تعالیٰ جس کا فاعل مخلوق اور عبد ہے یہ دنیا میں جائز عقلاً اور محال شرعاً ہے اور اس رویت سے مراد ملاحظہ تجلی جمال ہے اور رویتِ تجلی جلال دارین میں محال شرعی ہے اور جائز عقلی ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو رویت حاصل ہوئی اگر اس کو رویت فی الدنیا پر محمول کیا جائے تو آپ کی خصوصیت ہوگی اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ رویت مکان آخرت میں قرار دی جائے کما ذہب الیہ الشیخ الاکبر قدس سرہ وہو الاظہر تو یہ رویت عالم آخرت میں تھی اور وہاں محال نہیں بلکہ ثابت ہے ہاں قبل قیامت سوائے ذات مقدسہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو میسر نہیں ہوئی۔ اس باب میں رویت کو اب بھی مخصوص کہنا آپ کے ساتھ ضرور ہوگا اور مجازاً رویت کے معنی میں تجلی کا استعمال ہوتا ہے ورنہ رویت فعل رائی وعبد ہے اور تجلی فعل مرئی وحق ہے۔

فائدہ: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں دو احتمال بیان کئے گئے ہیں یعنی ایک احتمال پر تو رویت ثابت ہے اور دوسرے پر منفی۔ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے رویت قلبی ثابت ہے اور کوئی حدیث صریح مرفوع اس باب میں نہیں دیکھی۔

اور رویت عینیہ کسی صحابی کے قول سے بھی صراحۃً نظر سے نہیں گزری اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں کسی احتمال کو راجح کرنے پر بھی کوئی دلیل قائم نہیں صرف یہ دونوں صورتیں صاحب مجمع البحار نے نقل کی ہیں یہ نہیں بیان کیا کہ

besturdubooks.wordpress.com

دونوں صورتوں کی سند ثابت ہے یا کوئی ضعیف بھی ہے۔ غرض یہ حدیث قابل احتجاج نہیں۔

وفی النهاية وفی حديث ابی ذر قال له ابن شقيق لو رأيت رسول الله صلی الله عليه و آله وسلم كنت اسأله هل رأيته ربک فقال قد سألته فقال نورٌ انی اراه ای هو نورٌ كيف اراه سئل احمد بن حنبل عن هذا الحديث فقال مازلت منكر اله وما ادری ماوجهه (تاويله ۱۲ جامع) وقال ابن خزيمة في القلب من صحة هذا الخبر شیٔ فان ابن شقيق لم يكن يثبت ابا ذر اھ.

احقر کہتا ہے امام احمد کا انکار بوجہ عدم وقوف تاویل معلوم ہوتا ہے سو تاویل تو ممکن ہے البتہ ابن خزیمہ کا شک صحت حدیث میں قادح احتجاج ہے خصوصاً جبکہ اثباتاً ونفیاً دونوں طرح روایت بدرجہ تساوی ہو لیکن عبداللہ بن شقیق مختلف فیہ اور رجال صحیحین سے ہیں اکثر نے توثیق کی ہے اس لئے بعد تعیین معنی احتجاج ہو سکتا ہے اور معنی متعین نہیں ہو سکتے۔

اس تحریر کے بعد فتح الباری میں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مختلف مختلف طرق سے نظر پڑی جس سے حصول رویت کے معنی متعین ہو گئے۔

ففيه عند مسلم من حديث ابی ذرنه سال النبی صلی الله عليه وسلم عن ذلک فقال نورانی اراه ولا حمد عنه قالت رايت نورا. ولابن خزيمة قال راٰه بقلبه ولم يره بعينه اھ

ان طرق میں سے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ روایت مسلم وترمذی کے ہیں پس نورانی اراہ بصیغہ استفہام کی روایت جو مجمع البحار میں نقل کی ہے ضعیف معلوم ہوتی ہے اور اگر ضعیف السند بھی نہ ہو تو مرجوع ضرور ہوگی کیونکہ جس معنی کی تفسیر دوسری روایت سے ہوتی ہے وہ معنی متعین ہوں گے اور امام احمد اور ابن خزیمہ کی سندیں حسن ہیں یا صحیح علی قاعدۃ الفتح) اور ابن خزیمہ کی روایت سے جو رویت قلبی ثابت ہوتی ہے وہ حضرت ابوذر کی ہے جیسے کہ ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مروی ہے اور حدیث مرفوع مذکور کا ظاہر اسی پر دال ہے کہ رویت بالعین حاصل ہوئی تھی پس حضور کا خود تصریحاً فرما دینا سب کے قول پر راجح اور اصل اصیل ہے اور رویت قلبیہ کا احتمال خلاف ظاہر ہے اور رأیت نوراً سے یہ احتمال نہ ہو کہ آپ نے نور حاجب کی رویت بیان کی ہے جس سے خود ذات باری تعالیٰ رویت کا اثبات نہیں ہوتا اس لئے ظاہر ان الفاظ کا یہ نہیں ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ حق تعالیٰ ایک نور ہیں جن کو میں دیکھا ہے پس معنی متبادر کا ترک بلا ضرورت جائز نہ ہوگا۔ اور فتح الباری میں مسلم کی روایت سے نقل کیا ہے۔ قال مسروق وكنت متكئا فجلست فقلت الم يقل الله ولقد راٰه نزلة اخری فقالت (ای عائشه) ای انا اول هذه الامة سال رسول الله صلی الله عليه وسلم عن ذلک فقال انما هو جبريل. واخرجه ابن مردويه (بسند حسن او صحيح) من طريق اخری عن داؤد بهذا الاسناد فقالت انا اول من سال رسول الله صلی الله عليه وسلم عن هذا فقلت يا رسول الله هل رأيت ربک فقال لا انما رايت جبريل منهبطا اھ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو آپ کی اس قول میں مراد یہ ہے کہ آیت میں مراد رویت جبرئیل ہے رویت الٰہی مراد نہیں اور یا یہ مطلب ہے کہ اس وقت تک رویت باری حاصل نہیں ہوئی تھی اب احادیث مرفوعہ مطابق ہو گئیں۔

besturdubooks.wordpress.com

سورۃ القمر

قوله عن ابن مسعود قال بینما نحن مع رسول الله صلی الله علیه وسلم بمنیٰ الخ

یہاں شہادت سے یہ مراد ہے کہ اس معجزہ شق القمر پر ایمان لاؤ اور ایمان سے تو ان حضرات کو انکار ہی نہ تھا لیکن مزید توجہ و تامل و تاکید کے لئے یہ ارشاد فرمایا گیا۔ (زادہ الجامع عفی عنہ)

سورۃ الواقعة

قوله عن ابی سعید الخ: علماء نے ارتفاعہا کما بین السماء والارض کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ یہ بلندی اس طرح ہوگی کہ اول ایک فرش بچھایا جائے گا پھر دوسرا فرش بچھایا جائے گا اسی طرح بہت سے فرش بچھائے جاویں گے مثلاً نیچے جاجم ہے اس کے اوپر دری پھر قالین وعلیٰ ہذا القیاس پس اس وجہ سے بلندی ہو جائے گی لیکن یہ معنی میرے نزدیک صحیح نہیں ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ دو درجوں کے مابین اس قدر بلندی ہوگی یعنی دو درجوں میں جو فرش ہوں گے ان کے درمیان یہ فاصلہ ہوگا۔

سورۃ الحدید

بعض لوگ کہتے ہیں کہ زمین کے نیچے بھی آدمی ہیں اور انبیاء بھی وہاں گزرے ہیں جس طرح کہ اس زمین میں گزرے ہیں۔

چنانچہ ایک حدیث میں بھی آیا ہے آدم کمثل آدم و نوح و موسیٰ کموسیٰ وعیسیٰ کعیسیٰ مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے اس حدیث کی تاویل نہیں کی اور اس کو ظاہر معنی پر رکھا ہے اور فرمایا ہے کہ خاتم النبیین کی یہ تفسیر بطریق اکمل آپ خاتم النبیین کمالات نبوت میں بالذات اور بدرجہ اتم ہیں یعنی حق تعالیٰ نے جس قدر کمالات نبوت تھے وہ سب آپ پر بطریق اکمل تمام کر دیئے ہیں اور باقی انبیاء آپ کے فیض سے مستفیض ہیں اور ان کی کمالات بالعرض ہیں اور محاورہ ہے کہ جس شخص کو کوئی کمال بدرجۂ اتم حاصل ہوتا ہے تو اس کو اس کمال کا خاتم کہتے ہیں لیکن مولانا محمد قاسم صاحب یہ بھی فرماتے تھے کہ ختم رتبی کے لئے ختم زمانی بھی لازم ہے جیسے کہ مقدمہ آخر درجے میں بادشاہ کے پاس جاتا ہے تو اس اعتبار سے وہ خاتم مقدمہ ہے اور ظاہر ہے کہ اس مقدمہ کا زمانہ بھی آخر الازمنہ ہوتا ہے پس اس اعتبار سے وہ خاتم ازمنہ مقدمہ بھی ہے۔

سو ثابت ہوا کہ اور انبیاء جو ہیں وہ سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زماناً مقدم ہیں یہ تحقیق تو مولوی صاحب کی ہے اور میرے نزدیک تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہاں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تو نہیں ہیں مگر ان کے عکوس اور ظلال ہیں اور جاننا چاہئے کہ حضرات انبیاء سے جو نفع پہنچتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ قسم ہے کہ نفع جو لوگوں کو پہنچ رہا ہے وہ ان کو بھی محسوس ہو کہ ہم سے یہ نفع پہنچ رہا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: بلغ ما انزل الیک من ربک یعنی آپ پر جو احکام نازل ہوتے ہیں ان کی تبلیغ فرمایئے۔ سو اس صورت میں آپ کو معلوم ہوگا جو کچھ نفع آپ سے پہنچے گا۔

اور دوسری قسم یہ ہے کہ دوسروں کو نفع پہنچتا ہے لیکن ان حضرات کو اس کی اطلاع نہیں ہوتی جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں ما کان الله لیعذبهم وانت فیهم سو قبل نزول اس آیت کے مخلوق آپ کی اس برکت سے تکویناً منتفع ہو رہی تھی لیکن آپ

besturdubooks.wordpress.com

کومعلوم نہ تھا کہ یہ میری برکت ہے پس داخل زمین والوں کواسی نوع کا ان انبیاء سے انتفاع ہورہا ہے اور یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ مخلوق میں انسان خالق کا مظہراتم ہیں اور انسان کے سوا باقی اشیاء مظہر ناقص ہیں اور اس زمین میں انسان کا ثبوت ظاہر ہے۔ اس لئے اس کی اصلاح کے لئے مستقل انبیاء کی حاجت ہوئی اور دوسری زمینوں میں کسی حاجت سے انسان کا ثبوت نہیں بلکہ بعض احادیث ضعیفہ جو کتب سیر میں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض زمینوں میں تو سانپ ہیں اور بعض میں بچھو پس جب اور زمینوں میں انسان وجن کی آبادی نہیں ہے تو وہاں مستقل نبی کی بھی حاجت نہیں ہے اور وہاں کی مخلوق کو تکوینی نفع ان ہی انبیاء سے پہنچ رہا ہے جو اس زمین میں گزر رہے ہیں فافہم حق الفہم۔

قولہ وفسر بعض اهل العلم هذا الحديث فقالوا انا هبط على عليم الله الخ

انہوں نے استوی علی العرش اور اس حدیث میں تعارض تسلیم کر کے یہ جواب دیا ہے یعنی آیت سے تو عرش پر ہونا حق تعالی کا معلوم ہوتا ہے اور عرش اوپر ہے اور رسی اسفل زمین میں جائے گی تو حق تعالی تک کیسے پہنچے گی پس تاویل کی کہ علم باری تعالی مراد ہے لیکن میرے نزدیک اس تاویل کی حاجت نہیں ہے کیونکہ زمین کے بعد بھی تو پہلا آسمان ہے پھر دوسرا اسی طرح تمام آسمان اور عرش بھی۔

اور صورت اس کی یہ ہے کہ زمین مثل ہانڈی کے ہے اور آسمان مثل چپن کے اس کو ڈھکے ہوئے ہیں اور تمام زمین کو محیط ہیں پس جس طرح اوپر آسمان ہے نیچے بھی ہے۔

سورة المجادلة

قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی اول احادیث السورة وسقاً ستين مسكينا قلت دل علىٰ مذهب الحنفيه علىٰ ان لكل مسكين صاعا من تمر لاكما قال الشافعي انه مدٌ عن غالب قوت البلد

سورة الحشر

قولہ عن ابی هريرة رضى الله تعالىٰ عنه الخ: اگر کہا جائے کہ مہمانداری میں صبیان کی حق تلفی لازم آئی جو حرام ہے کار مستحب کے لئے یہ فعل کیونکر جائز ہوسکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ ممکن ہے وہ کھانا محض بچوں کے بہلانے کے لئے ہو اور طعام ضرورت نہ ہو۔ مگر لفظ قوت اس سے ابی ہے لیکن احتمال تجوز تو ہے اور احتمال کے ہوتے ہوئے استدلال نہیں ہوسکتا نیز یہ بھی احتمال ہے کہ طعام ضرورت ہی ہو لیکن اس درجہ کی ضرورت نہ ہو جس سے کلفت معتد بہ ہو نیز خصوصیت کا بھی احتمال ہے اور چونکہ یہ واقعہ حال ہے اس لئے کچھ بھی تاویل نہ کی جائے تاہم بھی قواعد کلیہ شرعیہ کے معارض نہیں ہوسکتا زادہ الجامع عفی عنہ۔

سورة الممتحنه

قولہ عن عبد الله بن رافع الخ: اس حدیث میں لعل اللہ اطلع الخ میں لفظ لعل استعمال کیا گیا ہے لیکن یہاں اصل مضمون میں شک بیان کرنا مقصود نہیں ہے کیونکہ ایسے ظنی امر پر اتنے بڑے قصور کی گرفت نہ کرنا بعید ہے بلکہ اصل مضمون اعملوا

besturdubooks.wordpress.com

الخ تو یقینی تھا مگر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق تنبیہ ارشاد فرمایا کہ تم نے یہ احتمال تو جاری کیا ہوتا کہ اہل بدر کی بڑی فضیلت ہے شاید حق تعالیٰ نے ان کے ساتھ کوئی خصوصیت رکھی ہو اور اتنی جلدی اقدام علی القتل تم کو مناسب نہ تھا یہ وجہ ہے لفظ حل استعمال کرنے کی واللہ اعلم الحقی فی روئی زادہ الجامع عفی عنہ۔

سورة المنافقين

قولہ عن ابی سعید الخ: بعض نسخ میں فی الدنیا کی جگہ فی الجنۃ کا لفظ ہے عشاق حق تعالیٰ کو جنت و دوزخ کی طرف التفات زیادہ نہیں ہوتا ہے اصل مقصود ان کا رضائے حق ہے ہاں جنت کو البتہ اس غرض سے زیادہ محبوب سمجھتے ہیں کہ وہ محل رضائے حق ہے پس اسی لئے حضرت زید بن ارقم نے یہ مسرت ظاہر کی اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی لئے مبارک باد دی۔

فائدہ: خلد سے مراد یہاں ہمیشگی ہے اور غالباً کان ملنے کی وجہ بطریق مزاح یہ تھی کہ تم نے کیوں جھوٹ بولا اور یہ فعل بطریق غصہ نہ تھا ورنہ آپ خندہ نہ فرماتے زادہ الجامع عفی عنہ۔

ومن سورة التحريم

قولہ سمعت ابن عباس الخ: بعض روایات میں آیا ہے (وقد اخرجہ.....) کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیسری مرتبہ کھڑے ہو کر یہ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ یہ جانتے ہوں گے کہ میں حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سفارش کرنے آیا ہوں واللہ اگر آپ مجھ کو اجازت دیں تو میں ابھی اس کا سر کاٹ کر لے آؤں وہ مجھے آپ سے زیادہ عزیز نہیں ہے اھ اور معلوم کرنا چاہئے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چند بار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنے کی اس لئے اجازت نہیں دی تھی کہ یہ شاید حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سفارش کریں اور مجھے بوجہ مراعاۃ قبول کرنا پڑے اور اگر ایسا ہوتا تو اصلاح ازواج نہ ہو سکتی کہ آپ نے سمجھ لیا تھا کہ ان کی اصلاح اسی اعراض میں ہو سکتی ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ جو عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ حق تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ آپ کی امت کے لئے فراخی فرما دیں تو بعض لوگوں نے اس کو ظاہری معنی پر محمول کیا ہے کہ آپ نے واقعی امت ہی کے لئے دعا چاہی تھی لیکن میرے نزدیک یہ معنی ہیں کہ توسیع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی لئے چاہی تھی لیکن اس طرح تعبیر کرنا ادب کی غرض سے تھا اس لئے کہ یوں دعا کرنا کہ حق تعالیٰ آپ پر توسیع فرما دے کسی بزرگ کے لئے عرفاً بے ادبی شمار ہوتا ہے یہاں ہندوستان میں بھی اس محاورہ کا استعمال ہے اور اسی محل میں چنانچہ کہا کرتے ہیں خدام حضور والا اور مراد خود حضور والا ہی ہوتے ہیں (اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ محاورہ اس غرض سے استعمال کیا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اس طرف توجہ ہے نہیں، حالت موجودہ ہی پر خوش ہیں لیکن ہم کو آپ کی حالت دیکھ کر رنج و حزن ہوتا ہے اس لئے صورتاً آپ کے لئے دعا کرنا نامناسب ہے گو حقیقتاً آپ ہی مقصود ہیں مگر چونکہ ہم اپنے دفع رنج و کلفت کے لئے ایسا کرتے ہیں اس لئے

besturdubooks.wordpress.com

اضافت دعا کی اپنی ہی طرف کرنی چاہئے زادہ الجامع عفی عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو ارشاد فرمایا افی شک انت یا ابن الخطاب الخ تو اس سے نئی روشنی کے حضرات ترقی خواہوں کو سبق لینا چاہئے کہ جس ترقی کے وہ خواہاں ہیں یعنی دنیاوی ثروت کثرت جاہ اور زہد وتقویٰ سے خلو، اللہ ورسول اس ترقی کو ملیا میٹ کرنا چاہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ محادۂ[1] و بغاوت ہے اور پھر حصول بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ حق تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیزوں کو پسند کرنا اور پھر کامیابی کی امید رکھنا بڑی غلطی ہے اور اگر تھوڑی سی ثروت ہو بھی گئی تو دین برباد کر کے اس کا اختیار کرنا بڑا خسارہ ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے استدراج ہے ترقی تو صحابہؓ نے کی تھی کہ اپنا اصل مقصود اعلاء کلمۃ اللہ رکھا تھا گو تبعاً ان کو خود بھی وسعت ہو جاتی تھی۔

پھر دیکھئے کہ تقریباً تمام دنیا میں ان کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ ان ترقی خواہوں نے بھی کوئی ملک فتح کر کے دکھلایا۔ اور معنی افی الشک الخ کے یہ ہیں کہ ابھی تم کو حقیقت امر میں کیا شبہ ہے جو ایسی درخواست کرتے ہو اور وہ امر یہی ہے جس کو آپ نے اولئک قوم عجلت الخ میں ظاہر کیا یعنی ان کافروں کو دنیا ہی میں عیش وعشرت دی گئی ہے جو فانی اور قلیل ہے اور ہم لوگوں کو صوری ومعنوی لذائذ پورے طور پر آخرت میں ملیں گے۔

سبحان اللہ کیا زہد تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فی الجملہ میلان الی الدنیا پر کیا ارشاد فرمایا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اپنے والدین سے مشورہ کر کے کام کرو تو اس کی دو وجہ تھیں ایک تو یہ کہ آپ نے خیال کیا کہ یہ نوعمر ہیں شاید عیش دنیا کو مجھ پر ترجیح دیں اور اس میں ان کا سخت دینی ضرر ہے اور والدین ان کے ہرگز میرے ترک کو گوارا نہ کریں گے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ آپ کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محبت زیادہ تھی آپ نہ چاہتے تھے کہ وہ آپ سے علیحدہ ہوں اور والدین کے متعلق یہ امید تھی نہیں کہ وہ علیحدگی کا مشورہ دیں اور ان کی صغر سنی سے احتمال تھا کہ شاید ایسا کریں اس لئے آپ نے امر مشورہ کا فرمایا۔

یاد رکھو کہ جس شخص سے کسی بزرگ کو محبت ہو اس کو نوافل شکریہ پڑھنے چاہئیں اس لئے کہ ان کی محبت سے بڑے بڑے کام نکلتے ہیں، ان آیات کا حاصل کیا ہے جو تخییر ازواج میں نازل ہوئی ہیں، ان کا یہ حاصل ہے کہ اگر تم خدا اور رسول کو اختیار کرتی ہو تو دنیا پر لات مارو۔ اور اگر خدا اور رسول کی طالب نہیں ہو تو دنیا اختیار کرلو۔ جو لوگ ترقی کے خواہاں ہیں ان کو چاہئے کہ خدا اور رسول کی محبت دل سے نکال دیں پھر ترقی کریں خوب ترقی ہوگی مگر وہ ترقی اسلامی نہ ہوگی بلکہ ترقی جہنمی اور شیطانی ہوگی جس کا نتیجہ مرنے کے بعد معلوم ہوگا ترقی اسلام تو زہد وتقویٰ سے حاصل ہوتی ہے...... ایک شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! میں آپ کو دوست رکھتا ہوں آپ نے فرمایا ذرا سنبھل کر کہو پھر اس نے کہا میں آپ کو دوست رکھتا ہوں آپ نے فرمایا اچھا اب فقر اور فاقے کے لئے تیار ہو جاؤ پھر فرمایا جو مجھے دوست رکھتا ہے (اکثر) اس پر فقر وفاقہ بہت جلد آتا ہے۔ (اخرجہ بمعناہ الترمذی وقد مر ۱۲ جامع)

بھلا پھر جب یہ بات ہے تو دنیا کی ترقی کس طرح ہوسکتی ہے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت دلوں کے اندر

---

[1] ہے مع اللہ والرسول ۱۲ ط

besturdubooks.wordpress.com

ہے اس وقت تک تو ترقی ہوگی نہیں ہاں جس روز (خدا نہ کرے) یہ رخصت ہو جائے گی اس روز سے ترقی بھی ہونے لگے گی۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ جو عرض کیا کہ آپ اس امر کی اور ازواج کو اطلاع نہ کریں یعنی اس بات کی کہ میں نے آپ کو اختیار کیا ہے سو اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے محبوب تھے آپ نے چاہا کہ جس قدر ازواج علیحدہ ہو جائیں اور اس باب میں میرا اتباع نہ کریں اتنا ہی اچھا ہے تا کہ میری طرف حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ زیادہ مبذول رہے عاشق کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ اگر سارا جہاں چین میں ہو اور وہ تنہا عشق کی بلاء میں مبتلا ہو تو اس کو بھی گوارا ہوتا ہے کہ میں اس میں مبتلا رہوں اور سارا جہاں چین کرے (جیسے کہ مجنوں سے کہا گیا تھا کہ بیت اللہ شریف میں دعا کرو کہ حق تعالیٰ لیلیٰ کی محبت تمہارے دل سے نکال دے تا کہ پریشانی سے نجات ہو تو مجنوں نے بجائے اس کے یہ دعا کی کہ یا اللہ لیلیٰ کی محبت بڑھا اور رحم کر اس پر جو اس دعا پر آمین کہے ذکرہ العلامۃ جار اللہ الزمخشری نور اللہ مرقدہٗ فی الکشاف۔ زادہ الجامع عفی عنہ)

ظاہر امر تو یہ چاہتا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس بات کی خبر سب بیبیوں کو کر دیتیں تا کہ اگر کبھی تکلیف پیش آتی تو ان کو تسلی رہتی کہ میں ہی اس تکلیف میں مبتلا نہیں ہوں بلکہ اور ازواج بھی مبتلا ہیں (فان البلاء اذا عم سہل وخف) لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چونکہ عشق تھا اس لئے آپ کو دوسری طرف متوجہ ہونا گوارا نہ کیا اور ساری کلفتیں گوارا کر لیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ رحمۃ للعالمین تھے اس لئے اس راز کے اخفاء کو گوارا نہ کیا تا کہ ایسا نہ ہو کہ دوسری بیبیاں علیحدگی اختیار کر کے کفرانِ نعمت اور حرمانِ دنیا و آخرت میں مبتلا ہوں۔

من سورة نون والقلم

قوله صلى الله عليه وسلم فجرى بماهو كائنٌ الى الابد فان قلت ان ما لايتنا هى فى الحال كيف ينحصر وينضبط تحت القلم فى الاستقبال سيما مع قوله صلى الله عليه وآله وسلم جف القلم بما انت لاق اخرجه البخارى..... قلت معنى الابد "يوم القيامة" وقدورد هذا اللفظ فى الحديث فيكون تفسيرا للابد ففى الدر المنثور عن ابن عباس ان اول شئ خلقه الله القلم فقال له اكتب فقال يا رب وما اكتب قال اكتب القدر يجرى من ذالک بما هو كائن الى ان تقوم الساعة ثم طوى الكتب ورفع القلم رواه البيهقى وغيره والحاكم وصححه كذا فى المرقاة ص ١٢٧ ج ١، زاده الجامع عفى عنه.

ومن سورة الحاقة

قوله صلى الله عليه وسلم والله فوق ذالک

اس قول سے یہ لازم نہیں آتا کہ حق تعالیٰ آسمان میں ہیں اور زمین میں نہیں ہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ زمین میں تو حق تعالیٰ ہیں ہی آسمان میں بھی ہیں باوجود اس کی اس قدر بلندی کے۔

besturdubooks.wordpress.com

ومن سورة الجن

قولهٗ عن ابن عباس قال ماقرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم على الجن ولا راٰهم الخ.

اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ یہ خاص واقعہ اس طرح واقع ہوا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اور یہ مطلب نہیں ہے کہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم جن کو دیکھا نہیں یا ان پر قرآن نہیں پڑھا اس لئے کہ حدیث ذیل سے یہ دونوں امر ثابت ہیں۔

عن جابر قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم علىٰ اصحابه فقرأ عليهم سورة الرحمٰن من اولها الىٰ اخرها فسكتوا فقال لقد قرأتها على الجن ليلة الجن فكانوا احسن مردودًا منكم كنت كلما اتيت على قوله فبایّ اٰلآءِ ربكما تكذبٰن قالوا لابشيءٍ من نعمك ربنا نكذب فلك الحمد رواه الترمذی ص ۴۷۲ وقال هٰذا حديث غريب قال ابن حجر لكنه صحيح كما قاله غيره زاده الجامع عفي عنه.

قوله حدثنا محمد بن يحيٰى ولم تكن النجوم يُرمٰى بها الخ.

اس اثر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ستارے پہلے نہیں ٹوٹتے تھے جب سے بعثت نبویہ ہوئی اس وقت سے ٹوٹنے لگے کیونکہ یہ تو مشاہدہ کے خلاف ہے بطریق تواتر مشاہدہ سابقین کا اس سے آبی ہے پس مراد یہ ہے کہ شیاطین کی گوشمالی اس طریق سے پہلے نہیں کی جاتی تھی بلکہ وہ لوگ خوب اطمینان سے استراق اخبار کرتے تھے اور ان کو روکا نہیں جاتا تھا اور نہ کچھ سزا دی جاتی تھی جب آپ مبعوث ہوئے اس وقت سے اس ذریعہ سے ان کی گوشمالی شروع ہوئی اور استراق اخبار سے روک دیئے گئے فافھظ۔

ومن سورة القيامة

قوله عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنه الخ.

ہونٹ ہلانے کی یہ وجہ تھی کہ سہولت اور تانی کے ساتھ یاد رہے اور زبان ہلانے میں عجلت ہوتی تھی زادہ الجامع عفی عنہ۔

قوله ومن سورة عبس

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ اس مشرک کی طرف تالیف قلب کے لئے تھی اور اس طمع سے کہ یہ مسلمان ہو جائے اور ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان تھے ہی ان کی طرف پھر بھی توجہ کی جاسکتی تھی اور ان کا اس موقع پر بولنا خلاف آداب مجلس کے تھا جو بھولے پن سے واقع ہو گیا تھا۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

ومن سورة اذا الشمس كورت

قوله صلى الله عليه وآله وسلم من سرهٗ الخ.

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان سورتوں میں قیامت کا حال بہت صاف صاف مذکور ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

ومن سورة البروج

قولہٗ حدثنا محمود بن غیلان همس ص ۴۸۲ الخ.

آپ کچھ پڑھا کرتے تھے (اور ظاہر یہ ہے کہ آپ عذاب خداوندی سے واقعہ کو یاد کر کے پناہ مانگتے تھے ۱۲ جامع) اور اس کی وجہ آپ نے بیان فرمادی اور ان لوگوں نے محبوب کے ہاتھ سے مرنے کو اختیار کیا اور یہ مرنا اعلیٰ درجہ کی شہادت ہے۔

فائدہ: اس موت کے اختیار کرنے کی دو وجہ محتمل ہیں ایک تو یہ کہ محبوب کے ہاتھ سے قتل ہوں عدو سے بچے رہیں دوسرے یہ کہ موت قتل سے سہل ہے اور تسلط عدو سے بہت سے دینی اور دنیاوی ناقابل برداشت فتنوں کا اندیشہ ہے اور قتل سے مرنا سخت ہے اور دوسرے قصے کا اقتران اس قصے کے ساتھ اس وجہ سے کر دیا جاتا تھا کہ دونوں قصے نہایت عجیب اور حق تعالیٰ شانہ کا خاص طور پر مظہر ہیں زادہ الجامع عفی عنہ۔

سورة ليلة القدر

قوله عن يوسف بن سعد الخ: حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھ ماہ تک خلیفہ رہے ہیں اس مدت کے بعد آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت دے دی تھی کیونکہ فتنہ کا اندیشہ تھا پس ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ حضرت آپ نے تو ہمارے منہ سیاہ کرائے ہم تو لوگوں سے یہ کہتے تھے کہ آپ کی طرف سے خوب لڑیں گے یہ سب ہمارے دل کے دل ہی میں رہی۔

حاصل یہ ہے کہ اس شخص کا مقصود اغرا تھا مگر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے حلیم تھے فرماتے ہیں **لا تؤنبني** اى **لاتوبخني** الخ اور ظاہر ہے کہ منبر پر وہی شخص بیٹھے گا جو خلیفہ ہوگا اور چونکہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے عارف بھی تھے گویا کہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو بنی امیہ کو سلطنت دینا چاہتے ہیں اور ان ہی کو دلوائیں گے اس لئے ہم بھی اس امر میں ان ہی کی اعانت کریں اور ان ہی کے ساتھ ہو جائیں کہ جو امر واقع ہونے والا ہے وہ تو ہو کر رہے گا ہم کیوں اس کے خلاف کے درپے ہوں کہ علاوہ کلفت غیر مفید۔ کے گویا امر تکوینی کا مقابلہ ہے اور تمام عارفین کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ بصیرت یا کشف غیر اختیاری سے مرضی خداوندی کو معلوم کر کے اسی کا اتباع کرنے لگتے ہیں۔

ایک پنجابی بزرگ کی حکایت ہے جو ایک گاؤں میں رہتے تھے اور لوگ ان کے بڑے معتقد تھے کہ وہاں پر ایک ندی تھی اور وہ برسات میں گاؤں کے بالکل قریب ہی آ گئی تھی خوف تھا کہ کہیں گاؤں ڈوب نہ جائے گاؤں والے سب جمع ہو کر ان بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا کہ کل تم لوگ پھاوڑی اور کھرپے لے کر میرے پاس آؤ۔ غرض وہ لوگ حاضر ہوئے ان بزرگ نے فرمایا کہ تم گاؤں کی طرف راستہ کھودو کہ ندی کا پانی گاؤں کی طرف آنے لگے ان لوگوں نے ایسا ہی کیا دوسرے روز کیا دیکھتے ہیں کہ ندی گاؤں سے ایک میل دور ہو گئی ان بزرگ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ فلاں مقام تک یہ ندی پہنچ کر ہٹ جائے سو جب تم نے سعی کر کے ندی کو اس مقام تک پہنچا دیا مطلوب تکوینی حاصل

besturdubooks.wordpress.com

ہوگیا پس وہ بندی ہٹ گئی اور میں نے حق تعالیٰ کی مرضی معلوم کر کے اس میں اعانت کی۔

سورۃ لم یکن

قولہٗ عن المختار الخ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطریق تواضع فرمایا جو کچھ فرمایا نیز یہ بھی مقصود تھا کہ لوگ کسی کے سامنے آپ کی مدح نہ کریں جب تک کوئی مصلحت واقعیہ نہ ہو اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کی مدح کی جائے اس کو تواضعاً مدافعت کرنی مناسب ہے تاکہ نفس میں عجب نہ پیدا ہو زادہ الجامع عفی عنہ۔

سورۃ الھٰکم التکاثر

قولہ عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال مازلنا الخ: عذاب قبر کا اثبات اس سورت سے اس حالت میں ممکن ہے جبکہ کلاسوف تعلمون کو مظروف فی القبر مقدر کا قرار دیا جائے اور جو مظروف فی الاخرۃ یا فی وقت الموت مقدر کہ قرار دیا جائے تو عذاب قبر کا اثبات اس سورت سے نہ ہو سکے گا اور برتقریر ثبوت حدیث ظاہر یہ ہے کہ اس قول کا مرجع حدیث مرفوع ہوگا۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

ومن سورۃ الفتح

قولہ عن ابن عباس الخ: یہاں اصحاب سے مراد اکابر صحابہ ہیں جن سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح سوال کرتے تھے جیسے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اس سورت سے اجل نبوی کا قرب اس طرح استنباط کیا کہ مقصود بعثت سے اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام تھا سو وہ پورا ہوگیا کہ فوجیں فوجیں ایمان لائیں اور دین کی تکمیل ہوگئی پس اب آپ مواصلتِ محبوب حقیقی سے مشرف ہوں گے کیونکہ کار منصبی سے فراغت ہوگئی اور وصال کا زمانہ قریب ہوگیا جز آء وفاقا رع اے خوش آندم کہ وصال تو میسر گردو زادہ الجامع عفی عنہ۔

ومن سورۃ المعوذتین

باب قولہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ الخ: اور روایات میں آیا ہے (اخرجہ......) کہ عطاس کے بعد آپ رونے لگے دریافت کیا گیا کیوں روتے ہو فرمانے لگے کہ شاید مجھ سے کوئی خطا ہوگئی ہے اس لئے عطاس واقع ہوئی (چونکہ ایک اجنبی واقعہ تھا اس لئے ایسا خیال ہوا ۱۲ جامع) پس حق تعالیٰ نے فرمایا یرحمک اللہ (یعنی حق تعالیٰ آپ پر رحم فرمائیں خدانہ کرے کسی لغزش کی وجہ سے یہ صدور عطاس نہیں ہوا یہ تسلی تھی ان کے لئے اور دعائے شفقت نیز اشارہ اس طرف تھا کہ آپ کا یہ سمجھنا غلط ہے جیسا کہ غالط کو اہل عرب اسی دعا سے ذکر کرتے ہیں) زادہ الجامع عفی عنہ۔

اور کلتایدی ربی یمین ص ۴۸۶ سے یہ نہ سمجھا کہ حق تعالیٰ کے داہنا اور بایاں ہاتھ ہے اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ داہنی ہیں یہ الفاظ تو فقط تفہیم کے لئے اختیار کئے گئے ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

ابواب الدعوات
عن رسول الله صلی الله علیہ وسلم

باب ماجاء ان الداعی یبدأ بنفسہٖ

قولہ عن ابی بن کعب الخ: اس طریق میں دو حکمتیں ہیں ایک تو یہ کہ امور دینیہ میں زیادہ اہتمام کے قابل اپنی حالت ہے الافی موضع یقتضی خلافہ فھو ایضا اھتمام لنفسہ وان کان فی الظاھر اھتمام لغیرہ۔
دوسرے یہ کہ اس صورت کے اختیار کرنے میں ایک خاص تواضع قلب میں پیدا ہوگی جو معین فی الدعاء المقصود فی المقام ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی الدعاء اذا اصبح واذا امسٰی

قولہ عن ابان بن عثمان الخ: حضرت ابان رحمۃ اللہ علیہ کا دعا کو نہ پڑھنا اور تقدیر الٰہی کے اپنے اوپر جاری ہونے سے خوش ہونا اور تکلیف کی بقاء چاہنا الی وقت شاء اللہ تعالیٰ یہ ایک حالت ہے مغلوبیت کی جو مقصود نہیں ہے گو محمود ہے اور ثمرہ شدت محبت الٰہیہ کا ہے کما لایخفی علی اہل الفن اور مقصود اور اعلیٰ حالت تو یہ ہے کہ عافیت کی طلب ہو۔ اور جب مصیبت پیش آئے تو صبر کیا جائے اور اس کے زوال کی دعا کی جائے جیسا کہ بخاری میں مرفوعاً مروی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عافیت طلب کرو اور جب عدو سے ملو تو صابر رہو۔ اور ظاہر ہے (وصرح بہا صف الغزالی قدس سرہ) کہ مصیبت مقصود لذاتہا نہیں ہے وکذلک البصر، اور شکر اور عافیت مقصود لذاتہا ہیں کہ ان احوال میں امور دینیہ انجام پاتے ہیں اور حق تعالیٰ کی طرف بسط کے ساتھ اور محبت خاصہ کے ساتھ توجہ ہوتی ہے بخلاف حالت صبر و مصیبت کے کہ اس صورت میں انقباض ہوتا ہے ذوق و شوق نہیں میسر ہوتا گو یہ احوال اصلاح نفس کے لئے جب تک وہ محتاج اصلاح ہو مقصود بھی ہیں لیکن مقصود بالغیر نہ کہ مقصود بالذات زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی التسبیح والتکبیر والتحمید عندالمنام

قولہٗ عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ الخ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطمح نظر چونکہ نفع دینی تھا اس لئے آپ نے متاع دینی (تسبیحات فاطمی) کی ہدایت فرمائی گو مطلوب دنیاوی بھی تبعاً، اس تدبیر سے حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ اس وظیفہ میں یہ اثر ہے کہ اس کی مداومت سے تکان رفع ہو جاتا ہے اور قوت آ جاتی ہے۔
فائدہ: سبحان اللہ کیا شان ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اسی قصے کو ملاحظہ کیجئے کہ صاف صدق نبوت پر دال

besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ انسان کو بیٹی سے طبعاً کس قدر محبت ہوتی ہے اور اس کی مشقت کس قدر گراں لیکن باوجود اس کے آپ نے دینی منفعت پر نظر فرمائی اور فی الواقع محبت کا مقتضی یہی ہے کہ نفع حقیقی نظر فرمایا جائے اور اس کے خلاف پر اگر تقاضائے طبعی مضطر بھی کرے تو اس کو پس پشت ڈالا جائے اور خدانخواستہ آپ لونڈی وغلام عطا کرنے سے مجبور نہیں تھے بلکہ قادر تھے مسلمانو! تم کو بھی اپنے نبی مقدس کی پیروی کرنی چاہئے تا کہ قرب خدا ورسول اور فلاح دارین اور حیاۃ طیبہ نصیب ہو۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی الدعآءِ عند افتتاح الصلوٰة باللیل

قوله بای شیٔ کان النبی صلی اللہ علیه وسلم الخ.

حدیث سے مراد تہجد ہے جیسا کہ اذا قام من اللیل اسی پر دال ہے امام صاحب کے نزدیک جب تنہا فرض پڑھے یا نوافل پڑھے تو ادعیہ طویلہ کا پڑھنا مضائقہ نہیں ہے مگر جماعت کے ساتھ خواہ تراویح ہوں۔ یا فرائض ایسی طویل دعائیں نہ پڑھے اس لئے کہ ممکن ہے بلکہ غالب ہے کہ مقتدیوں کو گراں گزرے اور صحیحین میں حدیث مرفوع سے امام کو تخفیف کا مامور بہ ہونا ثابت ہے اور عنقریب حدیث آتی ہے اس میں اذا کان قام فی الصلوة الخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز مفروض میں بھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ادعیہ طویلہ پڑھتے تھے تو جواب یہ ہے کہ یا ایسے موقع پر گاہ بگاہ آپ پڑھتے تھے جبکہ مقتدی غایت درجہ کے مشتاق اور نماز میں جی لگانے والے ہوں اب سب حدیثیں مطابق ہو گئیں۔

باب مایقول اذا خرج مسافرا

قول الترمذی ومعنی قوله الحور بعد الکون او الکور مبتدأ وقوله انما یعنی الخ خبر والجملتان بینهما معترضتان زاده الجامع عفی عنه.

باب: قولهٗ عن عمرو بن شعیب الخ من ولد.

اسمٰعیل کی یہ صورت ہے کہ ماں کنیزک ہو اور باپ اولاد حضرت اسمٰعیل سے ہو تو اولاد حنفیہ کے نزدیک ارقا ہوگی اور یہ معنی حقیقی اور بہت ظاہر ہیں فاغتنه لم یر فی شیٔ من الکتب.

باب: قولهٗ عن ابی ذر الخ ولم ینبغی (باشباع الیاء ۱۲ ط) لذنب الخ

کے معنی یہ ہیں کہ اس دن یا تو کوئی گناہ نہ ہوگا اور اگر ہوگا تو اس کی تلافی کی توفیق ہو جائے گی سوائے شرک وکفر کے۔ وهذا التاویل هو الظاهر ولا تلتفت الی ما اولوا۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب ماجاء فی جامع الدعوات عن رسول اللہ ﷺ

قوله عن اسماء بنت یزید الخ.

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسم اعظم کوئی خاص اسم نہیں ہے اوپر کی حدیث سے ان کلمات میں اور اس حدیث سے ان آیات میں ثابت ہوتا ہے اگر خاص ہوتا تو ایک ہی جگہ ہوتا ہاں لا الٰہ الا اللہ کا حاصل ان سب جگہ موجود ہے پس ممکن ہے کہ لا الٰہ الا اللہ اسم اعظم ہو۔

besturdubooks.wordpress.com

اور لوگوں میں یہ جو مشہور ہے کہ اگر اسم اعظم پڑھ کر کسی ہڈی پر دم کر دیا جائے تو اس میں جان پڑ جاتی ہے سو یہ بالکل غلط ہے ہاں اس کے پڑھنے میں قلب البتہ زندہ ہوتا ہے پس مداومت اس کے طریق کے ساتھ کرنی چاہئے۔

باب: قوله عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت كان رسول الله صلي الله عليه وسلم يقول اللهم عافني في جسدي وعافني في بصري واجعله الوارث مني الخ

اس کے یہ معنی ہیں کہ میری آنکھوں سے ایسے کام کرا جس کا ثواب مجھ کو ہمیشہ ملتا رہے جیسے مطالعہ دیکھنا کہ یہ ثواب جاری رہے گا۔

فائدہ: ضمیر بالا واجعلہ میں بصر کی جانب راجح ہے اور بصر وارث اور ذی بصر مورث قرار دیا گیا ہے یعنی میری آنکھ میری وارث ہو جائے اور چونکہ وارث باقی رہتا ہے اور مورث فنا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح نفع جاری کو باقی اور وارث اور نافع کو مورث اور فانی قرار دیا گیا۔ اور بعض نسخ میں حدیث کو حسن اور بعض میں غریب کہا ہے پس ظاہر یہ ہے کہ ترمذی کے نزدیک انقطاع معتد بہ نہیں قرار پایا اور اظہر یہ ہے کہ یہ حدیث ترمذی کے نزدیک حسن غریب منقطع ہے۔

باب ماجاء في عقد التسبيح باليد

قوله عن عبدالله بن عمرو الخ: عقد تسبیح اور شمار عدد بالید میں دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ انگلیاں شہادت دیں گی اور اپنا عمل ظاہر کریں گی کہ ہم بھی شریک تسبیح رہے تھے۔ اور دوسرا نفع یہ ہے کہ نفس سے اول میں جب کوئی عمل کرایا جاتا ہے تو اس پر سخت گراں ہوتا ہے اور اس کو خوش رکھنا ضرور ہے تا کہ کام کرے اور سست ہو کر بے کار نہ ہو جائے پس جب شمار کی جائے گی تو نفس کو خوشی ہوگی کہ میں نے آج اس مقدار میں کام کیا اور اتنے اجر کا مستحق ہوا کل کو اور زیادہ کام کروں تا کہ ثواب زیادہ ملے اور جو بے شمار پڑھ لیا نفس کو تکان تو ہو جائے گا لیکن مسرت نہ ہوگی پس دوسرے روز فرائض بھی ادا کرنا دشوار ہوگا اور یہ ابتدائی حالت کا بیان ہے اور انتہا میں تو ایک دم بھی غفلت ہونا موت معلوم ہوتا ہے خود طبعی محبت ذکر سے ایسی ہو جاتی ہے جس سے ترک نہایت ہی دشوار ہوتا ہے جیسے کہ ابتداء میں فعل ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

باب: باب قوله عن خالد بن ابي عمران ان ابن عمر قال قل ما كان الخ

صرف اس مقدار خشیت طلب کرنے کی یہ وجہ ہے کہ جب خوف زیادہ ہوتا ہے تو انسان سے عمل نہیں ہو سکتا جیسے کہ کسی کے سامنے شیر آ کھڑا ہو اور اس شخص سے کوئی کہے کہ تم اپنا کوئی فن و ہنر دکھا دو تو وہ ہرگز اس پر قادر نہ ہوگا کیونکہ وہ خود ہی مصیبت میں مبتلا ہو رہا ہے اور حواس باختہ ہے۔

فائدہ: اور کبھی غلبہ خوف سے یاس بھی پیدا ہو جاتا ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔

باب: قولهٔ عن الحارث عن علي رضي الله تعالىٰ عنه الخ

اس حدیث میں وان کنت میں یا تو ان وصلیہ ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ اگرچہ تمہارے صغائر یا کبائر معاف ہو چکے ہوں اس عمل سے کبائر یا صغائر معاف ہو جائیں گے یا ان کی جزاء رفعت لک الدرجات محذوف مانی جائے۔

besturdubooks.wordpress.com

باب: قوله عن ابی هریرة النبی صلی الله علیه وسلم قال ان لله تسعة وتسعین الخ.

احصاہا کی تفسیر حفظہا ہے چنانچہ بخاری کی روایت میں یہی لفظ ہے والحدیث یفسر بعضہ بعضاً۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

اور اس حدیث سے ان اسماء کی ایک خاصیت معلوم ہوئی اور جو شخص دیگر اسماء کو بھی یاد کرے گا جیسے ارحم الراحمین واحسن الخالقین وغیرہما ورد فی القرآن المجید تو اس کی اور زیادہ فضیلت ہوگی۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

قولهٗ عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اذا مررتم بریاض الجنة الخ

قال الحافظ المنذری فی الترغیب وهو مع غرابته حسن الاسناد زاده الجامع عفی عنه

باب: قولهٗ عن انس بن مالک الخ.

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نیز ان صاحب کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عافیت طلب کرنے کو ارشاد فرمایا تو یہ اس لئے کہ یہ نہایت جامع دعا ہے کیونکہ اگر عافیت دارین نصیب ہو جائے تو اس سے بڑھ کر اور کون سی دولت ہے اور عافیت کی انسان کو نہایت احتیاج ہے کہ سارے کمالات کی تفصیل اسی پر موقوف ہے۔ زادہ الجامع عفی عنہ

باب: قوله عن رجل من بنی سلیم الخ

لوگوں نے کہا ہے سبحان اللہ کہنے سے نصف میزان بھر جاتی ہے اور الحمد للہ کہنے سے نصف باقی پر ہو جاتی ہے اور میری رائے میں یہ معنی معلوم ہوتے ہیں کہ صرف الحمد للہ میزان کو بھر دیتی ہے کیونکہ تسبیح صفت سلبیہ ہے اور تحمید صفت ثبوتیہ ہے اور ثانی مقصود بالذات اور اول مطلوب بالعرض ہے کہ اگر مشرکین اور کفار غیر اللہ تعالیٰ کو صفات باری میں شریک نہ کرتے یا نازیبا صفات سے حق تعالیٰ کو موصوف نہ کرتے تو ان صفات کے اظہار کی حاجت نہ ہوتی اور صفات مثبتہ کا اظہار ہر حال میں محمود ہے اور ضروری ہے اس لئے تحمید کو ترجیح ہے وھو ظاہر الحدیث۔

باب: قوله عن عمرو بن شعیب الخ

اس حدیث سے اصل تعویذ گلے میں لٹکانے کی ثابت ہوتی ہے گو یہ فعل صحابی کا ہے (اور یہ صحابی نہایت جلیل القدر ہیں اور حدیث میں ان کا پایہ تمام صحابہ سے بڑھ کر ہے صرح بہ ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کما رواہ البخاری ۱۲ جامع)

اور یہاں سے ایک اور مسئلہ مستنبط ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اہل سنت فرماتے ہیں کہ کلام اللہ شریف غیر مخلوق ہے اور اس باب میں ایک مرفوع حدیث ہے جو موضوع ہے اور بعض صحابہ کا یہ قول البتہ منقول ہے (صرح بہ القاضی الشوکانی فی الفوائد المجموعۃ ۱۲ جامع)

اور معتزلہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید حادث ہے امام احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے اس طرح استدلال کیا ہے کہ یہ کلمات جن سے تعوذ کیا گیا ہے یا مخلوق ہوں گے یا غیر مخلوق۔ شق اول پر پناہ مانگنا روا نہیں کہ تعویذ لغیر اللہ ہے اور صورت ثانیہ میں قرآن مجید کا غیر مخلوق ہونا ثابت ہوگیا وھو المطلوب اور یہ دلیل نہایت نفیس ہے۔

باب قوله عن عمارة بن شبیب ص ۵۰۸ الخ

ان بزرگوں کو بعضوں نے صحابہ میں داخل کیا ہے چنانچہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے استیعاب میں ایسا ہی کیا ہے اور

besturdubooks.wordpress.com

بعض نے صحبت کو تسلیم نہیں کیا اور بعض نے ان کی حدیث کو معلول کہا ہے۔ ذکرکلہ فی تہذیب التہذیب۔ **باب ماجاء فی فضل التوبہ والاستغفار وماذکر من رحمۃ اللہ لعبادہ قولہ عن زر بن حبیش** ص ۵۰۸ الخ یہ نہ سمجھنا کہ توبہ کا دروازہ زمین میں نہیں ہے بلکہ زمین اور آسمان کے درمیان جو برزخ ہے وہاں ہے صرح بہ بعض اہل الکشف اور بعض محققین نے تو اس سے بھی زیادہ صاف کہا ہے کہ جنتیں آٹھ ہیں۔ ان میں سے ایک دروازہ توبہ کا ہے اور دلیل اس کی اور من قبل المغرب سے یہ مراد ہے کہ جس طرح آفتاب مغرب کی جانب جاتا ہے گویا کہ مرجاتا ہے ایسے ہی آدمی بھی مرجاتا ہے اس اعتبار سے اس کو جانب مغرب قرار دے دیا گیا۔ (اور جانب شام اور جانب مغرب سے مراد ایک ہی ہے) اور مسیرت جو بیان فرمائی گئی ہے یہ مسیرت دو جنتوں کے درمیان میں واقع ہے دلیل اس کی اور **المرء مع من احب** کے دو معنی ہوسکتے ہیں ایک تو یہ کہ محبوب سے ملاقات میسر ہوجاوے گی گو اس کے برابر عمل نہ کرسکے بشرطیکہ اصل ایمان سلامت رہے اور دوسرے یہ معنی کہ محبوب کے قریب درجہ اور رتبہ حاصل ہوجاوے گا۔ گو اس جیسے اعمال نہ ہوں گے مگر حب فی اللہ تعالیٰ جو ایک بڑا عمل ہے اس کی برکت سے اس مرتبے کو پہنچ جاوے گا۔ ف۔ ظاہر معنی ثانی ہیں۔ وہو اوسع بالنظر الی رحمۃ اللہ تعالیٰ القویۃ العامہ۔ اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اعرابی کی آواز کا جواب مثل اس کے بلند آواز سے دیا تو احقر کے نزدیک حکمت اس میں تطییب قلب تھی بذریعہ موافقت کے کیونکہ وہ دیہاتی تھے۔ ان کا قلب اسی طرح خوش کیا جاسکتا تھا غایت تہذیب و وقار سے کام لینا وہاں مناسب نہ تھا اور ان صحابی کا غض صوت سے انکار کرنا اس کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ پیدائشی بڑی آواز والے تھے پس اپنے کو عاجز سمجھ کو اجمالی الفاظ میں انکار کردیا[1]۔

قولہ عن عبداللہ بن بسر قال نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن فقربنا(ص ۵۱۵) **الخ.** تصویر القاء نوی کی یہ ہے کہ سبابہ اور وسطی سے پکڑ کر آپ گٹھلی کو اس زمین پر ڈال دیتے تھے جو ان دونوں انگشت کے درمیان تھی[2] **قولہ عن عثمان بن حنیف ان رجلاضریر البصر** (ص ۵۱۵) الخ اگر کہا جائے کہ اس دعا تعلیم کرنے کے وقت تو آپ دنیا میں تشریف فرما تھے اس لئے خطاب کا صیغہ تو جہت یک اختیار کیا گیا تھا بعد وفات شریف یہ صیغہ کس طرح استعمال کیا جاسکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی تشریف فرما ہیں اور گو اس عالم سے بعد ہوگیا ہے (یا بطریق حکایت اس استعمال کو جائز رکھا جاوے۔ وہو ای القوی جامع) اور مگر رسول ہونے کی حیثیت تو اب بھی موجود اور حاضر ہے۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف کے بعد یہ دعا ایک شخص کو تعلیم کی تھی اور یہی خطاب کا صیغہ بعینہا بتلایا تھا کما اخرجہ اور یہ جو نئی روشنی کے لوگ ہیں انہوں نے بڑا غضب ڈھایا ہے۔ پچھلے دنوں میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ اس وقت میں لا الہ الا اللہ کان محمد رسول اللہ پڑھنا چاہئے۔ اور کلمہ معروف نہ پڑھنا چاہئے ملاحظہ کیجئے کہ کتنی بڑی شقاوت ہے کہ آپ کی رسالت ہی کو صرف آپ کی زندگی تک محدود کردیا اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ہمارے بڑے بھائی کی مثل ہیں اس سے زیادہ رتبہ نہیں ہے اور استدلال کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں **انما المؤمنون اخوۃ** اور ایک

---

[1] زادہ الجامع عفی عنہ [2] زادہ الجامع عفی عنہ

besturdubooks.wordpress.com

حدیث میں آیا ہے اخرجہ مسلم کہ آپ نے حاضرین سے فرمایا تم میرے صحابہ ہو اور میرے بعد اور مسلمان آنے والے ہیں جو میرے بھائی ہیں ان کے دیکھنے کو دل چاہتا ہے اور نیز عنقریب اسی کتاب میں گزرا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا یا اخی لاتنسنا الخ سو جاننا چاہئے کہ احادیث میں جو وارد ہوا ہے وہ صحیح ہے لیکن اس کا موقع استعمال یہ لوگ نہیں سمجھتے اور قرآن شریف میں جو انما المؤمنون الخ وارد ہے اس کا بھی محل ان لوگوں نے نہیں سمجھا اور قرآن و حدیث کا سمجھنا محاورات عربیہ جاننے پر موقوف ہے سنو۔ حدیث میں مومنین کو بھائی کہنا ایسا ہے جیسا کہ کوئی داروغۂ صفائی کسی بڑے حاکم کی آمد کے وقت کناسین سے یہ کہے کہ بھائی اچھی طرح صفائی کرو۔ فلاں افسر تشریف لاتے ہیں اب اگر اس کے جواب میں وہ لوگ بھی کہہ دیں کہ اچھا بھائی ابھی عمدہ صفائی کئے دیتے ہیں تو دیکھو ان کی کیسی سزا ملتی ہے کیونکہ ان کا یہ لفظ استعمال کرنا داروغہ کی نسبت سوءِ ادب ہے اور ان کے لئے داروغہ کا یہ لفظ استعمال کرنا شفقت ہے پس اسی طرح حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ لفظ ہمارے لئے ارشاد فرمانا آپ کی غایت شفقت اور ہمارے لئے نہایت فخر ہے اور ہمارا یہ لفظ عرض کرنا آپ کی جناب میں گستاخی ہے ہاں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں باپ کے لفظ کا استعمال مضائقہ نہیں۔ اور دیکھو باپ لڑکے کو بھائی کا لفظ کہے تو بے ادبی نہیں اور اس کے عکس میں سخت بے ادبی ہے اور قرآن مجید میں جو لفظ اخوۃ فرمایا گیا ہے وہاں اخوتِ اسلامی مراد ہے جو قدر مشترک ہے اور اطلاق ، لفظ میں وہاں ۔ بھی مراد نہیں بلکہ جہاں بے ادبی ہوگی وہاں اخ کے لفظ کا بولنا ناجائز اور اس کے عکس میں مباح ہوگا باب قولہ . عن عمر بن ابی سلمہ (۵۱۸) الخ حاصل حدیث کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے جس کام کی طلب اور دعا کی جاوے اس کو پہلے خوب غور سے سمجھ لینا چاہئے کیونکہ بعضے شی مطلوب موجب وبال ہو جاتی ہیں مثلاً کسی شخص کو ایک ہزار روپے مل جاویں اور وہ اس کا متحمل ہو نہیں سکتا تو دیکھئے کہ اس کا کیا انجام ہوگا خدا جانے کہاں کہاں بے موقع صرف کرے گا اور کس کس کی تحقیر کرے گا پس اپنے لئے خوب غور کر کے دعا مانگنی چاہئے۔

ف۔ اور وجہ اس تنبیہ کی یہ ہے کہ یہ تو ضرور نہیں ہے کہ غیر مفید اور مضر اشیاء مانگتے ہیں۔ نہ ملتیں پس یہ ان کے وبال سے بچا رہے اور جب مل جاویں گی اور ملنے کا سبب ہوگا۔ اس کی دعا اور وہ اشیاء اس کے لئے مضر ہوں گی تو اس نے اپنے اختیار سے مصیبت اور وبال خریدا۔ اور مسلمان کو اپنے ہاتھوں ہلاک ہونا یا مصیبت میں مبتلا ہونا جائز نہیں کہ خسارۂ دارین کا سبب ہے۔ (زادہ الجامع عفی عنہ) باب. حدثنا ابو داؤد (۵۱۸) الخ چھوٹی اور تھوڑی سی چیز مانگنے سے بھی دینے والے کی شفقت مانگنے والے پر بڑھ جاتی ہے۔ اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی آدمی بڑا ہو کر بھی اپنے باپ سے مثلاً ایک پیسہ مانگے تو باپ اس بیٹے سے بہت خوش ہوگا کیونکہ وہ سمجھے گا کہ اب بھی اس کے دل میں میری ایسی ہی وقعت ہے اور اسی درجہ کا مربی خیال کرتا ہے جیسا کہ بچپن میں تصور کرتا تھا اسی طرح حق تعالیٰ خوش ہوتے ہیں کہ یہ بندہ ہم سے بے تکلف ہے اور اس قدر متوجہ ہے کہ بڑے کام میں ہماری طرف تو کیوں توجہ نہ کرتا چھوٹے کام میں بھی ہمارے غیر کی طرف رجوع نہیں کرتا اور نہ اپنے کو مستغنی سمجھتا ہے پس چھوٹی بڑی حاجتیں سب حق تعالیٰ ہی سے پیش کرنی چاہئیں اور یہ خیال نہ کرے کہ حق تعالیٰ کی شان اعلیٰ اور ارفع ہے یا میری شان کے خلاف ہے کہ معمولی اشیاء طلب کروں کہ اول تو شان کی وجہ سے چھوٹی چیز نہ مانگنا۔ توجہ کاملہ

besturdubooks.wordpress.com

الی اللہ تعالیٰ کے خلاف ہے نیز اس میں یہ بھی وسوسہ ہوسکتا ہے کہ چھوٹے کام کے لئے پھر کس سے عرض کریں۔ یا خود کو اس کام کے لئے مستبعد مستقل بالذات ہونے کا خیال ہو اور دونوں امر باطل ہیں اور اپنی شان کے خلاف سمجھنا اور چھوٹی شئے خدا تعالیٰ سے طلب نہ کرنا۔ یہ بڑا سخت تکبر ہے فافہم۔

ابواب المناقب

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قولہ عن واثلۃ بن الاسقع الخ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنا نسب بیان فرمایا ہے اور اس کی مدح کی ہے۔ اس میں آپ کا کوئی دنیوی نفع نہیں ہے اور آپ کو کیا غرض ہے جو اس کا اظہار کرتے بلکہ اس میں زیادہ امت کا نفع ہے۔ امت کا اور دینی نفع آپ کا بھی ہے کہ مخالفین کے قلب میں آپ کی وقعت ہو اور امت کے لئے اس کا نافع ہونا ظاہر ہے اور دوسرا نفع امت کا یہ ہے کہ اپنے مقتدیٰ کے اندر جس قدر بھی کمالات ہوں ظاہری و باطنی مقصود بالذات اور مقصود بالغیر وہ محبت کا سبب ہو جاتے ہیں اور جس قدر محبت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر مربی سے فیض زیادہ ہوتا ہے۔ **باب قولہ عن عبداللہ بن عمرو وارجوان اکون اناھو** (ص ۵۲۰)۔ یہ خوف و رجاء ایسی چیزیں ہیں کہ آپ کے لئے بھی تجویز کی گئیں اور یقین نہیں دلایا گیا کہ وہ مقام آپ ہی کو عطا ہوگا۔ ف۔ لیکن کلام ملوک کا بصورتِ رجاء ہوتا ہے اور مراد اس سے تیقن ہوتا ہے۔ صرح بہ العلامۃ الزمخشری فی الکشاف اور دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ آپ نے بطریق تواضع بجائے تیقن کے رجاء کا لفظ استعمال فرمایا ہو گویا آپ شرما گئے اس وجہ سے کہ اس بڑے درجے کے قابل اپنے کو نہیں سمجھا ہو مشاہد فی محاورتنا ایضا فافہم[1]

قولہ عن ابن عباس ص ۵۲۰ الخ حبیب بروزن فعیل ہے اور یہ وزن بمعنی فاعل و مفعول دونوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور یہاں دونوں معنی صحیح ہیں اور خلیل اور حبیب میں یہ فرق ہی ہے کہ خلیل تو خود رضا جو ہوتا ہے اور حبیب کی رضا مطلوب ہوتی ہے۔ یعنی حضرت ابراہیمؑ تو طالب رضائے مولیٰ تھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طالب رضا حق تعالیٰ ہیں چنانچہ آپ سے خطاب فرماتے ہیں۔ **فلنولینک قبلۃ ترضھا** اور دوسری جگہ فرماتے ہیں..... **ولسوف یعطیک ربک فترضی**۔ ف۔ خلیل خلۃ بمعنی حاجت سے ماخوذ ہے پس خلیل اپنی استیفاء حاجت کے لئے محبوب سے تعلق رکھتا ہے اور محب محبت مطلق رکھتا ہے یعنی لاالغرض اور محبوب کی رضا کا طالب محب ہوتا ہے کذا فی الحاشیہ عن اللمعات یہاں پر مقصود نہیں ہے کہ نعوذ باللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت حق تعالیٰ سے بلاغرض نہ تھی بلکہ یہاں پر دونوں لفظوں میں فرق بتلانا مقصود ہے کہ حبیب کا لفظ اعظم ہے خلیل کے لفظ سے اور بے غرضی کے بھی بہت سے درجات ہیں ہمارے حضرت کی بے غرضی اعلیٰ پیمانہ پر تھی اور دونوں لفظوں میں فرق ہونا اور حبیب کا افضل ہونا سیاق حدیث سے نیز آپ کی افضلیت ثابتہ بالدلیل سے ثابت ہے۔[2]

---

[1] زادہ الجامع عفی عنہ [2] زادہ الجامع عفی عنہ

besturdubooks.wordpress.com

باب ماجاء في ميلاد النبي صلى الله عليه وسلم قوله عن المطلب (۵۲۰) الخ اس حدیث میں ان صحابی کا طائر کی بیٹ دیکھنا صاف منقول ہے بعضوں نے جو گمراہ ہیں ان طیر کا انکار کیا ہے اور طیر کے معنی میں تاویل کی ہے۔ف۔ اکبر کا لفظ دو معنے میں استعمال ہے جو باعتبار عمر کے بڑا ہو اس پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے اور جو باعتبار رتبے کے عظیم ہو اس پر بھی پس صحابی نے حسن ادب کی وجہ سے یہ موہم لفظ سوال کے جواب میں اختیار نہ کیا بلکہ اصل جواب تو اقدم کے لفظ سے دیا جو اکثر زیادہ عمر والے کے معنی میں معروف ہے گو کبھی زیادہ رتبے والے پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اکبر قرار دیا۔ بمعنے اکبر رتبہ کے فافہم ۱۲...... باب قوله حتى توضؤا من عند آخر هم (۵۲۲) یعنی توضوا حال کونہم الی آخر ہم ای کلہم قد توضوا۔ باب قوله. عن علقمة عن عبدالله انكم تعدون الآيات عذاباً وانا كنا نعدها بركة (۵۲۲) الخ۔اس اثر کے مطالب مختلف بیان کئے گئے ہیں مگر میں جو سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہم ان امور کو برکت شمار کرتے ہیں اور اگر اب کہیں ایسا ہو جاوے تو تم لوگ (والظاهر انه خطاب للتابعين ۱۲ جامع) یہ سمجھو کہ عذاب اتر آیا ہے۔(حقائق مخفی رہنے اور قلت علم وعمل سے ایسا خیال پیدا ہو جاتا ہے۔جامع) اور واقعی اگر کھانے میں سے تسبیح کی آواز سنائی دے تو اکثر لوگ کھانا چھوڑ کر بھاگ جاویں اور سمجھیں کہ اس میں کوئی جن ہے۔

باب. ماجاء في صفته النبي صلى الله عليه وسلم. قوله. سال رجل البراء (ص۵۲۳) الخ تلوار کے ساتھ تشبیہ کا اس لئے انکار کیا کہ لوہا کتنا ہی صاف کیا جاوے تاہم اس میں کچھ کدورت باقی رہ جاتی ہے نیز تلوار لانبی ہوتی ہے۔اور آپ کا چہرہ مبارک نہایت صاف مستدیر تھا۔لانبا چہرہ حسین نہیں ہوتا ہے پس قمر کے ساتھ تشبیہ صحیح ہوگئی۔ باب. حدثنا ابو جعفر محمد بن حسين ص ۵۷۷ الخ اس حدیث میں جو مکلثم وارد ہوا ہے جس کا ترجمہ المدور الوجہ کیا گیا ہے۔سو یہ صحیح نہیں لے۔ کہ چہرہ مبارک بالکل گول نہ تھا بلکہ کچھ گوشت بھرا ہوتا تھا اور اٹھا ہوا تھا اور دلیل اس کی یہ ہے۔وکان فی الوجہ تدویر او کان مستدیراً۔

باب قوله عن جابر بن سمرة الخ (ص۵۲۴) طویل شق العین کا ترجمہ یہ ہے۔آنکھ کا گڑ الساتھا

باب قوله ص ۵۲۴ عن جابر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال عرض على الانبياءؑ ص ۵۲۵ الخ حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت حسین وجمیل شخص تھے اور ان کی صورت میں حضرت جبریل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دوبار دیکھا ہے ایک بار دنیا میں جب کہ آپ ان کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے تھے اور دوسری بار سدرہ میں دیکھا تھا کما مر فی کتاب التفسیر اور وہاں آپ نے ان کو اچھی طرح دیکھ لیا تھا کیونکہ وہ عالم ملکوت ہے اور وہاں پر ملائکہ کو بے تکلف دیکھ سکتے ہیں اور دنیا عالم ناسوت ہے یہاں ملائکہ کو نہیں دیکھا جا سکتا مگر بطریق خرق عادت اسی وجہ سے یہاں آپ کو تحمل نہ ہو سکا اور خوب اچھی طرح دیکھا۔

لے مکلثم کے معنی شفاء میں قصیر الذقن نقل کیا ہے اور اسی کو بعض نے مدور الوجہ سے تعبیر کیا ہے۔مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ بالکل نہ تھا کہ ٹھوڑی مبارک چھوٹی ہو بلکہ مناسب تدویر لئے ہوئے تھا۔اس تحقیق کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مکلثم کی نفی درست ہے۔ر۔ق۔ ۲ے قاضی عیاض فرماتے ہیں اشکال العین کی یہ تفسیر صحیح نہیں یہ سماک راوی کا وہم ہے وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت یہ نہیں آتی کہ آپ کی مبارک آنکھوں کا گھڑا طویل ہو اور لغت میں بھی یہ معنی نہیں پایا جاتا۔صحیح معنی یہ ہے کہ آنکھوں میں معمولی سرخی تھی جو سیاہ آنکھوں میں بڑی خوبصورت لگتی ہے۔جمع الوسائل عبدالقادر

besturdubooks.wordpress.com

اور وجہ اس امر کی کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت میں آتے تھے یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے پاس آیا کرتا ہے تو اچھے کپڑے پہن کر اور خوشبو لگا کر اور ضروری زینت کر کے آتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محبوب الٰہی ہیں۔ آپ سے بڑھ کر کون ہے اس لئے آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام اس صورت میں آتے تھے اور اگر اصلی صورت میں آتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھبراتے کہ کہیں عذاب نہ لائے ہوں مثلاً کوئی کوتوال وردی وغیرہ پہن کر کسی کے پاس جاوے تو وہ شخص گھبرا جاوے گا کہ یہ باضابطہ حاکم آیا ہے خدا خیر کرے اور جو اپنے عہدہ کا لباس نہ پہنے بلکہ سادے طور پر آوے تو کچھ اندیشہ نہ ہوگا اور سمجھا جاوے گا کہ ملنے کے لئے آئے ہیں۔

مناقب ابی بکر الصدیق ﷺ

باب. قوله. عن علي رضي الله تعالیٰ عنه قال كنت مع رسول الله (۵۲۵) اذ طلع ابوبکر و عمر رضي الله تعالیٰ عنه (ص ۵۲۶) الخ لا تجزيهما اس لئے فرمادیا کہ اس مضمون کو راز سمجھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی قدر کریں اور خوب یاد رکھیں جب حضرات شیخین کو کوئی برا کہے اس وقت ان کے فضائل بیان کریں چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی کیا کہ جب لوگ ان کو شیخین پر فضیلت دینے لگے تب انہوں نے ان کے فضائل بیان کئے اور یہ کہا کہ جو یہ ناشائستہ حرکت کرے گا اس کے اسی درے لگاؤں گا اور یہ ان کا اجتہاد تھا کہ اس کا ارتکاب میں حضرات شیخین کی توہین ہوتی ہے اس توہین کی سزا اسی درے تجویز کئے واخرج ہذا الاثر۔

باب. عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها ان النبي صلى الله عليه وسلم قال مروا ابا بكر (ص ۵۲۷) الخ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس خیال سے یہ تدبیر کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز نہ پڑھاویں۔ اس لئے کہ مجھے معلوم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مرض سے شفا نہ ہوگی۔ اور اس حالت میں اگر میرے باپ نے نماز پڑھائی تو حضور کے بعد لوگ کہیں گے کہ ان کا کیسا منحوس قدم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ آیا کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز نہ پڑھا سکے اور وصال فرما گئے۔ اخرجہ (بخاری شریف ص ۶۳۹) ج ۲)

فائدہ: اگر کہا جائے کہ یہ احتمال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کیوں نہ نکالا کہ (ہرچہ برخود مپسندی بردیگراں مپسند) تو جواب یہ ہے کہ وہ چونکہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باپ تھے اور ان سے علاقہ ضرائر تھا۔ اس علاقہ کے غلبہ میں یہ خیر خواہی ذہن میں نہ رہی یا یہ خیال کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرد قوی اور سخت ہیں ان کی نسبت لوگوں کا کچھ کہنا دشوار ہے بخلاف حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ وہ رقیق القلب متحمل ہیں نیز یہ بھی خیال محتمل ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل لوگوں کو پہلے سے معلوم تھے۔ اور اس وجہ سے خلافت کا احتمال بھی ضرور ہوگا پس ابھی سے ان پر نظریں پڑتی ہوں گی اس لئے ان پر لوگوں کی طعنہ زنی کا زیادہ اندیشہ تھا بخلاف کسی ایسے شخص کے جس کی خلافت کی پہلے سے امید نہ ہو۔ زادہ الجامع ۱۲۔

باب قوله۔ عن ابي هريرة (۵۲۷) الخ سب دروازوں سے داخل ہونے کی یہ مثال ہے کہ جیسے آفتاب نکلتا ہے اور

besturdubooks.wordpress.com

سب کے حجروں میں پھیل جاتا ہے حالانکہ وہ آفتاب خود ایک ہی ہے اور جب نکل جاتا ہے تو سب کے حجروں سے روشنی جاتی رہتی ہے حالانکہ قاعدہ اس امر کا مقتضی ہے کہ ایک کے دروازے میں داخل ہو۔ اور باقی میں نہ ہو اور اسی طرح خروج کا حال ہے لیکن بجائے اس کے یکبارگی دخول ہوتا ہے۔ اور یکبارگی خروج اسی طرح آپ دفعتاً سب دروازوں سے داخل ہو جاویں گے اور فلاسفہ اس بات کے قائل ہیں کہ اگر ایک جسم مغرب میں ہو اور دوسرا مشرق میں ہو۔ دونوں کا ہیولیٰ ایک ہے اس بناء پر کہ وہ لوگ عنصریات کا ہیولیٰ ایک ہی ثابت کرتے ہیں اور اسی طرح عنصریات کا ہیولیٰ ایک بتلاتے ہیں پھر بڑے افسوس کی بات ہے کہ جب روح کے ساتھ ایک مادہ کثیف یعنی جسم ہے اور پھر بھی باوجود کثافت کے دونوں کا ہیولیٰ ایک ہے اور مطلق روح جو کہ بالکل لطیف ہے بہت سے اجسام میں ظہور نہ کرے اور اس کو محال سمجھا بلکہ یہ ظہور بالکل سہل ہے۔ اسی طرح سے حق تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح مبارک کو بہت سی صورتوں میں ظاہر فرمائیں گے۔ اور ایک ایک وقت میں سب دروازوں سے داخل ہوں گے اور یہ صورت تقریب الی فہم الاذکیا ہے اور عوام کو یوں سمجھنا چاہئے کہ جنت میں چند درجے ہیں اور دروازے ہیں تو جو شخص سب سے زیادہ درجہ والا ہوگا وہ تمام دروازوں سے گزر کر جنت میں جاوے گا اور جو مثلاً اس سے کم درجے کا ہوگا وہ آخر سے پچھلے دروازے تک جاوے گا اور جو اس سے کم درجہ کا ہوگا وہ اس سے پچھلے دروازے تک جا سکے گا آگے نہ بڑھ سکے گا۔

مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

باب قوله. سمعت بريدة يقول خرج رسول الله عليه وسلم في بعض مغازيه ص ۵۲۹ الخ

اگر کہا جائے کہ جناب رسول اللہ کے تشریف لانے کے سرور کی وجہ سے دف بجانا خصوصاً نذر کے بعد مستحب ہے اور وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی تھی اور پھر اس کو کار شیطانی فرمایا اس کی کیا وجہ؟ احقر کے ذہن میں بلا تفکر جو بے تکلف اس کا سبب وارد ہوا وہ یہ ہے کہ گو بوجہ ایفائے نذر کے آپ نے اس فعل کی اجازت دے دی لیکن فی الحقیقت یہ فعل لہو تھا اور اگر وہ چاہتیں تو کسی عبادت کی نذر کر سکتیں تھیں اور وہ نذر بہمہ وجوہ محمود ہوتی اصل کے اعتبار سے بھی۔ اور عارض کے اعتبار سے بھی اور یہ نذر بوجہ عارض محمود ہو گئی لیکن باعتبار اصل کے تو مذموم ہی ہے پس اس اعتبار سے آپ نے اس کو کار شیطانی فرمایا اور ناپسند فرمایا۔ زادہ الجامع ۱۲ قولہ عن عائشة الخ ص ۵۲۹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجہ اس فعل[1] کے مباح ہونے کے خود بھی دیکھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی دکھلایا اور گو یہ فعل لہو تھا مگر مباح تھا اور لہو ہی ہونے کی وجہ سے اس کو شیاطین کی طرف گویا منسوب کیا گیا اس طرح کہ جو شیاطین جن و انس وہاں جمع تھے ان کا فرار بیان کیا گیا اور امر مباح کو شیطان کی طرف منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کبھی شیاطین امر مباح میں مشغول کر کے طاعات سے باز رکھتے ہیں اور غفلت میں ڈال دیتے ہیں اور اس کا وقوع غیر ضروری امور میں مشغول ہونے سے ہوتا ہے اور شیاطین کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھاگنا اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں برقرار رہنا ایسا ہے جیسا کہ چور کوتوال سے بھاگتا ہے اور بادشاہ سے نہیں بھاگتا۔

فائدہ: یہاں سے یہ سمجھنا چاہئے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرف مثل بادشاہ کے توجہ نہ تھی۔ بلکہ

---

[1] حبشہ کا رقص وتلعب مراد ہے ۱۲

besturdubooks.wordpress.com

آپ کو توجہ تھی مگر آپ پر ترحم غالب تھا پس آپ حلیم وکریم حاکم تھے بخلاف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ وہ کوتوال شدید مزاج تھے۔ اس لئے ان کے اثر باطنی سے شیاطین پر اثر ہوا۔ اور وہ بھاگ گئے۔ اور بادشاہ اپنا کام پولیس کا کوتوال کے سپرد کر چکتا ہے اس لئے پھر اس میں دخل نہیں دیتا کہ پولیس کے متعلق خاص سامان کی حاجت ہے جو کوتوال کے سپرد ہوتا ہے۔ بخلاف امر بالمعروف کے کہ قدرت کی حالت میں اس کا ہر شخص مامور بہ ہے جبکہ کسی دوسرے سے ادا نہ ہو سکے اور اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پاس تشریف فرماتے اور کوئی تھا نہیں۔

قوله. عن قتادہ ان انس بن مالک حدثهم ان رسول الله صلی الله علیه وسلم صعدا احدًا. الخ
میرے نزدیک پہاڑ کے ہلنے کی یہ وجہ ہے کہ اس کو اس امر کا اندیشہ ہوا کہ کہیں بار امانت خداوندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے میرے سپرد نہ کی جاوے اور پہلے سے بھی ڈرا ہوا تھا جبکہ امانت زمین وآسمان (مع مافیہا من الجمادات والنباتات والحیوانات) پر پیش کی گئی تھی اور ان سب نے انکار کر دیا تھا۔ پس اس وجہ سے اس پہاڑ نے حرکت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا فرمایا کہ تو مت گھبرا ہم اس امانت کو پورے طور پر اٹھائے ہوئے ہیں۔

فائدہ: اور یہ بھی محتمل ہے کہ وہ پہاڑ بوجہ سرور قدوم ان حضرات کے متحرک ہوا ہو۔ لیکن اس تحرک میں چونکہ ان حضرات کو طبعی اضطراب ہوتا تھا اس لئے یہ حرکت بے ادبی تھی۔ پس آپ نے اس کو ہدایت کی کہ تیرے اوپر بڑے بڑے لوگ ہیں ایسی بے تکلفی اور بے ادبی نہ کر (۱۳ از ادہ الجامع ۱۲)

مناقب: عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ الخ ص ۵۳۰

قوله عن عبدالرحمن بن خباب ما علی عثمان ما عمل بعد هذه ص ۵۳۱ الخ یہاں سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ آپ کے لئے گناہ مباح ہو گئے بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر اس کار خیر کے بعد کوئی گناہ ہو جائے گا تو معاف کر دیا جائے گا اور اہل بدر کی شان میں جو وارد ہوا ہے۔ (کما مر) لعل اللہ اطلع علی اہل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم۔ تو اس میں غفرت لکم فرمایا گیا ہے رخصت لکم نہیں فرمایا گیا۔ سو یہ میری تقریر کا مؤید ہے یعنی مغفرت ہو جائے یا ابتداً خواہ بعد توفیق توبہ اور گناہ جائز نہ ہوگا۔ قولہ۔ عن انس الخ یہ حدیث حجت ہے بیعت عثمانی و بیعت علی الغیب کی جو مشائخ میں مروج ہے مثلاً کوئی شخص حاضر نہ ہو سکا۔ اس کو خط وغیرہ کے ذریعہ سے بیعت کر لیا یا خود کسی شیخ نے توجہ فرمائی اور بغیر فرمائش بیعت کر لیا اور پھر اس کو اطلاع کر دی جبکہ اعتماد ہو کہ وہ شخص اس بیعت سے مسرور ہوگا (اور اس کا حق ادا کرے گا۔ ط) یہ سب صورتیں بیعتِ عثمانی میں داخل ہیں۔

مناقب: ص ۵۳۳) علی ابن ابی طالب رضی الله تعالیٰ عنه : قوله صلی الله علیه وسلم وهو ولیّ کل مومن من بعدی. اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ مجھ سے تو لوگوں کو تعلق ہے ہی میرے بعد (حضرت علی) اس کے مستحق ہیں کہ ان سے دوستی کی جاوے اور ولی کے معنی دوست کے ہیں۔

باب قوله: عن حبشی بن جنادۃ قوله ولا یؤدی عنی الا انا او علی ص ۵۳۴
یہ قصہ اس زمانے کا ہے جبکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے حج کرانے کو مکہ معظمہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ

besturdubooks.wordpress.com

تعالیٰ عنہ کو بھیجا تھا اور پھر آپ کے بعد نقضِ صلح کے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجویز فرمائے گئے اور اس کا سبب یہ تھا کہ جاہلیت میں نقضِ عہد یا خود اصل آدمی سے قبول ہوتا تھا یا اس کے قریب قرابت دار سے اس لئے آپ نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کام کے لئے تجویز فرمایا تھا اور روافض نے جو وجہ اختراع کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اس کام کے انجام دینے کی قابلیت نہ تھی اس لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجویز کئے گئے تھے۔ سو یہ وجہ بالکل لغو اور باطل ہے کیونکہ سورۃ براۃ کی ایک آیات کا سنا دینا کونسی بڑی بات تھی جس کو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انجام نہ دے سکتے تھے اور آپ کا مدبر اور فہم ہونا بھی ظاہر ہے۔

باب قوله صلی الله علیه وسلم انا دار الحکمة وعلی رضی الله تعالیٰ عنه بابها (۵۳۴)

حکمت سے مراد ولایت ہے یعنی آپ سے استفاضۂ ولایت کرنا چاہئے کہ آپ کے ذریعہ سے لوگوں کو میری ولایت تک رسائی حاصل ہو سکتی ہے اور اس امر میں آپ کی تخصیص کی یہ وجہ ہے کہ آپ کو اس فن میں خاص کمال حاصل تھا اور آپ کی یہ کیفیت تھی کہ جب کبھی آپ کا جی گھبراتا تھا کنوئیں میں منہ جھکا کر مضمون بیان کرتے تھے۔ اور پانی خون ہو جاتا تھا اور اوپر تک آ جاتا تھا اور مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ اگر میں چاہوں تو سورۃ فاتحہ کی تفسیر سے اونٹ پر کر دوں اس قدر آپ کا علم وسیع تھا۔

باب قوله. عن ابی سعید رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لعلیؓ یا علی لایحل لاحدان یجنب الخ (۵۳۵)

وجہ اس کی یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دروازہ مسجد کی جانب کھلا ہوا تھا۔ دروازے سے نکلنے کا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ اس لئے عبور فی حال الجنابۃ کی اجازت دی گئی تھی اور اب بھی کہیں ایسا ہی موقع ہو۔ تو یہ حکم وہاں بھی ہوگا اور فی ہذا المسجد اسی علت کی طرف مشیر ہے یعنی چونکہ یہاں ضرورت ہے آمد ورفت کی اس لئے یہاں اجازت دی جاتی ہے اور دوسری جگہ مجھے اور تم کو دونوں کو کسی مسجد میں جنابت کی حالت میں عبور جائز نہیں ہے اور حضرت صدیق اکبر کا دروازہ بھی مسجد ہی کی جانب کھلا ہوا تھا اور ان کو بھی عبور کی اجازت تھی کیونکہ حاجت ان کو بھی تھی گو ان کو حاجت کم تھی اس لئے ان کو ان کے دو مکان تھے ایک متصل مسجد ایک کسی قدر فاصلے پر مسجد سے تھا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ خطاب کے وقت موجود تھے اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود نہ تھے اس لئے محاورۃ ومخاطبۃ میں ان کو خاص کیا گیا۔

فائدہ: اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں جو حدیث گزری ہے ان کی کھڑکی کے سوا مسجد کی جانب اور کسی کی کھڑکی باقی نہ رکھی جائے تو وہاں پر بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی خاص احتیاج ہوگی اس لئے یہ حکم آپ کے ساتھ مخصوص کیا گیا۔ زادہ الجامع ۱۲

باب قوله. صلی الله علیه وسلم لعلی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ (۵۳۵) الخ

بعض لوگوں نے اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت اول پر استدلال کیا ہے اس طرح کہ جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلیفہ ہوئے۔ اسی طرح آپ کی خلافت بھی بحکم تشبیہ کے ہونا

besturdubooks.wordpress.com

ضرور ہے مگر یہ استدلال باطل ہے اس لئے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات میں ہو چکی تھی پھر خلافت ہارونی کہاں متحقق ہوئی اور میرے نزدیک بے تکلف معنے حدیث کے یہ ہیں کہ جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وزیر تھے اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر ہیں۔

باب قوله. عن ابن عباس ان النبی صلی الله علیه وسلم امر بسد الابواب الاباب علی رضی الله تعالیٰ عنه (۵۳۵)

اس سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باب میں بھی وارد ہو چکا ہے کہ ان کی کھڑکی کے سوا نخ اور میرے نزدیک دونوں حصر حقیقی ہیں پہلے آپ نے ایک صاحب کے واسطے فرمایا ہوگا پھر دوسرے صاحب کے واسطے فرمایا اور دوسری صورت میں پہلے صاحب کو مستثنیٰ منہ میں شامل ہی نہیں فرمایا۔ کیونکہ وہ تو مستثنیٰ ہو ہی چکے تھے پس دونوں جگہ حصر حقیقی ہے۔

باب قوله. عن ابن عباس قال اول من صلے علی (۵۳۵)

پہلے نماز پنج وقتی فرض نہ تھی۔ بطریق متنفل پڑھ لی جاتی تھی۔ **والدلیل علیه انما العلماء مجتمعون علی ان فرض الصلوٰة الخمس کان لیلة الاسراء**۔ اور بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قبل طلوع شمس اور قبل غروب نماز فرض تھی چنانچہ اکثر سورتوں میں قبل طلوع الشمس وقبل الغروب واقع ہے اور فرضیت نماز کی بطریق شفقت کی گئی ہے تاکہ لوگ حسنات سے محروم نہ رہیں کیونکہ بطریق تطوع تو پڑھنا بہت دشوار تھا اس لئے حق تعالیٰ نے نماز فرض کر دی تاکہ مجبوراً اس فریضہ کو ادا کریں اور ثواب کے مستحق ہوں اس سے بڑھ کر کیا شفقت ہوگی کہ طالب کو رغبت نہیں مگر مطلوب کشش فرماتے ہیں۔

باب قوله. عن عدی بن ثابت عن زربن حبیش عن علی رضی الله تعالیٰ عنه (ص ۵۳۵) الخ

حضرت عدی بن ثابت اتباع تابعین میں سے ہیں اور رجال جماعت سے ہیں (کما یتحصل من تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۶۵) اور ان کا یہ فرمانا انا من القرن الخ اس غرض سے تھا کہ لوگ ان کی حدیث کا اعتبار کریں۔ وکان امام مسجد الشیعة کما فی تہذیب التہذیب (ج ۷ ص ۱۶۵) اور دعاء خیر القرون کے لئے کہیں نظر سے نہیں گزری غالباً انہوں نے ان فضائل کو جو خیر القرون کی شان میں وارد ہوئے ہیں مجازاً دعا پر محمول کیا ہے اس علاقہ سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے یہ ازمنہ بابرکت ہوگئے جیسے کہ آپ دعا فرماتے اس وقت اجابتِ دعاء کے سبب بابرکت ہو جاتے۔

مناقب ابی محمد طلحة رضی الله عنه

قوله. قال جابر بن عبدالله الخ.

میرے نزدیک یہاں شہید کے معنی فانی فی اللہ تعالیٰ کے ہیں۔

باب قوله. عن جابر قولهٗ من یاتینا بخبر القوم. الخ (۵۳۶)

یہاں قوم سے مراد کفار ہیں زادہ الجامع ۱۲

باب قوله. عن هشام بن عروة قال اوصی الزبیر الی ابنه الخ

besturdubooks.wordpress.com

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال بطریق قتل یوم جمل میں ہوا۔ (کمافی تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۱۹) اور اوصے کے معنی یہاں قال کے ہیں

مناقب عبدالرحمٰن (۵۳۶) الخ

اسباب میں ترمذی نے کسی حدیث کی تحسین یا تصحیح نہیں کی البتہ جامع صغیر میں اسباب میں ایک حدیث کی تصحیح کی ہے ولفظه **عشرة فی الجنة النبی فی الجنة وابوبکر فی الجنة و عمر فی الجنة وعثمان فی الجنة وعلی فی الجنة وطلحة فی الجنة والزبیر بن العوام فی الجنة وسعید بن مالک فی الجنة وعبدالرحمٰن بن عوف فی الجنة وسعید بن زید فی الجنة . رواہ الامام احمد فی مسندہ وابوداؤد فی سننه وابن ماجه فی سننه والضیاء المقدسی فی المختارۃ عن سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنه مرفوعا واسنادہ صحیح**

اور دوسری حدیث کی تصحیح کنز العمال میں کی ہے۔ رواہ **احمد والضیاء عن سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنه مرفوعا باسناد صحیح بلفظ ابوبکر فی الجنة وعمر فی الجنة وعثمان فی الجنة وعلی فی الجنة والزبیر فی الجنة وعبدالرحمٰن بن عوف فی الجنة وسعد بن ابی وقاص فی الجنة وسعید بن زید فی الجنة وابوعبیدۃ بن الجراح فی الجنة.** ان دونوں حدیثوں میں وہ سب اسماء موجود ہیں جن کو ترمذی نے اسانید مختلفہ سے روایت کیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ علاوہ ذات مقدسہ نبویہ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے گیارہ حضرات مبشرہ بالجنۃ ہیں۔

باب. عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان یقول ان امرکن الخ (۵۳۷)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ آپ حی ہیں اور نکاح قائم ہے ورنہ جو مردہ ہوتا ہے اور نکاح منقطع ہو جاتا ہے۔ اس کو ازواج کی فکر نہیں رہتی۔

فائدہ: جس شوہر کو اپنی زوجہ سے غایت محبت ہوتی ہے اس کو ضرور اس امر کا خیال ہوتا ہے کہ دیکھئے میرے بعد ان کا کیا حال ہوگا اور یہ حال اس کا اس صورت میں جبکہ اس کو یہ معلوم ہو کہ میرے بعد یہ نکاح نہ کریں گی۔ بہت ظاہر ہے اور جب کہ یہ معلوم ہو کہ نکاح کرلے گی تب بھی یہ خیال ضرور ہوگا کہ خدا جانے اس کو کوئی مرضی کے موافق شوہر ملے یا نہ ملے گو رقابت کی وجہ سے ناگواری بھی ہوگی مگر محبوب کی تکلیف کا خیال ضرور ہوگا نیز وقت غم کا تو وقتِ حیات ہے اس کو ممات سے کیا۔ علاقہ فلا یصح به الاستدلال علی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (لیکن یہ استدلال بطور نکتہ مویدہ کے یقیناً درست ہے جبکہ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل صریحہ موجود ہیں۔ (ط) اور یہ غم حضور کا باقتضائے طبعی تھا ورنہ آپ کا توکل اور رجاء اس غم کی ہرگز اجازت نہیں دیتی سبحان اللہ حق تعالیٰ کی ذات تمام تغیرات سے پاک ہے دیکھئے کہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ کو باوجود اس کمال توکل ورجاء کے بھی یہ خیال گزرا اور اس خیال میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ازواج مطہرات کو آپ کی شفقت و وفاداری ظاہر ہو جاوے اور آپ نے حضرات امہات المومنین کی خدمت کی رغبت دلائی جس سے اس فعل کا مسنون ہونا

besturdubooks.wordpress.com

ثابت ہو مگر صرف ان لوگوں کے لئے جن کے متعلقین ایسے ہوں جو ان کے اہل وعیال کی خدمت کو غنیمت کبریٰ سمجھتے ہوں تا کہ تذلیل اپنے نفس کی اور اپنے اہل وعیال کی لازم نہ آوے۔

باب. قوله. كنت عند ابن زياد فجئي برأس الحسين . الخ ص ۵۴۰

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ظاہری ایک خاص مصلحت سے نہیں ہوئی اور وہ یہ ہے کہ عام لوگوں کے دل میں آپ کی وقعت کچھ کم ہو جاتی البتہ ایک خفیف شہادت ظاہری بھی آپ کو عطا کی گئی یعنی آپ کو یہود یہ نے زہر دیا تھا اور اس کے اثر سے وفات شریف ہوئی۔ کما اخرجہ البخاری پھر شہادت کاملہ ظاہر السبب حضرت امام حسین علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور شہادت خفی السبب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائی گئی اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی ان دونوں شہادتوں سے تکمیل فرمائی گئی۔

فائدہ: اور شہادت باطنیہ تو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بلکہ تمام اولیاء کرام کو حاصل ہے۔ کیونکہ قتیل محبت شہید ہے اور اسی حاشیہ میں من عشق خوف الخ گزر چکا ہے۔ پس عشق الٰہی کا قتیل تو بطریق اولیٰ اس اجر کا مستحق ہوگا اور حکمت مذکورہ فی عدم شہادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ خدشہ ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نبی تھے اور ان کی شہادت ہوئی چنانچہ حدیث میں ہے۔

عن ابن عباس قال اوحى الله الى محمد صلى الله عليه وسلم انى قد قتلت بحيى بن زكريا سبعين (الفاً كما فى اللآلى وانى قاتل بابن بنتك سبعين الفاً وسبعين الفاً رواه ابو نعيم اخبرنا به ابو عبدالله بن حبيب بن ابى ثابت عن ابيه عن سعيد بن جبير عن ابن عباس. (كما فى تهذيب التهذيب (ج۲ ص ۳۰۴) قلت ذكر الحديث فى اللالى بتخريج الى كم ثم قال. قال الذهبى فى مختصر المستدرك انه على شرما مسلم.

مگر اس کا یہ جواب ہو سکتا ہے کہ ان پر نبوت ختم نہ تھی اس لئے شان نبوت کا اس قدر محفوظ رکھنا ضرور نہ تھا بخلاف نبوت احمدیہ کے وہ خاتم النبوۃ ہے پس اس میں ذرا سا ابہام بھی عدم وقعت کا مناسب نہیں۔ ولا نحتاج الی ابداء الحکمۃ، اور ایک حکمت یہ بھی ہے کہ آپ کے مراتب چونکہ نہایت عالی تھے اس لئے آپ پر مصائب کا بھی ہجوم ہوتا تھا اور ظاہر ہے کہ ایسے محبوبوں کا قتل کس درجہ آپ پر شاق تھا۔ پس یہ ابتلاء تھا۔ ولہ لما جئ برأس عبیداللہ بن زیاد الخ (ص ۵۴۰)

قال فى المرقاة قال المؤلف) اى مؤلف المشكوٰة) هو عبيدالله بن عبدالله بن زياد وهوالذى سيد الجيس لقتل الحسين وهو يومئذ امير الكوفة ليزيد بن معاويه رضى الله تعالىٰ عنه قتل بارض الموصل على يد ابراهيم بن مالك بن اشتر الخفى فى ايام المختار بن عبيد سنة ست وستين ۵ ا وفى شرح الاحياء قال ابن عبدالبر فى التمهيد عن بعضهم ان يزيد لم يامرهم بقتله رضى الله تعالىٰ عنه وانما امرهم بطلبه اوبأخذه وحمله اليه فهم قتلوه من غير حكمه وقد ذكر شيخ الاسلام ابن تيميه فى كتاب الفرقان بين اولياء

besturdubooks.wordpress.com

الرحمٰن واولیاء الشیطن ماحاصله ان جمیع مایذکر فی ذٰلک لم یثبت وان قتله رضی الله تعالیٰ عنه کانؔ من رأی عبیدالله بن زیاد اھ۔

مناقب عبدالله بن مسعود ص ۵۴۳

قوله. عن عبدالرحمٰن بن یزید الخ.

حتی یتواری منافی ہےیہ اس لئے بڑھایا تاکہ معلوم ہوجاوے کہ خصائل نبویہ کا ان میں اس قدر امتزاج ہوگیا تھا کہ جس کا اثر برابر ظاہر ہوتا تھا اس طرح کہ ہم دیکھتے تھے یہاں تک کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر میں داخل ہوجاتے تھے اور جس شخص میں کسی خصلت کا اثر پورا نہیں ہوتا ہے تو اس کا ظہور کسی وقت ہوتا ہے کسی وقت نہیں۔تلون رہتا ہے۔اور کقد علم المحفوظون سے خواص صحابہ مراد ہیں۔کانہم حفظون عن الخطاء فی البصیرۃ۔زادہ الجامع ۱۲

مناقب زید بن حارثہ ﷺ ص ۵۴۴

قوله فی ثلاثه الآف الخ.

اس عبارت میں فی کو زیادہ کرنا۔اس لئے ہے کہ ساڑھے تین ہزار راوی کو متیقن نہیں ہیں۔اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ اس رقم کے اندر اندر آپ نے وظیفہ مقرر کیا تھا اس سے زیادہ نہ تھا جیسا کہ ہمارے محاورے میں بھی بولا جاتا ہے کہ مثلا بیس روپے کے اندر اندر قیمت میں یہ چیز خریدلو یعنی اس سے زیادہ قیمت نہ ہو یا تو اسی قدر رہو یا اس سے کم ہو۔زادہ الجامع ۱۲

مناقب اسامۃ بن زید ﷺ ص ۵۴۵

قوله. صلی الله علیه وسلم ثم علی ابن بی طالب الخ

مطلب یہ ہے کہ چونکہ پہلا سوال اس امر کا تھا کہ آپ کو غیر قرابت میں کون زیادہ محبوب ہے اس کا جواب آپ نے فرمادیا۔اس کے بعد خاص اہل قرابت رجال کا حال بیان فرمایا جن میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقدم فرمایا اور غیر اہل قرابت رجال میں کوئی بہت خاص نہ تھا اس لئے صرف حضرات اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کفایت کی اور حضرت اسامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد صاحب کو چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کیا تھا اور باپ پر احسان گویا فرزند پر احسان ہے اس لئے آپ نے انعم الله علیه وانعمت علیه کے خطاب سے ان کو یاد فرمایا۔زادہ الجامع ۱۲

مناقب عبدالله بن عباس ص ۵۴۵

قوله وعالی الخ. قلت اخرج الامام احمد بسند لاباس به مرفوعا فی تهذیب التهذیب (ج ۵ ص ۲۷۹) اللهم فقهه فی الدین وعلمه التاویل اھ

ا۔ اقول لایخفیٰ ما صدر من یزید من الافعال القبیحة مثل مافعله باهل مکه ومدینه وظلم اهل الحرمین واستحل من عترة رسول الله صلی الله علیه وسلم ماحرمه الله ولم یاخذ الثار من ابن زیاد ولم یعزله ولذالم یتوقف بعض الاکابر فی لعن یزید کالتفتاز انی والسیوطی وخفی بغداد العلامه الالوسی . انظر مفسر سورۃ محمد من روح المعانی عبدالقادر)

besturdubooks.wordpress.com

مناقب عبداللہ بن الزبیر ص ۵۴۵

قولہ عن عائشہ الخ: آپ نے فقط چراغ دیکھنے سے یہ نہیں معلوم کیا کہ یہ واقعہ ہوا ہے بلکہ کوئی اور قرینہ بھی ضرور ہوگا گو راوی نے اس کو ذکر نہیں کیا۔ (زادہ الجامع ۱۲)

مناقب انس بن مالک ﷺ ص ۵۴۶

قولہ عن ام سلیم انها قالت یا رسول اللہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ خادمک الحدیث

یہ تعلق زیادت توجہ کے لئے بتلایا ورنہ آپ کو معلوم ہی تھا۔ یہاں سے استدعا کے وقت اس نوع کے تعلقات کا اظہار مسنون ہونا ثابت ہوا کہ یہ حدیث تقریری اس پر دال ہے۔ (زادہ الجامع)

قولہ قلت لابی العالیۃ سمع انس الخ ص ۵۴۶

عام فوا کہ سال میں ایک بار پیدا ہوتے ہیں ان میں یہ خاص صفت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے پیدا ہوگئی تھی کہ سال میں دوبار پیدا ہوئے تھے اور ریحان معمولی وجہ کی خوشبودار چیز ہے آپ کی دعا کی برکت سے اس میں مشک کی خوشبو پیدا ہوگئی تھی۔

مناقب ابی ھریرۃ ﷺ ص ۵۶

قولہ۔ عن ابی الربیع الخ فجمعه علی قلبی کے یہ معنی ہیں کہ اس کپڑے کو میرے دل کے مقام پر لگا دیا یعنی ضم معہ۔

قولہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بتمرات الخ ص ۵۴۷ فانه انقطع کے یہ معنی ہیں کہ وہ توشہ دان حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن کٹ گیا اس طرح کہ جس کام کے لئے موضوع تھا اس کام کا نہ رہا۔ (زادہ الجامع ۱۲)

قولہ۔ عن عبداللہ بن رافع الخ ص ۵۴۷۔ یہ بزرگ تابعی مولیٰ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اما تفرق منی اس لئے فرمایا کہ تم ایسی بے تکلفی کی بات دریافت کرتے ہو جو موہم استہزاء کو ہی کیا تم کو میرا ادب نہیں ہے حالانکہ اہل علم وفضل کا ادب لازم ہے اور اظہار علم وفضل ضرورت کے لئے تھا کہ لوگ اہل علم کو تمسخر کا ذریعہ نہ بنالیں تکبر کی وجہ سے نہیں تھا۔ (زادہ الجامع ۱۲)

مناقب البراء بن مالک ﷺ ص ۵۴۸

قولہ۔ صلی اللہ علیہ وسلم کم من اشعث الحدیث

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قصداً کوئی شخص کسی قرینہ سے اپنے کو ایسے لوگوں میں شمار کرکے کسی امر پر قسم کھا بیٹھے اور اس کی قسم پوری ہوجاوے یعنی اس کا وعدہ نہیں ہے گو موافقت تقریری سے ایسا ہوجاوے اور اس صورت میں دو غلطیوں کا ارتکاب ہوگا۔ ایک تو یہ کہ اپنے کو بڑا اور مقرب عنداللہ تعالیٰ سمجھا جو عجب اور گناہ ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

اور دوسری غلطی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے نام کی صورۃً بے حرمتی کی کیونکہ ابراز قسم کی اس کو کیا خبر ہے۔ احتجابا لغیب ایسا ارتکاب کیا اور اس کا بھی گناہ ہونا ظاہر ہے سو یہ مطلب حدیث کا یہ نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جوش توکل میں اتفاقاً واضطراراً کوئی شخص کسی جائز امر پر حلف کرے تو حق تعالیٰ اس کو پورا فرمادیں گے بشرطیکہ حکمتِ خداوندی کے یہ ابرار نا مناسب نہ ہو۔ فافہم حق الفہم۔ (زادہ الجامع ۱۲)

مناقب سهل بن سعد ﷺ ص ۵۴۸

یہ صحابی انصار میں سے ہیں۔ امام ترمذی نے دو حدیثیں ان کی قوم کی فضیلت میں روایت کیں جن کے عموم میں یہ بھی داخل ہوگئے۔ اور ان کے والد بزرگوار بھی صحابی ہیں۔ (زادہ الجامع ۱۲)

باب ماجاء في فضل من راى النبي صلى الله عليه وسلم وصحبه . ص ۵۴۸

قوله. صلى الله عليه وسلم لاتمس النار الخ.

اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ ان حضرات کو رؤیت کی برکت سے گناہوں سے حق تعالیٰ بچالیویں گے۔ اور جو کبھی کوئی لغزش ومعصیت ہو جاوے گی تو توبہ کی توفیق ہو جاوے گی اور جو لغزش معصیت نہ ہو وہ ظاہر ہے کہ مضر نہیں۔ اور صحابہ کے بارے میں تو یہ مسئلہ مسلّم بالاجماع ہے اور تابعین کے باب میں بھی مستبعد نہیں اور اگر کسی تابعی کا واقعہ اس کے خلاف ثابت ہو کہ مثلاً ان کا خاتمہ فسق پر ہوا ہو تو جواب یہ ہوگا کہ یقینی حالت کسی کے خاتمہ کی نہیں معلوم ہوسکتی ممکن ہے کہ انہوں نے توبہ کرلی ہو اور لوگوں کو معلوم نہ ہوا ہو اور جو کوئی بری علامت ظاہر ہوئی ہو وہ کفارہ معصیت ہو۔ اس لئے گمان سوء خاتمہ کا جائز نہیں ان حضرات کے حق میں کیونکہ ان کی فضیلت خاصہ حدیث میں وارد ہوئی ہے۔ اور احتیاط بھی ہے اس لئے کہ معنے حدیث کے جو بیان کئے گئے قطعی نہیں ہیں کیونکہ یہ بھی احتمال ہے کہ حدیث کا یہ مطلب ہو کہ جو گناہ ہوں گے ان کی مغفرت ہو جاوے گی خواہ توبہ کی توفیق ہو یا نہ ہو البتہ دیگر مسلمانوں میں بظاہر کسی کا خاتمہ خراب ہو تو لوگوں کو فعل بد سے ترہیب کے لئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ دیکھو فلاں شخص یہ حرکات کرتا تھا اس کا یہ انجام ہوا کیونکہ عام مسلمین کی کوئی فضیلت خاصہ نہیں وارد ہوئے اور موسیٰ بن ابراہیم اور یحییٰ بن حبیب اس حدیث کی وجہ سے اس فضل کے مستحق نہیں ہیں کیونکہ اس حدیث میں صرف صحابہ وتابعین کی فضیلت بیان کی گئی ہے البتہ حدیث ذیل میں اتباع تابعین کی فضیلت بھی ہے گو یہ مضمون نہیں ہے جو ترمذی کی اس حدیث میں ہے **فقدروی مسلم عن هريرة مرفوعا خير امتي القرن الذي بعثت وفيه ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم** (الحدیث) پس ان دونوں حضرات کا امیدوار ہونا محض رجاء ہے جس کا مبنیٰ کوئی خاص نہیں ہے۔

باب في من سب اصحاب النبي ﷺ

قوله عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رايتم الذين يسبون الخ

اس حدیث سے ایک ادب اور سلیقہ معلوم ہوا کہ برا کام کرنے والے سے اس غلق سے خطاب کرے جس میں امر بالمعروف بھی ہو جاوے اور وہ شخص بھڑکے بھی نہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

فائدہ: نیز خود فاعل معین پر لعنت نہ کرے کہ ممکن ہے کہ وہ تائب ہوجاوے تو ایک نیت کو خدا تعالیٰ کی رحمت سے گویا دور کرنا ہے۔ هکذا عللوا ولایخفیٰ ضعفه فان الالعن یلعن فی حال ارتکابه الفعل الذی هو ممنوع لافی حال صلاحه ثم غاية الاحتياط الاالمنع وعدم الجواز۔ اور احقر کے نزدیک وجہ عدم جواز لعنت عاصی معین کی یہ ہے کہ لعنت بددعا ہے دین کے بارے میں اور کسی شخص کو خواہ کافر ہو یا فاسق ایسی بددعا دینا منع ہے جس سے اس کا دینی ضرر ہو جس کا خاتمہ کفر پر یقینی ہو اس کے لئے بددعا مضائقہ نہیں ولا یکشف ذلک الاللبی واما مافی الحاشية عن المرقاة عن الاشباه کل کافر تاب فتوبته مقبولة فی الدنیا والآخرة بسب النبی اوبسب الشیخین اواحدهما اه فهو ضعیف جدًا کمالایخفی علی الفطن الماهر فی القران والحدیث والفقه. (زادہ الجامع ۱۲)

باب ماجاء فی فضل سیدتنا فاطمه رضی اللہ تعالیٰ عنها

قوله عن المسور بن مخزمه الخ:

اس باب میں علماء نے گفتگو کی ہے کہ حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حیات میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسرا نکاح جائز تھا یا نہیں اور محقق یہ ہے کہ فی نفسہ تو جائز تھا مگر چونکہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ امر گراں ہوتا اور آپ کو کلفت ہوتی اس وجہ سے منع تھا کیونکہ آپ کو ایذا دینا حرام ہے اور جو امر مؤدی الی الحرام ہو وہ خود حرام ہے۔

فائدہ: علت جو حدیث میں ذکر کی گئی ہے اس میں تامل کرنے سے حضرت والا کی تقریر بہت صاف نظر آتی ہے۔ ۱۲ جامع

باب مناقب اهل بيت النبی ﷺ

قوله عن عائشة ام المؤمنين رضی اللہ تعالیٰ عنهاقالت مارأیت احدًا

مشکوٰۃ میں بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔

سالتها (ای فاطمه) عما سارک قالت ماکنت لانشی علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سره فلما توفی قلت عزمت علیک بمالی علیک من الحق لما اخبرتنی قالت اما الان فنعم

پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ راز نبوی بعد وفات نبوی ذکر کیا تھا اور آپ کی حیات میں بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس بات کے متعلق دریافت کیا گیا تھا مگر آپ نے بتلانے سے انکار کر دیا تھا۔ ترمذی کی روایت مختصر ہے۔

قوله. عن عمروبن العاص ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم استعمله علی جیشن الخ

حضرت عمرو بن العاص ایک مقام فتح کر کے تشریف لائے تھے کما اخرجہ۔ ترمذی میں ہے کہ غزوہ ذات السلاسل میں حضرت عمرو بن عاص کو امیر بنایا اھ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی امارت میں تھے اس لئے ان کو حضرات شیخین پر افضل ہونے کا شبہ ہوا کذا قال الشیخ عبدالحق فی اللمعات (۷۶۱) اس لئے انہوں نے خیال کیا کہ میں حضور

besturdubooks.wordpress.com

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خاص محبوب ہوا ہوں گا اس وجہ سے انہوں نے دریافت کیا تھا۔

فائدہ: في الحاشية زاده الشيخان قلت ثم من قال عمر فعد رجالا فسكت مخافة ان يجعلني في آخرهم ا ه

سفر بمقتضائے بشریت ان کے دل میں یہ قصد ہوا جو مبنی بر حب جاہ ہے یا یوں کہا جاوے کہ ان کو یہ تو معلوم ہی تھا کہ میں کسی درجہ میں محبوب ہوں پھر اگر آپ سب سے آخر میں ان کا نام بھی لیتے تو کیا فائدہ ہوتا تحصیل حاصل لازم ہوتی اور یہاں نصب الرجال الی رسول اللہ حضرت ابوبکر اور نصب النساء الیہ حضرت عائشہ مذکور ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور نصب الرجال حضرت علی ذکر کئے گئے ہیں سو جاننا چاہئے کہ جہات فضل مختلف ہیں مراد یہ ہے کہ حضرت فاطمہ اولاد ہیں سب سے زیادہ محبوب اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواج میں سب سے زیادہ محبوب ہیں اور یہ بھی معلوم کرلینا ضرور ہے کہ اولاد سے اور طریق کی محبت ہوتی ہے اور ازواج سے دوسرے طریق کی اسی طرح جس قدر بھی تعلقات ہوتے ہیں ان میں سے ہر تعلق کے اعتبار سے لذت اور محبت جداگانہ ہوتی ہے۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

قوله. عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت حسدت امرأة الخ:

بظاہر حسد سے مراد غبطہ ہے اور ماتزوجنی الخ اس لئے بڑھادیا کہ زندگی میں ضرہ پر جس قدر بھی حسد بالمعنے المعروف یا بمعنے غبطہ ہو زیادہ عجیب نہیں ہے بخلاف اس کے کہ موت کے بعد ہو۔ سو اس عبارت سے حسد وغبطہ کی شدت جتلانا مقصود ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔

قوله. عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم قال حسبک الخ.

یعنی یہ حضرات عورتوں میں بہت بڑی کاملہ ہیں ان ہی کے کمال کے ذکر پر کفایت کرو کہ ان کے رتبے کی اور عورتیں نہیں گزریں۔ گو بعض ہی اعتبارات سے یہ فضل ہو۔ زادہ الجامع عفی عنہ فی فضل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

قولہ۔ عن عکرمۃ الخ۔ میرے نزدیک یہ سجدہ بوجہ خوف کے تھا کہ حضرت ام المومنینؓ کی موجب ذہاب فیوض وبرکات ہے اور ایسے مواضع پر حق تعالیٰ کی جناب میں تضرع کرنا مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے غضب سے محفوظ رکھیں اور کچھ جبر مافات حسب حکمت فرمادیں۔

فضل الانصار وقريش. قوله عن ابي طلحه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقرء قومک.

حدیث یہ حضرت ابوطلحہ انصاری ہیں۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔

قوله. في اى دور الانصار خير.

قولہ۔ کالرامی بیدیہ اس کے معنی یہ ہیں کہ گویا آپ نے سب انصار کو اپنے ہاتھوں میں جمع کرلیا ہے اور پھر علیحدہ کر کے سب کی مدح فرمائی اور قبض اصابع جمع کی طرف اشارہ تھا اور اس میں مصلحت یہ ہوسکتی ہے کہ آپ کی برکت سے یہ حضرت مشرف ہوئے اور خیر حاصل کی۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔ قولہ۔ عن ابی سعید الخ۔ یہ حضرت سعد بن عبادہ ہیں جیسا کہ بخاری میں

besturdubooks.wordpress.com

تصریح ہے اور یہ انصاری ہیں۔ کما فی حاشیۃ البخاری۔ (زادہ الجامع ۱۲)

باب . ماجاء فی فضل المدینۃ

قولہ. صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ فی مسجدی۔ اس مسئلے میں بڑی تفصیل ہے اور لصیا والسنن میں مذکور ہے۔ زادہ الجامع عفی عنہ۔ قولہ. عن جریر بن عبداللہ الخ تفرد بہ ابوعامر یہ کنیت غالباً فضل بن موسیٰ کی ہے مگر تقریب میں ان کی کنیت ابوعبداللہ لکھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم زادہ جامع عفی عنہ۔ فی تقصیف وبنی حنیفہ۔ قولہ عن عمران الخ۔ ان قبائل کو (یہ تقریر اس نسخہ کے مطابق ہے جس میں بکرہ ہے اور ایک نسخے میں بکرمہ ہے جس کے معنی تعظیم کرنے میں۔ عبدالقادر) مکروہ سمجھنا اس اعتبار سے تھا کہ ان میں بعض لوگ نامعقول تھے اور جن قبائل کی مدح فرمائی ہے وہ باعتبار اکثر کے ہے یعنی غالب اور اکثریت ان میں اچھے لوگ تھے۔

ف: برائی تھوڑی سی بھی ہو تو عرفاً قبیلہ کا قبیلہ بدنام ہو جاتا ہے اور بھلائی جب ہی مشہور ہوتی ہے جبکہ اکثر لوگ اس قبیلہ میں اچھے ہوں اور وجہ یہی ہے کہ عقلاً شے مذموم تھوڑی سی بھی ناگوار ہوتی ہے اور بھلائی کا اعتبار جب ہوتا ہے جبکہ بھلائی کی عادت ہو جاوے۔ یہی مبنے عرف کا ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔ قولہ عن ابی ھریرۃ ان اعرابیاً الخ۔ امراء اور اصحاب ہمت اور حوصلہ والے لوگ کسی کو اس نیت سے کچھ نہیں دیا کرتے کہ ہم کو اس سے زیادہ یا اس ہی کا بدلہ دیا جاوے اور مفلسین کم حوصلہ لوگوں کا یہی قصد ہوتا ہے کہ ہم کو مکافات میں زیادہ ملے اس لئے آپ نے اصحاب ہمت لوگوں کو مستثنیٰ کر دیا ہے کہ ان کا بدلہ قبول کرلوں گا۔ یہ تو میں امیر نہ تھیں مگر صاحب ہمت وحوصلہ تھیں۔

ف: قال العراقی ورجالہ ثقات کذا فی شرح الاحیاء اور اگلی حدیث میں جو کانوا اصابوا بالغابۃ مذکور ہے سو غابہ ایک مقام ہے مدینہ کے قریب جہاں غزوہ واقع ہوا تھا۔ افادہ صاحب التقریر زادہ جامع عفی عنہ۔

الحمد للہ تعالیٰ عزوجل کہ حاشیہ ترمذی آج بتاریخ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۴۰ھ قبل عصر تمام ہو گیا۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

الثواب الجلی

تتمہ

المسک الذکی

من افادات

حکیم الامت، مجدد الملت

حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی

قدس سرہ العزیز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

○ باب ما جاء ان الماء لا ینجسہ شیء صفحہ ۲۹

قوله عليه السلام ان الماء طهور لا ينجسه شيء قلت في الحاشية الالف واللام للعهد [illegible]

[illegible] مالک

○ باب منه

قوله عليه السلام اذا كان الماء قلتين لم يحمل الخبث قلت في الحاشية وقال الطحاوي

من علمائنا انما لم نقل به [illegible] ثابت [illegible] الاعظم [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

○ باب في ماء البحر انه طهور ۔ صفحہ ۳۰

قوله [illegible] الانصاري [illegible]

○ باب ما جاء في سؤر الكلب

قوله عليه السلام [illegible] اذا ولغت فيه الهرة غسل مرة قلت فيه [illegible]

○ باب المسح على الخفين ظاهرهما صفحہ ۲۹

قوله قال محمد وكان مالك يشير بعبد الرحمن بن ابي الزناد قلت [illegible]

ابهم

○ باب في المسح على الجوربين والنعلين صفحہ ۲۹

قوله [illegible] قلت [illegible] الكتاب [illegible]

[illegible]

○ باب ما جاء في المسح على الجوربين والعمامة صفحہ ۲۹

قوله [illegible] الكتاب [illegible] الحديث

[illegible] قوله [illegible] قلت في الحاشية [illegible]

[illegible]

○ باب فيمن يستيقظ فيرى بللا ولا يذكر احتلاما صفحہ ۲۹

قوله [illegible] قلت [illegible] مالك [illegible]

[illegible]

[illegible] احتلام

○ باب في المذي يصيب الثوب صفحہ ۳۰

قوله [illegible]

[illegible]

○ باب في المني يصيب الثوب صفحہ ۳۰

قوله قال ابن عباس [illegible] قلت [illegible]

[illegible]

○ باب في الجنب ينام قبل ان يغتسل صفحہ ۳۰

قوله [illegible]

[illegible]

○ باب ما جاء في المستحاضة

قوله عليه السلام [illegible]

[illegible]

○ باب [illegible]

قوله [illegible]

[illegible]

besturdubooks.wordpress.com

باب في المستحاضة ص ٣٢

قوله عليه السلام [illegible] قلت أي وقت [illegible] الصلوة [illegible] قوله عليه السلام [illegible] لكل صلوة قلت فيه حجة لأبي حنيفة

باب ما جاء في مباشرة الحائض

قوله [illegible] قلت فيه حجة لأبي حنيفة رح

باب ما جاء في كم تمكث النفساء ص ٣٢

قوله كانت النفساء تجلس على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم أربعين يوما قلت [illegible] منه على أن الأقل غير مراد [illegible] المراد الأكثر

باب ما جاء [illegible] ص ٣٢

قوله عليه السلام [illegible] على الاستحباب

باب ما جاء في التيمم ص ٣٣

قوله [illegible] صلى الله عليه وسلم [illegible] التيمم للوجه والكفين قلت [illegible] كيفية التيمم وترك بيان [illegible] القرآن

باب ما جاء [illegible]

قوله [illegible] قلت [illegible] في باب [illegible] فصلا.

باب ما جاء في تأخير الظهر في شدة الحر ص ٣٣

قوله [illegible] قلت [illegible] الترمذي [illegible] الشافعي.

باب ما جاء في تعجيل العصر

قوله [illegible] قلت فيه حجة لأبي حنيفة رح

باب ما جاء في الوقت الأول من الفضل ص ٣٤

قوله عليه السلام [illegible] الوقت الأول [illegible] قلت [illegible] الحديث [illegible] في الأول [illegible] الوقت الأول [illegible] قلت [illegible]

باب ما جاء [illegible] ص ٣٤

قوله عليه السلام [illegible] قلت [illegible]

باب ما جاء [illegible] من الصلوة ص ٣٥

قوله [illegible] قلت [illegible] الحديث [illegible]

باب ما جاء في الرجل ينسى الصلوة ص ٣٥

قوله [illegible] قلت [illegible] الوقت المكروه [illegible] الخصوصية بالعصر.

باب ما جاء في الرجل تفوته الصلوات ص ٣٦

قوله ليس بإسناده بأس قلت [illegible]

باب ما جاء في الصلوة الوسطى أنها العصر

قوله [illegible] عن سمرة بن جندب قلت فيه سماع الحسن من سمرة

باب ما جاء في كراهية الصلوة بعد العصر وبعد الفجر ص ٣٦

قوله نهى عن الصلوة بعد الفجر حتى تطلع الشمس قلت فيه حجة لأبي حنيفة [illegible]

باب ما جاء في الصلوة بعد العصر ص ٣٦

قوله صلاهما بعد العصر قلت محمول عندنا على الخصوصية [illegible] كل يوم [illegible] الشافعي [illegible] السبب.

باب ما جاء في الصلوة قبل المغرب ص ٣٧

قوله عليه السلام بين كل أذانين صلوة قلت [illegible] عندنا [illegible] الدوام.

باب ما جاء فيمن أدرك ركعة من العصر قبل أن تغرب الشمس

قوله من أدرك من الصبح قلت [illegible] الصلوة [illegible] الصلوة.

باب ما جاء في الجمع بين الصلاتين ص ٣٧

قوله [illegible] الحديث قلت [illegible] الحديث [illegible]

باب ما جاء في الترجيع في الأذان ص ٣٨

قوله [illegible] عن أبي محذورة [illegible] قلت [illegible] حديث أبي محذورة [illegible]

باب ما جاء في الترسل في الأذان ص ٣٨

قوله [illegible] قلت [illegible] عبد المنعم [illegible] صاحب [illegible]

باب ما جاء أن من أذن فهو يقيم ص ٣٩

قوله [illegible] قلت [illegible] من أذن فهو يقيم قلت [illegible]

باب ما جاء في كراهية الأذان بغير وضوء ص ٣٩

قوله عليه السلام [illegible] قلت [illegible]

besturdubooks.wordpress.com

○ باب ما جاء في الاذان بالليل ص ۴۳

قوله رجا ماء تبتغي ان تؤذن قبل الفجر قلت فيه حجة للحنفية ان من رجل كان لا يعتد بأذانه فأمره ان يعيد ولم يصح منه اصل في ان الاذان قبل الفجر كفى۔

○ باب ما جاء في التسليل في الاذان ص ۴۴

قوله مسند كيا مثل ذلك هو ابن الجعفي قلت فيه من باب الجعفي وتعدد كيف۔

○ باب ما جاء في كراهية ان يأخذ المؤذن على الاذان اجرا

قوله عليه السلام واتخذ مؤذنا لا يأخذ على اذانه اجرا قلت فيه دليل للحنفية۔

○ باب منه

قوله عليه السلام مثل ما يقول المؤذن قلت من طول اليدين اي معرفة في وقته

○ باب منه ايضا

قوله في بعض النسخ ما زاد الله عبدا بعفو الا عزا قلت فيه تحقيق زيادة العبد عند الله رفيعة۔

○ باب في فضل صلوة الخمس ص ۵۳

قوله عليه السلام كفارات لما بينهن ما لم تغش الكبائر قلت كون الصلوات كفارات للصغائر والكبائر فالمعنى ان كونها كفارات يمحو الصغائر ويقيد بعدم غشيان الكبائر لانه لا يغشى الكبائر فلا يكون كفارة لها لكونها كفارة للصغائر ولعلها اكبر من ذلك فافهم۔

○ باب ما جاء في فضل الجماعة ص ۵۵

قوله عليه السلام على صلوة الفذ قلت فيه تصريح بكون الجماعة افضل ومنها وجوب الجماعة في الحديث الا تراه من اعلى فضيلة على الجميع۔

○ باب ما جاء فيمن سمع النداء فلا يجيب ص ۵۵

قوله عليه السلام ثم آمر رجلا يؤم الناس قلت فيه جواز الاستخلاف اذا ذهب الامام للحاجة في جماعة اخرى ثم يأتي۔

○ باب ما جاء في فضل الاستاذ والمؤمن في الجماعات ص ۵۵

قوله وقد روي هذا الحديث عن عبد الرحمن بن ابي عمرة عن عثمان مرفوعا وروي عن عمرة عن عثمان موقوفا قلت فلم يترجح الاضطراب فيه لانه يحتمل ان الراوي يرفعه مرة ويقفه اخرى تبعا على الصحابي۔

○ باب ما جاء في كراهية الصف بين السواري ص ۵۵

قوله كنا نتقي هذا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم قلت فيه النهي عن الصف بين السواري

○ باب ما جاء في الصلوة خلف الصف وحده ص ۵۵

قوله في حديث حسين ابيه عن ابي بكرة انه ركع دون الصف قلت فيه تصريح بان ابا بكرة زاد وان قوله في اخرها عند حديث البخاري عن ابي بكرة قلت في حديث البخاري في عدم الاعادة بصلوته لان النبي صلى الله عليه وسلم لم يأمره بالاعادة ولكن قال زادك الله حرصا ولا تعد الحديث۔

○ باب ما جاء في الرجل يصلي مع الرجلين ص ۵۹

قوله وذكر بعض الناس في اسماعيل بن مسلم من قبل حفظه قلت الا للتصرف فيه من جهة كثرة غلطه في الحديث باعتبار ضعفه في حفظه واما في الصدق والضبط فله حكم الجمال ان شاء الله تعالى كما هو عرف مشايخنا باعتبار شرطهم۔

○ باب ما جاء في الرجل يصلي ومعه الرجال والنساء ص ۶۰

قوله قال ابو عيسى حديث انس حديث صحيح قلت فالحديث فيه دليل على ان المرأة الواحدة تقوم خلف الامام وان الاحاديث وعلى ذلك اذا اجتمعت الرجال والنساء والصبيان صفوا كما قال النبي صلى الله عليه وسلم انما كان المقتدون اكثر من ثلثة وراثهم في حديث اكثر منهم

○ باب من احق بالامامة ص ۶۱

قوله في اكثر الاسناد وقدم احدهما وزادوا سنا قلت فيكون ان اباهم قبوله

○ باب ما جاء في تحريم الصلوة وتحليلها ص ۶۲

قوله عليه السلام تحريمها التكبير وتحليلها التسليم قلت فيه دليل على تعيين التكبير في التحريمة في ظاهر الاستدلال وفيه ان لا يدل على ما اختاره الحنفية۔

○ باب ما يقول عند افتتاح الصلوة ص ۶۴

قوله واما اكثر اهل العلم فقالوا قلت فيه عدم ثبوت الزيادة على سبحانك اللهم

○ باب ما جاء في ترك الجهر ببسم الله الرحمن الرحيم ص ۶۶

قوله سمعني ابي وانا اقول بسم الله قلت فيه حجة للحنفية۔

○ باب من رأى الجهر ببسم الله الرحمن الرحيم ص ۶۶

قوله وليس اسناده بذاك قلت فيه ضعف حديث الجهر بالتسمية

○ باب في افتتاح القراءة بالحمد لله رب العالمين

قوله يفتتحون القراءة بالحمد لله رب العالمين قلت فيه حجة للحنفية في عدم الجهر بالتسمية

○ باب ما جاء انه لا صلوة الا بفاتحة الكتاب ص ۶۷

قوله عليه السلام لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب قلت والقراءة كما في حديث عبادة في حق المنفرد والامام لا على المقتدي

○ باب ما جاء في التامين ص ۶۹

قوله واخطأ شعبة في مواضع من هذا الحديث قلت ومنه انه رجح رواية شعبة فانه ليس بمحكم في روايته بل لين فيه۔

○ باب ما جاء في السكتتين ص ۶۹

قوله السكتة الاولى اذا فرغ من قراءته قلت هو محمول على السكتة الاولى التي في قول اخر منهما اذا فرغ من القراءة وكرهتهما لم يطيل الا يليق على هذا فانه ليس بين الاولى بيان الاولى والثاني كونهما بعيدتين لم تعرف الا بالعدد وكان سكتة قصيرة بين الاولى

besturdubooks.wordpress.com

باب رفع اليدين عند الركوع ص٣٥

قوله لم يثبت حديث ابن مسعود قلت لا يضر قول ابن المبارك بعد ثبوته باسناد. قوله ثم لم يرفع يديه الا في اول مرة قلت فيه حجة للحنفية.

باب ما جاء في التسبيح في الركوع والسجود ص٣٥

قوله حديث ابن مسعود ليس اسناده بمتصل قلت فيه حجة لنا لان المرسل عندنا مقبول. قوله وما اتى على آية رحمة الا وقف وسأل قلت محمول على النوافل كما يدل حديث واذا ام احدكم فليخفف.

باب ما جاء في النهي عن القراءة في الركوع والسجود ص٣٥

قوله حديث ... قلت اول الحديث وانصت من ذلك نقصت من صلاتك.

باب منه آخر

قوله عليه السلام اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا لك الحمد قلت فيه حجة للحنفية في انقسام ... لان القسمة تنافي الشركة.

باب ما جاء في وضع الركبتين قبل اليدين في السجود ص٣٦

قوله اذا سجد احدكم فليضع ركبتيه قبل يديه قلت فلا فائدة لك ... بما في الباب ... قوله وروى همام عن عاصم هذا مرسلا قلت لا يضر لان زيادة الثقة مقبول.

باب آخر منه

قوله عليه السلام ... في الصلاة بروك الجمل قلت فيه حجة للحنفية.

باب ما جاء في السجود على الجبهة والانف ص٣٦

قوله عليه السلام اذا سجد العبد سجد معه سبعة آراب قلت ... الاقتصار على الانف وحده ... باجزائه.

باب ما جاء في كراهية الاقعاء بين السجدتين ص٣٦

قوله الاقعاء بين السجدتين قلت ... عن ابن عباس ... الاقعاء المنهي عنه ... وهو المروي عن العبادلة ... في الارض ... قلت والمستحب ... للحنفية.

باب منه ... ما جاء في كيف النهوض من السجود ص٣٦

قوله كان النبي صلى الله عليه وسلم ... في الصلاة ... قلت ... للحنفية و ... عن ابن الهمام ... الحديث الاول محمول على الكبر.

باب ما جاء في التشهد ص٣٦

قوله ... قلت فيه حجة للحنفية.

باب كيف الجلوس في التشهد ص٣٦

قوله افترش رجله اليسرى الخ قلت فيه حجة للحنفية والمالكية ... الاقتصار على ... الصلوة ... بل على ... جلسات ... وليعلم ان ... الكلام عليه ... في ... البيان.

باب منه ايضا ص٣٦

قوله واقبل بصدره ... على قبلته قلت ... البخاري ... على ...

باب ما جاء في التسليم في الصلوة ص٣٧

قوله انه كان يسلم عن يمينه وعن يساره خلافا لمالك ... وجه ... لكون ... لان الالتفات ...

باب ما جاء ان حذف السلام سنة ص٣٧

قوله ... التكبير جزم والسلام جزم قلت وهذا ... كسر ... الاول.

باب ما يقول اذا سلم ص٣٧

قوله لا يقعد الا مقدار ما يقول اللهم انت السلام ... قلت ... في ... الدعاء ... روايات الاخرى.

باب ما جاء في وصف الصلوة ص٣٧

قوله عليه السلام فان كان معك قرآن فاقرأ قلت فيه دليل الحنفية في عدم افتراض تعيين الفاتحة. قوله وكان هذا اهون عليهم من الاولى قلت صريح في مذهب الحنفية ان ترك الواجب يكون موجبا للنقصان لا للفساد. قوله ثم اقرأ بما تيسر معك من القرآن قلت صريح في مذهب الحنفية. قوله ... قلت ... بالنظر الى ... الصلوة ...

باب ما جاء في القراءة في الظهر والعصر ص٣٧

قوله انه قرأ في الظهر ... قلت ... للحنفية في القراءة بالظهر ... على ...

باب ما جاء في القراءة في صلوة العشاء ص٣٨

قوله سورة المنافقين قلت لم يرد ان سورة المنافقين ... الا وما ... سورة المنافقين ...

باب ما جاء اذا دخل احدكم المسجد فليركع ركعتين ص٣٨

قوله واستحب ... الرجل ... قلت ... محمول على الاستحباب والدليل عليه ... الا ...

باب ما جاء ان الارض كلها مسجد الا المقبرة والحمام ص٣٨

قوله وكان عامة روايته عن ابي سعيد قلت اي اكثر روايات محمد بن ... الواسطة عن ابي سعيد ... هذا ... بينه والواسطة ... ابي سعيد.

besturdubooks.wordpress.com

باب ما جاء في النوم في المسجد ص ٨٩

قوله كنا ننام على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم في المسجد ونحن شباب قلت محمول على الحاجة

باب ما جاء في كراهية البيع والشراء وانشاد الضالة والشعر في المسجد

قوله وانشاد الضالة قلت اي طلبها [illegible] في غير المسجد واما في المسجد فلا بأس بالانشاد [illegible] قوله قال محمد وقد سمع شعيب بن محمد من عبد الله بن عمرو قلت رواية عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده حجة عند البخاري [illegible] على الاصل كما تقرر في موضعه.

باب ما جاء في المسجد الذي أسس على التقوى

قوله قال هو هذا قلت يحتمل ان يكون [illegible] على عموم المسجد الذي أسس على التقوى مسجد النبي صلى الله عليه وسلم [illegible] ثابت [illegible] المسجد الذي أسس [illegible] على التقوى كان الذي [illegible] النبي صلى الله عليه وسلم [illegible] رسول الله صلى الله عليه وسلم [illegible]

باب ما جاء في الصلاة على البسط ص ٩٦

قوله عليه السلام يا ابا عمير ما فعل النغير قلت [illegible] وفيه اباحة صيد المدينة.

باب ما جاء [illegible] الصلاة [illegible] ص ٩٩

قوله [illegible] قلت والكلب والمرأة [illegible] بالحديث [illegible] الاقران.

باب ما جاء ان ما بين المشرق والمغرب قبلة ص ١٠١

قوله [illegible] قلت تضعيف الرجال [illegible] قوله [illegible] عبد الله بن المبارك [illegible] قلت [illegible] بين المشرق والمغرب

باب ما جاء في الامام ينهض في الركعتين ناسيا ص ١١١

قوله [illegible] ثم سجد [illegible] قلت [illegible] الحنفية [illegible] قوله [illegible] ثم سجد سجدتي [illegible] الحنفية [illegible] المسنونة [illegible]

باب ما جاء في مقدار القعود في الركعتين الاوليين ص ١١٢

قوله [illegible] قلت [illegible] مرسل [illegible]

باب ما جاء في الاشارة في الصلاة ص ١١٣

قوله فرد عليه اشارة قلت فيه ان الاشارة غير مفسدة.

باب [illegible] ص ١١٣

قوله [illegible] الطول [illegible] قلت [illegible] الطول [illegible]

باب ما جاء في كراهية مسح الحصى في الصلاة ص ١١٤

قوله عليه السلام ان كنت لابد فاعلا فمرة واحدة قلت [illegible] الصلوة [illegible] الضرورة.

باب ما جاء في [illegible] السلام ص ١٢١

قوله [illegible] صلى النبي صلى الله عليه وسلم [illegible] قلت [illegible]

باب ما جاء في [illegible] السلام والكلام

قوله [illegible] والكلام [illegible] الصلوة [illegible] قلت [illegible] الكلام في الصلوة [illegible] حديث [illegible] من حديث [illegible] اليدين.

باب ما جاء في التشهد في سجدتي السهو ص ١٢٢

قوله [illegible] قلت [illegible] التشهد في السهو [illegible] قلت اي بعد السجدة

باب ما جاء في القنوت في صلوة الفجر ص ١٢٣

قوله كان يقنت في صلوة الصبح والمغرب قلت منسوخ في المغرب اجماعا واما في الفجر فعند الحنفية كالمغرب

باب في ترك القنوت ص ١٢٤

قوله اي بني محدث قلت [illegible]

باب في نسخ الكلام في الصلوة ص ١٢٥

قوله فامرنا بالسكوت ونهينا عن الكلام قلت فيه نسخ الكلام في الصلوة [illegible] الكلام [illegible] السهو والنسيان.

باب ما جاء في الرجل يحدث بعد التشهد

قوله عليه السلام فقد تمت [illegible] قلت [illegible] وفيه دليل على عدم [illegible] السلام قوله عليه السلام [illegible] قلت [illegible] في عدم [illegible] السلام

باب ما جاء [illegible]

قوله قال ابو عيسى [illegible] حديث حسن صحيح قلت [illegible]

باب ما جاء لا صلوة بعد طلوع الفجر الا ركعتين

قوله عليه السلام لا صلوة بعد الفجر الا [illegible] قلت [illegible] بعد الفجر

باب ما جاء في من تفوته الركعتان قبل الفجر يصليهما بعد صلوة الصبح

قوله عليه السلام فلا اذا قلت [illegible]

باب ما جاء في اعادتهما بعد طلوع الشمس

قوله عليه السلام من لم يصل ركعتي الفجر فليصلهما بعد ما تطلع الشمس قلت [illegible] قوله [illegible] هذا الحديث [illegible] هذا الاسناد [illegible]

الصلوٰة وهو غير مفسر

باب ما جاء في الاربع قبل الظهر ص۱۳۰

قوله كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي قبل الظهر اربعا قلت ظاهره عدم الفصل بسلام وقد قيد الترمذي كونه بتسليمة وذكر مذهب من قال بالسلام في مقابلته

باب ما جاء في الركعتين بعد الظهر ص۱۳۰

قوله صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم ركعتين قبل الظهر قلت لعله صلى الله عليه وسلم صلى بهما في بيته والآن تحية المسجد او ترك الاربع احيانا بيانا لعدم فرضيته

باب ما جاء في الاربع قبل العصر ص۱۳۰

قوله يفصل بينهن بالتسليم قلت ظاهره والتشهد لا السلام بقرينة المؤمنين ويكون حجة للحنفية في فصلية الاربع كما فسره اسحاق بن ابراهيم۔

باب ما جاء انه يصليهما في البيت ص۱۳۱

قوله بعد المغرب قلت اقتصر عليهما احيانا اظهارا للسنية

باب ما جاء ان صلوٰة الليل مثنى مثنى ص۱۳۱

قلت المراد والتشهد على كل ركعتين۔

باب ما جاء في وصف صلوٰة النبي صلى الله عليه وسلم بالليل ص۱۳۲

قوله يصلي اربعا قلت ظاهره حجة للحنفية قوله ثم يصلي ثلثا قلت فيه ان الوتر ثلث

باب ما جاء ان الوتر ليس بحتم ص۱۳۵

قوله عليه السلام ان الله وتر يحب الوتر فاوتروا يا اهل القرآن قلت الامر للوجوب ولا يضر قول علي لانه لا ينافي عدم الفرض ولا يضر كونه مرسلا في رواية سفيان اصح منه لانه لا تعارض فلا ترجيح

باب ما جاء في كراهية النوم قبل الوتر ص۱۳۵

قوله عليه السلام فليوتر من اوله وقوله عليه السلام فليوتر من آخر الليل قلت الامر للوجوب في كلا الموضعين وهذا الاهتمام دليل الوجوب۔

باب ما جاء في الوتر بخمس ص۱۳۶

قوله لا يجلس قلت اي للسلام

باب ما جاء في الوتر بثلاث ص۱۳۶

قوله كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر بثلاث قلت فيه دليل للحنفية۔

باب ما جاء في القنوت في الوتر ص۱۳۷

قوله في قنوت الوتر قلت مطلق في السنة كلها۔

باب ما جاء في الرجل ينام عن الوتر او ينسى ص۱۳۷

قوله عليه السلام من نام عن الوتر او نسيه فليصل اذا ذكر واذا استيقظ قلت ايضا [illegible] دليل الوجوب قوله عليه السلام من نام عن وتره فليصل اذا اصبح قلت [illegible]

كما مر

باب ما جاء في مبادرة الصبح بالوتر

قوله عليه السلام بادروا الصبح بالوتر قلت ظاهره الوجوب۔ قوله عليه السلام اوتروا قبل ان تصبحوا قلت هذا ايضا كما مر قوله وسليمان بن موسى قد تفرد به على هذا اللفظ قلت لا يضر التفرد بعد كونه ثقة۔

باب ما جاء في الوتر على الراحلة ص۱۳۹

قوله رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر على راحلته قلت اذ ثبت وجوبها قبل [illegible] قبل الوجوب۔

باب ما جاء في الصلوٰة عند الزوال

قوله انه كان يصلي اربع ركعات بعد الزوال قلت يحتمل وجهين ان يكون نفلا مستقلا وان يكون سنة الجمعة

باب ما جاء في الاغتسال يوم الجمعة ص۱۴۲

قوله وقد علمت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر بالغسل قلت سكوت الصحابة من [illegible] اجماع منهم على عدم وجوبه

باب في الوضوء يوم الجمعة ص۱۴۳

قوله عليه السلام من توضأ يوم الجمعة فبها ونعمت قلت صريح في الندب۔

باب ما جاء في وقت الجمعة ص۱۴۴

قوله ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يصلي الجمعة حين تميل الشمس قلت فيه ان وقت الجمعة ما قبل الزوال لم يثبت [illegible]

باب ما جاء في الركعتين اذا جاء الرجل والامام يخطب ص۱۴۸

قوله في الحاشية بقوله عليه السلام لا صلوٰة والامام يخطب قلت فيه النهي عن الصلوٰة و الامام يخطب [illegible]۔

باب في الصلوٰة قبل الجمعة وبعدها ص۱۵۱

قوله عليه السلام من كان منكم مصليا بعد الجمعة فليصل اربعا قلت فيه الاربع بعد الجمعة

قوله انه كان يصلي قبل الجمعة اربعا قلت فيه الاربع قبل الجمعة

باب فيمن يدرك من الجمعة ركعة

قوله عليه السلام من ادرك من الصلوٰة ركعة فقد ادرك الصلوٰة قلت فيه من ادرك ركعة من الجمعة صلى الجمعة

باب في السواك والطيب يوم الجمعة ص۱۵۱

قوله اسماعيل بن ابراهيم التيمي يضعف في الحديث قلت فيه [illegible] ان اسماعيل بن ابراهيم التيمي ضعيف۔

باب في التكبير في العيدين ص۱۵۳

قوله سبع تكبيرات قبل القراءة قلت اي مع تكبيرة الركوع كما رواه عبد الرزاق [illegible] بهذا [illegible] شرح ابي الطيب [illegible]۔

besturdubooks.wordpress.com

باب في خروج النساء الى العيدين ص١٥٥

قوله عن عائشة قالت لو رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدثت النساء لمنعهن المسجد قلت فيه النهي عن خروج النساء الى المساجد.

باب التطوع في السفر ص١٥٥

قوله يصلون قبلها وبعدها قوله كان يتطوع في السفر قبل الصلوة وبعدها قلت الجمع بينهما الحمل على حالتين السير والمقام.

باب ما جاء في كم تقصر الصلوة ص١٥٦

قوله عن ابن عباس قال من اقام خمسة عشر يوما اتم الصلوة قلت اليه ذهب الحنفية قوله فصلى تسعة عشر يوما ركعتين ركعتين قلت لا ينتهض حجة لانه لا يعلم حال النية.

باب ما جاء في التطوع في السفر ص١٥٧

قوله عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم كان لا يتطوع في السفر قبل الصلوة ولا بعدها وروي عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم انه كان يتطوع في السفر قلت وجه الجمع بينهما الحمل على حالتي السير والمقام قوله وهي وتر النهار قلت فيه حجة على ان الوتر ثلث من غير فصل بينها.

باب ما جاء في صلوة الاستسقاء ص١٥٨

قوله لم يخطب خطبتكم هذه قلت بل كان اكثره الدعاء قوله كما كان يصلي في العيد قلت معناه مثلها في العدد والجهر بالقراءة.

باب كيف القراءة في الكسوف ص١٥٩

قوله لا نسمع له صوتا قلت اليه ذهب الحنفية قوله وجهر بالقراءة فيها قلت تأويله ان عادته صلى الله عليه وسلم كان الجهر بآية او آيتين احيانا.

باب ما جاء في صلوة الخوف ص١٦١

قوله ان النبي صلى الله عليه وسلم صلى صلوة الخوف قلت به الحنفية والمالكية قالت الحنفية وكل ما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم في صلوة الخوف فهو جائز قلت نقل [illegible] من الشيخ ان كل ذلك جائز والكلام في الاولى.

باب ما جاء في سجود القرآن ص١٦١

قوله منها التي في النجم قلت فيه السجدة في المفصل.

باب ما جاء في السجدة في النجم ص١٦٣

قوله والمشركون قلت لحضرة النبي صلى الله عليه وسلم وهذا اثبات التصرف.

باب في السجدة في ص ص١٦٤

قوله عليه السلام ومن لم يسجدها فلا يقرأها قلت فيه دليل على وجوب السجدة.

باب ما جاء في زكوة البقر ص١٨٣

قوله عن [illegible] قلت هو عبد الله [illegible] ان يقال ان قوله عن عبد الله بن زيد عن ابيه قوله سألت ابا عبيدة هل تذكر من عبد الله شيئا قال لا قلت هذه العبارة يناسب ما مر قبل من قول ابي عبيدة بن عبد الله لم يسمع من ابيه.

باب ما جاء في كراهية اخذ خيار المال في الصدقة ص١٨٣

قوله عليه السلام فان هم اطاعوا لك بذلك قلت استدل به على عدم كون الكفار مخاطبين بالفروع وفيه نظر وفيه الدليل على ان الشرط [illegible] قوله تؤخذ من اغنيائهم وترد في فقرائهم قلت فيه دليل على عدم جواز اعطاء الزكوة للغني.

باب ما جاء في صدقة الزرع والثمر والحبوب ص١٨٥

قوله ليس فيما دون خمسة اوسق صدقة قلت في [illegible] الخ [illegible]

باب ما جاء ليس في الخيل والرقيق صدقة ص١٨٦

قوله عليه السلام ليس على المسلم في فرسه ولا في عبده صدقة قلت ودليلنا ما في الهداية [illegible] مرفوعا في كل فرس سائمة دينار او عشرة دراهم.

باب ما جاء في زكوة العسل ص١٨٧

قوله عليه السلام في العسل في كل عشرة ازق زق قلت استدل على عدم وجوب العشر فيه [illegible] حديث ضعيف.

باب ما جاء لا زكوة على المال المستفاد حتى يحول عليه الحول ص١٨٨

قوله من استفاد مالا فلا زكوة فيه حتى يحول عليه الحول عند ربه قلت محمول على [illegible] النصاب [illegible] الحديث [illegible]

باب ما جاء في زكوة الحلي ص١٨٩

قوله في الحلي زكوة قلت فيه وجوب الزكوة في الحلي قوله وفي اسناده مقال قلت [illegible] عمرو بن شعيب [illegible] البخاري [illegible] النبي صلى الله عليه وسلم [illegible] المذهب الحنفية.

باب ما جاء في زكوة الخضروات ص١٩٠

قوله اسناد هذا الحديث ليس بصحيح قلت دليلنا ما سقت السماء ففيه العشر الحديث.

باب ما جاء في الصدقة فيما يسقى بالانهار وغيرها ص١٩٠

قوله عليه السلام فيما سقت السماء والعيون العشر قلت دليلنا عموم [illegible] في الخضروات.

باب ما جاء في زكوة مال اليتيم ص١٩١

قوله عليه السلام من ولي يتيما له مال فليتجر فيه ولا يتركه حتى تأكله الصدقة قلت [illegible] [illegible]

والحديث وكون الحديث على أن يدل قياما مرفوعا مسلك لا يصح قوله شعيب قد صح من جده عبد الله بن عمرو قلت فيه تحقيق عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده.

باب ما جاء أن العجماء جرحها جبار وفي الركاز الخمس ص۱۹۲

قوله عليه السلام وفي الركاز الخمس قلت عام لما ركزه الله تعالى أو ركزه ما لك من بني آدم كالمعدن.

باب ما جاء في الخرص ص۱۹۵

قوله عليه السلام إذا خرصتم فخذوا ودعوا الثلث قلت لما كانت الخرص تخمين للمبادلة [illegible] الأصول الربوية حرام [illegible] الأرض.

باب ما جاء في عطاء المؤلفة قلوبهم ص۲۰۵

قوله هو قول سفيان الثوري وأهل الكوفة قلت وهو مذهب أبي حنيفة رح.

باب ما جاء في المتصدق يرث صدقته ص۲۰۶

قوله عليه السلام [illegible] قلت فيه دليل في وصول ثواب العبادة البدنية والمالية [illegible] الصوم لا فعال أن يكون مقصود السؤال تعلق النفع لها.

باب ما جاء في كراهية العود في الصدقة ص۲۰۷

قوله عليه السلام لا تعد في الصدقة قلت فيه دليل على عدم جواز الجبر على أحد [illegible].

باب ما جاء في صدقة الفطر ص۲۰۹

قوله صاعا من طعام قلت محمول على الاستحباب أو يراد بالطعام [illegible] قوله فعدل الناس إلى نصف صاع من بر قلت هذا الرأي [illegible] المطلق يحمل على المقيد [illegible] بالعمل بها.

باب ما جاء لا تقدموا الشهر بصوم ص۲۱۵

قوله من صام اليوم الذي يشك فيه قلت أي بنية رمضان

باب ما جاء في الصوم بالشهادة ص۲۱۶

قوله إني رأيت الهلال قلت محمول على الغيم والغبار [illegible] الأمير والناس.

باب ما جاء شهرا عيد لا ينقصان ص۲۱۶

قوله شهرا عيد لا ينقصان قلت هذا هو المعنى لأنه عليه السلام يبين الأحكام الشرعية [illegible]

الأحكام الصحابية.

باب ما جاء لكل أهل بلد رؤيتهم ص۲۲۱

قوله فقال لا هكذا أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم قلت [illegible] في اختلاف المطالع [illegible] رؤية أهل بلد الصوم على أهل بلد آخر قال ابن عباس [illegible] فالصواب أن الطريق غير موجب.

باب ما جاء في كراهية الصوم في السفر ص۲۲۲

قوله [illegible] قلت [illegible] صلى الله عليه وسلم اليوم لا يجاب لأحد

باب ما جاء في الكفارة ص۲۲۳

قوله وقال مالك وسفيان والشافعي لا يصوم [illegible] قلت وهو مذهبنا.

باب ما جاء في كفارة الفطر في رمضان ص۲۲۳

قوله فإن أهل العلم قد اختلفوا في ذلك قلت لأنه مسكوت عنه [illegible]

باب ما جاء في السواك للصائم ص۲۲۵

قوله رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ما لا أحصي يتسوك وهو صائم قلت [illegible] غير مقيد بوقت.

باب ما جاء لا صيام لمن لم يعزم من الليل ص۲۲۶

قوله عليه السلام من لم يجمع الصيام قبل الفجر فلا صيام له قلت محمول على غير رمضان والتطوع والنذر المعين [illegible] الحديث موقوف.

باب ما جاء في إفطار الصائم المتطوع ص۲۳۲

قوله عليه السلام [illegible] قلت الحديث [illegible] عدم العذر [illegible] الإثم [illegible] قوله عليه السلام [illegible] قلت فيه جواز النية بالخيار

باب ما جاء في إيجاب القضاء عليه ص۲۳۳

قوله عليه السلام اقضيا يوما آخر مكانه قلت فيه دليل في وجوب قضاء التطوع والقرينة [illegible] السؤال [illegible] لا يخفى

باب ما جاء في كراهية الصوم في النصف الباقي ص۲۳۶

قوله إذا انتصف شهر رمضان [illegible] الصيام قلت [illegible]

باب ما جاء في كراهية صوم يوم الجمعة وحده ص ٢٣٦

قوله وقلما كان يفطر يوم الجمعة قلت بان يصومه مع غيره فقد ثبت عن ابن مسعود انه كان لا يفطر يوم الجمعة ويحمل قول بعض الحنفية انه لا يكره.

باب ما جاء في صيام ستة ايام من شوال ص ٢٤١

قوله فذلك صيام الدهر قلت تمسك به من قال ان صوم ست من شوال في حكم صيام رمضان في الثواب

باب ما جاء في فضل الصوم

قوله عليه السلام ولخلوف فم الصائم اطيب عند الله من ريح المسك قلت استدل به على كراهة السواك لان السواك سبب لازالة الصائم من الصفة الحالية.

باب ما جاء في كراهية صوم ايام التشريق ص ٢٤٢

قوله عليه السلام يوم عرفة ويوم النحر وايام التشريق عيدنا اهل الاسلام قلت صوم يوم عرفة بالحاج محمول على حاج ضعف.

باب ما جاء في كراهية الحجامة للصائم ص ٢٤٢

قوله عليه السلام افطر الحاجم والمحجوم قلت ماول بالاجماع.

باب ما جاء من الرخصة في ذلك

قوله احتجم رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو محرم صائم قلت فيه تقوية الجمهور.
قوله ان النبي صلى الله عليه وسلم احتجم فيما بين مكة والمدينة وهو محرم صائم قلت فيه تقوية الجمهور.

باب ما جاء في كراهية مبالغة الاستنشاق للصائم ص ٢٤٢

قوله عليه السلام بالغ في الاستنشاق الا ان تكون صائما قلت يدل على ان الماء من غير منفذ لا يفسد ومن منفذ يفسد بالاجماع شامي ص

باب ما جاء في الاعتكاف ص ٢٤٧

قوله يعتكف العشر الاواخر قلت يحمل على العشر الاخير.

باب ما جاء في من اكل ثم خرج يريد سفرا ص ٢٤٨

قوله فدعا بطعام فاكل قلت تمسك به من قال بجواز الفطر لمن يريد السفر فانه عزم على الفطر قبل السفر والحديث ضعيف.

باب ما جاء في قيام شهر رمضان ص ٢٤٩

قوله على ما روي عن علي وعمر وغيرهما من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم عشرين ركعة قلت فيه عمل الصحابة بالعشرين في التراويح.

باب ما جاء في حرمة مكة ص ٢٥٠

قوله عليه السلام فان احد ترخص لقتال رسول الله صلى الله عليه وسلم قلت فيه دلالة على ان مكة فتحت عنوة.

باب ما جاء في كم حج النبي والعمرة ص ٢٥٢

قوله سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول لبيك بعمرة وحج قلت فيه دليل للقران للنبي صلى الله عليه وسلم وكونه افضل

باب ما جاء في فضل التلبية والنحر

قوله من رأى حاجا قلت فيه ما ... للاشارة.

باب ما جاء في الاشعار والتقليد للبدن ... ص ٢٥٧

قوله عليه السلام وسلت الدم عنها قلت تمسك به من قال بالاشعار وقال ابو حنيفة بالاشعار في الصفحة

باب ما جاء ما يقتل المحرم من الدواب ص ٢٥٨

قوله عليه السلام والكلب العقور قلت وفي معناه الذئب قوله ويقتل المحرم السبع العادي قلت معناه عند الحنفية العادي ابتداء ... وبالعادي والاكل ما ليس بمنزلة الذي يحكم الكلب عند الحنفية يجوز قتل الذئب لا الاسد

باب ما جاء في الحجامة في ذلك

قوله ان النبي صلى الله عليه وسلم احتجم وهو محرم قلت فيه حجة الحنفية وحديث ... دم ... عام

باب ما جاء في اكل الصيد للمحرم ص ٢٥٩

قوله عليه السلام صيد البر لكم حلال وانتم حرم ما لم تصيدوه او يصد لكم قلت اي لا جلكم عند الحنفية ولا مر ... والاشارة عند الحنفية كون الحديث مرسلا ... قوله عليه السلام انما هي طعمة اطعمكموها الله قلت فيه دليل للحنفية على ان الصيد ... لا امره.

باب ما جاء في كراهية لحم الصيد للمحرم ص ٢٦٠

قوله فاهدى له حمارا وحشيا فرده قلت معناه كان حيا عند الحنفية وما روي من حديث ... كما صرح الترمذي.

باب ما جاء في صيد البحر للمحرم ص ٢٦٠

قوله عليه السلام كله فانه من صيد البحر قلت تمسك به ... من صيد البحر اي في حكم عدم اشتراط الذبح والحديث ضعيف

باب ما جاء في الضبع يصيبها المحرم ص ٢٦١

قوله قال نعم قلت تمسك به ... ما ليس بسبع ... الاستدلال وجوب الجزاء فيتفق عليه.

باب ما جاء في الصلاة بعد العصر وبعد الصبح لمن يطوف ص ٢٦٣

قوله عليه السلام لا تمنعوا احدا طاف بهذا البيت وصلى قلت ... الا ان الحديث محمول على غير الاوقات المكروهة.

○ باب ما جاء في [illegible] ص ٢٦٣

قوله عليه السلام [illegible] قلت [illegible] صلى الله عليه وآله وسلم باطفال [illegible] في الطهارة.

○ باب ما جاء [illegible] ص ٢٦٥

قوله عليه السلام [illegible] قلت فيه تأييد لمذهب ابي حنيفة في ان [illegible] موقوف.

○ باب ما جاء ان عرفة كلها موقف ص ٢٦٦

قوله عليه السلام [illegible] قلت [illegible] قوله عليه السلام [illegible] قلت [illegible] على ان [illegible].

○ باب ما جاء في تقديم الضعفة من جمع بليل

قوله [illegible] حتى تطلع الشمس قلت فيه دليل للحنفية.

○ باب ما جاء في الاشتراك في البدنة والبقرة ص ٢٦٨

قوله عليه السلام البقرة عن سبعة والبدنة عن سبعة قلت فيه حجة للجمهور [illegible] قلت غريب ثم ليس فيه تصريح بانه بامر النبي صلى الله عليه وآله وسلم.

○ باب ما جاء في اشعار البدن ص ٢٦٩

قوله وقول ابي حنيفة بدعة قلت [illegible] على دليل ثابت.

○ باب ما جاء في تقليد الغنم ص ٢٦٩

قوله يرون تقليد الغنم قلت فيه ما قلت في الحاشية السابقة.

○ باب ما جاء في ركوب البدنة ص ٢٧٠

قوله عليه السلام اركبها قلت [illegible] ولكن ان يكون الرجل مضطرا.

○ باب ما جاء في الطيب عند الاحلال قبل الزيارة

قوله طيبت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قبل ان يحرم قلت فيه دليل للحنفية والمالكية.

○ باب ما جاء [illegible] ص ٢٧١

قوله [illegible] قلت [illegible] والنساء [illegible].

○ باب ما جاء في العمرة أواجبة هي ام لا ص ٢٧١

قوله ان النبي صلى الله عليه وسلم سئل عن العمرة أواجبة هي قال لا قلت فيه حجة للحنفية.

○ باب ما جاء في الذي يهل بالحج فيكسر او يعرج

قوله عليه السلام من كسر او عرج فقد حل قلت فيه حجة للحنفية ان الاحصار يكون [illegible] من غير اشتراط.

○ باب ما جاء في الاشتراط في الحج ص ٢٧٢

قوله قال نعم قلت محمول على الندب.

○ باب منه

قوله انه كان ينكر الاشتراط في الحج قلت فيه حجة للحنفية.

○ باب ما جاء ان القارن يطوف طوافا واحدا ص ٢٧٢

قوله فطاف لهما طوافا واحدا قلت اي [illegible] الحديث الآتي الدال على [illegible] الطواف الواحد.

○ باب ما جاء [illegible] ص ٢٧٣

قوله عليه السلام [illegible] قلت [illegible] ابن [illegible] وقد مات [illegible].

○ باب ما جاء [illegible]

قوله عليه السلام [illegible] قلت [illegible] في [illegible] وغيره.

○ باب ما جاء في الرخصة للرعاة ان يرموا يوما ويدعوا يوما

قوله رخص رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لرعاء الابل في البيتوتة [illegible] قلت [illegible] يوم النحر [illegible] ثم يرمون [illegible] يوم النفر [illegible] بعد الزوال [illegible].

○ باب

قوله [illegible] قلت [illegible] الحديث ضعيف لا يحل [illegible].

○ باب ما جاء في الحث على الوصية ص ٢٧٥

قوله [illegible] قلت [illegible] الكتابة [illegible] عليه السلام بالكتب.

○ باب ما جاء في تقبيل الميت ص ٢٧٦

قوله ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم قبل عثمان بن مظعون وهو ميت قلت [illegible] الموت [illegible] الموت. قوله عليه السلام [illegible] حيا ولا ميتا [illegible] الغسل [illegible].

○ باب ما جاء في غسل الميت ص ٢٧٦

قوله [illegible] قلت [illegible] من اهل الاجتهاد.

○ باب ما جاء في الغسل من غسل الميت ص ٢٧٦

قوله عليه السلام من غسله الغسل ومن حمله الوضوء قلت محمول على الندب [illegible] من [illegible].

besturdubooks.wordpress.com

○ باب ما جاء في المشي امام الجنازة ص۲۸۲

قوله رأيت النبي صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم وأبا بكر وعمر يمشون امام الجنازة قلت كيا ما [illegible] المشي خلف فيه ما رأيت قولية [illegible] على [illegible] للصلوة .

○ باب ما جاء في المشي خلف الجنازة ص۲۸۲

قوله وسمعت محمد بن اسمعيل يضعف حديث ابي ماجد قلت ذهب [illegible] الى [illegible] احمد [illegible] الباب الى الحسن عن ابي هريرة مرفوعا من صلى على جنازة [illegible] ومن تبعها حتى يوضع في القبر [illegible] اخرجه عبد الرزاق في مصنفه عن معمر عن ابن طاؤس عن ابيه قال ما مشى رسول الله صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم حتى مات الا خلف الجنازة كذا في الحاشية على الترمذي ص۲۰۳

○ باب ما جاء في قتلى احد ص۲۸۳

قوله ولم يصل عليهم قلت [illegible] الثابت عليه الذي [illegible] من الصلوة على حمزة .

○ باب ما جاء في القراءة على الجنازة بفاتحة الكتاب ص۲۸۵

قوله ان النبي صلى الله عليه وسلم قرأ على الجنازة بفاتحة الكتاب وقوله صحيح عن ابن عباس قوله من السنة القراءة على الجنازة بفاتحة الكتاب قلت ما ذكره [illegible] السلام [illegible] مسكوت عنه [illegible] والحديث المرفوع ضعيف و الموقوف يحتمل انه الاجتهاد .

○ باب ما جاء في كراهية الصلوة على الجنازة عند طلوع الشمس وعند غروبها ص۲۸۵

قوله وان نقبر فيهن موتانا قلت معناه الصلوة .

○ باب ما جاء اين يقوم الامام من الرجل والمرأة

قوله فقام حيال رأسه وقوله فقام حيال وسط السرير [illegible] المشهد .

○ باب ما جاء في ترك الصلوة على الشهيد ص۲۸۶

قوله وصلى على حمزة قلت [illegible] الصلوة على حمزة .

○ باب ما جاء في صلوة النبي صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم على النجاشي

قوله عليه السلام ان النجاشي قد مات فقوموا فصلوا عليه قلت هي خاصة به [illegible] بدليل ترك السلف ذلك [illegible] في الصلوة على [illegible] بعد الصلوة على الجنازة .

○ باب ما جاء في تسوية القبر ص۲۸۸

قوله ان لا تدع قبرا مشرفا الا سويته قلت اي [illegible] التسوية [illegible]

○ باب ما جاء في الدفن بالليل ص۲۹۳

قوله فاخذه من قبل القبلة قلت فيه دليل الحنفية

○ باب ما جاء في المديون ص۲۹۹

قوله هو علي قلت [illegible] ليس بضمان بل دلالة قوله عليه السلام [illegible] .

○ باب ما جاء في رفع اليدين على الجنازة ص۳۰۰

قوله فرفع يديه في اول التكبيرة قلت فيه حجة للحنفية

ابواب النكاح

○ باب ما جاء في الوليمة

قوله اني تزوجت امرأة على وزن نواة من ذهب قلت محمول على [illegible]

○ باب ما جاء لا نكاح الا بولي ص۳۰۶

قوله عليه السلام لا نكاح الا بولي قلت عام مخصوص منه البعض محمول على غير البالغة

قوله فان اشتجروا فالسلطان ولي من لا ولي له قلت [illegible] على ظاهره [illegible] ان [illegible] بالا [illegible] الاول [illegible] ولي وان السلطان [illegible] في صورة التشاجر النكاح [illegible] والله اعلم [illegible] الى باب ما جاء في [illegible] ص۳۰

قوله [illegible] قلت [illegible] ان حديث [illegible] الحديث [illegible] في بعض الاوقات وفي [illegible] في [illegible] قوله ابن جريج قلت [illegible] عبد الملك بن عبد العزيز بن جريج [illegible] عبد الملك [illegible] ابن عبد العزيز [illegible] عبد العزيز [illegible]

○ باب ما جاء في استيمار البكر والثيب ص۳۱

قوله عليه السلام لا تنكح الثيب حتى تستأمر ولا تنكح [illegible] حتى تستأذن قلت فيه دليل [illegible] ان [illegible] الصغير قوله عليه السلام الايم احق بنفسها من وليها قلت فيه دليل [illegible] النكاح بلا ولي جائز .

○ باب ما جاء في اكراه اليتيمة على التزويج ص۳۱

قوله وان ابت فلا جواز عليها قلت فيه دليل الحنفية في [illegible]

○ باب ما جاء في مهور النساء ص۳۱

قوله [illegible] محمول على [illegible] قبل [illegible] قوله عليه السلام [illegible] من القرآن قلت [illegible] محمول على مذهب [illegible]

○ باب ما جاء في الرجل يعتق الامة ثم يتزوجها ص۳۱

قوله [illegible] قلت خاص [illegible] صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم

○ باب ما جاء في المحلل والمحلل له ص۳۱

قوله لعن رسول الله صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم المحلل والمحلل له [illegible] الحديث [illegible] النكاح [illegible] المحلل [illegible] رسول الله صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم

ن ... عن ... من غير ... كانت ... قبل غير ... فيها ثم ... ماسخ ... الى الابد.

○ باب ما جاء في الشرط عند عقدة النكاح ص ۳۲۰

قوله عليه السلام ان احق الشروط ان يوفى بها ما استحللتم به الفروج قلت اى من المهر وغيرها ما يقتضيه العقد ومن اين انه متضاد لحديث كل شرط ليس في كتاب الله ... بالشرط باطل الشروط ... لان النكاح من العقود وغيرها المعاملات.

○ باب ما جاء في الرجل يسلم وعنده عشر نسوة ص ۳۲۰

قوله ... من ... سويد الثقفي قلت ... الحديث بالطريق ... ثابت ... في التخيير ... على التخيير ... الاختيار الاقدم ... ان الحديث الاول ... ثان ... والدليل ... النكاح ... الربع ... النكاح ... الاصحاب ... ونحو ... الاولى ... عن ... في نكاح رجل واحد لوقى بعض الاوقات قبل التخيير ... كان التوقف يكون فيها ... ليس بحجة.

○ باب ما جاء في الرجل يشتري الامة ولها زوج ... ص ۳۲۳

قوله الا ما ملكت ايمانكم قلت ... الا اختلاف الدارين

○ باب ما جاء في كراهية مهر البغي ص ۳۲۳

قوله نهى رسول الله صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم عن ثمن الكلب قلت ... الا ... ما ينتفع به

○ باب ما جاء لا يخطب الرجل على خطبة اخيه ص ۳۲۵

قوله ولم يجعل لها سكنى ولا نفقة قلت ... الصحابة.

○ باب ما جاء في العزل ص ۳۲۶

قوله وقال مالك بن انس تستأمر الحرة في العزل ولا تستأمر الامة قلت هو المذهب ...

○ باب ما جاء في القسمة للبكر والثيب ص ۳۲۸

قوله ... واصحابنا وقالت الحنفية ... غيرها ... الاحاديث ... الحديث ... على ... .

○ باب ما جاء في الزوجين المشركين يسلم احدهما ص ۳۲۹

قوله ... قلت فيه دليل للحنفية

○ باب ما جاء في تحريم ... المتعة واللعان ص ۳۳۲

قوله عليه السلام ... المتعة واللعان قلت ... قوله تعالى ... فمن شكر قوله وما ملكت ايمانكم قلت ... في القرآن ... .

○ باب ما جاء في شهادة المرأة الواحدة في الرضاع ص ۳۳۴

قوله ... قلت العرض ... على عدم ... قول المرأة الواحدة ... لما ... السكوت.

○ باب ما جاء في الامة تعتق ولها زوج ص ۳۳۵

قوله وروى ان كان حرا فخيرها قلت لا دليل عليه. قوله كان زوج بريرة حرا ... رسول الله صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم قلت فيه دليل للحنفية.

○ باب ما جاء ان الولد للفراش

قوله عليه السلام الولد للفراش وللعاهر الحجر قلت فيه دليل للحنفية في ولد الغائب

○ باب ما جاء في الغيرة ص ۳۳۶

قوله وحجاج ... ابا الصلت قلت ... ابي الصلت.

○ باب ما جاء في كراهية ان تسافر المرأة وحدها ص ۳۳۷

قوله عليه السلام لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر ان تسافر سفرا ... ايام ... فصاعدا الا ومعها ابوها ... قلت فيه دليل للحنفية ... الافتراق.

﴿ ابواب الطلاق ﴾

واللعان عن رسول الله صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم

○ باب ما جاء في المطلقة ثلاثا لا سكنى لها ولا نفقة ص ۳۴۸

قوله كان ... لم يجعل لها السكنى والنفقة قلت فيه دليل للحنفية.

○ باب ما جاء لا طلاق قبل النكاح ص ۳۴۹

قوله وروي عن ابن مسعود ... في المنصوبة قلت فيه دليل للحنفية ... .

○ باب ما جاء ان طلاق الامة تطليقتان ص ۳۵۳

قوله عليه السلام وعدتها حيضتان قلت فيه دليل ... ان الطلاق والعدة بالنساء ... .

○ باب ما جاء في الخلع ص ۳۵۳

قوله ... قلت اى ... الحيض ... .

﴿ ابواب البيوع ﴾

○ باب ما جاء في بيع المدبر ص ۳۶۲

قوله باعه النبي صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم قلت ... بالنقد. قوله ... الاول في ... ابن الزبير قلت اى ... من الامة قوله وكره قوم من اصحاب النبي صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم وغيرهم بيع المدبر ... قلت فيه دليلنا.

باب ما جاء في كراهية تلقي البيوع ص ٣٦٥

قوله عليه السلام فان تلقاه انسان فابتاعه فصاحب السلعة فيها بالخيار اذا ورد السوق. قلت ان ثبت هذه الزيادة تحمل على الشرط لعدم خيار الغبن بدليل لا خلابة.

باب ما جاء في النهي عن المحاقلة والمزابنة ص ٣٦٥

قوله والمزابنة بيع الثمر على رؤوس النخل بالتمر قلت مثال بالمثل ... قوله نهى عن ذلك كلت هذا السلت من الحنطة ... بكون احد المتبايعين ... كما نقل عن مالك بن انس من كراهة التفاضل بين البر والشعير كما سيأتي في باب ... من هذا الكتاب ... الحديث جيد ... والتمر الرطب مختلف فيه والاقوى فيه مذهب الصاحبين دليلا.

باب ما جاء في كراهية بيع الثمرة قبل ان يبدو صلاحها ص ٣٦٦

قوله نهى عن بيع العنب حتى يسود قلت هذا ان كان النهي عند الاجل الاشتراط عند الحنفية.

باب ما جاء في كراهية بيع الغرر ص ٣٦٧

قوله بيع الحصاة قلت هي من تعليق التمليك بالخطر وتفصيل حكمها في الحاشية ... من هذا السلطان ... وان دعت حاجة الى ارتكابه ... الا ... اركان الغرر ... وكلام الطيبي باختصار قلت في الحاشية تفصيل حكم بيع الغرر.

باب ما جاء في كراهية بيع ما ليس عنده ص ٣٦٧

قوله عليه السلام ولا ربح ما لم يضمن قلت اختلف في المنقول او غيره.

باب ما جاء في كراهية بيع الولاء وهبته ص ٣٦٩

قوله نهى عن بيع الولاء وعن هبته قلت لعدم صلاحية المملوكية فيه وعن هذا لا يورث وهو مذهبنا.

باب ما جاء في كراهية بيع الحيوان بالحيوان نسيئة ص ٣٦٩

قوله نهى عن بيع الحيوان بالحيوان نسيئة قلت فيه دليلنا. قوله عليه السلام الحيوان اثنين بواحد لا يصلح نساء ولا بأس به يدا بيد قلت فيه دليلنا.

باب ما جاء البيعان بالخيار ما لم يتفرقا ص ٣٧٠

قوله عليه السلام البيعان بالخيار ما لم يتفرقا او يختارا قلت والاقوى في المسئلة عندي مذهب الشافعي الموافق لظاهر الحديث.

باب ما جاء فيمن يخدع في البيع ص ٣٧٢

قوله وهو ضعيف فدعاه رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فنهاه قلت ... فتوى علماء الحنفية قوله عليه السلام اذا بايعت فقل لا خلابة قلت يدل على نفي خيار الغبن.

باب ما جاء في المصراة ص ٣٧٣

قوله عليه السلام فهو بالخيار ثلاثة ايام قلت اي خيار الشرط كما يدل عليه لفظ ثلاثة ايام لا خيار الغبن لاستثنائه بالدليل السابق. قوله عليه السلام صاعا من طعام قلت اي ... مثلا.

باب ما جاء في اشتراط ظهر الدابة عند البيع ص ٣٧٤

قوله واشترط ظهره الى المدينة قلت الاشتراط اللغوي بعد تمام الاشتراء ولا اشكال.

باب الانتفاع بالرهن ص ٣٧٤

قوله عليه السلام الظهر يركب اذا كان مرهونا قلت هذا لم يكن مشروطا او معروفا.

باب

قوله عليه السلام فرح بالشاة قلت في الحاشية دليل على ان بيع مال الغير بلا اذنه موقوف على اجازته فلما اجاز صح كما هو مذهب الحنفية ... مرسل التابعي مقبول والحديث الآتي عن عروة البارقي غير مرسل فيحتج على الكل.

باب ما جاء في المكاتب اذا كان عنده ما يؤدي ص ٣٧٦

قوله عليه السلام من كاتب عبده على مائة اوقية فاداها الا عشرة اواق او قال عشرة دراهم ثم عجز فهو رقيق قلت فيه دليل ابي حنيفة. قوله عليه السلام اذا كان عند مكاتب احديكن ما يؤدي فلتحتجب منه قلت للبعض الحنفية لان الاحتجاب قبل الاستيفاء.

باب ما جاء اذا افلس للرجل غريم فيجد عنده متاعه ص ٣٨٠

قوله وقال بعض اهل العلم هو اسوة الغرماء قلت ورد الحديث لكن لا يمشي الا بدليل في بعض الفاظ الحديث كما في ابن ماجه.

باب ما جاء في النهي للمسلم ان يدفع الى الذمي الخمر يبيعها له ص ٣٨١

قوله ورخص بعضهم في ان ينتفع بالخمر اذا وجد قد صار خلا قلت وعند الحنفية ... تخليل حملوا الحديث على الزجر.

باب قوله وقال ... ان كان ... عنده ... لانه ... بل ... صاحبه الا ان ... صاحبه ... قلت وعند مذهب الحنفية ... والا ... جائز في كل شيء.

باب ما جاء ان العارية مؤداة ص ٣٨١

قوله وقال بعض اهل العلم من اصحاب النبي وغيرهم ليس على صاحب العارية ضمان الا ان يخالف قلت ولا يضر به الحديث لان الاداء غير القضاء.

○ باب ما جاء اذا اختلف البيعان ص۳۸۳

قوله عليه السلام اذا اختلف البيعان فالقول قول البائع قلت تفصيل البائع عند الحنفية ان كرره ... [illegible] الذي ... المقصودة في التجارة و [illegible] في البياعة [illegible]

○ باب ما جاء في بيع فضل الماء ص۳۸۴

قوله نهى النبي صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم عن بيع الماء قلت ... كان مقصوده [illegible] كما في هذا الحديث وغيره كما في الحديث الآتي ولا في الماء [illegible]

○ باب ما جاء في ثمن الكلب ص۳۸۵

قوله عليه السلام كسب الحجام خبيث ومهر البغي خبيث وثمن الكلب خبيث قلت الخبث ... [illegible] الكلب ... بالفعل [illegible] في الحجامة ... في الكسب ... [illegible]

باب ما جاء في كراهية ان يفرق بين الاخوين او بين الوالدة وولدها في البيع ص۳۸۶

قوله عليه السلام ... قلت [illegible]

○ باب ما جاء في كراهية بيع الطعام حتى يستوفيه ص۳۸۷

قوله عليه السلام من ابتاع طعاما فلا يبعه حتى يستوفيه قلت وقياس عليه المنقول.

○ باب ما جاء في بيع الخمر والنهي عن ذلك ص۳۸۸

قوله عليه السلام ... [illegible] قلت ... [illegible]
قلت قال رسول الله صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم ... [illegible]
... [illegible] ... الاسلام ... [illegible]
وخصوص حديث ... [illegible].

○ باب ما جاء في احتلاب المواشي بغير اذن الارباب

قوله وقال علي بن المديني سماع الحسن من سمرة صحيح قلت فيه سماع الحسن من سمرة

○ باب في كراهية الرجوع في الهبة ص۳۸۹

قوله عليه السلام العائد في هبته كالكلب يعود في قيئه قلت ... [illegible] ... بالرجوع ... [illegible].

○ باب ما جاء في العرايا والرخصة في ذلك ص۳۹۰

قوله ... [illegible] قلت ... [illegible]
... [illegible]

○ باب ما جاء في الرجحان في الوزن

قوله ... [illegible] قلت ... [illegible].

○ باب ما جاء في مطل الغني ظلم ص۳۹۱

قوله ... [illegible] قلت ... [illegible].

قوله عليه السلام ان الله هو المسعر قلت ... [illegible].

○ باب ما جاء في استقراض البعير او الشيء من الحيوان ص۳۹۳

قوله ... [illegible] قلت ... [illegible]
... [illegible] ... قوله ... [illegible]
قلت ... [illegible].

○ ابواب الاحكام

عن رسول الله صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم.

○ باب ما جاء في هدايا الامراء ص۳۹۵

قوله عليه السلام ... [illegible] قلت ... [illegible]
... [illegible].

○ باب ما جاء في التشديد على من يقضى له بشيء ليس له ان يأخذه ص۳۹۶

قوله عليه السلام ... [illegible] قلت ... [illegible]
... [illegible].

○ باب ما جاء في ان البينة على المدعي واليمين على المدعى عليه ص۳۹۷

قوله عليه السلام ... [illegible] قلت ... [illegible]
... [illegible]
... [illegible].

○ باب ما جاء في العبد يكون بين رجلين فيعتق احدهما نصيبه ص۳۹۸

قوله عليه السلام ... [illegible] قلت ... [illegible]
... [illegible]
... [illegible]
... [illegible]
... [illegible].

○ باب ما جاء في العمرى ص۴۰۱

قوله عليه السلام العمرى جائزة لاهلها قلت ... [illegible]

○ باب ما جاء في الرقبى ص۴۰۱

قوله ... الرقبى ... [illegible]
... [illegible].

○ باب ما ذكر عن رسول الله صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم في الصلح بين الناس

قوله عليه السلام الا صلحا حرم حلالا او احل حراما قلت ... [illegible]
... [illegible].

besturdubooks.wordpress.com

○ **باب ما جاء في الرجل يضع على حائط جاره خشبا ص۲۰۴**

قوله عليه السلام اذا استأذن احدكم جاره ان يغرز خشبة في جداره فلا يمنعه. قلت هو محمول على التنزيه.

○ **باب ما جاء في الطريق اذا اختلف فيه كم يجعل ص۲۰۵**

قوله يجعل الطريق سبعة اذرع. قلت ليس هذا تحديدا بل الاعتبار للحاجة.

○ **باب ما جاء في تخيير الغلام بين ابويه اذا افترقا**

قوله عليه السلام ان النبي صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم خير غلاما بين ابيه وامه. قلت هو محمول على انه كان بالغا وغيره الخ.

○ **باب ما جاء في حد بلوغ الرجل والمرأة ص۲۰۷**

قوله ان الغلام اذا استكمل خمس عشرة سنة فحكمه حكم الرجال. قلت وبه اخذ صاحباه. قوله فان لم يعرف سنه ولا احتلامه فالانبات يعني العانة. قلت [illegible] لا يدل على [illegible] علم البلوغ.

○ **باب ما جاء فيمن تزوج امرأة ابيه ص۲۰۹**

قوله [illegible] ان اضرب عنقه واخذ ماله. قلت منسوخ عند الحنفية.

○ **باب ما جاء فيمن ملك ذا رحم محرم ص۲۱۰**

قوله عليه السلام من ملك ذا رحم محرم فهو حر. قلت فيه حجة لابي حنيفة رح في تعميم ذي رحم.

○ **باب ما جاء فيمن زرع في ارض قوم بغير اذنهم ص۲۱۱**

قوله عليه السلام من زرع في ارض قوم بغير اذنهم فليس له من الزرع شيء وله نفقته. قلت الامر للاستحباب [illegible] بحث [illegible].

○ **باب ما جاء في الشفعة ص۲۱۲**

قوله عليه السلام جار الدار احق بالدار. قلت فيه دليل لابي حنيفة رح [illegible].

○ **باب ما جاء في الشفعة للغائب ص۲۱۳**

قوله [illegible] ينتظر بها وان كان غائبا اذا كان طريقهما واحدا. قلت [illegible].

○ **باب اذا حدت الحدود ووقعت السهام فلا شفعة ص۲۱۳**

قوله عليه السلام [illegible] قلت [illegible] الشفعة [illegible].

○ **باب ما جاء في اللقطة وضالة الابل والغنم**

قوله عليه السلام [illegible] قلت [illegible].

[illegible] المصرة [illegible] غير المصرة.

○ **باب ما جاء في الوقف ص۲۱۴**

قوله قال ابن عون. قلت [illegible] ابن عون [illegible] في غير الصحابة [illegible].

○ **باب ما ذكر في احياء ارض الموات ص۲۱۵**

قوله عليه السلام من احيا ارضا ميتة فهي له. قلت هي باذن الامام عند ابي حنيفة رح [illegible] عن النبي صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم [illegible]. قوله عليه السلام وليس لعرق ظالم حق. قلت [illegible].

○ **باب ما جاء في القطائع ص۲۱۶**

قوله عليه السلام [illegible] قلت [illegible] باذن الامام [illegible].

﴿ **ابواب الديات** ﴾

○ **باب ما جاء في الدية كم هي من الابل**

قوله قضى رسول الله صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم في دية الخطأ عشرين بنت مخاض وعشرين بني مخاض ذكورا وعشرين بنت لبون وعشرين جذعة وعشرين حقة. قلت [illegible]. قوله عليه السلام من قتل متعمدا [illegible] فان شاؤا قتلوا وان شاؤا اخذوا الدية. قلت [illegible].

○ **باب ما جاء في الدية كم هي من الدراهم ص۲۱۹**

قوله [illegible] اثني عشر الفا. قلت [illegible].

○ **باب ما جاء [illegible] ص۲۲۰**

قوله [illegible] قلت [illegible].

باب قوله النبي صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم [illegible] عن رسول الله صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم. قلت [illegible] ابي حنيفة رح [illegible]. قوله عليه السلام [illegible]. قوله عليه السلام [illegible]. قلت [illegible].

○ **باب ما جاء لا يقتل مسلم بكافر ص۲۲۲**

قوله عليه السلام لا يقتل مسلم بكافر. قلت [illegible]. قوله عليه السلام [illegible]. قلت [illegible].

besturdubooks.wordpress.com

○ باب ما جاء في الرجل يقتل عبده

قوله عليه السلام من قتل عبده قتلناه. قلت محمول على السياسة.

○ باب ما جاء في القسامة ص ۲۴۱

قوله عليه السلام [illegible]

قلت [illegible]

ابواب الحدود

عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم

○ باب ما جاء فيمن لا يجب عليه الحد

قوله وعن الصبي حتى يشب [illegible]

[illegible]

○ باب ما جاء في التلقين في الحد ص ۲۳۵

[illegible]

[illegible]

○ باب ما جاء في درء الحد عن المعترف اذا رجع ص ۲۳۶

[illegible]

[illegible]

○ باب ما جاء في الرجم

قوله كان حمل. قلت كان مذهب عمر.

○ باب ما جاء في الرجم على الثيب ص ۲۳۸

[illegible]

[illegible]

○ باب ما جاء في رجم اهل الكتاب ص ۲۳۹

[illegible]

○ باب ما جاء ان الحدود كفارة لاهلها ص ۲۳۹

[illegible]

[illegible]

○ باب ما جاء في اقامة الحد على الاماء

[illegible]

○ باب ما جاء في تعليق يد السارق ص ۲۴۱

[illegible]

[illegible]

○ باب ما جاء لا قطع في ثمر ولا كثر ص ۲۴۲

[illegible]

○ باب ما جاء ان لا تقطع الايدي في الغزو ص ۲۴۲

[illegible]

○ باب ما جاء في الرجل يقع على جارية امرأته ص ۲۴۳

[illegible]

○ باب ما جاء في المرأة اذا استكرهت على الزنا ص ۲۴۳

[illegible]

○ باب ما جاء فيمن يقع على البهيمة ص ۲۴۴

[illegible]

○ باب ما جاء في المرتد ص ۲۴۵

[illegible]

[illegible]

○ باب ما جاء في حد الساحر ص ۲۴۵

[illegible]

○ باب ما جاء في الغال ما يصنع به ص ۲۴۵

[illegible]

○ باب ما جاء فيمن يقول للآخر يا مخنث ص ۲۴۶

[illegible]

ثم الحديث ضعيف.

○ باب ما جاء في التعزير ص ۲۴۶

[illegible]

[illegible]

○ باب ما جاء ما يؤكل من صيد الكلب وما لا يؤكل ص ۲۴۶

[illegible]

○ باب في ذكاة الجنين ص ۲۴۷

[illegible]

[illegible]

○ باب في كراهية كل ذي ناب وذي مخلب ص ۲۴۷

[illegible]

[illegible]

باب فی الذکوۃ بالقصب وغیرہ ص ۴۴۳

قولہ علیہ السلام ما انہر الدم وذکر اسم اللہ علیہ ... قلت ان کان متصلین فیحرم والا فیکرہ ...

باب فی البعیر والبقر والغنم اذا ند ص ۴۴۳

قولہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لہذہ البہائم اوابد کاوابد الوحش قلت ...

باب فی الاشتراک فی الاضحیۃ ص ۴۴۳

قولہ البدنۃ عن سبعۃ والبقرۃ عن سبعۃ قلت ... والعشرۃ منسوخ ... قولہ ...

القرن ... قلت ... فی کسر القرن ...

باب ما جاء ان الشاۃ الواحدۃ تجزئ عن اہل البیت ص ۴۴۴

قولہ کان الرجل یضحی بالشاۃ عنہ وعن اہل بیتہ قلت ای باعتبار الاشتراک ...

... قولہ ... قلت ...

فی ... بعد ...

قولہ ... قلت ...

... الوجوب ...

باب فی الذبح بعد الصلوۃ ص ۴۴۶

قولہ علیہ السلام من ذبح قبل الصلوۃ ... قلت ... الوجوب ...

باب

قولہ ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ... قلت ...

فی ... دلیل ...

باب ما جاء عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لا نذر فی معصیۃ

قولہ علیہ السلام لا نذر فی معصیۃ وکفارتہ کفارۃ یمین قلت ... المعصیۃ ...

ینعقد وان کان ... الشرط معصیۃ ... الکفارۃ ...

الحدیث ... النذر ... الاول ... الحدیث الثانی ...

... الکفارۃ ...

باب لا نذر فیما لا یملک ابن آدم

قولہ ... فیما لا یملک قلت ... المعصیۃ ...

... الکفارۃ ...

باب من حلف بالمشی ولا یستطیع

قولہ علیہ السلام مروہ فلیرکب قلت ... ولیہد ...

باب فی کراہیۃ النذر ص ۴۴۸

قولہ علیہ السلام لا تنذروا قلت ... البخیل ...

باب

قولہ علیہ السلام ... قلت ... الصوم ...

باب قضاء النذر عن المیت ص ۴۵۰

قولہ علیہ السلام فاقضہ عنہا قلت واجب ان ... ولا یستحب ...

باب فی اسم الخیل ص ۴۵۲

قولہ ... قلت ...

باب ما جاء فی اہل الذمۃ یغزون مع المسلمین ہل یسہم لہم

قولہ علیہ السلام انا لا نستعین بمشرک قلت ... بمشرک فی ...

الاسلام ... قولہ ... قلت ... مذہب الحنفیۃ ...

باب سنۃ النفل ص ۴۵۳

قولہ ... قلت حاصل الکلام ان ...

... الامام ... السلب ...

... لم ...

باب ما جاء فی طعام المشرکین ص ۴۵۷

قولہ علیہ السلام ... فی صدرک ... قلت ...

... فلا۔

باب ما جاء فی قتل الاساری والفداء ص ۴۵۸

قولہ ... قولہ تعالیٰ فاما منا بعد واما فداء قلت ... مذہب ابی حنیفۃ

باب ما جاء فی قبول ہدایا المشرکین ص ۴۶۱

قولہ ... قلت ...

... ۔

باب ما جاء ما یحل من اموال اہل الذمۃ ص ۴۶۲

قولہ ... قلت ...

... ۔

باب ما جاء فی کراہیۃ المقام بین اظہر المشرکین ص ۴۶۶

قولہ ... قلت ...

باب ما جاء فی فضل من ارتبط فرسا فی سبیل اللہ

قولہ ... فی الخیل

باب ...

قولہ کانت ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ... قلت ...

... الامام

ابواب اللباس

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

باب ما جاء فی لبس الحریر فی الحرب ص ۴۸۱

... قلت ...

باب ما جاء [illegible] ص ۴۹۳

قوله عليه السلام [illegible]

[illegible]

[illegible] جوابه [illegible]

باب ما جاء في [illegible]

قوله نهى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم [illegible]

[illegible]

ابواب الاطعمة

عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم.

باب في اكل الضب ص ۴۹۴

قوله لم آكله ولا احرمه [illegible]

باب ما جاء في اكل الضبع ص ۴۹۵

قوله قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم [illegible]

[illegible] حديث النهي عن كل ذي ناب من السباع.

باب ما جاء في لحوم الحمر الاهلية

قوله يوم خيبر [illegible]

باب ما جاء في شرب ابوال الابل

قوله عليه السلام اشربوا من ابوالها والبانها قلت منسوخ عند الحنفية.

باب ما اسكر كثيره فقليله حرام ص ۵۰۰

قوله عليه السلام ما اسكر كثيره فقليله حرام قلت انعقد الاجماع عليه.

باب ما جاء في الحبوب التي يتخذ منها الخمر ص ۵۰۶

قوله عليه السلام ان من الحنطة خمرا قلت [illegible] قول ابي حنيفة [illegible]

باب ما جاء في [illegible]

قوله [illegible]

باب ما جاء في [illegible] ص ۵۰۹

قوله عليه السلام [illegible]

باب ما جاء في [illegible] ص ۵۱۲

قوله [illegible]

ابواب الفرائض

باب ما جاء في ميراث [illegible] ص ۵۱۵

قوله [illegible] رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم [illegible]

[illegible]

فما كان خيرا [illegible] فافهم.

باب ما جاء في ميراث الخال ص ۵۲۲

قوله عليه السلام الخال وارث من لا وارث له قلت [illegible]

ابواب الوصايا ص ۵۲۲

عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قوله عليه السلام [illegible] قلت [illegible]

[illegible]

ابواب الولاء والهبة

باب النهي عن بيع الولاء وهبته ص ۵۲۵

قوله نهى عن بيع الولاء وهبته [illegible]

باب ما جاء في من تولى غير مواليه او ادعى الى غير ابيه ص ۵۲۵

قوله عليه السلام [illegible]

ابواب القدر

عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم.

باب ما جاء لا عدوى ولا هامة ولا صفر ص ۵۳

قوله [illegible]

ابواب الفتن

عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم.

باب ما جاء في الامر بالمعروف والنهي عن المنكر ص ۵۳

قوله [illegible]

[illegible]

باب ما جاء في الرجل يكون في الفتنة ص ۵۳

قوله عليه السلام [illegible]

[illegible]

باب ما جاء في رفع الامانة ص ۵۳۹

قوله عليه السلام [illegible]

[illegible]

باب [illegible]

قوله [illegible]

باب ما جاء [illegible]

قوله عليه السلام [illegible]

[illegible]

○ باب ما جاء في ... ص ۵۴۱

قوله عليه السلام ... [illegible]

○ باب ما جاء اذا ذهب كسرى فلا كسرى بعده ص ۵۴۳

قوله عليه السلام اذا هلك كسرى فلا كسرى بعده ... قلت المراد ... [illegible] ... الى الابد.

○ ابواب الشهادات ص ۵۵۶

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ... [illegible] ... الشهادة ... [illegible]

○ ابواب الاستئذان والادب ص ۵۶۲

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم.

○ باب ما جاء في ... ص ۵۶۹

قلت ... [illegible]

○ باب ما جاء في ... الكلام

قوله ... [illegible]

○ باب ما جاء ان الملائكة لا تدخل بيتا فيه صورة ولا كلب

قوله ... [illegible] ... التصوير ... [illegible]

○ ابواب فضائل القرآن

○ باب ما جاء في فضل فاتحة الكتاب ص ۵۸۳

قوله عليه السلام ... [illegible]

○ ابواب تفسير القرآن ص ۵۹۲

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ... [illegible] ... قلت ... [illegible] ... سورة ... [illegible]

○ ابواب الدعوات

○ باب ... [illegible]

قلت ... [illegible]

○ باب قوله عليه السلام ... قلت ... [illegible]

ان كلام الله غير مخلوق.

ضمیمہ الثواقب الجلی من المسک الذکی

المسک الذکی ترمذی کے ان حواشی کا نام ہے جس میں میری بعض تقریرات کو بعض طلبہ نے میرے پاس پڑھنے کے وقت اردو میں ضبط کر لیا تھا جو مدت تک بحالت مسودہ ان ہی کے پاس رہی۔ پھر مجھکو خیال ہوا کہ اسکی تبییض ہو جاوے۔ تو دوسروں کو بھی نفع ہو میں نے کچھ شروع بھی کیا۔ اور دو تین صفحے لکھے بھی۔ کچھ عربی میں اور زیادہ فارسی میں۔ مگر وقت نہ ملنے کے سبب تکمیل سے قاصر رہا۔ اور بعض دوسرے طلبہ سے اسکی تکمیل کرائی۔ اسی اثنا میں بعض متفرق مقامات کے متعلق کچھ اور حواشی عربی عبارت میں لکھنے کا اتفاق ہوا۔ جو بمنزلہ تتمہ مسک الذکی کے ہے اس تتمہ کا لقب الثواقب الجلی رکھدیا گیا جسکو آپ نے اوراق بالا میں ملاحظہ فرمایا ہے۔ مسک ذکی کے چھپنے کا تو فی الحال کوئی سامان نہیں ہے۔ اسی لئے اسپر بھی نظر اصلاحی نہیں کی گئی مگر تھوڑا عرصہ ہوا یہ خیال ہوا کہ جتنا مضمون مسک ذکی کا خود میرے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے گو بوجہ اس مناسبت کے کہ وہ اس رسالہ میں ثواقب جلی کے ساتھ شریک ہے اسکے ساتھ اسکو بھی طبع میں تابع بنا دیا جاوے اس لئے صرف اس جزو کو ضمیمہ بنا دیا گیا پس مجموعہ مسک ذکی باعتبار ثواقب جلی کے اصل ہے۔ اور یہ اسکا تتمہ اور مسک ذکی کا جزو خاص اس تتمہ کا ضمیمہ ہے۔ اور وہ تتمہ اسکی اصل ہے پس صرف اس جزو کو ذیل میں نقل کرتا ہوں۔

المسند۔ قولہ الکروخی۔ فی القاموس کروخ کصبور بلدۃ بہراۃ۔ قولہ التستری۔ فی القاموس ایضاً یاسین بن ... الانصاری فیہم۔ قولہ الترمانی۔ فی القاموس الترمان بلد بہراۃ۔ قولہ الفورنجی۔ فی المغنی بضم فاء بعدہا مضمومۃ وسکون واو و براء و جیم منسوب الی فورنج قریۃ۔ قولہ الجراحی المروزی۔ المرزبان لاول منسوب الی الجد والثانی کما فی المغنی الی مرو وزیادۃ الزاء فی النسبۃ من قولہ والثالث کما فی المغنی ایضاً منسوب الی المرزبان جد ابیہ ولعلہ لہ ایضاً جد له۔ ولعلہ یکون جدہ بعیداً۔ قولہ المحبوبی نسبۃ الی الجد۔ قولہ الفاقہ الشیخ المرشدی انہ منسوب الرازی من الشیخ ابی الفتح۔ محمد بن محبوب البغدادی ... قولہ الترمذی فی المغنی منسوب الی ترمذ بکسرہ وضم مدینۃ من جیحون۔

باب ما جاء مفتاح الصلوٰۃ الطہور عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال مفتاح الصلوٰۃ الطہور وتحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم۔ قولہ تحریمہا التکبیر یعنی اشیائے کہ قبل نماز حلال بود مثل اکل و شرب وتکلم۔ باین تکبیر حرام شد کذا معنی قولہ تحلیلہا التسلیم۔ و مراد ایں نیست کہ ایں دو شرط صحت بہ شرع مسبب قرار دادہ شدہ اند بلکہ مراد تنبیہ است بر اتمام اعمال مشروعہ نماز بتکبیر و تسلیم و تحریمہا تکبیر است ہمچنین طریق دیگر و تحلیل و تحریم شانی ایں نیست بہر حال دلیل شرعی برآں قائم باشد قال دلیل حدیث اعرابی است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ویرا تا تعلیم فرمودہ ذکر تعلیم تکبیر درآں نکردہ۔ اگر فرض بودے البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذکر آں فرمودے۔ حدیث ابن مسعود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اورا تشہد تعلیم فرمودہ ارشاد نمود لو زدت فیہا الرسالۃ امہ۔

تقریر ترمذی کاپی ۳۸

من بانحہ تفضیت ملیک۔ ونیز حدیث تحلیل و تحریم خبر واحد است و فرضیت تحلیل ظنی ثابت می شود۔ ونیز در جملہ دیگر احتمال تسلیم غیر موجود است پس اولیٰ آن است کہ تحریم بتکبیر و تحریم باشد، تحریم و تحلیل از تحریم و تحلیل بتکبیر و تسلیم دانیم۔

باب ما یقول اذا دخل الخلاء۔ عن انس بن مالک قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الخلاء۔ قال العراقی ہو ذلک لفظہ قولہ الخبث والخبائث الاول جمع خبیث والثانی جمع خبیثہ یرید ذکور الشیاطین واناثہم۔ قولہ اضطراب بیان کردہ بعضہم علی وجہ و بعضہم علی وجہ زعم بعینہ بقولہ روی الخ۔ و چون عبارت مجمل است آن را تشریح بکنم اینجا چند اختلافات است یکے سعید وہشام با شعبہ ومعمر کہ اولین بواسطہ قتادہ بہ زید بن ارقم روایت می کنند وآخرین بواسطہ از نضر بن انس۔ دوم سعید با ہشام کہ سعید میان قتادہ و زید بن ارقم قاسم را زیادت می کند وہشام کسے را زیادت نمی کند۔ سوم شعبہ با معمر کہ شعبہ بعد نضر عن زید بن ارقم می گوید ومعمر بعد نضر عن ابیہ انس می گوید ودر مرقاۃ الصعود آورد کہ روایت معمر راجح گفتہ۔ و قولہ ہو حدیث فیہ اضطراب۔ ازین اختلافات اول است پس ضمیر مضاف الیہ بسوے زید بن ارقم ونضر است۔ پس قول ترمذی وقال سعید عن القاسم یعنی آں عن قتادۃ عن القاسم الخ است۔ وقال سعید مع ابیہ خود یعنی وقال ہشام تفصیل عبارت سابقہ است۔ یعنی ہمادو کی ہشام الدستوائی وسعید بن ابی عروبہ عن قتادہ۔ ومقابل این عبارت است وعبارت رواہ شعبہ ومعمر عن قتادۃ عن النضر بن انس۔ وتفصیل این عبارت در عبارت مابعد است یعنی قال شعبہ ومعنی قول عن زید بن ارقم این است کہ عن النضر بن انس عن زید بن ارقم۔ ومعنی قول او قال معمر عن النضر این است کہ عن قتادۃ عن النضر ہکذا استفدت من شرح الترمذی للمرحوم ابی الطیب وتسہیل ہذہ العبارۃ فی تعبیر ال الطیب۔

زید بن ارقم	زید بن ارقم	زید	انس
قاسم	قتادہ	نضر	نضر
قتادہ	ہشام	قتادہ	قتادہ
سعید		شعبہ	معمر

الحاشیۃ

besturdubooks.wordpress.com

حل الترمذی

جلد ثانی کی اُردو شرح

دروسِ ترمذی

۴ جلدوں میں

از

حضرت مولانا رئیس الدین صاحب مدظلہ العالی
(خلیفۂ ارشد: حجۃ الاسلام حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمہ اللہ)
شیخ الحدیث مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

مرتب

مولانا مفتی محمد علی حسن صاحب مظاہری
(استاذ مظاہر علوم سہارنپور)

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان فون 540513-519240

besturdubooks.wordpress.com

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ کی تفسیری مطبوعات جدید کمپیوٹر ایڈیشن

اشرف التفاسیر

کامل 4 جلد

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

تقدیم و کاوش

نظر ثانی

بیان القرآن

مکمل تفسیر

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

عبد الشکور ترمذی

کامل 3 جلد

انوار البیان

فی کشف اسرار القرآن

گلدستۂ تفاسیر

تفسیر میرٹھی

تفسیر عثمانی